چمنستانِ ختم نبوت

کے گلُہائے رنگارنگ

جلد دوم

آ		الف	ب
پ	ت	ث	ج
چ	ح	خ	د

مولانا اللہ وسایا صاحب

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حضوری باغ روڈ ملتان

www.amtkn.com www.emaktaba.info

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نام کتاب	:	چمنستان ختم نبوت کے گل ہائے رنگارنگ
مصنف	:	مولانا اللہ وسایا صاحب مدظلہ
جلد دوم	:	۴۴۴ صفحات
تعداد شخصیات جلد ہذا	:	۱۴۹ تا ۶۳۱ (۴۸۳)
طبع	:	دسمبر ۲۰۲۱ء
کل صفحات مکمل سیٹ	:	۲۲۱۶
کل شخصیات مکمل سیٹ	:	۲۴۶۰
مطبع	:	طیب شمشاد پرنٹنگ پریس لاہور
ناشر	:	عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حضوری باغ روڈ ملتان

Ph: 061-4783486

آ الف ب

پ ت ث ج

چ ح خ د

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فہرست

	(آ)				۱۳
(۱۴۹)	آپا نثار فاطمہ زہرا، محترمہ	۱۳	(۱۵۰)	آزاد قلندر حیدری، جناب سائیں	۱۳
(۱۵۱)	آصف سعید، جناب محمد	۱۳	(۱۵۲)	آغا مرتضیٰ پویا، جناب	۱۴
(۱۵۳)	آفاق لدھیانوی، مولانا حکیم محمد	۱۴	(۱۵۴)	آل رسول علی خان اجمیری، پیر دیوان سید	۱۴
	(الف)				۱۶
(۱۵۵)	ابرار حسین پٹنی، مولانا	۱۶	(۱۵۶)	ابراہیم برق، جناب ملک	۱۶
(۱۵۷)	ابراہیم جان خلیل سرہندی، مولانا	۱۶	(۱۵۸)	ابراہیم نیامن افریقہ، شیخ الاسلام الحاج	۱۶
(۱۵۹)	ابوالاعلیٰ مودودی، سید	۱۷	(۱۶۰)	ابوالحسن تبتی، جناب سید	۱۸
(۱۶۱)	ابوالحسن سیالکوٹی (المعروف حافظ محمد ثانی)، حافظ مولانا	۱۹	(۱۶۲)	ابوالحسن علی ندوی، حضرت مولانا	۱۹
(۱۶۳)	ابوالحسنات محمد احمد قادری، مولانا سید	۲۵	(۱۶۴)	ابوالسعد احمد خان، قطب دوراں حضرت مولانا	۲۶
(۱۶۵)	ابوالفضل جبروتی، جناب	۲۸	(۱۶۶)	ابوالکلام آزاد، حضرت مولانا	۲۹
(۱۶۷)	ابوالمؤید امروہی، حضرت	۳۶	(۱۶۸)	ابوالنذیر (راولپنڈی)، مولانا	۳۶
(۱۶۹)	ابوالوفا نعمانی شاہ جہان پوری، مولانا	۳۶	(۱۷۰)	ابوالیسر عابدین، جناب شیخ	۵۵
(۱۷۱)	ابوبکر شیخ (لاہور)، جناب حافظ محمد	۵۵	(۱۷۲)	ابوبکر صدیق شجاع آبادی، مولانا	۵۶
(۱۷۳)	ابوبکر غزنوی (لاہور)، جناب سید	۵۶	(۱۷۴)	ابوزہرہ (مصر)، علامہ شیخ محمد	۵۶
(۱۷۵)	اثر چوہان، جناب	۵۸	(۱۷۶)	احتشام الحق آسیا آبادی، حضرت مولانا	۵۸
(۱۷۷)	احتشام الحق تھانوی (خطیب پاکستان)، حضرت مولانا	۵۸	(۱۷۸)	احتشام الدین مراد آبادی، مولانا محمد	۶۱
(۱۷۹)	احسان الحق (راولپنڈی)، مولانا قاضی	۶۱	(۱۸۰)	احسان الحق قادری رضوی، مولانا حافظ	۶۱
(۱۸۱)	احسان اللہ (اسلام آباد)، مولانا قاری	۶۲	(۱۸۲)	احسان اللہ فاروقی (سیال کوٹ)، مولانا	۶۴
(۱۸۳)	احسان اللہ فاروقی (لاہور)، مولانا	۶۵	(۱۸۴)	احسان اللہ ہزاروی (سندھ)، مولانا	۶۵
(۱۸۵)	احسان الٰہی ظہیر، جناب علامہ	۶۵	(۱۸۶)	احسان دانش (لاہور)، شاعر اسلام جناب	۶۶
(۱۸۷)	احسن شاہ (علی گڑھ)، جناب سید	۶۶	(۱۸۸)	احمد الدین (ضلع جہلم)، مولانا	۶۶

(۱۸۹)	احمدالدین (سکنہ بھوئی گاڑ)، مولانا	۶۷	(۱۹۰)	احمدالدین (چکوال)، حضرت مولانا	۶۷
(۱۹۱)	احمدالدین (سکنہ جواہر، چکوال)، مولانا	۶۷	(۱۹۲)	احمدالدین واعظ (دھرابی ضلع چکوال)، مولانا	۶۷
(۱۹۳)	احمداللہ قاسمی امرتسری، مولانا پیر	۶۸	(۱۹۴)	احمد بخش امرتسری (امرتسر)، مولانا	۶۸
(۱۹۵)	احمد بخش (ڈیرہ غازی خان)، جناب الحاج	۶۸	(۱۹۶)	احمد بزرگ سملکی (سورتی مسجد رنگون)، مولانا	۶۹
(۱۹۷)	احمد بن سعد بن حمدان الغامدی، جناب فضیلۃ الشیخ	۶۹	(۱۹۸)	احمد بن عبداللہ غزنوی امرتسری، مولانا	۶۹
(۱۹۹)	احمد بن محمد سعید رام پوری، مولانا شیخ	۷۰	(۲۰۰)	احمد پشاوری، جناب قاضی	۷۰
(۲۰۱)	احمد پیلی بھیتی، حکیم قاری	۷۰	(۲۰۲)	احمد جی (ایبٹ آباد)، حضرت مفتی	۷۱
(۲۰۳)	احمد حسن محدث امروہی، مولانا	۷۱	(۲۰۴)	احمد حسن (بھوئی گاڑ ٹیکسلا)، مولانا حکیم	۷۹
(۲۰۵)	احمد حسن دہلوی (کلکٹر حیدرآباد دکن)، مولانا	۷۹	(۲۰۶)	احمد حسن شاکری، مولانا	۷۹
(۲۰۷)	احمد حسن کانپوری، مولانا	۷۹	(۲۰۸)	احمد حسن مرادآبادی، مولانا شیخ	۸۰
(۲۰۹)	احمد حسن (یزمان)، مولانا	۸۰	(۲۱۰)	احمد حسین کمال (کراچی)، جناب ڈاکٹر	۸۰
(۲۱۱)	احمد حسین میرٹھی، جناب شیخ	۸۳	(۲۱۲)	احمد خان پتافی، جناب سردار	۸۳
(۲۱۳)	احمد خان (کمشنر بہاول پور)، جناب ملک	۸۴	(۲۱۴)	احمد دیدات، جناب ڈاکٹر شیخ	۸۴
(۲۱۵)	احمد دین (احمد پور شرقیہ)، مولانا حافظ	۸۵	(۲۱۶)	احمد دین درگاہی، مولانا	۸۵
(۲۱۷)	احمد دین گجراتی، جناب منشی	۸۵	(۲۱۸)	احمد دین گکھڑوی، مولانا	۸۵
(۲۱۹)	احمد دین، مولانا خلیفہ	۸۹	(۲۲۰)	احمد رام پوری، مولانا	۸۹
(۲۲۱)	احمد رضا خان بریلوی، مولانا	۹۰	(۲۲۲)	احمد رضا قصوری، جناب صاحبزادہ	۹۰
(۲۲۳)	احمد سعید اعوان، جناب ملک	۹۸	(۲۲۴)	احمد سعید کاظمی (ملتان)، حضرت علامہ	۹۹
(۲۲۵)	احمد سعید (گوجرانوالہ)، مولانا	۹۹	(۲۲۶)	احمد سعید لدھیانوی، مولانا	۹۹
(۲۲۷)	احمد سعید میانوی، مولانا مفتی	۱۰۰	(۲۲۸)	احمد شاہ بخاری چوکیروی، مولانا سید	۱۰۰
(۲۲۹)	احمد شاہ ہردوئی، حضرت سید	۱۰۱	(۲۳۰)	احمد صدیق باڈوی، مولانا	۱۰۱
(۲۳۱)	احمد علی امرتسری، مولانا مرزا	۱۰۱	(۲۳۲)	احمد علی سہارنپوری، مولانا	۱۰۲
(۲۳۳)	احمد علی شاہ، جناب سید	۱۰۲	(۲۳۴)	احمد علی کانپوری، مولانا سید	۱۰۲
(۲۳۵)	احمد علی قصوری، مولانا	۱۰۲	(۲۳۶)	احمد علی لاہوری، حضرت مولانا	۱۰۳
(۲۳۷)	احمد علی (مدرس مدرسہ اسلامیہ بٹالہ)، مولانا	۱۰۸	(۲۳۸)	احمد علی واعظ دہلوی، مولوی سید	۱۰۸
(۲۳۹)	احمد علی، مولانا	۱۰۸	(۲۴۰)	احمد قادری اشرفی (لاہور)، مولانا ابوالبرکات سید	۱۰۹

(۲۴۱)	احمد ندیم قاضی (ایبٹ آباد)، جناب	۱۰۹	(۲۴۲)	احمد یار خاں روفی، شاعر	۱۱۰
(۲۴۳)	احمد یار خان نعیمی گجراتی، مولانا مفتی	۱۱۰	(۲۴۴)	احمد یار خان (رئیس اعظم قلات)، جناب	۱۱۱
(۲۴۵)	احمد یار (وہاڑی)، حضرت مولانا	۱۱۲	(۲۴۶)	اختر احسن (لاہور)، جناب	۱۱۳
(۲۴۷)	اختر حسین علی پوری، پیر سید	۱۱۳	(۲۴۸)	اختر علی خان، مولانا	۱۱۳
(۲۴۹)	اختر کاشمیری، مولانا	۱۱۳	(۲۵۰)	ارباب سکندر خان خلیل، جناب	۱۱۴
(۲۵۱)	ارشاد احمد خان، جناب	۱۱۴	(۲۵۲)	ارشاد الحق اثری، مولانا	۱۱۵
(۲۵۳)	ارشاد الحق (بہاول پور)، جناب حکیم	۱۱۵	(۲۵۴)	ارشاد حسن خان، جناب مسٹر جسٹس	۱۱۵
(۲۵۵)	ارشد بخاری ایڈووکیٹ، جناب سید	۱۱۵	(۲۵۶)	ارشد حسن ثاقب (لاہور)، علامہ	۱۱۶
(۲۵۷)	ارشد حسین (لاہور)، جناب میاں محمد	۱۱۶	(۲۵۸)	ازہر درّانی، جناب	۱۱۷
(۲۵۹)	استاد دامن (لاہور)، جناب	۱۱۷	(۲۶۰)	اسحاق اجراوری، مولانا	۱۱۷
(۲۶۱)	اسد اللہ عباسی، مولانا قاری	۱۱۷	(۲۶۲)	اسد اللہ قاسمی (جھنگ)، مولانا	۱۱۸
(۲۶۳)	اسرار احمد آزاد، جناب	۱۱۸	(۲۶۴)	اسرار احمد، جناب ڈاکٹر	۱۱۸
(۲۶۵)	اسرار الحق، مولانا سید	۱۱۹	(۲۶۶)	اسرار بن عبد المولیٰ تاشقندی، مفتی	۱۱۹
(۲۶۷)	اسعد اللہ رام پوری، حضرت مولانا	۱۱۹	(۲۶۸)	اسعد گیلانی، جناب ڈاکٹر سید	۱۲۰
(۲۶۹)	اسعد مدنی، امیر الہند حضرت مولانا سید	۱۲۱	(۲۷۰)	اسفند یار (کراچی)، مولانا	۱۲۸
(۲۷۱)	اسلام الدین (محراب پور)، مولانا قاری	۱۲۸	(۲۷۲)	اسلم حیات (ایڈووکیٹ)، جناب ملک	۱۲۹
(۲۷۳)	اسماعیل محمدی، مولانا	۱۲۹	(۲۷۴)	اشرف اللہ لاہوری، جناب حکیم	۱۳۰
(۲۷۵)	اشرف حسین رحمانی مونگیروی، جناب قاضی	۱۳۰	(۲۷۶)	اشرف (سجادہ نشین پھلواری)، حضرت شاہ	۱۳۰
(۲۷۷)	اشرف علی تھانوی، حکیم الامت حضرت مولانا	۱۳۱	(۲۷۸)	اشرف علی (سلطان پور ریاست کپورتھلہ)، مولوی	۱۳۳
(۲۷۹)	اشرف علی عظیم آبادی، مولانا	۱۳۴	(۲۸۰)	اصغر حسین دیوبندی، مولانا میاں	۱۳۵
(۲۸۱)	اصغر خان (ایئر مارشل)، جناب	۱۳۵	(۲۸۲)	اصغر علی روحی، حضرت مولانا	۱۳۶
(۲۸۳)	اصغر علی شاہ نیازی، حضرت سید	۱۴۷	(۲۸۴)	اطہر حسین شاہ بخاری، جناب غازی بابا سید	۱۴۷
(۲۸۵)	اطہر علی سلہٹی، مولانا	۱۵۰	(۲۸۶)	اظہار الحق ایڈووکیٹ، جناب	۱۵۰
(۲۸۷)	اظہر حسین زیدی، جناب سید	۱۵۱	(۲۸۸)	اظہر رفیق شہید (ساہیوال)، جناب	۱۵۱
(۲۸۹)	اعجاز احمد، جناب مہر	۱۵۱	(۲۹۰)	اعجاز ولی، جناب مفتی	۱۵۱
(۲۹۱)	اعزاز علی امروہی دیوبندی، مولانا	۱۵۱	(۲۹۲)	افتخار احمد اعوان، جناب	۱۵۲

(۲۹۳)	افتخار احمد بگوی (بھیرہ)، مولانا	۱۵۲	(۲۹۴)	افتخار حسین نقوی، علامہ سید	۱۵۲
(۲۹۵)	افتخار الحسن زیدی (فیصل آباد)، صاحبزادہ سید	۱۵۳	(۲۹۶)	افراسیاب خان، جناب جسٹس راجہ	۱۵۳
(۲۹۷)	افسر علی شاہ (ایبٹ آباد)، حضرت مولانا سید	۱۵۳	(۲۹۸)	افضل چیمہ (گوجرہ)، جناب	۱۵۴
(۲۹۹)	افضل حق (لاہور)، جناب چوہدری	۱۵۴	(۳۰۰)	اقبال احمد فاروقی، مولانا پیرزادہ	۱۵۸
(۳۰۱)	اقبال احمد، جناب رانا	۱۵۸	(۳۰۲)	اقبال محمود اعوان، جناب	۱۵۸
(۳۰۳)	اقتدار احمد، جناب	۱۵۸	(۳۰۴)	اکبر خان مہند، جناب	۱۵۹
(۳۰۵)	اکبر شاہ حنفی قادری پشاوری، جناب سید	۱۵۹	(۳۰۶)	اکبر مسیح، جناب	۱۶۰
(۳۰۷)	اکرام الحق الخیری (برمنگھم)، حضرت مولانا	۱۶۰	(۳۰۸)	اکرام اللہ (منڈی بہاؤالدین)، حضرت حافظ محمد	۱۶۱
(۳۰۹)	التفات احمد شاہ (مستان شاہ کابلی)، حضرت	۱۶۱	(۳۱۰)	الطاف الرحمٰن (چاٹگام)، حضرت مولانا مفتی	۱۶۲
(۳۱۱)	الطاف حسین گیلانی، جناب سید	۱۶۲	(۳۱۲)	اللہ بخش انور، مولانا	۱۶۲
(۳۱۳)	اللہ بخش (بہاول نگر)، حضرت مولانا	۱۶۳	(۳۱۴)	اللہ بخش تونسوی، حضرت خواجہ	۱۶۳
(۳۱۵)	اللہ بخش صدیقی، مولانا	۱۶۵	(۳۱۶)	اللہ بخش گرواں، مولانا حافظ	۱۶۵
(۳۱۷)	اللہ بخش (نور پور نورنگہ)، مولانا	۱۶۸	(۳۱۸)	اللہ بخش (ٹوبہ ٹیک سنگھ)، مولانا	۱۶۸
(۳۱۹)	اللہ داد صدیقی، مولانا	۱۶۸	(۳۲۰)	اللہ داد (میلسی)، مولانا	۱۶۹
(۳۲۱)	اللہ دتہ بہاول پوری، جناب منشی	۱۶۹	(۳۲۲)	اللہ دتہ (تاندلیاں والا ضلع فیصل آباد)، مولانا	۱۶۹
(۳۲۳)	اللہ دتہ (جھنگ)، حضرت حاجی	۱۷۰	(۳۲۴)	اللہ دتہ چانڈیو، جناب	۱۷۰
(۳۲۵)	اللہ دتہ چنیوٹی، جناب ملک	۱۷۱	(۳۲۶)	اللہ دتہ کلانوری، مولانا	۱۷۱
(۳۲۷)	اللہ رکھا لدھیانوی (چیچہ وطنی)، جناب شیخ	۱۷۱	(۳۲۸)	اللہ یار ارائیں (شجاع آباد)، جناب حافظ	۱۷۲
(۳۲۹)	اللہ یار ارشد (قائم پور ضلع بہاول پور)، مولانا	۱۷۲	(۳۳۰)	اللہ یار خان چکڑالوی، پیر طریقت مولانا	۱۷۲
(۳۳۱)	اللہ یار خان، حضرت حافظ	۱۷۲	(۳۳۲)	الہ دین لدھیانوی، جناب میاں	۱۷۳
(۳۳۳)	الٰہی بخش (ساکن مہند بہاول پور)، مولانا	۱۷۳	(۳۳۴)	الٰہی بخش شہید (چنیوٹ)، حضرت شیخ	۱۷۴
(۳۳۵)	الٰہی بخش، جناب بابو منشی	۱۷۴	(۳۳۶)	امام الدین، مرزا	۱۷۶
(۳۳۷)	امام الدین (جلال پور جٹاں)، جناب حاجی	۱۷۷	(۳۳۸)	امام الدین رائے پوری، مولانا	۱۷۷
(۳۳۹)	امام الدین کپورتھلوی، مولانا	۱۷۷	(۳۴۰)	امام الدین کوٹلوی (سیالکوٹ)، حضرت مولانا	۱۷۷
(۳۴۱)	امام الدین گجراتی، مولانا	۱۷۸	(۳۴۲)	امام الدین لاہوری، مولانا	۱۷۸
(۳۴۳)	امام دین بقاء، جناب	۱۷۹	(۳۴۴)	امام شاہ (کہروڑپکا)، حضرت مولانا پیر سید	۱۷۹

(۳۴۵)	امان اللہ دہلوی، مولانا محمد	۱۸۰	(۳۴۶)	امان اللہ (علی گڑھ)، مولانا محمد	۱۸۱
(۳۴۷)	امان اللہ (گجرات)، جناب	۱۸۱	(۳۴۸)	امان اللہ، جناب چوہدری	۱۸۱
(۳۴۹)	امجد القادری، مولانا	۱۸۱	(۳۵۰)	امجد نصیر (شیخوپورہ)، جناب	۱۸۲
(۳۵۱)	امداد الحق ہزاروی (فیصل آباد)، مولانا	۱۸۲	(۳۵۲)	امداد اللہ مہاجر مکی، سید الطائفہ حضرت حاجی	۱۸۲
(۳۵۳)	امداد علی شاہ (سجادہ نشین شاہ ابو العلا نقشبند)، حضرت پیر	۱۸۴	(۳۵۴)	امید علی خان، مولانا مفتی محمد	۱۸۴
(۳۵۵)	امیر احمد کاندھلوی، مولانا	۱۸۴	(۳۵۶)	امیر افضل خان (ریٹائرڈ میجر راولپنڈی)، جناب	۱۸۴
(۳۵۷)	امیر الدین (حویلی لکھا)، مبلغ اسلام مولانا	۱۸۴	(۳۵۸)	امیر الزمان کشمیری، مولانا	۱۸۵
(۳۵۹)	امیر الملک مینگل، جناب جسٹس	۱۸۵	(۳۶۰)	امیر حسن خلف پیر عبد اللہ (دہلی)، حضرت	۱۸۵
(۳۶۱)	امیر حسین گیلانی (اوکاڑہ)، حضرت مولانا سید	۱۸۶	(۳۶۲)	امیر زمان ہاشمی (مانسہرہ)، مولانا	۱۸۸
(۳۶۳)	امیر صالح خان (لکی مروت)، جناب حاجی	۱۸۹	(۳۶۴)	امیر علی شاہ (اجمیر)، حضرت مولانا	۱۸۹
(۳۶۵)	امیر علی لکھنوی، جناب سید	۱۸۹	(۳۶۶)	امیر محمد خان (گورنر مغربی پاکستان)، جناب ملک	۱۹۰
(۳۶۷)	امین الحق (شیخوپورہ)، حضرت مولانا سید	۱۹۰	(۳۶۸)	امین الدین دہلوی، مولانا	۱۹۱
(۳۶۹)	امین گیلانی، شاعر اسلام حضرت سید	۱۹۱	(۳۷۰)	انجمن تائید الاسلام (لاہور)	۱۹۹
(۳۷۱)	انذر قاسمی (سیالکوٹ)، مولانا محمد	۲۰۰	(۳۷۲)	انظر شاہ کشمیری، مولانا سید	۲۰۰
(۳۷۳)	انعام الحسن کاندھلوی، مولانا	۲۰۲	(۳۷۴)	انعام الحق (کراچی)، مولانا مفتی	۲۰۲
(۳۷۵)	انوار اللہ خان (حیدر آباد دکن)، حضرت مولانا	۲۰۳	(۳۷۶)	انور شاہ کشمیری، حضرت مولانا سید محمد	۲۰۵
(۳۷۷)	انور شاہ (ملتان)، جناب سید	۲۱۵	(۳۷۸)	انیس الرحمٰن اطہر (لاہور)، مولانا	۲۱۵
(۳۷۹)	اورنگ زیب خان قادری، مولانا محمد	۲۱۵	(۳۸۰)	اورنگ زیب، جناب	۲۱۵
(۳۸۱)	ایس.ایم زبیر، جناب جسٹس	۲۱۵	(۳۸۲)	ایف.جی.ای جیمس، جناب	۲۱۵
(۳۸۳)	ایک بزرگ	۲۱۶	(۳۸۴)	ایم.ایم عالم (محمد محمود عالم) ایئر کموڈور، جناب	۲۱۶
(۳۸۵)	ایم.جے آغا خان، جناب پروفیسر	۲۱۸	(۳۸۶)	ایم.پی بھنڈارہ، جناب	۲۱۸
(۳۸۷)	ایوب الرحمٰن الہاشمی، مولانا	۲۱۸			
	(ب)				۲۱۹
(۳۸۸)	بادشاہ گل بخاری (کرم شاہ)، مولانا	۲۱۹	(۳۸۹)	بادل شاہ بدایونی، حضرت مرزا	۲۱۹
(۳۹۰)	بارک اللہ خان، جناب	۲۱۹	(۳۹۱)	باز گل (اٹک)، مولانا محمد	۲۱۹
(۳۹۲)	بجلی گھر (پشاور)، حضرت مولانا محمد امیر معروف	۲۲۰	(۳۹۳)	بدر الدین الفلایلینی (دمشق)، فضیلۃ الشیخ محمد	۲۲۰

(۳۹۴)	بدرالدین شاہ (سجادہ نشین پھلواری)، حضرت سید	۲۲۱	(۳۹۵)	بدر عالم میرٹھی مہاجر مدنی، مولانا	۲۲۱
(۳۹۶)	بدیع الزمان (کراچی)، مولانا	۲۲۴	(۳۹۷)	بدیع الزمان (نوشہرہ)، جناب ڈاکٹر	۲۲۵
(۳۹۸)	برکات احمد شاہ (جلال پور جٹاں)، جناب پیر سید	۲۲۵	(۳۹۹)	برکت اللہ، جناب چوہدری	۲۲۵
(۴۰۰)	برکت علی شاہ وزیر آبادی، جناب سید	۲۲۷	(۴۰۱)	برکت علی لدھیانوی، ابوانیس صوفی محمد	۲۲۸
(۴۰۲)	برکت اللہ (ٹالہی)، جناب حاجی	۲۲۸	(۴۰۳)	برکت علی مغل (کنری)، جناب مستری	۲۲۹
(۴۰۴)	بشیر احمد احرار (کوئٹہ)، جناب مرزا	۲۲۹	(۴۰۵)	بشیر احمد (اسلام آباد)، جناب	۲۳۰
(۴۰۶)	بشیر احمد برکاتی، مولانا	۲۳۰	(۴۰۷)	بشیر احمد پسروری، حضرت مولانا	۲۳۰
(۴۰۸)	بشیر احمد چشتی گولڑوی حافظ آبادی، مولانا حافظ	۲۳۱	(۴۰۹)	بشیر احمد (چشتیاں)، جناب صوفی	۲۳۱
(۴۱۰)	بشیر احمد چوہدری (چیچہ وطنی)، جناب	۲۳۱	(۴۱۱)	بشیر احمد خاکی (شورکوٹ)، مولانا	۲۳۱
(۴۱۲)	بشیر احمد (خانقاہ ڈوگراں)، جناب حافظ	۲۳۳	(۴۱۳)	بشیر احمد دیوبندی، مولانا	۲۳۳
(۴۱۴)	بشیر احمد رضوانی (چیچہ وطنی)، جناب	۲۳۳	(۴۱۵)	بشیر احمد سالار، جناب	۲۳۴
(۴۱۶)	بشیر احمد سوہدروی، جناب پیر سید	۲۳۴	(۴۱۷)	بشیر احمد شاہ جمالی، مولانا	۲۳۴
(۴۱۸)	بشیر احمد شہید، جناب قاری	۲۳۴	(۴۱۹)	بشیر احمد شیخوپوری، جناب چوہدری	۲۳۵
(۴۲۰)	بشیر احمد صحرائی (گوجرانوالہ)، جناب	۲۳۵	(۴۲۱)	بشیر احمد علی پوری، جناب حاجی	۲۳۵
(۴۲۲)	بشیر احمد قلندر (کنری)، جناب	۲۳۵	(۴۲۳)	بشیر احمد گیلانی (سیالکوٹ)، جناب پیر	۲۳۶
(۴۲۴)	بشیر احمد لاہوری، جناب حاجی	۲۳۶	(۴۲۵)	بشیر احمد مجاہد امرتسری، جناب	۲۳۶
(۴۲۶)	بشیر احمد مصری، جناب حافظ	۲۳۷	(۴۲۷)	بشیر احمد میمن (کراچی)، جناب جسٹس (ر) حاجی	۲۳۷
(۴۲۸)	بشیر اختر اللہ آبادی، مولانا	۲۳۸	(۴۲۹)	بشیر الحق صدیقی، مولانا	۲۳۸
(۴۳۰)	بشیر اللہ مظاہری (رنگون)، مولانا	۲۳۸	(۴۳۱)	بشیر حسین حامد، جناب پروفیسر حافظ	۲۳۸
(۴۳۲)	بشیر حسین قادری، مفتی مولانا	۲۳۹	(۴۳۳)	بلال زبیری (جھنگ)، جناب	۲۳۹
(۴۳۴)	بوٹامل، جناب پادری	۲۴۰	(۴۳۵)	بڈھن شاہ کلانوری، حضرت	۲۴۰
(۴۳۶)	بہاء الحق قاسمی امرتسری، مولانا	۲۴۱	(۴۳۷)	بہادر خان، جناب خان	۲۴۲
(۴۳۸)	بیگم اشرف خاتون عباسی صاحبہ، محترمہ ڈاکٹر	۲۴۲	(۴۳۹)	بیگم جعفر قاضی موسیٰ، محترمہ	۲۴۳
(۴۴۰)	بیگم عطیہ عنایت (لاہور)، محترمہ	۲۴۳	(۴۴۱)	بے نظیر بھٹو صاحبہ (وزیر اعظم پاکستان)، محترمہ	۲۴۳
	(پ)				۲۴۴
(۴۴۲)	پردل کابلی، مولوی	۲۴۴	(۴۴۳)	پھگلہ میں مباہلہ	۲۴۴
(۴۴۴)	پیر بخش لاہوری، جناب بابو	۲۴۶			

	(ت)				۲۴۸
(۴۴۵)	تاج الدین احمد تاج، جناب	۲۴۸	(۴۴۶)	تاج الدین احمد لاہوری، مولوی	۲۴۸
(۴۴۷)	تاج الدین انصاری، جناب ماسٹر	۲۴۹	(۴۴۸)	تاج الدین بسمل نقشبندی (پڑعیدن والے)، مولانا	۲۵۰
(۴۴۹)	تاج الدین گجراتی، مولوی	۲۵۲	(۴۵۰)	تاج محمد نکودری (فقیروالی)، جناب بابو	۲۵۲
(۴۵۱)	تاج محمود امروٹی، مولانا	۲۵۳	(۴۵۲)	تاجور نجیب آبادی، مولانا	۲۵۴
(۴۵۳)	تحسین الاحد شاہ بہاول نگری، سید	۲۵۴	(۴۵۴)	تصدق حسین شاہ بھیروی، جناب سید	۲۵۵
(۴۵۵)	تنزیل الرحمٰن، جناب ڈاکٹر جسٹس	۲۵۵	(۴۵۶)	توکل شاہ انبالوی، جناب سائیں	۲۵۵
	(ث)				۲۵۶
(۴۵۷)	ثناءاللہ امرتسری، مولانا	۲۵۶	(۴۵۸)	ثناءاللہ بھٹہ (لاہور)، جناب چوہدری	۲۶۱
(۴۵۹)	ثناءاللہ چنیوٹی، مولانا	۲۶۱	(۴۶۰)	ثناءاللہ (حافظ آباد)، جناب ملک	۲۶۱
	(ج)				۲۶۱
(۴۶۱)	جان محمد بھٹو، مولانا	۲۶۱	(۴۶۲)	جان محمد سرگانہ، حضرت میاں	۲۶۲
(۴۶۳)	جان محمد عباسی، مولانا	۲۶۲	(۴۶۴)	جان صابری چشتی مرادآبادی، حضرت سید صوفی	۲۶۲
(۴۶۵)	جاوید اقبال، جناب جسٹس	۲۶۲	(۴۶۶)	جعفر بن اسماعیل برزنجی (مدینہ منورہ)، حضرت مفتی السید	۲۶۴
(۴۶۷)	جعفر تھانیسری، مولانا	۲۶۶	(۴۶۸)	جعفر حسین (گوجرانوالہ)، مولانا مفتی	۲۶۹
(۴۶۹)	جعفر شاہ پھلواری، مولانا	۲۶۹	(۴۷۰)	جلال الدین اکبر شہید (لاہور)، جناب	۲۷۰
(۴۷۱)	جلال الدین بخاری، حضرت سید شاہ	۲۷۰	(۴۷۲)	جلال الدین (بھیرہ)، مولانا	۲۷۱
(۴۷۳)	جلال الدین لبید بہاول پوری، علامہ	۲۷۱	(۴۷۴)	جلال الدین مشہدی، سید محمد	۲۷۱
(۴۷۵)	جماعت علی شاہ محدث (سیالکوٹ)، پیر سید	۲۷۱	(۴۷۶)	جمال الدین کاشمیری، قاضی مولانا	۲۷۳
(۴۷۷)	جمال الدین کاظمی، جناب علامہ	۲۷۳	(۴۷۸)	جمال الدین (کراچی)، جناب حکیم	۲۷۳
(۴۷۹)	جمال النساء بنت رافع، محترمہ	۲۷۳	(۴۸۰)	جمال دار خان، جناب میجر	۲۷۴
(۴۸۱)	جمال دین (کمالیہ)، جناب چوہدری	۲۷۴	(۴۸۲)	جمال شاہ کاکاخیل، جناب میاں	۲۷۴
(۴۸۳)	جمال محمد کوریجہ، جناب خواجہ	۲۷۴	(۴۸۴)	جمشید الٰہی (فیصل آباد)، جناب صوفی	۲۷۶
(۴۸۵)	جمشید علی خان (رائے ونڈ)، حضرت مولانا	۲۷۷	(۴۸۶)	جمیل احمد تھانوی (لاہور)، مولانا مفتی	۲۷۷
(۴۸۷)	جمیل احمد شرقپوری، جناب میاں	۲۷۸	(۴۸۸)	جمیل احمد میواتی، پیر طریقت مولانا	۲۷۸

(۴۸۹)	جندوڈہ (راجن پور)، حضرت پیر سید	۲۷۸	(۴۹۰)	جوہر علی صندل، جناب	۲۷۸
(۴۹۱)	جہانگیر علی ایڈووکیٹ، جناب چوہدری	۲۷۹	(۴۹۲)	جی.آر اعوان، جناب	۲۹۱
	(چ)				۲۹۱
(۴۹۳)	چراغ الدین (جموں کشمیر)، جناب	۲۹۱	(۴۹۴)	چراغ حسن حسرت (پونچھ آزاد کشمیر)، مولانا	۲۹۱
	(ح)				۲۹۱
(۴۹۵)	حافظ الدین دوجانوی، مولانا قاری	۲۹۱	(۴۹۶)	حامد (چاٹگام)، حضرت مولانا مفتی	۲۹۲
(۴۹۷)	حامد رضا خان (بریلی)، جناب شاہ	۲۹۲	(۴۹۸)	حامد علی خان (ملتان)، مولانا	۲۹۲
(۴۹۹)	حامد علی خان، جناب	۲۹۳	(۵۰۰)	حامد علی شاہ (فیروزہ)، مولانا سید	۲۹۴
(۵۰۱)	حامد میاں (لاہور)، مولانا سید	۲۹۵	(۵۰۲)	حبیب احمد دہلوی، شیخ مولانا	۲۹۵
(۵۰۳)	حبیب الرحمٰن، جناب حاجی	۲۹۶	(۵۰۴)	حبیب الرحمٰن اعظمی، حضرت مولانا	۲۹۹
(۵۰۵)	حبیب الرحمٰن جالندھری، مولانا	۲۹۹	(۵۰۶)	حبیب الرحمٰن خان کابلی، جناب	۳۰۰
(۵۰۷)	حبیب الرحمٰن خیر آبادی، مولانا	۳۰۰	(۵۰۸)	حبیب الرحمٰن (لاہور)، مولانا	۳۰۰
(۵۰۹)	حبیب الرحمٰن لدھیانوی، مولانا	۳۰۱	(۵۱۰)	حبیب الرحمٰن لودھی (ہزارہ)، مولانا	۳۴۱
(۵۱۱)	حبیب الرحمٰن (ویسہ)، مولانا	۳۴۱	(۵۱۲)	حبیب الرحمٰن ہزاروی، مولانا	۳۴۱
(۵۱۳)	حبیب اللہ (اخبار فروش یونین، لاہور)، مولوی	۳۴۲	(۵۱۴)	حبیب اللہ امرتسری، مولانا	۳۴۷
(۵۱۵)	حبیب اللہ چیمہ (چیچہ وطنی)، جناب حافظ	۳۵۰	(۵۱۶)	حبیب اللہ خان سعدی (کمالیہ)، جناب امیر	۳۵۰
(۵۱۷)	حبیب اللہ شاہ بنوری، مولانا	۳۵۰	(۵۱۸)	حبیب اللہ فاروقی سیالکوٹی، مولانا مفتی	۳۵۱
(۵۱۸)	حبیب اللہ فاضل رشیدی (ساہیوال)، مولانا	۳۵۲	(۵۲۰)	حبیب گل (ٹل)، مولانا	۳۵۴
(۵۲۱)	حبیب (لاہور)، جناب سید	۳۵۴	(۵۲۲)	حسام الدین (لاہور)، حضرت شیخ	۳۵۵
(۵۲۳)	حسام الدین (ماموں کانجن)، جناب حافظ	۳۵۶	(۵۲۴)	حسرت موہانی، مولانا	۳۵۶
(۵۲۵)	حسن الہامی (اسلامی سیکرٹریٹ)، جناب	۳۵۷	(۵۲۶)	حسن دیوبندی، مولانا محمد	۳۵۷
(۵۲۷)	حسن رضا خان حنفی قادری، مولانا	۳۵۷	(۵۲۸)	حسن شاہ بخاری ہزاروی، مولانا قاری	۳۵۷
(۵۲۹)	حسن شاہ قادری بٹالوی، مولانا پیر	۳۵۸	(۵۳۰)	حسن عیسیٰ عبدالظاہر المصری، جناب	۳۵۸
(۵۳۱)	حسن عیسیٰ عبدالظاہر (مصر)، جناب	۳۵۸	(۵۳۲)	حسن نظامی، جناب خواجہ	۳۵۹
(۵۳۳)	حسنین بن محمد مخلوف مصری، فضیلۃ الشیخ مفتی	۳۶۰	(۵۳۴)	حسین احمد حقانی، مولانا	۳۷۱
(۵۳۵)	حسین احمد قریشی، حضرت مولانا حافظ	۳۷۲	(۵۳۶)	حسین احمد مدنی، حضرت مولانا سید	۳۷۲

(۵۳۷)	حسین احمد صاحب مردانوی، جناب حافظ	۳۷۶	(۵۳۸)	حسین احمد، جناب قاضی	۳۷۶
(۵۳۹)	حسین امام، جناب سید	۳۷۸	(۵۴۰)	حسین بن محسن انصاری یمنی، جناب	۳۷۸
(۵۴۱)	حسین (کوئلہ والے، دہلی)، حضرت مولانا محمد	۳۷۸	(۵۴۲)	حسین شاہ مودودی (دہلی)، حضرت سید	۳۷۹
(۵۴۳)	حسین میر کاشمیری (لاہور)، جناب علامہ	۳۷۹	(۵۴۴)	حسین نعیمی (لاہور)، مولانا مفتی محمد	۳۷۹
(۵۴۵)	حسین، جناب چوہدری محمد	۳۸۰	(۵۴۶)	حشمت اللہ قریشی، جناب	۳۸۰
(۵۴۷)	حضرت الدین (مبلغ جنوبی افریقہ)، مولانا محمد	۳۸۰	(۵۴۸)	حضرت گل (بنوں)، مولانا قاری	۳۸۱
(۵۴۹)	حفظ الرحمٰن سیوہاروی، مولانا	۳۸۱	(۵۵۰)	حفیظ الدین (ضلع روہتک)، حضرت مولانا	۳۸۵
(۵۵۱)	حفیظ اللہ (بھکر)، مولانا مفتی	۳۸۶	(۵۵۲)	حفیظ اللہ سلفی دہلوی، مولانا	۳۸۶
(۵۵۳)	حفیظ اللہ (کمالیہ)، جناب الحاج	۳۸۶	(۵۵۴)	حفیظ اللہ، جناب قاضی محمد	۳۸۷
(۵۵۵)	حفیظ تائب، جناب پروفیسر	۳۸۷	(۵۵۶)	حفیظ جالندھری، ابوالاثر جناب	۳۸۸
(۵۵۷)	حق نواز جھنگوی، حضرت مولانا	۳۸۸	(۵۵۸)	حقیق اللہ بکوٹی، مولانا پیر	۳۹۶
(۵۵۹)	حقیقت پسند پارٹی قادیانی	۳۹۶	(۵۶۰)	حماد اللہ پھل، حضرت سائیں	۳۹۶
(۵۶۱)	حماد اللہ حیدری (راجن پور)، مولانا قاری	۳۹۷	(۵۶۲)	حماد اللہ ہالیجوی، مولانا	۳۹۷
(۵۶۳)	حمد اللہ جان (ڈاگئی ضلع صوابی)، حضرت مولانا	۳۹۸	(۵۶۴)	حمزہ، جناب ایم	۳۹۹
(۵۶۵)	حمید احمد خان (لاہور)، جناب پروفیسر	۳۹۹	(۵۶۶)	حمید الدین سیالوی، حضرت خواجہ	۳۹۹
(۵۶۷)	حمید الرحمٰن عباسی، مولانا	۴۰۰	(۵۶۸)	حمید اللہ جان (لکی مروت)، مولانا مفتی	۴۰۰
(۵۶۹)	حمید اللہ (گوجرانوالہ)، مولانا قاضی	۴۰۰	(۵۷۰)	حمید نظامی، جناب	۴۰۱
(۵۷۱)	حنیف رامے، جناب	۴۰۱	(۵۷۲)	حنیف رضا لدھیانوی (فیصل آباد)، جناب	۴۰۲
(۵۷۳)	حیدر اللہ خان درانی (حیدر آباد دکن)، مولانا	۴۰۲	(۵۷۴)	حیدر شاہ (جلال پور کنکیاں)، حضرت سید	۴۰۳
(۵۷۵)	حیدر شاہ لکھنوی، مولانا	۴۰۳			
	(خ)				۴۰۳
(۵۷۶)	خادم حسین (ملتان)، جناب قاری	۴۰۳	(۵۷۷)	خاقان بابر ایڈووکیٹ (لاہور)، جناب	۴۰۵
(۵۷۸)	خالد محمود سومرو شہید (لاڑکانہ)، مولانا ڈاکٹر	۴۰۵	(۵۷۹)	خالد محمود (مانچسٹر)، حضرت ڈاکٹر علامہ	۴۰۷
(۵۸۰)	خالد محمود مدنی کہروڑی (فیصل آباد)، حضرت مولانا	۴۱۲	(۵۸۱)	خالد وزیر آبادی، جناب ایم۔ایس	۴۱۲
(۵۸۲)	خان جلال خان، جناب	۴۱۲	(۵۸۳)	خان زمان خان، جناب	۴۱۳

(۵۸۴)	خان زمان ہزاروی، مولانا	۴۱۴	(۵۸۵)	خان محمد (خانقاہ ڈوگراں)، حضرت مولانا	۴۱۴
(۵۸۶)	خان محمد کمتر مرحوم، جناب میاں	۴۱۵	(۵۸۷)	ختم نبوت کانفرنس چناب نگر	۴۱۵
(۵۸۸)	خدابخش جتوئی، حضرت مولانا	۴۱۵	(۵۸۹)	خدابخش حضروی، مولانا	۴۱۶
(۵۹۰)	خدابخش سندھی، حضرت مولانا	۴۱۶	(۵۹۱)	خدابخش (مظفرگڑھ)، مولوی	۴۱۶
(۵۹۲)	خدابخش ملتانی ثم خیرپوری، مولانا ابوعبید	۴۱۶	(۵۹۳)	خدابخش (ملتان)، مولانا	۴۱۷
(۵۹۴)	خدابخش ٹوانہ، جناب ملک	۴۱۸	(۵۹۵)	خدابخش (سون سکیسر)، استاذ العلماء مولانا	۴۱۹
(۵۹۶)	خدابخش، جناب غازی	۴۱۹	(۵۹۷)	خضر حسین، جناب شیخ	۴۱۹
(۵۹۸)	خلف بن ابراہیم (مکہ مکرمہ)، حضرت مفتی	۴۱۹	(۵۹۹)	خلیل احمد حامدی، مولانا	۴۲۰
(۶۰۰)	خلیل احمد سہارنپوری، حضرت مولانا	۴۲۱	(۶۰۱)	خلیل احمد قادری، مولانا	۴۲۳
(۶۰۲)	خلیل احمد لدھیانوی، جناب الحاج	۴۲۴	(۶۰۳)	خلیل الرحمٰن (ایبٹ آباد)، شیخ الحدیث مولانا	۴۲۵
(۶۰۴)	خلیل الرحمٰن خان، مسٹر جسٹس	۴۲۵	(۶۰۵)	خلیل الرحمٰن قادری، مولانا	۴۲۶
(۶۰۶)	خلیل الرحمٰن، مولانا/مولانا دوست محمد خان	۴۲۶	(۶۰۷)	خورشید احمد (برمنگھم)، حضرت مولانا	۴۲۶
(۶۰۸)	خورشید احمد شاہ ہمدانی (عبدالحکیم)، مولانا پیر	۴۲۷	(۶۰۹)	خورشید احمد گیلانی، جناب صاحبزادہ	۴۲۷
(۶۱۰)	خورشید احمد، جناب پروفیسر	۴۲۷	(۶۱۱)	خورشید عالم ایڈووکیٹ (حافظ آباد)، جناب چوہدری	۴۲۸
(۶۱۲)	خورشید عباس گردیزی، جناب سید	۴۲۸	(۶۱۳)	خورشید علی خان، جناب راؤ	۴۲۸
(۶۱۴)	خورشید علی عباسی، جناب الحاج	۴۳۱	(۶۱۵)	خیر اللہ خان، جناب الحاج خان	۴۳۲
(۶۱۶)	خیر اللہ قاسمی (اوچ شریف)، مولانا	۴۳۲	(۶۱۷)	خیر بخش مری، جناب	۴۳۲
(۶۱۸)	خیر محمد مکی (مدرس الحرم المکی)، مولانا	۴۳۲	(۶۱۹)	خیر محمد نظامانی (بدین)، جناب	۴۳۳
	(د)				۴۳۳
(۶۲۰)	داتہ پر تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء کے اثرات	۴۳۳	(۶۲۱)	دارالاشاعت رحمانی مونگیر	۴۳۹
(۶۲۲)	دریا خان کھوسہ، جناب	۴۴۰	(۶۲۳)	دل مراد بلوچ (کراچی)، جناب حاجی	۴۴۰
(۶۲۴)	دلدار حسین نقوی، مولانا سید	۴۴۰	(۶۲۵)	دوست محمد ساقی (چنیوٹ)، مولانا	۴۴۰
(۶۲۶)	دوست محمد قریشی، مولانا	۴۴۱	(۶۲۷)	دیدار علی الوری، مولانا سید	۴۴۱
(۶۲۸)	دین محمد ثاقب (سیالکوٹ)، جناب قاری	۴۴۲	(۶۲۹)	دین محمد خان (ڈھاکہ)، حضرت مولانا مفتی	۴۴۲
(۶۳۰)	دین محمد صاحب، مستری	۴۴۴	(۶۳۱)	دیوان سنگھ مفتون (مصنف ناقابل فراموش)، جناب	۴۴۴

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

آ

(۱۴۹) آپا نثار فاطمہ زہرا، محترمہ

(وفات: ۲؍ستمبر ۱۹۹۱ء)

معروف احرار رہنما چوہدری عبدالرحمٰن خان راہوں ضلع جالندھر کی دختر نیک اختر اور معروف لیگی رہنما وفاقی وزیر داخلہ جناب چوہدری احسن اقبال کی والدہ آپا نثار فاطمہ بارہا قومی اسمبلی کی رکن بنیں۔ تحریک نظام مصطفیٰ ﷺ میں بھرپور کردار ادا کیا۔ عقیدۂ ختم نبوت کی اپنے زمانہ میں ہر اسٹیج پر ترجمان ونمائندہ ہوتی تھیں۔ جوہر ٹاؤن لاہور میں ابدی آرام فرما رہی ہیں۔

(۱۵۰) آزاد قلندر حیدری، جناب سائیں

جناب سائیں آزاد قلندر حیدری قادری مقیم شاہی مسجد بھیرہ کے رہائشی تھے۔ ان کی پنجابی کی ایک نظم: ’’رگڑا مست قلندر دا‘‘ تھی جو ملک فتح محمد اعوان کے پاس خاطر کے لئے آپ نے تحریر فرمائی۔ اس کا قلمی نسخہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ملتان کی مرکزی لائبریری میں موجود ہے۔

ہمارے مخدوم محترم حضرت مولانا محمد رمضان علوی بھیروی مرحوم جو عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی مرکزی مجلس شوریٰ کے رکن تھے۔ آپ کے پاس بھی یہ نظم تھی۔ آپ نے اسے حضرت حافظ محمد حنیف ندیم مرحوم (جو کسی زمانہ میں ہفت روزہ ختم نبوت کراچی کے مدیر تھے) کو بھجوائی جو ہفت روزہ میں شائع ہوئی۔ یاد پڑتا ہے کہ حضرت علوی مرحوم نے تحریر فرمایا کہ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں بھیرہ کے گردونواح میں یہ نظم اتنی مشہور ہوئی کہ گلی کوچوں میں نوجوان ترنم سے گروہ در گروہ جمع ہوکر پڑھتے تو ایک خوبصورت ماحول بن جاتا۔ رسالہ میں تو شائع ہوئی۔ کتابی شکل میں پہلی بار یہ احتساب قادیانیت ج ۴۵ کا حصہ بنی ہے۔ الحمدللہ تعالیٰ!

قلمی نسخہ جو مجلس کی لائبریری میں موجود ہے اس کے ٹائٹل پر فارسی کا یہ شعر بھی درج ہے۔

محمد ﷺ رحمت اللعالمین است ومرزا در کفر خانہ نشین است

(۱۵۱) آصف سعید، جناب محمد

(وفات: ۹؍جولائی ۲۰۲۰ء)

ختم نبوت ساہیوال کے راہنما جناب محمد آصف سعید کا اصلاحی وروحانی تعلق حضرت سید نفیس الحسینی کے ساتھ تھا اور اسی تعلق نے آپ کو ختم نبوت کا ورکر بنادیا۔ مرحوم ہر سال باقاعدگی سے سالانہ ختم نبوت کانفرنس چناب نگر میں شرکت فرماتے تھے۔ تحفظ ختم نبوت کے لئے آپ عشق ومستی کی کیفیت میں کام کرتے تھے۔ آپ کی نماز جنازہ جامع مسجد شہداء کے گراؤنڈ میں اداء کی گئی۔ نماز جنازہ حضرت مولانا اللہ وسایا نے پڑھائی۔ (مولانا عبدالحکیم نعمانی)

(۱۵۲) آغا مرتضیٰ پویا، جناب

میسور انڈیا میں پیدا ہوئے۔ پھر کراچی آ گئے۔ پھر اسلام آباد منتقل ہو گئے۔ آپ نامور شیعہ رہنما تھے۔ آپ نے اسلام آباد سے پہلا انگریزی روزنامہ ''دی مسلم'' جاری کیا جس نے خاصی شہرت پائی۔ آپ شیعہ حضرات کے ایک دھڑے کے رہنماء تھے۔ آل پارٹیز مرکزی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت میں بھرپور نمائندگی کی۔ اپنی جماعت بھی بنائی۔ حزب جہاد اس کا نام رکھا۔ تحریک نظام مصطفیٰ میں بھی شریک رہے۔ ختم نبوت کانفرنس چنیوٹ و چناب نگر میں ہمیشہ شرکت فرماتے تھے۔ حق تعالیٰ نے خوبیوں سے نوازا تھا۔ خوب پڑھے لکھے شخص تھے۔

(۱۵۳) آفاق لدھیانوی، مولانا حکیم محمد

حضرت مولانا محمد آفاق لدھیانوی، لدھیانہ شہر میں مولانا سیف الرحمٰن لدھیانوی کے گھر پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں شمولیت کی وجہ سے آپ کا پورا گھرانہ ابتلاء اور کرب سے گزرا۔ آپ نے مزید دینی تعلیم اپنے چچا حضرت مولانا شاہ محمد لدھیانوی سے حاصل کی۔ علم طب سے بھی شغف تھا۔ عربی اور فارسی زبانوں پر آپ کو دسترس حاصل تھی۔ محلہ ڈھولیوال لدھیانہ میں روزانہ درس حدیث دیتے اور مسجد شرف النساء میں خطبہ جمعہ دیتے۔ اپنے ان دروس اور خطبات میں عقائد کی اصلاح، رسومات و بدعات سے اجتناب کے ساتھ ساتھ فتنہ قادیانیت کا خوب رد کرتے۔ چنانچہ ایک فتویٰ میں قادیانیت کے متعلق لکھتے ہیں کہ: ''مرزا قادیانی کے عقائد مستحدثہ باطلہ جو اس کی تحریرات و تالیفات میں میری نظر سے گزرے وہ خلاف اصول شرعیہ نقلیہ ہیں۔ واقعہ مورد حدیث ''سیاتی من امتی دجالون کذابون'' (الحدیث کما رواہ السنن) ہے۔ پس ایسے عقائد باطلہ کے پیروؤں و معتقدین سے اجتناب ضروری ہے۔ ان کے پیچھے نماز ہرگز نہ پڑھنی چاہئے۔ کیونکہ وہ اہم ضروریات اسلام سے منکر ہیں۔'' (فتاویٰ ختم نبوت ج۲ ص۳۵۱)

(۱۵۴) آل رسول علی خان اجمیری، پیر دیوان سید

(پیدائش: ۱۸۹۳ء، دھول کوٹ ...... وفات: ۹ رجون ۱۹۷۳ء، پشاور)

۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں تحریک کے قائدین نے غور و فکر کے بعد یہ طے کیا کہ حضرات پیران عظام کی عملی ہمدردیاں حاصل کی جائیں۔ اس سلسلہ میں ایک تحریر لکھی گئی جس میں تحفظ ختم نبوت کے بنیادی مطالبات کو دہرایا گیا اور اعلان کیا گیا کہ حکومت ان مطالبات کو جن کی پشت پر ہر مکتب خیال کے مسلمانوں کی ہمدردیاں موجود ہیں، فوراً تسلیم کرے۔ اب یہ سوال پیدا ہوا کہ سجادہ نشین حضرات کرام سے دستخط حاصل کرنے کے لئے وفد میں مجلس عمل کے کون کون حضرات تشریف لے جائیں۔ چنانچہ طے ہوا کہ حضرت مولانا ابوالحسنات، صاحبزادہ سید فیض الحسن صاحب اور مولانا عبدالغفور صاحب ہزاروی اس کار خیر کو سرانجام دیں۔ الحمدللہ! کہ تینوں بزرگ ہستیوں نے پیران عظام کے دستخط حاصل کر لئے۔

حضرت دیوان صاحب سجادہ نشین سلطان الہند خواجہ غریب نواز اجمیر شریف نے علیحدہ ایک ولولہ انگیز مضمون تحریر فرمایا۔ جس کی نقل مندرجہ ذیل ہے:

سبحان من تمت حکمته وعمت نعمته الحمدللّٰه والصلٰوة علی رسوله وعلی اله واصحابه اجمعین

الحمدللّٰه! میں مسلمان ہوں اور حضور نبی کریم خاتم النّبیین ﷺ کا ادنیٰ حلقہ بگوش اور امتی ہوں۔ میرا ایمان واعتقاد ہے کہ قرآن منزل من اللہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس کلام پاک میں کوئی اعتقاد ایسا نہیں چھوڑا جو انسان کی نجات کے لئے شرط ٹھہرایا گیا ہو اور وہ صاف وصریح الفاظ میں بیان نہ کر دیا گیا ہو۔ قرآن کی یہی غایت منشاء ہے۔ اگر کسی نئے شرف اعتقاد یا کسی نئے نبی کی بعثت وظہور پر ایمان لانا ضروری ہوتا تو لازم تھا کہ قرآن اس کو بھی واضح اور غیر مبہم الفاظ میں بیان کر دیتا۔

تمام مخالفین اسلام اور قادیانی مل کر قرآن کی ایک آیت یا اس کے کسی جز سے یہ ثابت نہیں کر سکتے کہ حضور نبی آخرالزمان ﷺ کے بعد کسی زمانے میں کوئی نبی ہوگا اور اس پر ایمان لانا نجات کے لئے شرط اعتقاد ہے۔ ایسا عقیدہ فرمان الٰہی اور قرآن کے کھلے ہوئے اعلان: ''الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا'' کے قطعی منافی ہے۔ جس کی قرآن میں گنجائش نہیں۔

اللہ تعالیٰ کی آخری ہدایت جس کا نام قرآن ہے وہ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی، حضور محمد رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوا ہے، آچکی ہے۔ اس کے خلاف قول وعمل کرنے والا خواہ وہ قادیانی ہو یا کوئی اور، بلا اختلاف کفر وارتداد کے حکم میں آتا ہے۔

اشتہار زیر نظر میں جو حالات اور واقعات اور ان سے برآمد شدہ خطرات ونتائج فتنہ قادیانیت کے متعلق بیان کئے گئے ہیں اور اس حقیقت کے ماتحت جو مطالبات کئے گئے ہیں اتنی وقیع شہادت اور کثیر مشاہدات کی موجودگی میں ان سے انکار عقل وخرد سے بعید ہے اور مذہب وسیاست کے بھی منافی ہے۔

مسلمانوں اور قادیانیوں کے درمیان موجودہ ارباب حکومت اپنی حیثیت محض ایک اجنبی ثالث کی اختیار نہیں کر سکتے اور پاکستان کی اکثریت اس حیثیت کو تسلیم نہیں کر سکتی۔ اس لئے وہ دین کی حفاظت اور حدود اللہ کی نگہداشت کی ذمہ داریوں سے بچ نہیں سکتے۔ کیونکہ وہ خود مدعی اسلام ہیں اور اس قوم کی اکثریت کے منتخب کئے ہوئے نمائندہ ہیں جس کا متفقہ مطالبہ ہے کہ پاکستان کا آئین صرف وہی سازگار ہو سکتا ہے جو کتاب وسنت سے ماخوذ ہو۔ کوئی دوسرا قانون برداشت نہیں کیا جائے گا۔ یہ چیز ذہنوں سے فراموش نہیں ہو سکتی کہ پاکستان کا بنیادی مطالبہ اور اس کا وجود محض نظام شریعت کی امیدوں کے ساتھ وابستہ ہے اور اسی ایقان کے ساتھ زندہ رہ سکتا ہے۔ اس میں تاخیر وتاویل روزافزوں بددلی کا موجب ہوگی اور اندیشہ ہے کہ اس کی ضرب پاکستان پر نہیں۔ ارباب حکومت کے اقتدار پر پڑے گی۔ اگر خدانخواستہ یہی لیل ونہار رہے تو ایک فتنہ مرزائیت ہی نہیں بلکہ اس کمزوری سے فائدہ اٹھا کر بے اندازہ اور بے قیاس فتنے پیدا ہوں گے جو خدانہ کرے پاکستان کی سالمیت ہی کو فنا کر سکتے ہیں۔

بنابریں میں آل مسلم پارٹیز کنونشن کی مجلس عمل پر اور خصوصاً صدر مجلس عمل مولانا ابوالحسنات صاحب پر اظہار اعتماد کرتا ہوں اور کامیابی کی دعا کرتا ہوں۔ خیر اندیش: فقیر دیوان سید آل رسول علی صاحب سجادہ نشین سلطان الہند خواجہ غریب نواز (اجمیر شریف)

الف

(۱۵۵) ابرار حسین پٹنی، مولانا

مخدوم العلماء والصلحاء حضرت مولانا محمد علی مونگیری نے ملعون قادیان مرزا قادیانی کے رد میں ’’فیصلہ آسمانی درباب مسیح قادیانی‘‘ شائع فرمایا (جو احتساب قادیانیت کی جلدے میں شائع ہوچکی ہے) حق تعالیٰ شانہ نے اس کتاب کو اہل اسلام کے لئے واقعی فیصلہ آسمانی بنادیا کہ کئی قادیانی اس کتابچہ کو پڑھ کر مسلمان ہوگئے۔ کتاب کیا شائع ہوئی کہ قادیانیوں کے گھروں میں کہرام قائم ہوگیا۔ قادیانیوں نے اس کے تین جواب لکھے۔ ’’نصرت یزدانی، برق آسمانی، القاء ربانی‘‘ خانقاہ مونگیر سے ان تینوں کتابوں کا جواب شائع ہوا۔ ’’نصرت یزدانی کا جواب‘‘ تائید ربانی در ہزیمت قادیانی شائع ہوا۔ یہ کتاب احتساب قادیانیت کی جلد پینتالیس (۴۵) میں شائع ہوچکی ہے۔ ’’القائے ربانی‘‘ کا جواب یہ کتابچہ ’’انوار ایمانی ...... برائے کشف حقیقت القائے قادیانی‘‘ ہے جو احتساب قادیانیت جلد چھیالیس (۴۶) میں شائع شدہ ہے۔ اس کے مرتب مولانا ابرار حسین پٹنی ہیں۔ اپریل ۱۹۱۴ء میں یہ کتاب اوّلاً شائع ہوئی۔ اٹھانوے سال بعد اب دوبارہ شائع ہورہی ہے۔ ’’برق آسمانی‘‘ کا جواب ’’شہاب ثاقب برخاطف الملقب بہ صواعق ربانی برمؤلف برق آسمانی‘‘ ہے۔ یہ کتاب ابھی تک دستیاب نہیں ہوئی۔

(۱۵۶) ابراہیم برق، جناب ملک

(وصال: ۴؍اپریل ۱۹۸۲ء)

آپ ۱۹۷۰ء کے الیکشن میں علی پور ضلع مظفرگڑھ سے قومی اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے۔ ۱۹۷۴ء میں قادیانیوں کو غیرمسلم اقلیت قرار دینے کے لئے جو قرارداد پیش کی گئی، محرکین میں آپ نے بھی دستخط کر کے ایمانی غیرت کا علم بلند کیا۔

(۱۵۷) ابراہیم جان خلیل سرہندی، مولانا

(ولادت: ۲۶؍جولائی ۱۹۱۵ء ...... وفات: ۴؍جون ۲۰۰۲ء)

مولانا پیر ابراہیم جان سرہندی، پیر محمد اسماعیل روشن سرہندی کے صاحبزادہ تھے۔ گلزار خلیل سامارو ضلع تھرپارکر کے رہائشی تھے۔ عالم دین، شیخ طریقت (تخلص خلیل تھا) کئی کتابوں کے مصنف تھے۔ ردقادیانیت کے سلسلہ میں سیف من سیوف اللہ تھے۔ حضرت مولانا لال حسین اختر، مولانا محمد شریف بہاول پوری، مولانا محمد علی جالندھری جب تھرپارکر سندھ کے دوروں پر جاتے آپ حضرات کے کام کی قبلہ پیر صاحب مرحوم سرپرستی فرماتے تھے۔

(۱۵۸) ابراہیم نیامن افریقہ، شیخ الاسلام الحاج

افریقہ میں مسلمانوں کا ایک مضبوط پلیٹ فارم ’’مسلم افریقی اتحاد سینی گال‘‘ ہے۔ شیخ الاسلام الحاج ابراہیم نیامن اس کے

صدر ہیں۔ ہمہ وقت قادیانی فتنہ پر نظر رکھی۔ ۱۹۷۴ء میں جب پاکستان کی پارلیمنٹ نے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا تو آپ نے جناب ذوالفقار علی بھٹو کے اس فیصلہ کو بھی تحسین کی نگاہ سے دیکھا۔ قادیانیوں کی ریشہ دوانیوں کا پردہ چاک کرنے کے لئے آپ تحریر فرماتے ہیں کہ: ’’ہم پورے افریقہ میں قادیانیوں کی گھات میں بیٹھے ہوئے ہیں اور اب وہ وقت دور نہیں جب پوری دنیا میں ان استعماری ایجنٹوں کی حقیقت کھل جائے گی اور ان کی تمام سازشیں بے نقاب کر دی جائیں گی۔ اسلام ایک مکمل دین ہے اور حضور نبی کریم ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ مرزا غلام احمد قادیانی مسیلمہ کذاب کے سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ افریقہ کے جو ممالک برطانوی سامراج کے زیر تسلط تھے، ان میں استعماری طاقتوں کے بل بوتے پر قادیانیوں نے اپنے قدم جمالئے تھے۔ لیکن جو آبادیاں فرانسیسیوں کے زیر تسلط تھیں، وہاں پر ان کے قدم نہیں لگ سکے۔ گزشتہ ماہ میں نے بھی وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو کے نام تار دیئے تھے، جن میں مطالبہ کیا گیا تھا کہ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے اور انہیں کلیدی آسامیوں سے الگ کرنے کے مطالبات منظور کئے جائیں۔‘‘ (ہفت روزہ ایشیاء لاہور، مؤرخہ ۱۳؍اکتوبر ۱۹۷۴ء)

(۱۵۹) ابوالاعلیٰ مودودی، سید

(پیدائش: ۲۵؍ستمبر ۱۹۰۳ء ...... وفات: ۲۲؍ستمبر ۱۹۷۹ء)

’’قادیانی مسئلہ‘‘ برصغیر کے معروف صاحب قلم رہنما جناب مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب نے فروری ۱۹۵۳ء میں ’’قادیانی مسئلہ‘‘ نامی کتابچہ تحریر فرمایا۔ درحقیقت جنوری ۱۹۵۳ء میں ۲۳ نکات بائیس علماء کرام نے منظور کئے۔ ان میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا مطالبہ بھی تھا۔ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت چلانے کے فیصلہ کے وقت جناب مودودی صاحب موجود تھے۔ جب تحریک چلی تو اپنے کو دور کھیتوں میں جا کھڑا کیا۔ اس زمانہ میں ۲۲ علماء کی دستوری سفارشات میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت دینے کے مطالبہ کی حمایت میں یہ پمفلٹ تحریر کیا جو چھپوا کر تحریک کے زمانہ میں بھرپور تقسیم کیا۔ فوج میں بھی تقسیم ہوا۔ جب لاہور میں جنرل اعظم نے مارشل لاء لگایا تب اس پمفلٹ کی اشاعت کو بہانہ بنا کر سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب کو بھی دھر لیا گیا۔ مارشل لاء حکام نے آپ کے لئے موت کی سزا دی جو بعد میں معاف کر دی گئی۔ اسی پمفلٹ کی وجہ سے مودودی صاحب ان مراحل سے گزرے۔ ورنہ ان کا بیان ریکارڈ کا حصہ ہے کہ انہوں نے نہ صرف تحریک ختم نبوت سے لاتعلقی کا اظہار کیا بلکہ ان کی جماعت کے جو رہنما اس تحریک میں شامل ہوئے انہیں جماعت سے خارج کرنے کی سزا دی۔ واقعہ یہ ہے کہ جناب مودودی صاحب خوب لکھاری آدمی تھے۔ ان کی اس خوبی تحریر نے جماعت اسلامی کو اساس مہیا کی۔ لیکن ان کا قلم اتنا آزاد تھا کہ انبیاء علیہم السلام وصحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے متعلق وہ امت مسلمہ کے اجتماعی مؤقف کو نظر انداز کر جاتے تھے۔ یہ رسالہ خوب معلوماتی اور معقولی دلائل کا حامل رسالہ ہے۔

’’ختم نبوت‘‘ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب نے عقیدہ ختم نبوت پر فروری ۱۹۶۲ء میں یہ رسالہ مرتب فرمایا۔ عقیدہ ختم نبوت کو نقلی وعقلی دلائل سے خوب ترمبرہن کیا۔ عقیدہ ختم نبوت پر کئی احادیث مبارکہ لائے۔ اجماع وتواتر کے مستندترین حوالہ جات سے اپنے مؤقف کو خوب واضح کیا۔ سیدنا مسیح علیہ السلام کی آمد ثانی یعنی نزول من السماء الی الارض بجسدہ العصری عقیدۂ ختم نبوت کے منافی نہیں۔ اس مناسبت سے نزول مسیح علیہ السلام کو احادیث سے خوب واضح کیا۔

’’فتنۂ عظیم‘‘ غالباً تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء کے دوران میں مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب نے آرٹیکل لکھا جسے جناب غلام نبی جانباز مرزا نے فتنۂ عظیم کے نام سے پمفلٹ کی شکل میں شائع کر دیا۔ یہ تینوں رسائل احتساب ج۴۹ میں شامل اشاعت ہیں۔

’’مرتد کی سزا اسلامی قانون میں‘‘ آپ کا یہ رسالہ فتاویٰ ختم نبوت جلد سوم میں شامل ہے۔

(۱۶۰) ابوالحسن تبّتی، جناب سید

یہ مولانا محمد حسین بٹالوی کے رفقاء میں سے تھے۔ مرزا قادیانی نے اپنے مجموعہ اشتہارات کی جلد۳ ص۶۳،۶۴ پر خود مولانا سید ابوالحسن کا اشتہار شائع کیا ہے وہ پڑھیں اس سے اندازہ ہوگا کہ وہ کس طرح کذاب قادیان کو ہانکتے بھگاتے اور جوتتے تھے۔ مرزا نے مولانا تبّتی کا جو اشتہار نقل کیا ہے وہ یہ ہے:

’’سچے اور قطعی فیصلہ کی صورت صواب‘‘

دجال کادیانی کے اشتہار مباہلہ کا جواب

دجال قادیانی کو ڈگلس صاحب بہادر ڈپٹی کمشنر گورداسپور نے دبایا اور اس سے عہد لے لیا کہ آئندہ دل آزار الفاظ سے زبان کو بند رکھے۔ (چنانچہ اشاعۃ السنۃ نمبر۹ جلد۱۰ کے صفحہ ۲۵۹ میں بتفصیل بیان ہوا ہے) اور اس وجہ سے اس کو مجبوراً الہام کے ذریعہ لوگوں کی دل آزاری سے زبان کو بند کرنا پڑا اور الہامی گولے چلانا یا یوں کہو کہ گوز چھوڑنا ترک کرنا ضروری ہوا اور پھر الہامی دلآزاری کے سوا اس کا کام بند ہونے لگا اور اس کی دکانداری میں نقصان واقع ہوا تو یہ کام اس نے اپنے نائبین کے ذریعہ شروع کر دیا۔ تب سے وہ کام اس کے نائب کر رہے ہیں اور اخباروں اور اشتہاروں کے ذریعہ سے لوگوں کی دل آزاری میں مصروف ہیں۔ ازاں جملہ بعض کا ذکر اشاعۃ السنۃ نمبر۲ ج۱۹ کے ص۷۷ وغیرہ میں ہوا ہے۔ وازاں جملہ بعض کا ذکر ذیل میں ہوتا ہے کہ اس کے چند نائبین لاہور، لدھیانہ، پٹیالہ وشملہ نے مولانا ابوسعید محمد حسین صاحب کے نام اس مضمون کے اشتہار جاری کئے ہیں کہ وہ بمقام بٹالہ قادیانی کے ساتھ مباہلہ کر لیں اور اس مباہلہ کا اثر ظاہر نہ ہونے کی صورت میں آٹھ سو پچیس روپیہ (جس کو وہ ان چاروں مواضع سے جمع کر کے پیش کریں گے) انعام لیں۔ اس کے ساتھ ان لوگوں نے دل کھول کر دل آزاری وبدگوئی سے اپنے دلوں کا ارمان نکال لیا اور قادیانی کی نیابت کو پورا کر دکھایا۔ میں ان لوگوں کی جرأت وحیاء پر تعجب کرتا ہوں کہ باوجودیکہ مولانا مولوی (محمد حسین بٹالوی) اشاعۃ السنۃ نمبر۸،۱۲ جلد۱۵ کے ص۱۶۶، ۱۸۸، ۳۱۳ اور نمبر۳ جلد۱۸ کے ص۸۶ اور دیگر مقامات میں قادیانی سے مباہلہ کے لئے مستعدی ظاہر کر چکے ہیں اور اس سے گریز وانکار اسی قادیانی بدکار کی طرف سے ہوا ہے نہ مولانا موصوف کی طرف سے۔ پھر یہ لوگ کس منہ سے مولانا مولوی صاحب کو مباہلہ کے لئے بلاتے ہیں اور شرم وحیا سے کچھ کام نہیں لیتے۔ اسی وجہ سے مولوی صاحب ان مجاہیل کی فضول لاف وگزاف کی طرف توجہ نہیں کرتے اور ان لوگوں کو مخاطب بنانا نہیں چاہتے۔ البتہ ان کے مرشد دجال اکبر اکذب العصر (مرزا قادیانی) سے مباہلہ کرنے کے لئے ہر وقت بغیر کسی شرط کے مستعد وتیار ہیں۔ اگر قادیانی اپنی طرف سے دعوت مباہلہ کا اشتہار دے یا کم سے کم یہ مشتہر کر دے کہ اس کے مریدوں نے جو اشتہار دیئے ہیں وہ اسی کی رضامندی وترغیب سے دیئے ہیں۔ اس میں مولوی (محمد حسین بٹالوی) ممدوح اپنی طرف سے کوئی شرط پیش نہیں کرتے۔ صرف قادیانی کی شروط ومیعاد ایک سال کو اڑا کر یہ چاہتے ہیں کہ اثر مباہلہ اسی مجلس میں ظاہر ہو یا

زیادہ سے زیادہ تین روز میں جو عبداللہ آتھم کے مباہلہ وقسم کے لئے اس نے تسلیم کئے تھے اور قبل از مباہلہ قادیانی اس اثر کی تعیین بھی کر دے کہ وہ کیا ہوگا۔ اس کی وجہ ودلیل بتفصیل مع حوالہ حدیث وتفسیر وہ اشاعۃ السنہ نمبر ۸ جلد ۱۵ ص ۱۷۱ وغیرہ اور نمبر ۳ جلد ۱۸ کے ص ۸۶ میں یہ بیان کر چکے ہیں کہ یہ میعاد ایک سال کی خلاف سنت ہے اور اس میں قادیانی کی حیلہ سازی وفریب بازی کی بڑی گنجائش ہے اور درصورت نہ ہونے ظاہر اثر مباہلہ کے مولوی صاحب کچھ نقد انعام لینا نہیں چاہتے۔ صرف وہی سزا تجویز فرماتے ہیں جو قادیانی نے عبداللہ آتھم کے متعلق پیش گوئی پوری نہ ہونے کی صورت میں اپنے لئے خود تجویز کی تھی کہ: ''اس کا منہ کالا کیا جاوے۔ اس کو ذلیل کیا جاوے۔'' (دیکھو جنگ مقدس میں آخری پرچہ قادیانی کا صفحہ اخیر)

پس ہم کو یہ شرط منظور ہے لیکن اس روسیاہی کے بعد اس کو گدھے پر سوار کر کے کوچہ بکوچہ ان چاروں شہروں میں پھرایا جاوے اور بجائے دینے جرمانہ یا انعام آٹھ سو پچیس روپیہ کے صرف آٹھ سو پچیس جوتے...... حضرت اقدس (اکذب) کے سر مبارک پر رسید ہوں جن کو انہیں چاروں مواضع کے مرید...... آپ کی نذر کریں اور اس کفش کاری اور پاپوش باری کے بعد پھر گدھے کی سواری پر آپ کا جلوس نکلے اور آگے آپ کے مخلص مرید بطور مرثیہ خوانی یہ مصرعہ پڑھتے جاویں۔

چرا کارے کند عاقل کہ باز آید پشیمانی

اور یہ شعر صائب کا۔

بنمائے بہ صاحب نظرے گوہر خودرا عیسیٰ نتواں گشت بہ تصدیق خرے چند

اور یہ رباعی مرسل یزدانی وعیسیٰ نبی اللہ شدی، بازی گوئی کہ دجالت نخوانند اے حمار، کفشہا برسر خوری از افترائے ناسزا۔ روسیہ گشتی میان مردم قرب وجوار اور یہ بیت اردو،

اڑاتا خاک سر پر جھومتا مستانہ آتا ہے یہ کھاتا جوتیاں سر پر مرا دیوانہ آتا ہے

راقم سید ابوالحسن تبتی حال وارد کوہ شملہ سنجولی

مؤرخہ ۳۱؍اکتوبر ۱۸۹۸ء

(۱۶۱) ابوالحسن سیالکوٹی (المعروف حافظ محمد ثانی)، حافظ مولانا

(وفات: ۲۱؍فروری ۱۹۰۷ء)

آپ موضع پنج گرائیں ضلع سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔ کھوکھر برادری کے چشم وچراغ تھے۔ مولانا میاں نذیر حسین دہلوی سے حدیث شریف پڑھی۔ آپ نے ملعون قادیان کی تردید میں اس کی زندگی میں ضخیم کتاب لکھی جس کا نام ''بجلی آسمانی برسر دجال قادیانی'' ہے۔ اللہ رب العزت کو منظور ہے تو ''محاسبہ قادیانیت'' کی کسی جلد میں شائع کرنے کا ارادہ ہے۔

(۱۶۲) ابوالحسن علی ندوی، حضرت مولانا

(وفات: ۳۱؍دسمبر ۱۹۹۹ء)

ندوۃ العلماء لکھنؤ کے مہتمم، رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ کے رکن، دمشق یونیورسٹی کے مشیر، دارالعلوم دیوبند کی مجلس شوریٰ کے

رکن، عرب وعجم کے رئیس العلماء، قافلہ حریت کے سرخیل، برصغیر پاک و ہند کی موجودہ دور میں سب سے بڑی علمی اور روحانی شخصیت حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کو لکھنؤ میں انتقال فرما گئے۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون! ان کے انتقال نے اکابر علماء کی وفات کے غم تازہ کر دیئے۔ مولانا کی وفات علم وفضل کی وفات ہے۔ رحمت عالم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ: ’’عالم کی وفات ایک جہاں کی وفات ہے۔‘‘

بلا شبہ مولانا مرحوم اس حدیث کا مصداق تھے۔ تین صد کتابوں کے آپ مصنف تھے۔ تاریخ، سیرت وسوانح آپ کے پسندیدہ مضامین تھے اور انہیں عنوانات پر آپ کی زیادہ تر تصانیف ہیں۔ قدرت نے اتنی جامعیت بخشی تھی کہ اردو کی طرح عربی زبان پر آپ کو نہ صرف عبور تھا بلکہ اکثر کتابیں آپ نے اصلاً عربی میں تصنیف فرمائیں۔ بعد میں اردو زبان کا ان کو جامہ پہنایا گیا۔ عربی ادب کے بھی آپ امام مانے جاتے تھے۔ ان کے علم وفضل کے سامنے عرب وعجم کے علماء کی گردنیں جھکتی نظر آتی تھیں۔ قدیم وجدید علم پر آپ کو دسترس تھی۔ شرق وغرب نے آپ کے علم کی گہرائی کا سکہ مانا۔ ہزاروں شاگرد، لاکھوں عقیدت مند، بیسیوں مساجد ومدارس آپ کی یادگار ہیں۔ اے جانے والے آپ کو مدتوں یاد رکھا جائے گا۔ رفتید ولے نہ از دل ما!

آپ کی بیعت کا تعلق قطب الارشاد حضرت عبدالقادر رائے پوری سے تھا۔ آپ مجاز بھی تھے۔ آپ کے وصال سے مساجد و مدارس کی طرح خانقاہوں کی علمی وعملی رونق بھی متاثر ہوئی۔

حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری کے حکم پر آپ نے لاہور میں بیٹھ کر عرب دنیا کو فتنہ قادیانیت سے آگاہ کرنے کے لئے’’ القادیانیہ‘‘ عربی زبان میں تحریر فرمائی۔ اس کے مقدمہ میں آپ نے فرمایا کہ میرے پاس دو کتب خانے جمع ہیں۔ ایک خاموش یعنی کتابیں ہیں۔ دوسرا بولنے والا کتب خانہ یعنی حضرت مولانا محمد حیات ہیں۔ شاہ عبدالقادر رائے پوری کے حکم پر تمام تر حوالہ جات فاتح قادیان مولانا محمد حیات اور مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادی نے ان کو مہیا فرمائے۔ یہاں سے مسودہ تیار کر کے لکھنؤ تشریف لے گئے اور پھر سب سے پہلے عربی ایڈیشن کی اشاعت کا دمشق سے اہتمام کیا گیا اور یہ مجلس تحفظ ختم نبوت نے شائع کی اور پھر مصنف کے توسط سے دنیا بھر کے علماء ومشائخ بالخصوص عرب دنیا میں تقسیم ہوئی۔ اس کے بعد خیال ہوا کہ اس کتاب کو اردو میں منتقل کیا جائے۔ چنانچہ اردو ایڈیشن میں عربی سے اردو میں حوالہ جات کو منتقل کرنے کی بجائے مرزائیوں کی اصل اردو کتابوں سے ہی حوالہ جات کو نقل کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ چنانچہ مولانا ابوالحسن علی ندوی نے مولانا محمد علی جالندھری کو ذیل کا خط تحریر فرمایا۔ یہ ۶؍مئی ۱۹۵۸ء کا خط ہے۔ اس میں آپ نے تحریر فرمایا۔

باسمہ!

محبی ومخدومی زید لطفہ

السلام علیکم ورحمۃ اللّٰہ وبرکاتہ امید کہ مزاج بخیر ہوگا

میں اپنی طبیعت کی ناسازی کی وجہ سے رائے بریلی میں تاخیر سے آیا۔ فہرست مآخذ (یعنی قادیانی کتب) کے متعلق دیکھنا تھا کچھ کتابیں ندوۃ العلماء میں ہیں یا نہیں؟ چنانچہ مقابلہ کر کے ان کتابوں کو حذف کر دیا جو یہاں موجود ہیں تاکہ پاکستان سے انہیں لانے کی زحمت سے بچیں۔ اب وہی کتابیں لکھ رہا ہوں جو یہاں نہیں ہیں اور ان کو وہیں (پاکستان) سے لانا پڑے گا۔ آپ کو یہ معلوم کر کے

خوشی ہوگی کہ ’’فیصلہ آسمانی‘‘ حضرت مولانا محمد علی مونگیری اور مولانا مونگیری کی تقریباً ۱۲،۱۳کتابیں اور رسالے ردقادنیت میں کتب خانہ ندوۃ العلماء میں موجود ہیں۔ کئی روز سے لاہور کا کوئی خط نہیں آیا جس سے کچھ نظام سفر کا حال معلوم ہوتا۔ اللہ تعالیٰ کی ذات سے امید ہے کہ حضرت والا (حضرت رائے پوری) کے مزاج مبارک بالکل بعافیت ہوں گے۔ مخدومی مولانا عبدالجلیل صاحب کی خدمت میں دو ہی روز ہوئے ہوں گے ایک خط ارسال خدمت کیا ہے۔ مولانا محمد حیات کی خدمت میں میری طرف سے بہت سلام۔ قلم زد کتابیں یہاں کتب خانہ میں موجود ہیں۔

والسلام!

آپ کا علی

۱۶رشوال المکرّم ۱۳۷۷ھ/ ۶رمئی ۱۹۵۸ء

چنانچہ آپ کا خط ملتے ہی حضرت مولانا محمد علی جالندھری نے جواب اور پھر کتابیں ڈاک سے بھجوادیں اور ساتھ ہی تحریر کیا کہ اردو ایڈیشن (قادیانیت) لکھنؤ سے شائع کرالیں رقم مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کے بیت المال سے بھجوادی جائے گی۔ چنانچہ اس کے جواب میں مولانا ابوالحسن علی ندوی نے تحریر فرمایا:

حضرت مولانا المحترم زیدہ مجدہ والطافہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ امید کہ مزاج بخیر ہوگا

گرامی نامہ اور اس کے بعد رجسٹرڈ پیکٹ ملا۔ اس توجہ کے لئے شکر گزار ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی مساعی میں برکت عطا فرمائے۔ جناب نے بھی لکھنؤ میں طباعت کی تاکید فرمائی ہے اور یہی مناسب معلوم ہوتا ہے۔ ابھی مصارف کا کوئی اندازہ نہیں۔ رقم کا پہنچنا بہت مشکل ہے۔ البتہ یہ صورت ممکن ہے کہ حضرت والا (حضرت رائے پوری) کے ساتھ جو رفقاء خدام رائے پور تشریف لائیں وہ قانونی رقوم اپنے ساتھ لے آئیں۔ یعنی جتنی رقم لانے کی (قانوناً) اجازت ہے۔ ہر ایک رفیق اتنی ہی رقم لے آئے علی الحساب اور وہ رائے پور میں محفوظ رہے۔ جب ضرورت ہو وہاں سے حاصل کرلی جائے۔ ابھی مجھے خود مصارف کا اندازہ نہیں۔ کتابوں کی فہرست یہ معلوم کرنے کے بعد کہ کتب خانہ ندوۃ العلماء میں کونسی کتابیں ہیں بعد میں بھجواؤں گا۔ بڑی عنایت ہوگی۔ اگر حضرت شاہ (سید عطاء اللہ شاہ بخاری) صاحب مدظلہ کی خدمت میں میرا اسلام نیاز پہنچادیا۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

طالب دعا: ابوالحسن علی

جواب کا پتہ: مرکز دعوت اصلاح وتبلیغ کچہری روڈ لکھنؤ

غرض آپ کو ردقادیانیت کے عنوان پر حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری نے لگایا تھا۔ آپ کی اس متذکرہ کتاب کے عربی اردو انگریزی کے کئی ایڈیشن شائع ہوئے۔ البتہ سب سے پہلے اس کتاب کو شائع کرنے کی سعادت مجلس تحفظ ختم نبوت کے حصہ میں آئی۔ اس کے علاوہ ردقادیانیت پر آپ کے مندرجہ ذیل مقالہ جات بھی ہیں۔

۱...... القادیانیہ صورۃ علی نبوۃ محمدیہ۔

۲...... قادیانیت اسلام اور نبوت محمدیہ کے خلاف ایک بغاوت۔

۳...... القادیانیہ والقادیانیہ دراستہ وتحلیل۔

پاکستان میں جب قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا تو آپ نے حضرت شیخ بنوری کو جو والا نامہ تحریر فرمایا وہ یہ ہے: ’’سب سے پہلے تو آپ کو اس عظیم کامیابی پر آپ کے اسلاف کے ایک ادنی نیاز مند کی حیثیت سے مخلصانہ مبارک باد پیش کرتا ہوں جس کے متعلق بدیع الزمان الھمدانی ! کے یہ الفاظ بالکل صادق ہیں۔ فتح فاق الفتوح و امنت علیه الملائکه و الروح ! اس میں کوئی شبہ نہیں کہ آپ کے اس کارنامہ سے آپ کے جد امجد حضرت سید آدم بنوری اور ان کے شیخ حضرت امام ربانی اور آپ کے استاذ و مربی حضرت علامہ سید محمد انور شاہ کشمیری کی روح ضرور مسرور ہوئی اور اس کی بھی امید ہے کہ روح مبارک نبوی علیہا الف الف سلام ! کو بھی مسرت حاصل ہوئی ہوگی۔ فھنیا لکم و طوبیٰ ! اگر میری ملاقات ہوئی تو میں آپ کے دست مبارک کو بوسہ دے کر اپنے جذبات کا اظہار ضرور کروں گا۔‘‘

(ماہنامہ ’’بینات‘‘ حضرت بنوری نمبر ص ۳۶۲، محرم الحرام ۱۳۹۸ھ/ جنوری ۱۹۷۸ء)

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے چناب نگر میں اپنا مرکز قائم کیا۔ حضرت مولانا علی میاں ڈھڈیاں سے واپسی پر حضرت مولانا محمد حیات کو ملنے کے لئے تشریف لائے۔ گزشتہ چند سالوں میں فتنہ قادیانیت نے دوبارہ انڈیا میں پر پرزے نکالنے شروع کئے تو دارالعلوم دیوبند کے ذمہ دار حضرات نے مجلس تحفظ ختم نبوت کل ہند کی بنیاد رکھی اور ایک عظیم الشان سیمینار کا اہتمام کیا۔ اس میں آپ برابر کے شریک سفر رہے۔ مجلس تحفظ ختم نبوت کل ہند کے زیر اہتمام ۱۴ر جون ۱۹۹۷ء کو عظیم الشان کل ہند سطح پر کانفرنس کا اہتمام کیا گیا۔ اس کے متعلق آپ نے حضرت مولانا مرغوب الرحمٰن صاحب دامت برکاتہم مہتمم دارالعلوم دیوبند کو ذیل کا والا نامہ تحریر فرمایا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

گرامی منزلت جناب مولانا مرغوب الرحمٰن صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند!

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ زیدت مکارمہ!

امید ہے مزاج گرامی بعافیت ہوگا۔ دارالعلوم کے جلسہ انتظامی (مجلس شوریٰ) میں شرکت کا دعوت نامہ اور رد قادیانیت کے جلسہ کی اطلاع لکھنؤ میں ملی تھی۔ راقم نے اپنی صحت کی کمزوری، سن رسیدگی اور کچھ دن آرام کے لئے بمبئی کے سفر اور قیام کا ذکر کر کے حاضری سے معذرت کا خط لکھا تھا۔ جو پہنچا ہوگا۔ لیکن بمبئی میں ۴ر جون کا روزنامہ ’’انقلاب‘‘ دیکھا تو اس میں ۱۴ر جون کو دہلی میں رد قادیانیت کے جلسہ کی جو دارالعلوم دیوبند کی طرف سے اور آپ کے زیر اہتمام منعقد ہو رہا ہے اطلاع پڑھی۔ اس سے بہت خوشی ہوئی اور یہ ارادہ کر لیا کہ میں قیام کو مختصر کر کے ۱۳ر جون کو دہلی میں پہنچ جاؤں اور جلسہ میں شرکت کی سعادت جو دینی غیرت کا تقاضا ہے حاصل کروں۔ چنانچہ یہ پروگرام بنا لیا کہ ۱۳ر جون تک دہلی پہنچ جاؤں اور ۱۴ر جون کو جلسہ میں شریک ہوں۔ میں صدق دل سے آپ کو، دارالعلوم کو اور اس جلسہ کے تمام محرکین کو مبارک باد دیتا ہوں کہ انہوں نے بروقت قدم اٹھایا اور دارالعلوم کی روایات دفاع عن الدین او دفاع عن العقیدۃ الاسلامیہ ! کا ثبوت دیا۔ راقم بمبئی کے قیام میں قادیانیت ہی پر تبصرہ اور اس کے سلسلہ میں کچھ لکھ رہا تھا۔ اس سے پہلے قادیانیت پر عربی میں مستقل کتاب لاہور میں لکھ چکا تھا۔ جو بلاد عربیہ میں بہت مقبول ہوئی اور جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ نے اس وقت تک اس کے پانچ ایڈیشن نکالے ہیں اور انگریزی ترجمہ کے بھی دو ایڈیشن شائع کئے۔ مجلس تحقیقات ونشریات اسلام ندوۃ العلماء کی طرف سے آپ کی خدمت میں عربی اور اردو ایڈیشن کے بعض رسائل پہنچے ہوں گے۔

اطلاعاً آپ کی خدمت میں یہ عریضہ لکھا جارہا ہے۔ راقم کا قیام اوکھلا جامعہ نگر میں مولوی عباس صاحب ندوی کے مکان پر رہے گا۔ جلسہ میں ان شاء اللہ! شرکت کی سعادت حاصل کروں گا۔ اللہ تعالیٰ اس جلسہ کو ہر طرح سے مفید اور کامیاب کرے۔ برائے کرم ہمارا اسلام اور مبارکباد صاحبزادہ گرامی قدر مولانا اسعد میاں کی خدمت میں بھی پہنچا دیجئے۔ اطال اللہ بقاءٗ!

راقم: ابوالحسن علی ندوی، بقلم عبدالرزاق ندوی

بمبئی، سہاگ پیلس مدن پورہ ۵/جون ۱۹۹۷ء

(منقول از ماہنامہ آئینہ دارالعلوم دیوبند، مؤرخہ ۱۵/جون تا ۱۵/جولائی)

چنانچہ دہلی تشریف لائے اور قادیانیوں کے خلاف معرکہ کی تقریر فرمائی۔ اسی طرح لکھنؤ میں دنیا بھر کے سکالروں کا سیمینار منعقد کیا گیا۔ اس میں بھی قادیانیوں کے متعلق علمی مقالہ جات پیش ہوئے۔ غرض فتنہ عمیا قادیانیت کے خلاف آپ کا وجود انعام الٰہی تھا۔

ردقادیانیت پر تصانیف

مولانا ابوالحسن علی ندوی کی ردقادیانیت پر تین تصانیف دستیاب ہوئیں:

''قادیانیت (مطالعہ وتجزیہ)'' یہ عربی میں تھی۔ پھر اسے اردو کا قالب پہنایا۔ اس کے ابتدائیہ میں آپ نے تحریر فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ من لا نبی بعدہ!

حرف گفتنی

دسمبر ۱۹۵۷ء کے اواخر اور جنوری ۱۹۵۸ء کے اوائل میں پنجاب یونیورسٹی کے زیر اہتمام لاہور میں مجلس مذاکرات اسلامی (اسلامک کلوکیم) کا انعقاد ہوا۔ جس میں عالم اسلام اور مغربی ممالک کے بہت سے ممتاز ونامور اہل علم واہل فکر نے شرکت کی۔ خاص طور پر شرق اوسط کے سربرآوردہ علماء نے اپنے ملک کی نمائندگی کی۔ مجلس مذاکرات کے ناظم وداعی کی طرف سے دعوت وصول ہونے کے باوجود راقم سطور ان تاریخوں میں تو نہیں پہنچ سکا۔ مجلس کے اختتام کے بعد ہی جب لاہور پہنچا تو مجلسیں اس کے تذکروں سے گرم تھیں۔ خصوصیت کے ساتھ مصروشام کے نمائندوں نے شریعت اسلام کی جو پرزور وکالت اور اپنی دینی حمیت کا جوشاندار مظاہرہ کیا تھا۔ اس کا اعتراف اور تذکرہ عام تھا۔

اس مجلس میں شرکت کے لئے مصروشام وعراق کے جو علماء واساتذہ آئے تھے۔ انہوں نے ہندوستان وپاکستان کی مشہور مذہبی تحریک قادیانیت اور اس کے اساسی عقائد وخیالات کے متعلق صحیح معلومات حاصل کرنے کا اشتیاق ظاہر کیا۔ ان کی یہ جستجو اور تحقیق کا شوق بالکل حق بجانب اور قدرتی امر تھا۔ اسی زمین میں اس تحریک کا ظہور اور نشوونما ہوا اور یہیں سے اس کے متعلق مستند معلومات اور مواد حاصل ہوسکتا ہے۔ اس موقع پر ان کے پاکستانی وہندوستانی دوستوں کو اس خلاء کا شدت کے ساتھ احساس ہوا کہ ان کو پیش کرنے کے لئے عربی میں جدید طرز کی کوئی کتاب موجود نہیں۔ اسی احساس کا نتیجہ تھا کہ میں جب لاہور پہنچا تو میرے شیخ ومربی حضرت ''مولانا عبدالقادر صاحب رائے پوری مدظلہ'' نے اس موضوع پر عربی میں ایک مکمل کتاب کی تالیف کا حکم دیا۔

شرق اوسط کی سیاحت اور مصر و شام کے قیام کے دوران میں اگرچہ بارہا اس ضرورت کا خود احساس ہوا تھا۔ لیکن اس کی طرف توجہ کرنے کی نوبت نہیں آئی تھی۔ موضوع افتادِ طبع اور اس وقت تک کی ذہنی تربیت کے خلاف تھا۔ مصنف کا ذوق اس وقت تک قادیانی لٹریچر اور خود مرزا قادیانی کی تصنیفات کے مختصر سے مختصر حصہ کے مطالعہ کے لئے بھی کبھی آمادہ نہیں ہوسکا تھا اور وہ اس کوچہ سے یکسر نابلد تھا۔ لیکن اس تحریک نے (جس کی تعمیل عین سعادت تھی) اس موضوع کی طرف پوری طرح متوجہ ہونے کی تقریب پیدا کر دی۔ چند ہی دن میں قیام گاہ کا ایک کمرہ قادیانی لٹریچر کا کتاب خانہ اور دار التصنیف بن گیا اور پوری یکسوئی اور انہماک کے ساتھ یہ کام شروع ہوا۔ ایک مہینہ اس علمی و تصنیفی اعتکاف میں اس طرح گزرا کہ گویا دنیا کی خبر نہ تھی اور سوائے اس موضوع کے کوئی دوسرا موضوع فکر نہ تھا۔

مصنف کا ذہن چونکہ فطرۃً تاریخی واقع ہوا ہے اور وہ اس شہر میں بالکل نووارد تھا۔ اس لئے اس نے اپنا سفر تحریک کے آغاز سے شروع کیا اور اس کے نشوونما اور ارتقاء کی ایک ایک منزل اور ایک ایک مرحلہ کا جائزہ لیتا ہوا چلا۔ گویا اس کے مشاہدات اور معلومات تحریک کے طبعی نشوونما کے ساتھ ساتھ چل رہے تھے۔ اس طرز مطالعہ نے تحریک کی فطرت ومزاج اور اس کے تدریجی ارتقاء اور اس کے مضمرات کے سمجھنے میں بڑی مدد دی اور بعض ایسے حقائق کا انکشاف کیا جو اس تحریک کو ایک شکل میں دیکھنے سے ظاہر نہیں ہوسکتے۔ مصنف نے مرزا غلام احمد قادیانی کی تصنیفات کا براہ راست مطالعہ کیا اور انہیں کے ذریعہ ان کی دعوت و تحریک اور نظام کو سمجھنے اور ایک غیر جانبدار مؤرخ اور طالب حق کی طرح آزادانہ رائے قائم کرنے کی کوشش کی۔ اس مطالعہ وجستجو کا نتیجہ وہ عربی کتاب تھی جو ''القادیانی والقادیانیۃ'' (مرزا غلام احمد قادیانی اور ان کی تحریک قادیانیت) کے نام سے شائع ہوچکی ہے۔

اس کتاب کے تیار ہوجانے کے بعد حضرت مولانا عبدالقادر کا حکم ہوا کہ اس کا اردو میں ترجمہ بھی کر دیا جائے۔ چونکہ اس ترجمہ میں اصل عبارتوں کو نقل کرنا تھا۔ اس لئے دوبارہ اس پورے کتب خانہ کی ضرورت پیش آئی جو لاہور میں فراہم کیا گیا تھا۔ مناسب سمجھا گیا کہ اس کام کی تکمیل بھی لاہور میں ہو۔ چنانچہ دوبارہ لاہور کا سفر کیا گیا اور الحمد للہ کہ یہ عربی کتاب اردو میں منتقل ہوگئی۔ اس کتاب کو ترجمہ کہنے کے بجائے اس موضوع پر مستقل تصنیف کہنا زیادہ صحیح ہوگا۔ عبارتیں (جن کا کتاب میں حوالہ دیا گیا ہے) پوری احتیاط کے ساتھ اپنے صحیح مآخذ سے نقل کی گئی ہیں۔ عربی کے مقابلہ میں کچھ قیمتی اضافے اور بعض مفید ترمیمیں بھی کی گئی ہیں۔

مناظرانہ و متکلمانہ مباحث کی ہندوستان کے دور آخر میں ایک خاص زبان اور خاص اسلوب تحریر بن گیا ہے۔ جس کی پابندی ضروری سمجھی جاتی ہے۔ مصنف نے اس کی پابندی ضروری نہیں سمجھی۔ اس کتاب میں مناظرانہ جوش کے بجائے مؤرخانہ متانت زیادہ ملے گی اور جو لوگ مناظرانہ وفریقانہ کتابوں کے ایک خاص طرز اور لہجہ کے عادی ہیں۔ شاید ان کو اس کتاب کو پڑھ کر مایوسی اور شکایت ہو۔ لیکن مصنف اس کے لئے معذرت کی ضرورت نہیں سمجھتا۔ اس نے یہ کتاب جس طبقہ اور جس مقصد کے لئے لکھی ہے اور جو معیار اس کے لئے مقرر کیا ہے۔ اس کے لئے یہی طرز مناسب تھا۔

میں اپنے ان تمام بزرگوں اور دوستوں کا شکرگزار ہوں۔ جنہوں نے میری علمی رہنمائی کی ضروری کتابیں فراہم کیں اور اس کام کی تکمیل کے لئے زیادہ سے زیادہ سہولت اور راحت کا اہتمام کیا۔ اگر ناچیز مصنف نے اس کتاب کی تالیف سے دین کی کوئی خدمت انجام دی ہے۔ تو یقیناً یہ سب اس اجر میں شریک ہیں۔

قارئین سے آخر میں یہ گزارش کرنی ہے کہ زندگی تو بڑی چیز ہے۔ انسان اپنے حقیر سے حقیر اندوختہ اور ملکیت بھی بے محل صرف کرنے سے احتیاط کرتا ہے اور اس کی حفاظت کے لئے بھی امین ومحافظ کی تلاش کرتا ہے۔ ایمان (جس پر نجات اور آخرت کی ابدی سعادت کا انحصار ہے) یقیناً اس سے زیادہ مستحق ہے کہ انسان اس کے بارے میں پوری احتیاط اور غور وفکر سے کام لے اور جذبات وتعلقات اور دنیوی منافع سے بالکل صرف نظر کر لے۔ یہ کتاب اپنے مستند ومرتب معلومات، بانی تحریک کے بیانات اور تحریروں اور تاریخی وثائق کے ذریعے وہ روشنی اور مواد فراہم کرتی ہے۔ جو ایک سلیم الطبع اور انصاف پسند انسان کو صحیح اور بے لاگ رائے قائم کرنے اور صحیح نتیجہ تک پہنچنے میں مدد دیتے ہیں۔ ''وعلی اللّٰہ قصد السبیل''

پروفیسر محمد الیاس برنی مرحوم کی کتاب ''قادیانی مذہب'' نے مصنف کی ابتدائی رہنمائی کی اور اس سے کتاب کی ترتیب کا خاکہ بنانے میں بڑی مدد ملی۔ اگرچہ مصنف نے منقولات واقتباسات پر اکتفا نہیں کیا اور مرزا اور قادیانی جماعت کی تصنیفات کا براہ راست اور بطور خود مطالعہ کیا۔ پھر بھی اس جلیل القدر کتاب سے بہت سے قادیانی مآخذ کا علم ہوا۔ اور یکجا بہت سے معلومات حاصل ہوئے۔ اللہ تعالیٰ ان کی دینی حمیت اور علمی خدمت قبول فرمائے اور ان کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے۔

ابوالحسن علی ندوی ...... ۱۱ر ربیع الاوّل ۱۳۷۸ھ/ ۲۵ر ستمبر ۱۹۵۸ء

''قادیانیت اسلام اور نبوت محمدی کے خلاف ایک بغاوت'' یہ مضمون آپ نے ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت کے دوران تحریر فرمایا۔ تخریب پسند تحریکیں نامی کتاب ۱۹۷۲ء میں رابطہ عالم اسلامی نے شائع کی۔ اس میں سے یہ مضمون لے کر اس کتاب میں شامل کیا ہے۔

ضمیمہ: تخریب پسند تحریکیں شائع کرتے وقت رابطہ عالم اسلامی کے سیکرٹری جنرل جناب فضیلۃ الشیخ محمد صالح قزاز نے تقریظ لکھی اور مصر کے معروف عالم وسکالر جناب حسین مخلوف نے پیش لفظ تحریر کیا۔ ہم نے ضمیمہ کے طور پر ان دونوں کو جمع کر دیا ہے۔

''قادیانیت کا ظہور'' اس کا دعویٰ اور دعوت اور اس کے مؤید وسرپرست، یہ تیسرا رسالہ ہے جو حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی کا احتساب قادیانیت کی جلد ۳۹ میں شائع کرنے کی سعادت حاصل کی۔ الحمد للّٰہ!

(۱۶۳) ابوالحسنات محمد احمد قادری، مولانا سید

(پیدائش ۱۸۹۶ء ...... وفات: ۲۰ر جنوری ۱۹۶۱ء)

مولانا سید ابوالحسنات قادری انڈیا الور میں مولانا سید دیدار علی شاہ کے ہاں پیدا ہوئے۔ بارہ سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کرنے کے ساتھ اردو لکھنا پڑھنا بھی سیکھ لیا۔ پھر تمام علوم کی تعلیم والد گرامی سے حاصل کی۔ بہت سے فنون بھی جانتے تھے۔ طب کی بھی باقاعدہ تعلیم حاصل کی۔ آپ نے مولانا نعیم الدین مراد آبادی سے بھی کسب فیض کیا۔ حضرت شاہ علی حسین کچھوچھوی سے بیعت ہوئے۔ آپ کے والد گرامی مسجد وزیر خان لاہور کے خطیب تھے۔ جب سبکدوش ہوئے تو آپ نے والد گرامی کے منصب کو سنبھالا۔ جمعیۃ علماء پاکستان کے مارچ ۱۹۴۸ء میں آپ پہلے صدر اور مولانا احمد سعید کاظمی پہلے سیکرٹری جنرل منتخب ہوئے۔ قیام پاکستان کے بعد سارقان ختم نبوت قادیانی پاکستان آ گئے اور معمولی قیمت پر ربوہ (چناب نگر) کی زمین حاصل کر کے ارتدادی سرگرمیوں میں مصروف ہو گئے۔ تب قادیانیت کو لگام دینے کے لئے تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء کا آغاز ہوا۔

۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں مولانا محمد علی جالندھری، مولانا غلام غوث ہزاروی، ہر دو حضرات حضرت امیر شریعت کا پیغام لے کر مولانا ابوالحسنات کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ آپ تحریک ختم نبوت میں ہمارا ساتھ دیں۔ آپ نے معذرت کر دی۔ اس پر مولانا محمد علی جالندھری اٹھ کھڑے ہوئے اور فرمایا: ''مولانا! ہم آپ کو سواد اعظم کا نمائندہ سمجھ کر آقائے نامدار ﷺ کی عزت وناموس کا مسئلہ آپ کے پاس لائے تھے۔ آپ ہمیں اس طرح خالی واپس کر رہے ہیں۔ تحریک شروع ہے، ہم جاتے ہی نامعلوم کن کن مصائب کا شکار ہوں گے۔ مگر آپ اپنے طور پر سوچ رکھیں کہ کل قیامت کے دن آقائے نامدار ﷺ کو کیا منہ دکھائیں گے؟''

یہ سن کر عشق رسالت مآب ﷺ کا یہ دیوانہ مولانا ابوالحسنات رو پڑا اور مولانا محمد علی کو فرمایا کہ: ''مولانا! میں آپ کے ساتھ ہوں۔ آپ قیامت کے دن آقائے نامدار ﷺ کے سامنے میری شکایت نہ کریں۔''

آپ کو حضرت امیر شریعت نے ۱۹۵۳ء کی تحریک میں مجلس عمل کا سربراہ بنایا۔ آپ نے بڑی بہادری وجرأت سے تحریک کی قیادت کی۔ قید وبند کی صعوبتیں برداشت کیں۔ جیل میں آپ جب طہارت کے لئے جاتے تو امیر شریعت ان کے لئے لوٹا پانی کا بھر کر لاتے۔ مولانا ابوالحسنات آبدیدہ ہو جاتے۔ ایسی محبت واخلاص بھری تصویر تھے کہ اس پر آسمانی فرشتے بھی رشک کرتے ہوں گے۔

جیل میں اطلاع ملی کہ آپ کے صاحبزادے مولانا خلیل احمد قادری کو پھانسی کا حکم ہوا ہے۔ آپ اپنے اکلوتے فرزند کے متعلق یہ خبر سن کر سجدے میں گر گئے اور عرض کیا: ''یا الٰہی! میرے بچے کی قربانی کو منظور فرما۔'' آپ کے صبر واستقلال کا نتیجہ تھا کہ نہ صرف آپ کا صاحبزادہ بلکہ مولانا مودودی، مولانا عبدالستار خان نیازی تینوں حضرات کی پھانسی کی سزا ختم کر دی گئی۔ مولانا عبدالحامد بدایونی بھی تحریک ختم نبوت میں گرفتار ہوئے۔ سکھر وکراچی میں قید وبند کی صعوبتوں کو برداشت کیا۔

مولانا قادری صاحب کے رد قادیانیت پر درجن بھر سے زائد رسائل ہوں گے۔ لیکن ہمیں صرف تین رسائل میسر آئے۔

۱...... قادیانی مسیح کی نادانی اس کے خلیفہ کی زبانی
۲...... اکرام الحق کی کھلی چٹھی کا جواب
۳...... کرشن قادیانی کے بیانات ہذیانی

جو احتساب قادیانیت کی جلد ۲۹ میں شائع کرنے کی ہم نے سعادت حاصل کی۔ داتا صاحب میں مزار شریف ہے۔

(۱۶۴) ابوالسعد احمد خان، قطب دوراں حضرت مولانا

(پیدائش: ۱۲۹۷ھ ...... وفات: ۴؍مارچ ۱۹۴۱ء)

حضرت مولانا احمد خان ۱۲۹۷ھ میں بکھڑا تحصیل میانوالی ضلع بنوں میں ملک مستی خان کے گھر میں رونق افروز ہوئے۔ آپ کے والد ماجد ملک مستی خان اپنے علاقے کے بہت بڑے رئیس اور پنچائت کے سربراہ تھے۔ نسب کے اعتبار سے آپ راجپوت تلوکر تھے۔ پیدائش کے بعد آپ کے والد ماجد آپ کو بکھڑا کے مشہور، صاحب نسبت عالم دین حضرت مولانا غلام محمد صاحب کی خدمت میں لے گئے اور دعا کی درخواست کی۔ مولانا غلام محمد نے علوم ربانیہ کے حصول کی دعا کی اور آپ کے والد سے کہا: اس بچہ کو علم دین سکھانا۔ ''یہ اللہ کا بہت بڑا ولی ہوگا۔''

قلندر ہرچہ گوید دیدہ گوید

ایسا ہی ہوا۔ مولانا غلام محمد صاحب کی پیش گوئی حرف بہ حرف سچ ثابت ہوئی اور نہایت کم عرصے میں علم وعرفان کے بام عروج تک پہنچ گئے۔ سن شعور کو پہنچنے کے بعد آپ نے ابتدائی تعلیم اور ناظرہ قران بکھڑے کی مسجد ہی میں پڑھا۔ تعلیم قرآن سے فراغت کے بعد عربی علوم کا شوق دامن گیر ہوا تو آپ موضع سیلوان میں حضرت مولانا عطاء محمد قریشی کی خدمت میں چلے گئے۔ وہاں کچھ عرصہ پڑھنے کے بعد عربی کی متوسط کتابیں پڑھنے کے لئے بندھیال تشریف لے گئے۔ تکمیل علم کے لئے آپ ہندوستان تشریف لے گئے۔ کچھ عرصہ مدرسہ شاہی مراد آباد میں پڑھا۔ پھر وہاں سے کانپور تشریف لے گئے اور مولانا احمد حسین کان پوری سے آپ نے دورہ حدیث کی تکمیل فرمائی۔

بندھیال کے زمانہ طالب علمی میں آپ سلوک واحسان کی شاہراہ پر چل پڑے۔ پہلے حضرت پیر سید لعل شاہ، خلیفہ مجاز حضرت خواجہ محمد عثمان نوراللہ مرقدہ کے دست حق پرست پر سلسلہ نقشبندیہ میں داخل ہوگئے۔ پیر سید لعل شاہ کی وفات کے بعد آپ نے ان کے مرشد حضرت خواجہ محمد عثمان سے تجدید بیعت کی درخواست کی۔ انہوں نے قبول فرما کر آپ کو اپنے حلقہ ارادت میں داخل کرایا اور یہ حضرت خواجہ محمد عثمان کی توجہ اور فیض رسانی کا ثمرہ تھا کہ آپ نے نہایت کم وقت میں تصوف وسلوک کے بڑے بڑے منازل طے کئے۔ حضرت خواجہ محمد عثمان کی وفات کے بعد آپ نے اپنے ہم عمر شیخ حضرت خواجہ سراج الدین سے تجدید بیعت کی۔ آپ نے صدق قلب سے حضرت خواجہ سراج الدین کی ایسی خدمت کی کہ نہایت کم وقت میں انہوں نے آپکے سلوک کے اسباق مکمل کرا کر خلعہ خلافت سے نوازا۔

ابھی تک آپ کا قیام اپنے آبائی مسکن موضع بکھڑے ہی میں تھا کہ رجوع خلق عام ہوگیا اور اہل طلب آپ کے فیوضات سے بہرہ ور ہونے لگے۔ موضع بکھڑا چونکہ دور دراز دیہات میں واقع تھا۔ سفر کے ذرائع بھی نہ تھے۔ ارادتمندوں کو مشکلات کا سامنا تھا۔ اس لئے حضرت نے ایک نئی جگہ اور نئی بستی آباد کرنے کا ارادہ کیا جو آج کل ’’خانقاہ سراجیہ مجددیہ‘‘ کے نام سے ایک عالمگیر شہرت کی حامل خانقاہ ہے۔ یہاں بیٹھ کر آپ نے ارشاد وابداء کا وہ فیض جاری کیا کہ عالم اس سے سیراب ہوگیا۔ آپ صرف خانقاہ کے پیر نہیں تھے بلکہ ایک ثقہ عالم، صاحب طرز ادیب اور بدیہہ گو شاعر بھی تھے۔ اردو، فارسی اور عربی میں آپ نے بامعنی اور باکمال اشعار کہے ہیں۔ آپ کے معلوم خلفاء کی تعداد بتیس تک ہے۔ جن میں حضرت مولانا محمد عبداللہ لدھیانوی فاضل دارالعلوم (دیوبند)، حضرت مولانا قاضی صدرالدین (ہری پور)، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع (سرگودھا)، حضرت مولانا نذیر احمد عرشی شامل تھے۔ آپ کے تمام خلفاء رشد وہدایت کے آفتاب ومہتاب تھے۔ حضرت اقدس مولانا احمد خان کی قدر ومنزلت اور سلوک میں اعلیٰ مقام کا اندازہ اس سے لگایا جائے کہ امام العصر حضرت مولانا انور شاہ کشمیری آپ کو سلسلہ نقشبندیہ کے امام مانتے تھے۔

حضرت مولانا خواجہ خان محمد فرماتے تھے کہ: حضرت مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی، صدر مجلس احرار نے ایک موقع پر ارشاد فرمایا کہ تحریک مسجد شہید گنج کے سلسلے میں پورے ملک سے دو اکابر اولیاء اللہ، ایک حضرت اقدس مولانا ابوالسعد احمد خان اور دوسرے حضرت اقدس شاہ عبدالقادر رائے پوری نے ہماری راہنمائی کی اور تحریک سے کنارہ کش رہنے کا حکم فرمایا۔ حضرت اقدس ابوالسعد احمد خان بانی خانقاہ سراجیہ نے یہ پیغام بھجوایا تھا کہ مجلس احرار تحریک مسجد شہید گنج سے علیحدہ رہے اور مرزائیت کی تردید کا کام رکنے نہ پائے۔ اسے جاری رکھا جائے۔ اس لئے کہ اگر اسلام باقی رہے گا تو مسجدیں باقی رہیں گی۔ اگر اسلام باقی نہ رہا تو مسجدوں کو کون باقی رہنے دے گا؟

مسجد شہید گنج کے ملبے کے نیچے مجلس احرار کو دفن کرنے والے انگریز اور قادیانی اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہوسکے۔ اس لئے کہ انگریز کو ملک چھوڑنا پڑا۔ جب کہ مرزائیت کی تردید کے لئے مستقل ایک جماعت ''عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان'' کے نام سے تشکیل پاکر قادیانیت کو ناکوں چنے چبوارہی ہے۔

اسی طرح فقیر نے کہیں پڑھا ہے۔ بغاوت کیس میں شاہ جی جب گرفتار تھے تو اپنے ایک ملنے والے سے حضرت مولانا احمد خان کو پیغام بھجوایا کہ آپ کے جیتے جی میں جیل میں ہوں۔ آپ نے پیغام سنا تو ٹھنڈا سانس لیا کہ شاہ جی صحیح فرماتے ہیں۔ مگر اب بوڑھا ہوگیا ہوں۔ (یعنی وظائف میں مجاہدہ کرنا دشوار ہے) ورنہ ایک منٹ کے لئے شاہ جی کو جیل میں نہ رہنے دیتا۔ اسی طرح حضرت مولانا محمد عبداللہ المعروف حضرت ثانی سے روایت ہے کہ ایک رات پہلے حضرت خواجہ ابوالسعد احمد خان کروٹیں بدلتے رہے۔ پھر بے قراری میں اٹھ کر بیٹھ گئے۔ میں (مولانا عبداللہ حضرت ثانی) نے پوچھا کہ حضرت خیریت ہے؟ فرمایا کہ سید عطاء اللہ شاہ بخاری کا جیل میں ہونا پریشانی کا باعث بن رہا ہے۔ چین نہیں آرہا۔ میں (حضرت ثانی) نے عرض کیا حضرت کوئی خطرہ ہے۔ فرمایا بالکل نہیں وہ تو میری گود میں ہیں۔ چند دنوں بعد حضرت امیر شریعت رہا بھی ہوگئے۔ لدھارام گواہی سے منحرف ہوگیا۔

ایک مرتبہ حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان نے فرمایا: ''مرزائے قادیانی کے رد کے لئے صرف ایک ہی دلیل کافی وشافی ہے اور وہ یہ کہ رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد مبارک ہے کہ: ''آئندہ زمانے میں بہت سے دجال پیدا ہوں گے اور ہر ایک کا یہ دعویٰ ہوگا کہ میں نبی ہوں۔'' پس دجال کی شناخت کا یہ معیار کس قدر آسان اور عام فہم ہے جس کو ایک غبی سے غبی انسان بھی سمجھ سکتا ہے کہ وہ انا نبی کا دعویٰ کرے گا۔ اب جس شخص کو انا نبی کا دعویٰ کرتا ہوا دیکھو فوراً سمجھ لو کہ دجال ہے۔ چونکہ نبوت رسول اللہ ﷺ کے بعد قیامت تک کے لئے ختم ہوچکی۔ جس کے بعد انا نبی کے قول میں کسی قسم کا اختلاط صدق ودیانت کے ساتھ ہو ہی نہیں سکتا۔ یعنی اگر کوئی شخص نبی ہونے کا دعویٰ کرے تو اس کے متعلق یہ شبہ نہیں ہوسکتا کہ شاید وہ نبی ہو اور سچ کہتا ہو۔ بلکہ فوراً اس کے کذاب ودجال ہونے کا یقین ہو جاتا ہے۔ دجل کے معنی ہیں حق وباطل کو اس قدر مختلط کرنے کی کوشش کرنا کہ عوام الناس ان کی تمیز نہ کرسکیں۔ پس جو مدعی کاذب خواہ مخواہ نبی بن بیٹھے وہ دجال ہے۔ اس کا علاج متذکرہ حدیث ہے۔'' (تحفہ سعدیہ ص۲۲۹)

(۱۶۵) ابوالفضل جبروتی، جناب

(وفات: ۲۰؍مارچ ۱۹۶۳ء)

یہ قلمی نام ہے۔ غالباً ''علامہ طالوت'' مراد ہیں جن کا اصل نام جناب مولانا عبدالرشید نسیم تھا۔ طالوت، ابوالفضل، حماد رشید کے قلمی نام بھی استعمال کرتے تھے۔ ان کا ایک رسالہ ''مضمون چور'' سولہ صفحات پر مشتمل ہے۔ فروری ۱۹۵۰ء میں یہ شائع ہوا۔ اس کا دیباچہ ''صخرۃ الوادی'' کے قلمی نام سے لکھنے والے غالباً حضرت مولانا حافظ سید عطاء المنعم شاہ بخاری ہیں۔ اس رسالہ میں ثابت کیا گیا کہ اللہ رب العزت نے اپنی مخلوق کی ہدایت کے لئے کم وبیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء علیہم السلام مبعوث فرمائے۔ دنیا میں کوئی ایک نبی بھی مصنف نہیں تھا۔ کسی نبی نے کوئی کتاب نہیں لکھی۔ مرزا قادیانی نہ صرف منشی تھا، بلکہ مضمون چور بھی تھا کہ دوسروں کی تحریروں کی چوری کرکے اپنی نام نہاد نبوت کی دکان چمکایا کرتا تھا۔ یہ اس رسالہ کا موضوع ہے۔

(۱۶۶) ابوالکلام آزاد، حضرت مولانا

(پیدائش: ۱۱رنومبر ۱۸۸۸ء ...... وفات: ۲۲رفروری ۱۹۵۸ء)

مولانا ابوالکلام آزاد کا اصل نام محی الدین احمد تھا۔ لیکن ابوالکلام کے نام سے مشہور ہوئے۔ ۱۱رنومبر ۱۸۸۸ء کو مکہ معظّمہ میں پیدا ہوئے۔ ۱۸۹۸ء میں مکہ معظّمہ سے کلکتہ آئے۔ ۱۹۰۲ء میں رسالہ لسان الصدق جاری کیا۔ ۱۹۰۴ء میں انجمن حمایت اسلام لاہور کے سالانہ اجلاس میں خطبہ پڑھا۔ ۱۹۰۹ء میں آپ کے والد ماجد کا انتقال ہوا۔ ۱۹۱۲ء: اردو اخبار ''الہلال'' جاری کیا۔ ۱۹۱۴ء: حکومت نے ''الہلال'' کی ضمانت ضبط کر لی اور اخبار بند ہوگیا۔ ''البلاغ'' جاری کیا۔ ۱۹۱۵ء میں حکومت بنگال نے بنگال سے جلاوطن کر دیا۔ ۱۹۱۶ء: رانچی (بہار) میں نظر بند کر دیئے گئے۔ ۱۹۲۰ء: رہا کر دیئے گئے۔ دہلی میں پہلی مرتبہ مہاتما گاندھی سے ملاقات ہوئی۔ مہاتما گاندھی کی قیادت میں تحریک عدم تعاون میں حصہ لیا۔ گرفتار ہوئے اور دو سال کے لئے قید کر دیئے گئے۔ ۱۹۲۳ء: ستمبر میں انڈین نیشنل کانگریس کے خصوصی اجلاس منعقدہ دہلی کے صدر ہوئے۔ ۱۹۳۰ء: کانگریس کے قائمقام صدر ہوئے۔ پھر گرفتار کر لئے گئے اور ۱۹۳۲ء تک جیل میں رہے۔ ۱۹۳۷ء: کانگریس پارلیمنٹری سب کمیٹی کے ممبر ہوئے۔ ۱۹۴۰ء: پھر کانگریس کے صدر منتخب ہوئے اور ۱۹۴۶ء تک اس عہدے پر رہے۔ ۱۹۴۲ء: کانگریس کے خصوصی ترجمان کی حیثیت سے سر سٹیفورڈ کرپس سے بات چیت کی۔ اگست میں ''ہندوستان چھوڑ دو'' تحریک کے سلسلہ میں گرفتار کر لئے گئے اور تین سال تک نظر بند رہے۔ ۱۹۴۳ء: بیگم آزاد کا انتقال ہوا۔ آپ جیل میں تھے۔ ۱۹۴۵ء: دوسرے کانگریسی لیڈروں کے ساتھ رہا ہوئے۔ وائسرائے کی طرف سے منعقدہ شملہ کانفرنس میں کانگریس کے ترجمان کی حیثیت سے شریک ہوئے۔

۱۹۴۶ء: کیبنٹ مشن کے ساتھ مذاکرات میں حصہ لیا۔ ۱۹۴۷ء: دستور ساز اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے۔ عبوری حکومت میں تعلیم اور فنون لطیفہ کے ممبر ہوئے۔ ملک کی آزادی کے بعد ۱۵راگست سے حکومت ہند کے وفاقی وزیر تعلیم ہوئے۔ ۱۹۵۱ء: پارلیمنٹ میں کانگریس پارٹی کے ڈپٹی لیڈر منتخب ہوئے۔ ۱۹۵۲ء: پہلے عام انتخابات میں پارلیمنٹ کے ممبر منتخب ہوئے۔ تعلیم، قدرتی ذرائع اور سائنسی تحقیقات کے وفاقی وزیر مقرر ہوئے۔ ۱۹۵۵ء: دوبارہ پارلیمنٹ میں کانگریس پارٹی کے ڈپٹی لیڈر منتخب ہوئے۔ ۱۹۵۵ء: دو ماہ کے لئے یورپ اور مغربی ایشیاء کے خیر سگالی دورے پر تشریف لے گئے۔ ۱۹۵۶ء: یونیسکو کی نویں عام کانفرنس منعقدہ دہلی کی صدارت کی۔ ۱۹۵۷ء: دوبارہ گوڑ گاؤں کے حلقہ انتخاب سے لوک سبھا کے ممبر منتخب ہوئے۔ وزیر تعلیم، سائنسی تحقیقات کے عہدے پر برقرار رہے۔ ۲۲رفروری ۱۹۵۸ء کو دہلی میں رحلت فرما گئے۔

سفر آخرت

آپ کے ''سفر آخرت'' کے حالات پر آغا شورش کاشمیری نے تحریر کیا کہ: ''۱۹رفروری ۱۹۵۸ء کو پانچ بجے صبح حسب معمول امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد چائے پی کر غسل خانہ میں گئے کہ یکا یک جسم کے دائیں حصہ پر فالج نے حملہ کیا اور بے بس ہوگئے اور بالآخر ۲۱ اور ۲۲رفروری کی درمیانی شب میں دو بج کر دس منٹ پر موت نے اس عظیم انسان کے لئے اپنا دامن وا کر دیا جو اس دور میں

سب سے بڑا ہندوستانی، سب سے بڑا انسان اور سب سے بڑا مسلمان تھا۔ تمام ہندوستان نے اشکبار چہروں کے ساتھ اپنے جھنڈوں کو سرنگوں کر دیا۔ جہاں جھنڈے سر جھکا رہے تھے وہاں لوگوں نے اپنے دلوں کے پرچم جھکا دیئے کہ اس دور کا ابن تیمیہ رحمت خداوندی کی گود میں چلا گیا ہے۔ دم زدن میں موت کی خبر ہندوستان کی وساطت سے تمام دنیا میں نکل گئی۔ ہندوستان دیکھتے ہی دیکھتے تعزیت کدہ نظر آنے لگا۔ کاروبار بند ہو گئے۔ حتیٰ کہ بینکوں میں بھی ہڑتال ہو گئی۔

رحلت کا اعلان ہوتے ہی تین چار لاکھ انسان کوٹھی کے باہر جمع ہو گئے۔ گریہ وبکا کا طوفان بڑھتا رہا۔ لوگوں کے غول لگا تار چھ گھنٹے تک قطار اندر قطار کوٹھی کے صحن میں اپنے عظیم الشان راہنما کی زیارت کے لئے آتے ہی گئے۔ ہر مذہب، ہر عقیدہ، ہر فرقہ کے انسانوں کا سمندر جوار بھاٹا دینے لگا۔ ہندو اور سکھ عورتیں اور مرد نعش کے پاس سے گزرتے تو دونوں ہاتھ جوڑ کر نمسکار کرتے، ہر آنکھ میں آنسو تھے۔ ایک طرف راجندر پرشاد صدر جمہوریہ، ڈاکٹر رادھا کرشن نائب صدر، پنڈت جواہر لال نہرو اور دوسرے عمائدین ملک وقوم تصور ماتم بنے کھڑے تھے جیسے وہ اس دن جینا نہیں چاہتے تھے۔ دوسری طرف لوگ آنسوؤں کی مالائیں چڑھاتے گزرتے جاتے تھے۔ کئی ہزار برقعہ پوش مسلمان خواتین، آزادی کے بعد پہلی مرتبہ نئی دہلی میں اس طرح یکجا اشکبار نظر آ رہی تھیں۔ حضرت مولانا تاریخ انسانی کے تنہا مسلمان تھے جن کے ماتم میں کعبہ و بت خانہ اس شدت سے سینہ کوب تھے۔

پنڈت جواہر لال نہرو سراپا گریہ تھے۔ انہیں سنبھالنے والے ہزاروں تھے۔ لیکن وہ لوگوں کو سنبھالنے کے لئے دوڑے پھر رہے تھے۔ تمام کوٹھی کے وسیع باغات انسانوں سے اٹ چکے تھے۔ لیکن لوگ اندر آنے کے لئے دروازہ پر ہجوم کرتے رہے۔ پنڈت نہرو پورٹیکو کے باہر لوگوں کو ایک عام رضا کار کی طرح ہاتھ پھیلا کر روکتے رہے اور جب جنازہ اٹھانے کے لئے ان کو بلایا تو ان کی نظریں، ہمرکاب سیکورٹی آفیسر پر رک گئیں۔ استفسار کیا۔ آپ کون؟ جواب ملا۔ سیکورٹی آفیسر، آپ کی حفاظت کے لئے۔ پنڈت نہرو نے کہا۔ کیسی حفاظت؟ موت تو اپنے وقت پر آتی ہے۔ بچا سکتے تو مولانا کو بچا لیتے۔ یہ کہہ کر پنڈت نہرو بلک بلک کر رونے لگے۔

پون بجے میت اٹھائی گئی۔ پہلا کندھا عرب ملکوں کے سفیروں نے دیا۔ جب کلمہ شہادت کی صداؤں میں جنازہ اٹھا تو عربی سفراء کاندھا دیتے وقت پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔ پنڈت جواہر لال نہرو، خان محمد یونس خان، مسٹر کرشنا مینن، مسٹر پربودھ چندر اور بخشی غلام محمد نے احاطہ سے باہر میت کو توپ گاڑی پر رکھا۔ راجندر بابو، دمہ کے مریض ہونے کے باوجود صبح ہی سے تصویر یاس بنے کھڑے تھے۔ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔ ''آج ۳۸ سال کی دوستی اور رفاقت کا انت ہو گیا۔'' پنڈت پنت نے درد سے کانپتی ہوئی آواز میں کہا: ''مولانا ایسے لوگ پھر کبھی پیدا نہ ہوں گے اور ہم تو کبھی نہ دیکھ سکیں گے۔''

پنڈت نہرو کی ہچکی بندھ گئی۔ مولانا احمد سعید کی سفید داڑھی پر آنسوؤں کے موتی جگمگا اٹھے۔ تمام فضا میں نالہ ہائے شیون تیرنے لگے۔ مولانا کی بڑی بہن آرزو بیگم نے کوٹھی کی چھت سے بھائی کی میت پر آخری نظر ڈالی اور کہا۔ ''اب کوئی آرزو باقی نہیں رہی۔''

جنازہ کی گاڑی میں سرہانے کی سمت دائیں رخ پر پنڈت نہرو اور بائیں طرف پر صدر کانگریس ڈھیبر بھائی کھڑے تھے۔ ان کے پیچھے جنرل شاہ نواز، ڈھیبر بھائی کے ساتھ بخشی غلام محمد اور پروفیسر ہمایوں کبیر موجود تھے۔

جسم پر کھدر کا کفن تھا۔ میت ہندوستان کے قومی جھنڈے میں لپٹی ہوئی تھی جس پر کشمیری شال پڑا تھا۔ جنازہ کے پیچھے صدر جمہوریہ اور نائب صدر کار میں بیٹھے تھے۔ ان کے پیچھے پارلیمنٹ کے ارکان، مختلف صوبوں کے وزراء اعلیٰ، اکثر صوبائی گورنر اور غیر ملکی

سفارتی نمائندے چلے آرہے تھے۔ بھارتی افواج کے چیف آف سٹاف جنازہ کے دائیں بائیں تھے۔ جب جنازہ کا جلوس انڈیا گیٹ اور ہارڈنگ برج سے ہوتا ہوا لاکھوں انسانوں کی عقیدت ومحبت کو لئے دریا گنج کے علاقہ میں داخل ہوا تو سڑک کے دونوں کناروں درمیانی فٹ پاتھ اور دراز قد مکانوں کی چھتوں سے پھول ہی پھول برسنے لگے۔ یہاں پھولوں اور پنکھڑیوں کی موسلا دھار بارش کے سوا کچھ نظر ہی نہیں آتا تھا اور جب جنازہ جامع مسجد کے قرب وجوار میں پہنچا تو عالم ہی دوسرا تھا۔ جامع مسجد کی بالائی چھت، سیڑھیوں کے لمبے سلسلے، محرابوں کی پیوست زنجیریں، حجروں کی ہم آغوش صفیں، مکانوں کی منڈیریں، اور دکانوں کے چھجے انسانی سروں سے لدے پڑے تھے۔ پریڈ گراؤنڈ میں محتاط سے محتاط اندازہ کے مطابق بھی پانچ لاکھ افراد جمع تھے۔ قبر کے ایک طرف علماء وحفاظ قرآن مجید پڑھ رہے تھے اور دوسری طرف اکابر وفضلاء سر جھکائے کھڑے تھے۔ یہاں سب سے پہلے بری فوج کے ایک ہزار سپاہیوں، ہوائی فوج کے تین سو جانبازوں اور بحری فوج کے پانچ سو نوجوانوں نے اپنے عسکری بانکپن کے ساتھ میت کو سلام کیا۔ پھر مولانا احمد سعید نے دو بج کر پچاس منٹ پر نماز جنازہ پڑھائی...... ادھر نماز جنازہ پڑھائی جارہی تھی ادھر پنڈت نہرو قبر کے قریب فرش زمین پر بیٹھے ٹک ٹک دیکھ رہے تھے۔ امام نے ''السلام علیکم ورحمة اللہ'' کہا اور میت لحد کے قریب لائی گئی تو ہزار ہا ہندو سکھ ہاتھ باندھ کر کھڑے ہوگئے۔ فوج نے تعزیتی بگل بجائے۔ ستاروں کی طرح پھیلے ہوئے مسلمانوں کی آنکھیں پھر آشکبار ہوگئیں۔ مولانا احمد سعید نے لحد میں اتارا۔ کوئی تابوت تیار نہ کیا گیا تھا۔ ایک یادگار جسم سفید کفن میں لپٹا ہوا خاک کے حوالہ کردیا گیا۔ راجندر بابو نے آنسوؤں کی سیل میں بھگو کر پھول نچھاور کئے۔ پنڈت نہرو نے گلاب چھڑکا تو بے اختیار ہوگئے۔ لوگوں نے سہارا دیا اور جب مٹی دینے لگے تو بلک بلک کر رو رہے تھے۔ ہر چہرہ روتا ہوا نظر آتا تھا۔

مسلمانوں کی عہد آفریں ہستیوں پر خود مسلمانوں کے ہاتھوں جو گزری، اس سے تاریخ بھری پڑی ہے۔ ہمیشہ بڑوں کی عظمت پر ان کی موت نے شہادت دی ہے۔ آج جن لوگوں پر ہمارے علم وعمل اور فکر ونظر کی عمارتیں استوار ہیں، اپنی حیات میں ان پر تبرّیٰ کیا گیا۔ قید میں ڈالا گیا۔ زنجیریں پہنائی گئیں۔ بسا اوقات وہ عوام کے سب وشتم اور خواص کے جور وستم کی تاب نہ لاکر موت کی پناہ لینے پر مجبور ہوگئے۔ حتیٰ کہ مسلمانوں نے انہیں گور وکفن سے بھی محروم رکھا۔ غرض رسوائی اور تشہیر کا تمام گرد وغبار ان کی ہستی پر ڈالا گیا...... مگر جب وقت نے کروٹ لی تو ان کی ذات سوچ کی طرح ابھر کر سامنے آگئی اور تاریخ کی پیشانی ان کے آستانہ عظمت پر ہمیشہ کے لئے جھک گئی...... امام الہند حضرت مولانا ابوالکلام آزاد کو بھی ان جانکاہ راستوں سے گزرنا پڑا۔ ڈاکٹر ذاکر حسین کے الفاظ میں: ''وقت کی کوئی گالی نہ تھی جو ایک زمانہ میں مسلمانوں نے ان کے خلاف استعمال نہ کی ہو۔ مگر وہ تحمل کے اعتبار سے پہاڑ تھے۔ انہوں نے ہمیشہ صبر کیا۔'' ان کی اور ابن تیمیہ کی زندگی میں حیرت انگیز مماثلت ہے اور یہ مماثلت موت کے بعد بھی نظر آتی ہے۔ جس طرح ابن تیمیہ کی رحلت پر زندگی کا کوئی شعبہ ماتم سے خالی نہ رہا تھا۔ اسی طرح حضرت مولانا کی وفات پر زندگی کا ہر شعبہ ماتم گسار ہے۔ جب تک حیات تھے وقت کی سیاسی مصلحتیں ان کے گریبان پر ہاتھ اٹھاتی تھیں۔ آج اٹھ گئے ہیں تو مزار، عوام وخواص کا مرجع ہے ۔

اس کو بے مہریٔ عالم کا صلہ کہتے ہیں مر گئے ہم، تو زمانہ نے بہت یاد کیا

جامع مسجد دہلی میں یادگار تقریر

حضرت مولانا ابوالکلام آزاد کی ایک یادگار تقریر پیش خدمت ہے۔ آپ نے تقسیم کے بعد نقل آبادی کے موقع پر اگست ۱۹۴۷ء میں دہلی جامع مسجد میں تقریر کی۔ وہ پڑھیں اور پھر سمجھیں کہ مولانا آزاد کتنے بڑے بیدار مغز قائد، قادر الکلام خطیب، معاملہ فہم اور زیرک قومی راہنما تھے۔ وہ تقریر یہ ہے:

''عزیزان گرامی! آپ جانتے ہیں کہ وہ کون سی چیز ہے جو مجھے یہاں لے آئی ہے۔ میرے لئے شاہ جہاں کی اس یادگار مسجد میں یہ اجتماع نیا نہیں۔ میں نے اس زمانہ میں جس پر لیل ونہار کی بہت سی گردشیں بیت چکی ہیں، تمہیں یہیں سے خطاب کیا تھا۔ جب تمہارے چہروں پر اضمحلال کی بجائے اطمینان تھا اور تمہارے دلوں میں شک کی بجائے اعتماد، اور آج تمہارے چہروں کا اضطراب اور دلوں کی ویرانی دیکھتا ہوں تو مجھے بے اختیار پچھلے چند برسوں کی بھولی بسری کہانیاں یاد آ جاتی ہیں۔ تمہیں یاد ہے میں نے تمہیں پکارا، تم نے میری زبان کاٹ لی۔ میں نے قلم اٹھایا اور تم نے میرے ہاتھ قلم کر دیئے۔ میں نے چلنا چاہا تم نے میرے پاؤں کاٹ دیئے۔ میں نے کروٹ لینی چاہی اور تم نے میری کمر توڑ دی۔ حتیٰ کہ پچھلے سات برس کی تلخ نوا سیاست جو تمہیں آج داغ جدائی دے گئی ہے۔ اس کے عہد شباب میں بھی میں نے تمہیں خطرے کی راہ پر جھنجھوڑا۔ لیکن تم نے میری صدا سے نہ صرف اعراض کیا بلکہ غفلت وانکار کی ساری سنتیں تازہ کر دیں۔ نتیجہ معلوم کہ آج ہی ان خطروں نے تمہیں گھیر لیا ہے جن کا اندیشہ تمہیں صراط مستقیم سے دور لے گیا تھا۔

سچ پوچھو، تو اب میں ایک جمود ہوں یا ایک دور افتادہ صدا، جس نے وطن میں رہ کر بھی غریب الوطنی کی زندگی گزاری ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ جو مقام میں نے پہلے دن اپنے لئے چن لیا تھا وہاں میرے بال وپر کاٹ لئے گئے ہیں یا میرے آشیانے کے لئے جگہ نہیں رہی۔ بلکہ میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ میرے دامن کو تمہاری دست درازیوں سے گلہ ہے۔ میرا احساس زخمی ہے اور میرے دل کو صدمہ ہے۔ سوچو تو سہی تم نے کون سی راہ اختیار کی؟ کہاں پہنچے اور اب کہاں کھڑے ہو؟ خوف کی زندگی نہیں۔ آہ! کیا تمہارے حواس میں اختلال نہیں آ گیا ہے؟ یہ خوف تم نے خود ہی فراہم کیا ہے۔ یہ تمہارے اپنے ہی اعمال کے پھل ہیں۔ یہ ٹھیک ہے کہ وقت نے تمہاری خواہش کے مطابق انگڑائی نہیں لی۔ بلکہ اس نے ایک قوم کے پیدائشی حق کے احترام میں کروٹ بدلی اور یہی وہ انقلاب ہے جس کی ایک کروٹ نے تمہیں بہت حد تک خوفزدہ کر دیا ہے۔ تم خیال کرتے ہو کہ تم سے کوئی اچھی شے چھن گئی اور اس کی جگہ بری شے آ گئی۔ ہاں! تمہاری بے قراری اسی لئے ہے کہ تم نے اپنے تئیں اچھی شے کے لئے تیار نہیں کیا تھا اور بری شے کو ملجا وماویٰ سمجھ رکھا تھا۔ میری مراد غیر ملکی غلامی سے ہے۔ جس کے ہاتھوں تم نے مدتوں حاکمانہ طمع کا کھلونا بن کر زندگی بسر کی ہے۔ ایک دن تھا کہ جب کسی قوم کے قدم کسی جنگ کے آغاز کی طرف تھے اور آج تم اس جنگ کے انجام سے مضطرب ہو۔ آخر تمہاری اس عجلت پر کیا کہوں؟ کہ ادھر ابھی سفر کی جستجو ختم نہیں ہوئی اور ادھر گمراہی کا خطرہ بھی پیش آ گیا۔ میں تم کو یقین دلاتا ہوں کہ ہم کو ہمارے سوا کوئی زیر نہیں کر سکتا۔ میں نے ہمیشہ کہا اور آج پھر کہتا ہوں کہ تذبذب کا راستہ چھوڑ دو۔ شک سے ہاتھ اٹھا لو اور بدعملی ترک کر دو۔ یہ تین دھار کا انوکھا خنجر، لوہے کی اس دودھاری تلوار سے زیادہ کاری ہے۔ جس کے گھاؤ کی کہانیاں میں نے تمہارے نوجوانوں کی زبانی سنی ہیں۔

یہ فرار کی زندگی جو تم نے ہجرت کے مقدس نام پر اختیار کی ہے اس پر غور کرو۔ اپنے دلوں کو مضبوط بناؤ اور اپنے دماغوں کو سوچنے کی عادت ڈالو اور پھر دیکھو کہ تمہارے یہ فیصلے عاجلانہ ہیں۔ آخر کہاں جارہے ہو اور کیوں جارہے ہو؟

یہ دیکھو مسجد کے مینار تم سے جھک کر سوال کرتے ہیں کہ تم نے اپنی تاریخ کے صفحات کو کہاں گم کر دیا ہے؟ ابھی کل کی بات ہے کہ جمنا کے کنارے تمہارے قافلوں نے وضو کیا تھا اور آج تم ہو کہ تمہیں یہاں رہتے ہوئے خوف محسوس ہوتا ہے۔ حالانکہ دہلی تمہارے خون سے سینچی ہوئی ہے۔ عزیزو! اپنے اندر ایک بنیادی تبدیلی پیدا کرو۔ جس طرح آج سے کچھ عرصہ پہلے تمہارا جوش وخروش بے جا تھا۔ اسی طرح آج یہ تمہارا خوف وہراس بھی بے جا ہے۔ مسلمان اور بزدلی یا مسلمان اور اشتعال ایک جگہ جمع نہیں ہوسکتے۔ مسلمان کو نہ تو کوئی طمع ہلاسکتی ہے اور نہ کوئی خوف ڈراسکتا ہے۔

اگر دل ابھی تک تمہارے پاس ہیں تو اسے خدا کی جلوہ گاہ بناؤ جس نے آج سے تیرہ سو برس پہلے عرب کے ایک اُمّی کی معرفت فرمایا تھا۔ ’’جو خدا پر ایمان لائے اور اس پر جم گئے تو پھر ان کے لئے نہ تو کسی طرح کا ڈر ہے اور نہ کوئی غم۔‘‘ ہوائیں آتی ہیں اور گزر جاتی ہیں۔ یہ صرصر سہی، لیکن اس کی عمر کچھ زیادہ نہیں۔ ابھی دیکھتی آنکھوں ابتلاء کا موسم گزرنے والا ہے۔ یوں بدل جاؤ جیسے تم پہلے کبھی اس حالت میں نہ تھے۔

میں کلام میں تکرار کا عادی نہیں۔ لیکن مجھے تمہاری تغافل کیشی کے پیش نظر بار بار یہ کہنا پڑتا ہے کہ تیسری طاقت اپنا گھمنڈ کا پشتارہ اٹھا کر رخصت ہو چکی ہے جو ہونا تھا وہ ہو کر رہا۔ سیاسی ذہنیت اپنا پچھلا سانچہ توڑ چکی ہے اور اب نیا سانچہ ڈھل رہا ہے۔ اگر اب بھی تمہارے دلوں کا معاملہ بدلا نہیں اور دماغوں کی چبھن ختم نہیں ہوئی تو پھر حالت دوسری ہے۔ لیکن اگر واقعی تمہارے اندر سچی تبدیلی کی خواہش پیدا ہوگئی تو پھر اس طرح بدلو۔ جس طرح تاریخ نے اپنے تئیں بدل لیا ہے۔ آج بھی کہ ہم ایک دور انقلاب کو پورا کر چکے ہیں۔ ہمارے ملک کی تاریخ میں کچھ صفحے خالی ہیں اور ہم ان صفحوں میں زیب عنوان بن سکتے ہیں۔ مگر شرط یہ ہے کہ ہم اس کے لئے تیار بھی ہوں۔

میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ تم حاکمانہ اقتدار کے مدرسے سے وفاداری کا سرٹیفکیٹ حاصل کرو اور کاسہ لیسی کی وہی زندگی اختیار کرو جو غیر ملکی حاکموں کے عہد میں تمہارا اشعار رہا ہے۔ میں کہتا ہوں جو اجلے نقش ونگار تمہیں اس ہندوستان میں ماضی کی یادگار کے طور پر نظر آرہے ہیں وہ تمہارا ہی قافلہ لایا تھا۔ انہیں بھلاؤ نہیں۔ انہیں چھوڑو نہیں۔ ان کے وارث بن کر رہو اور سمجھ لو کہ اگر تم بھاگنے کے لئے تیار نہیں تو پھر تمہیں کوئی طاقت بھگا نہیں سکتی۔ آج زلزلوں سے ڈرتے ہو کبھی تم خود اک زلزلہ تھے۔ آج اندھیرے سے کانپتے ہو کیا یاد نہیں کہ تمہارا وجود ایک اجالا تھا۔ یہ پانی کی سیل کیا ہے کہ تم نے بھیگ جانے کے ڈر سے پائنچے چڑھا لئے ہیں۔ وہ تمہارے ہی اسلاف تھے جو سمندروں میں اتر گئے۔ پہاڑوں کی چھاتیوں کو روند ڈالا، بجلیاں آئیں تو ان پر مسکرا دیئے۔ بادل گرجے تو قہقہوں سے جواب دیا۔ صرصر اٹھی تو اس کا رخ پھیر دیا۔ آندھیاں آئیں تو ان سے کہا کہ تمہارا راستہ یہ نہیں ہے۔ یہ ایمان کی جانکنی ہے کہ شہنشاہوں کے گریبانوں سے کھیلنے والے آج خود اپنے گریبانوں سے کھیلنے لگے اور خدا سے اس درجہ غافل ہوگئے کہ جیسے اس پر کبھی ایمان نہیں تھا۔

عزیزو! میرے پاس تمہارے لئے کوئی نیا نسخہ نہیں ہے۔ وہی پرانا نسخہ ہے جو برسوں پہلے کا ہے۔ وہ نسخہ جس کو کائنات انسانی کا سب سے بڑا محسن لایا تھا۔ وہ نسخہ ہے قرآن کا یہ اعلان ’’ولا تھنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مؤمنین‘‘ آج کی صحبت ختم ہوگئی۔ مجھے جو کچھ کہنا تھا وہ میں اختصار کے ساتھ کہہ چکا۔ پھر کہتا ہوں اور بار بار کہتا ہوں اپنے

حواس پر قابو رکھو۔ اپنے گردوپیش اپنی زندگی خود فراہم کرو۔ یہ منڈی کی چیز نہیں کہ تمہیں خرید کرلادوں۔ یہ تو دل ہی کی دکان سے اعمال صالحہ کی نقدی سے دستیاب ہوسکتی ہے۔ والسلام!''

لیجئے! اب مولانا کی تقریر سن کر آپ ہم سب فارغ ہوئے تو اب پھر واپس چلتے ہیں۔

مولانا ابوالکلام پر ایک قادیانی افتراء کی حقیقت

مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم پر قادیانی پریس میں بڑے تواتر کے ساتھ یہ الزام شائع ہوتا رہا کہ:

۱...... مولانا آزاد مرزا قادیانی کی کتب سے متاثر تھے۔

۲...... مولانا آزاد مرزا قادیانی کے جنازہ ٹرین پر امرتسر سے بٹالہ تک ساتھ گئے۔

۳...... اخبار وکیل میں آپ کا مرزا قادیانی کی وفات پر تعزیتی مضمون شائع ہوا تھا۔

قادیانی ہزار بار تردید ہوجانے کے بعد برابر جھوٹ بولتے رہتے ہیں۔ ان کا خمیر ہی جھوٹ سے اٹھایا گیا ہے۔ بار بار جھوٹ بول کر جھوٹ پر پکا ہو جانا قادیانی نبوت کی سرشت بد ہے۔ اس خوئے بد کی تفصیل لکھنا چاہیں تو پوری قادیانیت اس کی لپیٹ میں آجائے۔ وہ کون سی شخصیت ہے جس پر قادیانیت نے اپنے کذب کا طومار نہ باندھا ہو؟ قادیانیوں کی کذب بیانی سے اللہ رب العزت، رحمت عالم ﷺ، انبیائے علیہم السلام، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین عظام، مفسرین، محدثین، ائمہ مجتہدین، اولیائے عظام رحمہم اللہ تعالیٰ اگر محفوظ نہیں رہے تو اور کون ہے جن کی نسبت مرزا قادیانی اور مرزائیوں نے کذب صریح کا بہتان نہ تراشا ہو؟ کل کی بات ہے حضرت خواجہ غلام فرید چاچڑاں شریف، علامہ اقبال پر انہوں نے مرزائیت سے متاثر ہونے کے الزامات نہ صرف لگائے بلکہ آج تک کے قادیانی وہی پرانے قادیانیوں کے نکلے ہوئے کذب وافتراء کے فضلہ سے اپنے پیٹ بھر رہے ہیں۔ مرزا قادیانی کی بروزی نبوت نے اس کذب کے بول وبراز سے نشوونما پائی ہے۔ کذب سے بھرپور ایک سوال قادیانی کریں۔ آپ اس کا جواب دے دیں۔ جو حقائق سے لبریز ہو۔ وقتی طور پر قادیانی چپ سادھ لیں گے۔ لیکن پھر موقع بموقع اسی کذب سے بھرپور سوال کا اعادہ کبھی ترک نہ کریں گے۔ حالانکہ سوال کرنے والے قادیانی کو معلوم ہوگا کہ اس کا یہ جواب شافی وکافی امت کی طرف سے دیا جاچکا ہے۔ کذب وافتراء سے لوگوں کو گمراہ کرنے کا سارا کھیل اسی طرز پر کھیلا جارہا ہے۔

اب لیجئے کہ قادیانیوں نے مولانا ابوالکلام آزاد کے متعلق یہ تین جھوٹ تراشے۔ بار باران کا جواب دیا گیا۔ لیکن قادیانی کذاب باز نہ آئے۔ کذب کے منہ میں وہ...... کہ یہی فضلہ ایک جنونی قادیانی کے بیٹے یعنی قادیانی کمائی کے ماحصل عبدالمجید سالک (جو خود قادیانی کا بیٹا، قادیانی ماحول کا پروردہ، مرزا بشیر محمود کا جگری دوست، مرزا محمود کی ملعون جلوتوں اور خلوتوں کا حاضر باش تھا) نے کتاب شائع کی۔ ''یاران کہن'' جو مکتبہ ''چٹان'' سے شائع ہوئی۔ اس میں اس قادیانی کمینہ فطرت کے شاہکار عبدالمجید سالک نے مولانا ابوالکلام آزاد پر ان قادیانی الزامات کو پھر جنوری ۱۹۵۶ء میں شائع کردیا۔ اللہ رب العزت کے کرم کو دیکھیں کہ مولانا ابوالکلام آزاد کو یہ کتاب ملی تو مولانا ابوالکلام کی طرف سے آپ کے پرائیویٹ سیکرٹری خان محمد اجمل خان نے آغا شورش مدیر ''چٹان'' کے نام مکتوب لکھا جن میں ان تینوں باتوں کی تردید موجود تھی۔ خط ملتے ہی مدیر ''چٹان'' نے ہفت روزہ ''چٹان'' لاہور کی ۱۳؍فروری ۱۹۵۶ء

کی اشاعت ص ۵ یہ چوکھٹا شائع کیا:

’’یاران کہن‘‘ میں مولانا ابوالکلام آزاد سے بے بنیاد باتیں منسوب کی گئی ہیں۔
مناسب یہ ہے سالک صاحب خود اس کی تردید کریں۔
مولانا آزاد کے پرائیویٹ سیکرٹری خان محمد اجمل خان کا مکتوب۔
حضرت مولانا ابوالکلام آزاد کے پرائیویٹ سیکرٹری خان محمد اجمل خان اپنے ایک مکتوب میں رقمطراز ہیں: ’’مولانا عبدالمجید صاحب سالک نے ایک کتاب یاران کہن کے نام سے لکھی ہے۔اس میں بعض بے بنیاد باتیں مولانا (آزاد) کے متعلق درج ہیں۔ مثلاً یہ کہ آزاد، مرزا غلام احمد کی کتب سے بہت متاثر ہوئے یا جنازہ کے ساتھ قادیان گئے وغیرہ۔ مناسب یہ ہے کہ سالک صاحب خود اس کی تردید کردیں...... وکیل (رسالہ امرتسر) میں مرزا غلام احمد قادیانی کی وفات پر جو مقالہ افتتاحیہ چھپا تھا وہ منشی عبدالحمید کپورتھلوی کا تھا۔مولانا (آزاد) کا اس ادارہ یہ سے کوئی تعلق نہ تھا۔‘‘ (ہفت روزہ چٹان لاہور مؤرخہ ۱۳؍فروری ۱۹۵۶ء ص ۵)

اس تردید کے شائع ہونے کے بعد جس میں تینوں قادیانی الزامات کا جواب شافی موجود تھا۔قادیانی گماشتے یا مولانا ابوالکلام آزاد کے معاند، بدخواہوں کے چہروں پر جھوٹ کے کالک کا برش پھر گیا۔اب بھی اگر کوئی ان الزامات کو دہراتا ہے تو یا تو وہ انصاف کا خون کر کے اپنی قبر کالی کرتا ہے یا قادیانیوں کی کذب بیانی کے عمل کے تسلسل کو آگے بڑھا کر ملعون قادیانی کی سنت ملعونہ پر عمل پیرا ہے۔ لیکن دیکھئے کہ جھوٹے کے منہ میں وہ...... عبدالمجید سالک جس نے یہ قادیانی الزامات دہرائے تھے۔ وہ چٹان میں اس تردید کے بعد پیچ وتاب کھا کر رہ گیا۔ادھر ادھر فرار، اقرار وانکار کے بعد سالک صاحب نے مولانا آزاد کے سیکرٹری خان محمد اجمل خان کو جوابی خط لکھا جو ہفت روزہ ’’چٹان‘‘ لاہور کی اشاعت مؤرخہ ۲۰؍فروری ۱۹۵۶ء کے ص ۵ پر شائع ہوا۔اس کے یہ جملے قادیانی الزامات کی تردید کے لئے خود عبدالمجید سالک کے قلم سے کافی ہیں۔عبدالمجید صاحب سالک نے لکھا: ’’ہوسکتا ہے کہ ان امور میں میرے (سالک) حافظہ نے میرا ساتھ نہ دیا ہو اور حضرت مولانا ہی کے وہ ارشادات درست ہوں۔ جن کی بناء پر آپ نے شورش صاحب کو مکتوب لکھا۔ بہرحال مجھے ’’یاران کہن‘‘ میں بیان کردہ واقعات کی صحت پر اصرار نہیں اور میں آپ کی تردید کے آگے سر تسلیم خم کرتا ہوں...... سالک!‘‘

قادیانی دماغ کا شاہکار عبدالمجید سالک تو تردید کے سامنے ’’سر تسلیم خم‘‘ ہوگیا۔ باقی معاندین اور دیگر قادیانی اسی کذب وافتراء سے پر، متعفن ہڈی کے چوسنے پر غرّا رہے ہیں تو انہیں فقیر راقم بھی حوالۂ حالات کرتا ہے۔

البتہ ایک ستر بہتر سالہ کذاب نے یہ نیا انکشاف کیا ہے کہ مولانا آزاد کی طرف سے ان کے سیکرٹری نے میرے توجہ دلانے پر یہ تردید ’’چٹان‘‘ میں شائع کی تھی۔ فقیر راقم نے ۱۳؍فروری اور ۲۰؍فروری ۱۹۵۶ء کے ’’چٹان‘‘ کے اصل شمارہ کو سامنے رکھا ہوا ہے۔ بہت ہی افسوس ہو رہا ہے کہ اس کا کہیں نام تک بھی نہیں ہے۔ آج جب کہ مولانا آزاد، آپ کے سیکرٹری اجمل خان، آغا شورش کاشمیری، سالک سب وفات پاچکے ہیں تو ایک آدمی پانچواں شاہسوار بننے کے لئے یہ جھوٹ تراشتا ہے تو اسے بھی حوالہ حالات کئے بغیر چارہ نہیں۔ ورنہ حالات صاف صاف گواہی دیتے ہیں کہ یہ بھی کذب بیانی کا وہ...... منہ میں رکھنے کی دوڑ میں پاگلوں کی طرح دوڑا جارہا ہے۔ خیر!

’’نئے ظہور پر ایمان‘‘ ۱۹۲۶ء کے ماہ جون میں کسی صاحب نے امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد سے دریافت کیا تھا کہ قادیانیوں کے اس دعویٰ میں کہاں تک صداقت ہے کہ ’’مسلمانوں کو حضرت مسیح علیہ السلام کے دوبارہ ظہور پر ایمان لانے کا حکم دیا گیا ہے۔‘‘ اس کے جواب میں آپ نے جو مکتوب ارسال فرمایا وہ اس کتابچہ میں آپ ملاحظہ کریں گے۔ مولانا ابوالکلام آزاد کی یہ خط وکتابت ادبستان لاہور ۱۹۵۲ء نے ’’نئے ظہور پر ایمان‘‘ کے نام سے شائع کی تھی۔ یہ قادیانی عیاری کا دندان شکن جواب بھی ہے اور ایک تاریخی ورثہ بھی۔ الحمد للہ! کہ احتساب قادیانیت کی جلد ۳۹ میں محفوظ ہوگیا۔

(۱۶۷) ابوالمؤید امروہی، حضرت

مرزا قادیانی نے اپنے مخالف علماء ومشائخ کے نام ایک خط مقابلہ ومباہلہ کے لئے لکھا ہے۔ اس میں حضرت مولانا ابوالمؤید امروہی کو بھی انجام آتھم کے ص۷۰ نمبر۳۵ پر مخاطب کیا ہے۔ اس کا یہ معنی ہے کہ ملعون قادیان کے کفر الم نشرح کرنے میں آپ نے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ الحمد للہ!

(۱۶۸) ابوالنذیر (راولپنڈی)، مولانا

جنوری ۱۹۵۰ء میں مولانا ابوالنذیر راولپنڈی نے ’’مرزائی مذہب کا خاتمہ‘‘ نامی ایک رسالہ تحریر کیا۔ قادیانیت کی تردید میں بہت ہی معلوماتی اور آسان باتیں درج کی ہیں۔ احتساب قادیانیت کی جلد ۴۹ میں شامل اشاعت ہے۔

(۱۶۹) ابوالوفا نعمانی شاہ جہان پوری، مولانا

(پیدائش:۱۹۰۱ء وصال:۶رفروری ۱۹۸۰ء)

مولانا ابوالوفاء نعمانی شاہ جہان پوری اپنے وقت کے جلیل القدر عالم دین اور مناظر اسلام تھے۔ قدرت نے علم وفضل کی صلاحیتوں سے انہیں مالامال فرمایا تھا۔ آپ معروف زمانہ مقدمہ بہاول پور میں بھی پیش ہوئے تھے اور عدالت میں جلال الدین شمس قادیانی کے بیان کا جواب الجواب مولانا ابوالوفاء نعمانی شاہ جہان پوری نے لکھا جو ۱۰رمئی ۱۹۳۴ء کو بحیثیت مختار مسمات غلام عائشہ مدعیہ کے عدالت میں جمع کرایا گیا۔ ’’مقدمہ مرزائیہ بہاول پور‘‘ کی تیسری جلد اسی بیان پر مشتمل ہے جو چھ سو صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں جلال الدین شمس نے قادیانیوں کے مسلمان ہونے کے جو دلائل تراشے سب کو تار تار کر کے قادیانیوں کے کفریہ عقائد کو طشت از بام کیا گیا اور پھر جو مغالطے اس قادیانی بیان میں تھے ایک ایک کر کے سب کو ھباءً منثوراً کیا گیا۔ یہ سب مولانا ابوالوفاء نعمانی شاہ جہان پوری کے علم وفضل اور آپ کی خداداد صلاحیتوں اور قادیانی فتنہ سے متعلق آپ کی بھرپور علمی مضبوط گرفت کی دلیل ہے۔ اس بیان کے اوّل میں ناشر نے تعارف میں یہ لکھا کہ: ’’جلال الدین شمس مختار مدعیٰ علیہ (قادیانی) کی تحریری بحث کا براہین ساطع ودلائل قاطع سے نہایت مدلل وجامع جواب پیش کر کے فرقہ ضالہ مرزائیہ کا کفر وارتداد پورے عالم میں ابیض من الطمس کر دیا۔‘‘

مولانا ابوالوفاء نعمانی اس قادیانی تحریری بحث کا جواب دینے کے لئے بطور خاص دیوبند سے تشریف لائے تھے اور دیانتداری کی بات ہے جواب کیا لکھا کہ تردید قادیانیت پر لکھی گئی علم وعرفان کی یہ عظیم دستاویز اسلامی تاریخ میں آب زر سے لکھے

جانے کے قابل ہے۔ ۲۱-۲۳/ اکتوبر ۱۹۳۴ء کو مجلس احرار اسلام ہند کے زیر اہتمام قادیان میں قادیانیوں کے خلاف جو کانفرنس منعقد ہوئی اس میں مولانا ابوالوفاء نعمانی شاہ جہان پوری نہ صرف شریک ہوئے بلکہ آپ کی تقریر ہوئی اور کانفرنس کی سب سے پہلی قرارداد جس میں قادیانیوں کے مسلمانوں سے مردم شماری میں علیحدہ اندراج کرنے کے لئے حکومت انگریز سے مطالبہ کیا گیا، وہ قرارداد مولانا ظفر علی خان نے پیش کی تھی اور مولانا ابوالوفاء شاہ جہان پوری نے اس کی تائید فرمائی تھی۔ دوسرے تائید کنندہ مولانا محمد مسعود زیروی اور تیسرے تائید کنندہ مولانا محمد مسلم عثانی دیوبندی تھے۔ یاد رہے کہ دوسری قرارداد جو چوہدری ظفر اللہ خان کو وائسرائے کی ایگزیکٹو کونسل سے ہٹانے کی تھی وہ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نے پیش کی تھی۔ مولانا محمد مظہر قیوم سجادہ نشین مکان شریف ضلع گورداسپور، مولانا ظہور احمد بگوی بھیرہ، مولانا حکیم نور الدین لائل پور، مولانا ظہور الحق شاہ کرنال، مولانا محمد بخش خطیب راولپنڈی، چوہدری عبدالرحمٰن راہوں ایم.ایل.سی ضلع جالندھر نے اس کی تائید کی تھی۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیھم اجمعین!

(۲۴/ اکتوبر ۱۹۳۴ء، روزنامہ زمیندار لاہور)

مولانا ابوالوفاء نعمانی شاہ جہان پوری ۱۳۶۱ھ، ۱۳۶۲ھ دو سال دارالعلوم دیوبند کے سب سے پہلے ناظم تبلیغ بھی رہے۔ زہے نصیب!

مولانا ابوالوفاء کے تفصیلی حالات حضرت مولانا شاہ عالم گورکھپوری استاذ و نائب ناظم کل ہند مجلس تحفظ ختم نبوت دارالعلوم دیوبند نے تحریر فرمائے۔ جو یہ ہیں:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تحفظ ختم نبوت کے بے باک و بے لوث مجاہد خطیب زمانہ حضرت مولانا ابوالوفاء شاہجہانپوری

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم۔ اما بعد!

غیر منقسم ہندوستان کے مشہور عالم دین، مقبول خاص وعام خطیب، تحفظ ختم نبوت کے بے باک مجاہد حضرت مولانا ابوالوفاء عارف صاحب شاہجہانپوری کا شمار حضرت علامہ انور شاہ کشمیری کے معتمد علیہ تلامذہ میں ہوتا ہے۔ آپ کے والد کا نام نامی جناب محمد حسین صاحب ہے جو لکھنؤ سے قریب میں واقع ضلع ''سیتاپور'' کے ایک قصبہ ''لہرپور'' میں متوسط درجہ کے تجارت پیشہ اور دین دار اور علم دوست لوگوں میں سے تھے۔ مولانا ابوالوفاء صاحب کی پیدائش ۱۹۱۰ء میں محلہ شیخ ٹولہ، قصبہ لہرپور، ضلع سیتاپور میں ہی ہوئی تھی اور یہی آپ کا آبائی وطن تھا۔ لیکن دارالعلوم دیوبند سے فراغت کے بعد میں محلہ تلہر زئی شہر شاہجہانپور میں مستقل سکونت اختیار کر لی تھی اور پھر شہر شاہجہانپور میں مستقل قیام کی وجہ سے ''شاہجہانپوری'' سے مشہور ہو گئے۔ انتقال ۶/ فروری ۱۹۸۰ء میں اپنے مکان واقع محلہ تلہر زئی شاہجہانپور میں ہوا اور اپنے مکان کے سامنے قبرستان جنگلہ میں مدفون ہیں۔ ''اللھم وسع قبرہ واجعل الجنۃ مثواہ''

تعلیم کا آغاز

حضرت مولانا ابوالوفاء صاحب شاہجہانپوری نے ابتدائی تعلیم اپنی جائے پیدائش قصبہ لہرپور کے مدرسہ رکنیہ میں حاصل کی۔ دارالعلوم دیوبند میں محفوظ تعلیمی ریکارڈ سے معلوم ہوتا ہے کہ ابتدائی تعلیم کے بعد اس زمانہ کی مشہور علمی و دینی درسگاہ مدرسہ عالیہ ریاست

رامپور میں متوسطات تک کی تعلیم پائی اور ۱۳سال کی عمر میں نہائی تعلیم کے لئے شوال ۱۳۴۰ھ مطابق جون ۱۹۲۲ء میں دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوکر شعبان ۱۳۴۱ھ مطابق مارچ ۱۹۲۳ء میں دارالعلوم سے فارغ ہوئے۔

آپ کے تعلیمی ریکارڈ میں لکھا ہوا ہے کہ آپ کا نام ’’ابوالوفاء علی احمد ولد محمد حسین‘‘ ہے اور داخلہ نمبر ۳۵۶۴، شمار نمبر ۸۰ ہے۔ ماہ شوال ۱۳۴۰ھ مطابق جون ۱۹۲۲ء بوقت داخلہ ۱۳سال کے تھے اور برادری کے اعتبار سے شیخ تھے۔ معاشی اعتبار سے والد صاحب تجارت پیشہ تھے۔ حلیہ کی بابت لکھا ہے کہ موصوف اس وقت متوسط قامت، فراخ پیشانی، فراخ ابرو، رنگ گندمی، گول چہرہ، لاغر اندام تھے۔ مدرسہ عالیہ ریاست رامپور سے بیضاوی شریف، شمس بازغہ، مسلم الثبوت، حماسہ، ہدایہ آخرین پڑھ کر آئے اور دارالعلوم دیوبند میں دورۂ کامل میں داخلہ لیا۔ (بحوالہ رجسٹر داخلہ طلباء دارالعلوم دیوبند ضلع سہارنپور، شوال ۱۳۴۰ھ تا رمضان ۱۳۴۱ھ)

سند فضیلت وفراغت

یہ عجیب اتفاق ہے کہ راقم سطور آج جب کہ ۸؍رمضان ۱۴۴۱ھ، مطابق ۲؍مئی ۲۰۲۰ء یوم شنبہ میں حضرت ممدوح کا سوانحی خاکہ مرتب کررہا ہے۔ حضرت کی فراغت کے پورے ایک سو سال مکمل ہورہے ہیں۔ آپ کی فراغت سے متعلق دارالعلوم دیوبند کے دفتر تعلیمات سے موصولہ ریکارڈ میں درج ہے کہ: ’’۱۲؍شعبان ۱۳۴۱ھ، مطابق ۳۰؍مارچ ۱۹۲۳ء کا امتحان سالانہ سے فراغت کے بعد سند لے کر گھر واپس ہوئے۔‘‘ (بحوالہ رجسٹر داخلہ طلباء دارالعلوم دیوبند ضلع سہارنپور، شوال ۱۳۴۰ھ تا رمضان ۱۳۴۱ھ)

آپ کے اساتذہ میں نابغۂ روزگار ہستیوں کی ایک بڑی تعداد ہے۔ آپ کے تقریری وتحریری امتحان لینے والوں میں حضرت مولانا علامہ انور شاہ کشمیری صدر المدرسین دارالعلوم دیوبند، حضرت مفتی عزیز الرحمٰن صاحب مفتی اوّل دارالعلوم دیوبند، حضرت مولانا حکیم محمد حسن صاحب، حضرت مولانا مرتضیٰ حسن صاحب چاندپوری، حضرت مولانا اعزاز علی صاحب وغیرہم ہیں اور انہی سے آپ نے تعلیم بھی پائی ہے۔ آپ کی تعلیمی لیاقت اور حدیث فہمی میں ذہانت ورسائی کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ ۱۴سال کی عمر میں نہ صرف یہ کہ اپنی پوری جماعت میں آپ نے اوّل پوزیشن حاصل کی بلکہ بیشتر کتب میں اعلیٰ نمبر (۵۰) سے اوپر اعزازی نمبرات بھی حاصل کئے۔ دارالعلوم دیوبند کے ریکارڈ میں محفوظ کتابوں کے نمبرات حسب ذیل ہیں: بخاری شریف (۵۲)، ترمذی (۵۲)، مسلم شریف (۵۱)، نسائی (۵۱)، شمائل ترمذی (۵۱)، مؤطا امام مالک (۵۱)، مؤطا امام محمد (۵۱)، ابوداؤد (۵۰)، طحاوی (۵۰)، ابن ماجہ (۴۷) (بحوالہ روئیداد دارالعلوم دیوبند مطبوعہ ۱۳۴۲ھ، مطابق ۱۹۲۴ء)

حضرت مولانا ابوالوفاء صاحب کا اپنے شہر کے علماء سے بھی گہرا ربط رہا۔ چنانچہ حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ ثانی (متوفی ۱۹۷۹ء) کے گھر بھی بغرض ملاقات ومشورہ تشریف لے جاتے رہتے تھے۔ اسی مناسبت سے حضرت مفتی صاحب کے صاحبزادے مولانا محمد اکرام اللہ صاحب قاسمی، حضرت ممدوح کے چشم دید کتابی خاکہ میں بیان فرماتے ہیں کہ حضرت ممدوح ’’گداز بدن، معتدل الاعضاء، گندمی رنگ مائل بہ سفیدی، سفید نورانی مسنون ہلکی داڑھی، چہرے پر کمانی دار عینک، نرم گفتار ورفتار‘‘ جیسی خوبیوں کے مالک تھے۔ ایک دانت سونے کے تار سے بندھا رکھا تھا جو دوران گفتگو چمکتا تھا۔ انتقال تک اکابر کے وضع پر باقی رہتے ہوئے مدرسہ قیومیہ شاہجہانپور کے صدر مدرس رہے۔ حضرت مفتی کفایت اللہ ثانی کے بڑے صاحبزادے، جناب مولانا انعام اللہ صاحب (جنہیں حضرت

تھانوی کی خدمت کا بھی شرف حاصل ہے اور حضرت موصوف ابھی ماشاء اللہ بعمر ۹۲ سال مراد آباد میں باحیات ہیں) نے بتایا کہ ایک زمانہ تک حضرت مولانا ابوالوفاء صاحب نے کرایہ کے مکان میں زندگی گزاری اور کرایہ کے مکان کا انتظام کرنے والے حضرت مفتی کفایت اللہ ثانی ہوتے تھے، پھر اخیر میں ضلع بلیا کے رہنے والے آپ کے ایک بہی خواہ منشی محمد عثمان نے اپنے اثر ورسوخ سے محلّہ تلہر زئی میں کسٹوڈین سے فروخت ہونے والے ایک پرانے طرز کے مکان کا تقریباً سات ہزار روپے میں سودا کر دیا۔ جس میں آپ نے اپنی حیات مستعار گزاری۔

آپ کے رفقاء درس میں حضرت مولانا مفتی عتیق الرحمٰن عثمانی صاحب دیوبندی سابق رکن مجلس شوریٰ دارالعلوم دیوبند، حضرت مولانا سید اختر حسین صاحب دیوبندی دارالعلوم دیوبند، حضرت مولانا عبداللہ ملتانی، مولانا عبدالحلیم ملتانی، مولانا محمد قاسم مظفر گڑھی، مولانا محمد صدیق بلوچستانی، مولانا محمد شعیب ہزاروی، مولانا شمس القمر پشاوری، مولانا امیر حمزہ کامل پوری وغیرہ جیسے قابل قدر علماء کے نام ملتے ہیں جو دینی اور ملی خدمات میں اپنی اپنی جگہ مینارۂ نور ومشعل راہ کی حیثیت سے متعارف ہیں۔ آپ کے رفقاء درس کی کل تعداد ۵۶ ہے۔

تدریسی زندگی

دارالعلوم دیوبند میں معین مدرس کی حیثیت سے آج بھی آپ کی تدریسی خدمات کا شہرہ ہے۔ اس کے علاوہ آپ تاحین حیات، مدرسہ قومیہ شاہجہانپور میں بحیثیت صدر مدرس خدمات انجام دیتے رہے۔ معتمد اور مستند ذرائع سے راقم سطور کو معلوم ہوا کہ آپ کو جامعہ قاسمیہ شاہی مراد آباد کا مہتمم نامزد کیا گیا اور باضابطہ تحریر بھی جاری کر دی گئی تھی۔ لیکن حضرت نے بوجہ ضعف واعذار معذرت فرمائی اور ایک بڑے ادارے کے اہتمام جیسے باوقار عہدہ کو قبول نہ فرما کر مدرسہ قومیہ سے ہی وابستہ رہے اور وعظ وخطابت کو خلق خدا میں اپنی فیض رسانی کا ذریعہ بنایا۔ راقم سطور کی تحقیق پر دارالعلوم دیوبند کے بعض علیاء درجہ کے اساتذہ نے بتایا کہ آپ ایک عرصہ تک دارالعلوم دیوبند میں معین المدرس کی حیثیت سے استاذ رہے۔ لیکن فن خطابت اور مناظرہ سے شغف کی وجہ سے دارالعلوم کی تدریسی خدمات سے سبکدوش ہو گئے۔ چونکہ دارالعلوم میں معین المدرس کا ریکارڈ محفوظ نہیں رکھا جاتا۔ اس لئے کوئی تحریری دستاویز اس سلسلے میں تاہنوز دستیاب نہیں ہو سکا۔ دور حاضر کے مشہور مؤرخ ووقائع نگار مولانا اسیر ادروی مدظلہ اپنی ایک کتاب ''کاروان رفتہ'' میں حضرت مولانا ابوالوفاء صاحب سے متعلق تحریر فرماتے ہیں: ''مولانا ابوالوفاء صاحب شاہجہانپوری اپنے دور کے بے مثال خطیب اور زبردست مناظر تھے۔ انہوں نے آدھی صدی تک سیرت نبوی کے موضوع پر دلکش پاکیزہ لب ولہجہ اور اپنی شیریں زبان میں عالمانہ تقریریں کیں۔ روایات صحیحہ سے سرمو تجاوز ممکن نہ تھا۔ مسلمانوں کا کوئی اہم اور بڑا جلسہ ان کی شرکت کے بغیر نامکمل سمجھا جاتا تھا۔ آپ کا اپنا ایک مخصوص اور خوبصورت انداز بیان تھا۔ ہندوستان کے بہت سے واعظین نے اس کو نقل کرنے کی کوشش کی مگر کامیاب نہیں ہوئے۔ دارالعلوم دیوبند کے فاضل اور علامہ انور شاہ کشمیری کے مخصوص اور قابل اعتماد تلامذہ میں تھے۔ فراغت کے بعد دارالعلوم میں استاذ بھی رہے۔ لیکن قدرت نے ان کی فطرت میں صحرانوردی لکھ دی تھی۔ اس لئے وہ تقریر وخطابت کے بادشاہ بن کر ہندوستان کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک سفر کرتے رہے۔ قادیانیوں سے بہت سے مناظرے کئے۔ آپ جمعیۃ علماء ہند کے اہم رہنماؤں

میں تھے۔ برطانوی حکومت کے خلاف ان کی تقریروں نے قید و بند کی بھی راہ دکھائی۔ لیکن ان کے پائے ثبات میں کوئی جنبش نہیں آئی۔ شعروشاعری سے بھی آپ کو دلچسپی تھی۔ عارف آپ کا تخلص تھا۔ صرف نعت پاک کہتے تھے اور سیرۃ النبی ﷺ کے جلسوں میں جب پڑھی جاتی تھی تو ایک سماں بندھ جاتا تھا۔'' (کاروان رفتہ ص ۱۶)

یہ بات ذہن نشین رہے کہ حضرت مولانا ابوالوفاء صاحب دارالعلوم دیوبند میں مدرس نہیں بلکہ معین مدرس رہے ہیں۔ ابتدائی دور میں ذی استعداد طلباء کو اساتذہ اور بطور خاص حضرت مولانا حبیب الرحمٰن عثمانی صاحب نائب مہتمم دارالعلوم دیوبند، اپنی صوابدید پر روک لیا کرتے تھے تا کہ کسی بیماری یا اور کسی عذر کی بناء پر غیر حاضر اساتذہ کے اسباق وہ پڑھا دیا کریں۔ پھر بعد میں مجلس شوریٰ دارالعلوم دیوبند نے اس کو اپنے ضابطہ میں شامل کر لیا۔ لیکن اس وقت ایسے مدرسین کا باضابطہ کوئی تحریری ریکارڈ دارالعلوم میں نہیں رکھا جاتا تھا۔ اس طرح طلباء کی حوصلہ افزائی بھی ہوتی تھی اور اساتذہ کی نگرانی میں ایک ایسی استعداد ان میں پروان چڑھتی تھی کہ بوقت ضرورت ان کو آگے چل کر دارالعلوم میں بطور مستقل اساتذہ کے بلا لیا جاتا تھا۔ حضرت مولانا ابوالوفاء صاحب انہی خوش بختوں میں ہیں۔ اس لئے ان کا کوئی ریکارڈ بحیثیت استاذ کے دارالعلوم دیوبند میں محفوظ نہیں ہے۔

راقم سطور نے کتاب کاروان رفتہ کے مصنف سے مولانا منظور الحسن صاحب قاسمی ناظم مجلس تحفظ ختم نبوت ادری ضلع مؤ کے ذریعہ باضابطہ اس کی تحقیق کی اور براہ راست بات بھی کی تو حضرت مصنف نے یہ وضاحت فرمائی کہ اپنی تحریر کا کوئی مستقل ریکارڈ ان کے پاس نہیں ہے۔ کسی شنیدہ واقعہ کی بناء پر ایسا لکھ دیا گیا ہے۔ اسی طرح یہ بھی واضح رہے کہ کاروان رفتہ میں تاریخ وفات بھی صحیح درج نہیں ہے۔

تاریخ ساز مقدمہ بہاول پور میں شرکت

آپ کا شمار حضرت علامہ انور شاہ کشمیری کے خصوصی اور ان معتمد علیہ شاگردوں میں ہوتا ہے جن کو حضرت علامہ نے مرزائیت کے تابوت میں کیل ٹھونکنے کے لئے تیار کیا تھا۔ اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ تحفظ ختم نبوت کی تاریخ میں بے مثال اور تاریخ ساز مقدمہ (۱۹۲۶ء تا ۷ر فروری ۱۹۳۵ء) عدالت عالیہ ''بہاول پور'' میں دائر، جن مخلص اور بےلوث علماء نے اپنا خون جگر دے کر مقدمہ کی پیروی کی۔ ان میں اہل اسلام اور علمائے دیوبند کے ترجمان کی حیثیت سے حضرت علامہ کشمیری صاحب کے ہمراہ حضرت مولانا ابوالوفاء صاحب کو بھی شرکت کا شرف حاصل ہوا۔

۷ر محرم الحرام ۱۳۵۲ھ، مطابق ۲ر مئی ۱۹۳۳ء میں حضرت علامہ کشمیری کے انتقال کے بعد آپ نے مختار مدعیہ کی حیثیت سے ۱۹۳۳ء سے ۱۹۳۵ء تین برس تک بنفس نفیس مقدمہ کی پیروی فرمائی اور اس میں شاندار اور تاریخ ساز کامیابی حاصل کی۔ ''روئیداد مقدمہ بہاول پور'' کے نام سے تین جلدوں پر مشتمل مطبوعہ ذخیرے میں آپ کا بیان اور قادیانیوں کے جواب کا جواب الجواب آج بھی آپ کے علمی شاہکار کا ایک نادر باب ہے۔ کتاب کی تقریظات سے حضرت ممدوح سے متعلق چند سطریں بطور نمونہ درج کی جاتی ہیں جس سے قارئین مقالہ کو بہت کچھ تاریخی حقائق معلوم ہوں گے۔

کتاب ''روئیداد مقدمہ بہاول پور'' کے ناشر ادارہ، اسلامک فاؤنڈیشن لاہور کے رکن مجلس عاملہ جناب میر عبدالماجد سید

نے حضرت مولانا ابوالوفاء صاحب کی خدمات کو سراہتے ہوئے لکھا ہے: ''یہاں یہ عرض کرنا خلاف حقیقت نہ ہوگا کہ آج کے پرآشوب دور میں ماضی کے جن علماء وفضلاء واکابرین کے اقوال کو بطور سند پیش کیا جاتا ہے ان میں استاذ الاساتذہ شیخ المحدثین امام العصر حضرت مولانا سید انور شاہ کشمیری، شیخ الاسلام والمسلمین حضرت مولانا مفتی محمد شفیع، علامۃ الدہر فہامۃ العصر حضرت مولانا غلام محمد گھوٹوی اور شہرۂ آفاق مناظر حضرت مولانا ابوالوفاء شاہجہانپوری جیسے مشاہیر شامل ہیں جنہوں نے بہ نفس نفیس عدالت میں پیش ہوکر اپنی شہادتیں قلمبند کرائیں اور فریق ثانی کی شہادت پر براہین ودلائل سے ایسی باطل شکن جرح فرمائی جس نے مرزائیت کی بنیادوں کو کھوکھلا اور مرزائی دجل وفریب کے تمام پردوں کو پارہ پارہ کر کے فرقہ ضالہ کا ارتداد پورے عالم میں آشکارہ کردیا۔'' (روئیداد مقدمہ بہاولپور ص۹)

''مسماۃ غلام عائشہ مدعیہ کی جانب سے علامۃ العصر، اسوۃ البصر، قدوۃ الخلف حضرت سید مولانا انور شاہ کشمیری قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم، عالم نبیل وفاضل جلیل حضرت مفتی محمد شفیع، علامۃ الدہر فہامۃ العصر حضرت مولانا غلام محمد گھوٹوی، رئیس المناظرین ورأس المتکلمین حضرت سید محمد مرتضیٰ حسن چاندپوری، فاضل جلیل حضرت مولانا ابوالقاسم محمد حسین کولوتارڑوی، جامع علوم وفنون حضرت مولانا نجم الدین اور شہرۂ آفاق مناظر حضرت مولانا ابوالوفاء شاہجہانپوری نے بہ نفس نفیس عدالت میں پیش ہوکر قرآن پاک، احادیث متواترہ اور اجماع امت کی روشنی میں براہین ودلائل سے مرزا قادیانی اور اس کے متبعین کے کفر وارتداد کو روز روشن کی طرح آشکارہ کیا۔ جب کہ عبدالرزاق (مرزائی) مدعا علیہ کی جانب سے مرزائی جماعت کے صف اوّل کے مبلغین (مرزائی پنڈت) جلال الدین شمس وغلام احمد نے پیروی مقدمہ کی۔'' (روئیداد مقدمہ بہاولپور ص۱۴)

اسلامک فاؤنڈیشن کے سرپرست اور متکلم اسلام حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی کے خلف الرشید حضرت مولانا عبدالمالک شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور اپنے پیش لفظ میں تحریر فرماتے ہیں: ''مرزائی مدعا علیہ کی حمایت کے لئے قادیانیوں کا پورا سرمایہ ان کی حمایت اور انگریزی سرکار کی سرپرستی بڑی وزنی چیز تھی اور عالم اسباب میں توقع نہیں کی جاسکتی تھی کہ مدعی مسلمان خاتون اپنے دعویٰ میں کامیاب قرار دی جاسکے۔ لیکن حضرت شیخ الجامعہ نے مدعیہ کی طرف سے شہادت اور اس کے مؤقف کی حمایت تثبیت کے لئے دارالعلوم دیوبند کے اکابر علماء کو دعوت دی کہ وہ بہاولپور تشریف لاکر مقدمہ کی پیروی کریں۔ اس صورتحال پر شیخ الاسلام حضرت علامہ انور شاہ کشمیری، حضرت مولانا سید مرتضیٰ حسن چاندپوری، حضرت مولانا نجم الدین، مولانا ابوالوفاء اور حضرت مولانا مفتی محمد شفیع مفتی دارالعلوم دیوبند، بہاولپور تشریف لائے۔'' (روئیداد مقدمہ بہاولپور ص۲۵)

اسی طرح مخدوم العلماء والصلحاء حضرت خواجہ خان محمد صاحب نقشبندی امیر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ملتان نے اپنی تحریر میں اس مقدمہ میں پیروی کے لئے عوام وخواص کی جانب سے علمائے دیوبند کو منتخب کئے جانے پر روشنی ڈالی ہے۔ حضرت فرماتے ہیں: ''لیکن اس مقدمہ کی پیروی اور امت محمدیہ کی طرف سے نمائندگی کے لئے سب کی نگاہ انتخاب دارالعلوم دیوبند کے فرزند شیخ الاسلام مولانا محمد انور شاہ کشمیری پر پڑی۔ مولانا غلام محمد کی دعوت پر اپنے تمام تر پروگرام منسوخ کر کے مولانا محمد انور شاہ کشمیری بہاولپور تشریف لائے۔ ان کے تشریف لانے سے پورے ہندوستان کی توجہ اس مقدمہ کی طرف مبذول ہوگئی۔ بہاولپور میں علم کی موسم بہار شروع ہوگئی۔ اس سے مرزائیت کو بڑی پریشانی لاحق ہوئی۔ انہوں نے بھی ان حضرات علماء کی آئینی گرفت اور احتسابی شکنجہ سے بچنے کے لئے ہزاروں جتن کئے۔ مولانا غلام محمد گھوٹوی، مولانا محمد حسین کولوتارڑوی، مولانا مفتی محمد شفیع، مولانا مرتضیٰ حسن چاندپوری،

مولانا نجم الدین، مولانا ابوالوفاء شاہجہانپوری اور مولانا محمد انور شاہ کشمیری کے ایمان افروز اور باطل شکن بیانات ہوئے۔ مرزائیت بوکھلا اٹھی۔ ان دنوں مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری پر اللہ رب العزت کے جلال اور حضور سرور کائنات ﷺ کے جمال کا خاص پرتو تھا۔ وہ جلال و جمال کا حسین امتزاج تھے۔ جمال میں آ کر قرآن وسنت کے دلائل دیتے تو عدالت کے در و دیوار جھوم اٹھتے اور جلال میں آ کر مرزائیت کو للکارتے تو کفر کے ایوانوں پر زلزلہ طاری ہو جاتا۔ مولانا ابوالوفاء شاہجہانپوری نے اس مقدمہ میں مختار مدعیہ (مرحومہ عائشہ بنت مولانا الٰہی بخش) کے طور پر کام کیا۔'' (روئیداد مقدمہ ص ۳۱)

''عدالت عظمیٰ ریاست بہاول پور سے مقدمے کی واپسی پر جب ازسرنو تحقیقات شروع ہوئی تو مسماۃ غلام عائشہ کی جانب سے مختلف اوقات میں مختلف اکابرین نے بطور مدعیہ پیروی مقدمہ کی۔ ۱۹۳۳ء میں جب فریق ثانی کی شہادت شروع ہوئی تو ہندوستان کے شہرۂ آفاق رئیس المتکلمین حضرت مولانا ابوالوفاء صاحب بطور خاص دیوبند سے بہاول پور تشریف لائے۔ آپ کو فن مناظرہ میں ید طولیٰ حاصل تھا۔ آپ نے بحیثیت مختار مدعیہ تین برس عدالت میں پیروی مقدمہ فرمائی۔'' (از ادارہ ۱۲۵۳)

نمونے کی ان سطروں میں مستند اور معتبر اکابر علمائے امت نے ''شہرۂ آفاق، رئیس المتکلمین'' وغیرہ جن وقیع الفاظ میں آپ کا ذکر خیر کیا ہے اس سے آپ کا علمی مقام اور آپ کی بلند پایہ خدمات کا اندازہ لگانا قارئین کے لئے اب مشکل نہیں ہوگا۔

۷ / فروری ۱۹۳۵ء میں جج محمد اکبر صاحب نے اس مقدمہ کا فیصلہ مسلمانوں کے حق میں سنایا۔

حضرت مولانا کو اپنے وطن سے ہزاروں کلومیٹر دور موجودہ پاکستان میں ملتان کے قریب بہاول پور میں قائم اس مقدمے سے کس قدر گہرا لگاؤ تھا اور آپ نے اس کے لئے کیا کیا قربانیاں دی ہیں؟ اس کے بھی بڑے گہرے نقوش تاریخ نے اپنے سینوں میں محفوظ رکھے ہیں۔ اگر قارئین مضمون اکتاہٹ نہ محسوس کریں تو ایک تاریخی دستاویز اس قربانی سے متعلق بھی پیش کرتا چلوں۔ جس میں آپ دیکھیں گے کہ مقدمہ کے دوران حضرت مولانا مدرسہ قومیہ شاہجہانپور کے صدر المدرسین تھے اور ادارے کا پورا نظم ونسق سال بھر کے لئے مالیہ کی فراہمی وغیرہ امور حضرت پر ہی موقوف تھے۔ لیکن جیسے ہی اس مقدمے میں حضرت والا کی ضرورت محسوس کی گئی، بلاتوقف میدان عمل میں آپ نے اپنی پوری توانائی جھونک دی۔ بلکہ مدرسہ کو بھی ماتحتوں کے حوالے کر کے کس استغنائی کیفیت سے مقدمے کی پیروی میں مشغول رہے۔ اس کا پتہ حسب ذیل اشتہار سے لگایئے جو سہ روزہ الجمعیۃ دہلی میں شائع کیا گیا ہے۔

چونکہ اہل نظر اس اشتہار کے مشمولات سے بہت کچھ نتائج اخذ کر سکتے ہیں۔ اس لئے راقم سطور اشتہار کو من وعن نقل کر کے اس پر کسی تبصرہ سے گریز کرتا ہے۔ البتہ اس جانب ضرور توجہ دلانا چاہتا ہے کہ یہ اشتہار مشہور زمانہ درسگاہ جامعہ عباسیہ بہاول پور کے شیخ الجامعہ حضرت مولانا غلام محمد گھوٹوی جیسی نابغۂ روزگار علمی ہستی کی جانب سے ہے، جنہوں نے مقدمہ میں حضرت مولانا ابوالوفاء کی مصروفیات کے پیش نظر کہ کہیں موصوف کے مدرسہ کو نقصان نہ پہنچ جائے، مدرسہ کی اعانت کے لئے از خود اشتہار شائع فرمایا ہے۔ بلکہ اپنے جملہ متعلقین کو بھی اس کے شائع کرنے کا پابند بناتے نظر آرہے ہیں۔ تحفظ ختم نبوت کی تاریخ میں اپنی نوعیت کا یہ انوکھا اشتہار بلاشبہ تحفظ ختم نبوت کے خدام کے لئے ایک تاریخی دستاویز ہے اور قربان جایئے کہ تحفظ ختم نبوت کی خدمت میں کیا قابل صد رشک نصیبہ پایا۔ حضرت مولانا ابوالوفاء نے اور تحفظ ختم نبوت کی خدمت لینے میں کیا قابل صد فخر قدردانی کا حق ادا کیا۔ حضرت شیخ الجامعہ نے کہ اپنے مابعد والوں کے لئے ایک سبق آموز تاریخی مثال قائم کر گئے۔ باری تعالیٰ ان مخلصین پر رحمت برسائے اور اپنے کرم سے ہم

خوردوں کو بھی اپنے اکابر کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔

نظر من در دو جہان باعزت و تمکین باد ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

اب ملاحظہ فرمایئے اشتہار:

مدرسہ قیومیہ شاہ جہان پور ...... مسلمانوں کی خدمت میں ایک اپیل

’’مدرسہ قیومیہ اگرچہ ہم سے تقریباً ایک ہزار میل پر واقع ہے۔ مگر اس کے فیوض سے پنجاب بھی بہت کچھ مستفیض ہے۔ اس مدرسہ کی مذہبی، تعلیمی و تبلیغی خدمات اور باطل کے استیصال اور اہل حق کی تائید میں مساعی غالباً ہندوستان و پنجاب کے کسی حصہ میں مخفی نہیں۔‘‘

مشہور تاریخی مقدمہ بہاول پور میں جو مرزائیوں اور مسلمانوں کے درمیان معرکۃ الآراء چل رہا ہے اس میں علاوہ دیگر اکابرین علماء ہند کے حضرت مولانا ابوالوفاء صاحب نعمانی صدر مدرس و پرنسپل مدرسہ قیومیہ بالخصوص قابل ذکر ہیں جو ایک سال سے تقریباً اس مقدمہ میں اپنی بے لوث خدمات سے تمام مسلمانان ہند و علماء کرام کی نیابت کا فرض باحسن وجوہ ادا کر رہے ہیں اور اکتوبر سے تو مسلسل ہر ماہ کا بڑا حصہ یہیں اسی سلسلے میں گزرا۔ آپ کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ مرد خدا علم دین و قانون کی دونوں خدمتیں بیک وقت حسبۃ للہ ادا کر رہے ہیں۔ آپ کے ساتھ بطور معین ناظم مدرسہ قیومیہ مولانا محمد قاسم صاحب بھی ہیں۔

بانی مدرسہ کے انتقال کے بعد اس مدرسہ کی آمدنی کا دارومدار حضرات اہل خیر رنگون و برہماں (موجودہ برما Myanmar) کی اعانت پر تھا جو رمضان میں ناظم مدرسہ خود جا کر لے آتے تھے یا کبھی کچھ اعانت باشندگان مصوری نے کر دی ہے۔ اس کے سواء کوئی مستقل چندہ نہیں۔ چونکہ اس مرتبہ یہ حضرات اس اسلامی خدمت اور سید المرسلین خاتم النّبیین ﷺ کی حفاظت ناموس میں سرگرم ہیں اور غالباً اس کے واسطے کوئی بھی سعی نہیں کر سکتے۔ پس میں حضور سرکار دو عالم ﷺ کے شیدائیوں اور تمام اہل خیر باشندگان پنجاب و ہندوستان خصوصاً حضرات رنگون سے پرزور حسبۃ للہ اپیل کرتا ہوں کہ اس کی اہمیت کا خیال فرماتے ہوئے اس کی طرف دست اعانت دراز فرمائیں اور اسی بابرکت ماہ میں اس کی اس قدر اعانت فرمائیں کہ اگلے سال یہ چشمہ علم و عمل چلتا رہے اور دشمنوں کی شماتت کا موقع نہ ملے۔ دیگر جرائد اسلامیان ہند اور برہما خصوصاً اخبار ’’شیر رنگون‘‘ سے عرض ہے کہ اسے شائع فرمائیں اور اپنے نوٹ بھی اس کے متعلق لکھ کر اسلامیان ہند اور علماء کرام پر احسان فرمائیں۔

نوٹ: ترسیل زر بنام حاجی صدیق احمد سائیکل مرچنٹ شاہجہانپور مہتمم مالیات مدرسہ قیومیہ ہونی چاہئے۔

غلام محمد گھوٹوی شیخ الجامعہ بہاول پور

(سہ روزہ الجمعیۃ دہلی ج ۱۹ ش ا ص ۸، یوم دوشنبہ ۱۴ رمضان المبارک ۱۳۵۲ھ، مطابق یکم جنوری ۱۹۳۴ء، محفوظات مرکز التراث الاسلامی نمبر ۱۹۳۴-۱۷)

دارالعلوم دیوبند میں بحیثیت مبلغ تقرر

دارالعلوم دیوبند کے محافظ خانہ سے موصولہ دستاویزات کے مطابق دارالعلوم دیوبند میں جب مستقل طور پر شعبۂ تبلیغ کا قیام عمل میں لایا گیا تو باضابطہ پہلے آپ سے دیوبند میں اس خدمت کے لئے تشریف آوری کی رائے معلوم کی گئی۔ جب آپ دیوبند میں قیام پذیر رہنے پر آمادہ ہوئے تو پھر آپ ہی کو اس شعبہ کا مبلغ اور ناظم بنایا گیا۔ واضح رہے کہ اس سے پہلے بھی مبلغین کا تقرر ہوا کرتا تھا۔ لیکن ان کی

تبلیغ مساعی کا نظام شعبۂ تنظیم وترقی کے ماتحت ہوتا تھا۔ ملک میں اسلامی عقائد وتعلیمات اور مسلک دیوبند کی توسیع واشاعت کے لئے دارالعلوم دیوبند کے ارباب حل وعقد نے جب ضرورت محسوس کی تو شعبۂ تبلیغ کو مستقل طور پر قائم کر کے کثیر تعداد میں ذی استعداد اور فن مناظرہ وغیرہ میں مہارت رکھنے والے علماء کا بحیثیت مبلغ تقرر کرنے کا فیصلہ کیا۔ چنانچہ اس خدمت میں وسعت دینے کے لئے باضابطہ دارالعلوم دیوبند نے حضرت مولانا ابوالوفاء شاہجہانپوری سے رابطہ کیا اور حضرت حکیم الاسلام قاری محمد طیب مہتمم دارالعلوم دیوبند کے حکم نامہ کے مطابق ۳/ذیقعدہ ۱۳۶۰ھ مطابق ۲۲/نومبر ۱۹۴۱ء میں موصوف کا بحیثیت مبلغ وناظم شعبۂ تبلیغ تقرر عمل میں آیا۔

دارالعلوم دیوبند میں موصوف کے تقرر کے موقع پر دفتر اہتمام سے جو فرائض تفویض کئے گئے ان کی تصویب وتائید بحیثیت صدر مہتمم حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی اور بحیثیت صدر المدرسین حضرت مولانا حسین احمد مدنی نے بھی فرمائی۔ تقرر نامے پر ان دونوں اکابر کی دستی تائیدات ثبت ہیں۔ نیز اسی موقع سے ان اکابر نے شعبۂ تبلیغ دارالعلوم دیوبند اور حضرات مبلغین کے لئے ۱۸/اصول وضع فرمائے تاکہ اس شعبہ کی افادیت وکارکردگی کو مثالی بنایا جاسکے۔

دارالعلوم دیوبند کی مطبوعہ روئیداد سالانہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی نگرانی میں چار علماء کرام بحیثیت مبلغ دارالعلوم میں خدمات انجام دیتے رہے۔ (۱) مولانا ابوالوفاء مبلغ وناظم شعبہ کی حیثیت سے، (۲) جناب مولانا عبدالجبار ابوہری مبلغ، (۳) مولانا عتیق الرحمٰن آروی معین مبلغ، (۴) مولانا شاہ علی بستوی سفیر ومبلغ کی حیثیت سے خالص تبلیغی اسفار پر مامور تھے۔

ان اکابر کی خدمات کے سلسلہ میں مطبوعہ روئیداد سالانہ میں اختصار کے ساتھ دفتر اہتمام دارالعلوم سے جو رپورٹ درج ہے وہ حسب ذیل ہے۔ ”تبلیغ خدمات کو زیادہ وسیع اور منظّم کرنے کے لئے اس سال شعبۂ تبلیغ کو ایک مستقل ناظم کے ماتحت کر دیا گیا ہے اور مولانا ابوالوفاء شاہجہانپوری کی خدمات اس شعبہ کو کامیاب بنانے کے لئے بعہدۂ ناظم حاصل کر لی گئی ہیں۔ مولانا عبدالجبار ابوہری کی خدمات بھی اسی سال شعبۂ تبلیغ کو حاصل ہوئی ہیں۔ اس سال حضرات مبلغین نے ملک کے مختلف حصوں میں تقریباً دوسو (۲۰۰) تقریریں کیں اور اپنے مواعظ میں اعمال صالحہ کی ترغیب دی۔ افعال قبیحہ سے مجتنب رہنے کی ہدایت کی اور مذاہب باطلہ کا رد کیا۔“

(روئیداد سالانہ دارالعلوم دیوبند ص۷، بابت ۱۳۶۰ھ بمطابق ۱۹۴۱ء، ۱۹۴۲ء)

اس کے بعد اگلے سال کی کارکردگی سے متعلق مرقوم ہے کہ: ”۱۳۶۱ھ، مطابق ۱۹۴۲ء میں دارالعلوم دیوبند کے چار لائق مبلغوں نے ناظم شعبۂ تبلیغ کی رہنمائی میں اور نگرانی میں وسیع پیمانے پر تبلیغی خدمات انجام دیں۔ ایک سال کی مختصر مدت میں ان حضرات نے (۴۶۷) مقامات کا سفر کر کے (۶۲۲) تقریریں کیں اور اپنے مواعظ میں اعمال صالحہ کی ترغیب دی۔ افعال قبیحہ سے مجتنب رہنے کی ہدایت کی اور مذاہب باطلہ کا رد کیا۔ الحمدللہ! کہ ان کی تبلیغی سرگرمیاں بہت نتیجہ خیز رہیں اور عام مسلمانوں کی اصلاح کے علاوہ چار غیر مسلم مشرف باسلام ہوئے۔ الحمد للہ علیٰ ذالک!“ (روئیداد سالانہ دارالعلوم دیوبند ص۷، بابت ۱۳۶۱ھ بمطابق ۱۹۴۲ء)

بلاشبہ روئیداد مختصر ہے لیکن اس بات کا پختہ ثبوت ہے کہ دارالعلوم دیوبند کے شعبۂ تبلیغ کی قابل قدر افادیت تھی اور اس کے کارہائے نمایاں سے عوام وخواص سبھی کو زبردست فائدہ پہنچ رہا تھا۔ یہ حضرات مبلغین، اصلاحی وتربیتی بیانات کے ساتھ ساتھ ملک کے طول وعرض میں باطل فرقوں کے ردوتعاقب میں بھی بھرپور سرگرم عمل رہا کرتے تھے اور ان میں حضرت مولانا ابوالوفاء کا ایک نمایاں مقام تھا۔

حضرت مولانا کی ایک دستی تحریر شعبۂ تبلیغ کے مراسلہ نمبر ۹۴۸، مجریہ ۲۱/ذیقعدہ ۱۳۶۱ھ، مطابق ۳۰/نومبر ۱۹۴۲ء سے معلوم ہوتا ہے کہ دارالعلوم دیوبند میں حضرت مولانا ابوالوفاء کا قیام کسی وجہ سے زیادہ دنوں نہ رہ سکا۔ سال بھر کے بعد یہ عارضی تقرر آگے نہ بڑھا اور آپ اپنے وطن واپس ہوگئے۔ حضرت مولانا کی دستی تحریر اور اس پر دفتر اہتمام کی کارروائی کے بعد کی صورتحال ادھر تحریر راقم سطور کو دستیاب نہیں ہوسکی ہے۔ ان شاء اللہ! دستیاب ہونے پر اس کا اضافہ کر دیا جائے گا۔

وعظ وخطابت کے میدان میں

اس گوہر یکتا میں خالق کائنات اللہ رب العزت نے علمی اور عملی وقار واعتبار کے ساتھ ایک خاص قسم کی استغنائی صفت بھی ودیعت کر رکھی تھی۔ باوجود اس کے کہ آپ کو وعظ وخطابت سے ایک خاص شغف تھا اور اسی خدمت کو اپنے لئے ذریعہ نجات سمجھ کر اس سے وابستہ رہتے تھے۔ اپنے فکر وفن میں حد درجہ خلوص وللّٰہیت کا اثر اس قدر غالب تھا کہ تدریسی خدمات وماحولیات میں مدارج علیاء طے کرنے اور مناصب جلیلہ پر فائز ہونے کے شوق سے کوسوں دور رہتے تھے۔ چنانچہ عوام وخواص میں آپ کی تبلیغی مساعی اور ان کی افادیت کا نہ صرف یہ کہ زمانہ معترف ہے بلکہ آج بھی اہل علم اور علمائے ربانی، دل کی گہرائیوں سے آپ کو خراج عقیدت ومحبت پیش کرتے ہیں۔ شدھی سنگھٹن کی ارتدادی تحریک میں مخالفین کو دلائل وبراہین سے قائل کرنا، قادیانیت جیسے زہریلے فتنے سے زندگی بھر نبرد آزماں رہنا اور نبی پاک ﷺ کے عشق ومحبت میں بے لوث تحفظ ختم نبوت کی خدمات سے وابستگی، بدعات وخرافات سے ملت اسلامیہ کو بچانا اور سنت نبوی ﷺ پر عمل رہنے کی اعلانیہ دعوت وتلقین، باطل کی خرمن گاہوں پر اسلامی دلائل وبراہین کی گولہ باری، مسلک اہل السنۃ والجماعۃ مکتب فکر دیوبند کی ترویج واشاعت اور نت نئے درپیش ملکی وملی مسائل میں اکابر علمائے دیوبند کے مشن سے والہانہ وابستگی وغیرہ خدمات کے باب میں آپ کی جو نمایاں مساعی جمیلہ ہیں وہ ایک مستقل باب کی حیثیت سے ایک مستقل کتاب کی متقاضی ہیں جس کے ثبوت وشواہد تحریری اور زبانی آج بھی دستیاب ہیں۔ لیکن مضمون کی طوالت کے خوف سے راقم سطور ان سے یہاں صرف نظر کرنے پر مجبور ہے۔

فرق ہائے باطلہ سے حق بات منوانے کے لئے فن مناظرہ میں خداداد صلاحیت رکھنے کے ساتھ ساتھ حضرت مولانا کو اللہ تعالیٰ نے مقبول ومفید انداز بیان سے بھی خوب خوب نوازا تھا اور سیرت نبوی ﷺ اور معراج النبی ﷺ کے موضوع پر بیان کرنے کا خاص ملکہ حاصل تھا اور آپ کا شمار ہندوستان کے چوٹی کے مقررین میں ہوتا تھا۔ جوانی کے زمانے میں آپ کے وعظ میں گھن گرج کا پہلو غالب رہتا اور مجال کیا، جو کسی سے مرعوب ہوں۔ آپ کے بیانات کے سامعین کا تأثر یہ ہے کہ آپ کے لب ولہجہ میں شاہجہانپوری اور سیتاپوری لہجے کا غالب عنصر تھا۔ لیکن سلاست وروانی اور برجستگی، جملوں کی ادائیگی میں صفائی اور جذب اس قدر ہوتا تھا کہ عمر کے اخیر حصے میں بھی آپ کا بیان کسی بھی خطہ اور کسی بھی علاقہ کے علمائے وقت بھی بڑی دلچسپی سے سنتے اور آپ کے علمی عرق ریزیوں سے استفادہ کرتے تھے۔ جب آپ کرسی خطابت پر جلوہ افروز ہوتے تو بحر ذخار کی طرح بغیر کسی تلاطم کے بے تکلف کئی کئی گھنٹے انتہائی شستہ انداز میں تقریر کرتے چلے جاتے۔ انتہائی پروقار سماں ہوتا جس میں سامعین محو حیرت آپ کو دیکھتے رہتے۔ یہ وہ دور تھا جس میں خطیب زمانہ امیر شریعت حضرت مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری، حکیم الاسلام قاری محمد طیب، سحبان الہند حضرت مولانا احمد سعید دہلوی جیسے حضرات موجود تھے۔ مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ شاہجہانپوری ثم دہلوی کا بیان بھی واعظانہ انداز میں سیرت النبی ﷺ پر ہی ہوتا

تھا۔اسی لئے پورے ملک میں آپ کی یکساں مقبولیت تھی اور آپ کی شرکت جلسوں کی کامیابی کی ضمانت سمجھی جاتی تھی۔آپ کے برادر نسبتی حضرت مولانا محمد قاسم بھی آپ کے نقش قدم پر سیرت النبی ﷺ کے بلند پایہ خطیب مانے جاتے تھے۔

اکابر علمائے دیوبند کی طرح آپ نے بھی ہندوستان کی آزادی میں نمایاں اور سرفروشانہ کردار ادا کیا۔حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی اور دیگر اکابر کے شانہ بشانہ ہندوستان کو آزاد کرانے میں آپ کی بڑی قربانیاں ہیں۔جمعیۃ علماء ہند سے بھی گہری وابستگی رہی اور جمعیۃ کے پلیٹ فارم سے آپ کی خدمات کا ایک طویل باب ہے۔

۱۹۴۸ء کا سال غیر منقسم ہندوستان کے لئے اپنے اندر کیا کیا بلا خیز داستانیں رکھتا ہے۔اس سے تقریباً سبھی لوگ واقف ہوں گے۔ان حالات میں ممبئی میں زیر صدارت شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی جمعیۃ علمائے ہند کا پندرھواں اجلاس عام منعقد ہوا،جس میں ملک وملت کے مسائل کو لے کر جو تجاویز پاس ہوئیں ان کو روبہ عمل لانے کے لئے جن بالغ نظر اور موضوع پر دسترس رکھنے والے اہل علم کی باضابطہ ایک کمیٹی تشکیل دی گئی تھی،ان میں نمایاں نام حضرت مولانا ابوالوفاء شاہجہانپوری کا بھی ملتا ہے۔ملاحظہ کیجئے اجلاس عام کی تجویز نمبر ا اور اراکین کمیٹی کے اسماء گرامی۔

’’جمعیۃ علماء ہند کا یہ اجلاس مرکزی وصوبائی حکومتوں کی ان کوششوں کو بنظر استحسان دیکھتا ہے جو تعلیم کو عام کرنے کے لئے کی جارہی ہیں۔لیکن یہ اجلاس اس حقیقت کی طرف توجہ دلانا ضروری سمجھتا ہے کہ مسلمانوں کے لئے دینی تعلیم ضروری ہے۔اس لئے یہ بھی ضروری ہے کہ ابتدائی تعلیم کی تعمیم کے لئے جو بھی تدبیریں اختیار کی جائیں ان میں اس امر کا لحاظ رکھا جائے کہ مسلمان طلباء کے لئے ساتھ ہی ساتھ دینی تعلیم کے حصول کے مواقع باقی رہیں اور دینی تعلیم میں کوئی رکاوٹ نہ پیدا ہو جائے۔اجلاس ہذا مندرجہ ذیل حضرات کی ایک کمیٹی منتخب کرتا ہے تاکہ وہ ذمہ دار اور متعلقہ ارکان حکومت سے اس مقصد کے لئے ضروری تبادلۂ خیال کر کے مناسب صورتیں اختیار کریں۔‘‘

ارکان کمیٹی کے نام حسب ذیل ہیں: (۱) مولانا عبدالحلیم صدیقی، (۲) مولانا مفتی عتیق الرحمٰن، (۳) مولانا شفیق الرحمٰن قدوائی، (۴) مولانا ابوالوفاء شاہجہانپوری، (۵) مولانا بشیر احمد کھٹوری، (۶) مولانا محمد میاں ناظم جمعیۃ علمائے ہند۔

(دستاویزات مرکزی اجلاس ہائے عام ۱۹۴۸ء تا ۲۰۰۳ء ص ۳۹)

جمعیۃ علماء سے حضرت موصوف کی طویل عرصہ تک وابستگی اور متعلقہ خدمات کا شمار ایک مستقل باب کا متقاضی ہے۔اس کے لئے زیر قلم مضمون میں زیادہ جگہ لینے کی گنجائش اس لئے نہیں کہ اختصار در اختصار سے اس عنوان کا حق ادا نہیں ہوسکتا تاہم مذکورہ اقتباس سے یہ اندازہ لگانا کسی کے لئے مشکل نہیں رہا کہ ملک وملت کے اس متحدہ ومتفقہ پلیٹ فارم سے آپ کی خدمات نہایت مقبول ولائق صد تحسین رہی ہیں۔بلکہ اپنی عمر عزیز کا بڑا قیمتی وقت آپ نے اس تنظیم کی آبیاری میں کھپایا ہے۔

شاہجہانپور کے علماء کی تاریخ ’’سرزمین شاہجہانپور کے علمائے فحول‘‘ میں مصنف نے لکھا ہے۔نیز اس کی تائید آپ کے پوتے جناب ضمیر احمد صاحب نے بھی کی ہے کہ جب حکومت ہند نے تحریکات آزادی کے سلسلہ میں آپ کی خدمات کو سراہتے ہوئے وظیفہ کی پیشکش کی تو مولانا مرحوم نے دوٹوک اور بڑا انوکھا جواب اس وقت کی وزیر اعظم ’’اندرا گاندھی‘‘ کو دیا کہ میں نے تیرے لئے کچھ نہیں کیا جو کچھ کیا اپنی قوم اور اپنے ملک کے لئے کیا ہے تو اس کا صلہ میں تم سے نہیں چاہتا۔

فرق ہائے باطلہ کے رد وتعاقب میں انجمن اظہار حق کا قیام

دور تحریک خلافت کے ختم ہوتے ہی برصغیر میں کفر وارتداد کی آگ ایک دم بھڑک اٹھی جس سے کوئی شہر، قصبہ اور قریہ محفوظ نہ رہ سکا۔ چنانچہ شہر شاہجہانپور کے اطراف میں بھی ارتدادی تحریکوں کی ریشہ دوانیاں ہونے لگیں اور یہاں طرفہ یہ تھا کہ علاوہ بیرونی حملوں کے اندرونی حملوں نے مسلمانوں کا ایمان مزید خطرہ میں ڈال دیا۔ غیر مسلم قوتوں سے شہ پا کر قادیانی جماعت نے بھی اپنے ارتدادی مشن کا مستقل جال بچھانے میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ دیکھتے ہی دیکھتے فضاء کچھ ایسی بننے لگی کہ جس سے خیال ہونے لگا کہ تھوڑے ہی عرصہ میں شاہجہانپور اور اس کے اطراف میں قادیانی ہی قادیانی نظر آئیں گے۔ شاہجہانپور میں اس وقت تک ارتدادی تحریکات اور بالخصوص قادیانی فتنہ کے سد باب کے لئے کوئی مستقل انجمن موجود نہیں تھی۔ کچھ علماء اور مخلص کارکنان حسن اتفاق سے جمع ہوگئے، جنہوں نے دفاع اسلام کی متواتر اور کامیاب کوششیں کیں جن سے شہر واطراف شہر میں آریہ سماجی اور قادیانیت کا فتنہ کچھ کم ہونے لگا۔ ان علماء کے اخلاص اور حسن کارکردگی کو دیکھ کر اللہ کے بعض مخصوص بندوں نے شیرازہ کو منظم کرنے کی سعی کی اور سب کو جوڑ کر ایک انجمن کی بنیاد رکھی گئی جو آج ''اصلاح المسلمین'' کے مبارک نام سے متعارف ہے۔ مگر اس وقت اس انجمن کا نام ''انجمن اظہار حق'' تھا۔

انجمن کے عظیم کارناموں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ماہ رمضان ۱۳۴۵ھ، مطابق مارچ ۱۹۲۷ء میں جب جلال آباد کے اطراف موہن پور وغیرہ میں شدھی تحریک کا زور ہوا اور مسلمانوں کی غفلت کے سبب زبردست ارتداد کا سیلاب آیا تو ''انجمن اظہار حق'' نے اپنے کارکنان میں سے چار علماء کو جو تعطیل رمضان کے باعث اپنے وطن میں تھے دور دراز سے بلا کر ارتداد زدہ علاقوں میں روانہ کئے۔ ماشاء اللہ! ان حضرات کی مساعی کامیاب رہیں۔ یوں سمجھئے کہ ہزاروں مسلمانوں کا ایمان بچ گیا۔ انجمن کے فرستادہ مخصوص علماء نے شہر کے اور اس کے اطراف نیز جلال آباد، پوایاں، تلہر وغیرہ میں تبلیغ ووعظ کے واسطے چھوٹے چھوٹے دورے کئے جس سے بہت نفع پہنچا۔

''رنگیلا رسول'' کے مقدمہ کے دوران حضرت مولانا ابوالوفاء کے شہر شاہجہانپور اور تحصیل پوایاں، تلہر، جلال آباد وغیرہ کی اکثر مساجد میں تقریریں ہوا کرتی تھیں۔ آپ نے بیانات کے ذریعہ مسلمانوں میں صحیح جذبات پیدا کر کے ان کے اقتصادی حالات درست کرانے میں بڑا کردار ادا کیا۔ اس دوران آپ کے دست حق پرست پر بہت سے غیر مسلم حلقہ بگوش اسلام ہوئے جن کے نام برابر اخبارات میں شائع ہوتے رہے اور بعضوں کو اپنے مصارف سے چھوٹی چھوٹی تجارت، پان وغیرہ کی دکان کا بھی انتظام کرا دیا۔

(خلاصہ دو سالہ روئیداد انجمن اصلاح المسلمین شاہجہانپور مؤرخہ ۱۲؍اگست ۱۹۲۸ء)

یہی وہ خوش نصیب انجمن ہے جس کا نام ''انجمن'' تھا۔ لیکن کام تمام کا تمام تحفظ ختم نبوت کا تھا۔ اس انجمن نے شاہجہانپور میں قادیانیوں سے مقابلہ، مباحثہ اور ان کے خلاف سینہ سپر رہنا اپنے مقاصد اصلیہ میں شامل کر رکھا تھا۔ بڑے بڑے علماء کو اس موضوع پر خطاب کی دعوت دیتے۔ محلّہ تارین بہادر گنج میں مناظر اسلام محدث کبیر مولانا بدر عالم میرٹھی جیسے اکابر کے معرکۃ الآراء خطابات اس کی نگرانی میں ہوئے۔ اسی طرح نوری مسجد محلّہ تارین ٹکلی کے متعلق قادیانیوں کی جانب سے دائر کردہ مشہور مقدمہ کی پیروی اسی انجمن کے عہدہ داروں نے شروع کی اور اس میں کامیابی کا ایسا ریکارڈ قائم کیا کہ جسے زمانہ کبھی فراموش نہیں کر سکتا۔ اس فتح نے شاہجہانپور سے قادیانی فتنہ کا خاتمہ کر دیا۔ بحمد اللہ! اس کا ریکارڈ ''مرکز التراث الاسلامی دیوبند'' کے پاس محفوظ ہے۔ اس مقدمہ کی تفصیلی روئیداد کے

لئے ملاحظہ فرمائیے: ’’تحفظ ختم نبوت کے مثالی سپوت متکلم اسلام حضرت مفتی عبدالغنی پٹیالوی ثم شاہجہانپوری‘‘ مطبوعہ مرکز التراث الاسلامی دیوبند اور ’’انکشاف حقیقت‘‘ مرتبہ جناب مولانا اکرام اللہ قاسمی صاحب مطبوعہ شاہجہانپور۔

مضمون کی طوالت کا احساس راقم سطور کو ستائے جارہا ہے۔ لیکن میدان قلم کے باذوق احباب جانتے ہیں کہ ثبوت وشواہد کی زبان اپنے اندر الگ ہی ایک چاشنی اور جذب رکھتی ہے۔ علاوہ ازیں چونکہ مذکورہ انجمن کی مطبوعہ روئیداد تاریخی دستاویز کی حیثیت اختیار کر چکی ہے اور اس میں تحفظ ختم نبوت ورد قادیانیت سے متعلق کئی تاریخی خدمات کے ثبوت وشواہد بھی پوشیدہ ہیں۔ اس مناسب سے وقت کا تقاضا یہ ہے کہ محض خلاصہ لکھنے پر اکتفاء نہ کر کے اس کے اقتباسات سے بھی قارئین مضمون کو روشناس کرایا جائے۔ اس کا ایک بڑا فائدہ یہ بھی ہوگا کہ راقم سطور پر اگر کسی کو تاریخ کشید کرنے کا وہم وگمان ہوگا تو وہ بھی دور ہو جائے گا۔ ان فوائد کے پیش نظر ملاحظہ فرمائیے۔ روئیداد کے مرتب جناب حکیم محمد علی انصاری صاحب مرحوم کا تحریر کردہ متن موصوف لکھتے ہیں: ’’زمانہ کے حالات اور تجربات نے ہمیں بتلا دیا ہے اور طول وعرض ہند کے اندر جن تبلیغی انجمنوں نے میدان ارتداد میں کام کیا ہے ان کی روئیداد اس امر پر مشعر ہیں۔ نیز قائدین اور مبلغین عظام کی اکثریت اس امر پر متفق ہے کہ عارضی اور ہنگامی تبلیغ کے بجائے ٹھوس مستقل اور تدریجی تعلیم ہمیشہ مفید مؤثر اور کامیاب ہوتی ہے۔ کسی محل ارتداد میں کسی واعظ اور مبلغ کا پہنچ کر تقاریر اور مناظروں کا کرنا ممکن ہے کہ وقتی طور پر مفید اور کامیاب ہو اور اس وقت فوری اثرات ہمارے لئے کارآمد ہوں۔ مگر جونہی یہ اثرات رفع ہوں گے حقیقی مقاصد بھی دور ہوتے جائیں گے۔ اس کے برعکس کسی گاؤں میں ایک معلم ہم بھیجتے ہیں جو وہاں کے بچوں کو ضروریات دین سکھاتا ہے اور اوقات فرصت میں ان کے ضعفاء اور جوانوں کے اعمال واخلاق کی بھی اصلاح کرتا ہے تو وہ بیک وقت ہمارے واسطے معلم، امام، مناظر اور مولوی کا کام دیتا ہے اور بالخصوص جب کہ اس کے قول وپند، اس کے اعمال کے مطابق ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ انجمن نے اپنی توجہ دیہاتی مکاتب کی طرف زیادہ رکھی ہے۔ اب میں انجمن کی دو سال کے کاموں پر مختصر تبصرہ کرتا ہوں۔

۱...... قادیانیوں کے مقابلہ میں عظیم الشان جلسہ اور ختم نبوت وحیات مسیح جیسے اہم مباحث پر کامیاب مناظرہ جس سے کثیر تعداد ارتداد سے محفوظ رہی اور اس کی مفصل روئیداد اخبارات میں شائع ہو چکی ہیں۔

۲...... محلّہ تارین بہادر گنج میں مولانا بدر عالم صاحب میرٹھی (مناظر اسلام) کی ایک معرکۃ الآراء تقریر محاسن اسلام اور محامد سردار دو عالم ﷺ اور دیگر مقامی ضروریات پر ہوئی۔ اس کے علاوہ مختلف جلسے مختلف مساجد وغیرہ میں کئے گئے۔

۳...... مدتوں سے ایک مقدمہ محلّہ تارین ٹکلی کی مسجد کے متعلق قادیانیوں اور مسلمانوں کے درمیان تھا۔ اس کی پیروی انجمن کے عہدہ داروں نے شروع کی اور اس میں اس قدر سعی بلیغ کی جسے اہل شاہجہانپور کبھی فراموش نہیں کر سکتے اور جس کی عظیم الشان کامیابی کی مسرت اب تک مسلمانوں کے دلوں سے زائل نہیں ہوئی۔ اس فتح نے شاہجہانپور سے گویا قادیانی فتنہ کا خاتمہ کر دیا اور ایک حد تک انجمن سبکدوش ہو کر سماجی فتنہ کی روک تھام اور مسلمانوں کی عام اصلاح کی جانب یکسوئی سے متوجہ ہو سکی اور اس وقت سے نئے انتخاب میں اس کا نام اصلاح المسلمین رکھا گیا۔

۴...... اسی مقدمہ کے دوران میں ایک بیوہ کو انجمن سے بصیغہ تالیف قلوب وظیفہ دے کر ارتداد سے بچایا اور اس کے عقد کا انتظام کیا۔

۵...... گزشتہ سے سابق رمضان (۱۳۴۵ھ، مطابق جولائی ۱۹۲۶ء ناقل) کے اوّل عشرہ میں جلال آباد کے اطراف موہن پور وغیرہ میں بڑی شان سے شدھی کا پرچار ہوا اور زبردست ارتداد کا سیلاب آیا۔ انجمن نے اپنے کارکنان کو دور دراز سے بلا کر (جو تعطیلوں میں اپنے وطن میں تھے) موقعہ واردات پر چار اشخاص روانہ کئے۔ الحمدللہ! ان کی مساعی کامیاب رہیں اور ان کی اور دیگر حضرات کی کوششوں سے امید سے بہت زیادہ نفع پہنچا۔ سمجھئے کہ ہزاروں مسلمانوں کا ایمان بچ گیا۔

۶...... انجمن مخصوص کارکنوں نے شہر شاہجہانپور کے اطراف نیز جلال آباد و پوایاں وتلہر وغیرہ میں تبلیغ وتفتیش کے واسطے چھوٹے چھوٹے دورہ کئے جس سے بہت کچھ ٹھوس نفع پہنچا۔

۷...... رنگیلا رسول کے مقدمہ کے سلسلے میں شاہجہانپور کی اکثر مساجد میں تقریریں کرا کر مسلمانوں میں صحیح جذبات پیدا کر کے ان کی اقتصادی حالت درست کرائی۔ بکری کے گوشت وغیرہ کی اکثر اسلامی دوکانیں اور مسلمانوں سے خرید وفروخت کے جذبات بہت کچھ اراکین انجمن کی سعی کا نتیجہ ہیں۔

۸...... اس دوران میں بہت سے غیرمسلم حلقہ بگوش اسلام ہوئے جن کے نام برابر اخباروں میں شائع ہوتے رہے۔ بعضوں کو اپنے مصارف سے پان سگریٹ وغیرہ کی دکانیں بھی کرادیں۔

۹...... شہباز نگر میں تبلیغی حیلہ سے قادیانیوں نے قدم جمائے اور پھر مسلمانوں کو فیصلہ کن مناظرہ کا چیلنج دیا جس پر ایک کثیر تعداد کے ایمان وارتداد کا دارومدار تھا۔ انجمن نے فوراً مناظر روانہ کئے مگر قادیانیوں نے فرار کو قرار پر ترجیح دی۔ وہاں ضروری تقریریں کر کے واپس آئے اور یوں بہت مسلمانوں کے ایمان سلامت رہے۔

۱۰...... جمعیۃ تبلیغ الاسلام صوبہ کی ایک درخواست پر نومسلموں کی تعلیم کے واسطے قیمت چرم قربانی سے ایک کافی رقم روانہ کی۔

۱۱...... اہل قرآن نے بذریعہ اخبارات ورسائل شاہجہانپور میں پروپیگنڈا شروع کیا تھا۔ اس کی مقامی اخبارات میں تردید کی اور اس سے مسلمانوں کو خبردار کر دیا۔

۱۲...... مخالفین ومتردین سے تبادلہ خیال کے واسطے انجمن نے برابر ایک جماعت تیار رکھی اور اس سے بہت کچھ اصلاح ہوئی۔

۱۳...... ہماری قابل ذکر خدمت یہ ہے کہ موضع نودیہ تحصیل پوایاں میں مسلمان بچوں کی تعلیم کے واسطے ایک مدرسہ جاری کیا جو اس وقت تک قائم ہے۔ اس مدرسہ میں تقریباً ۲۵ بچے تعلیم پاتے ہیں۔ اوقات تعلیم کے علاوہ مدرس صاحب وعظ ونصیحت اور مسلمانوں کی عام اصلاح میں اپنا وقت گزارتے ہیں اور گاؤں کی مسجد میں امامت بھی کرتے ہیں۔ اس مدرسہ سے ہماری بہت کچھ امیدیں وابستہ ہیں۔ خدا ان کو جلد پورا کرے۔

۱۴...... اراکین انجمن کی سعی سے موضع لودیپور میں تین آدمیوں نے قادیانیت سے توبہ کرتے ہوئے تجدید ایمان کی اور مجمع عام کے سامنے توبہ کرتے ہوئے گاؤں کی مسجد میں اس کی دستخطی تحریر لکھ دی جو اخبارات میں شائع ہو چکی ہے۔

عرض داشت

آخر میں میری گزارش جناب سے ہے کہ یہ کام جو اب تک انجمن نے کئے ہیں صرف انبار سے یکمشت ہے۔ ابھی اس کے

سامنے مقاصد اور اغراض کی کثرت ہے۔شہر میں مختلف تبلیغی و تنظیمی کاموں کے علاوہ دیہات میں مکاتب کا قیام نہایت ضروری ہے۔مگر کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ ہماری موجودہ حالت کب تک اور کس قدر کفالت کر سکے گی؟ میں آپ کے جذبات ملی وقومی سے پرزور مرافعہ کرتا ہوں کہ آپ جلد اس کی دستگیری فرمائیے۔ورنہ ہم اور آپ، سب خدا کے سامنے جواب دہ ہوں گے۔امداد کی بہتر صورت یہ ہے کہ آپ فوراً رکنیت قبول فرمائیں اور کثرت سے رکن بن جائیں۔

ہماری کفایت شعاری

ہماری کفایت شعاری اور مصارف میں احتیاط کا اندازہ اس طرح سے کیا جا سکتا ہے کہ اب تک کے دفتر کے واسطے کوئی مکان حاصل نہیں کیا گیا ہے اور ہمارے ذاتی مکانات اس کے دفتر کا کام دے رہے ہیں۔انجمن کا کوئی تنخواہ دار ملازم سوائے ایک چپڑاسی کے نہیں ہے جس کی تنخواہ صرف آٹھ روپیہ ماہوار مقرر ہے۔یہ جگہ بھی کچھ دنوں ہی سے بڑھائی گئی ہے۔ورنہ بیشتر انجمن کے ارکان تمام دفتری کام خود انجام دیتے تھے۔اگرچہ ہم امید کرتے ہیں کہ ان کو اس قدر تکلیف نہ دی جائے گی۔اب ملاحظہ فرمائیے کہ تمام سال ماسبق کا دفتری خرچ صرف اٹھارہ روپے پندرہ آنہ ہوا۔اس میں تنخواہ چپڑاسی پندرہ روپیہ سوا تین آنہ کے علاوہ دوسرے سامان خطوط کے ٹکٹ اور اجرت اعلانات وغیرہ پر خرچ ہوئے۔

انجمن کے قویٰ اور جوارح

سخت ناسپاسی ہوگی اگر میں جناب مولوی ابوالوفاء صاحب صدر مدرس قومیہ شاہجہانپور و جناب حاجی ڈاکٹر نثار احمد خان صاحب باڑوزوئی و جناب مولوی طفیل احمد صاحب باڑوزوئی و جناب مولوی محمد کفایت اللہ صاحب مدرس مدرسہ سعیدیہ شاہجہانپور اور اس قسم کے دوسرے بزرگوں کی خدمات کا تعارف نہ کراؤں۔یہ وہ دردمند مخلصین ہستیاں ہیں جنہوں نے اس انجمن کی بناء وتشکیل کے وقت سے تا ایں دم انجمن کی بڑی بڑی خدمات کی ہیں۔آئندہ شاید دوسرے کام کرنے والے بھی آئیں اور ممکن ہے کہ ان سے زیادہ کام کریں۔مگر تقدم اور (بحالت کسمپرسی) انجمن کی امداد کا تفوق صرف انہیں کو حاصل ہے۔مختصراً یہ کہ یہی حضرات بانیان انجمن ہیں اور یہی اس کو ترقی دینے والے ہیں۔(دوسالہ روئیداد انجمن اصلاح المسلمین شاہجہانپور بابت ۱۳۴۵ھ، ۱۳۴۶ھ بمطابق ۱۹۲۶ء پیش کردہ بموقع جلسہ سالانہ منعقدہ ۲۵؍صفر ۱۳۴۷ھ مطابق ۱۲؍اگست ۱۹۲۸ء ص۴، ۵، ۷، مخطوطات مرکز التراث الاسلامی دیوبند نمبر ۶۳۳ ٹی. کے. این)

یاد رہے کہ شاہجہانپور میں کچھ قبیلے افغانستان سے آئے ہوئے آباد ہیں۔اسی لئے شہر کے بعض مقامات اور مضافات میں آباد قصبات کے نام افغانی قبائل کے نام سے آج بھی موسوم ہیں۔اردو میں لکھنے کا انداز وہی سو سال پرانا ہے۔لیکن اس میں مقصد کی بہت سی تاریخ پنہاں ہے۔ان مخلصین کے کام کرنے کا انداز اور جفاکشی دیکھئے اور یہ بھی دیکھئے کہ حفاظت دین کے لئے کسی کے تعاون پر ہی منحصر نہیں بلکہ اپنے جیب خاص سے صرفہ کر کے عوام کا دین بچانے کا دیوبندی مزاج کس آب و تاب سے جھلک رہا ہے۔اپنے کام میں مخلص ہونے کا سرٹیفکیٹ ابنائے زمانہ دے رہے ہیں بلکہ شکریہ بھی ادا کر رہے ہیں۔نیز یہاں سے اس بات کا بھی ثبوت مل رہا ہے کہ ماضی میں ہمارے اکابر تحفظ ختم نبوت کی خدمت کو باضابطہ ممبری اور رکنیت پر موقوف رکھتے تھے اور ممبران ہی سے اخراجات پورے کئے جاتے تھے۔

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

حضرت مولانا ابوالوفاء صاحب کو صرف فتنۂ قادیانیت ہی نہیں بلکہ رسوم وبدعات اور لامذہبیت کے ردوتعاقب میں بھی یدطولیٰ حاصل تھا جس کو بھلایا نہیں جاسکتا۔ مضمون کی طوالت کے خوف سے اس عنوان پر تحریری مواد سے صرف نظر کرتے ہوئے چند زندہ وزبانی تأثرات سے قارئین کو روشناس کرایا جاتا ہے۔ دارالعلوم دیوبند کے متعدد اساتذہ نے بتایا کہ حضرت مولانا اگرچہ دارالعلوم دیوبند کے باضابطہ ملازم نہیں تھے لیکن ہر جگہ دارالعلوم دیوبند کے ترجمان ہی کی حیثیت سے متعارف تھے۔

چنانچہ حضرت مولانا نعمت اللہ صاحب اعظمی مدظلہ استاذ الاساتذہ دارالعلوم دیوبند نے بتایا کہ ایک دفعہ قصبہ گنگوہ میں ذہنی وفکری آوارگی میں مبتلا ہونے والے ایک فرقہ کے متأثرین سے مناظرہ کی ضرورت پڑی تو حضرت مدنی نے مولانا ابوالوفاء صاحب کو گنگوہ بھیجا اور بذات خود بھی اس مناظرے میں شریک رہے۔ راقم سطور کے استاذ محترم حضرت مولانا محمد اقبال فائق قاسمی صاحب مدظلہ مہتمم جامعہ عربیہ تاج العلوم چھپی پور گنگرائی ضلع مہراج گنج نے بتایا کہ ایک دفعہ حضرت مولانا شبیر احمد صاحب مفتاحی مہتمم جامعہ صادقیہ مہراج گنج نے اہل بدعت کے مشہور ومعروف عالم کو مناظرہ کے لئے موضع گبڑوا میں دعوت دی۔ مناظرہ کے سامعین وناظرین کی ایک بڑی تعداد قرب وجوار کے مسلم گاؤں رامپور بلڈیہا، سسواں بازار، کھیم پرا، چھپی پور گنگرائی وغیرہ سے وہاں جمع ہوگئی۔ چشم دید گواہوں کا بیان ہے کہ ترجمان اہل بدعت نے راہ فرار اختیار کرنے میں ہی اپنی عافیت سمجھی۔ جب کہ مولانا ابوالوفاء صاحب کا اگلے روز بھی اعلانیہ بیان ہوا۔ آپ کا شہرہ اس علاقہ میں آج بھی قائم ہے اور اس علاقہ کے ایک مشہور گاؤں نٹوا، متصل مہراج گنج میں آپ کے دست مبارک سے ایک وسیع وعریض مسجد کی بنیاد آپ کی یادگار ہے۔ حضرت مولانا کے قدردان اور اس مسجد کے بڑے معاونین میں موضع ''کھیم پرا'' کے جناب محمد عثمان صاحب اور جناب لیاقت علی صاحب منصوری رہے ہیں جن کا خانوادہ جناب شفاعت علی صاحب ابن لیاقت علی منصوری، جناب ماسٹر محمد اختر، رحمت علی، شمشیر علی وغیرہ پر مشتمل آج بھی شادوآباد ودینی خدمات سے وابستہ ہے۔

اسی طرح جناب مولانا محمد اسلام قاسمی صاحب مہتمم مدرسۃ الصفۃ للبنات سون پپری کا بیان ہے۔ اس علاقہ میں باطل فرقوں کی ریشہ دوانیوں سے عوام کو جب بھی بچانے کی اور مناظرے کی ضرورت محسوس ہوتی، حضرت مولانا ابوالوفاء صاحب کو دعوت دی جاتی رہی ہے اور وہ مسلک علمائے دیوبند کے ترجمان کی حیثیت سے ہمیشہ تشریف لاتے رہے ہیں۔ اسی طرح مولانا ہدایت اللہ قاسمی ناظم تنظیم رابطہ مدارس عربیہ وعلمائے ضلع مہراج گنج وصدر مدرس جامعہ عربیہ سیوانگر حیدرآباد کا باوثوق بیان ہے کہ اس وقت کے بافیض عالم دین حضرت مولانا صوفی مجیب اللہ کی دعوت پر حضرت مولانا ابوالوفاء کا مدرسہ اشرف العلوم کرتھیا اور مدرسہ بیت العلوم بیرواچندن ضلع مہراج گنج (متصل نیپال) میں بارہا آمد ہوئی ہے۔ یہ علاقہ بدعات وخرافات سے زیادہ متأثر تھا۔ لیکن حضرت ممدوح کی بار بار آمد نے اس پورے علاقے کو صحیح الفکر اسلامی عقائد ودیوبندی مسلک کا ایسا گڑھ بنادیا کہ اس کے فیوض وبرکات آج بھی دیکھے جاسکتے ہیں۔ جب کہ یہ علاقہ ہندوستان ونیپال کے درمیان بارڈر کا وہ حصہ ہے جہاں اس زمانے میں بمشکل ہی کسی عالم دین اور وہ بھی اس پایۂ کے کسی مبلغ دین کی آمد ورفت ہوتی تھی۔

دارالعلوم دیوبند کے اجلاس صد سالہ ۱۹۸۰ء کے موقع پر روزنامہ الجمعیۃ دہلی نے جو خصوصی شمارہ شائع کیا اس میں ایک مضمون نگار جناب مفتی عزیز الرحمٰن صاحب بجنوری، بعنوان ''دارالعلوم دیوبند فتنوں کے مقابلہ میں'' لکھتے ہیں: ''بریلویت کا کھل کر اور میدان میں آکر مقابلہ کرنے والے سب سے اوّل بزرگ حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری خلیفہ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی ہیں۔

انہوں نے اہل بدعت سے سب سے پہلا مناظرہ بہاول پور میں ۱۲۹۷ھ بمطابق ۱۸۸۰ء میں کیا۔ جس میں حضرت مولانا خلیل احمد کے علاوہ حضرت شیخ الہند، مولانا صدیق احمد، مولانا مراد احمد شریک تھے۔ اہل بدعت کو اس میں شکست ہوئی۔ رد بدعت میں حضرت گنگوہی کے ارشاد کے بموجب سب سے پہلی کتاب حضرت مولانا خلیل احمد نے لکھی جس کا نام ''ہدایت الرشید'' ہے۔ اس کے بعد ''المھند علی المفند'' تحریر فرمائی۔ ان کے بعد حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نے بہت کتابیں تحریر فرمائیں۔ حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی نے اس بارے میں نمایاں خدمات انجام دی ہیں۔ میلاد اکبر وغیرہ میں حلقہ دیوبند کے خلاف بریلوی حضرات نے علماء حرمین سے فتاویٰ حاصل کئے تھے۔ لیکن حضرت قدس سرہ نے اس بارے میں علماء حرمین کا بہت ذہن صاف کیا اور ایک وقت وہ آیا کہ جب بریلوی حضرات کو حرمین میں دوبارہ نماز جماعت سے ادا کرنے پر باہر نکالا گیا۔ حضرت مدنی کی کتاب ''الشہاب الثاقب'' بہت عمدہ کتاب ہے۔ ان کے علاوہ حضرت مولانا مرتضیٰ حسن چاندپوری، حضرت مولانا ابوالوفاء شاہجہانپوری، مولانا محمد یونس بگھروی نے گجرات اور مہاراشٹر کے علاقہ میں نمایاں خدمات انجام دیں ہیں۔'' (روزنامہ الجمعیۃ دہلی، دارالعلوم دیوبند نمبر مؤرخہ ۲۶؍مارچ ۱۹۸۰ء ص ۱۲۰، محفوظات مرکز التراث الاسلامی دیوبند اخبار نمبر ۱۷، موصولہ از حکیم محمد سعید سینٹرل لائبریری ہمدرد دہلی)

واضح رہے کہ مفتی عزیز الرحمٰن بجنوری کے بارے میں راقم نے دارالعلوم دیوبند کے ایک متحرک فاضل جناب مولانا محمد عرفان شیرکوٹی بجنوری سے وضاحت چاہی تو موصوف نے بتایا کہ مفتی صاحب (ولادت: ۱۹۲۵ء، وفات: ۲۰۰۴ء) قصبہ نہٹور کے رہنے والے اور حضرت مدنی کے خلفاء میں سے تھے۔ نیز بہت ساری کتابوں کے مصنف بھی رہے ہیں۔

مذکورہ بالا اقتباس میں جن اکابر شخصیات کا ذکر آ رہا ہے ان سے زمانہ متعارف ہے۔ البتہ ان کے درمیان ''مولانا محمد یونس بگھروی'' کے نام سے جو ذکر آ رہا ہے بہت کم لوگ جانتے ہوں گے کہ یہ وہی بزرگ ہیں جن کے موجودہ ''بنگلہ دیش'' میں فرقہائے باطلہ کے رد و تعاقب میں زبردست کارنامے ہیں۔ خدا معلوم آپ کے مساعی جمیلہ کی سنہری تاریخ کو وہاں کوئی جاننے اور بتانے والا ہے یا نہیں۔ جو آج بھی تاریخ کے اوراق پارینہ میں محفوظ و دستیاب ہے۔ حضرت موصوف کا وطن اصلی دیوبند سے قریب ضلع مظفرنگر (یو۔پی) میں قصبہ ''بگھرا'' ہے اور یہیں مدفون بھی ہیں۔ لیکن اشاعت دین کی لگن میں اپنے وطن سے کئی ہزار کلومیٹر دور برہمن باریہ کے علاقے میں اپنی پوری توانائی صرف کر دی اور اس کا سبب یہ بیان کیا جاتا ہے کہ آپ کو نبی پاک ﷺ کی خواب میں ایک مرتبہ زیارت نصیب ہوئی جس میں نبی ﷺ نے ''برہمن باریہ'' میں قادیانی فتنہ کی نشاندہی فرماتے ہوئے وہاں کام کرنے اور مسلمانوں کے دین و ایمان کو بچانے کی طرف توجہ دلائی تو اس غیبی بشارت پر جگہ کا نام معلوم کرتے ہوئے وہاں پہنچے اور مرزائیوں کے رد و تعاقب میں ایک تعلیمی ادارہ قائم کیا جو آج بھی جامعہ یونسیہ کے نام سے جاری ہے اور علاقے کا مرکزی ادارہ ہے۔ برہمن باریہ میں مسلمانوں کی غفلت اور خاموشی کا فائدہ اٹھا کر مرزائیوں نے پورے علاقہ کو ارتداد کی لپیٹ میں لے لیا تھا۔ لیکن تاریخ شاہد ہے کہ مولانا محمد یونس بگھراوی کی محنتوں نے اس علاقے کو فتنۂ قادیانیت سے پاک کیا۔ باری تعالیٰ تحفظ ختم نبوت کے اس موفق الخیر سپاہی کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے۔ آمین!

نعت النبی ﷺ کے میدان میں

حضرت مولانا ابوالوفاء صاحب کو باری تعالیٰ نے جن خوبیوں سے نوازا تھا، ان میں سے ایک صفت، باذوق نعت گوئی بھی

ہے جو شرعی دائرے میں رہتے ہوئے افراط وتفریط سے پاک نبی ﷺ کے شان اقدس میں ہے۔ آپ اپنا تخلص ''عارف'' رکھتے تھے۔ حضرت مولانا کو جس طرح بیان سیرت اور دیگر علوم وفنون میں ید طولی حاصل تھا اسی طرح آپ کی شاعری میں بھی پڑھنے والوں کو تمام تر شعری کیفیات وتأثرات ملیں گے۔ آپ کی تحریر کردہ نعتوں میں درست عقائد کے ساتھ رسول اکرم ﷺ کی سیرت طیبہ، آپ ﷺ کا پیغام صلح وامن، اخوت ومساوات، بلند حوصلگی، کسر نفسی، فراخ دلی اور عالی ظرفی وغیرہ خوبیوں کا بھی ثبوت ملے گا اور نبی پاک ﷺ سے حقیقی عشق ومحبت کے جلوے بھی نظر آئیں گے۔ انداز بیان کا والہانہ پن، مترنم بحریں ملیں گی۔ حضرت مولانا کا نعتیہ مجموعہ ''صدائے عارف'' کے نام سے آپ کی حیات مبارکہ میں ہی زیور طبع سے آراستہ ہو چکا تھا، جس کے مرتب آپ کے سفر وحضر کے رفیق جناب ساجد صاحب لکھنوی ہیں۔ بطور مثال حضرت کا ایک نعتیہ کلام پیش کیا جاتا ہے۔

مرضیٔ مصطفیٰ ﷺ

جسے رفعتیں بھی نہ پاسکیں وہ نبی کی رفعت تام ہے
جو زوال سے نہیں آشنا وہ انہی کا بدر تمام ہے

جو ہے رمز راز حیات کا جو ہے نغمہ ساز حیات کا
وہ نبی حق پر درود ہے وہ حبیب حق پہ سلام ہے

ہے قیام حکم وہ دیں اگر ہے قعود ان کی جو ہو رضا
بجز ان کی مرضیٔ پاک کے نہ قعود ہے نہ قیام ہے

بخدا ہے مرضیٔ مصطفیٰ جسے حق کہے ہے مری رضا
جسے وحی حق کہے خود خدا وہ انہی کا پاک کلام ہے

وہ حبیب خالق دو جہاں وہی کنہ محفل کن فکاں
وہ نبی حق وہ رسول ہے وہی انبیاء کا امام ہے

جو نگاہ لطف کرم اٹھے تو خزاں بھی موسم گل بنے
جو نظر پھرے تو یہ فصل گل بھی خزاں کا ایک پیام ہے

بخدا خدا تو نہیں ہیں وہ مگر اتنے حق سے قریب ہیں
جہاں وہم بھی نہ پہنچ سکے وہ بلند ان کا مقام ہے

کہیں حشر میں شہ انبیاء کہ کدھر ہے عارف روسیاہ
اسے لاؤ دامن عفو میں وہ ازل سے میرا غلام ہے

(صدائے عارف ص۸، مطبوعہ مکتبہ دین وادب کچا احاطہ لکھنؤ)

وفات وتدفین

علمی قلمی اور زبانی خداداد صلاحیتوں کے ذریعہ عمر بھر تبلیغ دین کا فریضہ انجام دیتے ہوئے بالآخر تحفظ ختم نبوت کے بے باک وبے لوث مجاہد ۶؍فروری ۱۹۸۰ء میں اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ لیجئے! ہم بھی پڑھیں اور آپ بھی پڑھئے: ''انا للّٰہ وانا الیہ راجعون'' بوقت انتقال تین لڑکے اور دو لڑکیاں پسماندگان میں چھوڑیں۔ آج بھی الحمدللہ! آپ کے احفاد میں دین حق سے وابستگی اور علم دین سے تعلق باقی ہے۔ زہد واتقاء کے ساتھ آپ نے بڑی خوشگوار زندگی پائی۔ اخیر عمر میں چند ماہ علیل رہے۔ اس دوران بھی علماء اور اہل علم کا ایک بڑا طبقہ ملاقاتیوں میں آپ سے رجوع کرتا رہتا تھا۔ ابھی چار سال قبل جب حضرت کے دولت کدے پر راقم سطور کو حاضری کا موقع ملا تو اسی مکان میں جس میں حضرت قیام پذیر رہے۔ اہل خاندان سے دادا محترم کی خدمات دینی کے بہت سے واقعات سننے کو ملے۔ آپ کے اقرباء میں سے مولانا رعایت علی صاحب شاہجہانپوری فاضل دارالعلوم دیوبند تقسیم ہند کے موقع پر پاکستان منتقل ہوگئے اور غالباً دارالعلوم کراچی میں وہ کامیاب استاذ رہے۔ جب کہ دو حقیقی بھائی مولانا شریف احمد قاسمی، جناب نیاز

احمد صاحب اور تین بہنیں ہندوستان میں ہی شاد و آباد رہے۔

انتقال کے بعد بہت سے مشہور زمانہ سیاسی اور غیر سیاسی، علمی و دینی شخصیات نے جنازہ میں شرکت کی۔ مکان کے سامنے ہی واقع قبرستان ''جنگلہ'' میں ۷؍فروری ۱۹۸۰ء کی عصر و مغرب کے درمیان تدفین عمل میں آئی۔ بہت سے ماہناموں اور روزناموں میں تعزیتی مضامین و پیغامات شائع ہوئے۔ ان میں سے اکابر علمائے دیوبند کی لگائی ہوئی صحافتی پود اور مستند و معتبر روزنامہ الجمعیۃ دہلی میں اسی طرح کی ایک مطبوعہ خبر درج کرنے پر اکتفاء کیا جاتا ہے۔

آفتاب علم و عمل غروب ہوگیا۔ مولانا ابوالوفاء رحلت فرماگئے

صدر محترم اور ناظم عمومی جمعیۃ علماء ہند کا اظہار تعزیت، ایصال ثواب

نئی دہلی: ۸؍فروری ہندوستان کے طول و عرض میں مسلمانوں میں یہ خبر انتہائی حزن والم کے ساتھ پڑھی جائے گی کہ ایک اور آفتاب علم و عمل غروب ہوگیا۔ یہ اندوہناک سانحہ ہے کہ طوطیٔ ہند حضرت مولانا ابوالوفاء شاہجہانپوری رحلت فرماگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون! حضرت مولانا ابوالوفاء صاحب ایک طویل عرصہ سے صاحب فراش تھے۔ بالآخر ۶؍فروری ۱۹۸۰ء کو صبح نو بج کر ۴۵ منٹ پر آپ نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ ۷؍فروری کو شاہجہانپور میں جسے آپ نے ایک عرصہ ہوا اپنا وطن بنالیا تھا۔ تدفین عمل میں آئی۔ حضرت مولانا لہرپور ضلع سیتاپور میں پیدا ہوئے تھے۔ کئی برس مدرسہ قومیہ میں استاد رہے۔ جمعیۃ علماء ہند کے کئی سال تک نائب صدر رہے۔ اخیر تک مجلس عاملہ کے رکن تھے۔ آپ نے تحریک خلافت اور جمعیۃ علماء ہند کی دیگر تحریکات میں جن میں مدح صحابہ شامل ہے حصہ لیا۔ آپ مجلس احرار سے بھی وابستہ رہے۔ آپ خطیب بے بدل تھے۔ سیرت مقدسہ پر اس زمانہ میں آپ سے بہتر تقریر کرنے والا کوئی اور نہیں تھا۔ تقریر میں اشعار بے ساختہ استعمال کرتے تھے۔ آپ کے انتقال سے علمی، دینی اور ملی صفوں میں جو خلاء پیدا ہوگیا ہے اسے مدتوں بہت شدت سے محسوس کیا جائے گا اور اس کو پورا کرنا مشکل ہوگا۔

جمعیۃ علماء ہند کے حلقوں میں حضرت مولانا کے انتقال پر انتہائی رنج و غم کا اظہار کیا گیا اور ادارہ الجمعیۃ بھی دعاگو ہے کہ اللہ رب العزت مرحوم کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقامات سے نوازے۔

(روزنامہ الجمعیۃ جلد ۲۵، شمارہ نمبر ۳۸، مؤرخہ ۲۰؍ربیع الاوّل ۱۴۰۰ھ م: ۹؍فروری ۱۹۸۰ء، محفوظات مرکز التراث الاسلامی دیوبند اخبار نمبر ۱۹۸۰ء-۱۷)

اخیر میں ممنون ہوں اپنے کرم فرما مخدوم مکرم حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب مدظلہ کا کہ حضرت نے تحفظ ختم نبوت کے ایک فقید المثال مجاہد پر کچھ لکھنے کی تحریک فرمائی اور مضمون مکمل ہونے تک برابر حوصلہ افزائی فرماتے رہے۔ نیز اسم بامسمی جناب حافظ ابرار احمد صاحب حیدرآبادی مدظلہ رکن مجلس تحفظ ختم نبوت دہلی (مقیم حال ابوظہبی) جناب مولانا اکرام اللہ صاحب قاسمی ابن حضرت مفتی کفایت اللہ ثانی و مولانا محمد عثمان صاحب شاہجہانپوری، جناب الحاج ریاض احمد صاحب منصوری، مولانا کامران احمد قاسمی ابن الحاج محمد عرفان صاحب قصبہ محمدی لکھیم پور اور مرکز التراث اسلامی دیوبند کے کارکنان جناب محمد احمد صاحب، مولانا شہباز اختر کا بھی کہ ان حضرات نے ہندوستان میں لاک ڈاؤن سخت ہونے کے باوجود اس مضمون کا مواد فراہم کرنے میں مخلصانہ کردار ادا کیا۔ فجزاھم اللہ خیراً وصلی اللہ علیٰ خاتم النّبیین والمرسلین محمد وعلیٰ آلہ

واصحابه اجمعین ومن تبعهم باحسان الی یوم الدین! (مولانا شاہ عالم گورکھپوری)

(۱۷۰) ابوالیسر عابدین، جناب شیخ

شام کے عوام قادیانیوں کے بارے میں ازحد پریشان تھے۔ چنانچہ جمہوریہ شام کے مفتی اعظم جناب شیخ ابوالیسر عابدین نے (سرکاری حیثیت میں) اپنے فتویٰ مؤرخہ ۱۵/اکتوبر ۱۹۵۷ء میں قادیانیوں کو کافر قرار دے دیا۔ یہ فتویٰ وزارت داخلہ کے خط مؤرخہ ۱۰/اکتوبر ۱۹۵۷ء کی بنیاد پر تھا۔ ان کے فتویٰ کا اردو ترجمہ حسب ذیل ہے۔ الحمد لله تعالیٰ!

''چونکہ فرقہ قادیانیہ سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کو آخری نبی تسلیم نہیں کرتا جس سے اللہ تعالیٰ کے ارشاد ''خاتم النّبیین'' کی مخالفت لازم آتی ہے۔ نیز دین اسلام کے بیشتر عقائد کا منکر ہے۔ لہٰذا جو شخص بھی ان کے عقائد اختیار کرے گا، میں اس کے کفر کا فتویٰ دیتا ہوں۔ والله سبحانه وتعالیٰ اعلم!''

(۱۷۱) ابوبکر شیخ (لاہور)، جناب حافظ محمد

(ولادت: ۲۶/جولائی ۱۹۶۴ء ...... وفات: ۲/مئی ۲۰۲۱ء)

حاجی محمود احمد ہوشیار پوری حضرت مدنی سے بیعت ہوئے اور مولانا سید حامد میاں سے اجازت وخلافت پائی۔ ان کے ہاں بیٹے کی پیدائش ہوئی۔ جن کا نام محمد ابوبکر شیخ رکھا گیا۔

حافظ محمد ابوبکر شیخ نے لاہور میں ہی ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ حفظ قرآن کریم کی سعادت سے بہرہ ور ہوئے۔ میٹرک کے بعد گورنمنٹ کالج لاہور سے ایف.اے اور بی.اے کی تعلیم حاصل کی۔ کالج کے زمانہ میں ہی جمعیت طلباء اسلام پاکستان سے وابستہ ہوئے اور مرکزی جوائنٹ سیکرٹری کے عہدہ تک خدمات انجام دیں۔ یہ وہ دور تھا جس دور میں قاضی فضل اللہ جمعیت طلباء اسلام پاکستان کے مرکزی امیر تھے اور حضرت مولانا سراج احمد دین پوری جمعیت علماء اسلام پاکستان کے مرکزی امیر اور حضرت مولانا فضل الرحمٰن مدظلہم مرکزی سیکرٹری کے طور پر خدمات انجام دے رہے تھے اور ملک میں آئین اور جمہوریت کی بحالی نیز وقت کے آمر ضیاء الحق کے لگائے گئے مارشل لاء کے خلاف اس وقت کی تمام سیاسی جماعتوں کے سب سے بڑے اور طویل ترین اتحاد ایم.آر.ڈی کا حصہ تھے۔

۱۹۸۶ء میں ''المحمود اکیڈمی'' اردو بازار لاہور کے ترجمان رسالہ ''ابابیل'' میں لکھنے سے صحافتی میدان میں قلمی خدمات کا آغاز کیا۔ ۱۹۸۷ء سے جمعیت علماء اسلام پاکستان میں عملاً شرکت کی۔ ۲۰۰۳ء سے جمعیت علماء اسلام پاکستان کے تنظیمی آرگن ماہنامہ ''الجمعیۃ'' راولپنڈی سے وابستہ ہوئے اور ڈپٹی ایڈیٹر کے طور پر آخری دم تک فرائض انجام دیتے رہے۔ عقیدہ ختم نبوت کے بے باک مبلغ تھے۔

تصنیفی خدمات: (۱) اعتدال پسند قیادت (۲) مسلم دنیا کے بدلتے نقشے (۳) لیبیا کا مرد آہن (۴) شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن شخصیت وافکار (۵) مولانا عبیداللہ سندھی شخصیت وافکار (۶) مولانا عبیداللہ سندھی حالات، جلاوطنی وافکار (۷) جمعیت علماء اسلام تعارف، تاریخ اور خدمات (۸) قومی سیاست اور جمعیت علماء اسلام حالات، واقعات، فیصلے اور پالیسیاں (۹) خطبات جمعیۃ علماء ہند (تلخیص)

علالت و وفات: ۲۸/اپریل ۲۰۲۱ء بروز بدھ افطاری کے وقت روڈ ایکسیڈنٹ ہوا، دماغ میں شدید ضرب آئی، میو ہسپتال لاہور میں آپریشن ہوا لیکن وقت موعود آ گیا تھا کہ ۱۹/رمضان المبارک ۱۴۴۲ھ بروز اتوار صبح تہجد کے وقت اپنے رب کے حضور پیش ہو گئے۔ (مولانا محمد عابد)

(۱۷۲) ابوبکر صدیق شجاع آبادی، مولانا

(پیدائش: ۱۹۷۸ء ...... وفات: ۲۰/دسمبر ۲۰۲۰ء، ملتان)

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے روح رواں مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی کے صاحبزادے مولانا ابوبکر صدیق نے ابتدائی سکول کی تعلیم گھر پر حاصل کی۔ دینی تعلیم مختلف مدارس میں حاصل کرنے کے بعد دورۂ حدیث شریف باب العلوم کہروڑ پکا سے کیا۔ لاہور میں پہلے مکتبہ قائم کیا۔ پھر والد صاحب کے حکم پر اپنے گھر واقعہ جلال پور روڈ شجاع آباد میں مدرسہ و مسجد کا اہتمام وخطبہ جمعہ سنبھال لیا۔ برادری کے معاملات، گھربار کی نگہداشت، مسجد و مدرسہ تمام کاموں سے مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی کو فارغ کر دیا۔ بہت ہی جان جوکھوں اور جہد مسلسل سے کام کو آگے بڑھایا۔ پچھلے چند دنوں سے سانس کی تکلیف ہوئی۔ پھیپھڑے متاثر ہوئے۔ پھر گردوں نے بغاوت کی۔ دیکھتے ہی دیکھتے چند دنوں میں دنیوی زندگی سے جان چھڑائی، آخرت کو چل دیئے۔ آپ بہت ملنسار، سادہ مزاج، درویش صفت، بھلے مانس عالم دین تھے۔ زندگی بھر شاید کسی سے تو تکار تک معاملہ نہ جانے دیا ہو۔

ان کے تین بیٹے، تین بیٹیاں ہیں۔ حق تعالیٰ پردہ غیب سے ان کی کفالت فرمائیں۔ خوب وجیہ اور بارعب تھے۔

(۱۷۳) ابوبکر غزنوی (لاہور)، جناب سید

(ولادت: ۲۲/مئی ۱۹۲۷ء ...... وفات: ۲۴/اپریل ۱۹۷۶ء)

جناب سید ابوبکر غزنوی امرتسر میں مولانا محمد داؤد غزنوی کے ہاں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد گرامی تحریک آزادی اور تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء کے عظیم مجاہد تھے۔ سید ابوبکر غزنوی عربی و علوم اسلامیہ کے ممتاز اسکالر تھے۔ اسلامیہ کالج سول لائنز لاہور میں شعبہ عربی و اسلامیات کے صدر رہے۔ اسلامیہ یونیورسٹی بہاول پور کے اوّلین وائس چانسلر ہونے کا اعزاز بھی حاصل کیا۔ ختم نبوت کے دل وجان سے فدا تھے۔ ہر شعبہ میں عقیدہ ختم نبوت کی اہمیت کو اجاگر کرتے رہے۔ اپنے والد گرامی کے قریب لاہور کے میانی صاحب قبرستان میں آپ کی تدفین ہوئی۔

(۱۷۴) ابوزہرہ (مصر)، علامہ شیخ محمد

(ولادت: ۱۸۹۸ء ...... وفات: ۱۹۷۴ء)

جامعہ الازہر مصر کے نامور فقیہہ، ممتاز علم دین علامہ شیخ محمد ابوزہرہ فتنۂ قادیانیت سے متعلق تحریر فرماتے ہیں کہ: ’’قادیانیوں کا عقیدہ ہے کہ مرزا قادیانی نبی تھے۔ کسوف وخسوف آپ کا معجزہ تھا۔ خاتم النّبیین کا لفظ انبیاء کی آمد کے منافی نہیں۔ مرزا قادیانی کا

دعویٰ تھا کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بروز ہیں۔ مرزا غلام احمد قادیانی کی قبر پر ''مرزا غلام احمد موعود'' کے الفاظ مرقوم ہیں۔ موعود سے مراد یہ ہے کہ مرزا قادیانی وہی مہدی ہیں، جن کا انتظار کیا جاتا تھا کہ وہ آ کر شریعت کی احیاء وتجدید کریں گے۔ پھر یہ دعویٰ کرنے لگے کہ ذات خداوندی ان میں حلول کر آئی ہے۔ بعدازاں ظلی نبی ہونے کے مدعی ہوئے۔ قادیانی مسلمانوں سے اہل کتاب ایسا سلوک کرتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ان کو دائرہ اسلام سے خارج تصور کرتے ہیں۔ بے شک قادیانیوں کے افکار وآراء مسلمانوں کے اجماعی عقائد کے خلاف ہیں۔ مزید برآں مرزا قادیانی کے دعاوی بڑے عجیب وغریب ہیں اور ان میں تضاد پایا جاتا ہے۔ ایک طرف وہ اپنے آپ کو مسیح کہتے ہیں اور دوسری جانب مثل مسیح ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اس قسم کے متضاد بیانات ان کی تصانیف میں بہت ہیں اور اس پرطرہ یہ ہے کہ ان کی کوئی دلیل ان کے یہاں نہیں پائی جاتی۔ مرزا قادیانی کے اقوال ودلائل سے مؤید ہیں اور نہ اسلامی اصول ومبادی سے ہم آہنگ ہیں۔ حق بات یہ ہے کہ آپ کا قریبی تعلق آئمہ شیعہ سے ہے۔ شیعہ کا یہ دعویٰ ہے کہ ان کے آئمہ معصوم وملہم ہیں اور ان کے ہاتھوں معجزات کا صدور ہوتا ہے۔ تاہم وہ یہ نہیں کہتے کہ ان پر وحی نازل ہوتی ہے یا وہ خدا سے شرف ہم کلامی حاصل کرتے ہیں۔ بہرحال مرزا قادیانی کی تعلیمات کا اسلام سے کوئی سروکار نہیں۔''

(اسلامی مذاہب از شیخ محمد ابوزہرہ پروفیسر لاء کالج جامعۃ القاہرہ مصر ترجمہ پروفیسر غلام احمد حریری ایم.اے صدر شعبہ اسلامیات وعربی، زرعی یونیورسٹی فیصل آباد)

''جب انگریزوں نے مغلوں کی اسلامی حکومت کو ختم کر کے برصغیر ہندوستان میں مغربی تہذیب وتمدن کو بزور رائج کرنا چاہا اور اس میں وہ ناکام رہے، تو ان کو ایسے نام نہاد مسلمانوں کی ضرورت محسوس ہوئی جو مغربی اور مسیحی افکار ونظریات کو مسلمانوں میں رواج دینے میں مدد دے سکیں۔ ان کو کچھ لوگ ایسے بھی درکار تھے، جن کے نام مسلمانوں جیسے ہوں کہ ان کے سروں پر مسلمانوں کی نمائندگی کا تاج رکھ کر ان کو بڑے بڑے عہدے دے دیئے جائیں اور اس کے بعد ان ''کالے انگریزوں'' سے وہ کام لیا جائے جو انگریز اپنی تمام تر قوت اور جاہ وجلال کے باوجود نہ کر سکا تھا۔

اس کے نتیجے کے طور پر ہندوستان میں بہت سے گمراہ اور کج رو فرقے وجود میں آئے۔ ان میں سب سے زیادہ نمایاں، طاقتور اور تعداد میں کم ہونے کے باوجود سب سے زیادہ فعال فرقہ غالباً قادیانیوں ہی کا ہے۔ یہ فرقہ جو خود کو مسلمانوں کی طرف منسوب کرتا ہے، اس کا بانی ایک شخص مرزا غلام احمد تھا...... اس شخص کا دعویٰ تھا کہ وہ اللہ کا رسول ہے اور یہ کہ اس کی رسالت محمد رسول اللہ ﷺ کی ختم نبوت کے منافی نہیں۔ اس شخص کی تفسیر (یا تحریف؟) کے بموجب خاتم النّبیین کے معنی نبیوں کی مہر کے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد جو بھی رسول یا نبی آئے گا، وہ آپ کی مہر اور آپ کی نبوت کے اقرار سے آئے گا اور آپ کی شریعت کو زندہ کرے گا۔''

''اس میں کسی قسم کے شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں کہ یہ فرقہ ان تمام امور کا مخالف ومنکر ہے، جن پر رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک سے ہی تمام مسلمانوں کا اجماع رہا ہے...... قادیانیوں کے ان سب دعاوی کی کوئی دلیل بھی پیش نہیں کی جاسکتی، ان کی حیثیت سخن سازی سے بڑھ کر نہیں۔ ان لوگوں کے یہ دعوے ان طے شدہ امور سے بھی بالکل موافقت نہیں رکھتے، جن کی صحت پر دلائل وبراہین قائم کئے جاچکے ہیں۔ یہ ایک ایسی صورت حال ہے، جو قادیانیہ کے لوگوں کو اسلام سے خارج کر دینے کے لئے کافی ہے۔ اس لئے کہ اس شخص کی تعلیمات کا اسلام سے کوئی بھی تعلق نظر نہیں آتا۔''

(المذہب الاسلامیہ از علامہ شیخ محمد ابوزہرہ مرحوم۔ ماہنامہ ضیائے حرم دسمبر ۱۹۷۴ء)

(۱۷۵) اثر چوہان، جناب

معروف کالم نویس قادیانی گروہ کے متعلق اپنے کالم میں انہوں نے لکھا۔ ملاحظہ ہو: ’’قادیانی جماعت کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے سے پہلے تک اس کے سرکاری ترجمان ’’الفضل‘‘ کی اشاعت، اگرچہ کافی تھی۔ لیکن صرف جماعت کے ارکان اس کے مستقل خریدار بنے۔ عام قاری کے لئے اس میں دلچسپی کا سامان نہیں تھا۔ چنانچہ اس وقت کہا گیا کہ قادیانیوں نے اپنی ’’نبوت‘‘ تو چلالی، لیکن اپنا اخبار نہیں چلا سکے۔ بعد میں جب اس جماعت کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا اور امام جماعت احمدیہ مرزا طاہر احمد قادیانی (رات کی تاریکی میں برقعہ پہن کر ملک سے) فرار ہو کر لندن چلے گئے تو معلوم ہوا کہ ’’نبوت‘‘ بھی نہ چل سکی۔‘‘ (روزنامہ پاکستان لاہور، مؤرخہ ۲۶؍دسمبر ۱۹۹۰ء)

(۱۷۶) احتشام الحق آسیا آبادی، حضرت مولانا

(شہادت: ۲۴؍جولائی ۲۰۱۶ء)

مولانا احتشام الحق آسیا آبادی اور آپ کے صاحبزادہ کو فجر کی نماز کے بعد دہشت گردی کا نشانہ بنا کر شہید کر دیا گیا۔ مولانا احتشام الحق نامور عالم دین، فاضل اجل، مفتی، مصنف اور دانشور تھے۔ آپ نے جامعۃ الرشید کراچی میں مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی کے ہاں تعلیم مکمل کی۔ آپ کی بیعت کا تعلق بھی مولانا مفتی رشید احمد سے تھا۔ آپ نے ان سے افتاء کا کورس بھی مکمل کیا۔ مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی کے فتاویٰ ’’احسن الفتاویٰ‘‘ کی تبویب وتخریج بھی آپ کا کارنامہ ہے۔ آپ نے ایک ضخیم سوانح عمری اپنے شیخ اور استاذ مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی کی تحریر فرمائی۔ آپ مکران تربت کے رہنے والے تھے۔ اپنے استاذ کے نام پر یہاں بہت بڑا جامعہ رشیدیہ کے نام سے ادارہ قائم کیا۔ آپ بہت ہی صاحب علم شخصیت تھے۔ آپ نے اس دور دراز علاقہ میں بہت بڑی قابل قدر لائبریری بھی قائم کی۔ اس علاقہ کے فتنہ ذکریوں کے خلاف آپ نے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ اپنے زمانہ میں اس فتنہ کے خلاف آپ اتھارٹی مانے جاتے تھے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے دل وجان سے قدردان تھے۔ کوئٹہ یا اسلام آباد تشریف آوری کے موقع پر ہمیشہ مجلس کے دفاتر میں آپ کا قیام ہوتا تھا۔ بہت اچھے دوست تھے۔ مولانا قاضی اللہ یار خان، سید امین گیلانی کے ہمراہ فقیر کو مولانا مرحوم کے ادارہ کے ایک جلسہ ختم نبوت میں شرکت کی بھی سعادت نصیب ہوئی۔ آپ نے اپنے علاقہ کی جمعیۃ علماء اسلام کے پلیٹ فارم سے نمایاں خدمات سرانجام دیں۔ شہادت کے وقت بھی آپ جمعیۃ علماء اسلام ضلع تربت کی امارت کے منصب پر فائز تھے۔ حق تعالیٰ آپ کو اپنی جوار رحمت میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائے۔ ان کی وفات اس دور میں علم وعمل کی وفات ہے۔ اس لئے کہ وہ عالم باعمل تھے۔

(۱۷۷) احتشام الحق تھانوی (خطیب پاکستان)، حضرت مولانا

(ولادت: ۱۹۱۵ء ...... وفات: ۱۱؍اپریل ۱۹۸۰ء)

حضرت مولانا احتشام الحق تھانوی پاکستان کے ممتاز علماء دین میں سے تھے۔ آپ نے دارالعلوم دیوبند سے فراغت حاصل کی۔ اپنی عملی زندگی میں آپ نے قادیانیت کے خلاف تحریک ختم نبوت میں اہم کردار ادا کیا۔

تحریک ختم نبوت کے بارے میں جناب شورش کاشمیری تحریر فرماتے ہیں کہ: ''مرزائی جب پاکستان میں اپنے ناپاک عزائم کو پھیلانے کی کوشش کرنے لگے تو مجلس علماء تحفظ ختم نبوت نے فیصلہ کیا کہ پاکستان میں قادیانیوں کے ناپاک عزائم کو ابھرنے نہ دیا جائے اوران کے غلیظ عزائم سے حکومت کو مطلع کرتے رہنا چاہئے۔ اس غرض کے لئے مجلس عمل تحفظ ختم نبوت نے امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری، مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادی اور مولانا احتشام الحق تھانوی کو نامزد کیا کہ یہ حضرات قادیانیوں کے ناپاک عزائم سے حکومت پاکستان کو آگاہ کریں۔ چنانچہ علماء حق نے مرزائیوں کے ارادوں سے حکومت کو آگاہ کیا اور عوام کو آگاہ کرنے کے لئے بڑے بڑے شہروں میں ختم نبوت کانفرنسیں منعقد کیں۔''

۱۵؍جون ۱۹۵۲ء میں مرزا محمود نے جن علماء کے قتل کرنے کا منصوبہ بنایا تھا، مرزا محمود نے ان کا نام لے کر اعلان کیا کہ: ''عطاء اللہ شاہ بخاری، احتشام الحق تھانوی، مفتی محمد شفیع، عبدالحامد بدایونی اور مودودی کو ہم قتل کر دیں گے۔''

اس کے بعد ۱۷؍مئی ۱۹۵۳ء کو چوہدری ظفر خان قادیانی نے جہانگیر پارک کراچی میں ان علماء حق کے خلاف زبان درازی کی اور کہا کہ: ''احمدیت ایک ایسا پودا ہے جو خود اللہ تعالیٰ نے لگایا ہے۔ اب جڑ پکڑ چکا ہے۔ اگر یہ پودا اکھاڑ دیا گیا تو اسلام ایک زندہ مذہب کی حیثیت سے باقی نہ رہے گا۔''

نتیجتاً مسلمانوں اور مرزائیوں میں فساد ہوگیا اور اس صورتحال کے پیش نظر کراچی میں آل پاکستان مسلم پارٹیز کانفرنس بلائی گئی۔ مولانا احتشام الحق تھانوی، مولانا عبدالحامد بدایونی، مفتی جعفر حسین مجتہد، مولانا محمد یوسف کلکتوی اور مولانا لال حسین اختر کے دستخطوں سے دعوت نامے جاری کئے گئے جو مطالبات مرتب کئے گئے وہ یہ تھے۔

۱...... قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔
۲...... چوہدری ظفر اللہ کو وزارت خارجہ سے علیحدہ کیا جائے۔
۳...... تمام کلیدی عہدوں سے قادیانیوں کو ہٹایا جائے۔
۴...... ان مقاصد کو قطعی شکل دینے کے لئے آل پاکستان مسلم پارٹیز کنونشن منعقد کی جائے۔

چنانچہ مولانا احتشام الحق تھانوی کی تحریک پر حضرت علامہ سید سلیمان ندوی نے اس اجلاس کی صدارت کی اور کنونشن منعقد کرنے کے لئے ایک بورڈ علماء پر مشتمل بنایا گیا۔ بورڈ کے ارکان حسب ذیل تھے:

۱...... علامہ سید سلیمان ندوی	۲...... مفتی محمد شفیع
۳...... مولانا احتشام الحق تھانوی	۴...... مولانا محمد یوسف کلکتوی
۵...... مفتی صاحب داد	۶...... مولانا سلطان احمد
۷...... مولانا شاہ احمد نورانی	۸...... مولانا لال حسین اختر
۹...... مفتی جعفر حسین مجتہد	۱۰...... الحاج ہاشم گزدر

اس بورڈ کے کنوینر مولانا احتشام الحق تھانوی منتخب کئے گئے۔ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں ۲۹۰ سے زائد جلسے صوبہ بھر میں کئے گئے جو ہر مکتب فکر کی مختلف جماعتوں کی طرف سے ہوتے رہے اور تمام جلسوں میں مندرجہ بالا مطالبات کی تائید کی گئی۔

مسئلہ ختم نبوت اور قادیانیوں کے متعلق ایک اہم مشترکہ اعلان

مسئلہ ختم نبوت کے متعلق مارچ ۱۹۵۳ء میں جب بعض کارکنوں نے غلط اور غیرشرعی طریقہ اختیار کیا تو خطیب پاکستان حضرت مولانا احتشام الحق تھانوی، مفتی اعظم پاکستان مولانا محمد شفیع اور مولانا محمد یوسف کلکتوی نے ایک مشترکہ اعلان جاری کیا جو من وعن درج ذیل ہے:

جیکب لائنز کراچی ۲ / مارچ ۱۹۵۳ء

تین چار روز سے مسلسل کراچی کے عام مسلمان اور باہر سے آنے والے رضا کار ڈائریکٹ ایکشن کے متعلق ہدایات اور پروگرام معلوم کرنے کے لئے آرہے ہیں۔ اس بناء پر یہ واضح کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ تحفظ ختم نبوت کے سلسلے میں قادیانیوں کو غیرمسلم اقلیت قرار دینے کا جو مطالبہ تمام دینی و مذہبی جماعتوں کی طرف سے اٹھایا گیا اور جو ہمارے نزدیک اس ملک کی سلامتی اور دین اسلام کی بقاء کے لئے ایک بنیادی اور ناگزیر مطالبہ ہے۔ اس کو تسلیم کرانے کے لئے بعض جماعتوں یا کارکنوں کی طرف سے جو طریق کار اختیار کیا گیا اور جس کے نتیجے میں علماء وزعماء کی اچانک گرفتاریاں بھی عمل میں آئیں اور سینکڑوں رضا کاروں کی گرفتاری کا سلسلہ جاری ہے۔ اس کے متعلق اگرچہ ہم کو گرفتار شدہ زعماء کی طرف سے نمائندگی کرتے ہوئے یا ہدایات دینے یا موجودہ صورتحال کو روک دینے کا کوئی حق نہیں ہے اور نہ ہم کو اس پروگرام کی تفصیلات سے باخبر کیا گیا۔ جس کے تحت اس مرحلہ پر یہ اقدام عمل میں لایا گیا ہے۔ لیکن اس وقت بغیر کسی سنجیدہ قیادت کے پبلک کا ایسی پوزیشن اختیار کرنا کہ جو جس کے جی میں آئے کر گزرے یا بغیر کسی واضح اور معین پروگرام کے اپنے آپ کو ابتلاء میں ڈال دے۔ نہ صرف اس بنیادی مطالبہ کے لئے بلکہ آئندہ عام دینی جدوجہد کے لئے انتہائی مضر اور خطرناک ہوگا۔ اس لئے ہم ناموس رسول پر مرمٹنے کا جذبہ رکھنے والے نوجوانوں سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ جذبات اور ہیجان پر قابو پانے کی کوشش کریں اور تحفظ ختم نبوت کے مسئلہ کو مستقل خطرہ میں نہ مبتلا کر دیں۔ جب تک پوری تدبیر اور غوروفکر کے بعد اس مطالبہ کو منوانے کے لئے دینی جماعتوں کے باہمی اتفاق سے عمل کی صحیح راہ اور واضح پروگرام طے نہ کر لیا جائے۔ اس وقت تک پبلک کی انفرادی اور گرانقدر قربانیوں کے لئے کسی معین صورت کا پیش کرنا ہمارے لئے دشوار ہے۔ اس سے زیادہ اس منزل پر کچھ کہنے کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی۔

دستخط نمبر:۱	دستخط نمبر:۲	دستخط نمبر:۳
(مولانا) احتشام الحق تھانوی	(مولانا مفتی) محمد شفیع	(مولانا) محمد یوسف کلکتوی

مولانا احتشام الحق تھانوی نے نومبر ۱۹۷۹ء میں فتویٰ دیا:

ڈاکٹر عبدالسلام قادیانی اور ظفر اللہ قادیانی کے خلاف بیان

پروفیسر ڈاکٹر عبدالسلام جنہوں نے ایک سائنسدان کی حیثیت میں فزکس کا نوبل انعام حاصل کیا ہے۔ قادیان کے جعلی نبی کے ان امتیوں میں سے ہیں جنہیں پاکستان کے موجودہ آئین میں غیرمسلم اقلیت قرار دیا جا چکا ہے۔ مگر حیرت اور افسوس ہے کہ سرکاری اور پبلک حلقوں نے تبریک وتہنیت کا جو انداز اختیار کیا ہے اس سے نہ صرف یہ کہ مرتد و مسلمان کے درمیان امتیاز کے نقوش دھندلے پڑ گئے بلکہ پاکستانی نیشنل ہوتے ہوئے خود ڈاکٹر عبدالسلام نے بھی یہ اعلان کر دیا کہ وہ ''یہ انعام حاصل کرنے والے پہلے مسلمان ہیں۔''

ربوہ سے شائع ہونے والے مرزائیوں کے سرکاری ترجمان ماہنامہ ’’انصار اللہ‘‘ نے قادیانی مسیح موعود کی ایک پیشین گوئی کے ساتھ ڈاکٹر عبدالسلام کو مخلص احمدی مسلمان قرار دیتے ہوئے اس اعزاز کو مذہب توحید اور عالم اسلام کی خدمت کا اعلیٰ کارنامہ بھی بتلایا ہے۔ اس سلسلہ میں سب سے زیادہ افسوسناک کردار برطانیہ میں پاکستان کے سفیر ریٹائرڈ بریگیڈیئر فضل الرحمٰن کا رہا ہے جنہوں نے ڈاکٹر عبدالسلام کے اعزاز میں استقبالیہ دے کر اسلامی ممالک کی نظروں میں مرزائیوں کی عظمت وتوقیر بڑھادی اور مرزائیوں کے داخلہ پر پابندی کو لایعنی بنادیا۔ ایک طرف ہم ملکی ووطنی قومیتوں کی تھیوری کو خالص غیر اسلامی اور کانگریسی سمجھتے ہیں اور اسلامی قومیت پر مبنی نظریۂ پاکستان کو ملک کی بنیاد تصور کرتے ہیں، دوسری طرف پیغمبر اسلام کی نبوت کے مقابلہ میں قادیانی نبوت کا کیمپ لگانے والے مرتدوں اور باغیوں کو محض ملکی وطنی حیثیت سے مبارک باد دیتے ہیں۔ پھر اس سے بڑھ کر ستم یہ ہے کہ مغربی جرمنی کے شہر فرینکفرٹ میں بین الاقوامی اسلامی کانفرنس میں قادیانی نبی کے کٹر امتی چوہدری سر ظفر اللہ خان اسلام کی تفہیم وتشریح کی اتھارٹی بنے ہوئے ہیں۔ نہ مرزائی آرگن انصار اللہ سے کسی نے باز پرس کی نہ ڈاکٹر عبدالسلام اور چوہدری ظفر اللہ خان کے پاکستانی پاسپورٹ کسی نے ضبط کئے۔ (منصورہ برانڈ بدیع الزمان کیکاؤس) جو آج کل ہز ماسٹر وائس مفتی اعظم بنے ہوئے ہیں وہ اپنے پالتو مولویوں کی مدد سے فتویٰ ہی صادر کر دیں کہ مرتدوں کو قانونی تحفظ دینا اور ان کی شان دوبالا کرنا اسلام کے مطابق ہے یا خلاف اسلام؟ مجھے اچھی طرح احساس ہے کہ مرزائیوں کے خلاف بولنا اسرائیل اور صیہونیت نواز دنیا کی استعماری طاقتوں کے ظلم کا نشانہ بننا ہے۔ مگر ساتھ ہی ساتھ یہ بھی یقین ہے کہ ناموس رسالت ﷺ کی پامالی پر بہروں اور گونگوں کی طرح خاموش رہنا بھی تو قہر الٰہی کا مورد بننا ہے۔ والعذاب الآخرۃ اکبر!

احتشام الحق تھانوی، مؤرخہ ۶ر نومبر ۱۹۷۹ء

(سید اکبر شاہ بخاری)

(۱۷۸) احتشام الدین مرادآبادی، مولانا محمد

مولانا محمد احتشام الدین مرادآبادی نے مرزا قادیانی کے خلاف فتویٰ دیا کہ: ’’مرزا غلام احمد کے بہت سے اقوال، عقائد اسلام کے خلاف ہیں۔ یہ شخص معجزات مسیح علیہ السلام کا منکر معلوم ہوتا ہے۔ اس کے بہت سے اقوال بدعت اور بعض کفر تک پہنچتے ہیں۔‘‘

(۱۷۹) احسان الحق (راولپنڈی)، مولانا قاضی

(وفات: ۲۰ر ستمبر ۱۹۹۲ء)

شیخ القرآن حضرت مولانا غلام اللہ خان کے بڑے صاحبزادہ اور جانشین مولانا قاضی احسان الحق نے والد مرحوم کی روایات کو پروان چڑھایا۔ عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے کسی سے کم نہ تھے۔ سپریم کورٹ ۱۹۸۵ء میں قادیانی مسلم تنازعات پر مبنی کیسوں کی پیشی پر تشریف لاتے۔ اپنے والد گرامی کے ساتھ اٹک اشاعت العلوم میں محوخواب ہیں۔

(۱۸۰) احسان الحق قادری رضوی، مولانا حافظ

آپ شمس آباد ضلع اٹک کی اعوان برادری سے تعلق رکھتے تھے۔ شرق پور شریف میں پڑھتے رہے۔ جامعہ رضویہ فیصل آباد

سے دورۂ حدیث کیا۔تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں بھرپور حصہ لیا۔منڈی وار برٹن سے گرفتار ہوئے۔کئی ماہ جیل کاٹی۔۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں بھی حصہ لیا۔جمعیۃ علماء پاکستان کے ممتاز رہنماؤں میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔نیز آپ نے ردقادیانیت پرفتویٰ ''مرزائی کا جنازہ اور مسلمان'' میں صورت مسئولہ پر یہ جواب تحریر کیا۔''غلام احمد قادیانی اور اس کو نبی یا مجدد ماننے والے سب کے سب دائرہ اسلام سے خارج ہیں اور مرتدین ہیں۔انہیں مسلمان جاننا یا مرنے کے بعد دعائے مغفرت کرنا نماز جنازہ پڑھنا یا پڑھانا کفروارتداد ہے۔ایسوں پر تجدید اسلام وتجدید نکاح لازم وضروری ہے۔ورنہ اہل اسلام پر فرض ہے کہ ان سے قطع تعلق کریں۔حضرت مجیب مسؤل کا جواب بالکل درست ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم!'' (فتاویٰ ختم نبوت ج۲ص۴۲۴)

(۱۸۱) احسان اللہ(اسلام آباد)،مولانا قاری

(پیدائش:۱۹۴۹ء)

ضلع بٹ گرام کے علاقہ ٹکری گاؤں تھایا جدید میں مولانا سمند خان قوم ملاّ خیل سواتی کے ہاں محلہ بھارت نگر چڑہ منڈی لاہور میں ایک صاحبزادہ پیدا ہوئے،جن کا نام احسان اللہ رکھا۔جو آگے چل کر مولانا قاری احسان اللہ کے نام سے جانے پہچانے گئے۔آپ نے ابتدائی تعلیم سے نویں جماعت تک کی تعلیم شیرانوالہ ہائی سکول لاہور میں حاصل کی۔مولانا سمند خان لاہور بلال پارک باغبان پورہ میں پڑھاتے تھے۔مولانا قاری احسان اللہ نے مدرسہ مصباح العلوم دوموریہ پل لاہور قاری شفاعت احمد فاضل دارالعلوم دیوبند سے ۱۳ماہ میں قرآن مجید حفظ کیا۔تجوید قاری فضل ربی مانسہرہ والوں سے پڑھی۔جامعہ مدنیہ لاہور،دارالعلوم فرقانیہ راولپنڈی، مدرسہ انوارالعلوم پنڈی میں بھی درس نظامی کے مختلف درجات مکمل کئے۔

شعبان ۱۳۹۶ھ(اگست ۱۹۷۶ء) میں دارالعلوم تعلیم القرآن راجہ بازار راولپنڈی سے دورہ حدیث شریف کیا اور پھر یہیں اسی جامعہ میں تخصص فی الفقہ والافتاء کا یک سالہ کورس مکمل کرکے ۱۰رجب المرجب ۱۳۹۷ھ(۲۷رجون ۱۹۷۷ء) میں افتاء سے فراغت حاصل کی۔آپ ذہین وفطین تھے۔تمام درجات میں اعلیٰ نمبروں سے پاس ہوتے رہے۔تخصص میں بھی درجہ علیا میں پاس ہوئے۔حضرت شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان اور مولانا مفتی عبدالرشید صاحب کے دستخطوں سے سند جاری ہوئی۔فراغت کے بعد سپر مارکیٹ مکی مسجد میں پیر سیف اللہ خالد کے ساتھ کام کرتے رہے۔اسلام آباد فیصل مسجد روڈ پر پاکستان بننے سے قبل ایک گاؤں گیدڑ کوٹہ تھا۔اس گاؤں کی مسجد تھی جسے چھوٹی مسجد کے نام سے یاد کیا جاتا تھا۔اسلام آباد بنا،نئی ڈویلپمنٹ میں گاؤں کی آبادی تو اٹھا دی گئی۔البتہ دوشاہراہوں کے درمیان وہ قدیم چھوٹی مسجد رہنے دی گئی۔پھر مسجد بلال کی بجائے اساتذہ نے آپ پر اس مسجد کو آباد کرنے کی ڈیوٹی لگائی۔آپ اللہ تعالیٰ کے فضل واحسان سے یہاں تشریف لائے۔پانچ وقت کی نمازیں،حفظ وناظرہ کی کلاس کا آغاز کردیا۔دیکھتے ہی دیکھتے قرآن مجید کی تعلیم کی برکتوں میں رنگ وروپ کا ایسا نکھار آیا کہ چہار جانب قرآن مجید کی صداؤں کا موسم بہار شروع ہوگیا۔نامعلوم اسلام آباد کی تعمیر میں کتنی مسجدوں کو اجاڑا گیا۔لیکن مولانا قاری احسان اللہ نے یہاں پر ایسا سماں قائم کیا۔جمعہ پر بھرپور حاضری ہونے لگی۔آپ حق کی للکار تھے۔بہادر،وجفاکش،مخلص ونڈر عالم دین ہونے کے ناتے آپ نے اپنا حلقہ بنالیا۔جمعیت علماء اسلام اسلام آباد کے بانی حضرات میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔اسلام آباد جمعیت کے امیر سرپرست اعلیٰ کے

عہدوں پر فائز رہے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے ہر اہم کام وموڑ پر آپ صف اوّل میں ہوتے تھے۔ تحریک ختم نبوت میں علماء اسلام آباد وراولپنڈی کے ساتھ گرفتار ہوئے۔ اس زمانہ میں آج کے وفاقی وزیر داخلہ جناب شیخ رشید احمد بھی آپ کے جیل کے ساتھی ہیں۔ جناب جنرل ضیاء الحق صاحب کے زمانہ میں اسلام آباد فیصل مسجد کی دوشاہراؤں کے درمیان اس مسجد کو گرانے کے آرڈر آگئے۔ اتفاق سے جنرل ضیاء الحق بھی آتے جاتے مسجد میں رکے اور حکم دیا کہ مسجد کو گرادیا جائے۔ قاری احسان اللہ صاحب موقعہ پر موجود تھے۔ سنا ان سنا برابر کردیا۔ ضیاء صاحب آرڈر دے کر جانے لگے تو نمازیوں نے قاری صاحب سے عرض کیا کہ ضیاء صاحب نرم دل انسان ہیں۔ آپ انہیں کہیں گے تو وہ مان جائیں گے۔ آپ چلیں ان کے گاڑی پر سوار ہونے سے پہلے ان کو دوبارہ مل کر اپیل کریں۔ قاری صاحب نے کہا کہ اگر اللہ رب العزت کو اس مسجد کا رکھنا منظور ہے تو کسی کا باپ بھی مسجد کو نہیں گراسکتا اور اگر اللہ تعالیٰ کو اس کا گرانا منظور ہے تو میں کسی جنرل کی منت کر کے خفت حاصل نہیں کرنا چاہتا۔

نہ معلوم قاری احسان اللہ صاحب کے اس قول کو حق تعالیٰ نے کس شان سے قبول فرمایا کہ نوٹسوں کے باوجود مسجد نہ گرائی گئی۔ ہاں اللہ تعالیٰ نے یہ کرم ضرور فرمایا کہ اس دوران سی۔ڈی۔اے کے چیئرمین نے نئے سرے سے مسجد کی حدود وسیع کر کے پکی الاٹ منٹ کرنے کا پروانہ جاری کردیا۔ قاری صاحب نے اللہ رب العزت کا نام لے کر ۸۷-۱۹۸۶ء مسجد قاسمیہ، مدرسہ حقانیہ مدنیہ کی تعمیر شروع کردی۔ حق تعالیٰ نے کرم کا معاملہ کیا۔ آج اسلام آباد کی سب سے کھلی سڑک فیصل مسجد روڈ پر دوسڑکوں کے درمیان آسمانوں کی بلندیوں کو چھوتی ہوئی مسجد ومدرسہ قائم ہیں۔ اسے گرانے کا حکم کرنے والے کا جنازہ بھی یہاں سے گزرا۔ جمعہ کا دن تھا جنرل صاحب کا یہاں سے جنازہ گزرا، حضرت قاری صاحب نے جمعہ پر یہ واقعہ بیان کیا تو العظمۃ للہ کے نعروں اور اللہ اکبر کی صداؤں سے مسجد ومدرسہ کے درودیوار گونج اٹھے۔ آج حفظ وقرأت کی کلاسوں کے ساتھ درجہ خامسہ تک درس نظامی کے درجات میں بھی تعلیم جاری ہے، رہے نام اللہ کا۔

مئی ۱۹۸۲ء کی آخری رات مسجد دارالسلام اسلام آباد میں ختم نبوت کانفرنس تھی۔ بہت سارے علماء کرام نے بیان کئے۔ حضرت مولانا خواجہ خان محمد کی صدارت تھی، قاری احسان اللہ صاحب نے حضرت خواجہ خان محمد سے درخواست کی کہ قادیانی گرو اور لاٹ پادری مرزا ناصر میری مسجد کے محراب کی جانب سڑک کے پار اپنے گیسٹ ہاؤس میں ٹھہرا ہوا ہے۔ آپ کل وہاں ختم نبوت کانفرنس کا انعقاد کی اجازت دے دیں تو میری مسجد کے اسپیکروں کی آواز سے مرزا ناصر کو پیغام حق پہنچایا جاسکتا ہے۔ حضرت قبلہ نے منظوری دے دی۔ دارالسلام کی کانفرنس کے اختتام پر مسجد قاسمیہ فیصل مسجد روڈ ایف ۸/۳ سیکٹر میں ختم نبوت کانفرنس کرنے کا اعلان کردیا گیا۔ اگلے روز یکم رجون ۱۹۸۲ء بعد از مغرب کانفرنس کا آغاز ہوا۔ جناب راجہ ظفر الحق، مولانا عبدالشکور دین پوری، مولانا محمد لقمان علی پوری، قاری محمد امین، مولانا عبدالرؤف جتوئی، سید امین گیلانی، مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی کے بیانات ہوئے۔ فقیر راقم نے بھی گزارشات پیش کیں۔ اس پوری تقریر کو ’’حقائق بولتے ہیں‘‘ کے نام سے پمفلٹ کی شکل میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت مانسہرہ کے جناب عبدالرؤف مرحوم نے شائع کیا۔ تقریر کا ایک اقتباس ملاحظہ ہو۔ ’’سوچیے! ٹھنڈے دل کے ساتھ سوچیے کہ کب تک آپ (مرزا ناصر) قتل کراتے رہیں گے؟ آپ نے وہاں ایک سبزی فروش محمد علی کو ربوہ کے اندر قتل نہیں کرایا؟ ایک کشمیر کی لڑکی کو آپ کے صاحبزادے اغواء کر کے نہیں لے گئے تھے؟ بعد میں جس کے ساتھ نکاح کیا۔ آپ کے بیٹے فرید احمد نے ربوہ کے لوگوں سے ویزوں کے لئے لاکھوں روپے لے کر فراڈ

نہیں کیا۔ سوچئے! ان باتوں کو ٹھنڈے دل کے ساتھ سوچئے اور آج میں آپ سے کہنا چاہتا ہوں کہ آج کی ہماری اس گفتگو کو ٹھنڈے دل کے ساتھ سوچو۔ میں قدرت کی طرف سے تمہیں وارننگ دینے کے لئے آیا ہوں۔ میں عرش الٰہی پے لکھا ہوا دیکھ رہا ہوں کہ رب کعبہ کی قسم! اب تمہاری موت کے دن قریب آچکے ہیں۔'' (حقائق بولتے ہیں ص۱۶، خطبات شاہین ختم نبوت ج۱ص۴۰۲)

اللہ رب العزت کا کرنا یہ ہوا کہ تقریر کے دوران ہی مرزا ناصر پر دل کا دورہ پڑا اور اسی سے چند دنوں بعد وہ آنجہانی ہوگیا۔ کانفرنس کے بعد بعض مقررین گرفتار کر لئے گئے۔ بعد میں ان کی ضمانتیں ہوئیں۔ کیس چلتا رہا۔ بعد میں سب بری ہوگئے۔ کفر ہار گیا، اسلام جیت گیا۔ اس معرکہ کا سبب بھی حضرت مولانا قاری احسان اللہ بنے۔ آپ انتہائی منکسر المزاج تھے۔ جس جلسہ میں جاتے سامعین میں بیٹھ کر شرکت کر کے آجاتے۔ نام ونمود سے کوسوں دور تھے۔ لیکن حق بات کہنے میں تیغ براں تھے۔ مولانا قاضی احسان احمد مرکزی مبلغ ختم نبوت کراچی کی روایت ہے کہ قاری احسان اللہ صاحب کی مجلس ختم نبوت سے محبتوں کا یہ عالم تھا کہ جمعہ کو ان کا بیان شروع ہوتا لیکن مجھ پر نظر پڑ جاتی تو اپنا بیان روک کر میرا اعلان کر دیتے۔ عمرہ وحج کے لئے جانا ہوتا تو جمعہ وعید کا نظم مولانا قاضی احسان احمد کے سپرد کر جاتے۔ کچھ عرصہ قبل ان کی عیادت کے لئے فقیر راقم کا اسلام آباد جانا ہوا۔ دیکھ کر ان کے چہرہ پر مسرتوں کی رونقوں کا ابر چھا جوں برسنے لگا۔ شوگر کے مریض تھے۔ اتار چڑھاؤ طبیعت کا جاری رہا۔ آخر جان کی بازی ہار گئے۔ ۱۹/مارچ ۲۰۲۱ء کو صبح انتقال ہوا۔ عصر کے بعد جنازہ ہوا۔ قائد جمعیت مولانا فضل الرحمٰن صاحب کے حکم پر آپ کے صاحبزادہ ڈاکٹر مولانا امداداللہ نے جنازہ کی امامت کی اور یوں تاریخ کا ایک سنہری باب بند ہوگیا۔ حق تعالیٰ مرحوم کی بال بال مغفرت فرمائیں۔

(۱۸۲) احسان اللہ فاروقی (سیال کوٹ)، مولانا

(پیدائش: ۱۹۸۶ء ...... وفات: ۳/مارچ ۲۰۲۱ء)

مولانا احسان اللہ فاروقی بستی لاشاری نزد کھڈ بزدار تحصیل تونسہ ضلع ڈیرہ غازی خان جناب غلام شبیر صاحب کے ہاں آپ پیدا ہوئے۔ مولانا سید عبدالمجید ندیم مرحوم کے والد گرامی جناب سید غلام سرور نے آذان اور تحنیک کی سنت ادا کی۔ حافظ عبدالکریم کے ہاں ناظرہ قرآن مجید اور گاؤں کے پرائمری سکول سے تعلیم حاصل کی۔ پرائمری پاس کرنے کے بعد مدرسہ صالحیہ نعمانیہ ڈیرہ اسماعیل خان، کوٹ ادو بستی گٹ والا، لدھانہ ضلع لیہ، رنگوتا جک چھچھ حضرو میں بھی پڑھتے رہے۔ مولانا محمد ضیاء القاسمی کی ختم نبوت اکیڈمی فیصل آباد اور تنظیم اہل سنت کے مرکزی دفتر ملتان میں سے مناظرہ کی بھی تربیت حاصل کی۔ دورہ حدیث شریف کے بارے میں معلوم نہ ہوا کہ کہاں سے کیا یا نہیں کیا۔ حضرو اٹک کے بعد بلوچستان وہاں سے چوٹی زریں ضلع ڈیرہ غازی خان وہاں سے وڈالہ سندھواں تحصیل ڈسکہ سیالکوٹ آگئے۔ یہاں مین بازار کی مسجد میں خطبہ جمعہ سے اپنی تبلیغی سرگرمیوں کا آغاز کیا۔ مین روڈ پر مسجد و مدرسہ مرکز فاروق اعظم کے نام پر دیدہ زیب تعمیر کئے۔ جن میں معیاری تعلیم کا بندوبست کیا۔ بارہا قید و بند کی صعوبتوں کو برداشت کیا۔ کئی کتابیں تحریر کیں۔ بہت کامیاب بھرپور اور متحرک شخصیت تھے۔ بات سمجھانے کا گر آتا تھا۔ کامیاب زندگی گزاری۔ عقیدہ ختم نبوت وتحفظ ناموس صحابہ کے فرزانے تھے۔ کچھ عرصہ بیمار رہ کر حق تعالیٰ کو پیارے ہوگئے۔ حق تعالیٰ بال بال مغفرت فرمائیں۔ آمین!

(۱۸۳) احسان اللہ فاروقی (لاہور)، مولانا

(شہادت: ۲۶؍دسمبر ۱۹۸۶ء)

مولانا احسان اللہ فاروقی مدرسہ فاروقیہ والٹن کے بانی تھے۔ مولانا غلام اللہ خان کے شاگرد تھے۔ خطابت میں زور بیان، دلائل پر غالب ہوتا تھا۔ دبنگ انسان تھے۔ زبان کے ساتھ قوت بازو سے بھی کام لینے میں دریغ نہ تھا۔ علامہ احسان الٰہی ظہیر، مولانا محمد ضیاء القاسمی، مولانا عبدالقادر آزاد ایسے نامور خطباء سے دوستی اور نیازمندی کے تعلقات تھے۔ تحریک ہائے ختم نبوت ۱۹۷۴ء، ۱۹۸۴ء میں نمایاں خدمات سرانجام دیں۔ ختم نبوت کانفرنس ہائے چنیوٹ و چناب نگر میں تشریف آوری ہوتی تھی۔ بہت ہی دوست نواز شخص تھے۔

(۱۸۴) احسان اللہ ہزاروی (سندھ)، مولانا

(وفات: جنوری ۲۰۱۱ء)

مولانا احسان اللہ ہزاروی ممتاز عالم دین تھے۔ جمعیۃ علماء اسلام کے پلیٹ فارم سے صوبائی رکن سندھ اسمبلی بھی رہے۔ تحریک تحفظ ختم نبوت کے سرگرم کارکن تھے۔

(۱۸۵) احسان الٰہی ظہیر، جناب علامہ

(پیدائش: ۳۱؍مئی ۱۹۴۰ء ...... وفات: ۳۰؍مارچ ۱۹۸۷ء)

معروف عالم دین، شعلہ نوا خطیب وسیاستدان، مولانا علامہ احسان الٰہی اہل حدیث فاضل عالم تھے۔ آپ نے پاکستان کے بعد مدینہ منورہ اسلامیہ یونیورسٹی سے بھی سند فراغ حاصل کی۔ عربی، اردو، پنجابی کئی زبانوں پر عبور حاصل تھا۔ بڑے دبنگ قسم کے عالم دین تھے۔ آپ عرصہ تک جمعیۃ اہل حدیث کے مرکزی ناظم اعلیٰ بھی رہے۔ ۱۹۷۴ء اور ۱۹۸۴ء کی تحریک ختم نبوت میں مرکزی قیادت کے شانہ بشانہ رہے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے تحت ہونے والی آل پاکستان ختم نبوت کانفرنس چنیوٹ اور پھر چناب نگر میں باضابطہ بغیر ناغہ کے تشریف لاتے تھے۔ آغا شورش کاشمیری، نوابزادہ نصراللہ خان، مولانا تاج محمود، مولانا محمد ضیاء القاسمی، مولانا محمد شریف جالندھری سے محبت بھرا تعلق تھا۔

مولانا علامہ احسان الٰہی ظہیر نے ’’مرزائیت اور اسلام‘‘ نامی یہ کتاب تحریر فرمائی۔ اصلاً یہ عربی میں تھی۔ اس کا نام ’’القادیانیۃ‘‘ تھا۔ اردو میں اس کا نام ’’مرزائیت اور اسلام‘‘ رکھا گیا۔ جنوری ۱۹۹۳ء میں یہ شائع ہوئی۔ پہلے یہ قسط وار ’’الاعتصام‘‘ میں شائع ہوتی رہی۔ پھر اسے کتابی شکل میں شائع کیا گیا۔ احتساب قادیانیت کی جلد ۳۵ میں شائع شدہ ہے۔

مولانا احسان الٰہی ظہیر مرحوم لکھتے ہیں کہ جب ۱۹۶۷ء کے رمضان المبارک کی ستائیسویں شب مسجد نبوی کے پڑوس میں اپنی کتاب ’’القادیانیۃ‘‘ کو مکمل کر کے سویا تو کیا دیکھتا ہوں کہ سحرگاہ دعائے نیم شبی لبوں پر لئے باب جبرائیل کے راستے (کہ جب دیار حبیب علیہ السلام میں میرا مکان اسی جانب تھا) مسجد نبوی کے اندر داخل ہوتا ہوں۔ لیکن روضہ اطہر کے سامنے پہنچ کر ٹھٹک جاتا ہوں کہ آج

خلاف معمول روضۂ معلیٰ کے دروازے وا ہیں اور پہرے دار خندہ رو استقبالیہ انداز میں منتظر ہیں۔ میں اندر بڑھا جاتا ہوں کہ سامنے سرورکونین رحمت عالم حضور اکرم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ رعنائیوں اور زیبائیوں کے جھرمٹ میں صدیق اکبرؓ، فاروق اعظمؓ کی معیت میں نماز ادا کر رہے ہیں۔ دل خوشیوں سے معمور اور دماغ مسرتوں سے لبریز ہو جاتا ہے اور جب میں دیر گئے باہر نکلتا ہوں تو دربان سے سوال کرتا ہوں: ''یہ دروازے تم روزانہ کیوں نہیں کھولتے؟'' جواب ملا: ''یہ دروازے روزانہ نہیں کھلا کرتے۔'' اور آنکھ کھلی تو مسجد نبوی کے میناروں سے یہ دلکش ترانے گونج رہے تھے: ''اشھد ان محمداً رسول الله، اشھد ان محمداً رسول الله'' اور صبح جب میں نے مدینہ یونیورسٹی کے چانسلر کو ماجرا سنایا تو انہوں نے فرمایا: تمہیں مبارک ہو، ختم نبوت کی چوکھٹ کی چوکیداری میں خاتم النّبیین ﷺ کے رب نے تمہاری کاوش کو پسند فرمایا ہے۔ (مرزائیت اور اسلام ص۲۴،۲۵)

(۱۸۶) احسان دانش (لاہور)، شاعر اسلام جناب

(وفات: ۲۲/مارچ ۱۹۸۲ء)

نامور قومی شاعر، اسلام کے خادم اور ترجمان، مسلمانوں کے جذبات کے آئینہ دار، قومی کارکن جن کا انگ انگ عشق رسالت مآب ﷺ میں ڈوبا ہوا تھا۔ عقیدۂ توحید و عقیدۂ ختم نبوت اور اصلاح معاشرہ کے لئے قوم میں جو روح پھونکی قوم مدتوں ان کی زیر بار رہے گی۔

(۱۸۷) احسن شاہ (علی گڑھ)، جناب سید

جناب سید احسن شاہ صاحب موصوف ضلع علی گڑھ کے تحصیلدار تھے۔ آپ نے مرزا قادیانی کے رد میں ایک رسالہ تحریر فرمایا۔ جس میں مرزا قادیانی کے حالات، دعاوی، عقائد پر مختصر مگر جامع و مانع بحث کی ہے۔ سید احسن شاہ صاحب، حضرت مولانا سید محمد علی مونگیری کے حلقہ ارادت سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کا یہ رسالہ تیسری بار جمادی الثانی ۱۳۴۱ھ میں مونگیر سے شائع ہوا۔ اب محرم ۱۴۳۲ھ ہے۔ گویا بانوے سال قبل کا رسالہ احتساب قادیانیت جلد ۳۶ میں شائع کرنے کی ہم سعادت سے بہرہ ور ہو رہے ہیں۔ حق تعالیٰ مزید توفیق عنایت فرمائیں۔ اس رسالہ کا نام ہے: ''مسیح قادیان کے حالات کا بیان'' بہت ہی قیمتی دستاویز ہے۔

(۱۸۸) احمد الدین (ضلع جہلم)، مولانا

(ولادت: ۸/جولائی ۱۸۵۲ء ...... وفات: ۸/مئی ۱۹۲۹ء)

حضرت مولانا احمد الدین صاحب، مولانا غلام حسین کے ہاں موضع لبولہ ضلع جہلم میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد کا شمار اپنے علاقہ کے جید علماء میں ہوتا تھا۔ چنانچہ آپ نے مروجہ دینی علوم کی کتب اپنے والد سے پڑھیں۔ اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لئے آپ نے ۱۲۹۸ھ میں حجاز مقدس کا سفر کیا۔ حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی اور دیگر جید عرب علماء سے تفسیر، حدیث، فقہ کے علوم حاصل کر کے واپس وطن تشریف لائے۔ آپ نے علم طب میں بھی کمال حاصل کیا۔ حضرت خواجہ قمر الدین سیالوی سے بیعت ہوئے۔ جالی والی مسجد چکوال میں تدریس کی۔ اگست ۱۹۰۰ء میں حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی، مرزا قادیانی کے ساتھ مناظرہ کی غرض سے لاہور تشریف لے گئے تو مولانا احمد الدین بھی آپ کے علماء ہمرکاب میں شامل تھے۔ چکوال میں تدفین ہوئی۔

(۱۸۹) احمد الدین (سکنہ بھوئی گاڑ)، مولانا

حضرت مولانا احمد الدین ضلع اٹک کے مردم خیز موضع بھوئی گاڑ میں پیدا ہوئے۔آپ کے والد مولانا امیر حمزہ اورعم بزرگوار مولانا محمد شفیع قریشی کا شمار اپنے زمانہ کے نامور علماء میں ہوتا ہے۔مولانا احمد الدین صاحب نے علوم اسلامیہ کی ابتدائی کتب اپنے والد صاحب اور چچا سے پڑھیں اور درس نظامی کی تکمیل حضرت مولانا پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی سے کی۔آپ اکثر سفر حضر میں حضرت پیر صاحب کے ساتھ رہے۔موضع برہ زئی، حضرو میں ایک دینی اجتماع سے واپسی پر گڑھی افغاناں کے مقام پر معمولی بخار ہوا اور ابدی سفر پر روانہ ہوگئے۔آپ ایک جید عالم تھے اور حضرت پیر صاحب کے نہ صرف شاگرد تھے بلکہ مرید صادق بھی تھے۔مرزا قادیانی سے ہونے والے مناظرہ لاہور اگست ۱۹۰۰ء میں شرکت کے لئے پیر صاحب کی معیت میں گولڑہ شریف سے ساتھ گئے۔

(۱۹۰) احمد الدین (سکنہ جسیال، چکوال)، حضرت مولانا

آپ موضع جسیال تلہ گنگ میں مولانا قاضی غلام مرتضیٰ جسیالوی کے گھر پیدا ہوئے۔آپ کے والد ضلع چکوال کے جید عالم دین تھے۔آپ نے دینی تعلیم مولانا قاضی خادم حسین علوی دھرابی اور مولانا حاجی عبدالباقی کرسالوی سے حاصل کی۔ چشتیہ سلسلہ کے بزرگ حضرت خواجہ احمد میروی سے بیعت ہوئے۔جسیال کی مرکزی مسجد میں تدریس دین میں وقت گزرا۔آپ کے شاگردوں میں حضرت مولانا غلام اللہ خان کا نام بھی آتا ہے۔حضرت مولانا قاضی زاہد الحسینی کی تصنیف کردہ ’’درۂ زاہدیہ برفرقہ احمدیہ‘‘ میں قادیانیت کی بابت پوچھے گئے ایک فتویٰ کے جواب میں علماء جہلم کی فہرست میں اس فتویٰ پر آپ کا نام اور دستخط بھی موجود ہیں۔ (فتاویٰ ختم نبوت ج۳ ص۲۸۷)

(۱۹۱) احمد الدین (سکنہ جواہر، چکوال)، مولانا

۲۵ تا ۲۷ راگست ۱۹۰۰ء بادشاہی مسجد لاہور میں ہندوستان کے علماء ومشائخ کا جوعظیم الشان اجتماع مرزا قادیانی کے مقابلہ کے لئے ہوا تھا۔اس میں مولانا احمد الدین سکنہ جواہر بھی شامل تھے۔اس جلسہ کے اختتام پر جو قراردادیں منظور کی گئیں اس کے مسودہ پر ۵۷ ویں نمبر پر مولانا احمد الدین نے دستخط ثبت کئے۔مہر منیر کے ص ۲۳۸ پر اس کی نقل موجود ہے۔

(۱۹۲) احمد الدین واعظ (دھرابی ضلع چکوال)، مولانا

(وفات: ۱۹۰۷ء)

مولانا احمد الدین واعظ، محمد شاہ باز خان دھرابی ضلع چکوال میں پیدا ہوئے۔ضلع چکوال اور ضلع اٹک کی درسگاہوں کے اساتذہ سے درس نظامی کی تکمیل کی۔فراغت کے بعد درس وتدریس میں مشغول ہوئے۔تھوڑی ہی مدت میں وعظ وخطابت کے میدان میں داخل ہوئے۔خطابت کے میدان سے میدان مناظرہ کے شہوار بنے۔بہت بڑے مناظر بنے اور آپ کی خطابت کا ڈنکا پنجاب بھر میں بجنے لگا۔بسا اوقات عشاء کے بعد خطاب شروع ہوتا تو فجر کی اذانوں کو جا پہنچتا۔مرزائیت پر بھی آپ کے خطابی حملوں نے عوام الناس میں شہرت اختیار کی۔حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی کے حلقہ میں داخل ہوئے اور قربت واستفادہ حاصل کیا۔آپ کو اپنے گاؤں دھرابی کے قبرستان میں دفن کیا گیا۔

(۱۹۳) احمد اللہ قاسمی امرتسری، مولانا پیر

مولانا پیر صدیق اللہ قاسمی امرتسری کے ایک صاحبزادے پیر احمد اللہ قاسمی امرتسری نہایت ذہین عالم دین تھے۔ سید سعید احمد اندرابی کشمیری اور مولانا قطب الدین امرتسری سے آپ نے تکمیل علوم کی۔ منشی محمد دین فوق لاہوری نے تاریخ اقوام کشمیر میں آپ کا ذکر کیا ہے۔ مولانا احمد اللہ امرتسری وہ مجاہد عالم دین تھے جنہوں نے مرزا قادیانی کے خلاف فتاویٰ لکھا۔ چنانچہ مرزا قادیانی نے اپنی کتاب انجام آتھم کے ص۷۰ پر جن علماء و مشائخ کو اپنا مخالف قرار دیا ان میں نمبر۱۰ پر مولانا احمد اللہ امرتسری ہیں۔ حق تعالیٰ آپ کے درجات بلند فرمائیں کہ آپ نے ملعون قادیان کو ایسا زک دیا جو وہ بھلانے سے نہ بھلا سکا۔ علاوہ ازیں آپ نے قادیانی عقائد کی تردید پر ''فتویٰ علماء پنجاب و ہندوستان'' میں صورت مسئولہ پر یہ عبارت تحریر فرما کر دستخط کئے۔ ''اس (یعنی مرزا قادیانی) کی عبارات جو مجھ کو دکھائی گئی ہیں ان کا ظاہری مفہوم خلاف عقائد اہل سنت جماعت معلوم ہوتا ہے۔ اگر کوئی شخص صرف ان ظاہری عبارات کا لحاظ کر کے عقیدہ رکھے گا تو وہ خطا کار مخالف اہل سنت جماعت کا ہے۔'' (فتاویٰ ختم نبوت ج۲ ص۱۷۲)

(۱۹۴) احمد بخش امرتسری (مدرس مدرسۃ المسلمین امرتسر)، مولانا

حضرت مولانا غلام دستگیر صاحب قصوری کی کتاب جو مرزا قادیانی کے خلاف تحریر کی گئی اس پر مولانا احمد بخش صاحب امرتسری مدرسہ مدرسۃ المسلمین امرتسر نے ذیل کی تقریظ تحریر فرمائی۔

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ وبعدہ!

ایں کس رسالہ ہذا را از اوّل تا آخر بلفظ دیدہ موارد واعتراضات را از براہین ہم مشاہدہ نمود فی الحقیقۃ بعض مزخرفاتش را بطور نمونہ جواب دادہ آمد تا بفحوائے قیاس کن زگلستان من بہار مرا اباطیل باقید بر آن قیاس نمودہ شود خداوند کریم مولانا مصنف را (کہ ہمیشہ کمر ہمت بحمایت دین بستہ دارند در استیصال خلاف مخالفین بمساعی جمیلہ خود، مشکور اسلامیان اند و چرا نباشد کہ کمالات حسبی ونسبی ضمیمہ خوبیہا کسبی ووہبی از حق سبحانہ دارند) جزائے خیر دہد کہ درچنیں وقت کہ باغربت اسلام ہم قرانست ایں چنیں احسان برزمرہ اہل سنت گزاشتہ اند، فقط! حررہ ابو عبید اللہ احمد بخش عفا اللہ عنہ والقاہ بالبہش بقلم خود۔

(۱۹۵) احمد بخش (ڈیرہ غازی خان)، جناب الحاج

(پیدائش: ۱۹۲۲ء ...... وفات: ۱۶/اپریل ۱۹۸۹ء)

موصوف شادن لنڈ میں پیدا ہوئے۔ پھر ڈیرہ غازی خان میں آکر کاروبار شروع کیا۔ اللہ تعالیٰ نے خوب رزق حلال کے دروازے ان پر وا کئے۔ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین چکوال والوں سے بیعت کا تعلق تھا۔ آپ حضرت امیر شریعت کے معتمد خاص تھے۔ مولانا حافظ سید عطاء المنعم شاہ بخاری نے تعزیتی مضمون میں لکھا کہ مرحوم طبعاً انتہائی شریف، دین دار، عاشق ختم نبوت، محبّ اصحاب رسول، معتقد امیر شریعت اور احرار کے معاون خاص تھے۔

(۱۹۶) احمد بزرگ سلمکی (سورتی مسجد رنگون)، مولانا

(وفات:۵/دسمبر ۱۹۵۱ء)

۱۹۲۰ء میں لاہوری مرزائی گروہ کے نفس ناطقہ خواجہ کمال الدین رنگون برما گئے اور برما کے مسلمانوں سے چندہ بٹورنے کے لئے اپنے کو اور اپنے گروہ لاہوری مرزائیوں کو اسلام کے روپ میں پیش کیا۔ اس زمانہ میں برما میں مولانا احمد بزرگ سلمکی وہاں مسلمانوں کے نامور عالم دین تھے۔ آپ نے خواجہ کمال الدین کے کذب ودجل کو پارہ پارہ کرنے کے لئے لکھنؤ سے مناظر اسلام حضرت مولانا عبدالشکور لکھنوی کو برما تشریف لانے کی دعوت دی۔ آپ کی تشریف آوری پر برما کے مسلمانوں کے لئے پردہ غیب سے رحمت خداوندی کا مظاہرہ ہوا۔ خواجہ کمال الدین کو مباحثہ کے لئے خطوط لکھے گئے۔ اس کے شبہات کے جوابات دیئے گئے۔ جگہ جگہ اس کی تردید میں اجتماعات منعقد ہوئے۔ مولانا عبدالشکور لکھنوی عالم دین، حاضر جواب، مناظر اور بلا کے خطیب تھے۔ برصغیر میں رد رفض پر حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے بعد سب سے زیادہ آپ نے کام کیا۔ اس زمانہ میں اس مباحثہ کی تمام کارروائی کو ''صحیفہ رنگون بر پیروان دجال زبون'' کے نام سے مولانا احمد بزرگ سلمکی نے مرتب کر کے شائع کیا۔ اب چند سال ہوئے دینی تعلیمی ٹرسٹ لکھنؤ نے اسے جدید خطوط پر مرتب کر کے روئیداد مباحثہ رنگون کے نام پر شائع کیا۔ اب تیسری بار احتساب قادیانیت کی جلد تیس (۳۰) میں اسے شائع کیا گیا۔

(۱۹۷) احمد بن سعد بن حمدان الغامدی، جناب فضیلۃ الشیخ

سعودی عرب ریاض سے جناب فضیلۃ الشیخ احمد بن سعد بن حمدان الغامدی کی کتاب ''عقیدہ ختم نبوت بالنبوۃ المحمدیہ'' عربی زبان میں بڑے سائز کے ۳۳۴ صفحات پر مشتمل ۱۳۹۸ھ میں شائع ہوئی۔

اس کتاب کے کل پانچ ابواب ہیں۔ باب اوّل کی چار فصلیں ہیں۔ فصل اوّل: ختم نبوت کی لغوی وشرعی تعریف۔ فصل دوم: کتاب وسنت آثار صحابہ ؓ اور آج تک امت کے اجماع کی تفصیل۔ فصل سوم: ختم نبوت کا عقیدہ سابقہ کتب کی روشنی میں۔ فصل چہارم: خصائص امت محمدیہ اور عقیدۂ ختم نبوت۔ خاتمہ باب اوّل: عقیدۂ ختم نبوت پر ائمہ احناف کے جوابات۔

باب ثانی میں شیعہ امامیہ کی عقیدہ ختم نبوت سے متعلق تاویلات کے جوابات۔

باب ثالث میں عباسی واموی دور میں مدعیان نبوت کے تعاقب کی تفصیل۔

باب رابع میں بابیت، بہائیت، قادیانیت کی اس عقیدہ کے خلاف تحریکات۔ ان کے اعتراضات وجوابات۔

باب خامس میں عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے امت محمدیہ کی ذمہ داریاں۔

خاتمۃ الکتاب: تمام مباحث کے نتائج پر یہ کتاب مشتمل ہے۔ مصنف نے بڑی کامیابی کے ساتھ ان موضوعات کو اجاگر کیا ہے۔

(۱۹۸) احمد بن عبداللہ غزنوی امرتسری، مولانا

آپ مولانا سید عبداللہ غزنوی کے صاحبزادے تھے۔ آپ نے مولانا محمد حسین بٹالوی کے فتویٰ کے جواب میں ذیل کا فتویٰ تحریر فرمایا: ''قولی فی صاحب قادیانی ما قالہ شیخ الاسلام ابن تیمیۃ حیث قال:

کما ان خیر الناس الانبیاء، فشر الناس من تشبه بهم من الکذابین وادعی انه منهم ولیس منهم، فخیر الناس بعدهم العلماء والشهداء والصدیقون والمخلصون وشر الناس من تشبه بهم یوهم انه منهم ولیس منهم وفی لفظ الحدیث فهولاء اذل خلق الله تسعر بهم النار یوم القیامة، عیاذاً بالله'' احمد بن عبداللہ الغزنوی

''قادیانی کے حق میں میرا وہ قول ہے جو شیخ الاسلام ابن تیمیہ کا قول ہے۔'' جیسے تمام لوگوں سے بہتر انبیاء علیہم السلام ہیں، ویسے ہی تمام لوگوں سے بدتر وہ جھوٹے لوگ ہیں جو نبی نہ ہوں اور نبیوں سے مشابہ بن کر نبی ہونے کا دعویٰ کریں۔ نبیوں کے بعد بہتر وہ لوگ ہیں جو علماء اور شہید اور صدیق اور با اخلاص ہوں۔ پس جو ان سے مشابہ بن بیٹھیں اور یہ جتائیں کہ ہم ان ہی میں سے ہیں اور واقعہ میں ایسے نہ ہوں، وہ بدترین خلائق ہیں۔'' یہ ابن تیمیہ کا قول ہے اور حدیث میں آیا ہے: وہ لوگ تمام خلائق سے ذلیل تر ہیں۔ ان کو آگ میں جھونکا جائے گا، خدا اس سے بچائے۔'' (فتاویٰ ختم نبوت ج۲ ص۱۷۳،۱۷۴)

(۱۹۹) احمد بن محمد سعید رام پوری، مولانا شیخ

مولانا احمد بن محمد سعید رام پوری افغانی فقہ اور اصول کے مشہور فاضل تھے۔ زندگی بھر درس و تدریس سے رابطہ رہا اور ہزاروں ہزار خلق خدا کو نفع پہنچایا۔ میراث، منطق، طب اور فتاویٰ پر آپ کی تصانیف ہیں۔ پیر سید ظہور شاہ گیلانی جلال پور جٹاں کے فتاویٰ ''قہر یزدانی بر جان دجال قادیانی'' پر آپ کے تائیدی دستخط ہیں۔ رام پور میں وفات و تدفین ہوئی۔ (فتاویٰ ختم نبوت ج۲ ص۳۰۷)

(۲۰۰) احمد پشاوری، جناب قاضی

(ولادت:۱۸۴۵ء ...... وفات:۱۸۸۳ء)

حضرت مولانا قاضی احمد تنگی ضلع پشاور میں پیدا ہوئے۔ مختلف علماء سے علوم اور فنون کی کتابیں پڑھیں۔ رسوم اور بدعات کے سخت مخالف تھے۔ یورپین لوگوں کو پشتو زبان سکھاتے تھے۔ آپ نے قرآن پاک کا ترجمہ بھی شروع کیا تھا۔ آپ نے مرزا قادیانی کے خلاف فتویٰ بھی دیا تھا جو مندرجہ ذیل ہے: ''نحن نتبع ما نقم الفحول من العلماء والسالکین بطریق الشریعة ولانصاف ونحکم بکفره واضلاله'' ہم قادیانی کے باب میں اس حکم کے پیرو ہیں جو علماء نے تحقیق کر کے اس پر لگایا ہے۔ ہم اس کو کافر و گمراہ کنندہ جانتے ہیں۔ (فتاویٰ ختم نبوت ج۲ ص۱۹۲)

(۲۰۱) احمد پیلی بھیتی، حکیم قاری

(ولادت:۱۹۱۱ء ...... وفات:۱۴؍مئی ۱۹۷۶ء)

قاری احمد گنج مراد آباد میں مولانا عبدالاحد کے ہاں پیدا ہوئے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم مدرسۃ الحدیث پیلی بھیت سے حاصل کی۔ بعدہ مدرسہ عالیہ رامپور، مدرسہ امینیہ دہلی اور پھر طبیہ کالج لکھنؤ سے تعلیم حاصل کی۔ اصلاحی تعلق پیر مہر علی شاہ گولڑوی سے

قائم کیا۔تحریک پاکستان میں گرفتار رہے۔ تقسیم کے بعد کراچی آ گئے۔ ماہنامہ الاسلام کراچی پیام حق کے مدیر بھی رہے۔اچانک حرکت قلب بند ہو جانے کے باعث کراچی میں ہی انتقال فرمایا۔آپ نے اپنی تقاریر وخطبات میں عقیدۂ ختم نبوت کی افادیت اور قادیانیت کی زہرناکیوں کو کھول کھول کر بیان کیا۔آپ نے ایک کتاب ’’قادیانی فتنہ کا ارتداد‘‘ بھی تحریر فرمائی جو کہ غیر مطبوعہ ہے۔’’قادیانی فتنہ اور علماء حق‘‘ مصنفہ مولانا سعید احمد اور ’’انوار علماء اہل سنت سندھ‘‘ کے ص۹۰ پر اس غیر مطبوعہ کتاب کا تذکرہ موجود ہے۔

(۲۰۲) احمد جی (ایبٹ آباد)،حضرت مفتی

(ولادت:۱۸۷۰ء وفات:۲۱/اپریل ۱۹۴۵ء)

آپ حافظ قیام الدین کے فرزند تھے۔ابتدائی تعلیم کاکول،سرھنہ کے بعد سکندر پور ضلع ہری پور اور مکھڈ شریف سے حاصل کی۔آپ حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی کے مرید تھے۔فراغت تعلیم کے بعد اپنے گاؤں کی مسجد میں تدریس کرتے رہے۔قادیانی فتنے کے خلاف آپ نے تحریک چلائی اور ۱۹۰۰ء میں لاہور کی بادشاہی مسجد میں مرزا قادیانی کے ساتھ ہونے والے مناظرے میں اپنے مرشد کے ساتھ شریک تھے۔مگر مرزا قادیانی نہ آیا۔ (محمد اعجاز،ایبٹ آباد)

(۲۰۳) احمد حسن محدث امروہی،مولانا

(پیدائش:۱۸۵۱ء ...... وفات:۱۹۱۲ء)

شیخ الحدیث حضرت مولانا سید احمد حسن امروہی اپنے زمانہ کے نامور عالم دین اور محدث کبیر وسید العلماء تھے۔آپ قاسم العلوم والخیرات حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی کے سب سے اجل شاگرد اور ان کے علمی جانشین تھے۔آپ کے پوتا ڈاکٹر، پروفیسر سید وقار احمد رضوی نے آپ کے احوال وآثار پر کتاب مرتب کی ہے جس میں آپ کی رد قادیانیت کے حوالہ سے خدمات وواقعات بھی درج کئے ہیں۔جو یہ ہیں:

رد قادیانیت

رد قادیانیت میں ابوالحسن صاحب علی میاں ندوی نے حضرت مولانا انور شاہ کشمیری،مولانا ثناء اللہ امرتسری،مولانا محمد حسین بٹالوی، مولانا محمد علی مونگیری کا نام لیا ہے۔لیکن اس سلسلے میں حضرت محدث امروہی نے بھی کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں۔آپ کے زمانہ میں امروہہ کے مولوی محمد احسن صاحب اور حکیم نور الدین مرزا کی مہدویت اور مسیحیت کی تصدیق کر کے مرتد اور بے دین ہو گئے تھے۔صاحب تذکرۃ الکرام فرماتے ہیں:’’انہوں نے آخر حصہ عمر میں مرزا غلام احمد قادیانی کے دعویٰ مسیحیت ومہدویت کی تصدیق کی اور جماعت احمدیہ مرزائیہ مشرب کی تبلیغ بھی کرتے رہے۔ان کو قادیانی مشن کی جانب سے گھر بیٹھے تنخواہ برابر ملتی رہی۔‘‘ (تذکرۃ الکرام تاریخ امروہہ ص۳۰۸)

جب یہ فتنہ امروہہ پہنچا تو آپ (مولانا سید احمد حسن) نے شمشیر برہنہ ہو کر اس کا مقابلہ کیا اور اس فتنہ کا قلع قمع کر دیا۔ حضرت محدث نے اس سلسلے میں مرزا غلام احمد قادیانی کو بھی مناظرہ ومباہلہ کی دعوت دی تھی۔ (احوال وآثار ص۵۰)

آپ (مولانا سید احمد حسن محدث امروہی) حضرت حاجی امداد اللہ صاحب سے بیعت تھے۔اجازت بیعت اور خلافت حضرت حاجی صاحب موصوف اور حضرت مولانا محمد قاسم صاحب سے حاصل تھی۔استاد محترم کی طرح آپ میں بھی انتہاء سے زیادہ اخفائے حال

تھا۔اس وجہ سے اکثر و بیشتر علمی لائن سے ہی آپ کا تعلق رہا۔حالانکہ اپنے زمانے کے تصوف کے اونچے مقام پر فائز تھے۔ایک مرتبہ آپ نے حاجی امداد اللہ صاحب کی خدمت میں اپنا سلام اور حاضر نہ ہونے کی معذوری کہلا کر بھیجی تو حضرت حاجی صاحب موصوف نے فرمایا: ”ہماری یہ ٹوپی ان کو دے دینا اور یہ کہنا کہ جو کام تم امروہہ میں رہ کر انجام دے رہے ہو وہ یہاں کی حاضری سے بہتر ہے۔“

مولوی بدرالدین آپ کے تلامذہ میں سے تھے۔لیکن محمد احسن قادیانی کے یہاں آمد و رفت ہونے کی وجہ سے قادیانی ہو گیا تھا۔ایک دن اس کو حضرت (مولانا سید احمد حسن) محدث امروہی کے پاس لایا گیا۔آپ نے مولوی بدرالدین کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا:”حقیقت میں تم ہمارے طبیب روحانی ہو۔ہمیں غرور ہو چلا تھا کہ ہمارے کوئی شاگرد اور ہمارے پاس بیٹھنے والے باطل میں گرفتار نہیں ہو سکتا۔اب معلوم ہوا کہ یہ بات غلط ہے۔تم نے ہمارے غرور کی اصلاح کر دی۔“

بس یہ الفاظ فرمائے تھے کہ بدرالدین رو کر پیروں میں گر پڑا اور تائب ہو گیا۔ (احوال و آثار ص۵۴)

”حقیقت یہ ہے کہ مرزا کے دعویٰ ثبوت کے ابتداء ہی میں اگر پیر مہر علی شاہ گولڑوی اور حضرت محدث امروہوی جیسے اکابر وقت، بے پناہ علمی حیثیت سے اس دجل و مکر کا قلع قمع نہ کرتے تو بعد والوں کے کاندھوں پر اس فتنے کی تردید کا زبردست بوجھ پڑ جاتا۔محمد احسن (قادیانی) کی لایعنی و مرعوب کن تاویلات کی قبا کو (جن تاویلات کے بل بوتے پر مرزا کی خانہ ساز مسیحیت، حق و صداقت سے نبرد آزمانے چلی تھی) حضرت محدث امروہوی نے پوری قوت کے ساتھ تار تار کر کے فضائے آسمانی میں اڑا دیا تھا۔آپ نے بروقت اس دجالیت کا استیصال کیا اور طلباء و عوام کی ایک بڑی جماعت آغاز ہی میں آپ کی بدولت اس تحریک کے پس منظر سے خبردار اور ان اشکالات کے جواب سے واقف ہو گئی تھی۔اگر اس فتنہ کا منہ امروہہ کی سرزمین پر اسی وقت بند نہ کیا جاتا تو تمام یوپی میں سیلاب بن کر اس فتنے کے پھیل جانے کا اندیشہ تھا۔“

مناظرہ و مباہلہ کی دعوت

ایک وقت ایسا آیا جب حضرت محدث امروہوی نے مرزا سے مباہلہ کا اعلان کر دیا۔محمد احسن قادیانی کی مرتب کردہ روئیداد مباحثہ رامپور سے اس کا ثبوت ملتا ہے۔حضرت محدث امروہوی مرزائے قادیانی کو تحریر فرماتے ہیں:”بسم اللہ! آپ تشریف لائیے۔ آپ اپنے سچے موعود ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔میں بنام خدا مستعد ہوں۔خواہ مناظرہ کر لیں خواہ مباہلہ۔آپ اپنے اس دعویٰ کا احادیث صحیحہ معتبرہ اور قرآن پاک سے ثبوت دیں اور میں ان شاء اللہ اس دعوے کی قرآن و احادیث صحیحہ سے تردید کروں گا۔ والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ!“ راقم: خاتم الطلبہ و احقر الزمن احمد حسن غفرلہ مدرس مدرسہ عربیہ امروہہ

(روئیداد مباحثہ رام پور ص ۵۶، مؤرخہ ۶رفروری ۱۹۰۹ء)

رامپور میں مناظرہ

امروہہ میں قادیانیت کی بنیاد رکھنے کے بعد قادیانیوں نے ریاست رامپور کو مرکز بنانا چاہا تھا اور وہاں اس فتنے سے بعض اشخاص متأثر بھی ہو گئے۔حضرت (مولانا سید احمد حسن) محدث امروہوی نے سرزمین رامپور پہنچ کر مجلس مناظرہ منعقد کرائی۔اکابر دیوبند ان کے ہمراہ تھے۔قادیانیوں کے تمام اصاغر و اکابر رامپور میں جمع ہو گئے تھے۔نواب حامد علی خان والئی ریاست رامپور کے زیر اہتمام قلعہ رامپور میں یہ مناظرہ ہوا۔مولانا ثناء اللہ امرتسری اہل اسلام کی طرف سے مناظر تھے۔حضرت محدث امروہوی کی یہاں پر بھی تقریر

ہوئی۔ مناظرہ اور تقریر کا یہ اثر ہو کہ قادیانیت رامپور میں مرجھا گئی۔ حضرت محدث امروہوی نے اس مناظرہ کی روئیداد بصورت مکتوب پھلاودہ اپنے شاگرد مولانا حافظ عبدالغنی پھلاودی کو روانہ کی۔ اس میں انتہائی خوشی کے ساتھ اپنی جدوجہد کا تذکرہ فرمایا ہے اور حق کی فتح پر اظہار شادمانی کیا ہے۔ مناظرہ کی مکمل روئیداد اخبار اہل حدیث کے فائل سے معلوم ہوسکتی ہے۔ یہ مناظرہ ۱۵؍جون ۱۹۰۹ء مطابق ۱۳۲۷ھ کو ہوا تھا۔ (اس کی تفصیل آگے آرہی ہے) مولانا شاہ عبدالغنی بھلاودی نے اس مناظرہ کی مندرجہ ذیل تاریخ نکالی ہے ۔

چواز مبحث بدرزدنام احسن شکست آمد بہ شان میرزائی

۱۳۲۷ھ

مرزا کا رسالہ دافع البلاء میں اس کا موضوع

جیسا کہ لکھا جاچکا ہے کہ مرزا قادیانی کے اثرات محمد احسن (قادیانی) کے ذریعہ امروہہ میں پہنچ رہے تھے۔ حضرت محدث امروہوی نے جامع مسجد اور عیدگاہ میں اپنی پراثر تقاریر سے اس فتنے کی پوری علمی قوت سے تردید کی۔ محمد احسن قادیانی کو جرأت نہ ہوتی تھی کہ وہ حضرت محدث کی علیت کے مقابل آسکے۔ اس تردید کی اطلاعات وہ مرزا کو دیتے رہتے تھے۔ چنانچہ مرزا نے اپنے رسالے دافع البلاء میں ان اطلاعوں سے متأثر ہو کر لکھا اور حضرت محدث امروہوی کو براہ راست اس میں مخاطب کیا اور اپنی پیش گوئی سے آپ کو بھی مرعوب کرنا چاہا۔ لیکن مولانا نے اس کا کوئی اثر قبول نہ کیا۔ مولانا ثناء اللہ امرتسری فرمایا کرتے تھے کہ میرا وجود مرزا کے بطلان کی قدآدم دلیل ہے۔ کیونکہ مرزا نے ان سے مباہلہ کرتے ہوئے کہا تھا کہ یہ کاذب، صادق کے سامنے مرجائے گا۔ مولانا امرتسری ۱۹۴۷ء (۱۹۴۹ء سرگودھا میں فوت ہوئے) تک بقید حیات رہے۔ اسی طرح حضرت محدث امروہوی عقیدۂ اہل سنت والجماعت کی حقانیت کا ایک مجسم وزندہ ثبوت تھے۔

مرزا نے حضرت محدث امروہوی کے بارے میں کیا کیا پیش گوئیاں نہیں کیں اور مباہلے کے چیلنج کو اپنی افتادطبع کے مطابق کڑواہٹ اور سختی کے ساتھ قبول کیا۔ دنیا جانتی ہے کہ مرزا ۱۹۰۸ء کو مرگیا اور حضرت محدث امروہوی ۱۹۱۲ء میں عالم آخرت کو سدھارے۔ یہاں بھی کاذب وصادق کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

ردقادیانیت پر حضرت (مولانا سید احمد حسن) امروہوی کی ایک عربی تقریر

”لاریب فی ان المسیح بن مریم رفعه الله الی السماء حیا وما قتلوه وما صلبوه یقینا بل شبه لهم وسینزله الله تعالیٰ عند قرب الساعة بعد خروج الدجال فی جامع دمشق عند منارة الشرقیه بین مهروذتین واضعایدیه علی الملکین یقطر الماء من رأسه کأنه خرج من ویماس فسیکسر صلیب ویقتل الخنزیر ویضع الجزیه ویقتل علی یدیه الدجال الاکبر ویموت الکافر من نفسه الشریفه ویقتل الی حیث ینتهی بصره اللطیفه قول حق لایاتیه الباطل بین یدیه ولا من خلفه کما نطق به کتاب الله واخبربه النبی الصادق المصدوق ولا ینبئک

مثل خبیر فمن قال نه مات وادعی نفسه بأنه المسیح الموعود فقد شاق الله ورسوله واعرض عن النصوص الظاهرة فی کتابه وکتاب رسوله وخالفهما وخالف الامر الثابت الدین۔ من یشاقق الرسول بعد ماتبین له الهدیٰ ویتبع غیر سبیل المؤمنین نوله ماتولّی ونصله جهنم وسأت مصیرا الا انهم لیقولون منکراً من القول وزوراً الا انه فریة بلا مریة کبرت کلمته تخرج من افواههم ان یقولون الا کذبا الا انهم فی مریة من لقاء عیسیٰ الا انهم فی شک منه وسیبطل الله ما یقول ویفتح بیننا وبینه بالحق والله خیر الفاتحین وهو علی ذلک کل رسول کفی به وکیلا فیا ایها الذین آمنوا وصدقوا بکتاب الله وکتاب رسوله علیکم ان تکونوا من هذا الضالاً المضل علی طرف بعید وحذر شدید فانه من دجال هذه الامة صدق الله العلی العظیم وصدق رسوله الکریم لاتقوم الساعة حتی یبعث الکذبون دجالون فتیب من ثلثین کلهم یزعم انه رسول الله والله سبحانه وتعالیٰ یهدی من احقر الزمن احمد حسن الحسینی الامروهوی غفرله لوالدیه واحسن الیهما والیه‘‘

اردو ترجمہ:’’اس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ مسیح بن مریم علیہما السلام کو اللہ تعالیٰ نے زندہ آسمان کی طرف اٹھالیا۔انہوں نے ان کو نہ قتل کیا اور نہ سولی پر چڑھایا۔ بلکہ ان کو اس بات کا شبہ ہوگیا (کہ وہ قتل کردیئے گئے یا صلیب پر چڑھا دیئے گئے) وہ قرب قیامت میں خروج دجال کے بعد دمشق کی جانب شرق کے منارہ کے نزدیک اتریں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کو نازل کرے گا۔ وہ زرد چادروں میں لپٹے ہوئے ہوں گے۔ دو فرشتوں پر اپنے دونوں ہاتھ رکھے ہوئے ہوں گے۔ ان کے سر سے پانی ٹپک رہا ہوگا۔ گویا وہ ابھی غسل خانے سے غسل کر کے برآمد ہوئے ہیں۔ وہ صلیب کو توڑ دیں گے۔ خنزیر کو قتل کردیں گے۔ جزیہ موقوف کردیں گے۔ دجال اکبر ان کے ہاتھ قتل ہوگا۔ ان کی سانس (پھونک) سے کافر مرجائیں گے۔ جہاں تک ان کی نظر جائے گی باطل ختم ہوجائے گا۔ یہ باتیں حق ہیں۔ اس میں باطل کو راہ نہیں۔ کتاب اللہ سے اور نبی صادق ومصدوق ﷺ کے اقوال سے یہی ثابت ہے جو شخص یہ دعویٰ کرتا ہے کہ مسیح بن مریم وفات پاگئے اور وہ خود نعوذ باللہ مسیح موعود ہے۔ اس نے اللہ اور اس کے رسول سے بغاوت کی اور اس نے کتاب اللہ اور احادیث کے نصوص سے اعراض کیا اور امر ثابت کی مخالفت کی۔’’ومن یشاقق الرسول‘‘ آیت کا مصداق ہے۔ اس نے ہدایت کے آنے کے بعد اس کے خلاف کیا اور ایسی راہ کی پیروی کی جو مسلمانوں کے خلاف ہے۔ اس کا ٹھکانہ یقیناً جہنم ہے اور اس کا انجام برا واضح باد کہ وہ مرزائی جھوٹے ہیں اور جھوٹ بولتے ہیں۔ وہ بڑا بول بولتے ہیں۔ نزول عیسیٰ کے منکر ہیں۔

عنقریب اللہ تعالیٰ ان کے قول کو باطل کر دکھائے گا اور حق کی فتح ہوگی۔ اللہ تعالیٰ بہترین کارساز ہے۔ اے مسلمانو! اور اے کتاب اللہ اور کتاب رسول کے شیدائیو! تم اس گمراہ اور گمراہ کن شخص سے بچو اور اس سے میل جول سے پرہیز کرو۔ اس لئے کہ یہ اس امت کا دجال ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت قائم نہ ہوگی جب تک تیس جھوٹے دجال نہ آجائیں۔ ان میں سے ہر ایک یہ

دعویٰ کرے گا کہ میں ہی للہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔نعوذ باللہ! اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور وہ ہر چیز سے باخبر ہے۔وہ سب سے زیادہ علم والا ہے۔اس کا علم مکمل واکمل ہے۔'' (احوال وآثار ص۱۰۶تا۱۱۰)

قادیانیوں سے رامپور میں مناظرہ

اس کی مختصر روداد یہ ہے کہ امروہہ کے ایک صاحب حکیم محمد احسن فاروقی قادیانی ہو گئے تھے۔اس فرقے کی اہم شخصیات میں ان کا شمار تھا۔محمد احسن (قادیانی) نے اپنے محلے کے افراد کو بھی اپنا ہم عقیدہ بنالیا۔حکیم آل محمد جو مولانا محمد قاسم نانوتوی سے بیعت تھے۔وہ بھی اس فریب میں آ گئے۔اسی طرح سید بدرالحسن حضرت محدث کے شاگرد انہوں نے بھی حکیم محمد احسن کی ہم نوائی شروع کر دی۔حضرت محدث نے اس فتنہ کو سر اٹھاتے دیکھا تو بے چین ہو گئے اور ہر محاذ پر جہاد شروع کر دیا۔علمائے شہر نے مناظرہ کرنا چاہا تو محمد احسن (قادیانی) نے کہا کہ (مولانا) احمد حسن (محدث امروہی) میرے مقابلے پر آوے۔حضرت محدث نے پیغام بھیجا کہ مرزا کو بلائیے۔صرف راہ میرے ذمے یا مجھ کو لے چلئے۔میں خود اپنے صرف کا متکفل ہوں گا۔بسم اللہ! آپ دونوں (مرزا قادیانی اور محمد احسن مرزائی) مل کر مجھ سے مناظرہ کر لیجئے یا میرے طلباء سے مناظرہ کیجئے۔ان کی مغلوبی میری مغلوبی۔

اس زمانے میں حضرت محدث ہر جمعہ کو جامع مسجد میں وعظ فرماتے تھے اور موضوع اکثر ردقادیانیت ہوتا تھا۔۲۸؍فروری ۱۹۰۲ء جمعہ کو حضرت نے وعظ میں علی الاعلان فرمایا:''مرزا قادیانی کو کوئی صاحب لوجہ اللہ غیرت دلائیں کب تک خلوت خانے میں چوڑیاں پہنے بیٹھے رہو گے۔میدان میں آؤ اور اللہ بزرگ و برتر کی قدرت کاملہ کا تماشہ دیکھو کہ ابھی تک خدا کے کیسے کیسے بندے تم سے دجال امت کی سرکوبی کے واسطے موجود ہیں۔''

ایسے وعظوں کا شہر میں بھی بہت اثر پڑا......مولوی بدرالحسن (قادیانی) زارزار رونے لگے اور قدموں پر سر رکھ دیا اور اپنے عقیدہ باطل سے تائب ہوئے اور مناظرہ رامپور میں حضرت کے ساتھ تھے۔

مرزا غلام احمد قادیانی نے ایک رسالہ دافع البلاء کے نام سے لکھا تھا۔اس میں حضرت مولانا سید احمد حسن کا ذکر ہے۔حضرت دادا صاحب نے غلام احمد قادیانی کو مباہلے کی دعوت دی تھی اور کہا تھا کہ میں اپنے اہل وعیال کو میدان میں لے آتا ہوں۔مرزا بھی لے آئے۔میں اللہ تعالیٰ سے دعا کروں گا کہ جو باطل ہے وہ نابود ہو جائے۔لیکن مرزا اس مباہلے میں نہیں آیا۔

خلاصہ یہ تھا کہ قادیان طاعون سے محفوظ رہے گا اور جو کوئی مرزا کو سچا نبی مانے گا اس کا شہر بھی محفوظ رہے گا۔جو مرزا کی تکذیب کرے گا اس کی بستی میں طاعون پھیلے گا۔اس زمانے میں جگہ جگہ یہ وباء پھیل رہی تھی اور عوام خوف زدہ تھے۔اس نفسیات کا مرزا قادیانی نے فائدہ اٹھانا چاہا۔مولانا امرتسری (ثناء اللہ) نے اپنے رسالے الہامات مرزا میں ان سب دعوؤں کی قلعی کھول دی ہے۔اس سال دسمبر۱۹۰۲ء میں قادیان بھی طاعون کی لپیٹ میں آ گیا اور قادیانیوں کا سالانہ اجتماع ملتوی کرنا پڑا۔قادیان کی آبادی ۲۸۰۰ تھی۔اس میں سے اپریل ۱۹۰۴ء تک ۳۱۳ آدمی طاعون میں مر چکے تھے۔بہت سے ادھر ادھر بھاگ گئے تھے۔قادیان ویران پڑا تھا۔

احمد علی شوق (مؤلف تذکرہ کاملان کانپور) سے ان (قادیانیوں) کا مباحثہ ہوا کرتا تھا۔نواب حامد علی خان والئی رامپور کو اس بحث ومباحثہ کا حال معلوم ہوا تو انہوں نے دونوں فریقوں کے علماء کو ریاست کے خرچ پر آنے اور مناظرے کرنے کی دعوت دی۔

۱۵؍جون ۱۹۰۹ء مناظرہ کی تاریخ ہوئی۔ مسلمانوں کی طرف سے حضرت مولانا سید احمد حسن محدث امروہی، مولانا ثناء اللہ امرتسری، شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی، حضرت حافظ محمد احمد، مولانا اشرف علی تھانوی، مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری اور مولانا خلیل احمد سہارنپوری کو مدعو کیا گیا۔ قادیانیوں کی نمائندگی حکیم محمد احسن امروہوی، خواجہ کمال الدین، مولوی سرور شاہ، مبارک علی و قاسم علی، محمد علی، یعقوب علی، روشن علی، محمد یعقوب خان کر رہے تھے۔

حضرت محدث امروہی نے اپنے مکتوب مؤرخہ ۱۹؍جمادی الاوّل ۱۳۲۷ھ مطابق ۹؍جون ۱۹۰۹ء موسومہ مولانا عبدالغنی پھلاودی میں اس مناظرے کا ذکر کیا۔ ۱۱؍جون ۱۹۰۹ء جمعہ کو رامپور تشریف لے گئے۔ منگل ۱۵؍جون ۱۹۰۹ء سے مناظرہ شروع ہوا۔ مسئلہ وفات مسیح موضوع مناظرہ تھا۔ مولانا ثناء اللہ امرتسری نے قادیانیوں کے دانت کھٹے کر دیئے۔ قادیانی مناظرہ چھوڑ کر بھاگ گئے اور مرزا کی نبوت کا ثبوت نہ دے سکے۔ اس مناظرے کی خبریں رامپور کے مشہور اخبار دبدبہ سکندری کے دو شماروں میں چھپی تھیں۔ اس کے فائل رضا لائبریری میں محفوظ ہیں۔ اس محفل مناظرہ میں حضرت امروہی نے نہایت عمدہ تقریر فرمائی تھی۔ مناظرہ کا فیصلہ ۲۲؍جون ۱۹۰۹ء کو دبدبہ سکندری میں چھپا۔ جس پر تمام علماء کے دستخط ہیں۔

ردقادیانیت پر آنولہ ضلع بریلی میں جلسہ عام

ڈاکٹر محمد ایوب قادری اپنے ایک مضمون ''چند واقعات و روایات'' میں لکھتے ہیں:

ضلع بریلی میں قصبہ آنولہ (ضلع بریلی میں ہے) تحصیل کا صدر مقام اور مشہور تاریخی بستی ہے۔ روہیلوں کے زمانے میں عرصہ تک یہ قصبہ صدر مقام رہا۔ قلعہ، مقبرے اور مساجد وغیرہ بہت سے تاریخی آثار موجود ہیں۔ قصبہ میں مسلمانوں کی اکثریت ہے اور قرآن کریم کے حفاظ اچھی تعداد میں موجود ہیں۔ انگریزی دور حکومت میں شیوخ کلال کا خاندان (محلّہ قلعہ) مشہور رہا۔ اس خاندان کی نامور شخصیت حکیم سعادت علی خاں بن حکیم مردان علی تھے۔ جو انگریزی حکومت میں تحصیلدار تھے۔ پھر ریاست رامپور میں مدارالمہام ہوئے۔ انہوں نے جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کے موقع پر انگریزی حکومت کی خدمات انجام دیں اور روہیل کھنڈ میں انگریزی حکومت کے مفاد کا تحفظ کیا۔ لہٰذا حسن خدمات کے صلہ میں ان کی زمینداری اور انعام و اکرام ملا۔ ایک انگریز خاتون سے انہوں نے شادی کی جس کے دولڑکے اصغر علی اور وہاب علی ہوئے۔ خاندانی بیوی سے چار صاحبزادے تھے۔ ۱۲۸۳ھ میں حکیم سعادت علی خاں کا انتقال ہوا۔

۱۹۰۴-۰۵ء میں اس خاندان میں بعض نوجوان قادیانی تحریک سے متاثر ہوگئے جن میں خان بہادر حکیم معظم علی خان عرف مکہ میاں بن واحد لی خان بن حکیم سعادت علی خان خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔ ایک اور بزرگ مولوی اسد علی خان کا رجحان بھی ادھر ہوگیا تھا اور اس حلقے کو وسعت ہونے لگی۔ چنانچہ اس موقعے پر قصبہ آنولہ کے بعض اہل الرائے حضرات نے ایک عظیم الشان جلسہ کا انعقاد کیا جس میں بدایوں سے مولانا عبدالمقتدر خان (۱۹۱۵ء)، مفتی حافظ بدایونی (ف ۱۹۲۱ء) امروہہ سے مولانا احمد حسن محدث امروہوی پیلی بھیت سے مولانا وصی احمد محدث سورتی، بریلی سے مولانا احمد رضا خان تشریف لائے۔ علمائے کرام کی تقریریں ہوئیں۔ اس میں فاضل بریلوی اور محدث امروہوی کی تقاریر حاصل جلسہ تھیں۔ علمائے کرام کے سامنے حکیم معظم علی خان عرف مکہ میاں اور مولوی اسد علی خان پیش ہوئے۔ انہوں نے توبہ کی۔ اس طرح سے فتنہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اس قصبے سے ختم ہوگیا۔ (اس واقعہ سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ مولانا احمد

رضا خان، مولانا احمد حسن محدث کے معاصر تھے اور اس مناظرہ آنولہ ضلع بریلی میں ان کے شریک کار تھے) (احوال وآثار ص۱۷۰تا۱۷۳)

مولانا احمد حسن امروہی کا مرزا غلام احمد کو مناظرہ ومباہلہ کا چیلنج

حضرت مولانا احمد حسن امروہی کا خط

بندہ نحیف احقر الزمن احمد حسن غفرلہ

بخدمت برادر مکرم جامع کمالات عزیزم حافظ مولوی محمد عبدالغنی سلّمہٗ اللہ تعالیٰ

بعد سلام مدعا نگار ہے کہ امروہہ میں اور خاص محلّہ دربار (کلاں) میں ایک مرض وبائی مہلک یہ پھیل رہا ہے کہ محمد احسن، جو مرزا قادیانی کا خاص حواری ہے، اس نے حکیم آل محمد کو، جو مولانا نانوتوی سے بیعت تھے، مرزا کا مرید بنا چھوڑا، اور سیّد بدرالحسن کو، جس نے مدرسے میں مجھ ناکارہ سے بھی کچھ پڑھا ہے، مرزا کی طرف مائل کر دیا۔ ان دونوں کے بگڑنے سے محمد احسن کی بن پڑی، لن ترانیاں کرنی شروع کیں، طلبہ کے مقابلے سے یوں عقب گزاری (کی) احمد حسن میرے مقابلے پر آوے، جب مناظرے پر آمادہ ہوا اور یہ پیغام دیا کہ: ''حضرت! مرزا کو بلایئے، صَرفِ راہ میرے ذمہ (یا) مجھ کو لے چلئے، میں خود اپنے صَرف کا متکفل ہوں گا۔ بسم اللہ آپ اور مرزا دونوں مل کر مجھ سے مناظرہ کر لیجئے یا میرے طلبہ سے مناظرہ کر لیجئے، ان کی مغلوبی میری مغلوبی۔'' تب مناظرے کا دعویٰ چھوڑ، مباہلے کا ارادہ کیا۔ بنام خدا میں اس پر آمادہ ہوا اور بے تکلف کہلا بھیجا، بسم اللہ مرزا آوے، مباہلہ، مناظرہ جو شق وہ اختیار کرے میں موجود ہوں۔ (میں نے) اس کے بعد جامع مسجد (امروہہ میں) ایک وعظ کہا اور اس پیغام کا بھی اعلان کر دیا اور مرزا کے خیالات فاسدہ کا پورا رد کیا۔

کل بروز جمعہ دوسرا وعظ ہوا، جو بفضل تعالیٰ بہت پرزور تھا، اور بہت زور کے ساتھ یہ پکار دیا کہ: ''دیکھو! مولوی فضل حق کا یہ اشتہار مطبوعہ (اور) میرا یہ اعلان مرزا صاحب کو کوئی صاحب لوجہ اللہ غیرت دلائیں، کب تک خلوت خانے میں چوڑیاں پہنے بیٹھے رہو گے؟ میدان میں آؤ اور اللہ برتر کی قدرت کاملہ کا تماشا دیکھو کہ ابھی تک خدا کے کیسے کیسے بندے تم سے دجال امت کی سرکوبی کے واسطے موجود ہیں، اگر تم کو اور تمہارے حوارئین کو غیرت ہے تو آؤ، ورنہ اپنے ہفوات سے باز آؤ۔'' بفضلہٖ تعالیٰ ان دونوں وعظوں کا اثر شہر میں امید سے زیادہ پڑا اور دشمن مرعوب ہوا۔

پیش گوئی تو یہ ہے کہ نہ مباہلہ ہو، نہ مناظرہ مگر دعا سے ہر وقت یاد رکھنا، مولانا گنگوہی مدظلہٗ (اور) مولوی محمود حسن صاحب دیوبندی نے بہت کلمات اطمینان تحریر فرمائے ہیں، ارادہ ہے دو چار وعظ اور کہوں۔ (۲۰/ذیقعدہ ۱۳۱۹ھ، مطابق یکم/مارچ ۱۹۰۲ء از امروہہ)

آپ کے متعلق مولانا سید انظر شاہ کشمیری نے لکھا ہے: ''ردقادیانیت میں ابوالحسن صاحب علی میاں ندوی نے حضرت مولانا انور شاہ صاحب کشمیری، مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری، مولانا محمد حسین صاحب بٹالوی، مولانا محمد علی صاحب مونگیری کا نام لیا ہے۔ لیکن اس سلسلے میں حضرت محدث امروہی نے بھی کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں۔ آپ کے زمانہ میں امروہہ کے ایک اور محمد احسن صاحب اور حکیم نورالدین صاحب مرزا کی مہدویت اور مسیحیت کی تصدیق کر کے مرتد اور بے دین ہوگئے تھے۔ صاحب تذکرہ الکرام فرماتے ہیں: ''انہوں نے آخر حصہ عمر میں مرزا غلام احمد قادیانی کے دعویٰ مسیحیت ومہدویت کی تصدیق کی اور جماعت احمدیہ مرزائیہ مشرب کی تبلیغ بھی کرتے رہے...... الخ!'' ان کو قادیانی مشن کی جانب سے گھر بیٹھے تنخواہ برابر ملتی رہی۔'' (از: رسالہ دارالعلوم دیوبند)

جب یہ فتنہ امروہہ کو پہنچا تو آپ نے شمشیر برہنہ ہو کر اس کا مقابلہ یا اور اس فتنہ کا قلع قمع کر دیا۔ حضرت محدث امروہی نے اس سلسلہ میں مرزا غلام احمد قادیانی کو بھی مناظرہ ومباہلہ کی دعوت دی تھی۔ چنانچہ آپ نے ایک خط مرزا کو لکھا:

''بسم اللہ! آپ تشریف لائیے میں آپ کا مخالف ہوں۔ آپ مسیح موعود نہیں اور نہ ہو سکتے ہیں۔ آپ اپنے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ میں بنام خدا مستعد ہوں۔ خواہ مناظرہ کریں یا مباہلہ، آپ اپنے اس دعویٰ کا احادیث صحیحہ معتبرہ اور قرآن پاک سے ثبوت دیں اور میں ان شاء اللہ تعالیٰ اس دعویٰ کی قرآن واحادیث صحیحہ سے تردید کروں گا۔ والسلام علیٰ من اتبع! راقم خادم الطلبه احقر الزمن احمد حسن غفرلہ'' (رسالہ دارالعلوم دیوبند)

بالآخر رام پور میں نواب حامد علی خان کی زیر صدارت ۱۵؍جون ۱۹۰۹ء کو قلعہ میں یہ مناظرہ ہوا۔ قادیانیوں کو بری طرح سے شکست ہوئی۔ ردقادیانیت میں آپ کی ایک عربی تقریر کا اقتباس رسالہ دارالعلوم دیوبند شعبان ۱۳۷۳ھ میں شائع ہوا تھا۔ ہم اس کا صرف اردو ترجمہ پیش کرتے ہیں: ''اس میں کوئی شک نہیں کہ مسیح ابن مریم علیہما السلام کو اللہ تعالیٰ نے زندہ آسمان کی طرف اٹھالیا اور ان کو قتل وصلیب سے بچالیا۔ وہ قرب قیامت میں خروج دجال کے بعد دمشق کے جانب شرقی منارہ کے نزدیک اتریں گے۔ وہ دو زرد چادروں میں لپٹے ہوئے ہوں گے۔ وہ دو فرشتوں پر اپنے دونوں ہاتھ رکھے ہوئے ہوں گے۔ ان کے سر سے پانی ٹپک رہا ہوگا۔ گویا وہ ابھی غسل خانے سے غسل کر کے برآمد ہوئے ہیں۔ وہ صلیب کو توڑیں گے۔ خنزیر کو قتل کریں گے۔ جزیہ موقوف کر دیں گے۔ دجال اکبر ان کے ہاتھ سے قتل ہوگا۔ ان کے سانس سے کافر مر جائے گا۔ جہاں تک ان کی نظر جائے گی باطل ختم ہو جائے گا۔ یہ باتیں حق ہیں۔ اس میں باطل کو راہ نہیں، کتاب اللہ سے اور نبی صادق ومصدوق ﷺ کے اقوال سے یہی ثابت ہے جو شخص یہ دعویٰ کرتا ہے کہ مسیح ابن مریم وفات پا گئے اور وہ خود (نعوذ باللہ) مسیح موعود ہے۔ اس نے اللہ اور اس کے رسول سے بغاوت کی اور اس نے کتب اللہ اور احادیث کی نصوص ظاہرہ سے اعراض کیا اور امر ثابت کی مخالفت کی۔ وہ ''من یشاقق الرسول...... الآیۃ'' کا مصداق ہے۔

یہ مرزائی لوگ جھوٹ بولتے ہیں۔ یہ نزول عیسیٰ کے منکر ہیں۔ عنقریب اللہ تعالیٰ ان کے قول کو باطل کر کے دکھلائے گا اور حق کی فتح ہوگی۔ اللہ تعالیٰ بہترین کارساز ہے۔ اے مسلمانو! اور اے کتاب اللہ کتاب الرسول کے شیدائیو! تم اس گمراہ اور گمراہ کن شخص سے بچتے رہو اور اس کے میل جول سے سخت پرہیز رکھو۔ اس لئے کہ یہ اس امت کا دجال ہے۔ حضور سرور کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت قائم نہ ہوگی جب تک تیس جھوٹے دجال نہ آجائیں۔ ان میں سے ہر ایک یہ دعویٰ کرے گا کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔''

(رسالہ دارالعلوم دیوبند ۱۳۷۳ھ)

مولانا سیّد بدرالحسن امروہی کی فاسد عقیدے سے توبہ

مولانا سیّد بدرالحسن امروہی حضرت احمد حسن امروہی کے تلامذہ میں سے تھے، ان کی آمد ورفت محمد احسن (قادیانی) کے پاس رہنے لگی، اور ان کی باتیں سن کر حیات مسیح علیہ السلام میں ان کو شک وتردّد ہو گیا، بہت سے علماء نے ہر چندان کو سمجھایا لیکن ان پر باطل کا اثر ہو گیا تھا، اس لئے کسی کی نہ سنتے تھے اور الٹا مناظرہ کرتے تھے۔ حضرت محدث امروہی (مولانا احمد حسن) کو اس کی اطلاع ہو چکی تھی، ایک دن ان کو حضرت کے پاس لایا گیا یا وہ خود بخود آئے، حضرت نے ان کو دیکھ کر فرمایا: ''مولوی بدرالحسن! حقیقت میں تم

ہمارے طبیب روحانی ہو، ہمیں غرور ہو چلا تھا کہ ہمارا شاگرد اور ہمارے پاس بیٹھنے والا باطل میں گرفتار نہیں ہوسکتا، اب معلوم ہوا کہ یہ بات غلط ہے، تم نے ہمارا غرور توڑ دیا۔'' نہ معلوم کس جذبے سے یہ الفاظ فرمائے تھے کہ مولوی بدرالحسن زار و قطار رونے لگے اور قدموں پر لوٹے لوٹے پھرے اور اپنے فاسد عقیدے سے توبہ کی۔ یہی بدرالحسن، حضرت کے ساتھ مجلس مناظرہ رامپور میں موجود تھے۔ مولانا احمد حسن نے مرزا قادیانی کے متعلق فتویٰ لکھا کہ: ''قادیانی کی تحریریں عقائد اہل سنت و جماعت کے خلاف ہیں۔ وہ اس شیطان سے بھی زیادہ حق سے دور ہے جو اس سے کھیل رہا ہے۔''

(۲۰۴) احمد حسن (بھوئی گاڑ ٹیکسلا)، مولانا حکیم

(پیدائش: ۱۵ر فروری ۱۹۲۷ء ...... وفات: ۱۰ر مئی ۱۹۹۲ء)

بھوئی گاڑ نزد ٹیکسلا کے معروف علمی دینی خاندان کے فرد حکیم احمد حسن تھے جنہوں نے مجلس احرار کے پلیٹ فارم سے تحریکہائے ختم نبوت ۱۹۵۳ء، ۱۹۷۴ء اور ۱۹۸۴ء میں مثالی خدمات سرانجام دیں۔ ان کا پورا خاندان خانقاہ سراجیہ سے بیعت ہے۔ وہ خود پہلے مولانا بدر عالم میرٹھی، پھر حضرت قبلہ مولانا حماداللہ ہالیجی اور شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی سے بیعت تھے۔

(۲۰۵) احمد حسن دہلوی (کلکٹر حیدرآباد دکن)، مولانا

مولوی احمد حسن دہلوی نے مرزا قادیانی کے متعلق اپنے فتویٰ میں لکھا کہ: ''ایسے اعتقادات رکھنے والا ملحد اور ظاہر شریعت کا منکر ہے اور اس کا حکم مخفی نہیں ہے۔''

(۲۰۶) احمد حسن شاکری، مولانا

(وفات: مئی ۱۹۹۳ء)

ڈیرہ اسماعیل خان کے سکونتی، مظاہرالعلوم سہارنپور کے فارغ التحصیل حضرت مولانا احمد شاکری جو کوٹ آبادان نزد گوجرہ کے چک میں زندگی بھر امام و خطیب رہے۔ بہت ہی درویش منش، ثقہ بزرگ عالم دین تھے۔ اپنے علاقہ میں عقیدۂ ختم نبوت کے علمبردار تھے۔ ربع صدی مجلس تحفظ ختم نبوت کوٹ آبادان کے امیر رہے۔ ہر سال ختم نبوت کانفرنس چنیوٹ و چناب نگر قافلہ لے کر شرکت فرماتے۔ مجلس کے دیرینہ مخلص محبّ و معاون تھے۔

(۲۰۷) احمد حسن کانپوری، مولانا

مولانا محمد حسین بٹالوی نے مرزا غلام قادیانی کی کفریہ عبارات کو نقل کر کے ایک استفتاء مرتب کیا اور جید علماء کرام سے آراء دریافت کی۔ اس پر مولانا احمد حسن کانپوری مدرس مدرسہ اسلامیہ کانپور نے مرزا قادیانی کے کفر کی تصدیق فرماتے ہوئے لکھا کہ: ''مرزا قادیانی کی تحریریں عقائد اہل سنت والجماعت کے خلاف ہیں۔ وہ اس شیطان سے بھی زیادہ حق سے دور ہے جو اس سے کھیل رہا ہے۔'' (رئیس قادیان ج۲ ص۵۶)

(۲۰۸) احمد حسن مراد آبادی، مولانا شیخ

(وفات: ۱۸؍صفر ۱۲۸۸ھ)

مولانا احمد حسن صدیقی مراد آبادی، معقول ومنقول کے ممتاز عالم دین تھے۔ مولانا فضل امام خیر آبادی کے صاحبزادہ مولانا فضل حق خیر آبادی کے نامور شاگرد تھے۔ بہت سے علماء نے آپ سے کسب فیض کیا۔ مولانا محمد سہول خان نے دیوبند سے ''القول الصحیح فی مکائد المسیح'' نامی فتویٰ مرتب کیا۔ مولانا احمد حسن صدیقی مراد آبادی نے اس کی تائید وتوثیق کی۔ ان دنوں آپ مدرسہ ہیوٹ مسلم ہائی سکول مراد آباد کے مدرس دینیات تھے۔ (فتاویٰ ختم نبوت ج۲ ص۳۵۸)

(۲۰۹) احمد حسن (یزمان)، مولانا

(ولادت: ۱۹۴۷ء ...... وفات: ۵؍فروری ۲۰۰۵ء)

مولانا احمد حسن نے شیر پور ضلع لودھراں میں ناظرہ قرآن مجید پڑھا۔ اپنے برادر کبیر مولانا رحیم بخش صاحب سے فارسی اور صرف ونحو پڑھی۔ جامعۃ العلوم الاسلامیہ کراچی میں ابتدائی درجات پڑھے۔ شیخ الاسلام مولانا سید محمد یوسف بنوری سے اصول الشاشی پڑھنے کا اعزاز حاصل کیا۔ پھر جامعہ خیر المدارس میں بقیہ تعلیم مکمل کر کے دورۂ حدیث شریف پڑھا۔ شیخ الاسلام حضرت بنوری، مولانا خیر محمد جالندھری، مولانا مفتی محمد عبداللہ ڈیروی، مولانا محمد شریف کشمیری اور مولانا محمد صدیق جالندھری ایسے نابغہ روزگار آپ کے اساتذہ میں شامل تھے۔

فراغت کے بعد عرصہ بارہ سال جامعہ دارالعلوم حسینیہ شہداد پور میں پڑھاتے رہے۔ ۱۹۸۱ء میں یزمان منڈی ضلع بہاول پور تشریف لائے۔ یہاں آپ نے جمعیۃ علماء اسلام کی داغ بیل ڈالی۔ دو مرتبہ الیکشن میں حصہ لیا۔ آپ دو مرتبہ جمعیۃ علماء اسلام ضلع بہاول پور کے امیر بھی رہے۔ آپ نے تحریک ختم نبوت ۱۹۸۴ء میں اس علاقہ میں بنیادی کردار ادا کیا۔ اہل اسلام کے قبرستان سے قادیانیوں کا مرگھٹ علیحدہ بنوایا۔ قادیانی اس علاقہ میں سینما بنوانا چاہتے تھے جسے آپ نے منہدم کرادیا۔ جامعہ مسجد حقانیہ کی توسیع اور تعمیر ثانی کا کام ۱۹۹۶ء میں شروع کرایا۔ جو ۲۰۰۷ء میں آپ کی وفات کے بعد مکمل ہوا۔ آپ نے جامعہ حقانیہ میں دورۂ حدیث شریف تک کتابیں پڑھائیں۔ حق تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائیں۔ آمین!

(۲۱۰) احمد حسین کمال (کراچی)، جناب ڈاکٹر

جناب ڈاکٹر احمد حسین کمال ایک کہنہ مشق صحافی، لیکن مائل بہ خارجیت تھے۔ جمعیۃ علماء اسلام کے ترجمان ''ترجمان اسلام'' کے ایڈیٹر بھی رہے۔ آپ نے ''مسئلہ کشمیر اور مرزائی'' ایک مضمون لکھا جو ''ترجمان اسلام'' لاہور ۸؍مارچ ۱۹۶۸ء کی اشاعت میں شائع ہوا۔ جسے مجلس احرار اسلام راولپنڈی نے پمفلٹ کی شکل میں شائع کیا۔ یہ دونوں پمفلٹ بھی محاسبہ قادیانیت جلد سوم میں شریک اشاعت ہیں۔ آپ نے مولانا ابوالحسن علی ندوی کی کتاب قادیانیت پر ترجمان اسلام میں تعارف لکھا جو یہ ہے:

مطالعہ وتبصرہ ''قادیانیت''

تاریخ اسلام کے اوائل میں ہی بعض ایسے اہم واقعات پیش آگئے تھے جن کی وجہ سے صلیبی عیسائی اور یہودی مسلمانوں کے

مستقل دشمن اور حریف بن گئے تھے۔ یہودی ایک بے یار و مددگار قوم تھی۔ وہ بظاہر وفادار شہری بن کر مسلمان شہروں اور ملکوں میں رہی اور ان میں سے بعض نے بظاہر اسلام بھی قبول کرلیا۔ لیکن در پردہ وہ ایسی تباہ کن سازشوں اور تدبیروں میں مصروف رہے جن سے مسلمانوں کی وحدت و مرکزیت اور عقائد کو سخت نقصان پہنچا۔ بہر حال یہ ایک علیحدہ اور طویل داستان ہے جو جداگانہ تجزیہ و تحلیل کی متقاضی ہے۔

صلیبی عیسائیوں کی ایک وسیع سلطنت ظہور اسلام کے وقت موجود تھی۔ یہ سلطنت عربوں کے اسلامی عروج سے خائف ہو کر ان کو مٹانے کے درپے ہوگئی اور اس طرح ان محاربات کا آغاز ہوا جن کے نتیجہ میں روم کی صلیبی حکومت کو شام و مصر سے راہ فرار اختیار کر کے سمندر پار سرزمین روم میں جائے پناہ اختیار کرنا پڑ گئی۔

اموی دور خلافت میں مسلمان اس صلیبی طاقت کا تعاقب کرتے ہوئے سواد روم تک بھی جا پہنچے اور ایک طرف سسلی و قبرص کے سمندروں تک ان کا دائرہ وسیع ہوگیا تو دوسری طرف وہ اندلس کی مغربی سرزمین پر قابض و متصرف ہو کر فرانس و اٹلی کی سرحدوں تک پہنچ گئے۔ اس مدت میں مسلمانوں کی وسیع و عریض عالمی مملکت میں مقامی یہودی، مجوسی و صلیبی سازشیں رنگ لاتی رہیں اور بالآخر انقلاب برپا ہوا جسے عباسی دور حکومت سے موسوم کیا جاتا ہے جس میں مسلمان بعض پیچیدہ اور اہم سیاسی و اعتقادی اختلافات کا شکار بنے۔

اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ یورپ کی طرف ان کی پیش قدمی رک گئی۔ اس صورت حال سے صلیبی عیسائیوں نے فائدہ اٹھانا چاہا اور شام کے ساحلوں پر متحدہ یلغار کر کے سلطنت اسلامیہ کو تہ و بالا کر دینے کی پیہم کوششیں کیں۔ لیکن عباسی حکومت کی کمزوری و غفلت کے باوجود اس نازک موقعہ پر قدرت نے اعانت فرمائی اور ابھرتے ہوئے سلجوقی، زنگی و ایوبی حکمرانوں نے اس خطرہ کا بروقت نوٹس لیا اور منہ توڑ جوابی اقدامات کر کے صلیبی حملوں کو ناکام بنا دیا۔ اس سلسلہ میں سلطان صلاح الدین ایوبی کے کارنامے اسلامی تاریخ کا ایک سنہرا باب ہیں۔

اس کے بعد صلیبی عیسائیوں نے اپنی ترک تازیوں کا نشانہ اندلس کی اسلامی سلطنت کو بنایا اور عباسی فرمانرواؤں کی بعض سازشی شیعی وزراء و امراء نے مشرق بعید کے وحشی منگولیوں کو اس پر اکسایا کہ وہ اسلامی ملکوں پر حملہ آور ہوں۔ چنانچہ وحشیانہ تباہی کا یہ سیلاب صحرائے گوبی سے اٹھ کر سلطنت اسلامیہ کے دارالسلطنت بغداد کی سرحدوں میں آ داخل ہوا اور عالم اسلام کو اس کے نتیجہ میں ایسے انتشار سے دوچار ہونا پڑا جس کے اثرات ہنوز کارفرما ہیں۔ اس حادثہ کے بعد یورپ کو صلیبی قوتوں کو اندلس کی مسلمان حکومت برباد کر دینے کا سنہرا موقعہ ہاتھ آ گیا۔

مشرق میں خلافت عباسیہ، منگولی حملہ آوروں کے ہاتھوں برباد ہوگئی اور مغرب میں اندلس کی مسلمان حکومت یورپ کے صلیبی عیسائیوں کے نرغے میں آ گئی۔ لیکن اس کے کچھ عرصہ بعد ہی قدرت نے دوبارہ مسلمانوں کی دست گیری فرمائی اور عثمانی ترکوں نے آگے بڑھ کر عالم اسلام کی فوجی قیادت سنبھال لی۔ علماء حق کی تبلیغی مساعی سے تاتاری منگول مسلمان ہونے لگے اور عثمانی ترکوں نے سمندروں کو روندتے ہوئے قدیم صلیبی عیسائی سلطنت کے...... روما کے دارالحکومت قسطنطنیہ اور اس کے نواح پر قابض ہو کر اسے مسلمانوں کی عالمی سلطنت کا مرکز خلافت بنا ڈالا۔ یوں ایک بار پھر مسلمانوں کے خلاف صلیبی عیسائیوں کے عزائم پر اوس پڑ گئی۔

عثمانی ترک اب آگے بڑھ کر آریاؤں اور پہاڑوں کو پھلانگتے ہوئے یورپ کی آخری سرحدوں تک پہنچ جانا چاہتے تھے کہ پشت پر سے وہ ایک سازشانہ حادثہ کا ہدف بنے۔ تیمور کی یلغاروں نے انہیں قسطنطنیہ میں آ لیا اور انہیں ایک بار تیمور کی تلوار کا مغلوب

بن کر پیش قدمیوں سے رک جانا پڑا۔ تاہم بعد میں وہی ایشیاء اور یورپ کی عظیم قوت کی حیثیت سے باقی وقائم رہے۔ صلیبی عیسائیوں کی پے درپے ایک ہزار سالہ یہ ناکامیاں ایسی نہیں جنہیں وہ بھول جاتے۔ ان کا اسلام دشمنی کا جذبہ بڑھتا رہا اور اب وہ فوجی اقدام ومعاملہ میں کامیاب ہونے سے مایوس ہوکر سازشوں کے وسیع جال پھیلانے میں مصروف ہوگئے۔

اٹھارھویں صدی میں یورپ کے اندر مشینی صنعت کا دور شروع ہوا۔ جس نے حرفت وتجارت میں یورپ کو دنیا پر فائق کردیا اور یورپین اقوام مسلمان ممالک میں تاجرانہ طور پر داخل ہونی شروع ہوگئیں۔ جہاں شاطرانہ ہتھکنڈوں سے کام لے کر انہوں نے مقامی حکمرانوں کو باہم ایک دوسرے سے لڑایا اور وہاں کی تجارت، صنعت اور معیشت پر رفتہ رفتہ خود قابض ہوکر سیاسی وانتظامی امور میں بھی دخیل ہوگئے۔ حتیٰ کہ اپنی طاقت بڑھا کر ان ملکوں وسلطنتوں کے مالک بن گئے۔

ہندوستان میں انگریز قوم نے یہ کھیل نہایت کامیابی کے ساتھ کھیلا اور ۱۸۵۷ء میں وہ یہاں کی واحد حکمران قوم بن گئی۔ مسلمان ملکوں کی سیاسی، اقتصادی، معاشی اور ایک حد تک اخلاقی حالت تباہ کر دینے کے بعد بھی جب یورپ کے صلیبیوں نے یہ دیکھا کہ مسلمان عیسائیت کے حلقہ بگوش بننے اور اسلام کو خیرباد کہنے کے لئے اب بھی تیار نہیں ہیں اور نہ ہمیشہ کے لئے صلیبی اقتدار کی غلامی پر راضی رہ سکتے ہیں تو انہوں نے ان نئے فتنوں کی داغ بیل ڈالی جو بظاہر اور برائے نام مسلمانوں کو اسلام کے ساتھ وابستہ رکھنے والے نظر آتے ہیں۔ لیکن درحقیقت وہ مسلمانوں کو ایسی شخصیتوں کے حلقوں وگروہوں میں عقیدت مند لوگوں پر تقسیم کر دینے والے ہیں جنہوں نے صلیبی طاقتوں کی گود میں نشوونما پائی یا اس کے سہارے آنکھ کھولی۔

برصغیر پاک وہند میں اس نئی ٹیکنیک کا آغاز مرزا قادیانی کے ذریعہ ہوا اور یہ ٹیکنیک انگریزوں کے یہاں سے رخصت ہونے تک اتنی عام ہوگئی کہ ہر عزائم پسند شخص نے احیاء اسلام کے نام پر اپنی شخصیت وگروہ بندی کا سکہ چلانے کا کاروبار بےغل وغش شروع کر دیا۔ ان نوخیز افراد وگروہوں کا مشترک مرکزی حربہ یہ رہا کہ عوام کو دور حاضر کے اکابر علماء سے بدظن کریں۔ اپنے دعوؤں کا معتقد وگرویدہ بنائیں۔ اسلاف کے علوم وکاموں کو مسلمانوں کی نظروں میں بےوقعت ٹھہرادیں اور اپنے آپ کو دین کی واحد اتھارٹی اور مفسر وشارح کی حیثیت سے آگے لائیں۔ مرزاغلام احمد قادیانی نے اپنے دعویٰ مجددیت، موعودیت، مہدویت، مسیحیت اور نبوت سے برطانوی اقتدار کی سرپرستی میں اس فتنۂ عظیم کا دروازہ کھولا جو آج تحریف قرآن، انکار سنت اور تنقید صحابہ وانبیاء تک وسیع ہوگیا ہے۔

تاریخ کا یہ پس منظر درحقیقت جدید دور کی نام نہاد ادعاء...... شخصیتوں وگروہوں کے حقیقی عزائم اور ان کے تحریری، تحریکی کاموں کی اصلیت جاننے وسمجھنے لئے کافی ہے۔ قادیانیت کا یہ اصل رنگ وروپ اور خدوخال بڑی دیدہ دری اور کامیابی کے ساتھ مولانا ابوالحسن علی میاں صاحب ندوی نے اپنی کتاب قادیانیت میں بیان کر دیا ہے۔ ضرورت ہے کہ اسی تحلیل وتجزیہ کے ساتھ ان دوسری شخصیتوں وگروہ بندیوں کا بھی مطالعہ اور جائزہ لیا جائے جو قادیانیت کے بعد اس سے زیادہ ترقی یافتہ وجاذب صورت میں نمودار ہوئی ہیں اور اس وقت پاک وہند میں شدت سے مصروف سرگرمی ہیں۔

قادیانیت کو اچھی طرح سمجھنے اور جاننے کے لئے مولانا علی میاں صاحب کی یہ تصنیف نہایت کافی ہے جو مناظرانہ طریق سے یکسر خالی ہونے اور جدید اسلوب تحریر وتحقیق کی حامل ہونے کی وجہ سے خاص طور پر کالجوں کے تعلیم یافتہ ومغرب زدگان کے لئے بہت ہی سودمند ثابت ہوگی۔ معیار طباعت وجلد بندی بھی اعلیٰ ہے۔ (ترجمان اسلام لاہور، مؤرخہ ۱۵؍دسمبر ۱۹۶۷ء)

(۲۱۱) احمد حسین میرٹھی، جناب شیخ

جناب شیخ احمد حسین میرٹھی اورسیئر کی تالیف لطیف ’’اتمام البرھان علی مخالفی الحدیث والقرآن لاثبات الحق الصریح فی حیات المسیح ‘‘ ہے۔ یہ کتاب ملعون قادیان، مرزا قادیانی کے زمانہ حیات میں ۱۹۰۳ء میں شائع ہوئی۔ اس میں زیادہ تر مرزا قادیانی نے ازالہ اوہام میں حیات مسیح علیہ السلام کے مسئلہ پر جو اشکلات کئے ان کے جوابات دیئے گئے ہیں۔ شیخ احمد حسین میرٹھی اورسیئر شیخ مداراللہ عرف مدار بخش کے صاحبزادے تھے۔ اخبار شحنہ ہند کے مہتمم جناب ابوادریس احمد حسین شوکت کے تحت شوکت المطابع میرٹھ میں پہلی بار یہ کتاب شائع ہوئی۔ ایک سونو سال بعد اس کتاب کی اشاعت احتساب قادیانیت جلد ۴۵ میں ہم پر فضل ایزدی ہے۔ الحمد ﷲ! یہ کتاب مجلس کے کتب خانہ میں فوٹو سٹیٹ نسخہ ہے۔ فقیر نے کہیں سے فوٹو حاصل کیا۔ اس کے فوٹو کراتے ہوئے ص۳۴، ۳۵ کا فوٹو رہ گیا۔ یہ صفحات فوٹو سٹیٹ سے غائب تھے۔ میرے ساتھ کام کرنے والے ساتھیوں نے بھی جلد کراتے وقت صفحات کو چیک نہ کیا۔ اب عرصہ بعد اس پر کام کی توفیق ملی تو سرے سے یاد نہیں آرہا کہ یہ کتاب کہاں سے فوٹو کرائی تھی؟ ماہنامہ لولاک میں اعلان کئے کہ جن کے پاس یہ کتاب ہے وہ ص۳۴، ۳۵ کا فوٹو دیدیں۔ لیکن ’’خود کردہ راعلاج نیست‘‘ میری حماقت کا مداوا نہ ہوسکا کہ فوٹو کراتے وقت صفحات کو چیک نہ کرپایا۔ مجبوراً ان صفحات کی جگہ بیاض چھوڑ کر باقی کتاب مکمل پیش خدمت ہے۔ لیجئے! اس سانحہ پر دماغ شائیں، شائیں کرنے لگ گیا ہے۔ اسی پر بس کرتا ہوں۔ تن لگی کو غیر کیا جانے؟

(۲۱۲) احمد خان پتافی، جناب سردار

(وفات: ۲۵/نومبر ۱۹۶۰ء)

جناب سردار احمد خان پتافی ضلع ڈیرہ غازی خان، جام پور سے دومیل دور دریائے سندھ کے کنارے ایک موضع لنڈی پتافی کے رہنے والے تھے۔ آپ بلوچوں کی قوم پتافی قبیلہ کے اپنے وقت کے سربراہ تھے۔ خاندانی روایات کے مطابق فارسی، اردو، انگریزی کی تعلیم حاصل کی اور پھر خدمت خلق میں مشغول ہوگئے۔ آپ نے جام پور میں مڈل اسلامی سکول اور چار پانچ پرائمری سکول تعمیر کرائے اور ان میں عوام کے بچوں کو تعلیم دلوائی۔ اس زمانہ میں قادیانیت اور آریہ سماج، مسلمان قوم کے نونہالوں کو اپنی ارتدادی مہم کے لئے ترنوالہ بنانے لگے۔ چنانچہ سردار احمد خان پتافی نے جماعتی سطح پر مسلمانوں میں تبلیغی سرگرمیاں جاری رکھنے کے لئے تنظیم سازی پر غوروفکر کیا۔ آپ نے اپنے ضلع ڈیرہ غازی خان میں وہوا، تونسہ سے لے کر راجن پور اور جام پور تک حضرت امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری، خطیب پاکستان مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادی، مناظر اسلام مولانا لال حسین اختر کے متعدد تبلیغی دورے کرائے۔ جام پور میں آریہ سماج سے مناظرہ ہوا۔ مناظر اسلام مولانا لال حسین اختر کے ہاتھوں آریہ مناظرین چت ہوئے۔ امام اہل سنت مولانا سید نورالحسن شاہ بخاری نے ’’بانی تحریک تنظیم‘‘ کے نام سے ایک مضمون لکھا جو ’’بیس بڑے مسلمان‘‘ نامی کتاب میں شائع ہوا۔ اس میں اس مناظرہ کی مختصر مگر جامع رپورٹ ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔ ان تبلیغی دوروں اور مناظرہ کے باعث آریہ سماج تو پسپا ہوئے۔ بقول مولانا سید نورالحسن بخاری کہ ’’مناظر اسلام مولانا لال حسین اختر کا نام سن کر قادیانیت بھی اپنے بلوں میں گھس گئی۔‘‘

جناب سردار احمد خان پتافی نے دیو بند مولانا شبیر احمد عثمانی، مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری، مولانا مفتی کفایت اللہ، امرتسر میں حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری سے مشورہ کیا اور تبلیغ اسلام کی غرض سے مسلمانوں میں تحریک تنظیم قائم کرنے کی ضرورت پر زور دیا۔ بالآخر اپنے گھر جام پور میں ۱۲؍دسمبر ۱۹۴۳ء کو ''تحریک تنظیم اہل سنت'' کی بنیاد رکھی۔ سردار نوابزادہ محمود خان لغاری صدر، سردار احمد خان پتافی سیکرٹری جنرل اور مولانا سید نورالحسن شاہ بخاری اس ادارہ کے مہتمم مقرر ہوئے۔ اس کے بعد امرتسر میں اس کا مرکزی دفتر قائم ہوا۔ اخبار زمزم لاہور، ایسٹرن ٹائمز لاہور، نیز اسلام لاہور نے تنظیم اہل سنت کے قیام پر مقالے لکھے۔ مولانا مفتی کفایت اللہ، مولانا سید حسین احمد مدنی، مولانا عبدالشکور لکھنوی، مولانا شبیر احمد عثمانی، قاری محمد طیب قاسمی، مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی، حضرت خواجہ نظام الدین تونسوی، مولانا محمد علی جالندھری، مولانا غلام غوث ہزاروی ایسے علماء نے اس مبارک کام کے آغاز کی توثیق وتائید اور حمایت وتحسین کی۔ تنظیم اہل سنت کا مرکزی پروگرام عقیدۂ ختم نبوت کا تحفظ تھا۔ جیسا کہ متذکرہ مضمون میں مولانا سید نورالحسن شاہ بخاری نے صراحت فرمائی ہے۔ چنانچہ پہلے رسالہ تنظیم اہل سنت کا اجراء ہوا۔ اس کا وقیع نمبر شائع کیا جو مرزا قادیانی اور قادیانیت کے عقائد ونظریات پر جامع نمبر تھا۔ تنظیم اہل سنت کے ابتدائی مرکزی مبلغین میں مناظر اسلام مولانا لال حسین اختر بھی شامل تھے۔ پھر تنظیم اہل سنت نے ''سہ روزہ دعوت لاہور'' سے شائع کیا۔ ان رسائل کے بانی سردار احمد خاں پتافی اور مدیر مولانا سید نورالحسن شاہ بخاری تھے۔ اس تنظیم اہل سنت مرزا غلام قادیانی نمبر کو ہم نے ''احتساب قادیانیت'' ج ۵۵ میں مکمل شائع کر دیا ہے۔

سردار احمد خان پتافی کے متعلق مولانا سید نورالحسن شاہ بخاری نے اپنے متذکرہ مضمون میں تحریر کیا کہ برمحل اور سنجیدہ مثالیں پیش کرنے میں تین آدمیوں کو میں نے ماہر پایا ہے۔ ایک سردار احمد خاں پتافی دوسرے سردار گل محمد خاں بزدار رئیس اعظم سکھانی اور تیسرے حضرت مولانا محمد علی جالندھری۔ اسی تنظیم اہل سنت نے عظمت صحابہ ؓ واہل بیت ؓ کے لئے بھی خدمات سرانجام دیں۔ جس کا ایک زمانہ معترف ہے۔ عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ، ناموس صحابہ ؓ واہل بیت ؓ کے تحفظ کے لئے سردار احمد خاں پتافی کا وجود مسعود رب کریم کا انمول عطیہ تھا۔ حق تعالیٰ مرحوم کو جنت میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائیں۔

(۲۱۳) احمد خان (کمشنر بہاول پور)، جناب ملک

(وفات: ۷؍نومبر ۲۰۰۲ء، پنڈی گھیپ ضلع اٹک)

ملک احمد خان کمشنر بہاول پور ڈویژن کے ہاں ایک کیس نمبرداری کی بابت دائر ہوا۔ جس میں قادیانی فضل احمد اور مسلمان فضل محمد دو فریق تھے۔ کمشنر صاحب نے دیگر وجوہ کے علاوہ قادیانی فضل احمد کی درخواست اس بناء پر مسترد کر دی کہ چونکہ اہل دیہہ وموضع مسلمان ہیں۔ اس پتی میں ایک فضل احمد قادیانی ہے۔ اگر اس قادیانی کو نمبردار بنایا جاتا ہے تو مذہبی ومعاشرتی ہم آہنگی نہ ہونے کے باعث نئے نئے مسائل جنم لیں گے۔ اس لئے قادیانی نمبرداری کا مستحق نہیں۔ یہ فیصلہ ۱۸؍نومبر ۱۹۷۲ء کو سنایا گیا۔

(۲۱۴) احمد دیدات، جناب ڈاکٹر شیخ

(ولادت: یکم؍جولائی ۱۹۱۸ء ...... وفات: ۸؍اگست ۲۰۰۵ء)

انڈیا کے ایک گاؤں سورت میں پیدا ہوئے۔ بعدازاں والد گرامی کے ہمراہ جنوبی افریقہ ہجرت کر گئے۔ شیخ احمد دیدات

۱۹۴۰ء میں افریقہ کے معروف مبلغ کے طور پر جانے گئے۔ جھوٹے مدعی نبوت مرزا قادیانی کے بارے فرماتے ہیں کہ: ’’میں راسخ العقیدہ مسلمان ہوں۔ حضور نبی کریم ﷺ کو پیغمبر آخرالزمان مانتا ہوں اور میرے نزدیک مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی، رسول اور مصلح، حتیٰ کہ بڑی شخصیت ماننے والے بھی کافر ہیں۔‘‘ (روزنامہ جنگ لاہور، مؤرخہ ۹/اگست ۱۹۸۵ء)

(۲۱۵) احمد دین (احمد پور شرقیہ)، مولانا حافظ

احمد پور شرقیہ کے حضرت حافظ احمد دین صاحب مجلس تحفظ ختم نبوت کے بنیادی ارکان میں سے تھے۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء کے بعد پہلا اجلاس مجلس تحفظ ختم نبوت کا جوٹوبہ میں منعقد ہوا۔ اس میں شریک تھے۔

(۲۱۶) احمد دین درگاہی، مولانا

(ولادت: ۱۹۰۰ء ...... وفات: نومبر ۱۹۹۳ء)

مولانا احمد دین قصبہ بیگہ مہروج پور ضلع گجرات میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد گرامی کا نام میاں نور احمد تھا۔ آپ نے ابتدائی کتب مولانا غلام محمد بگوی سے پڑھیں۔ مزید علمی پیاس بجھانے کے لئے دارالعلوم حزب الاحناف لاہور کا رخ کیا اور دورۂ حدیث شریف شیخ الحدیث مولانا سید دیدار علی الوری سے پڑھا۔ فراغت کے بعد جھنڈا والی مسجد لاہور میں امامت اور خطابت کے فرائض سنبھالے اور ساتھ ہی طبیہ کالج لاہور میں داخل ہوکر علم طب میں بھی سند فراغت حاصل کی۔ کچھ عرصہ مدرسہ فیض العلوم فقیروالی تحصیل ہارون آباد میں درس وافتاء کے عہدے پر بھی فائز رہے۔ آپ اپنی تقاریر میں فتنہ قادیانیت کا ذکر ضرور کرتے۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء کے دوران ہارون آباد وگردونواح میں مولانا سید فیض الحسن تنویر کے ساتھ مل کر بھرپور جدوجہد کی اور تحریک میں بڑی جرأت کے ساتھ حصہ لیا۔ پولیس نے ہتھکڑی لگانی چاہی مگر آپ کے ہاتھوں میں پوری نہ آئی۔ آپ نے بڑی جرأت سے فرمایا کہ میں بغیر ہتھکڑی کے جیل جانے کے لئے تیار ہوں۔ یہ فرمایا اور حوالات کی جانب چل دیئے۔ کیا شیر جگر لوگ تھے۔ آپ نے رد قادیانیت پر ۴۰ صفحاتی ایک کتابچہ بھی تحریر فرمایا جس کا نام ’’سیف درگاہی برگردن مرزائی‘‘ ہے۔

(۲۱۷) احمد دین گجراتی، جناب منشی

(ولادت: ۱۸۹۷ء ...... وفات: ۱۹۸۰ء)

آپ کی پیدائش کالرہ ضلع گجرات کی ہے۔ آپ حضرت پیر سید حافظ جماعت علی شاہ علی پور سیداں کے خلیفہ مجاز تھے۔ آپ نے تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء اور ۱۹۷۴ء میں مثالی کردار ادا کیا۔

(۲۱۸) احمد دین گکھڑوی، مولانا

(وفات: ۱۴/اپریل ۱۹۷۳ء)

موصوف اہل حدیث مکتب فکر کے عالم دین، مناظر و مصنف تھے۔ آپ کے قادیانیوں سے معرکۃ الآراء مناظرے ہوئے۔

جس میں قادیانیوں کو مبہوط کر دیا۔ بہت فاضل اور بہادر شخص اور پرانی وضع کی شخصیت تھے۔

مولانا احمد الدین گکھڑوی کی پنجہ آزمائی مرزائیوں کے ساتھ رہتی تھی یا عیسائیوں کے ساتھ۔ اس سلسلے میں جو کچھ ہمارے علم میں آیا، وہ ذیل میں درج کیا جارہا ہے۔ مرزائیوں سے مناظروں کی فہرست ملاحظہ ہو۔

۱...... مناظرہ روپڑ: تقسیم ملک سے قبل روپڑ کا قصبہ پنجاب کے ضلع انبالہ کی ایک تحصیل تھا۔ تقسیم کے بعد حکومت ہند نے روپڑ کو ضلعے کا درجہ دے کر صوبہ ہریانہ میں شامل کر دیا۔ اس علاقے میں حضرت حافظ عبداللہ روپڑی اور ان کے اصحاب علم بھتیجوں حافظ محمد اسماعیل روپڑی اور حافظ عبدالقادر روپڑی نے بڑی خدمات سرانجام دیں اور ان کی تبلیغی اور تدریسی مساعی سے وہاں مسلک اہل حدیث کی بے حد اشاعت ہوئی۔ ۲۰، ۲۱ /مارچ ۱۹۳۲ء کو وہاں مرزائیوں کے ساتھ مناظرہ ہوا۔ بہت سے علمائے کرام اس مجلس مناظرہ میں شامل تھے۔ لیکن مناظرہ مولانا احمد الدین گکھڑوی نے کیا۔ ان کے مقابلے میں مرزائی مناظر دو تھے۔ ایک ملک عبدالرحمٰن خادم گجراتی اور دوسرے محمد سلیم۔ اللہ تعالیٰ نے مولانا احمد الدین گکھڑوی کو کامیابی عطاء فرمائی۔ اس مناظرے کی پوری رپورٹ اس زمانے میں مولوی عبدالمجید سیکرٹری انجمن اشاعت اسلام روپڑ (ضلع انبالہ) نے شائع کی تھی۔

۲...... مناظرہ اجنالہ: ضلع امرتسر (موجودہ مشرقی پنجاب) کا ایک مشہور قصبہ اجنالہ ہے۔ آزادی ملک سے پہلے یہ قصبہ امرتسر کی ایک تحصیل تھا۔ اب بھی شاید تحصیل ہی ہوگا۔ وہاں ۲۳ /جون ۱۹۳۲ء کو اہل حدیث اور مرزائیوں کے درمیان مناظرہ ہوا۔ اہل حدیث کی طرف سے حافظ عبدالقادر روپڑی اور مولانا احمد الدین گکھڑوی مناظر تھے۔ مرزائیوں کی طرف سے مناظر احمد علی اور مولوی محمد نذیر تھے۔ اہل حدیث کی طرف سے مناظرہ مولانا احمد الدین گکھڑوی نے کیا تھا۔

۳...... مناظرہ بمبو: ضلع گورداسپور میں ایک گاؤں کا نام ''بمبو'' ہے۔ وہاں بھی جون ۱۹۳۲ء کو مرزائیوں سے مناظرہ ہوا۔ اہل حدیث کی طرف سے دو مناظر تھے۔ ایک سید عبدالرحیم شاہ مکھوی اور دوسرے مولانا احمد الدین گکھڑوی۔ ان کے مقابلے میں مرزائی مناظر مبارک احمد اور ایک اور شخص تھے۔ سید عبدالرحیم شاہ فیروز پور کی تحصیل موگا کے ایک گاؤں موضع ''مکھو'' کے رہنے والے تھے۔ اپنے عہد کے مشہور مناظر اور مقرر تھے۔ حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری ان پر بہت اعتماد کرتے تھے اور مختلف مذاہب و مسالک کے مناظرین سے مناظرے کے لئے بسا اوقات انہی کو بھیجتے تھے۔ وہ کافی عرصہ آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کے مبلغ بھی رہے۔ پاکستان کی جماعت اہل حدیث کے مشہور رہنما سید حبیب الرحمٰن شاہ مرحوم قریب کی رشتے داری میں شاہ عبدالرحیم مکھوی کے پوتے تھے۔ حبیب الرحمٰن شاہ ۱۸ /اپریل ۲۰۰۰ء کو فوت ہوئے۔

بہرحال بمبو میں شاہ عبدالرحیم مکھوی کی موجودگی میں مرزائی مناظر سے مناظرہ مولانا احمد الدین گکھڑوی نے کیا۔ شاہ عبدالرحیم مکھوی نے ۱۹۳۲ء میں وفات پائی۔

۴...... تحصیل اجنالہ کا ایک اور مناظرہ: مولانا محمد حسین شیخوپوری مرحوم کا بیان ہے کہ تحصیل اجنالہ (ضلع امرتسر) ایک گاؤں میں مرزا غلام احمد قادیانی کے صدق و کذب کے موضوع پر مناظرہ ہوا۔ مرزائی مناظر نے یہ ثابت کرنا تھا کہ محمدی بیگم سے نکاح کے بارے میں مرزا قادیانی سچے تھے۔ محمدی بیگم سے ان کا نکاح کسی وجہ سے اس دنیائے فانی میں نہیں ہوسکا تو نہ سہی، لیکن بہشت میں ضرور ہوگا جس میں ہمیشہ رہنا ہے۔

اہل حدیث کی طرف سے مولانا احمد الدین گکھڑوی مناظر تھے اور ان کے معاون تھے حافظ عبدالقادر روپڑی۔ گزشتہ صفحات میں بتایا جا چکا ہے کہ حافظ عبدالقادر روپڑی، مولانا احمد الدین گکھڑوی کو استاذ المناظرین کہا کرتے تھے۔ دوران مناظرہ میں مولانا احمد الدین گکھڑوی نے محمدی بیگم سے نکاح کے سلسلے میں مرزا قادیانی کو جھوٹا ثابت کرتے ہوئے ایک موقعے پر کہا: ''نفخ فی السور ''یعنی مرزا ایک سور (خنزیر) ہے، جس میں جھوٹ ڈالا گیا ہے اور وہ جگہ جگہ نکاح کی جھوٹی بات کرتا رہا ہے۔

مرزائی مناظر شور مچاتا رہا کہ یہ لفظ ''س'' سے نہیں ''ص'' سے ہے اور اس کے معنی یہ ہیں کہ قیامت کو صور پھونکا جائے گا۔ لیکن مولانا احمد الدین کا جادو چل چکا تھا۔ مرزائی مناظر کی بات کسی نے نہیں سنی۔

مناظروں میں اس قسم کے لطائف کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ ۱۳۱۲ھ (۹۵-۱۸۹۴ء) میں حضرت میاں سید نذیر حسین دہلوی کے شاگرد رشید مولانا محمد بشیر سہسوانی کا مناظرہ حیات و ممات مسیح کے موضوع پر دہلی میں خود مرزا غلام احمد قادیانی سے ہوا۔ مناظرہ تحریری تھا۔ اس لئے کہ مرزا قادیانی تقریری مناظرے پر رضامند نہیں ہوئے تھے۔ جب مولانا محمد بشیر سہسوانی کی گرفت مضبوط ہوئی تو مرزا قادیانی گھبرا گئے اور دوران مناظرہ میں یہ کہہ کر میدان چھوڑ گئے کہ میرے خسر صاحب تشریف لا رہے ہیں، ان کے استقبال کے لئے میرا دہلی اسٹیشن پر جانا ضروری ہے۔ مولانا محمد بشیر سہسوانی نے ''خسر'' کا لفظ سنا تو قرآن مجید کی یہ آیت پڑھی: ''خسر الدنیا و الآخرة ذلک هو الخسران المبین (الحج:۱۱)'' اس نے دنیا اور آخرت دونوں جہان کا نقصان اٹھایا، واقعی یہ کھلا نقصان ہے۔

۵...... <u>چک نمبر ۳۷ جنوبی (ضلع سرگودھا):</u> ۲۸ رستمبر ۱۹۳۲ء کو ضلع سرگودھا کے ایک گاؤں چک نمبر ۳۷ جنوبی میں مولانا احمد الدین گکھڑوی اور نذیر احمد قادیانی کے درمیان اجرائے نبوت کے موضوع پر مناظرہ ہوا۔ قادیانی مناظر نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ نبوت کا سلسلہ حضرت محمد ﷺ پر ختم نہیں ہوا، بلکہ ہمیشہ جاری رہے گا۔ جب کہ مولانا احمد الدین نے یہ ثابت کرنا تھا کہ سلسلۂ نبوت نبی ﷺ پر ختم ہو گیا۔ مناظرہ ہوا لیکن مولانا احمد الدین کے دلائل کے سامنے مرزائی مناظر نے ہتھیار ڈال دیئے۔

۶...... <u>مناظرہ سیالکوٹ:</u> ۳،۴ رجون ۱۹۳۳ء کو سیالکوٹ میں ایک تاریخی مناظرہ ہوا جو دو دن جاری رہا اور علمائے اہل حدیث میں سے مولانا اسماعیل سلفی، مولانا احمد الدین گکھڑوی، مولانا نور الٰہی گرجاکھی اور مولانا ابراہیم سیالکوٹی حاضر تھے۔ جب کہ مرزائیوں کی طرف سے ملک عبدالرحمٰن خادم گجراتی اور محمد سلیم پیش ہوئے۔ ذیل میں ہم اس مناظرے کے ایک عینی شاہد مولانا عبداللہ معمار کی تحریر کردہ روداد درج کرتے ہیں جو اس وقت کے ہفت روزہ ''اہل حدیث'' امرتسر (۱۶ رجون ۱۹۳۳ء) میں شائع ہوئی تھی۔

مولانا معمار لکھتے ہیں: ''۳،۴ رجون ۱۹۳۳ء کو یہ شاندار مناظرہ ہوا، جس نے ہمیشہ کے لئے مرزائیت کو سیالکوٹ سے جلاوطن کر دیا۔ یہ مناظرہ چار مضامین پر مشتمل تھا:

(۱) نکاح محمدی بیگم۔ (۲) حیات مسیح علیہ السلام۔ (۳) صدق و کذب مرزا۔ (۴) ختم نبوت۔

ہر روز چار گھنٹے مناظرہ ہوتا تھا۔ صبح آٹھ بجے سے دس بجے تک ایک مبحث پر۔ پھر سہ پہر سے پانچ بجے سے سات بجے تک دوسرے مبحث پر۔ جماعت اہل حدیث کی طرف سے نکاح محمدی بیگم کے مضمون پر پہلے دن نشست اوّل میں مولوی احمد الدین صاحب مناظر تھے۔ دوسرے وقت مبحث حیات مسیح پر حضرت مولانا حافظ محمد ابراہیم میر سیالکوٹی۔ دوسرے دن نشست اوّل میں مضمون کذب و صدق مرزا پر مولوی لال حسین اختر صاحب اور اسی دن دوسری نشست میں مبحث ختم نبوت پر حضرت مولانا سیالکوٹی۔

اللہ تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ ان چہار مناظروں میں اس نے ہمیں نمایاں، بیّن اور عیاں فتح مبین عطاء فرمائی۔ الحمدللہ ثم الحمدللہ!

شکریہ پر شکریہ اس بات کا ہے کہ مسلمانان سیالکوٹ پراز مسرت طبائع اور مسرور و مطمئن پراز انبساط قلوب میں خوشی اور شادمانی کی بے انتہاء موجیں پیدا کرنے والا اور عزت اسلام اور اہل اسلام کی فتح پر ناقابل شکست مہر ثبت کرنے والا امر یہ ہوا کہ اسی مجلس مناظرہ میں تین کس احمدی مہذب تعلیم یافتہ جنٹلمین مرزائیت سے سخت تنفر کا اظہار کرتے ہوئے نئے سرے سے حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ ان تائبین فرزندان اسلام کے ایڈریس اور بیعت خلیفہ قادیانی کے ثبوت پر مشتمل خط حضرت مولانا سیالکوٹی کے پاس محفوظ ہیں۔ ان کے اسماء یہ ہیں:

(۱) شاہ محمد صاحب ہیڈ کانسٹیبل مقامی پولیس شہر سیالکوٹ۔

(۲) نوردین صاحب تھرڈ ماسٹر نواں شہر ضلع جموں۔

(۳) منظور حسین صاحب طالب علم لاء کالج لاہور۔‘‘

۷...... مناظرہ پونچھ (کشمیر): مئی ۱۹۳۴ء میں مولانا احمدالدین گکھڑوی کا مناظرہ مرزائی مناظر مولوی محمد حسین سے ہوا۔ تقسیم ملک سے پہلے ہندوستان کے مختلف علاقوں میں کسی نہ کسی موضوع پر مناظروں کا سلسلہ جاری رہتا تھا اور لوگ بڑے اہتمام سے مجالس مناظرہ میں شریک ہوتے اور نہایت توجہ سے دونوں طرف کے مناظرین کی گفتگو سنتے تھے۔ اس سے اثر پذیر بھی ہوتے۔ بالخصوص مرزائیوں سے بہ کثرت مناظرے ہوتے اور بعض صاف دل لوگ دوران مناظرہ ہی میں مرزائیت ترک کر کے اسلام قبول کر لیتے۔

۸...... مکیانہ ضلع گجرات: ۲۸، ۲۹؍اگست ۱۹۳۴ء کو ضلع گجرات کے موضع مکیانہ کے مناظرے میں مولانا احمدالدین گکھڑوی کے مدمقابل دو قادیانی مناظر تھے۔ ایک عبداللہ اعجاز اور دوسرے ملک عبدالرحمٰن خادم گجراتی۔ مناظرے کا موضوع تھا مرزا قادیانی سے محمدی بیگم کا نکاح۔ یہ موضوع بڑا دلچسپ تھا۔ اس لئے اس نے بڑا طول کھینچا۔

۹...... شملہ: حافظ محمد یوسف گکھڑوی اپنی ایک تحریر میں (جو آئندہ صفحات میں دی گئی ہے) بیان کرتے ہیں کہ مولانا احمدالدین نے مرزائیوں سے شملہ میں مناظرہ کیا تھا۔ یہ شہر اس وقت متحدہ پنجاب میں شامل تھا اور انگریزی حکومت ہند کا موسم گرما کا دارالحکومت تھا۔ وائسرائے ہند کے دفتر سمیت مرکزی حکومت کے تمام دفاتر دہلی سے شملہ منتقل ہو جاتے تھے۔ اس مناظرے میں مولانا ممدوح کی بحث سے متاثر ہو کر ۲۷ مرزائیوں نے مرزائیت سے توبہ کی اور دائرہ اسلام میں داخل ہونے کا اعلان کیا تھا۔ یہ بہت بڑی کامیابی تھی جو اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے مولانا احمدالدین کو حاصل ہوئی۔ آزادی کے بعد حکومت ہند نے پنجاب کے تین صوبے بنا دیئے تھے۔ ایک صوبہ پنجاب ہی رہا، دوسرا صوبہ ہریانہ اور تیسرا ہماچل پردیش بنایا گیا۔ شملہ اور کالا وغیرہ کو ہماچل پردیش میں شامل کیا گیا۔

۱۰...... مناظرہ گلہ مہاراں ضلع سیالکوٹ: موضع گلہ مہاراں ضلع سیالکوٹ کا تیسرا سالانہ جلسہ مؤرخہ ۱۲، ۱۳، ۱۴؍جولائی ۱۹۲۹ء کو بڑی خیروخوبی سے ہوا، جس سے پبلک کو بہت فائدہ ہوا اور متعدد لوگ جو مرزائیت کی طرف راغب تھے، راہ راست پر آ گئے۔ جلسے کے بعد قادیانی جماعت سے مناظرہ بھی ہوا۔ جماعت اہل حدیث کی طرف سے مناظر مولوی نور حسین صاحب گرجاکھی اور مولوی احمدالدین گکھڑوالے تھے۔ مرزائی جماعت کی طرف سے اللہ دتہ جالندھری اور غلام احمد مناظر تھے۔

مولوی احمد الدین صاحب نے بڑی خوبی سے حیات عیسیٰ علیہ السلام کو قرآن مجید اور احادیث صحیحہ اور اقوال مرزا قادیانی سے ثابت کیا۔ جس سے حاضرین پر بڑا اچھا اثر ہوا۔ مولوی نور حسین صاحب نے کذبات مرزا کو اس طرح بیان کیا کہ مولوی اللہ دتہ صاحب جالندھری تنگ ہو ہو کر حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت یونس علیہ السلام کے کذب ثابت کرنے لگ گئے۔ جس سے مولوی نور حسین صاحب نے فرمایا کہ میں صداقت انبیاء علیہم السلام پر علیحدہ مناظرہ کروں گا۔ پہلے تم مجھ سے صدق وکذب مرزا پر مناظرہ کرو تو اللہ دتہ جالندھری نے راہ فرار اختیار کر لی۔ (حکیم اسحاق سیکرٹری انجمن اہل حدیث گلہ مہاراں ضلع سیالکوٹ)

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر مؤرخہ ۲/اگست ۱۹۲۹ء)

۱۱...... مناظرہ گھرپنڈا ضلع امرتسر: ۱۳، ۱۴/ستمبر ۱۹۳۰ء کو موضع گھرپنڈا ضلع امرتسر میں مسلمانوں اور مرزائیوں کے مابین مناظرہ ہوا جس میں ''حیات مسیح'' اور ''صداقت مرزا'' کے عناوین پر بحث ہوئی۔ مسلمانوں کی طرف سے مولانا احمد الدین اور مولانا نور حسین گرجاکھی مناظر تھے۔ جب کہ مرزائیوں کی طرف سے مولوی غلام رسول اور مولوی محمد یار پیش ہوئے۔ الحمد للہ! مسلمانوں کو فتح مبین حاصل ہوئی۔ (اللہ بخش از یکر پور ضلع امرتسر) (ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر مؤرخہ ۲۶/ستمبر ۱۹۳۰ء)

۱۲...... مباحثہ مغل پورہ لاہور: مغل پورہ (لاہور) میں ۱۷/جولائی ۱۹۳۲ء کو مسلمانوں اور مرزائیوں کے درمیان وفات مسیح، ختم نبوت اور صداقت مرزا کے موضوعات پر مناظرہ ہوا۔ اس کے علاوہ مسلم گروہ کی خواہش تھی کہ مرزا قادیانی کے آخری فیصلے پر مولانا ثناء اللہ امرتسری فاتح قادیان کی تقریر ہو۔ مضامین ثلاثہ مرقومہ بالا پر مولوی احمد الدین، مولوی نور حسین گرجاکھی، مولوی عبدالرحیم (مبلغ آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس) نے مباحثہ کیا اور صدارت کا فریضہ مولانا محمد ابراہیم صاحب میر سیالکوٹی نے سرانجام دیا۔ حاضرین جلسہ ہزاروں کی تعداد میں تھے۔ لوگوں کے اصرار پر آخر میں مولانا فاتح قادیان مولانا ثناء اللہ صاحب نے تقریر کی تو اس سے لوگ بے حد متأثر ہوئے۔ (ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر مؤرخہ ۲۴/جولائی ۱۹۳۲ء)

ان مقامات کے علاوہ کراچی، لاہور اور ملک کے مختلف مقامات میں مولانا ممدوح نے قادیانیوں سے مناظرے کئے اور ہر مقام کے ہر مناظرے میں اللہ تعالیٰ نے انہیں کامیابی سے نوازا۔

(۲۱۹) احمد دین، مولانا خلیفہ

(وفات: جون ۱۹۶۹ء)

آپ حضرت اعلیٰ مولانا حماد اللہ ہالیجوی کے خلیفہ مجاز، جمعیۃ علماء اسلام سکھر کے سرپرست تمام دینی تحریکوں کے سرپرست اور دعاگو، اس دور میں اکابر اولیاء کی نشانی تھے۔ جرار پھوڑ میں سپرد خاک ہوئے۔

(۲۲۰) احمد رام پوری، مولانا

مولانا احمد رامپوری حنفی رام پور کے چند مشہور اور نامور علماء میں سے تھے۔ ان کی اصل زبان پنجابی ہے۔ روہیل کھنڈ کے فرات درانیہ سے منتقل ہوئے۔ چند درسی کتابیں شیخ عالم رام پوری اور کچھ علامہ محمد برکت بن عبدالرحمٰن الہ آبادی سے پڑھیں۔ پھر رام

پور شہر میں پڑھانے پر مقرر ہوئے اور اسی شہر کے ہوکر رہ گئے۔ آپ سے بہت سارے علماء نے کسب فیض کیا۔ آپ اپنے زمانہ کے استاذ العلماء تھے۔ ملعون قادیان نے اپنے مخالف علماء ومشائخ کی فہرست انجام آتھم ص۷۰ میں ۴۲ویں نمبر پر آپ کا ذکر کیا ہے۔ گویا ملعون قادیان کے کفر کو واشگاف کرنے والوں میں آپ شامل تھے۔

(۲۲۱) احمد رضا خان بریلوی، مولانا

(پیدائش:۱۴/جون ۱۸۵۶ء، بریلی ...... وفات:۱۹۲۱ء)

مولانا احمد رضا خان بریلوی معروف عالم دین تھے۔ کثیر التصانیف حضرات میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ آپ کے متعدد رسائل اور فتاویٰ جات کو فتاویٰ رضویہ میں جمع کیا گیا ہے۔ اس وقت تک اس کی ۲۹/جلدیں چھپ چکی ہیں۔ مولانا احمد رضا خان نے ردقادیانیت پر پانچ رسائل تحریر کئے۔

۱...... ۱۸۹۹ء میں ''جزاء اللہ عدوہ باباۂ ختم نبوت'' یعنی دشمن خدا کے، ختم نبوت کے انکار کرنے پر خدائی مار۔

۲...... ''السوء العقاب علی المسیح الکذاب'' یہ ۱۹۰۲ء میں تحریر فرمائی۔ مولانا عبدالغنی نے امرتسر سے ایک سوال بھیجا تھا کہ ایک مرد قادیانی ہوگیا ہے تو اس کی زوجیت کا کیا حکم ہے۔ اس میں آپ نے مرزا قادیانی کے دس وجوہات کفر بیان کئے ہیں۔

۳...... ۱۹۰۵ء میں رسالہ ''قہر الدیان علی مرتد بقادیان'' تحریر کیا۔ اس میں مرزا قادیانی کے الہامات کو رد کر کے عظمت اسلام کو اجاگر کیا ہے۔

۴...... ۱۹۰۸ء میں آپ نے ''المبین ختم النبیین''

۵...... ۱۹۲۱ء میں ''الجراز الدیانی علی المرتد القادیانی'' تحریر فرمایا اور یہ آپ کی زندگی کی آخری تصنیف ہے۔

آپ کی ان پانچوں کتابوں پر مشتمل مجموعہ بھی بازار میں مل جاتا ہے۔ یاد رہے کہ آپ کا مرتب کردہ متذکرہ فتویٰ ''السؤ العقاب علی المسیح الکذاب'' فتاویٰ ختم نبوت جلد سوم میں بھی شامل ہے۔

(۲۲۲) احمد رضا قصوری، جناب صاحبزادہ

آپ ۱۹۷۰ء میں پاکستان قومی اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے۔ ۶/ستمبر ۱۹۷۴ء کو قادیانی مسئلہ پر قومی اسمبلی میں خطاب فرمایا۔ جو یہ ہے:

صاحبزادہ احمد رضا قصوری کا قومی اسمبلی میں قادیانی مسئلہ پر خطاب

صاحبزادہ احمد رضا خان قصوری: جناب سپیکر! گرامی قدر! رسول عربی محمد مصطفیٰ ﷺ کی محبت اور عقیدت کا اندازہ آپ حضرت علامہ اقبال کے اس شعر سے لگا سکتے ہیں۔

کی محمد ﷺ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

جناب سپیکر! رسول عربی حضرت محمد ﷺ کی محبت ایک مسلمان کے لئے اس کے ایمان کا ایک دریا ہے، اس کی عقیدت کا دریا ہے، اس کی محبت کا دریا ہے، اور ایک مسلمان اس دریا کا ایک حقیر قطرہ ہے اور اسی لئے کہا جاتا ہے۔

عشرت قطرہ ہے دریا میں فنا ہو جانا

ایک مسلمان کے لئے رسول عربی ﷺ کی محبت میں فنا ہو جانا، رسول عربی ﷺ کی محبت میں اپنے آپ کو ختم کر دینا اس کی عقیدت کی انتہاء ہے، اس کے لئے اس کی عقیدت کی ایک معراج ہے، اس کے لئے محبت کا ایک بہترین جذبہ ہے۔ میں آپ سے عرض کروں گا کہ اس اسمبلی نے پاکستان کے مسلمانوں کی عقیدت کے مطابق اور عاشقان رسول ﷺ کی محبت کے مطابق اس کا فیصلہ نہ کیا تو میں یہاں رجسٹر کرانا چاہتا ہوں یہ الفاظ کہ پاکستان کے مسلمان رسول عربی ﷺ کی محبت میں پروانوں کی طرح مر جائیں گے۔ شاید جو آپ فیصلہ کریں گے وہ فیصلہ شاید قلم اور سیاہی سے لکھا جائے۔ اگر آپ نے قلم اور سیاہی سے فیصلہ پاکستان کے عوام کی خواہشات، جذبات، ان کی عاشقانہ محبت رسول کے ساتھ نہ کیا تو پھر پاکستان کے مسلمان تلوار اور خون سے فیصلہ لکھیں گے۔ یہ فیصلہ رسول عربی ﷺ کی محبت کے اندر ڈوبا ہوا ہوگا۔ لیکن میں آپ کو بتا دینا چاہتا ہوں آپ نے ایسا فیصلہ کرنا ہے۔ اگر آپ سمجھتے ہیں کہ آپ پاکستان کے عوام کو غلط فیصلہ کر کے فیڈرل سیکورٹی فورس یا فوج سے ڈرا یا دھمکا کر ختم کر سکتے ہیں تو یہ بالکل جھوٹ ہے۔ لوگوں نے رسول عربی ﷺ کی محبت کے لئے......

***Mr. Chairman:* Decision has not yet come. If the decision is as you are arguing, then you can argue like this. We have kept the atmosphere calm for 2-1/2 months in the Government Benches and the opposition. I will not allow this speech come what may. I am grateful to honourable members for their cooperation. Till the decision is taken, you will please not speak in this way.**

(جناب چیئرمین: ابھی فیصلہ نہیں ہوا ہے۔ اگر ایسا فیصلہ ہو چکا ہے جو آپ کہہ رہے ہیں تو پھر آپ اس طرح کی باتیں کر سکتے ہیں۔ ہم نے حکومت اور حزب اختلاف کے مابین ماحول اڑھائی ماہ سے پرامن بنا رکھا ہے۔ میں کسی بھی قیمت پر اس طرح کی تقریر کی اجازت نہیں دے سکتا۔ میں معزز اراکین کا ان کے تعاون کے لئے شکر گزار ہوں۔ جب تک فیصلہ نہ ہو جائے آپ براہ کرم اس انداز میں بات نہ کیجئے)

چوہدری جہانگیر علی: جناب والا! ان کے یہ الفاظ کہ کمیٹی کے ممبروں کو دھمکا کر فیصلہ اسٹارٹ کیا جائے، کیا مطلب ہے ایسی تقریر کا؟

جناب چیئرمین: نہیں، یہ غلط ہے۔ میں نے کہا ہے۔ آپ بالکل بے فکر رہیں۔

I have taken note of it and I have warned the speaker.

صاحبزادہ احمد رضا خان قصوری: جناب والا! میں عرض کرتا ہوں......

جناب چیئرمین: لال مسجد کے لئے یہ بڑی اچھی تقریر ہے۔

صاحبزادہ احمد رضا خان قصوری: جناب والا! یہ تقریر تو سارے ملک میں چلے گی۔

جناب چیئرمین: نہیں جی چلے گی۔لیکن خدا کے لئے ایک دن تو ہمیں دے دیں۔

صاحبزادہ احمد رضا خان قصوری: جناب والا! ہماری سیاست کا منبع مسجدیں ہیں۔(قہقہے) رسول عربیﷺ کی سیاست مسجد سے تھی۔حضرت عمرؓ نے اپنی تمام جنگیں مسجدوں میں لڑی ہیں۔آپ نے مسجد کی بے حرمتی کی ہے۔

جناب چیئرمین: نہیں،نہیں۔

You do not know the context as you have come after 20 days or a month; all the Maulanas in this House can understand very well.

(چونکہ آپ بیس روز یا ایک ماہ کے بعد آئے ہیں اس لئے آپ کو سیاق وسباق کا اندازہ نہیں ہے۔اس ایوان میں تمام مولانا حضرات اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں)ان سے پوچھ لیں۔

صاحبزادہ احمد رضا خان قصوری: جناب!آپ کے مذاق کا مجھے پتہ نہیں تھا۔میں معذرت چاہتا ہوں۔

جناب چیئرمین: نہیں،ہم تو روز کرتے ہیں۔

If you come after a month and make a firex public speech, we cannot be a party. The entire House is not a party to it.

(اگر آپ ایک مہینے کے بعد آئیں اور ایک پرجوش عوامی خطاب فرمائیں تو ہم اس میں شریک نہیں ہوسکتے۔یہ ایوان اس میں شریک نہیں ہوسکتا)

صاحبزادہ احمد رضا خان قصوری: اس لئے میں عرض کرتا ہوں میں اس مسئلے پر آرہا ہوں۔اب جناب والا!میں عرض کروں گا کہ میں سمجھتا ہوں کہ حقیقتاً اس مسئلے کو اسمبلی میں نہیں آنا چاہئے تھا۔کیونکہ جب ہم کسی چیز کو کہتے ہیں مسئلہ تو مسئلے کا مطلب یہ ہے کہ اس پر دورائیں ہوں۔آپ کسی چیز کو عدالت میں لے کر جاتے ہیں جب دورائیں ہوں۔آپ کسی چیز کو اسمبلی میں لے کر آتے ہیں جب دورائیں ہوں۔یہ تو مسئلہ ہی نہیں ہے۔یہ تو ایمان ہے۔یہ ہماری عقیدت ہے۔جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے آج سے ۱۴سو سال پہلے طے کر دیا تھا،جس کو قرآن مجید،فرقان حمید نے اپنی آیات کے ساتھ ۱۴سو سال پہلے ختم کر دیا،ہم اس کو مسئلے کا رنگ رکھا ہی نہیں،اور ہم کس افلاطون کی اولاد ہیں جو آج ۱۴سو سال بعد آج اس زمانے میں بیٹھیں اور فیصلہ کریں کہ آیا رسول عربیﷺ آخری نبی تھے۔

جناب چیئرمین: یہ بھی فیصلہ اسمبلی کے پاس نہیں ہے۔یہ بھی نہیں ہے۔

صاحبزادہ احمد رضا خان قصوری: تو جناب والا......

جناب چیئرمین: یہ بھی نہیں ہے۔

صاحبزادہ احمد رضا خان قصوری: اس مسئلے کو......

جناب چیئرمین: اس پر اسمبلی کا ایمان آپ سے زیادہ مضبوط ہے۔(قہقہے)اس پر فیصلہ ہوچکا ہے۔وہ ریلیونٹ نہیں ہے۔اس پر کسی کو گنجائش ہی نہیں بات کرنے کی۔آپ یہاں تک بات کرتے ہیں۔یہاں تک بھی کسی ممبر کو گنجائش نہیں ہے۔

صاحبزادہ احمد رضا خان قصوری: جی۔

جناب چیئرمین: بات یہاں یہ ہے کہ ان لوگوں کا اسٹیٹس ڈیٹرمن کیا جائے۔

(چوہدری ممتاز احمد کی طرف سے مداخلت)

جناب چیئرمین: آپ خواہ مخواہ ایسی بات کر دیتے ہیں۔

صاحبزادہ احمد رضا خان قصوری: میں جناب! اس کا جواب دوں؟

جناب چیئرمین: نہیں، کوئی ضرورت نہیں۔ آپ تقریر میں کیوں ایسی باتیں کرتے ہیں؟

صاحبزادہ احمد رضا خان قصوری: یا اسے حذف کرا دیں یا میرا جواب آنے والا ہے۔

جناب چیئرمین: آپ ایسی بات کیوں کرتے ہیں؟

You are provoking the entire House.

(آپ پورے ایوان کو اشتعال دلا رہے ہیں؟)

صاحبزادہ احمد رضا خان قصوری: یہ جناب! اپنے لیڈر کی بے عزتی کرانا چاہتے ہیں مجھ سے۔ میں دو، چار جملے کہہ دوں گا۔ جناب والا! انگریزوں نے ہندوستان میں دو فرقے انٹروڈیوس کئے۔ کیونکہ انگریزوں کی پالیسی ہندوستان میں ''تقسیم کرو، راج کرو'' کی تھی۔ ہندوؤں کے اندر انگریزوں نے آریہ سماج کا فرقہ انٹروڈیوس کیا اور مسلمانوں کے اندر قادیانیت کا فرقہ۔ آپ دیکھئے! ان کا کتنا خوبصورت انداز فکر تھا۔ انہوں نے دیکھا کہ ہندو بہت سارے خداؤں پر یقین رکھتے ہیں۔ ان کے اندر ایک ایسا فرقہ انٹروڈیوس کیا گیا جو کہ وحدت پر یقین رکھتا تھا...... آریہ سماج اور مسلمان جن کا یہ ایمان تھا کہ رسول عربی ﷺ آخری نبی ہیں۔ ان کے اندر ایک ایسا فرقہ انٹروڈیوس کیا گیا جو کہتے ہیں کہ نبی آئے گا اور یہ انگریزوں کی چالاکی اور شاطرانہ پالیسی تھی۔ ہندوستان میں ۲ کمیونٹیز جو کہ متحد ہو کر جدوجہد کر رہے تھے آزادی کے لئے، انگریزوں کو نکالنے کے لئے، ان کے اندر تفرقہ پیدا کرنے کے لئے ہندوؤں میں آریہ سماج اور مسلمانوں کے اندر قادیانیوں کا فرقہ انٹروڈیوس کیا گیا۔

Mr. Chairman: This has been thoroughly discussed in this House.

(جناب چیئرمین: اس پر ایوان میں تفصیل سے بات ہو چکی ہے)

صاحبزادہ احمد رضا خان قصوری: مجھے آپ سے شکایت ہے، مجھے آپ سے یہ اعتراض ہے کہ مجھ سے آپ کو یا تو بغض ہے......

جناب چیئرمین: آپ اسٹارٹ ہی غلط لیتے ہیں۔

صاحبزادہ احمد رضا خان قصوری: بغض معاویہ رضی اللہ عنہ تو نہیں مجھ سے؟

جناب چیئرمین: نہیں، نہیں۔

صاحبزادہ احمد رضا خان قصوری: حب علی رضی اللہ عنہ بھی رکھا کریں۔

جناب چیئرمین: دیکھئے ناں! یہ پوائنٹ دس دفعہ آیا ہے ہاؤس میں، اور بیشتر ممبران نے......

صاحبزادہ احمد رضا خان قصوری: نئے پوائنٹ تو کسی نے بھی نہیں کہے۔ محراب و منبر پر ساری باتیں ہو چکی ہیں۔ نوے برسوں سے یہی باتیں ہو رہی ہیں۔ نئی باتیں تو کسی نے بھی نہیں کیں۔ یہ مجھ پر اتنی قدغن لگا دی ہے۔ کچھ تو رحم کیجئے۔

جناب چیئرمین: میں ہاؤس سے پوچھ رہا ہوں۔

صاحبزادہ احمد رضا خان قصوری: آپ نے دوسروں کے بارے میں ہاؤس سے پوچھا نہیں۔

جناب چیئرمین: ہاؤس سے اگر میں پوچھوں تو میں آپ کو ایک بات نہ کرنے دوں۔

صاحبزادہ احمد رضا خان قصوری: دیکھئے ناں! آپ نے کہا کہ یہ غلط بات ہے، میں نے کہا کہ میں نے اسے چھوڑ دیا ہے۔

جناب چیئرمین: اب ٹائم *Proposals* (تجاویز) کے متعلق ہے، *Suggestions* (تجاویز) کے متعلق ہے۔ *These Points have been sufficiently dealt with for two months.* (ان نکات پر دو ماہ میں اچھی طرح بات ہو چکی ہے)

صاحبزادہ احمد رضا خان قصوری: میں تجویز پیش کرتا ہوں اگر مجھے بولنے دیں۔

جناب چیئرمین: بولیں، تجویز پیش کریں۔

صاحبزادہ احمد رضا خان قصوری: میں ایک *Thesis* (تھیسس) لا رہا ہوں علیحدہ قسم کا۔ میں بحث کر رہا ہوں بالکل تاریخی محرکات پر۔ میں سمجھتا ہوں اس مسئلے کو محراب ومنبر سے چھیڑا ہوا ہے۔ میں افلاطون یا کوئی مفتی نہیں ہوں، میں اس مسئلے کا سیاسی رخ دے رہا ہوں۔

جناب چیئرمین: *Just a minute* صرف دو آدمیوں نے اس پر اعتراض کیا ہے کہ اس اسمبلی کو اختیار نہیں ہے۔ ایک مرزا ناصر احمد اور ایک آپ کر رہے ہیں۔

Only two persons. No body else has objected. And I can tell with all the authority that this Assembly is not only competent but the only forum to determine the status of Ahmedis. Now the Assembly is getting into it.

(صرف دو آدمیوں نے۔ کسی اور نے یہ اعتراض نہیں کیا اور میں پوری ذمہ داری سے یہ بات کہنا چاہتا ہوں کہ یہ اسمبلی نہ صرف یہ کہ مسئلے کے حل کی اتھارٹی رکھتی ہے بلکہ یہ احمدیوں کی حیثیت کے تعین کا واحد فورم ہے۔ اب یہ معاملہ اسمبلی میں ہے)

صاحبزادہ احمد رضا خان قصوری: مرزا صاحب کی جان بچ رہی ہے۔ آپ اس کی جان نہ بچائیں۔ میں نے یہ اعتراض کیا ہے۔ جناب والا! میں عرض کر رہا تھا کہ پاکستان بن گیا۔ جناب والا! پاکستان ایک ایسا ملک ہے جس کی بنیاد لسانی قومیت نہیں، جغرافیائی قومیت نہیں اور نہ اس کی بنیاد ثقافتی قومیت ہے۔ اس کی بنیاد لسانی، جغرافیائی یا ثقافتی ہوتی تو پھر پنجاب اور بنگال تقسیم نہ ہوتے۔ لیکن پاکستانی تاریخ میں پنجاب تقسیم ہوا، بنگال تقسیم ہوا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ پاکستان کی کچھ اور بنیاد ہے۔ پاکستان کی بنیاد مسلم قومیت ہے۔ جب پاکستان بن رہا تھا اس میں ہمارے لیڈران کرام تمام ہندوستان میں گلی گلی، قریہ قریہ، گاؤں گاؤں گئے اور بتایا کہ پاکستان کا مطلب کیا لا الہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ! جب ہمارا ملک لا الہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ کے کلمہ سے ہے تو اس ملک کو صرف قرآن وحدیث کے مطابق ہی مضبوط کیا جا سکتا ہے، اس ملک کی عمارت کو مضبوط اور خوبصورت کیا جا سکتا ہے۔ لیکن ہم نے دیکھا کیا ہے؟ پاکستان ایک نظریاتی ملک ہے۔ نظریاتی ملک کو جناب! توپوں اور ٹینکوں سے نہیں توڑا جا سکتا۔ توپوں اور

ٹینکوں سے اس کی جغرافیائی حدوں کو توڑ سکتے ہیں۔ آپ کسی ملک کی ملوں کو تباہ کر سکتے ہیں۔ آپ کسی ملک کی آبادی کو تباہ کر سکتے ہیں۔ لیکن اس نظریے کو تباہ نہیں کر سکتے جو ان کے ذہنوں میں بھرا ہوا ہے۔ ہمارے ملک کا نظریہ مسلمانوں کے ذہنوں میں بھرا ہوا ہے۔ اس کی عمارت، اس کی بنیاد ہمارے ذہنوں میں ہے۔ ہمارے ایمان میں ہے، ہماری عقیدت میں ہے اور یہ ملک عاشقان رسول نے بنایا ہے۔ یہ ملک رسول عربی ﷺ کی محبت میں بنایا گیا ہے۔ وہ ملک جو رسول اللہ ﷺ کی محبت سے بنایا گیا ہو اس کے اندر ایک باطل نظریہ پیدا کیا جائے، کیونکہ جیسا کہ میں نے عرض کیا ایک نظریاتی ملک کو آپ باطل نظریے سے تباہ کر سکتے ہیں۔ کیونکہ باطل نظریہ جب اندر ذہنوں میں جا کر خلل پیدا کرتا ہے، انتشار پیدا کرتا ہے، اس انتشار سے بڑے بڑے حوادث پیدا ہوتے ہیں۔

قادیانیت باطل نظریہ

میرے محترم صدر! میں آپ سے یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اس ملک کو آپ نہیں برباد کر سکتے، لیکن انتشار سے برباد کر سکتے ہیں، اور اس انتشار کے لئے ایک باطل نظریہ پیدا کیا گیا، اور وہ قادیانیت کا نظریہ تھا اور میرے صدر محترم! بات یہ ہے کہ ہم کو جیسے مکہ معظّمہ اور مدینہ شریف سے محبت ہے، مدینہ منورہ سے ہمیں عقیدت ہے، اسی طرح نعوذ باللہ، نعوذ باللہ! قادیانیوں کا مکہ معظّمہ اور مدینہ تو قادیان ہے، اور قادیان میں زیارت کے لئے اس وقت تک نہیں جا سکتے۔ جب تک پاکستان ہے اور پاکستان کی ہندوستان کے ساتھ جو ***Confrontation*** (تصادم) ہے، جو تصادم ہے نظریات کا، حقائق کا، وہ جب تک ***Resolve*** (حل) نہیں ہوتا وہ اپنے، نعوذ باللہ! مکہ یعنی قادیان میں نہیں جا سکتے۔ لہٰذا ان کی تمام تھیوری یہ ہے کہ پاکستان کو ختم کر دیا جائے۔ اگر آپ ان کی کتابوں میں دیکھیں تو وہ اس چیز کی بشارت کرتے ہیں کہ نعوذ باللہ! ایک زمانہ آئے گا جب پاکستان ختم ہو جائے گا۔ تو پھر ہم قادیان جائیں گے۔ تو جناب عالی! مشرقی پاکستان کو توڑنا بھی اسی سازش کا ایک ہاتھ تھا کہ پاکستان کو ***Brick by Brick*** (کی ہر ایک اینٹ کو) توڑا جائے، ایک ایک اینٹ اس کی بنیاد سے نکالی جائے۔ اس کی نظریاتی بنیادوں سے نظریاتی اینٹیں نکالی جائیں اور اس میں وہ لگے ہوئے ہیں اور اس میں صرف وہی نہیں لگے ہوئے، سپیکر محترم! بلکہ باہر کی دنیا بھی ہے۔ میرے پاس بان گورین کا وہ خطبہ ہے جو اس نے ۱۹۶۷ء میں سوربان یونیورسٹی میں انٹرنیشنل جیوری کو ایڈریس کرتے ہوئے دیا۔ اس نے کہا کہ دنیا میں دو نظریاتی ملک ہیں۔ ایک اسرائیل اور دوسرا پاکستان اور اگر کسی وقت اسرائیل کو خطرہ ہوا، بین الاقوامی دنیا میں اگر کسی ملک نے شدت سے اسرائیل کی مخالفت کی تو وہ پاکستان ہوگا۔ لہٰذا پاکستان کو تباہ کرنے کے لئے ہندوستان کا پلیٹ فارم استعمال کیا اور آپ نے دیکھا مشرقی پاکستان کے ٹوٹنے میں جو جیوئیشن انٹرنیشنل پریس نے، ٹائم میگزین، نیوز ویک، ان اخبارات نے جو رول پلے کیا ہے وہ آپ کے سامنے ہے۔ جس طرح یہ پاکستان کو بدنام کیا گیا، جس طرح پاکستان کی افواج کا ستیاناس کیا گیا، یہ تمام آپ کے سامنے ہے اور آپ کو پتہ ہے کہ مرزائیوں کا سنٹر تل ابیب میں ہے۔ مرزائیوں کا تل ابیب میں سنٹر ہونا، بن گورین کی تقریر ۱۹۶۷ء میں سوربان میں کہ اسرائیل کو سب سے زیادہ خطرہ پاکستان سے ہوسکتا ہے اور پاکستان کو تباہ کرنے کے لئے ہندوستان کے پلیٹ فارم کو استعمال کیا جائے اور اس کے اندر پھر قادیانی جرنیلوں کی مغربی پاکستان کے فرنٹ پر پرفارمنس یہ سب آپ کے سامنے ہے۔

صدر محترم! ایک بہت بڑی سپر پاور جس کی پندرہ ریاستوں میں پانچ مسلمان ریاستیں ہیں، انہوں نے ان پانچ مسلمان

ریاستوں کا زور توڑنے کے لئے وہاں کیا تھیوری انٹروڈیوس کی ہے؟ لسانیت قومیت، کلچرل قومیت تاکہ ازبک اور دوسرے آپس میں ملیں نہ، کیونکہ ان کا فوکل پوائنٹ اسلام ہے اور بڑی قوم اور بڑا ملک جانتا ہے کہ اسی ہندوستان سے ہم نے فلسفی پیدا کئے ہیں شاہ ولی اللہ جیسے۔

Mr. Chairman: I will request you now to finish.

(جناب چیئرمین: میں آپ سے درخواست کروں گا کہ اب بس کریں)

صاحبزادہ احمد رضا خان قصوری: میں جناب! پانچ منٹ لوں گا زیادہ سے زیادہ۔

جناب چیئرمین: نہیں، پانچ منٹ نہیں لیں گے۔

Sahibzada Ahmad Raza Khan Qasuri: Just five minutes.

(صاحبزادہ احمد رضا خان قصوری: صرف پانچ منٹ)

جناب چیئرمین: نہیں، جناب! ساڑھے بارہ بجے تک۔ آج جمعہ ہے۔ آٹھ ممبر باقی ہیں۔ ***Do not be cruel to other members.*** (دوسرے ممبران پر ظلم نہ کریں)

Sahibzada Ahmad Raza Khan Qasuri: I will just take five minutes.

(صاحبزادہ احمد رضا خان قصوری: میں صرف پانچ منٹ لوں گا) میں ختم کرنے والا ہوں۔ یہ میرا پوائنٹ ادھورا رہ جائے گا۔ میں اس کو ختم کرلوں۔

Mr. Chairman: This has absolutely no bearing on the point at issue.

(جناب چیئرمین: اس کا زیر بحث مسئلے سے کوئی تعلق نہیں ہے)

صاحبزادہ احمد رضا خان قصوری: تو جناب والا! میں عرض کررہا ہوں کہ ہم نے شاہ ولی اللہ پیدا کئے ہیں، یہاں سے ہم نے پیدا کئے ہیں محمد علی جوہر اور مولانا شوکت علی، یہاں سے ہم نے مولانا حسرت موہانی پیدا کیا ہے، یہاں سے ہم نے علامہ اقبال پیدا کئے ہیں جن کا فلسفہ یہ ہے کہ

ہر ملک ملک ما است کہ ملک خدائے ما است

ان کا فلسفہ جغرافیائی قومیت کا نہیں، انکا فلسفہ لسانی قومیت کا نہیں، ان کا فلسفہ ثقافتی قومیت کا نہیں، ان کا فلسفہ یہ ہے کہ ہم عاشقان رسول ﷺ ہیں اور جہاں بھی عاشقان رسول ﷺ ہیں وہ ہمارا ملک ہے۔ اب اس بڑی قومیت کو، روس کو یہ ڈر ہے کہ ہمارے اندر یہ جو پانچ ریاستیں ہیں وہ مسلمان ریاستیں ہیں۔ یہ ان پانچ ریاستوں کی تلوار تھی جس نے ان کو آزادی زار سے دلوائی۔ لیکن آج اگر آپ روس میں دیکھیں ان کی جو سیاسی لیڈرشپ ہے، ان کی جو ملٹری لیڈرشپ ہے، ان کی جو سائنس کی لیڈرشپ ہے، ان کی جو انڈسٹری کی لیڈرشپ ہے، وہ ان پانچ ریاستوں کے ہاتھ میں نہیں بلکہ وائٹ رشینز کے پاس ہے۔

جناب والا! خیالات کے اوپر کسٹم بیریئر نہیں۔ آپ یہ نہیں کہہ سکتے تھے کہ پاکستان سے جو خیال نکلے گا طورخم کے اندر کسٹم بیریئر پر رک جائے گا۔ خیالات کے لئے کوئی کسٹم بیریئر نہیں ہوتے۔ خیالات کی پرواز ہوتی ہے اور خیالات جنگ سے زیادہ جرنیٹ کرتے ہیں۔ ان کو پتہ ہے کہ ان لوگوں میں ایک فلاسفی ہے، ان لوگوں میں ایک تھیوری ہے، اور اگر ان میں صحیح قسم کی قیادت آگئی،

ایسی قیادت جس کے اندر خدا کا خوف ہو اور رسول عربیﷺ کی محبت سے ان کا دل سرشار ہو تو اس ملک سے ایک ایسی لیڈرشپ پیدا ہوسکتی ہے جو صرف اس ملک میں نہیں بلکہ مڈل ایسٹ Contiguous ایریا جو مسلمان علاقہ ہے، یہاں آئل انٹرنیشنل ڈپلومیسی نے یورپ کے بڑے بڑے رنگین شاندار چمکتے ہوئے شہروں کو اندھیرے میں تبدیل کردیا، بڑی بڑی گورنمنٹیں گرگئیں۔ وہ لوگ وہاں سے صدر محترم! وہاں سیاستدان نہیں ہیں۔ وہاں مفکر بیٹھے ہیں ان کے فارن آفس میں۔ ان کو پتہ ہے کہ آئندہ سو سال میں کس قسم کے خیالات ابھر سکتے ہیں، کس قسم کے حالات پیدا ہوسکتے ہیں، کیونکہ جغرافیہ مستقل نہیں ہوتا۔ میں تاریخ کا طالب علم ہوں۔ میں نے بڑے بڑے ملکوں کا جغرافیہ بدلتے ہوئے دیکھا ہے۔ ان کو پتہ ہے کہ یہاں سے اگر صحیح قسم کی قیادت اٹھ پڑی۔ ایسی قیادت جس کے اندر خدا کا خوف ہو، جس کے اندر رسول عربیﷺ کی محبت ہو، تو یہ ملک ایک بہت بڑا ملک بن سکتا ہے، یہ ملک مڈل ایسٹ کی بھی قیادت لے سکتا ہے، لہٰذا ان تمام باتوں کا سدباب کرنے کے لئے......

Mr. Chairman: ***Thank you very much. Yes, Ch. Barkatullah, ten minutes.***

(جناب چیئرمین: آپ کا بہت شکریہ! جی، چوہدری برکت اللہ ۱۰ منٹ)

صاحبزادہ احمد رضا خان قصوری: انہوں نے آپ کے اندر انتشار پیدا کیا ہے۔ ثقافتی قومیت کا، لسانی قومیت کا......

جناب چیئرمین: چوہدری برکت اللہ!

صاحبزادہ احمد رضا خان قصوری: آخر میں ایک تجویز پیش کروں گا، جناب والا! اور میں آپ سے رخصت لوں گا۔

جناب چیئرمین: رخصت آپ بے شک نہ لیں۔

صاحبزادہ احمد رضا خان قصوری: جناب! ہم اپنی پی۔ پی۔ سی میں ایک تجویز پیدا کریں، پاکستان پینل کوڈ میں۔

Mr. Chairman: ***Section 295-A.***

(جناب چیئرمین: دفعہ ۲۹۵-اے)

Sahibzada Ahmad Raza Khan Qasuri: ***Section 295-B: "Whoever professes to be a Muslim...."***

(صاحبزادہ احمد رضا خان قصوری: دفعہ ۲۹۵۔بی: ''جو شخص مسلمان ہونے کا اظہار کرتا ہے......'')

Mr. Chairman: ***...Shall be guilty of high treason.***

(جناب چیئرمین: ......ملک سے بغاوت کا مرتکب ہوگا)

Sahibzada Ahmad Raza Khan Qasuri: ***.... and express by word of mouth derogating from the finality of the Prophethood of Muhammad (Peace be upon him)....***

(صاحبزادہ احمد رضا خان قصوری: ......اور اپنے منہ سے ایسی بات کرتا ہے جو ختم نبوتﷺ کے منافی ہے......)

Mr. Chairman: ***I know the source.***

(جناب چیئرمین: میں اس کے مصدر سے واقف ہوں)

Sahibzada Ahmad Raza Khan Qasuri: ... as expressed in the Holy Quran and Sunnah, shall be punished with death.

Explanation: For the purpose of Section 295-B, finality of the Prophethood of Muhammad (peace be upon him) as expressed in the Holy Quran and Sunnah means that the door of the Prophethood has been closed after the Holy Prophet Mohammad (peace be upon him) and there will be no Prophet, Nabi, Rasul, Zilli or Ummati after the Prophet.

(**صاحبزادہ احمد رضا خان قصوری:** ...... جیسا کہ قران مجید اور سنت میں صراحت ہے، کو سزائے موت دی جائے گی۔
وضاحت: دفعہ ۲۹۵۔بی کے مقاصد کے لئے حضرت محمد ﷺ کی ختم نبوت جیسا کہ قرآن وسنت میں وضاحت کی گئی ہے، سے مراد کہ حضرت محمد ﷺ کے بعد نبوت کا دروازہ بند ہو چکا ہے اور آپ ﷺ کے بعد کوئی پیغمبر، نبی، رسول، ظلی یا امتی نہیں آئے گا)

جناب چیئرمین: آپ ڈور کی فکر کر رہے ہیں، وہ کہہ رہے ہیں کہ کھڑکی کھلی ہے۔ چوہدری برکت اللہ!

چوہدری برکت اللہ: جناب چیئرمین! اس مسئلہ پر کافی کچھ کہا جا چکا ہے۔ میں صرف دو تین منٹ جناب کے لوں گا اور اس سے زیادہ میں کچھ اور نہیں کہنا چاہتا۔

Mr. Chairman: I will request the honourable members to be very brief because about eight members are left and the two Sahibzadas have taken 40 minutes.

(**جناب چیئرمین:** میں معزز اراکین سے درخواست کروں گا کہ مختصر بات کریں۔ کیونکہ ابھی آٹھ ارکان باقی ہیں اور دو صاحبزادوں نے چالیس منٹ لے لئے ہیں)

(۲۲۳) احمد سعید اعوان، جناب ملک

(وفات: ۲۳/اپریل ۲۰۱۵ء)

آپ میانوالی کے علاقہ کے تھے۔ پھر فیصل آباد میں آ کر رہے۔ پاکستان پیپلز پارٹی کے رہنماء تھے۔ وفاقی وزیر بھی رہے۔ قانون دان تھے۔ محترمہ بے نظیر بھٹو نے ان کو ہائی کورٹ کا ایڈہاک کا جج بھی بنایا۔ مولانا تاج محمود صاحب سے ان کی گہری دوستی تھی۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء میں بھرپور ساتھ دیا۔ ختم نبوت کانفرنس چنیوٹ میں بھی تشریف لاتے رہے۔

’’مرزائی کافر ہیں اور ملک کے غدار ہیں۔ ان کی سرگرمیاں سخت مشکوک ہیں۔ مرزائی ملک میں انتشار اور فساد پیدا کرنے کے خواہش مند ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ ملک میں گڑبڑ ہو اور دستور ختم ہو جائے۔ ہمیں مل کر مرزائیوں کی اس سازش کو ناکام بنانا چاہئے۔ ختم نبوت ہمیں ہر چیز سے عزیز ہے۔ اس کے لئے اگر مجھے اپنی جان قربان کرنا پڑی تو میں اس سے بھی گریز نہیں کروں گا۔‘‘

(ہفت روزہ لولاک جنوری ۱۹۷۶ء)

(۲۲۴) احمد سعید کاظمی (ملتان)، حضرت علامہ

(پیدائش:۱۹۱۳ء وفات:۴/جون ۱۹۸۶ء)

آپ مراد آباد کے مضافاتی شہر امروہہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ماجد کا نام سید محمد مختار کاظمی تھا۔ آپ کی تعلیم و تربیت آپ کے بڑے بھائی سید محمد خلیل کاظمی نے کی۔ آپ نے مکمل تعلیم شاہ جہان پور کے مدرسہ بحرالعلوم میں حاصل کی۔ آپ نے چھوٹی عمر میں ہی سند فراغت حاصل کی۔ آپ کو دوران تعلیم ہی مباحثوں اور مناظروں کا شوق تھا۔ آپ کی تحفظ ختم نبوت اور رد مرزائیت پر بہت بڑی خدمات ہیں۔ آپ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں گرفتار بھی ہوئے۔ کچھ دن آپ نے اسیری میں گزارے اور اس سے پہلے آپ نے مسلم لیگ کے صوبائی اجلاس میں تحفظ ختم نبوت پر قرارداد بھی پیش کی۔ آپ پاکستان بننے کے بعد ملتان تشریف لائے۔ جامعہ انوار العلوم آپ کی گرانقدر خدمات کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ آپ نے جامعہ عباسیہ بہاول پور میں بطور شیخ التفسیر کے عرصہ تک خدمات سرانجام دیں۔ آپ نے مولانا ابوالحسنات قادری کے ساتھ جمعیۃ علماء پاکستان کی قیادت بھی فرمائی۔

آپ علوم عقلیہ اور نقلیہ کے نامور ماہر عالم دین تھے۔ عرصہ تک آپ اسلامی نظریاتی کونسل کے رکن بھی رہے۔ پاکستان کی وفاقی شرعی عدالت میں تحفظ ناموس رسالت پر ایک پٹیشن دائر تھی جس میں آپ نے ایک تحریری بیان داخل کرایا جو بعد میں رسالہ کی شکل میں شائع ہوا۔ جس کا نام ’’گستاخ رسول کی سزا قتل‘‘ ہے۔ اسے ہم نے فتاویٰ ختم نبوت ج ۳ میں شائع کیا ہے۔

(۲۲۵) احمد سعید (گوجرانوالہ)، مولانا

جمعیۃ علماء اسلام گوجرانوالہ ضلع کے ناظم عمومی مولانا احمد سعید مسجد آبادی حاکم رائے نے ۱۹۶۶ء میں ایک کتابچہ ’’مرزائی کا جنازہ اور مسلمان‘‘ شائع کیا تھا۔ ایک قادیانی کا قادیانیوں نے علیحدہ قادیانی امام کے اور مسلمانوں نے علیحدہ مسلمان امام کے پیچھے جنازہ پڑھا۔ جنہوں نے محض برادری کے حوالہ سے ایسے کیا۔ علماء نے فتویٰ دیا کہ قادیانی کا جنازہ پڑھنے والے مسلمان اپنے ایمان اور نکاح کی تجدید کریں۔ اس لئے کہ ایسا کرنے سے ان کا ایمان اور نکاح جاتا رہا۔ فتویٰ مولانا سرفراز خان صفدر، مولانا قاضی شمس الدین، مولانا محمد چراغ، مولانا محمد اسماعیل (اہل حدیث)، مولانا عبدالقیوم ہزاروی، مولانا عزیز الرحمٰن (جامعہ اشرفیہ لاہور)، مولانا محمد سعید مونگریاں (گوجرانوالہ)، مفتی محمد خلیل، قاضی عبدالسلام، مفتی بشیر حسین، مولانا ابوداؤد صادق، مولانا محمد صادق ایسے مختلف مکاتب فکر کے حضرات نے دیا۔ یہ واقعہ باغبانپورہ میں پیش آیا۔ مسلمان مولوی گل حسن شاہ نے توبہ نامہ شائع کیا۔ ایمان اور نکاح دونوں کی تجدید ہوئی۔ جنہوں نے محض برادری کی وجہ سے جنازہ میں شرکت کی۔ انہوں نے بھی ایمان قبول کیا۔ نکاح کی تجدید کی۔ اگست ۱۹۶۶ء میں مولانا احمد سعید ہزاروی نے یہ رسالہ شائع کر کے بڑی خدمت سرانجام دی۔ الحمد للہ!

(۲۲۶) احمد سعید لدھیانوی، مولانا

(وفات:۲۲/اگست ۲۰۱۶ء)

کل ہند مجلس احرار اسلام کے بانی رہنما رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی کے بھتیجے اور مدرسہ اشرف المدارس فیصل

آباد کے بانی مولانا محمد یحییٰ لدھیانوی کے صاحبزادہ مولانا احمد سعید لدھیانوی جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی کے فارغ التحصیل اور شیخ الاسلام مولانا سیّد محمد یوسف بنوری کے شاگرد رشید تھے۔ آپ خاندانی پس منظر کے ساتھ عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کی ہر تحریک میں پیش پیش ہوتے تھے۔ حق تعالیٰ نے آپ کو خوب وجاہت نصیب کی تھی، بہادر اور دبنگ قسم کے انسان تھے۔ جرأت رندانہ کے علمبردار تھے۔ ۱۹۷۰ء میں جناب بھٹو مرحوم نے پاکستان پیپلز پارٹی قائم کی اور انقلاب کا نعرہ لگایا تو فیصل آباد سے جناب مختار رانا اور مولانا احمد سعید لدھیانوی ان کے ہمراہ ہوگئے۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء میں مولانا احمد سعید لدھیانوی نے حضرت شیخ بنوری کی قیادت میں بھرپور کردار ادا کیا۔ ۱۹۷۷ء کی تحریک نظامِ مصطفیٰ میں وہ قومی اتحاد کے پلیٹ فارم سے متحرک رہے۔ قید و بند کی صعوبتیں بھی برداشت کیں۔ وہ ایک روح مضطر کی طرح ہر ایک دینی تحریک میں پیش پیش ہوتے۔ آزاد طبع تھے۔ بہادر تھے۔ بات دو ٹوک اور کھری سنانے کے عادی تھے۔ مزاج قلندرانہ تھا۔ بھرپور وجاہت وشکل وشباہت کے حوالہ سے آپ کو ''ببر شیر'' کہا جاتا تھا۔

آخری عمر لاہور میں فیروز پور روڈ پر ادارہ قائم کیا۔ وہاں خطابت کے فرائض سرانجام دیتے تھے۔ حضرت مولانا سیّد نفیس شاہ الحسینی سے بیعت کا تعلق تھا۔ آخری دنوں بیماری کے باعث میؤ ہسپتال لاہور میں داخل ہوئے۔ وقت موعود آیا تو رب کے حضور جا حاضر ہوئے۔ ٹوبہ ٹیک سنگھ میں جنازہ ہوا۔ آپ کا جنازہ صوفی محمد دین خلیفہ مجاز حضرت نفیس شاہ صاحب نے پڑھایا۔ آپ گئوشالہ قبرستان میں سپرد خاک ہوئے۔ (ماہنامہ لولاک محرم الحرام ۱۴۳۸ھ)

(۲۲۷) احمد سعید میانوی، مولانا مفتی

(پیدائش: ۱۹۱۳ء ...... وفات: ۱۸/اپریل ۱۹۷۸ء)

میانی ضلع سرگودھا کے نامور عالم دین مولانا مفتی احمد سعید میانوی زندگی بھر عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے سرگرم عمل رہے۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء میں اپنے استاذ شیخ الاسلام مولانا سید محمد یوسف کے حکم پر ضلع بھر میں بھرپور کردار ادا کیا۔ میانی کے قریب گھوگھیاٹ گاؤں میں قادیانیوں کی گرفت کو توڑنے کے لئے وہاں ختم نبوت کانفرنس کا اعلان کیا۔ حکومتی رکاوٹوں کے باوجود آپ نے شاندار عظیم الشان ختم نبوت کانفرنس منعقد کی۔ شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور میانی میں سپرد خاک ہوئے۔

(۲۲۸) احمد شاہ بخاری چوکیروی، مولانا سید

(پیدائش: ۱۹۰۶ء ...... وفات: ۲۴/مارچ ۱۹۶۹ء)

مولانا احمد شاہ چوکیروی کے والد گرامی سید غلام علی شاہ بخاری تھے۔ آپ اجنالہ ضلع سرگودھا میں پیدا ہوئے۔ سلسلہ نسب سید جلال الدین شاہ سرخ بخاری (اوچ شریف) سے ہوتا ہوا آنحضرت ﷺ سے پینتیس پشت میں جا کر ملتا ہے۔ شاہ پور کے ایک گاؤں میں سلطان احمد قریشی سے قرآن مجید حفظ کیا۔ مولانا فضل کریم بندیالوی، مولانا غلام رسول سے صرف ونحو اور فنون کی کتابیں پڑھیں۔ دارالعلوم دیوبند سے شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین مدنی سے دورہ حدیث کی سند حاصل کی۔

سواگ شریف کے حضرت مولانا غلام حسن صاحب سے بیعت کی اور خلافت پائی۔ ان کی وفات کے بعد حضرت مولانا احمد علی

لاہوری سے بھی خلافت پائی۔ دارالعلوم سے فراغت کے بعد جامعہ محمدی ضلع جھنگ میں پڑھاتے رہے۔ اس زمانے میں محقق العصر حضرت مولانا محمد نافع نے آپ سے تعلیم حاصل کی۔ دوسال آفتاب العلوم چنیوٹ میں بھی پڑھایا۔ جامعہ عربیہ چنیوٹ کے بانی قاری مشتاق احمد نے یہیں آپ سے شاگردی کا شرف حاصل کیا۔ اس کے بعد پھر اجنالہ اپنے گاؤں دوسال پڑھاتے رہے۔ اس کے بعد حضرت لاہوری کے حکم پر میاں خان محمد کلیار نے چوکیرہ ضلع سرگودھا میں مدرسہ دارالہدیٰ قائم کیا۔ حضرت مولانا سید احمد شاہ چوکیروی یہاں تشریف لائے اور پھر عمر بھر یہاں پڑھاتے رہے۔ آپ نے یہاں دورہ حدیث شریف تک کتب پڑھائیں۔ اس مدرسہ میں اس زمانہ میں بڑے بڑے فاضل اساتذہ تھے، جن میں آپ کا بھی شمار ہوتا تھا۔ اسی زمانہ میں آپ روزانہ قرآن مجید کا درس بھی دیتے تھے اور یہ درس سال بھر میں ختم ہو جاتا تھا۔

مولانا سید احمد چوکیروی بہت بڑے خطیب اور مناظر بھی تھے۔ آپ نے عظمت صحابہ رضی اللہ عنہم کے لئے وہ گرانقدر خدمات سرانجام دیں جو سنہری حروف سے لکھنے کے قابل ہیں۔ آپ انتہائی ہردلعزیز خطیب تھے۔ متعدد کتابوں کے مصنف تھے۔ مولانا منظور احمد چنیوٹی مرحوم آپ کے چوکیرہ کے زمانہ کے شاگردوں میں شامل تھے۔ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت کے زمانہ میں آپ نے اپنے علاقہ کو سراپا تحریک بنادیا۔ گرفتاری بھی دی۔ قید بھی رہے اور عقیدۂ ختم نبوت کے لئے سید آل رسول نے قربانی دے کر حق نسبت ادا کردیا۔ آپ کی خطابت، مناظروں، تبلیغی جدوجہد اور تدریسی دھوم مستقل تاریخ کا ایک حصہ ہے۔

(۲۲۹) احمد شاہ ہردوئی، حضرت سید

مرزا قادیانی نے اپنے مخالف علماء ومشائخ کے نام ایک خط مقابلہ ومباہلہ کے لئے لکھا ہے۔ اس میں حضرت سید احمد شاہ صاحب کو بھی انجام آتھم کے ص۷۲ نمبر ۱۰۲ پر مخاطب کیا ہے۔ اس کا یہ معنی ہے کہ ملعون قادیان کے کفر کو الم نشرح کرنے میں آپ نے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ الحمد للہ!

(۲۳۰) احمد صدیق بانڈوی، مولانا

مولانا احمد صدیق باوڈوی کے والد گرامی شاہ محمد ابراہیم مجددی نقشبندی کراچوی تھے جو حضرت مولانا رفیع الدین عثمانی کے خلیفہ مجاز تھے۔ مولانا احمد صدیق کے مرشد مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب تھے جو دارالعلوم دیوبند کے مفتی اعظم تھے۔ مولانا احمد صدیق باڈوی نے ''اسلامی درہ'' نامی رسالہ میں مرزا قادیانی کے کذبات درج کئے ہیں جو اس رسالہ کو یاد کرے گا وہ ہمیشہ مرزائیوں پر غالب رہے گا اور جو مرزائی اس کو ایمان وانصاف سے دیکھے گا۔ اس ان شاء اللہ! ضرور توبہ کی توفیق نصیب ہوگی۔ یہ رسالہ ''اسلامی درہ'' احتساب قادیانیت ج۳۱ میں شائع شدہ ہے۔

(۲۳۱) احمد علی امرتسری، مولانا مرزا

(ولادت: مارچ ۱۸۸۴ء ...... وفات: ۱۱رجون ۱۹۷۰ء، لاہور)

شیعہ مکتب فکر کے نامور رہنما تھے۔ کئی کتابوں کے مصنف تھے۔ مرزا قادیانی اور اس کی پارٹی کو آڑے ہاتھوں لیا اور چاروں شانے چت کیا۔

(۲۳۲) احمد علی سہارنپوری، مولانا

حضرت مولانا احمد علی محدث سہارنپوری کے ایک اور ہمنام حضرت مولانا احمد علی سہارنپوری مدرسہ مظاہر العلوم میں مدرس تھے۔ جو مدرسہ کی اعانت کے لئے ۱۹؍جولائی ۱۸۹۵ء کو ڈیرہ دون تشریف لائے۔ ان دنوں محمد احسن امروہی کادیانی بھی ڈیرہ دون آیا ہوا تھا۔ حسب عادت قادیانیاں احسن امروہی کادیانی نے مولانا احمد علی سہارنپوری کو دعوت قادیانیت دی۔ جواب میں دونوں حضرات کا مباحثہ طے پاگیا۔ اس کی تفصیل ''النصر المبین فی رد اقوال الجاهلین'' میں مولانا دوست محمد خان نے تحریر فرمائی۔ جس کے پڑھنے سے احسن امروہی کی ذلت آمیز شکست فاش کا نقشہ آنکھوں کے سامنے گھوم جاتا ہے۔ ایک سوسترہ (۱۱۷) سال بعد اس کی احتساب قادیانیت جلد۴۲ میں اشاعت کی حق تعالیٰ نے توفیق بخشی۔ الحمد للّٰہ تعالیٰ!

(۲۳۳) احمد علی شاہ، جناب سید

(وفات: نومبر ۱۹۷۶ء)

چک نمبر ۱۹؍شمالی سرگودھا کے سید احمد علی شاہ بزرگ رہنما تھے۔ آپ مجلس احرار، جمعیۃ علماء ہند سے وابستہ رہے۔ مفتی کفایت اللہ دہلوی، حضرت سید عطاء اللہ شاہ بخاری، مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی، مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادی، مولانا محمد علی جالندھری، مولانا لال حسین اختر سے آپ کے دیرینہ مخلصانہ برادرانہ تعلقات تھے۔ یہ سب حضرات ان کی دعوت پر ان کے گاؤں جاتے تھے۔ قادیانیوں کے لئے ان کا وجود درۂ عمرؓ تھا۔ خوب کڑیل قد کے وجیہہ انسان تھے۔ دوران بیان اچانک اللہ اکبر کا نعرہ لگاتے تو پورا مجمع محو حیرت بن جاتا۔

(۲۳۴) احمد علی کانپوری، مولانا سید

(پیدائش: ۱۲۹۷ھ ...... وفات: رمضان ۱۳۲۸ھ/ اکتوبر ۱۹۱۰ء)

مولانا سید شریف احمد علی کانپوری، محمد علی حنفی کے فرزند گرامی تھے۔ کانپور میں آپ نے مولانا غلام حسین، علامہ احمد حسن و دیگر کئی علماء کرام سے علوم آلیہ سے بہرہ ور ہوئے۔ حصول علم کے لئے مراد آباد کا رخ کیا اور وہاں صحاح اور سنن پڑھنے کی سعادت مولانا عبدالکریم سے حاصل کی۔ مدرسہ جامع العلوم کانپور میں آپ مدرس رہے۔ بہت زیرک و دانا اور فہم و فراست کے مالک تھے۔ دنیا سے کنارہ کش اور بہت ہی پاک دامن شخصیت کے مالک تھے۔ جب مرزا قادیانی کے خلاف سید پیر ظہور شاہ قادری، گجرات نے بنام ''قہر یزدانی بر دجال قادیانی'' ایک فتویٰ مرتب کیا، اس پر آپ نے تائیدی دستخط فرمائے اور مرزا قادیانی کے کفر کا اعلان کیا۔ (فتاویٰ ختم نبوت ج۲ ص۳۲۱)

(۲۳۵) احمد علی قصوری، مولانا

(وفات: ۲۹؍اگست ۲۰۱۶ء)

بریلوی مکتب فکر کے نامور عالم دین مولانا احمد علی قصوری شعلہ نوا خطیب تھے۔ آپ کی زندگی سراپا تحریک تھی۔ گفتگو بھرپور

معلوماتی ہوتی۔ آپ جچے تلے انداز میں گفتگو سے سامعین کے دل موہ لیتے تھے۔ آپ نے جمعیۃ علماء پاکستان میں بھرپور کردار ادا کیا۔ پروفیسر طاہر القادری کی علماء منہاج القرآن میں متحرک رہے۔ آج کل آپ نے مرکز اہل سنت کے نام سے لاہور میں ادارہ قائم کر رکھا تھا۔ کارکنان تحریک پاکستان کے پلیٹ فارم سے بھی کام کیا۔ آپ اتحاد بین المسلمین کے داعی تھے۔ آپ نے تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء میں بھرپور کردار ادا کیا۔ اس وقت آپ بھرپور جوان تھے۔ تحریک کے الاؤ کو روشن رکھنے کے لئے آپ نے دن رات ایک کر دیا۔ اس وقت آل پارٹیز پنجاب مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کے سربراہ مولانا عبیداللہ انور تھے۔ جناب بارک اللہ خان ایڈووکیٹ، مولانا قاری محمد اجمل خان، جناب علی غضنفر کراروی اور مولانا احمد علی قصوری، مولانا عبیداللہ انور کے دست و بازو شمار ہوتے تھے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے رہنما مولانا محمد شریف جالندھری اپنی اکثر مجالس میں فرمایا کرتے تھے کہ دیوبندی حضرات میں سے مولانا محمد ضیاء القاسمی، اہل حدیث حضرات میں سے علامہ احسان الٰہی ظہیر، شیعہ حضرات میں سے علامہ علی غضنفر کراروی اور بریلوی حضرات میں سے مولانا احمد علی قصوری پر مشتمل ٹیم کا کراچی سے پشاور تک ایک تبلیغی مربوط دورہ ہو جائے تو فرقہ واریت کے خاتمہ کے لئے بہت بڑی پاکستان کی خدمت ہوگی۔ مولانا احمد علی قصوری گزشتہ سال سالانہ ختم نبوت کانفرنس چناب نگر میں بھی تشریف لائے۔ بھرپور خطاب کیا۔ جسے تعلیم یافتہ طبقہ نے بہت پسند کیا۔ ان کی وفات سے اب یہ باتیں تاریخ کا حصہ رہ گئیں۔ (ماہنامہ لولاک محرم ۱۴۳۸ھ)

(۲۳۶) احمد علی لاہوری، حضرت مولانا

(پیدائش: ۲۵ر مئی ۱۸۸۷ء ...... وفات: ۲۳ر فروری ۱۹۶۲ء)

ضلع گوجرانوالہ میں ایک قصبہ جلال آباد نامی ہے جو گکھڑ اسٹیشن سے چار میل شرق میں ہے۔ یہاں شیخ حبیب اللہ کے ہاں ایک صاحبزادہ احمد علی پیدا ہوئے۔ یہ آگے چل کر شیخ التفسیر اور امام الاولیاء حضرت مولانا احمد علی لاہوری کہلائے۔ مولانا احمد علی لاہوری نے ناظرہ قرآن مجید اپنی والدہ سے پڑھا۔ جب آپ پانچ سال کے ہوئے تو کوٹ سعداللہ نزد قصبہ جلال کے سکول میں داخل کرائے گئے۔ آپ نے یہاں پر تین جماعتیں پڑھیں۔ آپ کے والد نے تجارتی سلسلہ میں جلال قصبہ سے بابو چک میں رہائش تبدیل کی تو مولانا احمد علی کو اپنے ایک دوست مولانا عبدالحق کے ہاں گوجرانوالہ شہر تعلیم کے لئے بھیج دیا۔ یہاں آئے ابھی چند ہی دن گزرے ہوں گے کہ شیخ حبیب اللہ کو ان کے قریبی رشتی دار مولانا عبیداللہ سندھی ملنے کے لئے بابو چک آئے۔ تو شیخ حبیب اللہ کی خواہش پر مولانا احمد علی کو تعلیم و تربیت کے لئے مولانا عبیداللہ سندھی ساتھ لے گئے۔ اسی سفر میں سندھ جاتے ہوئے دین پور شریف میں مولانا سندھی کے ہمراہ بچپنے میں مولانا خلیفہ غلام محمد صاحب کی دین پور شریف میں زیارت کا شرف حاصل کیا۔ مولانا سندھی کی خواہش پر اعلیٰ حضرت دین پوری نے مولانا احمد علی لاہوری کو اس نوعمری میں بیعت کر لیا۔ زہے نصیب! ان دنوں مولانا عبیداللہ سندھی کی رہائش امروٹ شریف میں تھی۔ مولانا سندھی، حضرت لاہوری کو یہاں لائے اور ابتدائی عربی و فارسی وصرف ونحو کی کتب خود پڑھانا شروع کیں۔ اس وقت مولانا لاہوری دس سال کے ہوں گے۔

کچھ عرصہ بعد گوٹھ پیر جھنڈا میں مدرسہ دارالارشاد میں پڑھانے کے لئے مولانا سندھی تشریف لے گئے تو اپنے گھر والوں اور مولانا احمد علی لاہوری کو بھی یہاں پڑھنے کے لئے بلا لیا۔ حضرت لاہوری نے اپنے ہم عمر ساتھیوں کی جماعت کے ساتھ چھ سال مدرسہ

دارالارشاد گوٹھ پیر جھنڈا میں تعلیم مکمل کی اور پہلی جماعت جو اس درسگاہ کے فضلاء کی تھی اس میں حضرت لاہوری بھی تھے۔ پیر جھنڈا حضرت مولانا رشداللہ صاحب کے صاحبزادہ مولانا ضیاءالدین بھی حضرت لاہوری کے ہم جماعت تھے اور ایک ساتھ فارغ ہوئے۔ مولانا ضیاءالدین پھر اپنے والد گرامی کی رحلت کے بعد پیر جھنڈا کے مسند نشین مقرر ہوئے۔

بھوپال میں سید المشائخ شیخ حسین بن محسن انصاری یمنی، مولانا نواب صدیق حسن خان کے ہاں رہتے تھے۔ پیر جھنڈا کے حضرات کی خواہش پر مولانا یمنی نے یہاں آ کر حضرت لاہوری، پیر ضیاءالدین اور ان کے رفقاء کی دستار بندی کرائی۔ زہے نصیب! یہ تقریب ۱۳۲۷ھ میں منعقد ہوئی تھی۔ تب حضرت لاہوری کی عمر تیئس سال کے لگ بھگ تھی۔ فراغت کے بعد یہاں ہی حضرت لاہوری نے اپنی مادر علمی میں تدریس کا آغاز کیا۔ یہاں آپ نے تین سال پڑھایا۔ اسی دوران میں مولانا احمد علی لاہوری کا حضرت سندھی نے اپنی صاحبزادی سے عقد اور رخصتی بھی کر دی۔ ہاں! یاد رہے کہ حضرت لاہوری کی تعلیم کے دوران آپ کے دوسرے بھائی محمد علی بھی یہاں تعلیم کے لئے آ گئے۔ حضرت سندھی نے اپنی چھوٹی صاحبزادی کا بھی ان سے عقد کر دیا۔ اسی طرح حضرت لاہوری کی تعلیم کے دوران والد گرامی شیخ حبیب اللہ کا وصال ہو گیا تو حضرت لاہوری اپنی والدہ اور چھوٹے بھائیوں عزیز احمد اور رشید احمد کو بھی یہاں لے آئے۔

حضرت لاہوری کو اللہ رب العزت نے صاحبزادہ دیا۔ قدرت خداوندی ہفتہ بعد اس کا وصال ہو گیا۔ اس سے اگلے روز اہلیہ بھی بیٹے کے ہاں چلی گئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون! پہلے والد، اب بیٹا اور گھر والی کے صدموں سے آپ دوچار ہوئے۔ پیر جھنڈا سے حضرت مولانا عبیداللہ سندھی دیوبند آئے تو حضرت شیخ الہند کے حکم پر جمعیۃ الانصار کی بنیاد رکھی گئی۔ حضرت سندھی، علامہ عثمانی، حضرت کشمیری، حضرت مدنی ایسے حضرات نے اسے ملک گیر ہی نہیں بلکہ انٹرنیشنل خدمات کا نمونہ بنا دیا۔ اس تحریک کے اثرات افغانستان، ایران، بلخ، بخارا، کشمیر و ترکستان تک پہنچے۔

مولانا سندھی نے اس زمانہ میں نظارت المعارف القرآنیہ دہلی میں قائم کیا۔ مولانا احمد علی لاہوری اس زمانہ میں نواب شاہ میں حضرت سندھی کے قائم کردہ مدرسہ میں پڑھا رہے تھے۔ حضرت سندھی نے دہلی میں پانچ علماء اور پانچ گریجویٹ حضرات کی کلاس نظارت المعارف میں قائم کی تو اس کلاس کی ہمہ وقتی تعلیم و تربیت کے لئے حضرت لاہوری کو دہلی بلوالیا۔

مولانا محمد احمد چکوال کے فاضل دیوبند تھے۔ حضرت شیخ الہند اور حضرت گنگوہی کے شاگرد تھے۔ وہ لاہور میں رہائش پذیر تھے۔ مولانا احمد علی لاہوری کی پہلی اہلیہ کے وصال کے بعد مولانا سندھی کے ذریعہ مولانا محمد احمد کی صاحبزادی کے ساتھ حضرت لاہوری کا عقد ثانی ہو گیا۔ ان دنوں آپ نواب شاہ میں خدمات سرانجام دیتے تھے۔ آپ کے عقد ثانی کے موقعہ پر حضرت سندھی دیوبند میں تھے تو آپ کا یہ نکاح دیوبند کی جامع مسجد میں حضرت شیخ الہند نے پڑھایا۔ یہ محرم ۱۳۳۰ھ کی بات ہے۔ نکاح کے بعد لاہور سے اہلیہ کے ہمراہ نواب شاہ واپسی ہوئی تھی۔ اب نواب شاہ سے جو دہلی گئے، وہاں پڑھاتے تھے تو کچھ عرصہ کے لئے آپ کو علی گڑھ میں پڑھانے کے لئے حضرت سندھی نے بھجوا دیا۔ حضرت لاہوری و حضرت سندھی کا تعلق چولی دامن کا تھا۔ حضرت سندھی کے قرآن مجید پڑھانے کے دوران حضرت لاہوری قلم کاغذ ساتھ رکھتے اور پوری تقریر نوٹ کرتے۔ ایک دن حضرت سندھی نے وہ کاپیاں دیکھیں تو فرمایا کہ آپ ۹۸ فیصد میرے الفاظ لکھ لیتے ہیں۔ آپ یومیہ تیس چالیس صفحات حضرت سندھی کے سبق کے نوٹ کر لیتے تھے۔ حضرت

سندھی جب افغانستان جانے لگے تو حضرت لاہوری سے فرمایا کہ یہ کاپیاں میرے سامان میں رکھ دیں۔حضرت لاہوری نے فرمایا میں اور میرا سب کچھ آپ کا ہے۔ یہ کاپیاں تو آپ کے دماغ کا نچوڑ ہیں۔آپ جب چاہیں ان سے بہتر لکھوا سکتے ہیں۔لیکن میرا توکل سرمایہ یہی ہے۔اس پر حضرت سندھی نے فرمایا بالکل صحیح، آپ کے پاس ہی رہیں۔ یہ سولہ کاپیاں تھیں اور تیرہ پاروں کی تقریر تھی۔

حضرت سندھی جب افغانستان جانے لگے تو حضرت لاہوری کو معارف قرآنیہ دہلی کا مکمل نظام سونپ دیا۔قدرت کا کرم کہ حضرت سندھی کے جانشین ہونے کے ناتے آپ کو دہلی سے گرفتار کیا گیا۔آپ کو اس گرفتاری کے دوران جالندھر لایا گیا۔ یہاں حوالات میں حضرت میاں غلام محمد دین پوری بھی گرفتار ہوکر آئے۔ بعد میں حضرت لاہوری کو راہوں ضلع جالندھر میں نظر بند کیا گیا۔راہوں پولیس اسٹیشن کی مسجد میں رہائش رکھ لی اور صبح وشام ذکر الٰہی اور عبادت میں گزار دیئے۔عرصہ بعد نظر بندی ختم ہوئی تو بجائے دہلی یا سندھ کے آپ کو لاہور میں رہنے کی اجازت ملی۔آئے تو آپ اکیلے تھے جب جنازہ اٹھا تو لاکھوں ساتھ تھے۔

لاہور میں قیام کے دوران پاکستان بننے سے قبل اور پاکستان بننے کے بعد آپ کی خدمات جلیلہ تاریخ کا وہ سنہری باب ہے جو پورے برصغیر کی تاریخ کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔کل پاکستان جمعیۃ علماء اسلام کے آپ پہلے امیر بنے۔۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں آپ گرفتار ہوئے۔اس سے متعلق منتشر واقعات کو یہاں جمع کیا جاتا ہے۔

شیخ التفسیر حضرت لاہوری

حضرت مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادی فرماتے ہیں: بائیس سال ہوئے میرا بایاں بازو ٹوٹ گیا تھا، جڑنے کے بعد وہ تقریباً سیدھا رہتا تھا، اس میں لچک نہ تھی، تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں حضرت لاہوری کے ساتھ میں بھی ملتان جیل میں تھا۔ایک روز حضرت نے فرمایا: ''قاضی صاحب! نماز آپ پڑھایا کریں'' میں نے معذرت کی کہ: ''حضرت! میرا یہ بازو خم نہیں کھاتا، وضو میں بھی مشکل پڑتی ہے اور ہاتھ باندھنے میں بھی۔'' حضرت نے میرا بازو تھام کر ٹوٹی ہوئی جگہ پر دست مبارک پھیر کر دو تین مرتبہ یہ جملہ فرمایا: ''اچھا! یہ ٹھیک نہیں ہوتا؟'' پھر فرمایا: ''اللہ تعالیٰ بہتر کریں گے، ٹھیک ہو جائے گا۔'' اس کے بعد نماز کا وقت آیا، میں وضو کرنے بیٹھا تو بالکل بے دھیانی میں ناک صاف کرنے کے لئے میرا بایاں ہاتھ بے تکلف ناک تک پہنچ گیا۔یک دم میرے ذہن میں آیا کہ آج میرا بازو صحیح کام کرنے لگ گیا ہے، میں نے ہلا جلا کر دیکھا تو وہ صحیح کام کر رہا تھا، یقین ہو گیا کہ یہ حضرت کی توجہ کی برکت اور کرامت کا نتیجہ ہے۔

ختم نبوت کے ساتھیوں سے محبت

مولانا تاج محمود اور مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین صاحب اختر، قطب دوراں شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری کی خدمت میں حاضر تھے۔ کچھ ختم نبوت کے ساتھیوں کا تذکرہ آ گیا۔حضرت لاہوری نے فرمایا کہ: ''میں ختم نبوت کے ساتھیوں سے محبت کرتا ہوں۔'' اور پھر فرمایا کہ: ''میں کیا، ان سے تو خود سرکار دو عالم ﷺ محبت فرماتے ہیں۔''

نوجوانوں کی حوصلہ افزائی

نوجوانوں کے ساتھ بہت محبت سے ملتے اور قدم قدم پر ان کی حوصلہ افزائی فرماتے تھے۔مولانا عبدالستار نیازی کو تحریک ختم

نبوت کے دوران پھانسی کی سزا ملی جو بعد میں عمر قید میں تبدیل ہوئی اور پھر آخر رہا ہو گئے۔ مولانا نیازی کہتے ہیں: میری رہائی کے بعد حضرت مولانا لاہوری میرے غریب خانے پر تشریف لائے، آپ کی نشست کا نیچے انتظام کیا ہوا تھا، واپس جانے لگے تو فرمایا: ''مولانا! اوپر کے کمرے میں مجھ کو اپنی چارپائی تک بھی لے چلو تا کہ مجھے قدم قدم کا ثواب ملے، میں ایک مجاہد سے ملنے آیا ہوں۔'' مولانا نیازی سے یہ کہہ کر حاضرین کو مخاطب ہو کر فرمانے لگے: حضرات! آپ بھی اپنے آپ کو تلوار کی دھار پر لایئے اور دل سے کہئے:

''اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ''

تحفظ ناموس رسالت کے لئے صعوبتیں باعث راحت جاں

مولانا محمد یوسف مظفر گڑھی بیان کرتے ہیں کہ: ۱۹۵۳ء میں مجھے چند دنوں کے بعد لاہور کے سیاست خانے سے نکال کر ''بم کیس وارڈ'' میں منتقل کر دیا گیا تھا۔ ایک روز اخبارات میں خبر پڑھی کہ ملتان سینٹرل جیل میں شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری، مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادی اور ان کے دیگر ساتھیوں کی حالت یکا یک سخت خراب ہو گئی ہے۔

تحریک تحفظ ختم نبوت میں حصہ لینے والے ان ممتاز راہ نماؤں کو مسلسل قے اور اسہال کی تکلیف تھی۔ ڈاکٹر ان حضرات کی جان بچانے کی کوشش کر رہے تھے، چند روز بعد اطلاع ملی کہ حضرت لاہوری کو لاہور جیل میں منتقل کیا جا رہا ہے۔ چنانچہ ایک روز اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ جیل نے (جو حضرت لاہوری کے مرید تھے) یہ خوشخبری دی کہ حضرت شیخ التفسیر کو بغرض علاج لاہور سینٹرل جیل منتقل کیا جا رہا ہے۔ ہم نے اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ، ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ اور سپرنٹنڈنٹ جیل مہر محمد حیات سے درخواست کی کہ حضرت لاہوری کو ہمارے وارڈ ''بم کیس احاطہ'' میں رونق افروز کیا جائے۔

چنانچہ حسب پروگرام جب حضرت لاہوری سینٹرل جیل میں منتقل ہوئے تو ''بم کیس وارڈ'' کو آپ کی ذات سے شرف بخشا گیا، یہ وارڈ تاریخی نوعیت کا حامل تھا، بھگت سنگھ اور دت وغیرہ تحریک آزادی کے جن نوجوانوں نے اسمبلی میں بم پھینک کر انگریزوں کو نقصان پہنچایا تھا، یہ وارڈ ان کے لئے تعمیر کیا گیا تھا، اور ''بم کیس'' کے عنوان سے انہی کے نام موسوم ہوا۔ حضرت مولانا احمد علی لاہوری جب سینٹرل جیل میں تشریف لائے تو کڑکڑاتی گرمی کا سخت موسم تھا، گرمی کی شدت کے باعث پورا ماحول آتش فشاں تھا! بم کیس وارڈ حضرت کے معتقدین اور مریدوں کی نگاہ شوق و عقیدت کا مرکز بن گیا۔

جیل کے ذمہ دار افسروں سے رابطہ قائم کر کے حضرت لاہوری کے لئے چارپائی کا انتظام کرنے کو کہا، کیونکہ تحریک میں حصہ لینے کی پاداش میں گرفتار ہونے والے تمام نظر بندوں کے بستر تپتی زمین کے فرش پر ہی دراز کئے جاتے تھے، ان بستروں کے درمیان جب حضرت شیخ کی چارپائی بچھائی، تو آپ نے اسے دیکھتے ہی دریافت کیا: ''یہاں صرف ایک چارپائی کیوں بچھائی گئی ہے؟'' عرض کیا: ''یہ حضرت کے لئے ہے!'' آپ نے فرمایا: ''یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ جاں نثاران محمد عربی ﷺ تپتے فرش پر ہوں اور احمد علی ان کے درمیان چارپائی پر آرام کرے......؟''

آپ نے یہ چند جملے کچھ اس انداز میں فرمائے کہ حاضرین کی آنکھیں آنسوؤں سے ڈبڈبا گئیں، تعمیل ارشاد میں آپ کا بستر خصوصی اہتمام کے ساتھ زمین پر ہی بچھا دیا گیا۔

نماز مغرب کے بعد علیحدگی میں ملتان جیل میں یکایک صحت خراب ہونے کے اسباب معلوم کئے تو حضرت لاہوری نے فرمایا: ’’ایک روز شام کے کھانے کے بعد سب کی حالت غیر ہوگئی، قاضی احسان احمد شجاع آبادی اوران کے دیگر ساتھیوں نے جیل کے حکام سے جب پرزور مطالبہ کیا کہ ہمارا طبّی معائنہ ہونا چاہئے اور جیل کی خوراک بند کر دینے کا فیصلہ کیا تو ان سب کومختلف بارکوں میں تبدیل کر دیا گیا اور مجھے یہاں سینٹرل جیل لاہور پہنچا دیا گیا ہے۔ جیل کے ارباب اختیار کے بقول اگر ہماری صحت کا بگاڑ غذائی سمیّت (فوڈ پوائزن) کے باعث تھا تو طبّی معائنہ کرانے میں کیا قباحت تھی؟ اور پھر چند روز کے بعد مختلف جیلوں کے دوسرے نظر بندوں نے بھی قے اور اسہال کی تکلیف کا شکوہ کیا۔‘‘

وسیع پیانے پر ایک ہی شکایت کا اظہار درحقیقت تحریک تحفظ ختم نبوت کے نظر بندوں خصوصاً ممتاز رہنماؤں کے خلاف کسی سازش کا غماز تھا!

حضرت شیخ التفسیر لاہوری نے فرمایا: ملتان کی تکلیف کے بعد میرے اعصاب میں کچھ کھچاؤ پیدا ہو گیا ہے، اور گھٹنے میں مسلسل درد نے اگرچہ سخت پریشان کر رکھا ہے، لیکن حضرت خاتم النّبیین ﷺ کی عزّت وناموس کے تحفظ کے لئے خطرناک صعوبتیں وجۂ سکون قلب اور باعث راحت جاں ہیں۔ مولانا ظفر علی خان نے انہی جذبات کی ترجمانی کرتے ہوئے فرمایا تھا:

نہ جب تک کٹ مروں میں خواجہ یثرب کی عزت پر — خدا شاہد ہے کامل میرا ایماں ہو نہیں سکتا!

شیخ التفسیر حضرت لاہوری قریباً ایک ماہ بم کیس وارڈ میں رونق افروز رہے، بعدازاں وزیر اعلیٰ پنجاب ملک فیروز خاں نے خرابی صحت کی بنا پر حضرت کی رہائی کے احکام جاری کر دیئے۔ اور پھر زندگی بھر آپ کو صحت وتندرستی کی وہ پہلی حالت نصیب نہ ہو سکی، اسی طرح قاضی احسان احمد شجاع آبادی بھی مسلسل بیمار رہ کر اللہ کو پیارے ہو گئے۔

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

- بارہا احباب سے سنا، حضرت لاہوری فرمایا کرتے تھے کہ: ’’حضرت امیر شریعت اور آپ کے ساتھی ختم نبوت کے محاذ پر کام کرنے والے، قیامت کے دن بغیر حساب کتاب کے جنت میں جائیں گے۔‘‘
- ایک دفعہ مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیراہتمام سرگودھا میں ختم نبوت کانفرنس میں تقریر تھی۔ آپ علیل تھے۔ وعدے پر تشریف لائے۔ چارپائی پر آپ کو اسٹیج پر لایا گیا۔ تقریر کی۔ فرمایا کہ: ’’اسی عمل کے صدقے شاید نجات ہو جائے۔‘‘
- آپ نے مجلس تحفظ ختم نبوت کے راہنماؤں کو ہمیشہ اپنی محبت اور شفقت سے سرفراز فرمایا۔ آپ کے جانشین حضرت مولانا عبیداللہ انور انہی کی روایات کے امین ہو گئے۔ وفات سے چند ماہ پہلے ربوہ (چناب نگر) کی ختم نبوت کانفرنس میں شرکت ومجلس ذکر اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔
- حضرت لاہوری نے قادیانیوں کے خلاف ایک رسالہ بھی تحریر فرمایا تھا، جس کا نام ہے: ’’مسلمانوں کے مرزائیت سے نفرت کے اسباب اور مرزا قادیانی کے متضاد اقوال‘‘ الحمد للہ! کہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے لاکھوں کی تعداد میں اس رسالہ کو نہ صرف شائع کر کے مفت تقسیم کیا بلکہ احتساب قادیانیت کی جلد ۱۵ میں شامل کرنے کی بھی سعادت حاصل کی ہے۔

(۲۳۷) احمد علی (مدرس مدرسہ اسلامیہ بٹالہ)، مولانا

مولانا احمد علی نے دجال قادیان کے بارہ میں فتویٰ دیا کہ:’’عقائد مخترعہ قادیانی عقائد حقہ جمہور اہل اسلام کے خلاف ہیں۔ پس ہر مسلمان پر فرض ہے کہ جہاں تک ممکن ہو ان کی تردید کرے۔ سچے مہدی کی یہ علامت ہے کہ ان کے زمانے میں زرومال کی اتنی بہتات ہوگی کہ کوئی شخص زکوٰۃ قبول کرنے والا نہ ملے گا۔ قادیانی کے بعض حواری اس کا یہ جواب دیتے ہیں کہ مرزا قادیانی بھی بذریعہ اشتہارات انعام کا وعدہ کرتے ہیں اور کوئی قبول نہیں کرتا۔ مگر اس تاویل کی بیہودگی بالکل ظاہر ہے۔ ایک علامت یہ بتائی گئی ہے کہ لوگوں کو مال ودولت سے نفرت اور عبادت کی بڑی رغبت ہوگی۔ لیکن آج کل تو یہ حالت ہے کہ ہر شخص دنیا سمیٹنے میں منہمک ہے۔ یہاں تک کہ عموماً ایک پیسہ سجدہ سے بہتر سمجھا جاتا ہے۔ ایک بہت بڑی علامت یہ ہے کہ لوگوں میں باہمی بغض وعداوت اور کینہ وحسد بالکل نہ رہے گا۔ باب تاویل میں مرزا قادیانی نیچریوں سے بڑھے ہوئے ہیں۔ دعا ہے کہ خدائے برتر انہیں عقائد حقہ پر عود کرنے کی توفیق دے جن پر امت محمدیہ کا اجماع ہے۔‘‘

(۲۳۸) احمد علی واعظ دہلوی، مولوی سید

مولوی سید احمد علی واعظ دہلوی جو کہ لاہور میں مقیم ہوگئے تھے۔ مرزا قادیانی نے جب پادری عبداللہ آتھم سے مناظرہ کیا تو اس پر مولوی صاحب نے مرزا قادیانی کے خلاف سخت نفرت کا اظہار کیا اور فرمایا کہ:’’بائبل کی ان آیات کے مقابلہ میں جو آتھم نے الوہیت مسیح کے متعلق پیش کیں مرزا سے کوئی جواب نہ بن پڑا۔ جس طرح مرزا نے دعویٰ الہام کو آسان سمجھ رکھا ہے۔ اسی طرح اس نے اہل کتاب کا مقابلہ بھی بچوں کا کھیل خیال کیا تھا۔ جب مرزا ادنیٰ قسم کے مسلمان مناظروں سے عہدہ برآ نہیں ہوسکتا تو وہ غیر اسلامی ادیان پر (جن کے لٹریچر پر اسے عبور نہیں) کس طرح غالب آسکتا ہے۔ نصاریٰ سے مناظرہ کرنا مرزا جیسے لوگوں کے حصہ میں نہیں آیا۔ یہ سلطان المناظرین مولوی رحمت اللہ صاحب مہاجر مکی اور ان کے شاگردوں کا کام ہے۔ مرزا غریب مناظرہ کرنا کیا جانے۔‘‘

(اشاعۃ السنۃ ج۱۶ص۲۱۵)

(۲۳۹) احمد علی، مولانا

(پیدائش:۱۹۲۱ء)

مولانا احمد علی علاقہ وینکے، تحصیل حافظ آباد ضلع گوجرانوالہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد گرامی کا نام مولانا حکیم محمد اسماعیل تھا۔ جامعہ عربیہ گوجرانوالہ میں مولانا محمد چراغ سے درس نظامی کی تعلیم حاصل کی۔ دورۂ حدیث کی تکمیل دارالعلوم دیوبند سے کی۔ جہاں مولانا سید حسین احمد مدنی سے شرف تلمذ حاصل ہوا۔ بعد از فراغت اپنے گاؤں گڑھی غوث بخش میں تدریس کا آغاز فرمایا۔ پریم کوٹ میں قادیانیوں کا زور تھا۔ چھ ماہ تک ان قادیانیوں سے آپ کا تحریری مناظرہ ہوا۔ جس کے نتیجے میں تین گھرانوں نے قادیانیت سے توبہ کرکے اسلام قبول کیا۔

(۲۴۰) احمد قادری اشرفی (لاہور)، مولانا ابوالبرکات سید

(پیدائش:۱۹۰۱ء، الور ...... وفات:۲۴رستمبر۱۹۷۴ء، لاہور)

ابوالبرکات سید احمد قادری، سید دیدار علی الوری کے قابل فخر فرزند ارجمند تھے۔ آپ دارالعلوم حزب الاحناف لاہور کے صدر نشین تھے۔ آپ نے زندگی بھر تدریسی فرائض کو ترجیحی بنیادوں پر قائم رکھا۔ آپ زبردست عالم دین اور مفتی تھے۔ آپ نے ''عرب وعجم کے دیوبندی، بریلوی، اہل حدیث علماء کا متفقہ فتویٰ'' میں صورت مسئولہ پر دارالعلوم حزب الاحناف لاہور کے فاضل مفتی مولانا محمد رمضان کے مفصل جواب پر تائید فرماتے ہوئے لکھا: ''ذالک کذالک وانی مصدق لذالک'' اور دستخط کئے۔ (فتاویٰ ختم نبوت ج۲ص۴۳۸)

آپ کے علمی مشن کو آپ کے صاحبزادہ علامہ محمود احمد رضوی نے آگے بڑھایا۔ علامہ محمود احمد رضوی تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء میں مرکزی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کے ناظم اعلیٰ تھے۔

(۲۴۱) احمد ندیم قاضی (ایبٹ آباد)، جناب

(ولادت:۱۹۶۴ء ...... وصال:۱۰راکتوبر۲۰۱۷ء)

ایبٹ آباد میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مستقل قیام کا سہرہ جھنگی کے دونو جوانوں کے سر ہے۔ ان میں سے ایک شخصیت احمد ندیم قاضی کا تذکرہ اس وقت مقصود ہے، جو گزشتہ دنوں انتقال کر گئے۔ احمد ندیم قاضی کی ولادت ۱۹۶۴ء میں ایبٹ آباد کے علاقہ جھنگی کے معروف قاضی خاندان میں ہوئی۔ بچپن میں ہی ان کے والد انتقال کر گئے اور انہیں یتیمی کے صدمے جھیلنے پڑے۔ اسّی کی دہائی میں جب کہ قاضی موصوف گورنمنٹ کالج ایبٹ آباد میں فرسٹ ائیر کے طالبعلم تھے۔ انہیں تحفظ ختم نبوت کے عنوان پر ایک تحریری مقابلے کا علم ہوا۔ جس کا اہتمام عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ننکانہ والوں نے کیا تھا۔ قاضی صاحب تحریر کے دھنی تھے۔ چنانچہ ایک خوبصورت مضمون تیار کر کے ڈاک کے ذریعے روانہ کیا۔ خدا کی شان کہ وہی مضمون اوّل انعام کا حق دار قرار پایا۔ تقسیم انعامات کی تقریب ننکانہ صاحب میں ہونا تھی جو تب ضلع شیخوپورہ کا حصہ تھا۔ قاضی صاحب اپنے دیرینہ دوست قاضی شاہد اقبال کے ہمراہ سفر پر روانہ ہوئے اور ننکانہ والوں کی تقریب میں شامل ہوئے۔ وہاں مولانا اللہ وسایا کے ایمان افروز خطاب کو سن کر دونوں نوجوانوں نے تہیہ کرلیا کہ وہ تحفظ ختم نبوت کی اس جدوجہد کا حصہ بنیں گے۔ چنانچہ سفر سے واپسی کے بعد دونوں نے ضلع بھر کے علماء کرام، مدارس اور مساجد سے رابطہ کیا۔ گاؤں گاؤں اور قریہ قریہ گھومے۔ تب ہری پور بھی ضلع ایبٹ آباد کا حصہ تھا۔ طویل مساعی کے بعد بالآخروہ مبارک لمحہ آپہنچا۔ جب عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ضلع ایبٹ آباد کا قیام عمل میں آیا۔ ۲۵رفروری ۱۹۸۶ء کو مرکزی جامع مسجد ایبٹ آباد میں ایک اہم اجلاس منعقد ہوا۔ جس میں درج ذیل عہدیداروں کا انتخاب عمل میں لایا گیا۔ ضلعی امیر: حکیم عبدالرشید انور، نائب امیر اوّل: مولانا محمد عبداللہ، نائب امیر دوم: قاری عبدالصبور ہاشمی، ناظم اعلیٰ: مولانا سید افسر علی شاہ، نائب ناظم اوّل: مولانا قاری محمد بشیر، نائب ناظم دوم: مولانا ولی الرحمٰن، ناظم تبلیغ: مولانا الطاف الرحمٰن، ناظم مالیات: قاضی شاہد اقبال، ناظم نشرواشاعت: احمد ندیم قاضی۔

ضلعی تنظیم کے قیام کے بعد اب منظّم انداز میں کام شروع ہوا۔ قاضی برادران کی محنت سے نوجوانوں میں کام شروع ہوا اور جلد ہی ختم نبوت یوتھ فورس کے یونٹ بننے شروع ہوئے۔ ۱۹۸۷ء میں گورنمنٹ کالج نمبر ایک ایبٹ آباد میں یونٹ بنا۔ ۱۹۸۸ء میں کامرس کالج ایبٹ آباد میں یونٹ بنا۔ اسی طرح مضافاتی علاقوں دھمتوڑ اور کاکول میں ختم نبوت یوتھ فورس کے یونٹ قائم کئے گئے۔ ختم نبوت یوتھ فورس کے یونٹ بڑھنے لگے تو انہیں ایک نظم وضبط میں لانے کے لئے ختم نبوت یوتھ فورس کی مرکزی جماعت کے قیام کی ضرورت پڑی۔ چنانچہ ۲۳؍جولائی ۱۹۸۸ء کو ختم نبوت یوتھ فورس تحصیل ایبٹ آباد کا قیام عمل میں لایا گیا جس کے سرپرست اعلیٰ: مولانا محمد ایوب الہاشمی، کنونیئر: احمد ندیم قاضی، صدر: وقار گل جدون، جنرل سیکرٹری: غلام قادر اعوان، سینئر نائب صدر: قاری عتیق الرحمٰن ہاشمی، سیکرٹری مالیات: قاضی شاہد اقبال اور دیگر کچھ عہدیدار شامل تھے۔

۱۹۸۹ء میں عالی شان ختم نبوت کانفرنس منعقد کی گئی۔ اس کا پہلا اجلاس جناح باغ ایبٹ آباد میں منعقد ہوا۔ بارش کے سبب دوسرا اجلاس مرکزی جامع مسجد میں منعقد کرنا پڑا۔ کانفرنس کی صدارت امیر مرکزیہ حضرت مولانا خواجہ خان محمد نے کی۔ جب کہ مقررین میں مولانا عبداللہ اسلام آبادی، مولانا عبدالرؤف الازہری، مولانا منظور احمد چنیوٹی اور مولانا اللہ وسایا مدظلہ شامل تھے۔ شاعر ختم نبوت سید امین گیلانی نے اپنی خوبصورت آواز میں نعتیں پیش کیں۔ ہر جلسے، جلوس، اجلاس اور کانفرنس میں قاضی مرحوم کی بے پناہ محنت شامل تھی۔ وہ زیادہ عرصہ ضلعی ناظم نشر واشاعت رہے۔ مجلس کے اجلاسوں کی کارروائی قلم بند کرنا، اخبارات کو خبریں جاری کرنا اور شائع شدہ خبروں کی فائل بنانا ان کی ذمہ داری کا حصہ تھا۔ انہوں نے یہ کام بے حد محنت اور سلیقے سے کیا۔ جماعت کے بانی ہونے کے باوجود خود کو ایک عام کارکن سمجھ کر جماعتی کاموں میں شریک ہوتے۔ انہوں نے اپنی ذاتی لائبریری سے قادیانیت اور ردقادیانیت کی کتب جماعتی دفتر میں لاکر رکھ دیں۔ صبح ہو یا شام، برستی بارش ہو یا شدید گرمی، ہر موسم میں اور ہر وقت وہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے دستیاب رہتے تھے۔ ۱۹۹۱ء میں ایک عبوری عرصے کے لئے وہ جماعت کے ضلعی صدر بھی بنے۔ نوے کی دہائی میں ضلع ایبٹ آباد میں ختم نبوت کی ہر تحریک میں وہ ہراوّل دستے میں شامل رہے۔ بعد میں غم روزگار کے لئے سعودی عرب چلے گئے۔ وہ ایک عشرہ تک قیام کیا۔ پھر وطن واپس تشریف لائے۔ احمد ندیم قاضی دو برس قبل عارضۂ قلب میں مبتلا ہوئے۔ تاہم جلد صحت یاب ہوگئے اور روزمرہ کے امور خوش اسلوبی سے سرانجام دیتے رہے۔ (محمد اعجاز)

(۲۴۲) احمد یار خاں روفی، شاعر

احرار کے شاعر جناب روفی صاحب نے اپنا مجموعہ چند پنجابی نظموں کا شائع کیا۔ جس میں مرزائیوں کے خلاف بھی نظم تھی۔ اس پر مرزا محمود نے سر آسمان پر اٹھالیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ تیر ٹھکانے پر لگا تھا۔ وہ مجموعہ ضبط ہوا۔ لاہور مجلس احرار کے دفتر پر چھاپہ پڑا۔ یہ ۲۱؍جنوری ۱۹۳۵ء کی بات ہے۔ (کاروان احرار ج۲ ص۱۲۴)

(۲۴۳) احمد یار خان نعیمی گجراتی، مولانا مفتی

(ولادت: ۱۹۰۶ء، بدایوں ...... وفات: ۲۴؍اکتوبر ۱۹۷۱ء، گجرات پاکستان)

آپ حضرت مولانا مفتی محمد یار خان گجراتی کے لخت جگر تھے۔ ممتاز عالم دین، مفتی مدرس، حمد ونعت گو شاعر تھے۔ تفسیر نعیمی،

بخاری شریف کی شرح اور دیگر کئی کتابوں کے مصنف تھے۔ بریلوی نظریات پر کئی کتابیں لکھیں۔ جن کا جواب حضرت مولانا سرفراز خان صفدر نے لکھا۔ عقیدۂ ختم نبوت کی مسلمانوں کے قلوب پر حکمرانی کے نظارے ملاحظہ ہوں کہ مفتی احمد یار خان کے صاحبزادے مولانا مفتی مختار احمد نعیمی اور مولانا سرفراز خان صفدر کے صاحبزادے مولانا زاہد الراشدی نے ختم نبوت تحریک ۱۹۸۴ء میں باہم دیگر اتفاق واتحاد ہی نہیں جسد واحد کی طرح ایک ساتھ کام کیا۔ ختم نبوت زندہ باد!

(۲۴۴) احمد یار خان (رئیس اعظم قلات)، جناب

(پیدائش: ۱۹۰۲ء، لورالائی ...... وفات: ۲۰ر اکتوبر ۱۹۷۷ء، قلات)

خان آف قلات خان احمد یار خان بلوچستان میں قائداعظم کے میزبان تھے۔ ۱۹۷۴ سے ۱۹۷۷ء تک بلوچستان کے گورنر بھی رہے۔ اپنی ریاست میں مولانا شمس الحق افغانی کو وزیر امور مذہبی بھی مقرر کرنے کی سعادت حاصل کی۔ ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں سید بنوری نے آپ کو ایک خط بھی لکھا جس کی انہوں نے تعمیل کی۔

ان سے ایک دفعہ ظفراللہ قادیانی ملنے گیا، مرزائیت کی تبلیغ شروع کردی، جب اس کی بات ختم ہوئی تو خان صاحب نے فرمایا: ''ظفراللہ خاں! اگر آپ ﷺ دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں اور مجھے حکم فرمائیں کہ مرزا قادیانی سچا ہے، اسے مان لو، تو بھی سمجھوں گا کہ میرے ایمان کا امتحان لیا جارہا ہے۔ آپ ﷺ سے بھی درخواست کروں گا کہ آقا! آپ کی ختم نبوت پر میرا ایمان اتنا پختہ ہے کہ اس امتحان میں بھی میں کامیاب ہوں کہ مرزا قادیانی جھوٹا اور کذاب ہے۔'' اس پر ظفراللہ خان نے مارے ندامت کے سر جھکا دیا۔

۞...... اس مجلس میں ظفراللہ خاں نے والیٔ قلات سے کہا کہ: ''آپ کی ریاست میں ہمارا ایک قادیانی رہتا ہے، اس سے ملادیں۔'' خان قلات نے کہا کہ: ''میری ریاست میں کوئی قادیانی نہیں!'' ظفراللہ خان کے بتانے پر معلوم ہوا کہ کسی دور دراز کے شہر میں ایک موچی قادیانی منشی گیری کرتا تھا، اس سے پتا چلتا ہے کہ مرزائی افسران اپنے مرزائیوں کی کس طرح امداد کرتے ہیں۔

۞...... ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں خان صاحب بلوچستان کے گورنر تھے، ان کا صاحبزادہ موسیٰ جان اور نواسہ اعظم جان تحریک میں گرفتار ہوگئے، باقی پچیّس افراد بھی ساتھ تھے، والد گورنر ہے، بیٹا اور نواسہ تحریک میں گرفتار ہیں، ان کو رہا نہیں کرایا تا آنکہ انیس دنوں کے بعد باقی قیدیوں کے ساتھ عام روٹین میں رہا ہوئے۔

مولانا قاضی محمد انور مدظلہ فاضل دارالعلوم کراچی لکھتے ہیں: ''مولانا قاضی عبدالصمد سربازی، مولانا محمد فاروق بہاول پوری (والد محترم مولانا محمد احمد بہاول پوری تبلیغی بزرگ) اور دیگر بزرگ خان معظم احمد یار خان (والئی قلات) کی ملاقات کے لئے گئے۔ آپ یورپ کے سفر سے واپس آئے تھے۔ خان صاحب نے علماء کو واقعہ سنایا کہ ظفراللہ خان وزیر خارجہ پاکستان تھا۔ میرا ہم سفر رہا۔ اس نے مجھے بار بار قادیانیت کی دعوت دی جس سے مجھے کافی قلق (رنج) ہوا۔ خان صاحب نے جواب میں کہا کہ: ''اگر حضور ﷺ روضہ اقدس سے آکر مجھے کہیں کہ احمد یار تو مرزا پر ایمان لے آ۔'' تو میں ہاتھ جوڑ کر معذرت کرتے ہوئے عرض کروں گا کہ حضور ﷺ آپ کے ہر حکم کے لئے اپنے آپ کو قربان کرنے کے لئے تیار ہوں، لیکن مرزا پر ایمان لانے سے معذرت خواہ ہوں۔''

اس واقعہ کو قاضی صاحب نے فارسی اشعار میں قلمبند کیا۔ آخری اشعار درج ذیل ہیں:

که تو آقا و من غلام تو ام   سیدا من فدا بنام تو ام
لیک ازین کلام معذرم   تو مگو این سخن که مجبورم
چوں توئی سید و حبیب خداؐ   خاتم الانبیاءؐ بهر دو سرا
خود تو گفتی که لا نبی بعدی   بعد ازیں از کجا است آزادی
من نگویم غلام را که نبی   خواجه ما رسول مطلبی
گفتم آخر معاف دار مرا   زین سخن کو کشد بنار مرا
زین جواب عجیب فرخنده   قادیانی بگشت شرمنده
پس جوابم که باصواب شده   شکر کر دم که لاجواب شده
پس بگفتم که شکر یا الله   ختم کردم سوال ظفر الله

(ملخص، ذکری ریاست قلات کے حکمرانوں کی نظر میں ص۹ تا۴۱)

اردو ترجمہ:

آپؐ آقا اور میں آپؐ کا غلام ہوں   اے آقاؐ میں تیرے نام پر جان نثار ہوں
لیکن اس بات سے میں معذور ہوں   آپؐ یہ بات نہ کہیں کیونکہ میں مجبور ہوں
اس لئے کہ آپ نے فرما دیا لا نبی بعدی   تو اس کے بعد کہاں ہو سکتی ہے آزادی
میں غلام کو نبی نہیں کہہ سکتا   کیونکہ ہمارے سردار رسول مطلبیؐ ہیں
میں یہی کہتا ہوں کہ مجھے اس بات سے معاف رکھیں   چاہے مجھے آگ ہی کیوں نہ جلا ڈالے
اس جواب سے عجب خوشی ہوئی   کہ قادیانی شرمندہ ہو گیا
پس میرا جواب با صواب ہو گیا   میں نے شکر کیا کہ وہ لاجواب ہو گیا
جب میں نے کہا کہ اے اللہ! تیرا شکر   تو ظفر اللہ (قادیانی) کا سوال میں نے ختم کر دیا

(۲۴۵) احمد یار (وہاڑی)، حضرت مولانا

(وفات: ۲/جولائی ۲۰۰۶ء)

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت وہاڑی کے راہنما حضرت مولانا احمد یار ایک جید عالم، دردمند دل رکھنے والے انسان تھے۔ ایک عرصہ تک جامع مسجد غوث والی کے خطیب رہے۔ اس دوران قادیانیت کا بھرپور تعاقب جاری رکھا۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۸۴ء میں وہاڑی میں قائدانہ کردار ادا کیا اور قید و بند کی صعوبتوں کو برداشت کیا۔ بعد ازاں سپاہ میں چلے گئے اور عظمت صحابہ رضی اللہ عنہم کے تحفظ کے لئے جرأت مندانہ کردار کے حامل رہے۔ ایک عرصہ سے فالج کے مریض چلے آ رہے تھے۔ وہاڑی میں اہل حق کی پہچان تھے۔ احقاق حق اور ابطال باطل میں کسی ملامت کی پرواہ کئے بغیر مصروف رہے۔

جامعہ اشرفیہ کے نام سے وہاڑی میں مدرسہ قائم کیا۔ جواَن کے چھوٹے بھائی مولانا گل محمد چلاتے رہے ہیں۔ بیماری کے دوران ان کے بیٹوں نے ان کی خدمت میں بھرپور کوششیں کیں۔ بایں ہمہ ''مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی'' کے مصداق دوا وعلاج کارگر ثابت نہ ہوئے۔ تا آنکہ وقت موعود آن پہنچا اور حضرت مولانا مرحوم نے جان جان آفرین کے سپرد کی۔

حضرت مولانا احمد یار مرحوم کی نماز جنازہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی ناظم اعلیٰ مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری مدظلہ نے پڑھائی۔ نماز جنازہ میں کثیر تعداد میں مسلمان شامل ہوئے۔ اللہ پاک سے دعا ہے کہ پروردگار عالم حضرت مولانا مرحوم کو کروٹ کروٹ جنت الفردوس نصیب فرمائیں اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دیں۔

(۲۴۶) اختر احسن (لاہور)، جناب

جناب اختر احسن بٹالہ کے رہائشی تھے۔ ہمسایہ ہونے کے ناطے قادیان کے دجالی گروہ قادیانیت کے اندرون خانہ کے حالات کا قریبی نظر سے آپ نے مطالعہ کیا۔ آپ نے بٹالہ میں ایک مرکز قائم کیا ہوا تھا۔ دیوبند کے فاضل مولانا سلطان محمود اس میں خدمات سرانجام دیتے تھے۔ اختر احسن حضرت مولانا ڈاکٹر علامہ خالد محمود کے والد گرامی کے ہمراہ بھی گورنمنٹ کے ایک تعلیمی ادارہ میں پڑھاتے رہے۔ پاکستان بننے کے بعد سنت نگر میں حضرت علامہ خالد محمود کے گھر واقع سنت نگر لاہور کے جوار میں ان کا گھر تھا۔ اصلاً آپ کو عیسائیت پر مکمل عبور تھا۔

''حقیقت قادیانیت'' جناب اختر احسن صاحب کی مرتب کردہ کتاب ہے۔ احتساب قادیانیت کی جلد نمبر ۳۷ میں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے شائع کرنے کی سعادت حاصل کررہے ہیں۔ نصف صدی بعد اس کی اشاعت محض اللہ تعالیٰ کا فضل خاص ہے اور بس۔

(۲۴۷) اختر حسین علی پوری، پیر سید

(پیدائش: ۱۷؍اگست ۱۹۱۱ء ...... وفات: ۶؍اکتوبر ۱۹۸۰ء)

آپ مولانا پیر سید حافظ جماعت علی شاہ علی پوری کے پوتے اور خلیفہ مجاز تھے۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں آپ نے گرانقدر روشن کردار ادا کیا۔

(۲۴۸) اختر علی خان، مولانا

(وفات: ۱۷؍اکتوبر ۱۹۵۸ء)

روزنامہ زمیندار لاہور کے ایڈیٹر تھے اور اپنے والد گرامی مولانا ظفر علی خان کے بعد ان کی روایات کو خوب نبھایا۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں بہت متحرک رہے۔ قید وبند کے مراحل سے بھی گزرے۔ کرم آباد، وزیر آباد میں اپنے والد کے پہلو میں محو استراحت ہیں۔

(۲۴۹) اختر کاشمیری، مولانا

جناب مولانا اختر کاشمیری جامعہ اشرفیہ لاہور کے فاضل تھے۔ پہلے لاہور میں ہوتے تھے۔ خوب لکھاری آدمی تھے۔ کسی

زمانے میں مولانا زاہد الراشدی، مولانا سعید الرحمٰن علوی اور جناب اختر کاشمیری ہمارے حلقہ کی طرف سے رسائل وجرائد میں نمائندگی فرمایا کرتے تھے۔ جناب علوی صاحب آخرت کو سدھار گئے۔ جب کہ اختر کاشمیری امریکہ روانہ شد۔ ہمارے حضرت مولانا زاہد الراشدی مدظلہ جواب بھی میدان عمل میں بڑھاپے کے باوجود سرگرم عمل ہیں، ۷؍ستمبر ۱۹۷۴ء میں پارلیمنٹ کے قادیانیوں کو غیرمسلم اقلیت قرار دینے کے بعد ''قادیانیوں کو دعوت اسلام'' کے نام پر جناب اختر کاشمیری نے ۲۷صفحات پر مشتمل یہ رسالہ تحریر کیا۔ جو محاسبہ قادیانیت کی جلد سوم میں شامل ہے۔

(۲۵۰) ارباب سکندر خان خلیل، جناب

(پیدائش: اکتوبر ۱۹۱۱ء ...... وفات: ۷؍مارچ ۱۹۸۲ء)

آپ نامور قومی رہنما تھے۔ انتہائی شریف النفس اور وضع دار انسان تھے۔ نیشنل عوامی پورٹی کے مرکزی رہنماء تھے۔ ۱۹۷۲ء میں پاکستان پیپلز پارٹی، نیشنل عوامی پارٹی اور جمعیۃ علماء اسلام کا سہ فریقی اتحاد بنا۔ تب سرحد میں مفکر اسلام مولانا مفتی محمود وزیراعلیٰ بنے اور جناب ارباب سکندر خان خلیل سرحد کے گورنر بنے۔ آپ پختہ عقائد کے مذہبی اور دل ودماغ سے مسلمان تھے۔ اوّل وآخر قادیانیوں کو انگریز کا خود کاشتہ پودا سمجھتے تھے۔

(۲۵۱) ارشاد احمد خان، جناب

۱۹۷۰ء کے الیکشن میں قومی اسمبلی کے معزز ممبر جناب ارشاد احمد خان صاحب بھی تھے۔ انہوں نے قادیانی مسئلہ پر ۵؍ستمبر ۱۹۷۴ء کو قومی اسمبلی میں یہ خطاب کیا۔

جناب ارشاد احمد خان کا قومی اسمبلی میں قادیانی مسئلہ پر خطاب

جناب ارشاد احمد خان: جناب چیئرمین! میں یہ عرض کروں گا کہ یہ مذہبی معاملہ ایوان کے سامنے ہے۔ ''لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ'' یعنی جو لوگ اور جو فرقے رسول پاک ﷺ کو مانتے ہیں وہ کسی دوسرے رسول کو ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ قادیانی ایسا فرقہ ہے جنہوں نے اپنا نیا نبی تیار کر لیا ہے۔ لہٰذا ہم اس نبی کو تسلیم کرنے کے واسطے بالکل تیار نہیں ہیں۔ ہم اپنے رسول اللہ ﷺ کو آخری نبی تسلیم کرتے ہیں۔ ان کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا۔ ہم مسلمان ہیں اور جو ہمارے رسول پاک ﷺ کو تسلیم نہیں کرتا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ وہ اقلیت میں رہیں گے۔ جیسا کہ اور فرقے ہریجن، عیسائی اور دوسرے فرقے ہیں۔ اسی طرح سے قادیانی بھی رہ سکتے ہیں اور ان کی حفاظت کی جاسکتی ہے۔ لیکن وہ ہم میں سے نہیں ہیں۔ کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ جو شخص غلام احمد کو نبی نہیں مانتا وہ مسلمان نہیں ہے۔ لہٰذا ہم بھی اس کو مسلمان تسلیم نہیں کرتے، اور ان کے نبی کو نبی تسلیم نہیں کرتے۔ ہمارا نبی وہ ہے جس کے واسطے اللہ پاک نے فرمایا ہے کہ ''لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ'' ہم اس نبی کے پیروکار ہیں۔ وہ نبی ہمارا نجات دہندہ ہے۔ ہم اس کی امت ہیں۔ آئندہ کبھی بھی کوئی نبی نہیں آسکتا۔ ہم اس کو تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ میں عوام سے بھی استدعا کروں گا کہ ان لوگوں کو اقلیت قرار دینے کے واسطے ووٹ دیں۔ ان الفاظ کے ساتھ میں اپنی تقریر ختم کرتا ہوں۔

(۲۵۲) ارشاد الحق اثری، مولانا

جامع مسجد اہل حدیث منٹگمری بازار فیصل آباد میں مولانا ارشاد الحق اثری خطیب تھے۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء میں آپ نے اپنی مسجد میں خطبات ارشاد فرمائے پھر اپریل ۱۹۷۵ء میں ’’قادیانی کافر کیوں؟‘‘ کے نام سے یہ کتاب شائع کی گئی۔

(۲۵۳) ارشاد الحق (بہاول پور)، جناب حکیم

(وفات: ۱۹؍فروری ۲۰۲۱ء)

حکیم ارشاد الحق ہمارے حضرت خواجہ خواجگان مولانا خان محمد نور اللہ مرقدہ کے مسترشدین اور تحریک ختم نبوت کے خدام و مداحین میں سے تھے۔ اللہ پاک نے انہیں بھرپور صلاحیتوں سے نوازا تھا۔ راقم ۱۹۸۰ء سے ۱۹۹۰ء تک بہاول پور میں مبلغ رہا، تو ان کا بھرپور تعاون حاصل رہا۔ اس دور میں ان کے مطب پر ہفت روزہ ختم نبوت کافی تعداد میں آتا تھا۔ مطب پر آنے والے مریض اور ان کے لواحقین باری کے انتظار میں بیٹھتے تو ہفت روزہ ختم نبوت کا مطالعہ کرتے رہتے۔ یہ ایک گویا ختم نبوت کی تبلیغ تھی۔ انہوں نے اپنے مطب میں حفظ قرآن کی کلاس بھی جاری کی۔ حضرت الامیر مولانا خواجہ خان محمد نور اللہ مرقدہ جب بہاول پور تشریف لاتے تو اصرار و تکرار کے ساتھ ایک وقت کھانے کی میزبانی کا شرف حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاتے۔ کچھ عرصہ پہلے دعوت و تبلیغ کی تحریک کے ساتھ تعلق شروع ہوا تو وہ بڑھتا گیا اور حکیم صاحب فنافی التبلیغ ہو گئے۔ ان کی وفات سے جہاں اہلیانِ بہاول پور ایک ماہر معالج کے وجود سے محروم ہوئے، وہاں دینی ادارے بھی ایک مشفق و مہربان سے جدا ہو گئے۔

حکیم صاحب کچھ عرصہ سے علیل چلے آ رہے تھے۔ وقت موعود آ پہنچا تو آخرت کو سدھار گئے۔ مدینہ مسجد کے متصل پارک میں خانقاہ سراجیہ کندیاں شریف کے سجادہ نشین حضرت مولانا صاحبزادہ خلیل احمد مدظلہ کی امامت میں ہزاروں مسلمانوں نے جنازہ میں شرکت کی اور انہیں قریبی قبرستان میں رحمت خداوندی کے سپرد کیا گیا۔ پسماندگان میں تین بیٹے جو طبیب ہیں اور بیٹیاں چھوڑیں۔

(مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی)

(۲۵۴) ارشاد حسن خان، جناب مسٹر جسٹس

جنرل ضیاء الحق کے امتناع قادیانیت آرڈیننس کے خلاف قادیانیوں نے سپریم کورٹ میں اپیل دائر کی تھی، جسے ۳؍جولائی ۱۹۹۳ء میں مسٹر جسٹس شفیع الرحمٰن، مسٹر جسٹس عبدالقدیر، مسٹر جسٹس افضل لون، مسٹر جسٹس ولی محمد نے مسترد کر دیا تھا۔ سپریم کورٹ کے چاررکنی بنچ کے فیصلہ کے خلاف قادیانیوں نے سپریم کورٹ میں نظرثانی اپیل دائر کی۔ جسے ۸؍نومبر ۱۹۹۹ء کو سپریم کورٹ کے پانچ رکنی بنچ نے جس کے رکن مسٹر ارشاد حسن خان بھی تھے، انہوں نے عدم پیروی کی بناء پر مسترد کر دیا۔

(۲۵۵) ارشد بخاری ایڈووکیٹ، جناب سید

احمد پور شرقیہ کے معروف قانون دان سید ارشد بخاری جو حضرت مولانا حافظ سید عطاء المنعم شاہ بخاری کے تربیت یافتہ ہیں

آپ نے ’’گستاخ رسول کی متفقہ سزا‘‘ کے نام پر مضمون لکھا جو بعد میں پمفلٹ کی شکل میں بھی شائع ہوا۔

(۲۵۶) ارشد حسن ثاقب (لاہور)، علامہ

(وفات:۱۴؍اپریل ۲۰۲۰ء)

علامہ ارشد حسن ثاقب اٹک کے رہنے والے تھے۔ لاہور پڑھنے کے لئے آئے تو لاہوری بن کر رہ گئے۔ جامعہ اشرفیہ کے فاضل تھے، کچھ عرصہ جامعہ میں درجۂ کتب کے استاذ اور جامعہ اشرفیہ لاہور کی جامع مسجد الحسن میں خطیب بھی رہے۔ ان کے خطاب کو سننے کے لئے لوگ دور دراز سے تشریف لاتے۔ جامعہ اشرفیہ کے بعد قرطبہ مسجد میں بھی خطیب رہے، بعد ازاں گلشن راوی میں جامعہ حسن الاسلامیہ کے نام سے اپنا ادارہ اور مسجد تعمیر کی۔ موصوف ایک اچھے عامل بھی تھے۔ صرف عامل ہی نہیں بلکہ عامل گر تھے۔

جب مارچ ۱۹۸۹ء میں قادیانیوں کے سوسالہ جشن پر پابندی عائد ہوئی تو انہوں نے لاہور کے قریب ’’ہانڈو‘‘ نامی گاؤں میں مسلمان زمینداروں سے کئی ایک مربع زمین عارضی طور پر ٹھیکہ پر لی تاکہ وہاں متبادل پروگرام کیا جاسکے، اس پر بھی عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت اور مجلس عمل کے راہنماؤں نے مختلف مکاتب فکر کے علماء کرام، مشائخ عظام، مساجد کے خطباء سے ملاقاتیں کیں، تمام مکاتب فکر کے نے بھرپور صدائے احتجاج بلند کی۔ گورنمنٹ پنجاب نے ہانڈو میں بھی ان کے پروگرام پر پابندی عائد کر دی۔ قادیانیوں نے لاہور ہائی کورٹ میں اس پابندی کے خلاف رٹ دائر کر دی۔ جناب جسٹس خلیل الرحمٰن خان کی عدالت میں کیس چلا، ان پیشیوں کے موقع پر علامہ ارشد حسن ثاقب بھی تشریف لاتے اور خوب ہماری معاونت کرتے۔ ختم نبوت سے متعلق اور بھی کئی کیسوں میں ان کی تشریف آوری ہوتی رہی۔ مولانا موصوف کی نماز جنازہ جامعہ اشرفیہ میں جامعہ کے مہتمم حضرت مولانا فضل الرحیم مدظلہ کی اقتدأ میں ادا کی گئی اور اچھرہ کے قبرستان شیر شاہ میں انہیں سپرد خاک کیا گیا۔ (مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی)

(۲۵۷) ارشد حسین (لاہور)، جناب میاں محمد

(پیدائش:۹؍جنوری ۱۹۱۰ء، لاہور ...... وفات:۴؍اکتوبر ۱۹۸۷ء، لاہور)

آپ پاکستان کے وزیر خارجہ، ہائی کمشنر پاکستان ...... بھارت، سابق چیئرمین بینکنگ کونسل پاکستان رہے۔ قادیانیوں کے متعلق ان کا بیان ملاحظہ ہو: ’’۱۹۶۵ء کی جنگ سے پہلے میں بھارت میں پاکستان کا سفیر تھا۔ میں جو خط بھی دفتر خارجہ کو بھیجتا اسے کھولے بغیر پھینک دیا جاتا۔ جنرل اختر ملک قادیانی کا مسئلہ مذہبی تھا بلکہ فرقہ وارانہ۔ وہ اپنے مسیح موعود مرزاغلام احمد قادیانی کے کسی قول کی عملی تدبیر اپنے ہاتھوں رونما ہوتے دیکھنا چاہتے تھے۔ مرزاغلام احمد قادیانی نے کہیں لکھ رکھا ہے کہ اگر قادیان کبھی میرے نیازمندوں کے ہاتھ سے نکل بھی جائے تو پھر اچانک ان کی گود میں آپڑے گا۔ خواہ کسی بھی تدبیر سے آئے۔ ملک اختر قادیانی کے دل میں تو ’’قادیان کی بستی اچانک تمہاری گود میں آن پڑے گی‘‘ کو سچ کر دکھانا تھا۔ تاکہ قادیانیت کی حقانیت دنیا بھر میں ثابت ہو سکے اور اسی کی تعبیر عملاً بروئے کار لانے کی خاطر وطن کی تقدیر کو داؤ پر لگا دیا گیا تھا۔‘‘ (ہفت روزہ زندگی ج۲ش۳۸، مؤرخہ ۱۵تا۲۱؍دسمبر ۱۹۸۹ء)

(۲۵۸) ازہر درّانی، جناب

(پیدائش:۱۹۵۷ء ...... وفات:۱۳؍دسمبر۱۹۹۲ء، لاہور)

آپ شاعر تھے۔ذیل میں لعین قادیان کے نام سے ان کی ایک نظم ملاحظہ ہو:

حشر تک ماتم کرے گی سر زمین قادیاں
کیوں لیا تو نے جنم اس پر لعین قادیاں
ہے وہ ننگ آدمیت زانیوں کا سرغنہ
جس کے ہاتھوں لٹ گئی ہر مہ جبین قادیاں
اے رئیس کاذباں ہو تجھ پہ لعنت بے شمار
تو ذلیل دو جہاں ہے اے کمین قادیاں
تو کہ ہے مادر پدر آزاد اے تخم رذیل
تجھ سے ہے شیطان بھی کمتر بدترین قادیاں
اے مسیح و مہدی و پیغمبری کے دعوے دار
شکل دیکھی ہے کبھی اپنی لعین قادیاں
فتنہ دجال جس کی تو نے رکھی تھی بناء
اس کا مدفن بن رہی ہے اب زمین قادیاں
جاگ اٹھے ہیں پاسبان دین ختم المرسلینؐ
اب مٹا کر چین لیں گے جگ سے ’’دین‘‘ قادیاں

(۲۵۹) استاد دامن (لاہور)، جناب

(پیدائش:۱۹۰۶ء ...... وفات:۱۴؍دسمبر۱۹۸۴ء)

اصل نام چراغ الدین تھا۔ پنجابی کے مانے ہوئے شاعر تھے۔ایوب خان، نواب کالاباغ، یحییٰ خان، بھٹو صاحب کے زمانہ میں جناب حبیب جالب کی طرح قومی سطح پر اپنی شاعری سے ان کے رویوں کو تنقید کی زد پر رکھا۔جناب استاد دامن کا تعلق حضرت امیر شریعت سے مخلصانہ تھا۔مجلس احرار کے جلسوں پر بھی تشریف لاتے اور قادیانیت کو آڑے ہاتھوں لیتے تھے۔

(۲۶۰) اسحاق اجراوری، مولانا

مرزا قادیانی نے اپنے مخالف علماء مشائخ کے نام ایک خط مقابلہ ومباہلہ کے لئے لکھا ہے۔اس میں حضرت مولانا اسحاق اجراوری کو بھی انجام آتھم کے ص۷۰ نمبر۲۶ پر مخاطب کیا ہے۔اس کا یہ معنی ہے کہ ملعون قادیان کے کفر کو الم نشرح کرنے میں آپ نے گرانقدر خدامت سرانجام دیں۔ الحمد للہ!

(۲۶۱) اسد اللہ عباسی، مولانا قاری

(ولادت:۱۹۴۸ء ...... وفات:۳؍دسمبر۱۹۹۸ء)

مری میں جامعہ خلفائے راشدین کے خطیب، مجلس تحفظ ختم نبوت مری کے امیر، تحریک ہائے ختم نبوت وتحریک نظام مصطفیٰ کے بہادر اور صف اوّل کے مجاہد رہنما برطانیہ پاکستان جہاں بھی رہے عقیدہ ختم نبوت کی پہچان رہے۔

(۲۶۲) اسداللہ قاسمی (جھنگ)، مولانا

(وفات: اکتوبر ۱۹۸۹ء)

مولانا اسداللہ قاسمی سیال برادری سے تعلق رکھتے تھے۔ جھنگ ٹوبہ روڈ پر قصبہ باغ کے رہائشی تھے۔ آپ نے دورہ حدیث شریف جامعہ قاسم العلوم ملتان سے کیا۔ جامع مسجد قطب الدین جھنگ میں آپ خطیب تھے۔ بہت ہی عمدہ بیان کرتے تھے۔ اچھے خطیب اور نظریاتی انسان تھے۔ عمر بھر تنظیم اہل سنت سے وابستہ رہے۔ جھنگ ضلع وشہر میں تمام دینی کاموں میں پیش پیش ہوتے تھے۔ باب عمرؓ تحریک میں گرفتار بھی ہوئے۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء، ۱۹۸۴ء، تحریک نظام مصطفیٰ میں بڑی جرأت وبہادری سے حصہ لیا۔ بہت ہی محنتی اور متحرک عالم دین تھے۔ آپ مولانا سید نورالحسن شاہ بخاری، حضرت دین پوری، حضرت تونسوی، حضرت جالندھری، حضرت قریشی کے دل وجان سے عاشق صادق تھے۔ شوگر کے مریض تھے۔ ایک بارات کے ساتھ ساہیوال ضلع سرگودھا میں مسجد میں نماز کے دوران راہی ملک عدم ہوئے۔ سبحان الذی بیدہ ملکوت کل شئ!

(۲۶۳) اسرار احمد آزاد، جناب

جناب اسرار صاحب آزاد مرحوم ''العزم'' کے مدیر تھے اور اپنے زمانہ کے معروف دانشور تھے۔ آپ نے ''کفریات مرزا'' کے نام سے ایک رسالہ لکھا۔ اوّلاً اس رسالہ کا حضرت مولانا ظفر علی خان کے نام انتساب کیا۔ یہ رسالہ پہلی بار جون ۱۹۳۴ء میں شائع ہوا۔ اب احتساب قادیانیت کی جلد ۳۴ میں شائع کیا۔

(۲۶۴) اسرار احمد، جناب ڈاکٹر

(پیدائش: ۲۶/اپریل ۱۹۳۲ء، حصار ...... وفات: ۱۴/اپریل ۲۰۱۰ء، لاہور)

جناب ڈاکٹر اسرار احمد انجمن خدام القرآن لاہور اور تنظیم اسلامی پاکستان کے بانی نے ۱۹۸۴ء میں ایک مقالہ تحریر فرمایا۔ ہوا یہ کہ ۱۹۸۴ء میں امتناع قادیانیت آرڈیننس کے نفاذ کے بعد ساہیوال میں قادیانیوں کے ہاتھوں، حافظ بشیر احمد اور طالبعلم رہنما محمد رفیق کی شہادت نے ماحول میں سخت کشیدگی کے حالات پیدا کر دیئے۔ امتناع قادیانیت آرڈیننس کو ناکام بنانے کے لئے قادیانیوں نے جدوجہد شروع کی۔ ادھر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے اس آرڈیننس کو مؤثر بنانے اور عمل درآمد کے لئے بھرپور منظّم جدوجہد کا آغاز کیا۔ لٹریچر کی تیاری، لاکھوں بندگان خدا تک پہنچانے کے لئے اس کی تقسیم عام کا فائدہ ہوا۔ رائے عامہ بیدار ہوئی۔ قادیانیوں کو ہمیشہ کی طرح اب بھی پسپائی اور ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ حنیف رامے نے قادیانیوں کی حمایت میں اخبار جنگ میں ایک مضمون لکھا۔ حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی اور فقیر راقم کا جواب ایک ساتھ دونوں مضامین اخبار جنگ میں شائع ہوئے۔ اس صورتحال پر جناب ڈاکٹر اسرار احمد نے یہ مقالہ تحریر فرمایا۔ جس کا نام: ''قادیانی مسئلہ اور اس کا نیا اور پیچیدہ تر مرحلہ'' تجویز فرمایا۔ یہ مقالہ پہلے ڈاکٹر صاحب کے رسالہ خدام القرآن میں شائع ہوا۔ پھر آپ نے اسے علیحدہ پمفلٹ کی شکل میں شائع کیا۔ احتساب قادیانیت جلد ۴۴ میں اسے شائع کرنے کی اللہ رب العزت نے توفیق رفیق فرمائی۔

(۲۶۵) اسرار الحق، مولانا سید

مانسہرہ میں مجلس تحفظ ختم نبوت پڑھنہ کا انتخاب ہوا۔ مولانا سید اسرار الحق شاہ امیر منتخب ہوگئے۔ ''پڑھنہ'' کا علاقہ لوئر پکھل سے متصل ہے۔ مولانا سید اسرار الحق شاہ صدیق آباد پڑھنہ کے خطیب تھے۔ آپ نے وہاں ہلچل مچادی۔ مانسہرہ کے جلسہ میں پڑھنہ کے عوام مولانا عبدالجلیل، مولانا محمد ایوب، حاجی ولی محمد خان کی قیادت میں پہنچے۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے اپنے مطالبات کے حق میں پہلے ملک بھر میں اور آخری احتجاجی کانفرنس راجہ بازار راولپنڈی کے لئے ۲۷/اپریل ۱۹۸۴ء کی تاریخ مقرر کی۔ پورے پاکستان میں مرزائیت کے خلاف ایک ہلچل مچ گئی تھی۔ چنانچہ ۲۶/اپریل ۱۹۸۴ء کو صدر پاکستان جنرل ضیاء الحق نے امیر عالمی مجلس حضرت خواجہ خان محمد صاحب کو مذاکرات کے لئے مدعو کیا۔ مذاکرات کامیاب ہوگئے، لیکن کانفرنس کے لئے ملک بھر سے لوگ راولپنڈی پہنچنے کی تیاری میں تھے۔

عالمی مجلس لوئر پکھل بھرپور جوش وجذبہ کے ساتھ لوگوں کو لے کر مرکزی جامع مسجد مانسہرہ پہنچ گئے۔ اس عظیم الشان جلوس کی قیادت حضرت مولانا رفیق الرحمان ترنگری پائین اور مولانا محمد مظفر اقبال قریشی اور مولانا سید اسرار الحق شاہ فرمارہے تھے۔ مانسہرہ میں پتہ چلا کہ مذاکرات ہوئے ہیں اور مذاکرات کامیاب ہوگئے ہیں۔ امتناع قادیانیت کے نام سے آرڈیننس نافذ ہوگیا ہے۔ چنانچہ اس موقع پر مانسہرہ کی مرکزی جامع مسجد میں مولانا مظفر اقبال قریشی نے آرڈیننس کا خیرمقدم کیا اور عوام کو واپس کردیا۔ ادھر راولپنڈی کی احتجاجی کانفرنس ''یوم تشکر'' میں بدل چکی تھی۔ چنانچہ اکثر لوگ تو واپس ہوگئے۔ مگر مولانا سید اسرار الحق شاہ صاحب کی قیادت میں کچھ لوگ راولپنڈی روانہ ہوگئے۔ جن میں راقم الحروف (قاری محمد شاہ)، حاجی ولی محمد خان، حاجی گوہرامان مراد پور شامل تھے۔ راولپنڈی رکاوٹوں کو عبور کرتے ہوئے پہنچ گئے۔ دارالعلوم تعلیم القرآن راجہ بازار راولپنڈی کی یہ کانفرنس اور یوم تشکر ایک تاریخی یادگار رہے۔

(قاری محمد شاہ)

(۲۶۶) اسرار بن عبدالمولیٰ تاشقندی، مفتی

آپ نے حسنین محمد مخلوف الازہری کے فتاویٰ کفر قادیانیت پر ''جواب درست ہے'' لکھ کر تائیدی دستخط کئے۔

(۲۶۷) اسعد اللہ رام پوری، حضرت مولانا

(وصال: ۱۹۷۹ء)

حضرت مولانا محمد اسعد اللہ رامپوری (ناظم مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور) کی عادت مبارکہ تبلیغ دین وتردید باطل کی تو تھی ہی اس سے بڑھ کر یہ کہ جب آپ کو معلوم ہوتا کہ فلاں جگہ پر کوئی باطل پرست لوگوں کو گمراہ کررہا ہے۔ آپ بلاطلب فوراً وہاں پہنچ کر لوگوں کو گمراہی سے بچاتے اور باطل پرست سے مناظرہ ومباحثہ کرکے وہاں سے بھگادیتے تھے۔

حضرت والا کو معلوم ہوا کہ سہارنپور کے ایک گاؤں میں کوئی قادیانی امام آگیا ہے اور اس نے پورے گاؤں کو قادیانی بنادیا ہے۔ حضرت نے وہاں کا پروگرام بنالیا اور جمعرات کے دن اسباق پڑھا کر چند طلباء کو ہمراہ لے کر اس گاؤں میں پہنچ گئے۔ ان طلباء

میں سے ایک میں (مولانا بشیر احمد) بھی تھا۔ لیکن اتفاق سے اس گاؤں کا وہ قادیانی امام اپنے گھر گیا ہوا تھا۔ حضرت نے رات کو تمام گاؤں والوں کو مسجد میں جمع کر کے ایک زبردست تقریر کی اور سمجھایا کہ قادیانی کافر ہے۔ اس کو ماننا کفر ہے۔ آپ لوگوں کو آپ کے امام نے کافر بنادیا۔ گاؤں والوں کی سمجھ میں آ گیا کہ امام نے واقعی ہم لوگوں کو گمراہ کیا ہے۔ چنانچہ حضرت والا کی تقریر کے بعد سب نے قادیانیت سے توبہ کی۔ ہم سب نے مشورہ دیا کہ ان لوگوں کا دوبارہ نکاح بھی پڑھایا جائے تاکہ ان کے دلوں میں اس کا احساس اور اہمیت بیٹھ جائے۔ چنانچہ سب کا دوبارہ نکاح پڑھایا گیا۔

ہم لوگوں نے عرض کیا: حضرت! ان لوگوں کو بیعت بھی فرمالیں تاکہ یہ لوگ مضبوط ہو جائیں اور توبہ پر ان کو خوب پختگی نصیب ہو جائے۔ حضرت نے فرمایا کہ میں کیسے بیعت کر سکتا ہوں۔ مجھے اس کی اجازت نہیں ہے۔ ہم نے عرض کیا کہ اس وقت مصلحت اور ان لوگوں کی بھلائی اسی میں ہے کہ ان کو بیعت کیا جائے۔ یہ مسئلہ بعد میں حل ہوتا رہے گا کہ اجازت ہے یا نہیں؟ ہمارے مشورہ پر حضرت والا کو شرح صدر ہوا تو تمام گاؤں والوں کو بیعت فرمایا۔ اگلے دن سہارنپور واپسی ہوئی تو حضرت والا نے صورتحال سے ایک خط کے ذریعہ حضرت تھانوی کو آگاہ کیا۔ اس خط میں یہ بھی لکھا تھا کہ احباب نے یہ مشورہ دیا اور یہی مصلحت بھی سمجھی گئی کہ ان لوگوں کو بیعت کر لیا جائے تو مجھ سے ان کی دینی مصلحت کی خاطر یہ قصور ہو گیا کہ میں نے ان کو بیعت کر لیا ہے۔ جب کہ مجھ کو بیعت کی اجازت نہ تھی۔ اس کے جواب میں حضرت تھانوی نے مولانا اسعد اللہ رامپوری کو دعائیں دیں اور تحریر فرمایا کہ آپ نے قصور نہیں کیا بلکہ بہت بڑے اجر کا کام کیا ہے۔ آپ بیعت کے اہل ہیں اور آپ کو اب باقاعدہ بیعت کی اجازت ہے۔ (مشائخ دیوبند ص۵۶۳)

(۲۶۸) اسعد گیلانی، جناب ڈاکٹر سید

(ولادت: ۱۰؍اپریل ۱۹۲۲ء، گجرات ...... وفات: ۳؍اپریل ۱۹۹۲ء، لاہور)

معروف مذہبی سکالر اور نامور سیاستدان تھے۔ ادیب، مصنف، دانشور، جماعت اسلامی پنجاب کے امیر رہے۔ ضمنی الیکشن میں قومی اسمبلی کے ممبر بھی بنے۔

''مرزائیت کوئی فرقہ نہیں ہے بلکہ ایک نیا مذہب ہے۔ مرزائیت یا قادیانیت یا ان کے اپنے الفاظ میں احمدیت حقیقت میں ''غلام احمدیت'' ہے۔ لیکن اختصار کی خاطر وہ اسے احمدیت کہتے ہیں۔ ایک نیا مذہب ہے۔ اس مذہب کا اپنا ایک تصور خدا ہے، وہ خدا جو مرزائے قادیان سے قربت کر کے اسے حمل کر دیتا ہے۔ ان کا اپنا ایک تصور رسالت ہے جس میں تمام قوموں کے موعود انبیاء کا اجتماع ہے۔ ان کا اپنا ایک تصور وحی ہے جو اردو، انگریزی، پنجابی، فارسی اور عربی کئی زبانوں میں نازل ہوئی ہے اور بے ربط اور بے مغز بھی ہوتی ہے۔ ان کا اپنا ایک تصور آخرت ہے، جس میں وہ اپنی نبوت کی پیش گوئی قرآن سے تلاش کرتے ہیں۔ ان کا اپنا ایک تصور ملائکہ ہے جو انسانی نفس پر اثر انداز ہونے والی اشیاء کی صورت میں ہے۔ ان کی اپنی ایک امت ہے۔ اس کے اپنے صحابہ، اپنے تابعی اور اپنے تبع تابعین ہیں۔ غرض کہ ایک نیا مذہب ہندوستان سے اٹھا جسے ہندوؤں اور انگریزوں کی اشیرباد بھی حاصل رہی۔ یہ کوئی اسلام کے اندر ایک نیا فرقہ نہیں ہے بلکہ اسلام سے باہر ایک نیا ہندوستانی مذہب ہے۔ قادیانیوں کو مسلمانوں میں شامل رہ کر ہزار ہا فوائد ہیں اور نقصان کوئی ایک بھی نہیں ہے اور مسلمانوں کو قادیانیوں کے ان میں شامل رہنے سے بے شمار نقصانات ہیں اور فائدہ کوئی ایک بھی نہیں ہے۔

مسلمان اور قادیانی دو علیحدہ مذاہب کے پیروکار ہیں اور ان کے قومی مفادات بھی باہم متصادم ہیں۔ جس چیز میں مسلمانوں کا فائدہ ہے۔ اس میں قادیانیوں کا نقصان ہے اور جس چیز میں قادیانیوں کا فائدہ ہے۔ اس میں مسلمانوں کا نقصان ہے۔ اس صورت میں عملاً اور طبعاً دو علیحدہ مذہب کے پیروکار بن چکے ہیں اور ان کا علیحدہ علیحدہ گروہ تسلیم کرلیا جانا اب ایک فطری بات اور اسے تسلیم نہ کرنا ایک غیر فطری بات ہے۔ پاکستان میں قادیانیوں نے وہی پوزیشن حاصل کرلی ہے جو متحدہ ہندوستان میں ہندوؤں کو حاصل تھی اور جو شکایات مسلمانوں کو متحدہ ہندوستان میں ہندوؤں سے تھیں۔ تقریباً وہی شکایات مسلمانوں کو اب قادیانیوں سے پیدا ہوچکی ہیں۔''

(ماہنامہ الجامعہ اکتوبر، نومبر ۱۹۷۴ء، قادیانیت ہماری نظر میں ص ۱۷۷، ۱۷۸)

(۲۶۹) اسعد مدنی، امیر الہند حضرت مولانا سید

(پیدائش: ۲۷/اپریل ۱۹۲۸ء ...... وفات: ۶/فروری ۲۰۰۶ء)

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی کے جانشین، عرب وعجم کے علماء کے سرتاج، رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ کے رکن، ازھر الہند دار العلوم دیوبند کی شوریٰ کے رکن رکین، عالم اسلام کی ممتاز دینی شخصیت، اسلامیان ہند کے بے تاج بادشاہ، بھارت کی پارلیمنٹ کے سابق رکن، بین الاقوامی سیاسی، سماجی، عوامی رہنما، جمعیۃ علمائے ہند کے صدر مرکزی، پیر طریقت، امیر الہند حضرت مولانا سید اسعد مدنی ۱۹۲۸ء میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد گرامی شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی کے ہاں حاصل کی۔ دورہ حدیث شریف دار العلوم دیوبند سے کیا۔ آپ کے والد گرامی جمعیۃ علمائے ہند کے امیر، تحریک آزادی وطن کے ممتاز رہنما، دار العلوم دیوبند کے شیخ الحدیث اور ہندو پاک کے بہت بڑے شیخ طریقت تھے۔ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی اور حضرت مولانا حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کے سلسلہ طریقت کے ممتاز پیر طریقت تھے۔ آپ کے ہندو پاک، بنگلہ دیش میں بیسیوں خلفاء تھے۔ آپ کے وصال کے بعد آپ کے خلفاء، شاگردوں اور سیاسی رفقاء نے متفقہ طور پر حضرت مولانا سید اسعد مدنی کو آپ کا جانشین مقرر کیا۔ تقسیم ملک کے بعد بھارت میں رہ جانے والے کروڑوں مسلمان، لاکھوں علماء، ہزاروں مساجد و مدارس کا سہارا حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی تھے۔ ان کے وصال کے بعد ان سب کی نظریں حضرت مولانا سید اسعد مدنی کی طرف اٹھیں۔ یہ بہت بڑا امتحان اور چیلنج تھا جسے حضرت مولانا اسعد مدنی نے قبول کیا۔ نبھایا اور خوب نبھایا۔ جمعیۃ علمائے ہند کے پلیٹ فارم سے وہ عظیم اور گراں قدر خدمات سرانجام دیں کہ بھارت کے تمام علماء نے آپ کو امیر الہند قرار دیا۔ آپ کے وصال کے وقت پچاس ہزار دینی مدارس، ادارے وانجمنیں، پرائیویٹ سکول وکالج ومساجد آپ کی سرپرستی میں دینی ودنیاوی علوم کی ترویج، اشاعت اسلام کا فریضہ سرانجام دے رہے تھے۔

بھارت کے سکولوں وکالجوں میں جب سرکاری طور پر ہندی زبان میں تعلیم جاری ہوئی تو اسلامیان ہند کی تمام علاقائی زبانوں اور اردو کی تعلیم کو پرائیویٹ طور پر اسلامیان ہند کے مذہبی وعلاقائی تشخص کو برقرار رکھنے کا آپ نے نظم قائم کیا۔ یہی وجہ ہے کہ اسلامیان ہند کا ہر نوجوان اپنی علاقائی زبان اور اردو کا اسی طرح ماہر ہے جس طرح ہندی زبان کا۔ حضرت مولانا سید اسعد مدنی کا یہ کارنامہ اسلام اور اسلامیان ہند کی بقاء کا بہت بڑا ذریعہ قرار پایا۔ اس کے باعث آج بھارت کے مسلمانوں کی اکثریت دینی جذبہ، عقیدہ ومذہبی پختگی میں کسی بھی ملک کے مسلمان سے کم نہیں۔

’’سہوکار‘‘ سودی کاروبار سے مسلمانوں کوایک بار قرضہ دے کر ہمیشہ کے لئے سودی چکر میں ایسا پھنسا دیتے کہ نسلوں کا نکلنا دشوار بلکہ بسا اوقات ناممکن ہوجاتا۔ قرقی جائیداد تک معاملہ پہنچ جاتا۔ غریب مسلمان دربدر کی ٹھوکریں کھاتا۔ یہ صورتحال جمعیۃ علمائے ہند کے لئے بہت پریشان کن تھی۔ آپ نے ملک بھر کے علماء، مسلمان تاجر، سیاسی ومذہبی مسلم شخصیات کو جمع کر کے مشاورت کی۔ طے پایا کہ جن متمول مسلمانوں کے پاس فالتو جتنی رقم ہے وہ بجائے بینکوں کے جمعیۃ علمائے ہند کی قائم کردہ اسلامی بینک میں جمع کرائیں۔ متمول مسلمان سود لینے سے بچ جائے گا۔ امانت کھاتہ سے غریب مسلمانوں کو کاروبار کے لئے جائیداد یا زیورات رہن رکھوا کر بغیر سود کے قرضے ملے گا۔ جو قسطوں میں ادا کرنا ہوگا۔ بھارت کے ایک کونہ سے دوسرے کونہ تک، شہروں، قصبوں، دیہاتوں، قریہ قریہ، طوفانی دورے کر کے حضرت مولانا سید اسعد مدنی نے جگہ جگہ اس نظام کو چلانے کے لئے کمیٹیاں قائم کیں۔ جو علماء، آئمہ، تاجر اور مذہبی لوگوں پر مشتمل ہوتیں۔ اس اسلامی بینک کاری کے ذریعہ بلاسودی قرضہ کی سکیم ایسے کامیاب ہوئی کہ اربوں روپیہ اس میں جمع ہوکر کروڑوں مسلمانوں کے اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے کا ذریعہ بنا۔ نظام اتنا صاف ستھرا اور حساب اتنا عمدہ کہ اس سے کسی کی امانت رقم سے ایک پائی ضائع نہ ہوئی۔ نہ کسی مقروض نے ایک قسط شارٹ کی۔ جس آدمی کو جس وقت اپنی امانت کی واپسی کا تقاضا ہوا بغیر کسی رکاوٹ کے وہ مل گئی۔ لوگوں کا ایسا اعتماد قائم ہوا کہ پورا ملک عش عش کر اٹھا۔ اس پورے نظام کو کامیابی سے ہمکنار کرنے میں شب وروز محنت، جانفشانی کے لئے اپنے آرام کو تج کرنا پڑا وہ حضرت مولانا سید اسعد مدنی نے کیا۔ لیکن اسلامیان وطن کو سود کی لعنت اور سہوکاروں کے چنگل سے نکال کر کامیابی کے ساحل پر اتارا۔

آپ تین بار بھارت کی قومی اسمبلی کے رکن بنے۔ بھارت کے مسلمانوں کے لئے مسلم پرسنل لاء منظور کرایا۔ جگہ جگہ ’’مسلم پرسنل لاء بورڈ‘‘ قائم کئے۔ یوں اسلامیان ہند کے مذہبی پرسنل حقوق کے تحفظ کا اہتمام کیا کہ اس پر آپ کو جتنا خراج تحسین پیش کیا جائے کم ہے۔ آپ کی بالغ نظری کا اندازہ کیجئے کہ تمام بورڈوں میں مسلمانوں کے تمام مکاتب فکر کو نمائندگی دینے کی پالیسی اپنائی۔ تاکہ کہیں باہمی مسلمانوں کے فقہی اختلاف سے کوئی رخنہ نہ پڑسکے۔ اس طرح عیدین، رمضان شریف کے لئے ہلال کمیٹیاں قائم کیں۔ غرض ایک سیکولر ملک میں مسلمانوں کے حقوق کے تحفظ کے لئے جہاں جس اقدام کی ضرورت تھی اسے احسن انداز میں پورا کر کے اسلامیان وطن کو احساس محرومی سے نجات دلا کر ایک آبرومند سوسائٹی کی طرح قومی دھارے میں لاکھڑا کیا۔ آپ کا ایک ایک کارنامہ آب زر سے لکھنے کے قابل ہے اور یہ موضوع اتنا وسیع ہے کہ اس پر مستقل تصنیف کی ضرورت ہے۔

بلاشبہ ہندوستان کی دیگر اقوام کی طرح مسلم قوم بھی آزادی وطن کی تحریک میں پیش پیش تھی۔ ہمارے ہاں آزادی وطن کے رہنماؤں کو سیاسی یا انتظامی اختلاف رائے کے باعث ملک بننے کے بعد مطعون کیا گیا۔ ان پر طعن وتشنیع کے تیر برسائے گئے۔ قدر کیا کرنا تھی، انہیں نشانہ بنایا گیا۔ لیکن بھارت میں رہ جانے والے آزادی وطن کے ہیرو مسلم رہنماؤں نے ہند کی مسلمان قوم کو باعزت وباوقار مقام دلانے کے لئے بھرپور جدوجہد کی۔ آزادی وطن کی قربانی وایثار کے ثمرات کو بارآور بنانے کے لئے جہاں اور مسلمان رہنماؤں نے بھرپور محنت کی، وہاں حضرت مولانا سید اسعد مدنی کی خدمات بھی اپنی مثال آپ ہیں۔

حضرت مولانا سید اسعد مدنی کو اللہ رب العزت نے دردمند دل نصیب کیا تھا۔ جہاں مسلمانوں کی جس پریشانی کو دیکھتے، اسے حل کرانے کے لئے سینہ سپر ہو جاتے۔ ہمارے ملک میں شیعہ سنی یا دیگر لسانی وعمرانی پیچیدگیاں نت نئے فسادات کو جنم دیتی ہیں۔ مسلم اقلیت والے ملکوں میں رہنے والے مسلمانوں کے مسائل اور زیادہ پیچیدہ ہیں۔ کون نہیں جانتا کہ ہند میں بھی ہندو مسلم فسادات ہوتے ہیں۔ ہوشربا ہوتے ہیں۔ وہاں کی اکثریت کے بعض جنونی رہنما مسلمانوں کو نشانہ بناتے ہیں۔ لیکن مسلمانوں کو ان فسادات سے بچانا یا فسادات کا شکار ہو جانے والے مسلمانوں کو سہارا دینا۔ ان علاقوں کا دورہ کر کے مسلمان قوم کو حوصلہ دینا آپ پر ختم تھا۔ خود فسادات کی بھٹی میں کود کر مسلمان قوم کو گرداب سے نکالنا اس کی سینکڑوں مثالیں ہیں۔ انہی عظیم خدمات کے باعث قوم کی آنکھوں کا آپ تارا تھے۔

مسلمان اکثریت تقسیم کے بعد پاکستان منتقل ہوئی۔ ہزاروں مساجد و مدارس مسلمانوں کے اس علاقہ میں نہ ہونے سے ویران ہوئے۔ بلاشبہ آج بھی بہت سی مساجد زبوں حال اور نوحہ کناں ہیں۔ مسلمانوں کو شدھی بنانے کے لئے تحریکوں پر تحریکیں اٹھائی گئیں۔ لیکن قریہ قریہ پھر کر مسلمانوں کو ارتداد سے بچانا بہت ساری مساجد کی حیثیت کو بحال کرنا، انہیں آباد کرنا اور اس کام کو تحریکی انداز میں آگے بڑھانا جمعیۃ علمائے ہند کا کارنامہ ہے اور اس ساری جدوجہد میں نمایاں مقام حضرت مولانا سید اسعد مدنی کو حاصل تھا۔

قادیانی تحریک کو انگریز نے ہندوستان میں جنم دیا۔ بلاشبہ مسلمان قوم کے لئے قادیانی فتنہ بہت بڑا فتنہ ہے۔ قادیانیوں کا قادیان بھارتی پنجاب ضلع گورداسپور میں واقع ہے۔ قادیانی قیادت نے پاکستان میں اپنا مرکز بنایا۔ چناب نگر (ربوہ) کی پاکستان میں وہی حیثیت ہے جو عرب مسلمانوں کے لئے اسرائیل کی۔ آج بھی اسرائیل ومرزائیل تعلقات مسلم دشمنی کے یک نکاتی ایجنڈا پر قائم ودائم ہیں۔ تقسیم سے قبل ہندوستان کے علماء ومشائخ اور تمام مکاتب فکر کی دینی قیادت نے انگریز کے عہد اقتدار میں، انگریز اور اس کی معنوی اولاد قادیانیوں کے خلاف بند باندھا۔ قادیانی ارتدادی ٹولہ کے پاکستان میں مرکز قائم ہونے کے باعث ہندوستان میں قادیانی فتنہ کا وہ زور نہ رہا۔ بین الاقوامی حالات اور استعماری طاقتوں کے بل بوتے، ماضی قریب کی پچھلی دو دہائیوں میں استعماری وفرنگی ٹولہ قادیانیوں نے بھارت میں پر پرزے نکالے تو حضرت مولانا سید اسعد مدنی اس محاذ پر بھی اکابر کی روایات کے امین بن کر میدان عمل میں آئے۔ بھارت میں دارالعلوم دیوبند کے زیراہتمام ’’کل ہند مجلس تحفظ ختم نبوت‘‘ قائم کی۔ دارالعلوم میں مرکزی دفتر قائم کر دیا۔ اس کی باضابطہ تشکیل ہوئی۔ حضرت مولانا مرغوب الرحمٰن مہتمم دارالعلوم دیوبند، کل ہند مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر مقرر ہوئے۔ دارالعلوم کے استاذ الحدیث وناظم حضرت مولانا قاری سید محمد عثمان منصور پوری کل ہند مجلس تحفظ ختم نبوت کے ناظم اعلیٰ قرار پائے۔ ہندوستان بھر میں جہاں جہاں قادیانی فتنہ نے سر اٹھایا وہاں کل ہند مجلس تحفظ ختم نبوت کی شاخیں قائم کیں۔ دارالعلوم دیوبند کے فضلاء کے لئے تخصص فی الختم نبوت کا شعبہ قائم کیا۔ ردقادیانیت کے جگہ جگہ پندرہ روزہ، دس روزہ کیمپ لگا کر کورس رکھے۔ دیوبند اور دہلی میں مختلف سالوں میں عالمی سطح پر ختم نبوت کانفرنس کرائیں۔ ردقادیانیت پر مشتمل نئی وپرانی کتب کو چھاپ کر پورے ہندوستان میں قادیانی فتنہ کو ایسی نکیل ڈالی کہ قادیانیت کے مست ہاتھی کا دماغ ٹھکانے آ گیا۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی دفتر ملتان سے شائع ہونے والی کئی کتابیں بھارت میں شائع ہوئیں۔ آج گو حضرت مولانا سید اسعد مدنی موجود نہیں۔ لیکن ان کا قائم کردہ نظم ہندوستان کے مسلمانوں کے ایمان کو بچانے کے لئے مضبوط فصیل کا کام دے رہا ہے۔

ہندوستان کا مسلمان، بالخصوص گجرات کے مسلمان باہر کے ملکوں افریقہ، امریکہ، مغربی ممالک میں جا کر آباد ہوئے۔ ڈر تھا کہ یہ مسلمان وہاں جا کر اپنے مسلم تشخص سے محروم نہ ہو جائیں۔ حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی تبلیغی جماعت والے اور حضرت مولانا سید اسعد مدنی نے ان ممالک پر نظر رکھی۔ سالانہ دورے کئے۔ ایک ایک دن میں بیسیوں شہروں کے ہزاروں مسلمانوں کے ایمان و اسلام کے تشخص کو بچایا۔ ان کی رہنمائی کی۔ صرف برطانیہ کی مثال لیجئے کہ آج برطانیہ میں گجرات کے مسلمانوں کی ہر مسجد میں مکتب ہے۔ اپنے سکول و کالج ہیں۔ اپنے مدارس ہیں۔ اپنا نصاب ہے۔ گورنمنٹ کے نصاب کے ساتھ ساتھ حفظ و ناظرہ، انگریزی، اردو، گجراتی زبانوں میں دینی تعلیم کا نظام ہے۔ ہزاروں حافظ و حافظات سینکڑوں علماء و عالمات ہیں۔ برطانیہ میں پاکستانی کمیونٹی سے کہیں زیادہ ہندوستانی کمیونٹی کے اس دینی نظام تعلیم کو دیکھ کر حضرت مولانا سید اسعد مدنی ایسی دینی قیادت کی بیدار مغزی کو سلام کئے بغیر چارہ نہیں۔

برطانیہ میں جمعیۃ علمائے برطانیہ ایک متحرک دینی طاقت ہے۔ ہر چند کہ اس میں پاکستانی علماء کی اکثریت ہے۔ ان کا کام بھی خاصہ مسحور کن ہے۔ وہاں بھارت و پاکستان سے تعلق رکھنے والی کمیونٹی دینی مسائل میں یک دل و جان ہے۔ لیکن اس امر کا اعتراف، حقیقت کا اعتراف ہوگا کہ دینی مدارس و مساجد مکاتب کی اکثریت گجرات کے مسلمانوں کی ہے۔ اس میں حضرت مولانا سید اسعد مدنی کی خدمات کا بہت بڑا حصہ ہے۔ امریکہ، افریقہ، ہر جگہ کو اس پر قیاس کیا جا سکتا ہے۔ سال میں ایک بار، دو سے چار ماہ تک حضرت مولانا سید اسعد مدنی ان براعظموں کا دورہ رکھتے اور ایک طوفان کی طرح دن رات ایک کر کے پورے ملک کے کونہ کونہ میں پہنچتے۔ ایک دن میں کئی باضابطہ مرتب شدہ نقشے اور نظام کے تحت دورہ کرتے۔ آپ کے ان تبلیغی دوروں سے وہاں دین کی بہار کی کیفیت پیدا ہو جاتی۔ بیعت، ذکر، مراقبہ، بیان، مجلس، دعوت، ملاقات، ان مصروفیتوں کو دیکھ کر اندازہ کیا جانا مشکل نہ ہوگا کہ حضرت مولانا مرحوم ایک مرد آہن تھے۔ اگر کسی کے ہاں آدھ گھنٹہ وقت عنایت کیا تو اکتیس منٹ ہونے سے پہلے کھڑے ہو جاتے۔ چاہے میزبان جتنا چلاّئے۔ مگر آپ پرواہ نہ کرتے۔ اس کا فائدہ یہ ہوتا کہ تھوڑے وقت میں بہت سارے لوگوں کو فیضیاب کر دینے میں آسانی ہو جاتی۔

قادیانی لاٹ پادری مرزا طاہر آنجہانی نے ۱۹۸۴ء میں مجرمانہ فرار اختیار کر کے برطانیہ کو آماجگاہ بنایا۔ قادیانی گروہ کی مرکزیت چناب نگر سے برطانیہ تبدیلی ہوگئی۔ تب ۱۹۸۵ء میں برطانیہ میں سالانہ ختم نبوت کانفرنس کی داغ بیل ڈالی گئی۔ پہلی کانفرنس سے گزشتہ سے پیوستہ سال کی کانفرنس تک برابر ہر کانفرنس میں آپ نہ صرف شریک رہے۔ بلکہ کانفرنس کے منتظمین کو اپنی دعاؤں اور سرپرستی سے سرفراز فرمایا۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر مرکزیہ حضرت مولانا خواجہ خان محمد، نائب امیر مرکزیہ حضرت سید نفیس الحسینی شاہ اور حضرت مولانا سید اسعد مدنی کا باہمی احترام کا رشتہ قابل رشک تھا۔ خانقاہ سراجیہ کندیاں، خانقاہ سید احمد شہید لاہور میں پاکستان تشریف آوری کے موقعہ پر ضرور تشریف لاتے۔ ناممکن تھا کہ پاکستان تشریف لائیں اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی دفتر ملتان تشریف نہ لائیں۔ چناب نگر کی سالانہ آل پاکستان ختم نبوت کانفرنس پر تشریف لاتے۔ ایک بار جمعہ کی امامت بھی فرمائی۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی دفتر کے لئے ایک بار عصر سے رات گئے تک ٹائم عنایت فرمایا۔ مغرب کے بعد جلسہ سے خطاب کیا۔ ملتان، بہاول پور، ڈیرہ غازی خان سے علماء، مندوبین اس کانفرنس میں آپ کا بیان سننے کے لئے تشریف لائے۔ سیرت

النبی ﷺ پر خطاب فرمایا۔ آپ ﷺ کے بچپن سے وصال تک کے اہم اہم منتخب واقعات کو اس ترتیب وتسلسل سے بیان فرمایا کہ سماں بندھ گیا۔ اس موقعہ پر عجیب بات دیکھنے میں آئی کہ دوران بیان بجلی چلی گئی۔ آپ کے بیان میں رکاوٹ، تسلسل میں کمی یا آواز میں کوئی اتار چڑھاؤ نہیں ہوا۔ تذکرہ بھی نہیں فرمایا کہ بجلی چلی گئی۔ جس طرح بیان ہورہا تھا ہوتا رہا۔ تھوڑی دیر بعد بجلی آ گئی۔ تب بھی آنے کا تذکرہ نہیں کیا۔ کروٹ نہیں بدلی۔ اشارہ نہیں کیا۔ غرض بجلی کے آنے جانے کا ان پر مچھر کے برابر اثر نہیں ہوا۔ پاکستانی خطیب ہوتا تو آسمان سر پر اٹھالیتا۔ کہرام قائم کردیتا۔ منتظمین کو کوستا۔ مگر آپ اتنے پاورفل تھے کہ بجلی کا آنا جانا ذرہ برابر ان کی طبیعت پر اثر انداز نہ ہوسکا۔ ہزاروں کا اجتماع، لوگ مصافحہ کے لئے مصر ہوئے۔ معذرت کر کے وقت بچالیا۔ بیسیوں شیوخ حدیث وعلماء آپ سے بیعت ہونا چاہتے تھے۔ جلسہ کے بعد کھانا بھی تھا۔ بیعت کے لئے درخواست کی۔ فرمایا کہ پاکستان کے مشائخ سے بیعت ہوں۔ وقت نہیں۔ عرض کیا گیا کہ حضرت نسبت قائم ہوجائے گی۔ چونکہ اس دن کا آخری پروگرام تھا اور کہیں نہ جانا تھا۔ صرف آرام کرنا تھا۔ مان گئے۔ جس مہمان خانہ میں آپ قیام پذیر تھے وہاں کھانے کے لئے مہمان علماء جمع تھے۔ بیعت کرنے والوں کے لئے قطعاً گنجائش نہ تھی۔ ہم ابھی سوچ رہے تھے کہ کہاں بٹھائیں؟ دفتر کے کمرہ میں بلاتکلف فرش پر بیٹھ گئے۔ بیعت کے خواہش مند علماء ومشائخ سے کمرہ بھر گیا۔ دروازہ بند کرادیا اور بیعت کے فوائد، ضرورت اور اہمیت پر گفتگو شروع ہوگئی۔ ہم نے اس فرصت سے فائدہ اٹھایا۔ دسترخوان لگایا۔ مہمانوں کی ترتیب قائم کی۔ برتن رکھے۔ کھانا رکھنا چاہتے تھے کہ آپ کے مسترشد حضرت مولانا مظہر شاہ اسعدی نے فرمایا کہ ابھی کھانا نہ رکھیں۔ بیعت پر پون گھنٹہ لگے گا۔ ہم پاکستان کی خانقاہوں کی بیعت کے طریقہ سے آشنا تھے کہ دس پندرہ منٹ میں یہ عمل مکمل ہوجاتا ہے۔ پون گھنٹہ کیسے؟ تب منکشف ہوا کہ ایک آدمی ہو یا ہزار۔ حضرت مولانا سید اسعد مدنی کم ازکم پون گھنٹہ بیعت پر لگاتے ہیں۔ پہلے بیعت کے آداب، معمولات، وظائف وتلقین پر گفتگو کر کے پھر بیعت کرتے ہیں اور اس پر اتنا ٹائم لگ ہی جاتا ہے۔

آج معلوم ہوا کہ آپ ہر ایک کی درخواست پر فوری بیعت کے لئے کیوں آمادہ نہیں ہوتے۔ بلکہ اکثر انکار فرمادیتے تھے۔ بیعت سے قبل اعلان فرماتے کہ اگر کوئی پہلے سے کسی شیخ سے بیعت ہے اور وہ شیخ زندہ ہیں تو وہ اپنے شیخ سے رابطہ رکھیں۔ غرض مریدوں کی بھیڑ کی بجائے جن کی بیعت کرتے۔ گویا ان کی اصلاح کی ذمہ داری قبول کرتے۔ اس احتیاط کے باوجود بلامبالغہ لاکھوں افراد ہوں گے جو اقصائے عالم میں آپ سے بیعت ہوں گے۔ آپ سے خانقاہی آبرو وابستہ تھی۔ ورنہ نمائشی لوگ تو ہر بیان کے بعد اعلان کرتے اور کراتے ہیں کہ بیعت کرنے والے آگے آجائیں۔ کوئی نہ آئے تو پہلے سے بیعت شدہ مرید کو بٹھا کر عمل شروع کردیتے ہیں کہ دیکھا دیکھی کوئی اور شاید عمل میں شامل ہوجائے۔ دیکھئے اصل ونقل میں کس طرح زمین وآسمان کا فرق موجود ہے؟

اسی سفر میں عصر کے بعد علماء کے ساتھ چائے پر آپ کی ملاقات کے لئے دفتر مرکزیہ کی لائبریری میں اہتمام کیا گیا۔ بیٹھتے ہی فرمایا کہ مولانا! عیسائیت ورد عیسائیت کی لائبریری میں موجود کتب کی فہرست لائیں۔ دونوں رجسٹر سامنے رکھے۔ ان پر نظر ڈالی اور فرمایا کہ ان کی فوٹو کاپی چاہئے۔ عرض کیا بھجوادیں گے۔ خیال کیا کہ کئی صفحات کا بنڈل آپ کے لئے زحمت کا باعث نہ ہو۔ فوراً فرمایا کہ ابھی دینے میں کیا اشکال ہے؟ عرض کیا کہ ابھی پیش کرتے ہیں۔ فوٹو کرانے کے لئے ساتھی کو بھیجا تو مسکرائے اور فرمایا کہ دارالعلوم دیوبند میں جہاں ردقادیانیت پر سپلائزیشن کرائی جاتی ہے اب این جی اوز کی آڑ میں مسیحی مشنریاں بھارت میں بھی سرگرم عمل ہوگئی

ہیں۔ ردعیسائیت پر بھی علماء کی تیاری کے لئے شعبہ قائم کئے جانے کا فیصلہ کیا ہے۔ دارالعلوم کے حضرات کو پاکستان میں ردعیسائیت پر چھپنے والی کتب کی فہرست درکار تھی تو دفتر ختم نبوت ملتان سے فہرست لانے کا ان حضرات نے فرمایا تھا۔ تاکہ اس فہرست کا دارالعلوم کی فہرست سے موازنہ کر کے جو کتب موجود نہ ہوں ان کو منگوانے کا اہتمام کیا جاسکے۔ اس لئے اس فہرست کو لے جانا ضروری ہے۔ فرمایا کہ ہر بات کو سمجھانے کے لئے اتنی وضاحت کرنی پڑے تو پھر میں کام کر پایا؟ عرض کی کہ آپ کی اتنی وضاحت سے تو ہمارے لئے خوش کن انکشاف اور نئی خبر مل گئی۔ مسکرائے کہ بس اپنا دل خوش کرتے رہو، کام نہ کرنا۔ کیا پاکستان کے کسی جامعہ میں ردعیسائیت پر سپلائزیشن ہوتی ہے؟ ہماری خاموشی پر فرمایا کہ سمجھ گیا۔ باتیں کرنے اور کام کرنے میں بہت فرق ہے۔ اسی اثناء میں فرمایا کہ مجلس کی ردقادیانیت پر نئی چھپنے والی تمام کتب کے دو دو سیٹ لائیں۔ اب ہم پر قیل وقال کی فضولیت منکشف ہوگئی تھی۔ فوراً کتابیں لاکر پیش کردیں جن کا وزن کم از کم بیس کلو کے برابر تھا۔ فرمایا انہیں پیک کردو۔ پیک کردیں۔ اب ہم قیل وقال سے اپنی روایتی لیپا پوتی پر اتر آئے کہ حضرت لاہور یا جہاں فرمائیں کل تک پہنچ جائیں گی۔ وہاں سے صاحبزادہ مولانا سید محمود میاں یا سید رشید میاں آپ کے ہاں بھجوادیں گے۔ اتنا وزن آپ کے لئے ساتھ لے جانا تو مشکل ہوگا۔ فرمایا کہ ہمدردی کا شکریہ۔ واقعی مسافر بوڑھے کے لئے یہ بہت مشکل ہے۔ دوسرا سامان یہاں چھوڑا جاسکتا ہے لیکن کتابوں کو تو ساتھ لے جانے کا اپنا ہی لطف ہے۔ اس لئے ان کو ابھی میری گاڑی میں رکھوادیں۔ اس سے آپ کے قلم وکتاب سے عشق کو سمجھا جاسکتا ہے۔

کل پاکستان جمعیۃ علمائے اسلام نے پشاور میں دارالعلوم دیوبند کانفرنس کا اہتمام کیا۔ دیوبند سے بھاری بھرکم وفد نے اس میں شرکت کی۔ دارالعلوم کی اتنی بڑی قیادت کی اسلامیان پاکستان نے زیارت کی۔ موقعہ زیارت مہیا کرنے کا سامان حضرت مولانا فضل الرحمٰن نے کر کے ہم وطنوں پر احسان کیا۔ حضرت مولانا سید اسعد مدنی بھی تشریف لائے۔ آخری روز آخری سے پہلا بیان آپ کا تھا۔ جو وقت اختتامی دعا کے لئے طے تھا وہ قریب ہوگیا۔ آپ کا اعلان کیا گیا۔ آپ نے ایمان پرور انداز میں خطبہ مسنونہ پڑھا۔ لاکھوں سامعین پر وجد آفریں کیفیت طاری ہوگئی۔ خطاب چند جملوں میں مکمل کیا۔ وقت کی تنگی کا عذر کر کے بیٹھ گئے۔ حاضرین زیارت مختصر بیان سے تو ضرور مستفید ہوئے۔ لیکن تشنگی دور نہ ہوئی۔ بایں ہمہ لاکھوں کے سامنے بیان کرنے کی بجائے وقت کی پابندی کا وہ نمونہ قائم فرمایا کہ سبحان اللہ!

اپنے محبوب رہنما کی حکایت لذیذ کی طوالت کی معافی کے ساتھ عرض کرتا ہوں کہ پاکستان، بنگلہ دیش، افغانستان، برما، آسام، مالدیپ، نیپال، عرب امارات، سعودیہ، امریکا، افریقہ، کینیڈا، یورپ، فجی آئی لینڈ، انڈونیشیا غرض پوری دنیا کے مسلمانوں کے آپ قابل احترام رہنما تھے۔ ہر جگہ ابنائے دارالعلوم دیگر رہنماؤں کی طرح آپ کا دلی احترام کرتے تھے۔ آپ بھارت کے رہائشی تھے۔ ہر ملک کے ساتھ دوسرے ملک کی پالیسی یکساں نہیں ہوتی۔ اس لئے جہاں کہیں تشریف لے گئے اس ملک کے سیاسی مسائل پر ایک لفظ تک نہیں کہتے تھے۔ پاکستان اور بھارت کو لے لیں۔ دونوں ممالک کی کسی زمانہ اور کسی حد تک اب بھی پالیسی مختلف ہے۔ جو امر پاکستانیوں کے لئے اہم ہے، انڈیا کے لئے وہ غیر اہم ہے۔ دونوں ملکوں کی اپنی اپنی ترجیحات ہیں۔ کشمیر کے مسئلہ کو لے لیں۔ دونوں ممالک کی اپنی اپنی پالیسی ہے۔ اگر کوئی بات پاکستان میں یہاں کے مسلمانوں کی ترجیحات کو سامنے رکھ کر فرماتے تو آپ

کے پہنچنے سے قبل بھارت میں ہندو مسلم فسادات شروع ہو جاتا۔ وہاں کی ترجیحات کے مطابق یہاں بات فرماتے تو جانے سے قبل پاکستان میں طوفان قائم ہو جاتا۔ اس ایک مثال سے پوری دنیا کے مسلمانوں کی ترجیحات کو سامنے رکھیں تو آپ کی بالغ نظری کی داد دینی پڑتی ہے کہ بیرون بھارت، کہیں بھی کسی سیاسی مسئلہ کو ٹچ نہ کرتے۔ صرف ہر ملک کے مسلمانوں کی دینی رہنمائی فرماتے اور بس۔ یہی وجہ ہے کہ بیرون بھارت قطعاً اخبارات کے نمائندوں سے ملاقات نہ کرتے۔ تاکہ اخباری صنعت کو بات کا بتنگڑ بنانے کا موقعہ ہی نہ مل سکے۔ کوئی نمائندہ آ ہی گیا تو علیک سلیک کے بعد نپے تلے چند جملوں کے تبادلہ کے بعد اسے فارغ فرما دیتے۔

لیکن ہمارے خطہ کا اپنا مزاج ہے۔ یہاں ایک جہادی رہنما کو دارالعلوم دیوبند کانفرنس پشاور میں اس کی خواہش کے مطابق پروٹوکول نہ ملنا تھا نہ مل سکا۔ خیر سے اس قبیلہ کی اکثریت ایجنسیوں کی مرہون منت ہے۔ اس بونے رہنما نے اخباری صنعت کے ایک ایسے موقعہ کے متلاشی قلمکار کو گانٹھا۔ آپ کے خلاف مضمون چھپ گیا جو حقائق کا قتل عام اور خلاف واقعہ الزامات کا طور مار تھا۔ آپ نے اس کے جواب میں ایک لفظ نہیں فرمایا۔ صبر حضرت ایوب علیہ السلام کی سنت پر عمل کیا۔ لیکن آپ کے صبر کا اس خودساختہ جہادی رہنما پر بعد میں یہ اثر ہوا کہ خود اپنی سرزمین پر سر اٹھا کر چلنے کا حالات نے نہ رہنے دیا۔ اب تک ''کس نمے پرسد از من کہ بھیا کون ہو'' کا مصداق ہے۔ من عادلی ولیاً فقد اذنته بالحرب! کی زندہ عملی تصویر اسلامیان وطن کی آنکھوں کے سامنے ہے۔

ہاں! پوری دنیا کے مسلمانوں کے عقائد و دینی تشخص کو برقرار رکھنے، ان کا احترام بڑھانے میں آپ ہر جگہ نہ صرف کوشاں رہے۔ بلکہ خون جگر سے ایسا کرنے میں تأمل نہیں فرمایا اور اس میں کسی بھی مصلحت کو آڑے نہیں آنے دیا۔ جمعیۃ علمائے اسلام کے اختلاف سے آپ کا دل ٹوٹا۔ طرفین کو سمجھایا۔ لیکن معاملہ کی تہہ تک پہنچنے میں دیر نہیں لگائی۔ اپنی بھرپور محبت سے قائد جمعیۃ حضرت مولانا فضل الرحمٰن کو سرفراز کیا۔ لیکن احترام و تعلق دوسرے حضرات سے بھی قائم رہا۔

حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ، سحبان الہند حضرت مولانا احمد سعید، حضرت مولانا ابوالکلام آزاد، حضرت مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی، شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی کے بعد ہندوستان کے مسلمانوں کو حوصلہ دینے میں آپ نے جو کردار ادا کیا وہ تاریخ کا درخشندہ باب ہے۔ مثلاً جہاں کہیں فسادات ہوئے دیگر جماعتیں مشورہ کر کے پروگرام بنا رہی ہوتیں۔ لیکن آپ اتنی جلدی صحیح فیصلہ کرتے اور اس پر عمل پیرا ہوتے کہ اس پر سب ششدر رہ جاتے۔ پریشانی و زبوں حالی میں مسلمانوں کی مدد کے لئے سب سے پہلے پہنچنے والے قومی رہنما آپ ہوتے۔ آپ نے جمعیۃ علمائے ہند کو سماجی، تعلیمی، رفاہی اور قومی جماعت بنانے میں اہم کردار ادا کیا۔ آپ رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ کے تاسیسی اراکین میں شامل تھے۔ گزشتہ سے پیوستہ سال غسل کعبہ کی سرکاری تقریب میں آپ کو مدعو کیا گیا اور اس سعادت سے آپ بہرہ ور ہوئے۔

حضرت مولانا سید اسعد مدنی کا قد متوسط، متبسم نورانی چہرہ، عقابی نظریں، کھلی پیشانی، سڈول جسم، سادہ کھدر کا کرتا، متناسب اونچی شلوار، سر پر اکثر سبز کبھی سرخ عربی رومال باندھتے، چال میں وقار کے ساتھ ساتھ پھرتی اور تیزی، بات اتنی صاف اور آسان کہ ہر ایک کو سمجھ آ جائے، بات کرتے تو لبوں سے موتیوں کی برکھا شروع ہو جاتی، تہجد، اشراق، اوابین، تلاوت، سفر ہو یا حضر، ناغہ ناممکن ہوتا۔ زہد و غنا کے کوہ ہمالیہ، اوصاف حمیدہ سے قدرت نے فیاضی سے آپ کو حصہ نصیب فرمایا۔ تقویٰ، پرہیزگاری، علم و فضل کے باعث لاکھوں مسلمان آپ سے ٹوٹ کر محبت کرتے بلکہ عشق کرتے۔ واقعی محبوبیت ہو تو ایسی کہ جس کا سوکنوں کو بھی اعتراف ہو۔

حضرت مولانا سید اسعد مدنی کیا گئے۔ لاکھوں دلوں کی دنیا سونی ہوگئی۔ دل بجھ گئے:

دل گلستان تھا تو آنکھوں سے ٹپکتی تھی بہار
دل بیاباں ہوگیا عالم بیاباں ہوگیا

دل کی تکلیف وشوگر نے عرصہ سے آپ سے محبت شروع کر رکھی تھی۔ مگر معمولات جاری رہے۔ اس سال رمضان المبارک خیر خیریت سے گزرا۔ معمولات جاری رہے۔ عید کے قریب الیکٹرانک وہیل چیئر الٹنے سے چوٹ لگ گئی۔ تین ماہ دہلی کے معروف اپالو ہسپتال میں زیر علاج رہے۔ وقت موعود آن پہنچا اور دیکھتے ہی دیکھتے آخرت کو سدھار گئے۔ ان کے دل بے قرار کو قرار آ گیا۔ ''نم کنومۃ العروس'' کا مصداق ہوگئے!

۶؍فروری کو انتقال ہوا۔ ۷؍فروری کو دارالعلوم میں لاکھوں عوام نے جنازہ میں شرکت کی۔ شیخ الاسلام حضرت مدنی کے خانقاہ رائے پور، مظاہر العلوم سہارنپور اور شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی سے جو محبانہ تعلقات تھے آپ کے وصال کے بعد آپ کے جانشین حضرت مولانا سید اسعد مدنی نے ان کو نہ صرف قائم رکھا بلکہ آگے بڑھایا۔ آخری وقت بھی اس کا عملی مظاہرہ دیکھنے میں آیا کہ شیخ الاسلام حضرت مدنی کے جانشین کا جنازہ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی کے جانشین نے پڑھایا۔ اللہ رب العزت بہت ہی جزائے خیر دیں حضرت مولانا فضل الرحمٰن کو کہ علماء کی ایک جماعت کو لے کر جنازہ میں شریک ہوئے اور یوں اسلامیان پاکستان کا' خانوادۂ حضرت مدنی سے تعلق کا فرض کفایہ ادا ہوگیا۔ دارالعلوم دیوبند کے ہزاروں علماء، مشائخ اور اولیاء کا مسکن قبرستان قاسمی میں داخل خلد بریں ہوئے۔

رفتید ولے نہ از دل ما

''خطبہ صدارت، تحفظ ختم نبوت کانفرنس دہلی'' ۲۰؍جون ۱۹۹۸ء کو عیدگاہ ویلکم جعفر دہلی کے عظیم الشان گراؤنڈ میں آل انڈیا تحفظ ختم نبوت کانفرنس منعقد ہوئی۔ کانفرنس کا صدارتی خطبہ امیر الہند حضرت مولانا سید اسعد مدنی صدر جمعیۃ علماء ہند نے ارشاد فرمایا جو احتساب قادیانیت کی جلد۵۴ میں شائع کرنے کی سعادت حاصل کی۔

(۲۷۰) اسفندیار (کراچی)، مولانا

(وفات: اکتوبر۲۰۱۹ء)

آپ کراچی کے نامور عالم دین تھے۔ دیوبندی مکتب فکر کے بہت متحرک رہنما تھے۔ سواداعظم کے بانی عہدہ داروں میں شامل تھے۔ بکری پیڑا کراچی میں ادارہ قائم کیا۔ صوفی منش اجلی سیرت کے بزرگ تھے۔ عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰن صاحب کے عمر بھر شانہ بشانہ رہے۔ جمعیۃ علماء اسلام کے بہی خواہوں میں شامل تھے۔

(۲۷۱) اسلام الدین (محراب پور)، مولانا قاری

(پیدائش: ۱۹۴۱ء ...... وفات: جنوری۲۰۱۳ء)

آپ ۱۹۴۱ء میں تحصیل پانی پت کرنال ہندوستان میں پیدا ہوئے۔ آپ نے ۱۹۵۵ء میں شیخ القراء عارف باللہ قاری فتح

محمد صاحب نوراللہ مرقدہ کے پاس شکار پور میں حفظ القرآن شروع کیا اور حفظ کی تکمیل قاری عظیم اللہ اور قاری نعمت اللہ کے پاس کی۔ ابتدائی کتب کے درجات جامعہ اشرفیہ سکھر میں پڑھے اور آخری درجات دارالعلوم کراچی میں پڑھ کر فراغت حاصل کی۔ سب سے پہلے اصلاحی تعلق قطب الاقطاب حضرت حماد اللہ ہالیجوی سے قائم کیا۔ ان کی وفات کے بعد عارف باللہ ڈاکٹر عبدالحئی عارفی سے تعلق رہا۔ ان کے بعد حضرت حافظ ناصر الدین خاکوانی دامت برکاتہم سے تعلق قائم رکھا۔

پندرہ سال جامعہ اشرفیہ سکھر میں درجہ کتب کے مدرس رہے اور پھر گیارہ سال جامعہ عربیہ مدینۃ العلوم محراب پور میں نظامت علیا اور تدریس کے عہدے پر فائز رہے اور پھر اپنا ادارہ جامعہ دارالعلوم محمدیہ کوٹری کبیر روڈ پر قائم کیا۔ محراب پور اور گردونواح میں عقیدۂ ختم نبوت کے حوالے سے تنظیمی اعتبار سے کام نہیں تھا۔ آپ نے اس کا آغاز کیا اور احباب کی ذہن سازی اور فعّال کرنے میں بنیادی کردار ادا کیا۔ عقیدۂ ختم نبوت اور ناموس رسالت کے تحفظ کے لئے جب کبھی اکابر کی کال آئی تو آپ اپنے کارکنوں کے ساتھ میدان میں اترتے اور قیادت کرتے۔ اس کام میں آپ پیش پیش ہوتے۔ احباب نے ہر بار آپ پر ہی جماعت کی ذمہ داری کا بوجھ ڈالا۔ آپ مجلس تحفظ ختم نبوت محراب پور کے تاحیات امیر رہے اور اپنی ذمہ داری کا پورا پورا حق ادا کیا۔ اس حوالے سے نمایاں کردار ادا کیا۔ (ازقلم: مولانا عبدالصمد، محراب پور)

(۲۷۲) اسلم حیات (ایڈووکیٹ)، جناب ملک

(وفات: ۱۳؍جنوری ۱۹۷۵ء)

آپ نامور قانون دان تھے۔ لاہور میں جب امیر شریعت تشریف لاتے بقول آغا شورش کاشمیری کہ اسلم حیات صبح وشام حضرت امیر شریعت کی مجلس میں شریک صحبت رہتے۔ انہیں صحبتوں نے آپ کو سراپا عاشق ختم نبوت بنا دیا تھا۔

(۲۷۳) اسماعیل محمدی، مولانا

(وفات: ۲۶؍ستمبر ۲۰۱۶ء)

ملک کے نامور عالم دین اور نظریاتی مبلغ وخطیب مولانا اسماعیل محمدی دل کے دورہ سے جان کی بازی ہار گئے۔ آپ حویلی بہادر شاہ ضلع جھنگ سے تعلق رکھتے تھے۔ ثقہ عالم دین تھے۔ جھنگ کے ماحول میں جب ایک طبقہ نے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو تنقید کا نشانہ بنایا تو اسی جھنگ کے ایک عالم دین مولانا حق نواز مرحوم میدان میں آ گئے۔ آپ کے ساتھ کام کرنے والے بعض ناپختہ ذہن رافضیت کے رد میں خارجیت کا شکار ہونے لگے۔ تیرا علی رضی اللہ عنہ، میرا علی رضی اللہ عنہ، تیرا مہدی رضی اللہ عنہ، میرا مہدی رضی اللہ عنہ کی دل آزار بحث کے پر پرزے نکلنے لگے تو اسی جھنگ کے ایک عالم دین مولانا اسماعیل محمدی کو اللہ رب العزت نے توفیق دی کہ وہ خارجیت کے سیلاب کے سامنے سد سکندری بن گئے۔ آپ تمام تر مصلحتوں سے بالاتاک ہو کر حبّ اہل بیت رضی اللہ عنہم کی تصویر وعلامت بن کر سراپا وکیل ناموس اہل بیت رضی اللہ عنہم بن گئے۔ آپ نے اس محاذ کو ایسا کامیابی سے سنبھالا کہ اپنے، پرایوں کو ششدر کر دیا۔ یہ توفیق الٰہی سے سرشار اور موفق من

اللہ تعالیٰ تھے۔ ان کی تقاریر نے خارجیت کے دلوں میں شگاف ڈال دیئے۔ ان کی اس مقدس مشن کے لئے کامیاب کاوش نے ان کو ایک اعلیٰ مقام نصیب کیا۔ ان پر رافضی ہونے کے طعنے کسے اور پھبتیاں اڑائی گئیں۔ لیکن انہوں نے جس بات کو حق سمجھا اس پر وہ زندگی کے آخری سانس تک ثابت قدم رہے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر مرکزیہ حضرت حافظ ناصرالدین خاکوانی نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور انہیں رانا ٹاؤن گوجرانوالہ روڈ لاہور کے قبرستان میں رحمت حق کے سپرد کردیا گیا۔ حق تعالیٰ ان کی حسنات کو قبول فرمائیں۔ سیّات کو بھی حسنات سے مبدل فرمائیں۔ ان کی یادیں مدتوں رہیں گی۔

(۲۷۴) اشرف اللہ لاہوری، جناب حکیم

(وصال:۴/اپریل ۲۰۱۸ء)

حکیم صاحب نے لاہور وحدت روڈ پر اپنا مطب قائم کر رکھا تھا۔ آپ قابل فاضل نباض حکیم تھے۔ ہردلعزیزی نے آپ کو مرجع خلائق بنادیا تھا۔ آپ دواخانہ حکیم محمد اجمل خان مرحوم کے دواخانہ لاہور میں بھی اجمل دواخانہ کے حکیم کے طور پر مریضوں کو دیکھتے تھے۔ ہمارے مخدوم حضرت مولانا مفتی جمیل خان نے لاہور میں روضۃ الاطفال کی شاخ قائم کی تو اس وقت سے حکیم صاحب کا ان سے تعارف ہوا۔ پھر پورے حلقہ کے یاران میں ابریشم کی سی حیثیت اختیار کر گئے۔

عقیدۂ ختم نبوت کی نشرواشاعت کے لئے دل وجان سے عشق کا سا لگاؤ رکھتے تھے۔ خوب بذلہ سنج طبیعت پائی تھی۔ حضرت تھانوی کے حلقہ لاہور کے مشائخ سے بھی گہرے مراسم تھے۔ خود بھی تسبیح ودانہ کے دلدادہ تھے۔ گھر کے قریب کی جامع مسجد میں اعتکاف ہمیشہ کا معمول تھا۔ ابھی عمر بھی کوئی زیادہ نہ ہوگی۔ پچاس ساٹھ کی دہائی میں ہوں گے۔ چاک وچوبند جسم، مضبوط وتوانا اعصاب کے ساتھ خراماں خراماں زندگی گزار رہے تھے کہ اجل نے آن لیا۔ ایک حادثہ میں دنیا کو پھلانگ کر آخرت میں جاڈیرے لگائے۔

(ماہنامہ لولاک ملتان بابت ماہ اگست ۲۰۱۸ء ص۵۲،۵۳)

(۲۷۵) اشرف حسین رحمانی مونگیروی، جناب قاضی

خانقاہ مونگیر شریف کے بانی حضرت مولانا محمد علی مونگیری کے خادم ومتوسل جناب قاضی اشرف حسین رحمانی تھے۔ ایک قادیانی نے ’’اسرارنہانی‘‘ کے نام سے کتاب لکھی۔ قاضی صاحب نے ’’جواب حقانی ملقب بہ آئینہ صداقت‘‘ کے نام سے اس کا جواب تحریر کیا جو احتساب قادیانیت جلد ۳۰ میں شائع شدہ ہے۔

(۲۷۶) اشرف (سجادہ نشین پھلواری)، حضرت شاہ

مرزا قادیانی نے اپنے مخالف علماء ومشائخ کے نام ایک خط مقابلہ ومباہلہ کے لئے لکھا ہے۔ اس میں حضرت شاہ اشرف صاحب کو بھی انجام آتھم کے ص۷۲ نمبر۹۳ پر مخاطب کیا ہے۔ اس کا یہ معنی ہے کہ ملعون قادیان کے کفر کو الم نشرح کرنے میں آپ نے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ الحمد للہ!

(۲۷۷) اشرف علی تھانوی، حکیم الامت حضرت مولانا

(ولادت: ۱۹؍ستمبر ۱۸۶۳ء ...... وفات: ۱۹؍جولائی ۱۹۴۳ء)

ہندوستان میں مغل حکمرانی سے بھی قبل راجہ بھیم نے ضلع مظفرنگر میں ایک قصبہ قائم کیا۔ تھانہ بھیم اس کا نام تجویز ہوا۔ زمانہ گزرنے کے ساتھ تھانہ بھیم سے تھانہ بھون ہوگیا۔ صدیوں پہلے حضرت تھانوی کے اجداد کرام نے یہاں قیام کیا۔ آپ فاروقی النسل تھے۔ آپ کے ننھیال علوی تھے۔ آپ کے اجداد کرنال سے اور ننھیال جھنجھانہ سے یہاں آ کر آباد ہوئے۔ آپ کے والد کا نام شیخ عبدالحق تھا۔ جو ایک کشادہ دست تھے۔ میرٹھ کی ریاست میں مختار بھی رہے۔ انہوں نے اپنے بیٹے اشرف علی کو دینی تعلیم پر لگایا۔ فارسی کتب میرٹھ میں پڑھیں۔ حافظ حسین علی دہلوی سے حفظ کیا۔ تھانہ بھون میں حضرت تھانوی نے عربی اور فارسی کی کتب پڑھیں۔ پھر نصاب کی تکمیل حضرت مولانا منفعت علی سے دیوبند میں کی۔ دارالعلوم دیوبند میں ۱۲۹۵ھ میں داخل ہوئے اور ۱۳۰۱ھ میں فراغت حاصل کی۔ مولانا محمد یعقوب نانوتوی جو دارالعلوم دیوبند کے پہلے صدر مدرس اور حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکی کے خلیفہ مجاز تھے۔ ان کے ہاں سے بھی کسب فیض کیا۔ حضرت شیخ الہند کے ارشد تلامذہ میں بھی حضرت تھانوی کا شمار ہوتا ہے۔ حضرت گنگوہی نے دیگر طلباء کے ساتھ آپ کی بھی دستار بندی کی۔ زہے نصیب! کان پور میں مدرسہ فیض عام میں پڑھایا۔ اس دوران حضرت مولانا فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی سے تعلق خاطر قائم ہوا۔ پھر جامع العلوم کان پور کی بنیاد رکھی۔ چودہ سال یہاں پڑھایا۔ اس کے بعد اپنے شیخ حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکی کے حکم پر تھانہ بھون حضرت حاجی صاحب کی خانقاہ شریف میں آ گئے۔ حضرت تھانوی کی پیدائش سے قبل حضرت حاجی صاحب نے مکہ مکرمہ ہجرت کر لی تھی۔ پھر مکہ مکرمہ حاضری کے وقت حضرت تھانوی جو حضرت گنگوہی سے بیعت کے لئے حضرت حاجی صاحب سے سفارش کرانا چاہتے تھے۔ خود حضرت حاجی صاحب نے انہیں بیعت کر لیا۔ پھر وقت آیا کہ آپ حضرت حاجی صاحب کے خلیفہ بھی بنے۔ ادھر حضرت گنگوہی سے بھی برابر رابطہ رہا۔ آپ کی توجہات بڑھیں۔ خود حضرت گنگوہی کان پور قیام کے دوران میں بعض متوسلین کو اصلاح کے لئے حضرت تھانوی کے پاس بھیجتے۔ آپ کانپور سے تھانہ بھون آئے۔ آپ کے مرشد (حضرت حاجی صاحب) کی دکان معرفت پر رش بڑھا۔ ہزاروں آپ (حضرت تھانوی) سے بیعت ہوئے۔ ۱۲۹ حضرات آپ سے مجاز صحبت ہوئے۔ ان میں سے ستر مجاز بیعت یعنی خلفاء ہیں۔ ان میں قاری محمد طیب، مولانا خیر محمد جالندھری، مولانا مفتی محمد شفیع، مولانا سید سلیمان ندوی، مفتی محمد حسن، مولانا مسیح اللہ خان ایسے ایسے حضرات جو اپنے زمانہ میں یگانہ روزگار تھے۔ ہندوستان میں حضرت معین الدین اجمیری، حضرت قطب الدین بختیار کاکی، حضرت فریدالدین پاکپتن، حضرت بہاءالدین زکریا ملتانی، حضرت سید جلال بخاری اوچ شریف، حضرت نظام الاولیاء اور حضرت مجدد الف ثانی کے بعد حضرت تھانوی سے قدرت حق نے جو تصوف کا کام لیا۔ وہ بھی دیانت دار آدمی نظرانداز نہیں کر سکتا۔ وقت کی پابندی، مریدین کی اصلاح کے ایسے جدید اسلوب اختیار کئے کہ دنیا عش عش کر اٹھی کہ آپ واقعی حکیم الامت تھے۔ آپ کی تصنیفات کی طرف توجہ کی جائے تو حیرت ہوتی ہے کہ علامہ جلال الدین سیوطی بھی کثیر التصانیف بزرگ گزرے ہیں۔ لیکن حضرت تھانوی نے بھی ریکارڈ قائم کیا۔ حق تعالیٰ آپ کی تربت کو بقعۂ نور بنائے۔

حکیم الامت شاہ محمد اشرف علی تھانوی کی خدمت میں مولانا لال حسین اختر مرزائیت ترک کرنے کے بعد حاضر ہوئے، مرزائی مبلغین کی مولانا لال حسین کے ہاتھوں شکست و ریخت کا سن کر خوشی کا اظہار فرمایا، دعا کے بعد فرمایا: ''مولانا! آپ تحفظ ختم نبوت و مرزائیت کی تردید کر کے عظیم دینی فریضہ سرانجام دے رہے ہیں، یہ دونوں امور عبادت ہیں، ان میں شرک کا شائبہ نہ ہونا چاہئے، کیونکہ جس عبادت میں شرک ہو اللہ تعالیٰ اسے قبول نہیں فرماتے۔'' (روئیداد مجلس ۱۹۸۲ء ص ۷)

نفس کو ریا سے بچانے کا طریقہ

مولانا لال حسین اختر نے حضرت تھانوی سے عرض کیا کہ: ''حضرت! میں ختم نبوت پر وعظ کرتا ہوں، مگر ہزار احتیاط کے باوجود جب کبھی تقریر میں نعرہ لگتا ہے تو دل میں یہ خیال آجاتا ہے کہ تقریر سے لوگ خوش ہیں، اور نفس ریا کا شکار ہو جاتا ہے، اس کا علاج تجویز فرمائیں۔'' اس پر آپ نے فرمایا: ''مولانا اختر! آپ تقریر سے قبل نیت کر لیا کریں: ''یا اللہ! مجھ سے ایسا وعظ ہو جائے جس سے کہ یہ تیرے نیک بندے خوش ہو جائیں، پھر ان کی خوشی سے آپ بھی مولائے کریم خوش ہو جائیں۔'' کیونکہ مسلمان نیک لوگوں کو خوش کرنا عبادت ہے، اس عبادت سے رب کریم کو راضی کرنا بھی عبادت ہوگا، اس طرح آپ کی تقریر ریا سے بچ جائے گی۔''

حضرت تھانوی کی کرامت

مجلس کے اختتام پر علیحدہ لے جا کر حضرت تھانوی نے مولانا اختر سے فرمایا کہ: ''مولوی صاحب! ایک بات کہتا ہوں، مگر آپ وعدہ کریں کہ انکار نہ کریں گے۔'' مولانا اختر نے عرض کی کہ: ''حضرت! ارشاد فرمائیں، تعمیل ہوگی۔'' حضرت تھانوی نے فرمایا کہ: ''میں ماہانہ کچھ نہ کچھ آپ کو ڈاک کے ذریعے رقم ہدیۂ بھجواؤں گا، آپ انکار نہ کریں گے!'' مولانا اختر فرماتے کہ: ''اس کے بعد ہر ماہ حضرت کی طرف سے منی آرڈر ملنا شروع ہو گئے، کسی ماہ ناغہ ہوا تو اگلے ماہ دونوں ماہ کا اکٹھا مل جاتا، غرضیکہ اس طرح آپ کی زندگی میں یہ معاملہ چلتا رہا۔ جس ماہ آپ کا انتقال ہوا، اس سے اگلے ماہ سردار احمد خان پتافی رئیس جام پور نے ماہ بماہ مجھے ہدیہ بھجوانا شروع کر دیا، حالانکہ اس سے قبل انہوں نے کبھی ایسا نہ کیا تھا، جس ماہ سردار صاحب کا انتقال ہوا، اس سے اگلے ماہ میاں خان محمد صاحب چوکیرہ، ضلع سرگودھا نے ماہ بماہ میری اعانت شروع کر دی، حالانکہ اس سے قبل انہوں نے ایسا نہ کیا تھا، جب میاں صاحب کا انتقال ہوا تو مولانا محمد علی جالندھری نے اتنا میری تنخواہ میں اضافہ کر دیا۔'' آپ فرماتے تھے کہ: ''جو حضرت تھانوی نے میرا وظیفہ مقرر کیا تھا، ان کی کرامت ہے کہ ان کی وفات کے بعد بھی بند نہیں ہوا، بلکہ مختلف ذرائع سے ملتا رہا۔''

ختم نبوت میں شمولیت کی رکنیت فیس

حضرت تھانوی کی خدمت میں مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی حاضر ہوئے اور آپ نے فرمایا کہ: ''حضرت! شعبۂ تبلیغ احرار اسلام، قادیان میں تبلیغی و تدریسی خدمات سرانجام دے رہا ہے، مبلغین احرار کی ایک جماعت، قادیان اور اس کے مضافات میں تحفظ ختم نبوت اور تردید قادیانیت کا فریضہ سرانجام دے رہی ہے، اس کا ملکی سیاست سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔'' حضرت تھانوی نے فرمایا کہ: ''ختم نبوت کے شعبے میں شمولیت کے لئے فیس رکنیت کا کیا ہے؟'' حضرت لدھیانوی صاحب نے فرمایا کہ: ''سالانہ ایک روپیہ!''

اس پر حضرت تھانوی نے پچیّس روپے عنایت فرمائے کہ: ’’میری طرف سے شعبۂ ختم نبوت میں شمولیت کے لئے پچیّس سال کی فیس رکنیت ہے، اگر اس عرصے میں فوت ہوگیا تو ختم نبوت کے رضا کاروں میں میرا بھی شمار ہوگا۔‘‘ چنانچہ اللہ تعالیٰ کی شان! کہ آپ اسی عرصے میں فوت ہوئے۔ (روایت: حضرت مولانا محمد عبداللہ، شیخ الحدیث جامعہ رشیدیہ)

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کی ردقادیانیت پر گرانقدر تصنیف ’’الخطاب الملیح فی تحقیق المھدی والمسیح ‘‘ احتساب قادیانیت جلد چہارم میں شامل کرنے کی سعادت پر رب کریم کے حضور سجدہ شکر بجالاتے ہیں۔ یہ وہ کتاب ہے جو مرزا قادیانی کے زمانہ حیات میں شائع ہوئی۔ مگر بدباطن مرزا قادیانی کی کورباطنی اور بدعقلی پر ماتم کیجئے کہ وہ اپنی کتاب (براہین احمدیہ حصہ پنجم ص ۱۹۹، خزائن ج۲۱ ص ۳۷۱) پر اسے حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کی تصنیف قرار دے کر جواب کے لئے ہاتھ پاؤں مارتا ہے۔ قادیانی کرم فرما، مرزا قادیانی کی بدعقلی وسوئے فہمی پر ماتم کریں کہ ٹائٹل پر لکھے ہوئے مصنف کے نام کو جو شخص پڑھنے کی صلاحیت نہیں رکھتا اس نے جواب کیا دیا ہوگا؟ قادیانی اس کتاب کو پڑھیں اور مرزا قادیانی کے جواب سے تقابل کریں کہ مرزا قادیانی کو جواب دہی سے سوائے رسوائی وندامت کے اور کیا حاصل ہوا ہے؟

اس کتاب کی تصنیف کی تقریب یوں ہوئی کہ انبالہ کے منشی کرم خان نے چند سوالات لکھ کر حضرت تھانوی سے ان کا جواب طلب کیا۔ آپ نے مرزائیوں کے سوالات کو ’’قول مرزا‘‘ اور اس کے رد کو ’’جواب‘‘ کا عنوان دے کر یہ کتاب تحریر فرمادی جو قدرت حق کی طرف سے مرزا قادیانی کے منہ پر طمانچہ تھا اور اہل اسلام کے لئے بہت بڑا علمی سرمایہ۔ یہ کتاب ایک آدھ بار شائع ہوئی۔ پھر احتساب قادیانیت کی جلد۴ میں اسے شائع کیا گیا۔

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کی ردقادیانیت پر دوسری گرانقدر تصنیف ’’قائد قادیان‘‘ ۲۲؍شوال ۱۳۳۸ھ بمطابق ۳۰؍جون ۱۹۲۰ء کی ہے۔ اس کی پہلی فصل میں مرزا قادیانی ملعون کے اقوال نقل کر کے اس کا رد کیا گیا ہے جو اہل علم کے لئے ایک علمی تحفہ ہے۔ اس میں مرزا قادیانی ملعون کے ۱۲۵ اقوال کا رد لکھا گیا ہے۔ مرزا قادیانی کے اقوال ودعاوی کی تردید کے بعد اسی فصل اوّل کا ضمیمہ تحریر فرمایا ہے۔ جس میں مرزا قادیانی کے علم واعمال واخلاق کی کیفیت بیان کی گئی ہے۔ فصل ثانی میں ردقادیانیت کی کتب کی فہرست بمع مختصر تعارف کے نقل فرمائی۔ حیات مسیح پر لکھے گئے رسائل کا علیحدہ تعارف تحریر فرمایا ہے اور آخر میں مونگیر سے شائع شدہ رسالہ ’’جماعت احمدیہ سے خیر خواہانہ گزارش اور مسیح قادیان کی حالت کا بیان‘‘ کو بطور ضمیمہ اپنی کتاب کا حصہ بنادیا ہے۔ حکیم الامت حضرت تھانوی کی یہ تصنیف لطیف رسالہ النور تھانہ بھون میں قسط وار شائع ہوئی۔ ۸۴ سال بعد ’’النور‘‘ سے پہلی بار اسے کتابی شکل میں احتساب قادیانیت جلد۴ میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے شائع کرنے کی سعادت حاصل کی۔ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نے مرزا قادیانی کے متعلق فتویٰ لکھا کہ: ’’ایسے عقائد کا معتقد کتاب اللہ کی بنیادوں کو منہدم کرنے والا، سنت رسول اللہ کو خاک میں ملانے والا، اجماع مسلمین کا مقابلہ کرنے والا ہے۔‘‘

(۲۷۸) اشرف علی (ساکن سلطان پور ریاست کپورتھلہ)، مولوی

آپ نے مرزا قادیانی کے متعلق تحریر فرمایا: ’’احقر الناس کو قادیانی کی نسبت اس کے ابتدائے امر میں بہت کچھ حسن ظن تھا،

لیکن جب اس کی کتابوں: ’’فتح اسلام‘‘، ’’توضیح المرام‘‘ اور ’’ازالہ اوہام‘‘ کے اکثر مضامین کتاب اللہ، سنت رسول اللہ (ﷺ) اور طریق سلف صالح کے خلاف نظر آئے تو معلوم ہوا کہ اس شخص کو فرقہ حقہ اہل سنت والجماعت سے کوئی سروکار نہیں ہے۔ میں نے قادیانی کے کشف حال کے لئے حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی سے درخواست کی کہ باطنی طور پر ملاحظہ فرما کر ارشاد فرمائیں۔ انہوں نے اپنا مکاشفہ تحریر فرمایا کہ: اس کا حال مختار ثقفی کا سا بتلایا گیا ہے، جو مرزا کی طرح ایک خانہ ساز نبی گزرا ہے۔ عاجز نے خود مرزا قادیانی کے متعلق استخارہ کیا، پہلی دفعہ اس کی مسجد کو ایسی صورت میں دیکھا کہ اس کا دروازہ شمال کی طرف اور پشت جنوب کی طرف ہے، جس میں نماز پڑھنے سے جنوب کی طرف سجدہ ہوتا ہے۔ دوسری مرتبہ قادیانی صاحب بذات خود ایسی صورت میں دکھائی دیئے کہ مونچھیں قدر مسنون سے بہت بڑھی ہوئی ہیں، گویا کسی سکھ کی مونچھیں ہیں۔ میرے ایک دوست میاں گلاب خان افغان، ساکن کپورتھلہ، حال وارد سلطان پور نے بھی اس کی نسبت استخارہ کیا تو جواب میں ایک ناپاک اور موذی جانور (خنزیر) دکھائی دیا۔ علمائے ظاہر کے علاوہ اہل کشف بھی اس کے مفتریانہ خیالات سے سخت متنفر ہیں اور فرماتے ہیں کہ: بہ مصداق: ’’مَنْ لَّا شَیْخَ لَہٗ فَشَیْخُہٗ شَیْطَانٌ‘‘ بغیر کسی شیخ کامل کے وادیٔ طریقت میں قدم رکھنے سے شیطان کے پنجے میں گرفتار ہو گیا ہے، اور اس کے وساوس کو الہامات ربانی سمجھ رہا ہے... العیاذ باللہ ...اس کی کتابوں سے اس کا مدعیٔ نبوت ورسالت ہونا صاف ظاہر ہے، اس لئے رسول خدا ﷺ کے اس ارشاد کے بموجب کہ: ’’قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک قریباً تیس دجال کذّاب ظاہر ہو کر دعوائے نبوت نہ کرلیں۔‘‘ (بخاری ومسلم)

یہ شخص بھی ان تیس میں سے ایک ہے۔ اس نے ’’توضیح المرام‘‘ کے صفحہ: ۱۸، ۱۹ پر محدث ہونے کے پیرایہ میں اپنا نبی ہونا صاف بتایا ہے، ایک جگہ یہ بھی لکھ دیا ہے: ’’ان النبی محدَّث والمحدَّث نبیٌّ‘‘ مجھے اس شخص کی حالت پر بہت افسوس ہے، حق تعالیٰ اس کو راہ راست پر لائے، ورنہ اہل اسلام کو اس کے فتنے سے بچائے۔‘‘ (رئیس قادیان ج۲ ص۶۳،۶۴)

(۲۷۹) اشرف علی عظیم آبادی، مولانا

(وفات: شوال ۱۳۲۶ھ/نومبر ۱۹۰۸ء)

مولانا اشرف علی عظیم آباد (پٹنہ) میں جناب احمد اللہ صاحب کے ہاں پیدا ہوئے۔ آپ کے دادا کا اسم گرامی الٰہی بخش اور پردادا کا نام ہدایت علی تھا۔ آپ کا گھریلو اور خاندانی ماحول علمی تھا۔ یہی وجہ تھی کہ آپ نے علم اپنے والد، بھائی اور چچا جان سے حاصل کیا۔ لکھنؤ میں علوم دینی حاصل کئے۔ بعدازاں مغربی علوم کے لئے کلکتہ کا رخ کیا اور وہاں کالج میں اعلیٰ نمبر حاصل کئے۔ اسی قابلیت کی وجہ سے انگریزوں نے شمس العلماء کا خطاب دیا۔ جب دیگر علماء کی طرح مولانا نذیر حسین دہلوی نے مرزا قادیانی کے خلاف فتویٰ دیا تو آپ نے ان الفاظ کے ساتھ تائید حسنہ کی: ’’ما اجاب به السید العلامة المحدث الدهلوی هوا حق بالقبول‘‘ جو جواب علامہ سید محمد دہلوی نے دیا ہے وہ لائق قبول ہے۔ (فتاویٰ ختم نبوت ج۲ ص۲۱۱)

(۲۸۰) اصغر حسین دیوبندی، مولانا میاں

(ولادت:۱۲۹۴ھ/ ۱۸۷۷ء وفات:۱۳۶۴ھ/ ۸/جنوری ۱۹۴۵ء)

حضرت مولانا میاں اصغر حسین دیوبند میں پیدا ہوئے۔ والد بزرگوار کا نام شاہ محمد حسن تھا۔ اپنے والد گرامی سے قرآن شریف اور فارسی کی تعلیم حاصل کی۔ ۱۳۱۰ھ سے ۱۳۲۰ھ تک دارالعلوم دیوبند میں تعلیمی مشغلہ رہا۔ بعد فراغت سات سال تک جون پور کی اٹالہ مسجد میں تعلیمی مصروفیت رہی۔ اس کے بعد ارباب دارالعلوم دیوبند نے ماہنامہ رسالہ ''القاسم'' پر مامور فرمادیا۔ حضرت تعویذات کے امور میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔ آپ کی خدمت خلق کا دائرہ کار بہت وسیع تھا۔ آپ کو حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکی اور اپنے بزرگ ماموں میاں جی منے شاہ سے خلافت واجازت حاصل تھی۔ آپ نے دارالعلوم دیوبند میں ہی دارالمسافرین کے نام سے مسافرخانہ قائم کیا۔ گجرات راندیر میں حرکت قلب بند ہونے کی وجہ سے آپ کا انتقال ہوا۔ مرزا غلام احمد قادیانی کے خلاف شائع ہونے والے فتاویٰ جات پر آپ کے بھی دستخط موجود ہیں۔ (فتاویٰ ختم نبوت ج۲ص ۳۶۵)

(۲۸۱) اصغر خان (ایئر مارشل)، جناب

(پیدائش: ۱۷/جنوری ۱۹۲۱ء، جموں ...... وفات: ۵/جنوری ۲۰۱۸ء، ایبٹ آباد)

پاک فضائیہ کے پہلے مسلمان کمانڈر انچیف فوجی اعلیٰ افسر ایئر مارشل تھے۔ تحریک استقلال کے بانی تھے۔ خالصتاً فوجی کھوپڑی رکھتے تھے۔ ادھر ادھر سیاسی جماعتوں میں گلہری سے بھی زیادہ تیز چھلانگیں بھرنے کے ماہر تھے۔ عمر بھر اقتدار کے لئے سرگرم عمل رہے۔ لیکن اقتدار بخشنے والی قوتوں نے ٹشو پیپر کی طرح استعمال کر کے پھینک دیا۔ قومی اتحاد کو چھوڑا، جسٹس پارٹی بنائی۔ پھر اس کو توڑا۔ سیاست میں نہ عوام نے قبول کیا نہ سیاستدانوں نے، نہ اسٹیبلشمینٹ نے گھاس ڈالی۔ ایک دفعہ قضیہ کھڑا ہوا کہ یہ قادیانی ہیں۔ حضرت خواجہ خان محمد صاحب کے حکم پر فقیر اور مولانا عبدالرؤف جتوئی ایبٹ آباد گئے۔ مولانا شفیق الرحمٰن کیہال نے ان کے گھر جا کر ان سے قادیانیوں کے کفر پر دستخط شدہ خط لے کر آ گئے۔ ذیل میں اس کے پانچ بیان ملاحظہ ہوں: ''قادیانی اقلیت ہیں اور ان کا عقیدہ مسلمانوں سے مختلف ہے۔ ملت اسلامیہ کا یہ عقیدہ آج کوئی نیا نہیں۔ اسی دن سے ہے جب یہ فتنہ پیدا ہوا تھا۔ ہر صحیح العقیدہ مسلمان کی طرح میرا بھی ایمان ہے کہ قادیانی غیر مسلم اقلیت ہیں۔ قادیانیوں کے بارے میں میرا مؤقف اس سے بھی کچھ آگے ہے۔ میں جب یہ کہتا ہوں کہ یہ صرف ایک سیاسی جماعت نہیں، ٹریڈ یونین بھی ہیں اور کلیدی عہدوں پر قابض ہو کر پاکستان کے چوہدری بننا چاہتے ہیں تو گویا اس رائے کا اظہار کرتا ہوں کہ اس ملک میں غیر مسلم اقلیتیں تو اور بھی ہیں۔ لیکن قادیانی ایک ایسی غیر مسلم اقلیت ہیں جو باقاعدہ ایک منصوبے کے تحت اعصابی اور کلیدی عہدوں پر قابض ہوئے ہیں اور انہوں نے مملکت پاکستان کے اندر اپنی ایک الگ مملکت بنا رکھی ہے۔ ہم برسر اقتدار آ گئے تو انہیں غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا معاملہ تو خیر ایک مذہبی فریضہ ہے، ہم ان کی زیر زمین سرگرمیوں پر نظر رکھنا بھی ضروری سمجھیں گے۔ تا آنکہ یہ محبّ وطن اقلیت کی طرح زندگی بسر کرنے لگیں۔''

(ہفت روزہ لیل ونہار ص۶، ایڈیٹر مجیب الرحمٰن شامی مؤرخہ ۲۲/جون تا ۲۹/جون ۱۹۷۴ء)

’’قادیانی مسئلہ کا قانونی حل فراہم ہوگیا ہے۔لیکن عملاً اس قانون کو نافذ کرنا باقی ہے۔میرے خیال میں یہ کام صرف ایسی حکومت کر سکے گی جو قادیانیوں کی ممنون احسان نہ ہو اور جو ملکی سالمیت کو اپنے اقتدار کی خواہش پر ترجیح دیتی ہو اور اسلامی قدروں کے بارے میں فی الحقیقت مخلص ہو۔قادیانی فتنہ یقیناً ملک کے اندر اور باہر پھیلا ہوا ہے۔لیکن اس کا مرکزی قلعہ پاکستان میں ہے۔اگر ترمیم شدہ قانون کی روشنی میں صحیح اور جائز اقدامات کئے جائیں تو یہ قلعہ منہدم ہوسکتا ہے اور بیرون ملک بھی اسی کے اثرات بڑی حد تک زائل ہوسکتے ہیں۔آپ کا خیال درست ہے کہ آئین میں ترمیم کو اپنے منطقی انجام **Logical Conclusion** تک پہنچانا بھی ضروری ہوجاتا ہے۔اس غرض کے لئے موقع ومحل کے اعتبار سے طریقہ کار وضع کیا جاسکتا ہے۔میں سمجھتا ہوں کہ ان لوگوں کے لئے یہ کوئی مشکل کام نہیں جو نظریہ پاکستان کے علمبردار اور صرف محمد عربی ﷺ ہی کے وفادار ہوں۔‘‘ (ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک نومبر ۱۹۷۴ء)

’’قادیانیوں کے مسئلہ کا حل ایک بڑی کامیابی ہے۔آج کا دن بڑا مبارک دن ہے۔‘‘

(ہفت روزہ لولاک فیصل آباد مؤرخہ ۲۶ ستمبر ۱۹۷۵ء، نوائے وقت لاہور)

’’قادیانی ملک پاکستان کے وفادار نہیں۔ان کی ہمدردیاں آج بھی اسی ملک کے ساتھ ہیں جہاں ان کا قادیان ہے۔وہ ہمیشہ اکھنڈ بھارت کے علمبردار رہے ہیں۔ستمبر ۱۹۷۴ء کی پارلیمنٹ کے فیصلے سے ملک کی سالمیت کا تحفظ ہوگیا ہے۔اب وہ ہمارے ملک کے خلاف کوئی سازش نہیں کرسکیں گے۔‘‘ (ماہنامہ ضیائے حرم دسمبر ۱۹۷۴ء)

’’ملک وملت کے لئے سب سے بڑا خطرہ فتنۂ مرزائیت ہے۔‘‘ (ہفت روزہ لولاک فیصل آباد مئی ۱۹۷۴ء)

(۲۸۲) اصغر علی روحی، حضرت مولانا

(ولادت: ۱۸۷۱ء ...... وفات: ۳۰ رمئی ۱۹۵۴ء)

مولانا اصغر علی روحی راجپوت برادری سے تعلق رکھتے تھے۔آپ کے والد گرامی کا نام قاضی شمس الدین تھا۔سلسلہ نسب یوں ہے۔مولانا اصغر علی روحی بن قاضی شمس الدین بن پیر بخش بن رکن الدین بن حامد بن عیسیٰ۔سیالکوٹ کے موضع کانبانوالہ کے رہنے والے تھے۔آپ کے والد قاضی شمس الدین کانبانوالہ ضلع سیالکوٹ سے ترک وطن کر کے دریائے چناب کے کنارے جی.ٹی روڈ کے قریب قصبہ کٹھالہ چناب میں تشریف لائے۔یہاں کٹھالہ کے نام سے ریلوے اسٹیشن بھی ہے۔وزیر آباد سے چھ سات میل پر ضلع گجرات میں یہ قصبہ واقع ہے۔اسی کٹھالہ کو مولانا اصغر علی روحی کے مولد ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔۱۸۷۱ء کے اوائل میں مولانا کی پیدائش ہوئی۔مولانا اصغر علی کے والد گرامی کا انتقال ۱۸۷۹ء میں ہوا۔والد صاحب کی وفات کے وقت مولانا اصغر علی کی عمر آٹھ سال تھی۔آپ چار بھائی تھے۔سب سے چھوٹے آپ تھے۔اس چھوٹی عمر میں والد گرامی نے ابتدائی کتب آپ کو نہ صرف پڑھادی تھیں بلکہ بعض کتابیں از بر بھی کرادی تھیں۔والد صاحب مرحوم کے وصال کے بعد گجرات کے بعض مدارس میں سلسلہ تعلیم کو جاری رکھا۔اس زمانہ میں دہلی ولاہور علم کے مراکز سمجھے جاتے تھے۔مولانا اصغر علی اس چھوٹی عمر میں ہی لاہور تعلیم کے حصول کے لئے جانا چاہتے تھے۔مگر والدہ سے اجازت نہ ملتی تھی۔بار بار کے اصرار پر والدہ سے اجازت ملی تو ٹرین کے ذریعہ لاہور آئے۔لوہاری منڈی مسجد پٹولیاں میں پہلی نماز ادا کی۔جہاں مولانا عبدالوہاب نام کے نابینا بزرگ امام تھے۔علیحدگی میں مولانا اصغر علی روحی ان سے ملے۔اپنی بپتا سنائی

اور یہ بھی بتایا کہ میں نے صرف ونحو کی چند کتب والد مرحوم سے پڑھی ہیں۔ امتحان دیا جواب درست تھے تو مولانا عبدالوہاب نے صرف ونحو پڑھنے کے لئے زمرہ طلباء میں داخل کرلیا۔ ۱۸۸۱ء میں منشی کلاس اورینٹل کالج میں داخلہ بھی لے لیا۔ پھر ۱۸۸۲ء سے ۱۸۹۲ء تک دس سال میں منشی، منشی فاضل، مولوی فاضل، بی.او.ایل، ایم.او.ایل تک دس سال میں گیارہ ڈگریاں حاصل کرلیں۔ ہمیشہ یونیورسٹی بھر میں اوّل یا دوم آتے رہے۔

مولانا عبدالحکیم کلانوری، مولانا غلام قادر بھیروی، مولانا فیض الحسن سہارنپوری، مولانا مفتی محمد عبداللہ ٹونکی، مولانا نذیر حسین دہلوی رحمہم اللہ تعالیٰ ایسے یگانہ روزگار حضرات سے مولانا روحی نے اکتساب علم کیا۔ آپ یونیورسٹی میں اوّل آتے رہے تو آپ کو وظیفہ ملنا شروع ہوا۔ پھر ملازمت بھی مل گئی۔ ۱۸۹۲ء میں ہی اورینٹل کالج کے پروفیسر لگ گئے۔ آپ نے یتیمی کے دور میں بڑی مشقت سے تعلیم حاصل کی۔ جب ان واقعات کا اولاد کے سامنے تذکرہ کرتے تو آنسو بھر لاتے۔ تمام بھائیوں اور والدہ کی خدمت کی۔ سالانہ رخصت کا عرصہ ہمیشہ والدہ کے پاس کٹھالہ گاؤں میں گزارتے۔

آپ نے فارسی وعربی ادب میں اتنا رسوخ حاصل کرلیا کہ ان زبانوں میں شعرگوئی شروع کردی۔ انجمن حمایت اسلام لاہور کے جلسوں میں مولانا محمد حسین آزاد، مولانا حالی، مولانا شبلی، نواب بہاول پور، علامہ اقبال، نواب محسن الملک سے رابطہ ہوا تو آپ کے علم کے جوہر کھلنے لگے اور شعرگوئی نے شہرت حاصل کرلی۔

جناب محمد ذوالفقار رانا نے پنجاب یونیورسٹی سے ۱۹۸۴ء میں پی.ایچ.ڈی کے لئے ’’مولانا اصغر علی الروحی احوال وآثار اور ان کے عربی دیوان شعر کی جمع وترتیب‘‘ کے عنوان پر چار جلدوں میں مقالہ لکھا۔ جس میں مولانا روحی کا عربی کلام سارا جمع ہوگیا۔ فارسی دیوان بھی مولانا روحی کے بیٹے ڈاکٹر محمد ضیاء الحق صوفی صدر شعبہ عربی واسلامیات گورنمنٹ کالج لاہور کے پاس موجود تھا۔ مولانا روحی ۱۸۹۲ء سے پروفیسر لگے۔ ۱۹۳۱ء میں ریٹائرڈ ہوئے۔ اسلامیہ کالج کی تعمیر میں چھ بلاک بنے تو ایک بلاک کو ’’روحی بلاک‘‘ کا نام دیا گیا۔ میاں امیرالدین، جناب حمید نظامی، چوہدری رحمت علی، خلیفہ شجاع الدین، مولانا غلام رسول مہر، شفاء الملک، حکیم محمد حسن قریشی، چوہدری محمد علی (سابق وزیراعظم پاکستان) ایسے سینکڑوں نامور شخصیات کو آپ کے شاگرد ہونے کا اعزاز حاصل تھا۔ انجمن حمایت اسلام کے اکتوبر ۱۸۹۷ء میں مدرسہ حمیدیہ کے سربراہ بنے۔ انجمن نعمانیہ ۱۳۰۴ھ میں قائم ہوئی۔ اس میں بھی آپ نے خدمات سرانجام دیں۔ غرض سرکاری وغیرسرکاری تعلیمی اداروں میں آپ مختلف ممتاز عہدوں پر سرفراز رہ کر تعلیمی خدمات سرانجام دیتے رہے۔ آپ کی شہرت کے باعث ملک بھر کی دینی، تعلیمی، اصلاحی، قومی کانفرنسوں میں بھی آپ شریک ہوتے رہے۔

سر میاں محمد شفیع، سر فضل حسین، سر عبدالقادر، سر شہاب الدین، مولانا سید انورشاہ کشمیری، مولانا ظفر علی خان، ڈاکٹر علامہ اقبال، مولانا احمد علی لاہوری ایسے حضرات سے آپ کا دوستانہ تھا اور یہ سبھی حضرات آپ کو دل وجان سے احترام دیتے تھے۔ حضرت لاہوری کے بہت سارے رسائل پر مولانا اصغر علی روحی کی تقریظات ہیں۔ مدرسہ قاسم العلوم شیرانوالہ باغ لاہور کی جب افتتاحی تقریب منعقد ہوئی تو مولانا احمد علی لاہوری نے مولانا اصغر علی روحی کو مدعو کیا۔ اس موقع پر مولانا اصغر علی روحی نے ’’بنائے قاسم العلوم‘‘ پر عربی میں ارتجالاً نظم بھی لکھ کر سنائی جو آپ کے عربی دیوان میں موجود ہے۔ مولانا اصغر علی روحی نے مولانا احمد علی لاہوری شیرانوالہ اور

مولانا ابوالرشید عبدالعزیز خطیب مزنگ ان دو حضرات کے متعلق وصیت بھی کی تھی کہ ان دو میں سے کوئی میرا جنازہ پڑھائیں۔ چنانچہ مولانا احمد علی لاہوری نے جنازہ پر اپنے نمائندہ کے طور پر مولانا مہر محمد مدرس جامعہ فتحیہ اچھرہ والوں کو آگے کر دیا۔ ۳۰؍مئی ۱۹۵۴ء مطابق ۲۷؍رمضان المبارک ۱۳۷۳ھ میں آپ کا لاہور میں وصال ہوا اور وصیت کے مطابق اپنے گاؤں کٹھالہ گجرات میں مدفون ہوئے۔ تراسی سال آپ نے عمر پائی۔ آپ کی وفات پر آپ کے شاگرد مولانا غلام دستگیر نامی نے آپ کی تاریخ وفات کہی۔ اس کے آخری مصرعہ سے ۱۹۵۴ء کا سال نکلتا ہے۔

بمرگ عالم دیں مثل روحی فوت عالم شد	ہمی گفتند چوں ناگاہ شد اصغر علی روحی
بطاعات خدا و مصطفیٰ عمرے بسر کردہ	سوئے جنت بعز و جاہ شد اصغر علی روحی
بسال انتقال آں یگانہ عالم و فاضل	بگونامی جدا اے آہ شد اصغر علی روحی

(۱۹۵۴ء)

آپ کے فرزند ڈاکٹر محمد ضیاء الحق صوفی نے ان کی متعدد تاریخ ہائے وفات نکالی ہیں۔ لیکن ایک تاریخ جو رباعی کی شکل میں حسب ذیل ہے اس میں خوبی یہ ہے کہ سال ہجری کے ساتھ یوم وفات یعنی ۲۷؍رمضان کا ذکر بھی موجود ہے؟

بیدار چوشد فتنہ و چوں امن بخفت	روحی زجہاں زیر زمیں روئے فہفت
تاریخ و فاتش چو زہاتف جستم	سہ یوم چو ماندہ زمہ رمضان گفت

(۱۳۷۳ھ)

وفات کے وقت اتفاقاً آپ کے سب سے بڑے صاحبزادہ مولوی فضل حق مرحوم کراچی سے سرحد کی طرف دورہ کے لئے جارہے تھے کہ ایک رات کے لئے لاہور آئے اور والد صاحب کی خیریت معلوم کرنے کے لئے ٹھہرے۔ اسی روز جب آپ کو عصر کی نماز کے لئے جائے نماز پر بٹھایا گیا تو آپ دو رکعتیں ادا کرنے کے بعد جائے نماز پر ہی لیٹ گئے۔ ان کے صاحبزادہ نے عرض کیا کہ عصر کی چار رکعتیں پڑھنی چاہئے تھیں لیکن آپ نے دو رکعتیں پڑھ کر ہی سلام پھیر دیا ہے۔ اس پر مولانا نے ہاتھ کے اشارے سے سمجھایا کہ خاموش رہو۔ جائے نماز پر لیٹتے ہی جان رحمت حق کے سپرد کر دی۔ سفری نماز دو رکعت پڑھ کر سفر آخرت پر روانہ ہوئے۔ خوب! مولانا اصغر علی روحی ایک ماہوار رسالہ شائع کرتے تھے۔ جس کا نام ’’الہدیٰ‘‘ تھا۔ اس میں مرزا قادیانی کے سابق مرید جو بعد میں مرزا قادیانی کے اعلیٰ درجہ کے مخالفین میں شامل ہوگئے تھے۔ انہوں نے مرزا قادیانی کے رد میں ’’الذکر الحکیم نمبر۶‘‘ شائع کیا۔ اس پر مولانا روحی نے تقریظ لکھی جو یہ ہے۔

تقریظ: ’’الذکر الحکیم‘‘

’’ڈاکٹر عبدالحکیم خاں صاحب ایم. بی. اسسٹنٹ سرجن فرسٹ گریڈ ریاست پٹیالہ نے مرزا قادیانی کے مقابلہ میں ’’الذکر الحکیم‘‘ کے نام سے ایک رسالہ نمبر۶ شائع کیا ہے۔ اس رسالہ میں انہوں نے نہایت صحت کے ساتھ مرزا قادیانی کی عیاریوں کا تاروپود کھول کر دکھایا ہے۔ چونکہ واقعات مندرجہ بربنائے عینی شہادت کے قلمبند ہوئے ہیں۔ اس لئے ان میں عدم صحت کا گمان نہیں چل

سکتا۔ یہ رسالہ بالخصوص ان کم استعداد لوگوں کے لئے جو اس شخص کے دعاوی پر پھسل جایا کرتے ہیں اور اس کے مریدوں کو جواب دینے پر معذور ہو جاتے ہیں۔ ایک نہایت مفید آلہ ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ مرزا قادیانی کے مرید یا تو سرے سے پڑھنے کی تکلیف ہی نہ اٹھائیں گے۔ یا پڑھ کر دیوار پر دے ماریں گے اور دو چار صلواتیں سنا دیں گے۔ جوان لوگوں کا شیوۂ قدیم ہے۔ مگر ہم کہتے ہیں کہ یہی امر اس رسالہ کی صداقت کی دلیل ہے۔ ڈاکٹر صاحب کو چاہئے کہ اس کے جواب کی امید نہ رکھیں۔ قل موتوا بغیظکم پر عمل کریں۔ مرزا اور مرزائیوں نے آج تک نہ تو کسی کا جواب دیا ہے نہ دے سکتے ہیں۔ مگر یقین سمجھ لیں کہ ایسے رسالہ کا اثر عام طبائع پر نہایت مفید ثابت ہوتا ہے۔ فجزاہ اللہ خیر الجزاء! رسالہ مذکور بقیمت چار آنے علاوہ محصول ڈاک مینجر صاحب مطبع عزیزی تراوڑی ضلع کرنال سے مل سکتا ہے۔'' (الہدیٰ ج۵ نمبر۴ ص۴۵)

یہ رسالہ احتساب قادیانیت کی جلد ۶۰ میں شائع ہو گیا ہے۔

نزول مسیح علیہ السلام کی احادیث اور مرزا قادیانی

اسی ماہوار رسالہ (الہدیٰ ج۴ نمبر۶ ص۳۷ تا ۳۹) پر مولانا روحی کا یہ فتویٰ شائع ہوا۔

سوال...... کیا نزول مسیح کی حدیث مرزا قادیانی کی مؤید ہے؟

جواب...... جو امر نص آیت یا نص حدیث یا اجماع علمائے امت مرحومہ سے پایۂ ثبوت تک پہنچ جائے۔ اس میں ایماندار کو چون وچرا کرنے کا کوئی موقع نہیں ہونا چاہئے۔ ہاں آیت وحدیث کا بروئے اصول عربیت موازنہ کر کے صحیح معنی کا استنباط کرنا ضروری ہے اور علیٰ ہذا اجماع کی صحت کا معیار جو علمائے اصول نے قرار دیا ہے، مدنظر رہنا چاہئے اور اگر مخالف کجروی کرنے لگے تو اسے مرکز اصول سے نہ ملنے دینا چاہئے۔ کیونکہ یہ یقیناً صحیح ہے کہ تمام اہل بدعت وہوا ہمیشہ اصول سے بھاگا کرتے ہیں اور اگر کہیں اصول ان کے موافق پڑتا ہے تو وہاں شیر کی طرح اہل حق کے مقابلہ کے لئے تیار ہوتے ہیں۔ مثلاً یہ اصول کہ الفاظ ہمیشہ اپنے معانی حقیقت پر محمول ہوں گے۔ الّا اس صورت میں کہ معنی حقیقی کے لینے سے کسی دیگر نص یا اجماع کی مخالفت لازم آئے یا صریح عقل کے رو سے کوئی محال لازم آتا ہو۔ کیونکہ اس صورت میں ضرورتاً ہمیں لفظ کو مجازی معنی پر محمول کرنا پڑے گا اور وہ معنی مجازی منجملہ ان اقسام مجاز کے ہوں گے۔ جن کی تفصیل کتب اصول میں مندرج ہے۔ مثلاً نزول مسیح کی حدیث میں مسیح علیہ السلام کے متعلق ''یکسر الصلیب'' (یعنی مسیح علیہ السلام صلیب کو توڑیں گے) وارد ہے۔ مگر قادیانی یہ معنی لیتا ہے۔ لفظ مسیح سے مسیح ابن مریم مراد نہیں۔ بلکہ مسیح بروزی مراد ہے۔ یعنی ایسا شخص جس میں مسیح علیہ السلام کے کمالات جلوہ گر ہوں گے۔ کسر صلیب سے مراد یہ ہے کہ وہ نصاریٰ کو دلائل کے رو سے مغلوب کرے گا۔ مگر جب یہ سوال کیا جائے کہ کسر صلیب کو حقیقی معنی پر محمول کرنے سے کون سا امر مانع ہے؟ دیکھو جب پیغمبر ﷺ نے مکہ فتح کیا تو بیت اللہ کے اندر جس قدر بت تھے سب کو پاش پاش کرا دیا اور شرک کے تمام آثار مٹا دیئے۔ اسی طرح اگر مسیح علیہ السلام نازل ہو کر کفر کے آثار کو مٹائیں گے تو اس میں کون سی خرابی لازم آتی ہے۔ اگر کسر صلیب سے دلائل کے ساتھ مغلوب کرنا مراد ہے تو یہ کون سی نئی بات ہے؟ کیونکہ شروع اسلام سے آج تک علمائے امت دلائل قاطعہ کے ساتھ نصاریٰ کا رد لکھتے رہے ہیں اور اس قدر لکھا ہے کہ اب نہ تو کوئی نیا اعتراض پیش ہوتا ہے اور نہ اس کا کوئی شخص نیا

جواب دیتا ہے۔ نصاریٰ کے اعتراضات اسلام و بانیٔ اسلام کے برخلاف مشہور و معروف ہیں اور ان کے جوابات اظہر من الشمس ہیں۔ چنانچہ اہل علم خوب واقف ہیں کہ پادری لوگ ہمیشہ انہیں چند ایک چبائے ہوئے مضمون کو بار بار چبایا کرتے ہیں۔ ہم نے آج تک کوئی نیا اعتراض نہیں سنا جس کو بزرگان سلف نے نہایت زور کے ساتھ رد نہ کر دیا ہو اور موجودہ صدی کے علماء میں کئی ایک بزرگواروں نے عیسائیوں کا ایسا ناک میں دم بند کیا ہے کہ بجز گریز کے عیسائیوں کو کوئی صورت نظر نہیں آئی۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ کی کتاب ''الجواب الصحیح لمن بدّل دین المسیح'' کیا اہل کتاب کے رد میں کچھ کم ہے؟ علامہ ابن حزم نے ملل ونحل میں جو خامہ فرسائی کی ہے اور جو الزامات نصاریٰ پر قائم کئے کیا نصاریٰ کی شکست کے لئے کافی نہیں؟ موجودہ زمانہ میں علامہ آلوسی بغدادی اور مولوی رحمت اللہ مہاجر کرانوی مرحوم کے مباحثات ایسے نہیں کہ عیسائیوں کے مقابلہ میں ہمیں کوئی نئی تیاری کرنی پڑے؟ انہیں جوابات کو کانٹ چھانٹ کر کے موجودہ علماء نصاریٰ کی تردید بخوبی کر سکتے ہیں۔ اہل یورپ کا فتنہ وفساد جو مذہب اسلام میں رخنہ انداز ہو رہا ہے سو اسے نصاریٰ سے کچھ تعلق نہیں۔ بلکہ وہ علوم جدیدہ کے رو سے حملے کیا کرتے ہیں اور وہ حملے مقدس اسلام کی نسبت مسیحیت پر سب سے پہلے عائد ہوتے ہیں اور علوم فلسفیہ تو ہمیشہ مذہب کے پہلو بہ پہلو چلا کئے ہیں۔ مگر مذہب ہی ہمیشہ غالب رہا۔

سچ ہے، آدمی جب جھوٹ بولتا ہے تو اسے جھوٹ کو سچ بنانے کے لئے کئی ایک اور جھوٹ گانٹھنے پڑتے ہیں۔ قادیانی نے جب اپنے تئیں بروزی مسیح قرار دیا تو یہ سوچا کہ مسیح کے کمالات میں مردوں کو زندہ کرنا اور کوڑھیوں، اندھوں کا تندرست کرنا بھی قرآن میں مذکور ہے۔ مخالفین معجزہ کی استدعا کریں گے تو نہایت بے باکی کے ساتھ الفاظ کو ان کے غیر مقصود معانی پر حمل کیا اور یہ ظاہر کیا کہ اس سے دل کے اندھوں اور کوڑھیوں کا تندرست کرنا مقصود ہے۔ ورنہ درحقیقت مسیح معجزہ نہیں دکھاتے تھے۔ مگر ساتھ ہی اس کے یہ بھی کہتا ہے کہ وہ مسمریزم کا عمل کیا کرتے تھے۔ اگر میں اس عمل کو حقیر نہ سمجھتا تو مسیح سے کم نہ تھا۔ (عجیب تناقض یہ کہ) ہم کہتے ہیں کہ علمائے امت نے بدلائل ثابت کر دیا ہے کہ کاذب خرق عادات کا حامل نہیں ہے۔ ''کتب اللّٰہ لا غلبنّ انا ورسلی'' دیکھو کہ ہر ایک زمانہ کا فلسفہ اپنے اپنے وقت میں مذہب کا مقابلہ کرتا رہا۔ مگر مذہب بدستور اسی حالت پر قائم رہا۔ اس کے اصول میں سرموفرق نہیں آیا۔ اس لئے مرزا کا یہ کہنا کہ وہ عیسائیت کو توڑ ڈالے گا۔ دعویٰ بلا دلیل ہے۔ جو ہرگز قابل سماعت نہیں۔ کیونکہ مرزا کی اس قدر خامہ فرسائی سے عیسائیت میں کچھ فرق نہیں آیا۔ عیسائی بدستور اپنی کاروائی کئے جا رہے ہیں اور اگر کہا جائے ''فی حد ذاتہ'' حق کو باطل سے علیحدہ کر کے دکھانا مقصود ہے۔ خواہ عیسائی مانیں یا نہ مانیں تو ہم کہتے ہیں کہ یہ کام تو قرآن مجید نے بزمانۂ حیات نبوی ﷺ پورا کر دکھایا تھا اور بعد ازاں علماء اسلام ہمیشہ ایسا کرتے رہے۔ مرزا نے کون سی نئی بات کی جس سے وہ مستحق نبوت ہو گیا؟ ہاں یہ بات ضرور ہے کہ آنے والا مسیح تمام اختلاف کو دور کر کے مختلف فرقوں کو ایک بنا دے گا۔ مگر مرزا نے مسلمانوں میں ایسی تفریق پیدا کر دی کہ سلام، طعام، کلام وغیرہ سب کچھ مریدوں سے چھڑوا دیا۔ چنانچہ اب انہیں مسلمانوں سے کسی قسم کا تعلق نہیں رہا۔ ''انا للّٰہ وانا الیہ راجعون''

بہرصورت حدیث نزول مسیح علیہ السلام کو مرزا قادیانی سے کسی قسم کا تعلق نہیں اور جو تاویلات رکیکہ وہ پیش کرتا ہے محض بے جوڑ باتیں ہیں۔ جن کی تائید کسی طرح نہیں ہو سکتی۔

مرزا قادیانی کی تاریخ وفات

مولانا اصغر علی روحی کے شاگرد مولانا غلام دستگیر نامی صاحب نے ''قادیانی کی تاریخ وفات'' کے عنوان سے مرزا غلام احمد کی تاریخ ہائے وفات جو مختلف اصحاب نے نکالی تھیں نقل کی ہیں۔ ان میں سب سے پہلے ان کی اپنی نکالی ہوئی تاریخ ہے۔ جو یہ ہے۔

ہوا فی النار ایک مرد شریر کیوں نہ شیطان آج ہوں دلگیر
فتنے اور تفرقے مٹے سارے پائے مفسد میں پڑ گئی زنجیر
بدلم گشت خواہشے پیدا کہ کنم سال فوت او تحریر
گفت نامی زروئے الہامے
مر گیا قادیان کا خنزیر

....

۱ + ۱۳۲۵ھ = ۱۳۲۶ھ

اس کے بعد پیر جماعت علی شاہ صاحب کی نکالی ہوئی تاریخ یہ لکھی ہے:

''لقد دخل فی قعر جھنم''

۱۳ھ ۲۶

قاضی فضل حق (پروفیسر گورنمنٹ کالج لاہور) کی نکالی ہوئی تاریخ:

''میرزا بھیضہ بمرد''

۱۳ھ ۲۶

غلام حیدر صاحب کی کہی ہوئی تاریخ:

''چشم ماروشن و دل ماشاد''

۱۳ھ ۲۶

اور سب سے آخر مولانا اصغر علی روحی کی نکالی ہوئی دو تاریخیں لکھی گئی ہیں:

۱...... ''دجال قادیانی کا اب خاتمہ ہو گیا۔'' ۱۳۲۶ھ

۲...... ''روح خبیث'' ۱۳۲۶ھ

ان سب سے ۱۳۲۶ھ کا سال برآمد ہوتا ہے۔

قادیانیت کا تعاقب

مولانا اصغر علی روحی عمر بھر فرق باطلہ کے خلاف برسرپیکار رہے۔ قادیانیت کی تردید آپ کی زندگی کا عظیم مشن تھا۔ ابوالقاسم رفیق دلاوری اپنی گراں قدر کتاب ''ائمہ تلبیس'' ص ۲۸۳ (طبع عالمی مجلس ملتان مئی ۲۰۱۰ء) میں ابوالطیب احمد بن حسین متنبّی کے حالات بعنوان ''دعویٰ نبوت وامساک باران کا معجزہ'' میں لکھتے ہیں: ''ہمارے مرزا غلام احمد قادیانی نے ازراہ نادانی اپنے رسالہ اعجاز احمدیہ کو

معجزہ کی حیثیت سے پیش کر کے علمائے امت سے اس کا جواب لکھنے کا مطالبہ کیا تھا۔ اس چیلنج کے جواب میں قاضی ظفرالدین مرحوم جو ہمارے ضلع گوجرانوالہ کے رہنے والے تھے اور مولانا اصغر علی روحی اور بعض دوسرے علماء نے اس سے کہیں بہتر عربی قصائد لکھ کر شائع کر دیئے۔ حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی نے دوسرے علمائے حق کی طرح کوئی قصیدہ تو نہ لکھا البتہ ایک مہتم بالشان کارنامہ یہ انجام دیا کہ سیف چشتیائی میں ''اعجاز المسیح'' کے اغلاط اور مسروقات کا انبار لگا کر مرزائی عربی دانی کی دھجیاں بکھیر دیں۔''

۲...... دلاوری صاحب اسی کتاب کے دوسرے مقام پر یوں رقمطراز ہیں: ''اس نام نہاد قصیدہ کے مقابلہ میں قاضی ظفرالدین مرحوم سابق پروفیسر اورینٹل کالج لاہور جو ہمارے ضلع گوجرانوالہ کے رہنے والے تھے۔ ایک قصیدہ بنام ''قصیدہ رائیہ'' شائع کیا جس کے ۶۲ اشعار نموتاً کتاب ''الہامات مرزا ص۱۰۳ تا ۱۰۵'' میں نقل کئے گئے ہیں۔ اعجاز احمدی کے جواب میں مولانا غنیمت حسین مونگیری نے بھی ایک کتاب ''ابطال اعجاز مرزا'' دو حصوں میں لکھی۔ پہلے حصہ میں مرزائی نظم کے اغلاط ظاہر کئے اور دوسرے حصہ میں سوا چھ سو اشعار کا نہایت فصیح و بلیغ عربی قصیدہ لکھا۔ یہ رسالہ چھپ چکا ہے اور پنجاب میں بعض حضرات کے پاس موجود ہے۔ مولانا اصغر علی سابق پروفیسر اسلامیہ کالج لاہور نے بھی اعجاز احمدی کے جواب میں ایک قصیدہ شائع کیا۔ اس قصیدہ کا مطلع یہ تھا ۔

تسیر الیٰ ربع الحبیب الزوامل فیالک شوقا ھیجتہ المنازل

(اونٹنیاں منزل حبیب کی طرف جارہی ہیں۔ اللہ رے وہ شوق جس کو منازل نے ابھارا ہے)''

(ائمہ تلبیس ص ۶۶۷، ۶۶۸، طبع مئی ۲۰۱۰ء، عالمی مجلس ملتان بعنوان مسیح قادیان کی عربی دانی)

پھر آگے چل کر لکھتے ہیں: ''ایک مرتبہ انہوں نے مرزا کی بعض عربی کتب میں سے شرمناک قسم کی غلطیاں نکال کر مرزا قادیانی کو لکھ بھیجیں۔ مرزا قادیانی نے اخبار الحکم ۱۷/۱۰ اکتوبر ۱۹۰۳ء ص ۵ قادیان میں یہ لکھ کر ان سے پیچھا چھڑایا کہ نہ میں عربی کا عالم ہوں اور نہ شاعر ہوں۔ ایک دفعہ انہوں نے مرزا کے رسالہ ''حمامۃ البشریٰ'' کی غلطیاں نکال کر مرزا قادیانی کے حواری خواجہ کمال الدین کو خفا کر دیا تھا۔'' (ائمہ تلبیس ص ۶۶۸، طبع ملتان)

۳...... کتاب (رئیس قادیان ج۲ ص ۵۵۵ تا ۵۵۸) مرتبہ ابوالقاسم رفیق دلاوری بعنوان باب ۵۸ میں ''حکیم نورالدین سے مولانا اصغر علی روحی کی ایک علمی جھڑپ'' حسب ذیل دلچسپ واقعہ درج ہے: ''قادیانی صاحب سخن سازی اور پروپیگنڈا بازی کے فن میں تو طاق تھے۔ لیکن علمی استعداد سے ایک بڑی حد تک بے نصیب تھے۔ البتہ مولوی حکیم نورالدین اور مولوی محمد احسن امروہی مرزائیوں میں ذی علم اور صاحب استعداد ہستیاں مانی جاتی تھیں اور یہی وہ دو شہپر تھے جن کے سہارے الہامی صاحب اتنا زمانہ فضائے تعلّی میں پرواز کرتے رہے۔ پھر ان دونوں میں حکیم نورالدین کو خاص اہمیت حاصل تھی۔ بلکہ اصل یہ ہے کہ وہی مرزائیت کی عمارت کے بانی و مؤسس تھے اور مرزا قادیانی تو محض آلۂ کار اور کٹھ پتلی کا حکم رکھتے تھے۔ جب حکیم صاحب پیچھے سے ڈوری کھینچتے تو یہ پتلی حرکت میں آجاتی۔ ایک مرتبہ بانی سلسلہ حکیم نورالدین لاہور تشریف لائے اور کشمیری دروازہ میں محرم علی چشتی کے مکان پر ٹھہرے۔ مولوی محرم علی سے حکیم صاحب کی پرانی دوستی تھی۔ ایک نہایت معمر طبیب نے جو مہاراجہ جموں و کشمیر کی ملازمت میں حکیم نورالدین کے رفیق کار تھے۔ مجھے بتایا کہ حکیم نورالدین اور مولوی محرم علی ایک ساتھ جموں سے خارج کئے گئے تھے۔

جب حکیم صاحب لاہور آ کر مولوی محرم علی چشتی کے مکان میں ٹھہرے تو مولانا اصغر علی روحی سابق پروفیسر اسلامیہ کالج لاہور ان کے دیکھنے کے لئے گئے۔ اس وقت مولانا اصغر علی کا عنفوان شباب تھا۔ ان کے جانے سے پیشتر مولوی زین العابدین مدرس عربی اسلامیہ ہائی سکول دروازہ شیرانوالہ لاہور جو مولوی غلام رسول ساکن قلعہ میاں سنگھ ضلع گوجرانوالہ کے اقرباء میں سے تھے۔ حکیم صاحب سے گفتگو کر رہے تھے۔ مولوی زین العابدین اچھے لسان اور مقرر نہیں تھے۔ ایک سوال کے جواب میں مولوی زین العابدین نے کہا کہ اس سے تو ترجیح بلا مرجح لازم آئے گی۔ حکیم نورالدین نے کہا کہ ترجیح بلا مرجح تو محض منطقیوں کا ایک ڈھکوسلہ ہے۔ ترجیح بلا مرجح جائز ہے۔ مولوی زین العابدین نے پوچھا وہ کیسے؟ حکیم صاحب نے دو روپے جیب سے نکال کر ہاتھ پر رکھے اور مولوی صاحب سے کہا ایک اٹھا لیجئے۔ انہوں نے ایک روپیہ اٹھایا۔ پوچھا اس دوسرے کو کیوں نہیں اٹھایا؟ مولوی زین العابدین سے کچھ جواب نہ بن پڑا۔ مولانا اصغر علی ایک طرف بیٹھے تھے۔ مولوی زین العابدین سے کہنے لگے مولوی صاحب کہہ دیجئے کہ ارادۂ ازلی اس کے اٹھانے سے متعلق تھا۔ دوسرے سے متعلق نہیں تھا۔ یہی وجہ ترجیح ہے۔ حکیم نورالدین نے کہا بس صاحب یہ ٹھیک نہیں۔ یا یہ بولیں یا آپ خود گفتگو کر لیں۔ مولوی زین العابدین، روحی صاحب سے کہنے لگے اچھا آپ آ کر گفتگو فرمائیے۔ اس مجلس میں فقیر جلال الدین مرحوم مجسٹریٹ بھی موجود تھے۔ وہ بولے ہاں مولوی صاحب آپ آئیے اور گفتگو فرمائیے۔ غرض مولانا روحی کو زبردستی ان کے مقابل کر دیا۔ اس سے پیشتر حکیم صاحب بہت لافیں مار چکے تھے کہ ہم نے مصر سے منطق کی ایک نئی کتاب منگوائی ہے۔ جس میں منطقیوں کی متعدد تھیوریاں غلط اور باطل ثابت کی گئی ہیں اور اس سلسلہ گفتگو میں وہ امام غزالی اور امام رازی پر بھی ہاتھ صاف کر گئے تھے۔ روحی صاحب نے سوال کیا کہ آپ نے منطق کو باطل کہا ہے۔ کیا ساری منطق باطل ہے یا اس کے کوئی خاص قواعد یا اس کا کوئی حصہ؟ حکیم نورالدین نے کہا یہ بتانا تو مشکل ہے کہ منطق کا کتنا حصہ باطل اور کتنا صحیح ہے۔ مولانا اصغر علی نے فرمایا کہ اگر یہ نہیں بتلا سکتے تو ممکن ہے کہ آپ اثنائے گفتگو میں کسی سوال کے جواب میں کہہ دیں کہ یہ غلط اصول پر مبنی ہے۔ میں اس کو نہیں مانتا۔ اس لئے جب تک یہ مسئلہ صاف نہ ہو جائے کہ آپ کون کون سے اصول مانتے ہیں اور کون کون سے نہیں مانتے۔ اس وقت تک گفتگو بیکار ہے۔ حکیم صاحب لاجواب ہو گئے اور سوچنے لگے۔ ان ایام میں مولانا روحی کی رگوں میں جوانی کا خون دوڑ رہا تھا۔ جب دیکھا کہ حکیم صاحب کے منہ پر بالکل مہر سکوت لگ گئی تو جوش میں آ کر کہنے لگے۔ اسی برتے پر آپ نے امام غزالی اور امام رازی پر حملہ کر دیا تھا۔ یہی آپ کی استعداد ہے؟ آپ کو تو مڈل والے لڑکوں کے برابر بھی لیاقت نہیں۔ یہ سن کر مولوی محرم علی چشتی اور فقیر جلال الدین کہنے لگے۔ نہیں مولوی صاحب جانے دیجئے ایسا نہیں ہے۔ چونکہ نماز عصر کا وقت قریب تھا۔ یہ لوگ کہنے لگے اچھا کسی دوسرے موقع پر گفتگو ہوگی۔ مولانا روحی چلے آئے اور یہ خبر بجلی کی رو کی طرح شہر میں پھیل گئی کہ روحی صاحب نے حکیم نورالدین کو پچھاڑ دیا۔ پھر دوسری مرتبہ حکیم نورالدین حویلی کابلی مل میں آ کر اقامت پذیر ہوئے۔ صوفی غلام محی الدین وکیل انجمن حمایت اسلام لاہور اور مولوی زین العابدین مذکور روحی صاحب کے مکان پر گئے اور کہا کہ حکیم نورالدین آئے ہوئے ہیں۔ آپ چل کر مرزا کے دعاوی کے متعلق ان سے گفتگو کیجئے۔ روحی صاحب نے کہا: اغلب ہے کہ حکیم صاحب گفتگو پر راضی نہیں ہوں گے۔ مولانا روحی نے ان کے کہنے پر حکیم صاحب کو رقعہ لکھا کہ مرزا کے دعاوی باطلہ کے متعلق میں آپ سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔ حکیم صاحب نے جواب میں لکھا کہ چونکہ آپ میرے پیر کی توہین کرتے ہیں اس لئے میں آپ سے گفتگو نہیں کرنا چاہتا۔ اس کے بعد شاید ۱۹۱۵ء میں حکیم صاحب لاہور آئے۔ روحی صاحب کے ایک شاگرد نے کہا کہ حکیم نورالدین

آئے ہوئے ہیں۔ اگر آپ ان سے گفتگو کرنا چاہیں تو میں جا کر دریافت کروں؟ مولوی صاحب نے کہا ہاں جا کر پوچھو۔ وہ گیا اور قاضی ظہورالدین اکمل مرزائی متوطن گولیکی سے جا کر اس خواہش کا اظہار کیا۔ قاضی ظہورالدین کہنے لگے واقعی مولوی اصغر علی مناظرہ کرنا چاہتے ہیں؟ شاگرد نے کہا ہاں واقعی چاہتے ہیں۔ قاضی ظہورالدین نے حکیم صاحب سے اس کا ذکر کیا۔ انہوں نے فرمایا ہم کسی مولوی سے گفتگو کرنا نہیں چاہتے۔ اصغر علی ہو یا کوئی اور، اس وقت بابو عبدالحق اکاؤنٹٹ نے جو کئی سال تک مرزائی بلکہ مرزا کے خاص حواری رہ کر تائب ہوئے تھے۔ مرزا قادیانی کے رد میں ایک رسالہ چھپوایا تھا اور وہ شہر بھر میں مفت تقسیم کرا رہے تھے۔''

۴...... اسی طرح مولانا محمد عالم آسی امرتسری اپنی کتاب (الکاویہ علی الغاویہ ج۱ ص۸۴،۸۵) بعنوان ''بارھواں مقابلہ ۱۹۰۲ء جنگ غیب دانی'' میں لکھتے ہیں: ''جب مرزائیوں کو مدّ میں شکست فاش ہوئی تو مرزا قادیانی کو بڑا طیش آیا اور عربی نظم میں تک بندی لگانی شروع کر دی۔ فرط جوش غضب میں پانچ سو سے زیادہ شعر لکھ مارے۔ جن میں مولوی ثناء اللہ صاحب کو دل کھول کر گالیاں دیں اور جب وہ بخار نکل گیا تو اپنے دعاوی کی رٹ لگانی شروع کر دی۔ اخیر میں جب اس سے فارغ ہوئے تو پیر صاحب اور سید علی حائری اور مولوی اصغر علی صاحب روحی وغیرہ کو کوسنا شروع کر دیا...... یہ قصیدہ نام کو تو الہامیہ اور اعجازیہ ہے۔ مگر اس قدر شاعرانہ انداز سے گرا ہوا ہے کہ اگر کسی غلط شعر کا حوالہ دینا ہو تو اس قصیدے سے بڑھ کر کوئی مصالحہ موزوں نہ ہوگا۔ بایں ہمہ مرزا قادیانی نے اپنی ہمہ دانی کا یوں غرور دکھلایا تھا کہ لوگوں کو بڑی عجلت کے ساتھ ویسا ہی جواب لکھنے پر دعوت دی جس کا جواب مولوی اصغر علی صاحب روحی اور دیگر بزرگوں نے لکھا اور اخبارات میں شائع کیا اور عموماً اہل علم نے اس کو اس لئے نظرانداز کر دیا کہ غلط اشعار کا جواب کیا دیا جائے۔''

پھر اسی کتاب میں آسی صاحب نے مرزا صاحب کے قصیدۂ اعجازیہ سے ۱۲۲ اشعار نقل کئے ہیں اور ان کی غلطیاں نکالی ہیں۔ ان اشعار میں شعر نمبر ۹ میں تین بزرگوں کا نام آتا ہے۔ یعنی مولوی محمد حسین بٹالوی، قاضی ظفر الدین مرحوم اور مولانا اصغر علی روحی مرحوم۔ وہ شعر یہ ہے ؎

ففکر بجھدک خمس عشرۃ لیلۃ فناد حسینا او ظفرّا او اصغرا

مرزا غلام احمد قادیانی اپنے مخالفین کو اپنی مختلف تحریروں کے ذریعے خوب کوستے اور گالیاں تک بھی دیا کرتے تھے۔ چنانچہ اپنی کتاب انجام آتھم میں لکھتے ہیں: ''اب ہم ان مولوی صاحبوں کے نام ذیل میں لکھتے ہیں جن میں سے بعض تو اس عاجز کو کافر بھی کہتے ہیں اور مفتری بھی اور بعض کافر کہنے سے تو سکوت اختیار کرتے ہیں۔ مگر مفتری اور کذاب اور دجال نام رکھتے ہیں۔ بہرحال یہ تمام مکفرین اور مکذبین مباہلہ کے لئے بلائے گئے ہیں اور ان کے ساتھ وہ سجادہ نشین بھی ہیں جو مکفر یا مکذب ہیں۔ وہ لوگ جو مباہلہ کے لئے مخاطب کئے گئے ہیں یہ ہیں: مولوی نذیر حسین دہلوی، شیخ محمد حسین بٹالوی، مولوی رشید احمد گنگوہی، مولوی عبدالحق حقانی مفسر دہلوی، مولوی ثناء اللہ امرتسری، مولوی عبدالجبار غزنوی، مولوی اصغر علی لاہوری، مولوی عبدالواحد غزنوی، مولوی عبدالحق غزنوی، مولوی عبداللہ ٹونکی، حافظ عبدالمنان وزیر آبادی، مولوی دلدار علی الوری۔ یہ کل ۵۸ نام ہیں جن میں مولانا روحی کا نام نمبر ۱۹ پر ہے۔ اس کے بعد سجادہ نشینوں کے ۴۸ نام ہیں جن میں ظہور الحسین صاحب گدی نشین بٹالہ، صادق علی صاحب گدی نشین دتر چھتر، مہر علی شاہ سجادہ نشین گولڑہ بھی شامل ہیں۔ اس کے بعد ایک خط شروع ہوتا ہے جو (انجام آتھم ص۷۳ تا ۲۶۶) پر شائع ہوا۔ جو عربی میں ہے اور اس کے نیچے بین السطور فارسی ترجمہ کیا گیا ہے۔ اس خط کا عنوان یہ ہے: ''المکتوب الیٰ علماء الھند ومشائخ ھذہ

البلاد وغیرها من البلاد الاسلامیه ‘‘اس کے بعد ایک ہمزیہ قصیدہ ہے۔اس خط میں ’’تسعة رهط من الاشرار ‘‘ کے زیر عنوان بعض علماء کو برا بھلا کہا گیا ہے۔جن میں سے چند کے نام یہ ہیں:

۱......الرسل بابا امرتسری (مولوی غلام رسول) ۲......مولوی اصغر علی لاہوری

۳......مولوی محمد حسین بٹالوی ۴......مولوی نذیر حسین

۵......مولوی عبدالحق دہلوی ۶......مولوی عبداللہ ٹونکی

۷......مولوی احمد علی سہارنپوری ۸......مولوی سلطان الدین جے پوری

۹......مولوی احمد حسن امروہی ۱۰......مولوی رشید احمد گنگوہی

۱۱......شیخ اللہ بخش تونسوی ۱۲......شیخ غلام نظام الدین تونسوی

مولوی رسل بابا پر دو صفحے (انجام آتھم ص۲۳۶، ۲۳۷)، مولوی اصغر علی پر تین صفحے (انجام آتھم ص۲۳۸ تا ۲۴۰)، مولوی محمد حسین پر ساڑھے دس صفحے (انجام آتھم ص۲۴۱ تا ۲۵۱) اس کے بعد باقیوں پر ایک ایک یا دو دو سطریں دی گئی ہیں۔‘‘ (ملاحظہ ہو انجام آتھم ص۲۴۱ تا ۲۵۲)

اس سلسلہ میں مرزا قادیانی نے مولانا اصغر علی روحی کے متعلق جو بدکلامی کی وہ اس کی کتاب (انجام آتھم ص۲۳۸ تا ۲۴۰) پر موجود ہے۔جس کا ترجمہ یہ ہے:’’اور جن نو آدمیوں کی طرف میں نے اشارہ کیا تھا ان میں سے ایک حقیر وذلیل وہ آدمی ہے جس کا نام اصغر علی ہے اور وہ اپنے آپ کو بڑا تصور کرتا ہے اور مجھ پر افتراء وترک حیاء کی بناء پر عیب لگاتا ہے اور بھری مجالس ومحافل میں مجھ پر گالم گلوچ کرتا ہے۔سو عنقریب اسے پتہ چل جائے گا کہ (مجھے) کس طرح حقیر لوگوں میں شمار کرلیا گیا ہے۔وہ اپنی خواہشات کا پیروکار ہے۔ایک قدم بھی تقویٰ کے ساتھ نہیں چل سکتا۔وہ چاہتا ہے کہ خواہشات کی مہروں کو توڑ دے۔اگرچہ وہ گناہوں سے کیوں نہ ٹوٹیں اور لذتوں کے پھلوں کو چن لے۔اگرچہ حرام کردہ چیزوں کا ارتکاب کر کے انہیں چنا جائے اور یہی وجہ ہے کہ اس کے رفقاء اس کے پاس جمع رہتے ہیں اور منافقوں کی صحبت سے تو نفاق ہی بڑھتا ہے اور گھٹیا طبیعتوں میں اور مستحکم ہو جاتا ہے۔یہاں تک کہ چغل خوری میں اپنے بھائیوں سے آگے نکل گیا ہے اور جس حربہ کے اختیار کرنے سے اس کا شیطان دور ہوسکتا ہے۔میں نے یہ اختیار کیا کہ اس کا امتحان لوں، سو میں اس کی طرف محاربہ کے متلاشی کی طرح متوجہ ہوا تاکہ جاہل اور فاضل (عالم) کے درمیان فرق واضح ہو جائے اور لڑائی کے لئے مجھے وہ خود بلا رہا ہے۔لہٰذا آج اس کی آرزو کو پورا کرنے کے لئے ہم اسے خوش کرتے ہیں۔جب کہ چند سال قبل بھی میں نے اسے اپنا مخاطب بنایا تھا۔تاکہ اس کے دل پر آئے ہوئے بادل کو ہٹا دوں۔سو میں نے اسے کہا کہ میرے پاس ایسے آ، جیسے پانی اور گھاس کا متلاشی (جانور) ہوتا ہے اور ہمارے دسترخوان سے نفع اٹھا، پھر ہم نے اگر تجھے تھوڑے سے برسنے والے بادل کی طرح پایا، یا تجھ سے قوت لایموت جتنی بھی بلاغت ثابت ہوئی تو ہم تجھ پر اور تیرے حسن بیان پر یقین کرلیں گے اور ایمان لے آئیں گے اور تیری عالی شان صفات ہم شائع کر کے پھیلا دیں گے۔اس (تمام تر تقریر) کے بعد اب تیرے لئے جائز ہے کہ تو ہماری اور ہماری تحریر کی غلطیوں پر گرفت کرے۔جیسا کہ آپ ہمیں جاہل اور غافل سمجھتے ہیں۔علاوہ ازیں ہم تجھے فصیح زبان کا مالک، اور عربی گفتگو میں یکتا سمجھتے ہیں۔تبھی آپ کے لئے نکتہ چینی کی اجازت ہے۔آپ کے علاوہ کسی اور کے لئے اجازت نہیں۔لہٰذا تو ہی مجھ پر اور میری تحریر پر عیب جوئی اور طعنہ زنی کرسکتا ہے۔اگر تو نے ایسا کیا (یعنی میرے عیوب اور میری تحریر کی غلطیاں نکالے گا) تو تجھے لوگوں

کے مابین فاضل اور ادیب سمجھ کر تیری تعریف کی جائے گی۔ لیکن آپ یہ عیب جوئی تب کر سکتے ہیں کہ پہلے اپنا علم اور اپنی برتری تو ثابت کریں۔ لہٰذا یہ کمینے آدمی کا لباس ہوسکتا ہے جو حیاء سے نکل جاتا ہے اور نابینا کی عادت ہے کہ روشنی کو بھی نہیں دیکھ سکتا۔ وہ روشن دن کو بھی تاریک سمجھتا ہے اور بہت بڑی بارش کو بے پانی کا بادل شمار کرتا ہے۔ اگر تو اس میدان کے لوگوں میں سے ہے اور اس گھر کے خاص لوگوں میں سے ہے تو ہم پر نکتہ چینی کرنے سے پہلے اپنی انشاء پردازی کا کمال دکھا اور اس جیسی کتاب لے آ۔ پھر میرے اور اپنے درمیان کوئی بہت بڑا عقلمند آدمی منصف مقرر کر، پھر اگر وہ منصف تیرے کمال اور تیرے حسن بیان پر گواہی دے دے اور یقین کرائے کہ واقعی تیرا کلام میرے کلام سے عمدہ ہے اور تو اپنا نظام میرے نظام سے اچھا ثابت کر دکھائے تو پھر اس کے بعد تجھے اختیار ہوگا کہ تو میرے کلام کی حقیقت کو ایک بے کار فعل سمجھے اور بتلائے اور میرے خالص سونے کو کھوٹا سمجھے اور تجھے اختیار ہوگا کہ میرے چمکدار موتی کو رات کی تاریکی کی طرح تصور کرے اور میرے واضح بیان کو مٹے ہوئے راستے کی طرح خیال کرے اور میری لغزشوں کو کائنات عالم میں پھیلا دے اور اگر اس طرح نہ کر سکا اور ہرگز نہیں کر سکے گا تو پھر لعنت کرنے والوں کی لعنت سے ڈر۔

خبردار رہ! مجھ پر کمینے جنگجو کی طرح عیب مت لگا...... اگر تو میرے ساتھ جنگ کرنے پر آمادہ ہے تو میدان جنگ میں نکل آ۔

اور بے شک تو مجھے تحقیر کرنے والے کی طرح یاد کرتا رہتا ہے...... اور ہر وقت ستانے والے کی طرح تو میری عیب گیری کرتا رہتا ہے۔

اور ہم تمام وہ باتیں سن لیتے ہیں جو تو از راہ تکبر بیان کرتا ہے...... کیا تو میرے سبزہ کو خشک گھاس کی طرح گمان کرتا ہے۔

اور میں نہیں چاہتا کہ تو مجھ پر حملہ کرے لیکن تو نے مجھے خود دعوت دی...... اور پتہ چلا کہ تو مجھ پر گرم سوئی جھونے والے کی طرح عیب گیری کرتا ہے۔

اور اے تکبر کے بیٹے اس معاملہ میں جو تو حد سے گزر گیا کوئی نیکی نہیں...... اور میرا خدا کمینے جنگ کرنے والے کو اندھا کر دیتا ہے۔

بس ہلاک کرنے والے نفس کو مضبوط پکڑ...... اور ان اندھاپن کی راہوں سے بچ، جو ایک چیز کے جدا ہونے کی طرح اچانک تجھے پکڑے گی۔

بس گمراہی کے راستے کو اختیار مت کر...... اور اس مصیبت سے جو تجھ پر آنے والی ہے غمگین ہو اور پختہ دل سے توبہ کر۔''

(ترجمہ: عربی عبارت از قلم مرزا قادیانی مندرجہ انجام آتھم ص ۲۳۸ تا ۲۴۰، خزائن ج ۱۱ ص ایضاً)

کتاب (انجام آتھم ص ۱۶۳، ۱۶۴) پر یہ عبارت پائی جاتی ہے: ''فان یبق احد منکم سالما الیٰ سنة فاقر بانی کاذب واجیئکم بعجز وتوبة واحرق کتبی واشیع ھذا الأمر بخلوص نیة واحسب انکم من الصادقین''

''پھر اگر تم میں سے کوئی ایک بھی ایک سال تک زندہ رہ گیا تو میں اقرار کرلوں گا کہ میں جھوٹا ہوں اور میں عاجزی وتوبہ لے کر تمہارے سامنے آجاؤں گا اور اپنی تمام کتابیں جلا ڈالوں گا اور اس فیصلہ کو خلوص نیت کے ساتھ میں شائع کر دوں گا اور میں یقیناً سمجھوں گا کہ تم سچے ہو۔''

مولانا اصغر علی روحی ایسے بزرگ رہنما، عالم ربانی اور فاضل اجل علاّمہ کے خلاف جو بدزبانی وبدکلامی مرزا قادیانی نے کی

اس کا آپ مطالعہ کر چکے۔ مرزا قادیانی نے اپنے قصیدہ (اعجاز احمدی ص۴۹،۸۶، خزائن ج۱۹ص۱۶۰، ص۱۹۹) پر بھی مولانا اصغر علی کو بھی اپنے قصیدہ کے مقابلہ قصیدہ لکھنے کا چیلنج دیا۔ مولانا اصغر علی روحی نے قلم اٹھایا اور ارتجالاً ایک سو سات اشعار پر مشتمل قصیدہ بعنوان ''وقال فی بعض المتنبئین'' لکھ دیا۔

جناب رانا محمد ذوالفقار صاحب نے اپنے پی.ڈی کے مقالہ کی ج۲ص۳۵۷ تا ۳۶۱ تک اس قصیدہ کو جمع کر دیا ہے۔ یہاں پر پہنچ کر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے بزرگ رہنما و نائب امیر اور حضرت قطب الارشاد شاہ عبدالقادر رائے پوری کے خلیفہ اجل، حضرت سید نفیس الحسینی بہت ہی اور بے تحاشا یاد آ رہے ہیں۔ آپ نے اس مقالہ کی مکمل فوٹو عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی مرکزی لائبریری کے لئے عنایت فرمائی اور پھر فقیر کی درخواست پر اس قصیدہ کا ترجمہ حضرت ڈاکٹر محمود الحسن عارف سے کرا کر ارسال فرمایا۔ سالہا سال سے یہ قصیدہ اور اس کے ترجمہ کے کاغذات رکھے رہے۔ ''قصیدہ رائیہ'' مولانا ظفر الدین پروفیسر اورینٹل کالج لاہور کی تلاش تھی۔ وہ ملا تو، اب استاذ (حضرت مولانا قاضی ظفر الدین) اور شاگرد (حضرت مولانا اصغر علی روحی) کے قصیدوں کو احتساب قادیانیت کی جلد ۵۹ میں شائع کرنے کی سعادت سے سرفراز ہو رہے ہیں۔ الحمدللہ تعالیٰ اوّلاً و آخراً!

(۲۸۳) اصغر علی شاہ نیازی، حضرت سید

مرزا قادیانی نے اپنے مخالف علماء ومشائخ کے نام ایک خط مقابلہ ومباہلہ کے لئے لکھا ہے۔ اس میں حضرت سید اصغر علی شاہ کو بھی انجام آتھم کے ص۲۷ نمبر۱۰۰ پر مخاطب کیا ہے۔ اس کا یہ معنی ہے کہ ملعون قادیان کے کفر کو الم نشرح کرنے میں آپ نے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ الحمدللہ!

(۲۸۴) اطہر حسین شاہ بخاری، جناب غازی بابا سید

(وصال: ۳/مارچ ۲۰۱۹ء)

پنجاب کے مشہور شہر بھلوال کے ایک صحیح العقیدہ سنی سید گھرانے میں جنم لیا۔ آپ کے والد سید کرامت حسین شاہ بخاری سکول ماسٹر تھے۔ آپ کا سلسلہ بیعت حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی کے فرزند ارجمند حضرت غلام محی الدین سے تھا۔ سید اطہر حسین شاہ کو عزت سادات، کھرا عقیدہ، نسبت کمال پیر آف گولڑہ شریف ورثہ میں ملیں۔ آپ نہایت خوبرو خوش وضع اور خوش عقیدہ ہونے کے ساتھ ساتھ خوبصورت قد وقامت نہایت بارعب شخصیت کے مالک تھے۔ اللہ نے آپ کو غیرت دینی کمال درجے کی عطاء فرما رکھی تھی۔ علاقہ کی بااثر شخصیات سے میل ملاپ، اٹھنا بیٹھنا آپ کا پسندیدہ مشغلہ تھا۔ آپ بھلے زمانے میں بندوق رکھتے تھے۔ ذریعہ معاش آپ کا طب وحکمت تھا۔ کاروبار ہی کے سلسلے میں ۱۹۹۲ء میں آپ حلال پور نوناں آئے اور مدرسہ تعلیم القرآن کی دوکان میں برلب سڑک مطب بنایا۔ آتے جاتے لوگوں سے جب آپ کو پتہ چلا کہ یہاں تو مرزائیوں نے تسلط جمایا ہوا ہے اور غریب کمزور مسلمانوں کو دبا رکھا ہے۔ آپ کی غیرت دینی نے پانسہ پلٹا۔ آپ اٹھ کھڑے ہوئے اور مسلمانوں کو کہا کہ فکر نہ کرو، ان کا توڑ کر لیتے ہیں۔ (فقیر محمد بخش القادری ۱۹۷۴ء والی تحریک میں باقاعدہ طور پر شامل تھا۔ اپنی حد تک کام کر رہے تھے، مگر دبے ہوئے تھے) آپ نے سرگودھا سے قاطع مرزائیت مولانا محمد اکرم طوفانی سے مشورہ کیا انہوں نے حوصلہ دیا اور کام شروع ہو گیا۔ مساجد میں جلسے ہونا شروع ہوئے۔ ملتان

مرکز سے لٹریچر منگوا کر تقسیم کیا گیا۔ عوام الناس کو قادیانیوں کی حقیقت سے آگاہی ہوئی۔ مولانا محمد اکرم طوفانی نے دامے درمے قدمے سخنے ہر لحاظ سے آپ کا ساتھ دیا۔ اپنی جماعت ختم نبوت کو اس تحریک میں شامل کیا۔ ملک بھر سے واعظین بلوا کر دیئے۔ خود کمال کے بار بار خطاب کر کے قادیانیوں کو للکارا۔ قادیانی حسب عادت متحد ہوئے اور مختلف قسم کے حیلوں بہانوں سے آپ کو چپ کرانے کے درپے ہوئے۔ آپ کو لالچ دیئے گئے، دباؤ ڈالا گیا، دھمکیاں دی گئیں۔ مگر سید اطہر حسین شاہ نہ لالچ میں آئے اور نہ مرعوب ہوئے۔ آپ کی شخصیت نہایت باوقار دبدبہ والی تھی۔ آپ نے کہا کہ میں اگر بک گیا یا جھک گیا تو بروز قیامت رسول اللہ ﷺ کو کیا منہ دکھاؤں گا۔ آہستہ آہستہ آپ کا کاروبار ٹھپ ہوگیا۔ فاقے آنے لگے۔ مگر آپ نہ رکنے والے تھے اور نہ رکے۔ حلال پور میں شعور بیدار ہوگیا۔ لوگ ختم نبوت پر پختہ ہوگئے اور مرزائی کچھ گاؤں چھوڑ گئے۔ کچھ مسلمان ہوگئے۔

حلال پور کے نواح میں تخت ہزارہ اور ادرحماں، قادیانیت کا گڑھ سمجھا جاتا تھا۔ مسلمان اونچا کلمہ نہ پڑھتے تھے۔ ادرحماں کو چھوٹا ربوہ کہا جاتا تھا۔ وہاں سے آپ نے ایک ہمت والے جوان محمد بخش بھاگت کو لیا حلال پور سے کچھ جوان لئے تخت ہزارہ سے کچھ جوان لئے اور تاجدار ختم نبوت کی ختم نبوت کے نعرے اور ترانے گانے شروع کر دیئے۔ تخت ہزارہ میں آپ کو ایک سوچی سمجھی سازش کے تحت ٹھکانے لگانے کا پروگرام ہوا۔ آپ کا سر پھٹ گیا۔ بھیجا باہر نکل آیا۔ کلہاڑی سے آپ پر تشدد کیا گیا۔ مرزائی اپنی طرف سے شاہ جی کو مردہ کر گئے۔ مگر جسے اللہ نہ مارے اسے کوئی نہیں مار سکتا۔ شاہ جی کو اللہ نے زندگی اور رہائی اور عزت سے نوازا اور ادرحماں میں اب دن دہاڑے ختم نبوت کانفرنسیں اور دینی پروگرام ہو رہے ہیں۔ مسلمان اب آنکھیں کھول کر اور سر اٹھا کر زندگی گزار رہے ہیں۔ ہر آئے دن قادیانی سچے رسول کا سچا کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو رہے ہیں۔ یہ سب اللہ کا فضل، شاہ جی کی محنت ہے۔ تخت ہزارہ سانحہ کے بعد آپ جیل چلے گئے۔ ہسپتال رہے صحت یاب ہوئے، رہا ہوئے۔ پھر اس علاقہ کو آپ نے خیرباد کہہ دیا اور اپنے بال بچے لے کر قائد آباد مقیم ہوگئے۔ اللہ کے آسرے پر دن گزارتے رہے۔ مگر جہاں گئے مرزائیوں کو کمال کھوج کے ساتھ مسلمانوں سے نکالتے رہے۔ کچھ عرصہ آپ فیصل آباد رہائش پذیر ہوئے۔ یہاں بھی آپ نے قادیانیوں کا پیچھا نہ چھوڑا۔ پھر قدرت انہیں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے قائد آباد لائی۔ قائد آباد سے متصل چک ٹی.ڈی میں پچپن سالوں سے ایک مسجد مرزائیوں کے قبضہ میں تھی۔ آپ نے ہائیکورٹ میں مقدمہ لڑ کر واگزار کرائی اور اس کا نام مسجد یمامہ رکھا اور اس کی آبادکاری میں مصروف زندگی گزار رہے تھے۔ مسجد میں خطیب وامام اور مدرس کا بندوبست کیا اور ساتھ ساتھ مرزائیوں کا مقابلہ بھی تھا۔ وہاں عظیم الشان ختم نبوت کانفرنس کرائی۔ علاقہ میں مسلمانوں سے رابطے، ان کو بیدار کرنا اور عزت وناموس رسالت کے لئے ذہن سازی کرنا قادیانیوں کے گندے عقائد لوگوں پر واضح کرنا، آپ نوجوان علماء سے خصوصی شفقت فرماتے اور احساس دلاتے۔

اسی سلسلہ میں آپ ختم نبوت کانفرنس کی تیاری میں تھے پروگرام کی اجازت لینے اور علماء سے وقت لینے نکلے تھے کہ راستہ میں بیماری اور نقاہت نے حملہ کیا۔ بیٹے علی شاہ سے کہا مجھے گھر لے چلو۔ گھر پہنچتے ہی اپنے آخری اور پکے گھر پہنچ گئے۔ بڑی عمر، سفید گھنی لمبی ریش، سر پہ ٹوپی، فقیرانہ درویشانہ سادہ لباس، یہ غازی بابا اپنے آخری سفر کو سدھار گیا۔ آخری وقت بھی ختم نبوت کے پہرے پر تھا۔ زہے نصیب! استقبال ہوں گے، انوکھے حال ہوں گے۔ آپ کی نماز جنازہ میں غلامان مصطفیٰ کی کثیر تعداد بالخصوص دور ونزدیک سے علماء مشائخ ٹوٹ کر شامل ہوئے اور سعادت سمجھتے ہوئے ایک کیف محسوس کیا۔ نماز جنازہ علاقہ کی معروف دینی شخصیت پیر احسن

قیوم مظہری آف پپلاں شریف نے پڑھائی اور قائد آباد کے قبرستان میں حضرت بابا شاہ زمان ہمدانی کے مزار کے ساتھ دفن کئے گئے۔ آپ کے جنازے پر اور آپ کی قبر پر بھی تاجدار ختم نبوت زندہ باد اور مرزائیت مردہ باد کے نعرے لگ رہے ہیں۔ آپ نے سوگواران میں دو بیٹے دو بیٹیاں اور بیوی چھوڑے ہیں۔ سلام اس باہمت خاتون پر جس نے شاہ جی کا ہر حال میں ساتھ دیا۔ آپ کے بیٹے ماشاء اللہ جوان ہیں۔ دینی غیرت رکھتے ہیں۔ سادہ زندگی گزار رہے ہیں۔ شاہ صاحب کا تخت ہزارہ کا واقعہ یہ ہے کہ:

جمعہ کا دن تھا۔ ہم تین ساتھیوں نے (حافظ قاری سید امیر حسین شاہ کوٹلوی، حافظ محمد بشیر صاحب نقشبندی پھتو والہ ضلع منڈی بہاؤالدین اور بندہ ناچیز حافظ قاری محمد بخش حافظ القادری حلال پوری ناظم اعلیٰ مدرسہ تعلیم القرآن محمدیہ، حنفیہ، قادریہ حلال پور نوناں ضلع سرگودھا) پروگرام بنایا کہ آج نماز جمعہ تخت ہزارہ میں خطیب اہل سنت حضرت مولانا سید شبیر حسین شاہ صاحب کوٹلوی کے پیچھے پڑھتے ہیں۔ نماز سے فارغ ہوئے کافی دیر تک مسجد میں بیٹھے رہے۔ چائے وغیرہ ہوئی۔ تقریباً عصر ہوگئی۔ حافظ محمد بشیر صاحب بھی چلے گئے۔ بندہ ناچیز کی ملاقات مجاہد ختم نبوت حضرت قبلہ شاہ صاحب، سید اطہر حسین بخاری سے ہوگئی۔ آپ بس اڈے پر ایک ہوٹل کے سامنے تشریف فرما تھے۔ (میں نے عرض کیا کہ میں ان کا محرم راز تھا۔ آپ مجھ پر بڑے مہربان اور بھائی سمجھتے ہیں) مجھے آپ نے ٹھہرالیا۔ میں جلدی نکلنا چاہتا تھا۔ شام ہونے کو تھی۔ آپ بضد تھے کہ میں ٹھہروں۔ بہرحال آپ نے ہوٹل پر چائے کا آرڈر دیا۔ چائے آگئی۔ ہم دونوں چائے پینے لگے۔ آپ ساتھ ساتھ بڑے درد وسوز سے آپ بیتی سناتے رہے۔ فرماتے ہیں کہ میں نہایت دکھ اور کرب کے کیف میں ہوں۔ میرے ایک ہم سفر اور رفیق خاص مستری محمد اشرف کے بیٹے عمران کا ہاتھ ٹوکا مشین (چارہ کترنے والی) میں آکر کٹ گیا ہے اور مرزائیوں نے بکواس کیا ہے کہ یہ ہمارے مرزا قادیانی کی کرامت ہے میں اس دکھ کو برداشت نہیں کر پارہا۔ ساتھ ساتھ آپ رو رہے ہیں۔ عینک اتار کر آنسو پونچھتے ہیں۔ میں چائے تو پی ہی رہا تھا مگر اس سوچ میں گم تھا کہ شاہ صاحب جیسا چٹان سے بھی مضبوط انسان بلکہ مرد آہن اور پھر رونا یہ بات جڑتی نہیں۔ آپ نے ساری کہانی سنائی۔ مجھے ٹھہرائے رکھا۔ میں نہایت انہماک سے آپ کی باتیں سن رہا تھا۔ آپ اندر سے ٹوٹ پھوٹ چکے تھے اور بکھر جانا چاہتے تھے۔ آپ اس دکھ اور ظلم کو برداشت نہیں کر پارہے تھے۔ میں چونکہ آپ کے مزاج سے واقف تھا ایک عرصہ سے آپ کے ساتھ وابستہ تھا۔ ساری تحریک آنکھوں کے سامنے دیکھی تھی۔ آپ نہ ڈرنے والے، نہ دبنے والے، نہ جھکنے والے، نہ بکنے والے، بلکہ پختہ ایمان والے اور ارادوں پر پورا اتر جانے والے مجاہد تھے۔ میں اب اپنے اندر اس بات کا یقین کر چکا تھا۔ آج جتنے بند باندھیں گے ٹوٹ جائیں گے اور کچھ ہو کر رہے گا۔ (میں بدقسمتی سے کمزور دل کا انسان ہوں۔ شاہ صاحب کو مجھ سے گلا رہتا تھا کہ تم ڈر جاتے ہو) میں ڈر گیا اور جلدی سے نکل جانے کے لئے حضرت سے اجازت لی اور چلتا بنا۔

تخت ہزارہ سے میرا گاؤں (حلال پور نوناں) تقریباً تین کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ آتے ہی نماز مغرب پڑھی اور کان لگائے ہوئے ہوں کہ ابھی تخت ہزارہ سے کسی بہت بڑے واقعہ کی اطلاع آئے گی۔ تھوڑی دیر بعد سن لیا کہ شاہ صاحب (اطہر حسین شاہ) شہید ہوگئے ہیں۔ مرزائیوں نے انہیں قتل کر دیا ہے۔ پھر پولیس کو گزرتے دیکھا، کر کیا سکتے تھے۔ ہر طرف سے ناکہ بندیاں ہو چکی تھیں۔ صبح ہوئی تو سنا کہ شاہ صاحب شدید زخمی ہیں۔ کرفیو نافذ ہے نظام زندگی معطل ہے۔ یہاں ایک اور واقعہ رونما ہوا جو پڑھنے سننے اور سنانے کے قابل ہے اور فخر سے سربلند کرتا ہے۔ مڈھ رانجھا ہسپتال کی ایمبولینس کا ڈرائیور اپنے تاثرات دیتا ہے کہ ہسپتال سے مجھے تخت ہزارہ قادیانی زخمی لانے کو بھیجا گیا۔ میں مرزائیت کو اتنا نہیں سمجھتا تھا۔ مگر اب ایسا سمجھا ہوں کہ رگ وپے میں اتر گئی ہے۔ مڈھ رانجھا ہسپتال سے میں نے گاڑی نکالی تو چیک کیا۔ اس کے اوپر والی بتی جل رہی تھی اور ہوٹر بھی بج رہا تھا۔ تخت ہزارہ پہنچنے تک بتی جلتی رہی اور ہوٹر بجتا رہا۔

مرزائی زخمی کو گاڑی میں رکھتے ہی ہوٹر بجنے سے رک گیا اور بتی جلنے سے رک گئی۔اس حالت میں میں مڈھ رانجھا ہسپتال واپس پہنچا ہی تھا کہ عملے نے بتایا کہ جلدی گاڑی خالی کرو۔شاہ صاحب کو فیصل آباد ہسپتال پہنچانا ہے۔ یہاں ان کا علاج نہیں ہوسکتا۔جونہی گاڑی سے مرزائی کو اتارا اور صفائی وغیرہ کے بعد شاہ صاحب قبلہ کو فیصل آباد پہنچانے کے لئے گاڑی میں رکھا۔اللہ گواہ ہے گاڑی کی بتی ازخود جلنے لگی اور ہوٹر بجنے لگا۔اب میں سمجھ گیا کہ کفر کیا ہے اور اسلام کیا ہے۔کافر کی نحوست نے اتنا گاڑی پر اثر ڈالا کہ ہوٹر اور بتی جلنے سے رک گئے اور مسلمان مجاہد اور دیوانہ رسول ﷺ کی برکت اور اسلام کی روشنی سے ہوٹر اور بتی آٹومیٹک چلنے لگے۔(ما شاء اللہ)

خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ اسباب بننے لگے۔شاہ صاحب قبلہ بچ گئے۔ ہوا یوں کہ شاہ صاحب نے نماز مغرب کے وقت شہر کے بچوں کو لیا اور اپنے دکھ درد کے ازالے اور سچائی کے اجالے کے لئے شہر میں جلوس نکالا۔نعرے لگائے اور چیلنج کیا کہ اگر بچے کا ہاتھ ٹوکا مشین میں مرزا قادیانی کی کرامت سے کٹا ہے تو مرزا قادیانی کو کہو کہ میرا کچھ بگاڑے۔مرزائیوں نے باہر سے گھسیٹ کر شاہ صاحب کو اپنی عبادت گاہ میں لے لیا اور زدوکوب کرنا شروع کر دیا۔ڈنڈوں، کلہاڑیوں سے مرزا کے چمچے، محمد ﷺ کے دیوانے کو مارنے لگے۔ جلوس کے بچوں نے شور مچا دیا کہ مرزائی شاہ صاحب کو مار رہے ہے،قتل کر رہے ہیں،شہید کر رہے ہیں۔مساجد میں اعلانات ہوگئے۔بس پھر کیا ہوا کوئی غیبی طاقت آئی۔مسلمان سنتے گئے اور لپکتے گئے۔ جہاں تک لاؤڈ سپیکروں کی آوازیں گئیں۔مسلمان گھروں، ڈیروں سے دوڑے اور مرزائیوں کی عبادت گاہ کے درپے ہوگئے۔اس وقت تک انہوں نے شاہ صاحب کو اپنی طرف سے ختم کر دیا ہوا تھا۔ مسلمانوں نے شاہ صاحب کو مانگا، بات نہ بنی تو نعرۂ تکبیر لگایا اور دیوار کو دھکا دیا۔دیوار نعرہ تکبیر پر نثار ہوگئی۔کچھ لوگوں نے شاہ صاحب کو نکال لیا اور کچھ لوگ مرزائیوں پر حملہ آور ہوئے۔قدرت کا سارا کرشمہ ہوا۔شاہ صاحب نرا بچے ہی نہیں مقدمے سے باوقار بری بھی ہوگئے۔اللہ کریم کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ جس نے اسلامیوں کی لاج رکھ لی اور محمد یوں مصطفویوں کے حوصلے بلند کر دیئے اور قادیانیوں کو شکست فاش اور شرمندگی سے دوچار کر دیا۔ (قاری محمد بخش قادری)

(۲۸۵) اطہر علی سلہٹی، مولانا

(ولادت:۱۳۰۹ھ/۱۸۹۲ء ...... وفات:۱۳۹۶ھ/۱۹۷۶ء)

مولانا اطہر علی دارالعلوم دیوبند کے فاضل اور علامہ انور شاہ کاشمیری کے مخصوص تلامذہ میں سے تھے۔حکیم الامت حضرت تھانوی کے اکابر خلفاء میں شمار ہوتے تھے۔آپ نے تحریک ختم نبوت میں عملاً کام کیا۔۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں مجلس عمل تحفظ ختم نبوت میں بھرپور کردار ادا کیا اور مشرقی پاکستان کے علماء کے قائد رہے۔اکابرین کے ساتھ ردقادیانیت کے لئے تقریر وتحریر کے ذریعے خدمات سرانجام دیتے رہے۔اس سے قبل علامہ انورشاہ کشمیری کے تلمیذ خاص کی حیثیت سے دیگر اکابرین مفتی محمد شفیع، علامہ ظفر احمد عثمانی، مولانا محمد ادریس کاندھلوی اور مولانا بدر عالم میرٹھی کے شانہ بشانہ قادیانیت کے خلاف تبلیغی دورے فرماتے رہے۔

(۲۸۶) اظہار الحق ایڈووکیٹ، جناب

لاہور ہائیکورٹ کے وکیل جناب اظہار الحق صاحب تھے جو ۱۹۷۴ء سے ۱۹۸۴ء تک ختم نبوت کے سلسلہ میں کیسوں کے لئے بھرپور کردار ادا کرتے رہے۔خوب بہادر اور بااصول آدمی تھے۔

(۲۸۷) اظہر حسین زیدی، جناب سید

(پیدائش:۱۲/دسمبر۱۹۱۴ء، بجنور ...... وفات:۱۰/دسمبر۱۹۸۶ء، لاہور)

شیعہ مکتب فکر کے نامور عالم، نکتہ دان خطیب، صاحب طرز ادیب، ذاکر، مجلس خواں تھے۔ انہیں خطیب آل محمد بھی کہا جاتا تھا۔ ان کا بیان راہ چلتے لوگوں کو قید ہی نہیں پا بجولاں بھی کر لیتا تھا۔ سید مظفر علی شمسی سالانہ ختم نبوت کانفرنس چنیوٹ پر کبھی کبھار ان کو ہمراہ لاتے تو وہ نشست کو لوٹ کر لے جاتے۔ ایک بار انہوں نے اپنے بیان میں فرمایا کہ میرے اس بیان ختم نبوت کانفرنس چنیوٹ نے میرے بیان کانفرنس قادیان کی یاد کو تازہ کر دیا ہے۔ اس کا معنی یہی کہ وہ احرار کانفرنس قادیان میں بھی بیان کر چکے تھے۔ فقیر نے ان کے کئی بیانات سنے جو بلامبالغہ ان کا ہر بیان سحر انگیز ہوتا تھا۔ قادیانیوں کو بیان میں ایسے آڑے ہاتھوں لیتے تھے کہ ان کا بھیجہ نکال دیتے تھے۔ کربلا گامے شاہ لاہور میں علامہ کفایت حسین کے ساتھ مدفون ہیں۔

(۲۸۸) اظہر رفیق شہید (ساہیوال)، جناب

(شہادت:۲۶/اکتوبر۱۹۸۴ء)

حضرت قاری بشیر احمد اور جناب اظہر رفیق کو قادیانیوں نے اپنی عبادت گاہ کے باہر گولیوں کی بوچھاڑ کر کے شہید کر دیا۔ اگلے دن مولانا خواجہ خان محمد صاحب امیر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور یوں جناب اظہر رفیق کو ساہیوال کے ایک قریبی چک میں رحمت حق کے سپرد کر دیا گیا۔

(۲۸۹) اعجاز احمد، جناب مہر

آپ تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء کی مرکزی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت میں غالباً مسلم لیگ کے نمائندہ کے طور پر شریک ہوئے۔ انتہائی شریف النفس اور بھلے آدمی تھے۔ قادیانی فتنہ کے کفر بواح سے امت کو بچانے کے لئے کسی سے کم نہ تھے۔

(۲۹۰) اعجاز ولی، جناب مفتی

(پیدائش:۱۹۱۴ء، بریلی ...... وفات:۲۰/نومبر۱۹۷۳ء)

مولانا محمد رضا خان سے قرآن مجید پڑھا۔ مولانا مصطفیٰ رضا خان سے دورۂ حدیث کی تعلیم مکمل کی۔ بریلی، پانی پت، جامعہ محمدی جھنگ، جامعہ نعیمیہ لاہور میں پڑھاتے رہے۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں قید و بند کے مراحل سے گزرے۔ جمعیۃ علماء پاکستان پنجاب کے صدر رہے۔ متعدد دینی مدارس کے بانی تھے۔

(۲۹۱) اعزاز علی امروہی دیوبندی، مولانا

(وفات:۱۳۷۴ھ/۸/مارچ۱۹۵۵ء)

آپ دارالعلوم دیوبند کے نہایت ممتاز فضلاء میں سے تھے۔ ۱۳۲۱ھ/۱۹۰۳ء میں فراغت کے بعد حضرت شیخ الہند نے آپ کو

مدرسہ نعمانیہ پورینی ضلع بھاگلپور کے لئے منتخب فرمایا۔ آپ تقریباً سات سال تک یہاں درس دیتے رہے۔ پھر شاہ جہان پور میں تقریباً تین سال گزارنے کے بعد دارالعلوم دیوبند بلالئے گئے۔ پھر تادم زیست دارالعلوم دیوبند میں ہی رہے۔ شیخ الادب کے نام سے مشہور ہوئے۔ عربی ادب اور فقہ پر عبور حاصل تھا۔ مفتی عزیز الرحمٰن کے بعد صدر مفتی دارالعلوم کے عہدے پر فائز ہوئے۔ حضرت مدنی کی عدم موجودگی میں کئی بار بخاری شریف پڑھانے کی سعادت بھی حاصل ہوئی۔ انتظامی امور میں بھی آپ کی اہلیت مسلم تھی۔ دارالعلوم دیوبند میں آپ کی علمی خدمات کا دورانیہ چوالیس برس پر محیط ہے۔ آپ نے ردقادیانیت پر ''فتویٰ تکفیر قادیان'' میں صورۃ مسئولہ پر مفتی عزیز الرحمٰن دیوبندی کے جواب پر ''اصاب المجیب'' لکھ کر تائیدی دستخط فرمائے۔ (فتاویٰ ختم نبوت ج۲ص ۳۶۸)

(۲۹۲) افتخار احمد اعوان، جناب

(پیدائش: ۳۰/اپریل ۱۹۶۸ء ...... وفات: ۲۲/اگست ۱۹۹۱ء)

سکندر، ہری پور ہزارہ میں حاجی محمد اختر مرحوم کے گھر آپ کی ولادت ہوئی۔ ۱۹۸۴ء میں تحریک ختم نبوت کا تیسرا دور آیا جو اپنے ساتھ امتناع قادیانیت آرڈیننس کا تحفہ لایا۔ تحریکوں کا یہ وصف ہے کہ وہ لیڈر پیدا کرتی ہیں اور کارکن ابھارتی ہیں۔ ۱۹۸۴ء کی تحریک ختم نبوت کے نتیجہ میں جو نئے نوجوان عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت سے وابستہ ہوئے ان میں ایک افتخار احمد اعوان بھی تھے۔ جن کا تعلق ہزارہ کے زرخیز، دیدہ زیب، دلفریب اور سرسبز وشادات علاقہ ہری پور سے تھا۔ مرحوم ایک متحرک، فعال، پرجوش اور مخلص کارکن تھے۔ پورے علاقہ میں تحفظ ختم نبوت کے ہر پروگرام اور تحریک کے روح رواں تھے۔ مرحوم میں کام کرنے کا جذبہ خون کی حرارت میں شامل تھا۔ افتخار ایک کامیاب مقرر بھی تھے۔ ان کی تقریر شعلہ وشبنم کا امتزاج ہوتی تھی جو روانی، فراوانی اور طغیانی سے عبارت تھی۔ (اورنگزیب اعوان)

(۲۹۳) افتخار احمد بگوی (بھیرہ)، مولانا

(پیدائش: ۵/ستمبر ۱۹۱۹ء ...... وفات: ۱۲/دسمبر ۱۹۷۵ء)

حضرت مولانا ظہور احمد بگوی کے خاندان کے چشم وچراغ اور آپ کے بھتیجے حضرت مولانا صاحبزادہ افتخار احمد بگوی نے اپنے بڑوں کے نام اور کام کو زندہ رکھا۔ ۷/ستمبر ۱۹۷۴ء میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا تو آپ نے ''ماہنامہ شمس الاسلام'' بھیرہ کی دواشاعتوں کو اکٹھا کر کے ایک خاص اشاعت ''ختم نبوت نمبر'' کے نام پر شائع کیا۔ مولانا افتخار احمد علمی وروحانی شخصیت کارکن تحریک پاکستان وکارکن تحریک ۱۹۵۳ء ۱۹۷۴ء تھے۔ اس نمبر کو احتساب قادیانیت جلد ۵۵ میں شائع کیا گیا۔

(۲۹۴) افتخار حسین نقوی، علامہ سید

''امت مسلمہ کا اس پر اجماع ہے کہ قادیانی غیر مسلم ہیں۔ کیونکہ وہ ختم نبوت کے منکر ہیں۔ توحید پر ایمان رکھنا اور اسلام کے دوسرے احکامات بجالانے والا اس وقت تک مسلمان نہیں جب تک وہ حضور نبی کریم ﷺ پر ایمان نہ رکھتا ہے۔ حضور ﷺ کو آخری نبی

اور حضور ﷺ کے بعد مرزا غلام احمد قادیانی سمیت ہر مدعی نبوت کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہو۔‘‘

(ہفت روزہ لولاک فیصل آباد ج۲۲ش۲۵، مؤرخہ ۱۳؍ستمبر ۱۹۸۵ء، قادیانیت ہماری نظر میں ص۱۸۴)

(۲۹۵) افتخار الحسن زیدی (فیصل آباد)، صاحبزادہ سید

(وفات: ۱۵؍جولائی ۱۹۹۲ء)

مولانا صاحبزادہ سید افتخار الحسن زیدی مرحوم طارق آباد، فیصل آباد کے رہائشی تھے۔ چوٹی کے خطیب تھے۔ وہ اپنے انداز کے خود بانی تھے۔ آپ نے عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ ہمیشہ ختم نبوت کانفرنس چنیوٹ اور پھر چناب نگر تشریف لاتے۔ رات کے بھرپور اجلاس میں آپ کا اکثر آخری بیان ہوتا۔ ان کے خطاب کو عوام شرکاء میں بھرپور پذیرائی ملتی۔ بات کرنا اور لوگوں کے ذہن میں اپنی بات کو اتارنے کا انہیں فن آتا تھا۔ حق تعالیٰ نے انہیں توفیق بخشی۔ مجلس تحفظ ختم نبوت جہاں کہیں ختم نبوت کانفرنس کے لئے دعوت دیتی وہ تشریف لاتے۔ حق تعالیٰ نے انہیں خوبیوں کا مرقعہ بنایا تھا اور ان کی تمام خوبیاں عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے وقف تھیں۔ آپ نے تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں ایک قافلہ کی قیادت فرماتے ہوئے کراچی جاکر گرفتاری دی اور سال بھر سنت یوسفی کو زندہ کیا۔

دنیا جاتی ہے کہ پنجاب کے معروف گورنر ملک امیر محمد خان کی عقربی مونچھیں تھیں۔ سید افتخار الحسن زیدی نے اپنے بیان میں ان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ: ’’گورنر کی مونچھوں سے بغاوت ہوسکتی ہے۔ آقائے نامدار ﷺ کی زلفوں سے بغاوت نہیں ہوسکتی۔‘‘ اس ایک جملہ سے اندازہ فرمائیں کہ وہ کتنے قادر الکلام خطیب تھے کہ کیا کچھ فرما گئے؟

(۲۹۶) افراسیاب خان، جناب جسٹس راجہ

جنرل ضیاء الحق کے امتناع قادیانیت آرڈیننس کے خلاف قادیانیوں نے سپریم کورٹ میں اپیل دائر کی تھی، جسے ۳؍جولائی ۱۹۹۳ء کو مسٹر جسٹس شفیع الرحمٰن، مسٹر جسٹس عبدالقدیر، مسٹر جسٹس افضل لون، مسٹر جسٹس ولی محمد نے مسترد کر دیا تھا۔ سپریم کورٹ کے چار رکنی بنچ کے فیصلہ کے خلاف قادیانیوں نے سپریم کورٹ میں نظرثانی کی اپیل دائر کی۔ جسے ۸؍نومبر ۱۹۹۹ء کو سپریم کورٹ کے پانچ رکنی بنچ نے جس کے ایک رکن جناب جسٹس افراسیاب خان تھے۔ انہوں نے عدم پیروی کی بنیاد پر نظرثانی کی اپیل کو مسترد کر دیا۔

(۲۹۷) افسر علی شاہ (ایبٹ آباد)، حضرت مولانا سید

(ولادت: ۸؍فروری ۱۹۵۳ء ...... وصال: ۳۰؍دسمبر ۲۰۱۸ء)

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ایبٹ آباد کے امیر، تاریخی شہزادہ مسجد کے خطیب مولانا سید افسر علی شاہ کی ولادت چھترّ پلین ضلع مانسہرہ میں ہوئی۔ اپنے گاؤں میں حفظ قرآن مجید کا آغاز کیا۔ تکمیل بنوری ٹاؤن کراچی سے ہوئی۔ پھر دینی تعلیم کا آغاز بھی یہیں ہوا۔ ۱۹۷۵ء میں دورہ حدیث کیا۔ آپ کے اساتذہ حضرت بنوری، حضرت مفتی ولی حسن، مفتی احمد الرحمٰن تھے۔ درمیان میں نصرۃ العلوم

گوجرانوالہ اور مدرسہ انوریہ طاہروالی میں بھی پڑھتے رہے۔ راولپنڈی، رحیم یار خان، گوجرانوالہ میں دورۂ تفسیر بھی پڑھا۔ ایم.اے اسلامیات فرسٹ ڈویژن میں کیا۔ کالج میں لیکچرار بھرتی ہوئے۔ ۲۰۱۳ء میں ریٹائرمنٹ ہوئی۔ آپ نے ہندوستان کا بھی سفر کیا۔ دو بار حج کی سعادت حاصل کی۔ پہلے مجلس تحفظ ختم نبوت ایبٹ آباد کے ناظم اعلیٰ اور اب امیر تھے۔ آپ حق گو، مجاہد فی سبیل اللہ تھے۔ عقیدۂ ختم نبوت کی جدوجہد میں ہمیشہ پیش پیش رہے۔

(۲۹۸) افضل چیمہ (گوجرہ)، جناب

(پیدائش: ۱۹۱۳ء)

۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت کے دوران میں جناب افضل چیمہ وفاقی سیکرٹری قانون تھے۔ اصلاً گوجرہ کے رہائشی تھے۔ ہائیکورٹ کے جج رہے۔ پھر وفاقی لاء سیکرٹری مقرر ہوئے۔ ہمارے حضرات کے جب قادیانی مسئلہ پر جناب بھٹو صاحب سے مذاکرات ہوئے تو یہ بھی اپنے سرکاری منصب کے باعث حکومتی پارٹی کی مذاکراتی ٹیم کا حصہ تھے۔

(۲۹۹) افضل حق (لاہور)، جناب چوہدری

(پیدائش: ۱۸۹۱ء، شنکر گڑھ ہوشیار پور ...... وفات: ۸/جنوری ۱۹۴۲ء، لاہور)

کل ہند مجلس احرار اسلام کے بیدار مغز قائد جناب چوہدری افضل حق کو قدرت نے زرخیز دماغ کی نعمت سے نوازا تھا۔ وہ بہت دوررس سوچ وفکر کے حامل تھے۔ اپنے زمانہ میں برطانوی سامراج کے سب سے بڑے دشمن تھے۔ برصغیر کے حالات کی نبض پر ان کا ہاتھ ہوتا تھا۔ وہ مسلمانوں کے بہت بڑے خیر خواہ تھے۔ ان کی ساری زندگی فقر وفاقہ کی علامت تھی۔ وہ اس خطہ میں فقرا ابوذر رضی اللہ عنہ کے وارث تھے۔ ان جیسے عبقری بھی چشم فلک نے بہت کم دیکھے ہوں گے۔ بیچ منجدھار وہ سیدھا تیرنے کے خوگر تھے۔ ان خوبیوں نے انہیں ملک وملت کا بے مثال لیڈر بنا دیا تھا۔ ان کا وجود حق وسچ کی دلیل تھا۔ مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی کی قیادت، مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی خطابت اور چوہدری افضل حق کے فکر رسا کا نام مجلس احرار اسلام تھا۔ قدرت نے انہیں جہاں خوبیوں کا مجموعہ بنایا تھا۔ وہاں دیگر خوبیوں کی طرح تحریر کے سلسلہ میں قدرت نے بڑی فیاضی سے حصہ نصیب فرمایا تھا۔ وہ اپنے وقت کے صاحب طرز ادیب تھے۔ رحمت عالم ﷺ کی سیرت پر آپ نے ''محبوب خدا'' کے عنوان سے کتاب تحریر کی۔ جو اردو ادب کا شاہکار رہے۔ آپ کی ایک کتاب ''تاریخ احرار'' ہے۔ اس اچھوتی تحریر پر مشتمل کتاب نے پورے ملک سے خراج تحسین وصول کیا۔ ہمارے مخدوم زادہ مولانا حافظ سید عطاء المنعم شاہ بخاری نے عرصہ ہوا اسے دیدہ زیب طباعت سے دلنواز کیا تھا۔ ''حضرت حافظ جی مرحوم'' کے زمانہ میں گرانقدر پمفلٹ وکتب، احرار کے شعبہ نشرواشاعت نے شائع کئے۔ اگر اس تسلسل کو برقرار رکھا جاتا تو جماعتی لٹریچر میں بے پناہ اضافہ ہوجاتا۔ بہر حال اللہ رب العزت جس سے جو چاہے کام لے۔ اس کی اپنی حکمتیں ہیں۔ ان کی حکمتوں کو کون جان سکتا ہے۔ کل کی بات ہے ہمارے حضرت مخدوم گرامی حافظ مولانا سید عطاء المنعم شاہ بخاری نے اپنے والد گرامی سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی سوانح قلم بند کی۔ اتنے ذوق وشوق، محنت ولگن سے کہ خود فرمایا کرتے تھے کہ اس کتاب نے میری کمر کو دھرا کر دیا ہے۔ لیکن حضرت مرحوم کے ساتھ حادثہ

ہوا کہ کسی نے ان کا مسودہ ہی چوری کر لیا۔ اس حادثہ نے حضرت حافظ جی کے جگر کو چھلنی کر دیا۔ اس صدمہ نے اندر اندر سے انہیں ایسا گھائل کیا کہ وہ چارپائی سے لگ گئے۔ اس حادثہ پر انہوں نے اپنے رسالہ الاحرار میں جو نوٹ تحریر کئے۔ وہ اردو ادب میں مسودوں کے گم ہونے کا نثری مرثیہ قرار دیئے جاسکتے ہیں۔ عرصہ ہوا کہ اس مسودہ کے ملنے اور نہ ملنے کی متضاد خبروں نے گشت جاری رکھا۔ اللہ تعالیٰ اپنے نظر کرم سے اس چور کو ہدایت دے دیں کہ وہ اخلاقی جرأت کا مظاہرہ کر کے محترم جناب سید محمد معاویہ بخاری کو وہ مسودہ واپس کر دیں تو حضرت مرحوم کی روح پر فتوح کو مزید سکون مل جائے۔ دیکھئے! میری دیوانگی کہاں سے کہاں پہنچ گئی۔ جناب! چوہدری افضل حق مرحوم نے ردقادیانیت پر تین مضمون تحریر فرمائے:

۱...... ''فتنہ قادیان'' جو تاریخ احرار کتاب کا ایک باب ہے۔

۲...... ''تکمیل دین اور ختم رسالت'' یہ پمفلٹ بخاری اکیڈمی ملتان کی طرف سے شائع ہوا تھا۔

۳...... ''میٹھی چھری، مرزائی بدعقلی اور حماقت کی انتہاء'' جسے جناب مولانا ایم۔ ایس خالد وزیرآبادی نے اپنی کتاب تصویر مرزا میں شائع کیا تھا۔ جو احتساب قادیانیت کی جلد۲۳ کے ص۲۸۰ تا ۲۸۵ میں کتاب ''تصویر مرزا'' کے ساتھ چھپ چکا ہے۔

یوں حضرت چوہدری افضل حق مرحوم کے تین رسائل احتساب قادیانیت جلد۳۶ میں شائع کرنے کی سعادت بہرہ ور ہوئے۔ الحمدللہ!

پنجاب صوبائی احرار امرتسر کانفرنس مؤرخہ ۸؍مئی ۱۹۳۶ء کو منعقد ہوئی۔ کانفرنس کے صدر مفکر احرار چوہدری افضل حق مرحوم تھے۔ آپ نے اپنے خطبہ صدارت میں قادیانی فتنہ سے متعلق بھی اظہار خیال کیا۔ دفتر مجلس احرار اسلام لاہور سے مولانا مظہر علی اظہر نے اس خطبہ کو شائع کیا۔ مطبوعہ خطبہ کے صفحہ ۱۹ سے ۲۲ تک قادیانیت سے متعلق یہ اقتباس ملاحظہ ہو۔

قادیانی جماعت اور احرار

''یہ ایک کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ حکومت قدرتی طور سے ان لوگوں کو برسراقتدار دیکھنا چاہتی ہے جو اس کے اغراض ومقاصد میں ممدومعاون ہوں۔ مگر ملکی مفاد کا تقاضا یہ ہے کہ سرکار پرست لوگوں کی قوت کو کم کیا جائے۔ غیرملکی حکومت اپنے استحکام ودوام کے لئے صرف خودغرض افرد کے سیاسی گروہوں ہی سے فائدہ نہیں اٹھاتی بلکہ لوگوں کے مذہبی رجحانات سے بھی فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتی ہے۔ قادیانی فرقہ برطانیہ کے زیرسایہ نشوونما پاتا رہا ہے۔ یہ کیوں؟ اس لئے کہ اس فرقے کا بانی انگریز کی غلامی پر قانع اور چاپلوسی کا عادی تھا۔ آزادی کی تڑپ شرافت کی قومی دلیل ہے۔ اس معلم اخلاق کے بارے میں کیا کہا جائے جو غیرملکی حکومت کی وفاداری اپنے مذہب کی ضروری شرط قرار دے۔ کیا وہ مذہبی اور سیاسی طور پر قابل پیروی ہے، جس کے الہامات اور وحی ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کے حکم سے رک جائیں اور جو خود اپنی جماعت کو حکومت کا خودکاشتہ پودہ کہے۔

ہمیں اس جماعت سے صرف یہی شکایت نہیں کہ وہ اسلام کے شیرازے کو بکھیرنا چاہتی ہے بلکہ یہ شکایت بھی ہے کہ وہ ان قوتوں سے سازباز رکھتی ہے جو ملک کو دائمی طور پر غلام رکھنا پسند کرتی ہیں۔ یہ جماعت کبھی ترقی پسند لوگوں کے ساتھ مل کر کام نہیں کر سکتی۔ اس سے آزادی کی جنگ میں شرکت کی کبھی توقع نہیں کی جاسکتی۔ اس لئے ہر محبّ وطن کا فرض ہے کہ ملک کے ان دشمنوں کے

منصوبوں سے آگاہ رہے۔

میں ملک کی سیاسی جماعت کے علاوہ اسلامی جماعتوں سے بھی متوقع ہوں کہ عالم اسلام کے مخالف اس قادیانی گروہ کی نقل وحرکت پر نگاہ رکھیں۔ یہ دوست بن کر مسلمانوں کی دشمنی کرتے ہیں۔ ہر اسلامی سلطنت ان کی جاسوسی سے خبردار رہنے کی کوشش کرتی ہے۔ حکومت کی حوصلہ افزائی کے باعث یہ مسلمان شمار ہوکر مسلمانوں کے حقوق پر جلد قابض ہورہے ہیں۔ مسلمانوں کو مل کر ایسے حالات پیدا کردینے چاہئیں کہ مسلمانوں کے نام پر قادیانی فائدہ نہ اٹھاسکیں۔ الحمدللہ! احرار اور دوسرے مقتدر مسلمانوں کی مساعی سے عامتہ المسلمین ان کی فتنہ انگیزیوں سے باخبر ہورہے ہیں۔ چونکہ احرار منظم ہیں۔ اس لئے مرزامحمود کا سارا قصہ احرار کے خلاف ہے اور اس مقولہ کی بناء پر کہ جنگ میں ہتھیار کا استعمال کرنا مناسب ہے۔ وہ غیر دیانت دارانہ مخالفت سے بھی نہیں چونکتا۔ قادیانی گروہ باوجودیکہ مسجد شہید گنج کے معاملہ میں حسب معمول سول نافرمانی کے مخالف تھا۔ تاہم احرار کو بدنام کرنے کے لئے بعد میں خفیہ طریقہ پر بے دریغ روپیہ صرف کرتا رہا۔ آخر اسے صاف طور پر اعلان کرنا پڑا کہ بے شک مرزائی احرار کے خلاف پوسٹر نکالتے رہے ہیں۔ اب بھی وہ ہماری مخالفت میں کوتاہی نہیں کررہے۔ میں ان سے گلہ نہ ہونا چاہئے۔ البتہ مسلمانوں کو بتانے کی ضرورت ہے کہ احرار کی مخالفت میں مرزائی خطیر رقم خرچ کررہے ہیں۔ وہ مسلمان بن کر اہم ایمان کے سامنے آتے ہیں اور ان کو مجلس احرار کے خلاف ورغلاتے ہیں۔

باوجود اس کے کہ مسٹر جناح کی مساعی سے مسجد شہید گنج کے معاملہ میں عام مسلمانوں کا نقطۂ نگاہ ایک ہوگیا ہے اور سیاسی قوم نے اسی خیال کو قبول فرمانا پسند کیا ہے جو مسجد احرار نے ابتداء میں ظاہر کیا تھا۔ تاہم قادیانی گروہ بدستور فتنہ انگیزی میں مصروف ہے۔ انہیں مسلمانوں کا اتحاد خیالی بھی پسند نہیں۔ وہ اب بھی چاہتا ہے کہ کوئی گروہ اٹھے اور کہے کہ احرار کا زاویہ نگاہ غلط ہے۔ سول نافرمانی کے ذریعہ ہی مسجد مل سکتی ہے۔ الحمدللہ! کہ ڈاکٹر محمد عالم نے قادیانیوں کی توقع پر عدالت میں یہ کہہ کر پانی پھیر دیا کہ مدعیان اور تمام مسلمانوں کو جن کے وہ نمائندہ ہیں اس پر آپ کے انصاف پر کامل اعتماد ہے۔ مجھے امید ہے کہ فیصلہ خواہ کچھ ہو، اس فیصلے کے بعد مسلمان کوئی غیر آئینی کارروائی نہیں کریں گے۔

یہ امر اور بھی موجب مسرت ہے کہ مولانا ظفر علی خان صاحب اور دوسرے نظر بندوں نے سکوت سے ڈاکٹر عالم کی تائید کی۔ ڈاکٹر موصوف کی تصریحات کے خلاف کوئی پروٹسٹ نہیں کیا۔ حالانکہ وہ اخبارات کے مالک ہیں۔ اب قادیانیوں کی لے دے کے امید یہ رہ گئی ہے کہ وہ ہمارے بعض دوستوں کی ذاتی رقابتوں سے فائدہ اٹھائیں۔ اس کا ہم نے یہ انتظام کیا ہے کہ ایسے دوستوں کی اشتعال انگیز تقریروں اور تحریروں کے باوجود ہم تحمل سے کام لیتے ہیں۔ وہ سب وشتم کر کے خود ہی تھک جائیں گے۔ ہمارے اخلاق کی شاندار فتح ہوگی۔ تعجب ہے کہ بعض بزرگ مرزائیوں کے پھندے میں پھنس کر مرزا بشیرالدین محمود کے بل بوتے پر احرار کا مقابلہ کرنا چاہتے ہیں۔ وہ لوگ جو دولت دین مٹا کر مرزائیوں کے ساتھ اسی لئے شامل ہیں کہ انہیں دنیا میں کچھ فائدہ پہنچے گا۔ وہ کان کھول کر سن لیں کہ مسلمانوں کے نزدیک محمد رسول اللہ ﷺ کی نبوت کے بعد ہر رنگ میں نبوت کا دعویدار گروہ شیرازہ اسلامی کو پراگندہ کرنے والا سمجھا جاتا ہے۔ ایسے گروہ کی امداد پر جو دنیا میں سرفرازی چاہے گا، ان شاء اللہ! نیچا دیکھے گا۔ مرزائیوں کی اتحادی پارٹی کے خلاف مجلس احرار ہر جگہ اپنے امیدوار کھڑے کرے گی۔ مسلمانوں سے کامل توقع ہے کہ نبی کریم ﷺ کے دشمن قادیانیوں اور ان کے ساتھیوں کی آرزوؤں کو خاک میں ملادیں گے۔''

۷تا۹/اپریل ۱۹۳۹ء کو پشاور میں آل انڈیا احرار پولیٹیکل کانفرنس منعقد ہوئی۔ جس کے صدر چوہدری افضل حق تھے۔آپ نے کانفرنس میں خطبۂ صدارت ارشاد فرمایا ہے جسے حضرت مولانا عبدالقیوم پوپلزئی جنرل سیکرٹری مجلس استقبالیہ پشاور نے شائع کیا۔ اس مطبوعہ خطبہ کے ص۱۴،۱۵ پر مرزائیت سے متعلق یہ اقتباس ملاحظہ ہو۔

مرزائیت

''مرزائیت عیسائیت کی توام بہن ہے۔ یہ تحریک انگریزی حکمت عملی کی آغوش میں پل کر بڑھی، پھلی اور پھولی ہے۔معلوم ہوتا ہے کہ مرزائیت کے بانی مرزاغلام احمد قادیانی نے پلومر کی ٹانک وائن سے مست ہوکر ایک مکتوب میں اپنی نبوت کو انگریز کا خودکاشتہ پودا بیان کر کے برطانوی سرکار سے ناجائز تعلقات کی پوری کہانی بے خبری میں کہہ دی۔اس دستاویزی ثبوت کے بعد کوئی عقل کا اندھا ہی مرزائیت کی راہ اختیار کرسکتا ہے۔تاہم عقل کے پیچھے لٹھ لے کر پھرنے والوں کی کوئی کمی نہیں۔تکمیل دین کے بعد اجرائے نبوت کے قائل مرزائی لوگ گویا تاج محل پر مٹی کا بھدا گھروندا تیار کر کے ذوق سلیم کی توہین کرنا چاہتے ہیں۔جس طرح فن تعمیر کے ماہر ایسے کورذوق لوگوں کو برداشت نہیں کرسکتے۔اسی طرح سچے مسلمان ایسے کورباطن مذہب کو قبول نہیں کرسکتے۔

کون نہیں جانتا کہ قوموں میں مذہبی اختلاف مختلف نبیوں پر ایمان کی بناء پر ہے۔خاتم النّبیین کا دعویٰ دراصل رحمۃ للعالمین کا ثبوت ہے۔قومیں نبیوں کے تسلسل سے مزید گروہوں میں منقسم ہونے سے بچ گئیں۔ جب جغرافیائی حدبندیاں ناقابل عبور تھیں تب مختلف خطوں میں مختلف نبیوں کا آنا سمجھ میں آسکتا ہے۔لیکن اب جب مختلف ممالک مسافت کی آسانیوں کے لحاظ سے بعد میں شہر کے محلّہ سے بھی قریب معلوم ہوتے ہیں اور براعظم رسل ورسائل کے لحاظ سے ایک خطہ نظر آتے ہیں تو اب نبیوں کا تسلسل قوموں میں بے ضرورت افتراق کا باعث ہی ہوسکتا تھا۔اس لئے ختم نبوت کا دعویٰ درحقیقت خدا کے رحم کا ثبوت ہے۔اس طرح قومیں مزید گروہوں میں تقسیم ہونے سے بچ گئیں۔لیکن غیر ملکی سیاست تخریب اسلام کے لئے مرزا قادیانی کو استعمال کرنے پر تلی ہوئی تھی اور نہیں تو پچاس برس مسلمان اسی فتنۂ کو فرو کرنے میں ہی لگے رہے۔اب خدا نے مجلس احرار کو توفیق دی کہ اس دینی مصیبت سے مسلمانوں کو نجات دلانے کے لئے اپنی کامیاب خدمات پیش کرے۔

قادیانی فتنہ کے خلاف ہماری جدوجہد بے حد صبرآزما رہی ہے۔ابتداء میں قوم نے سرگرمی کا اظہار کیا۔اب صوبائی حکومت کے بعد ادھر ہماری مشکلات میں اضافہ ہوگیا۔ادھر مسلمانوں نے اس محاذ سے دلچسپی لینا کم کردی۔مرزائیوں کی حمایت میں سرسکندر کی وزارت میں ہمارے کارکنوں پر اتنے مقدمات چلائے گئے ہیں کہ ہمیں یہ وہم ویقین بھی نہ تھا کہ برطانوی سیاست سرسکندر کی وزارت پر یوں غلبہ حاصل کر کے ہمارے لئے بیش از بیش مصیبتوں کا باعث ہوگی۔ پہلے ہمارے مقتدر کارکنوں کا قادیان میں داخلہ بند تھا اور اب ضلع بھر میں قدم رکھنا بھی ممنوع ہوگیا۔لیکن قادیانی قتل وغارت میں بدستور مصروف ہیں۔گو سرسکندر کی قادیانیت نوازی مرزائیت کی تاریخ کا مستقل باب بن کر رہے گی۔تاہم ہمیں خدا کی مہربانی پر بھروسہ ہے کہ احرار کا وسیع نظام باوجود مالی مشکلات کے دس برس کے اندر اندر اس فتنہ کو ختم کر کے چھوڑے گا۔باخبر لوگ جانتے ہیں کہ جانباز احرار نے کس طرح مرزائیت کو نیم جان کردیا ہے۔موجودہ وزارت کے بدلنے کے ساتھ حالات بھی بدلیں گے۔ملک میں انگریزی اثرورسوخ جوں جوں کم ہوگا توں توں رکا رکا یہ خودکاشتہ پودا

مرجھاتا چلا جائے گا۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ پنجاب سے مایوس ہوکر مرزائیت کے شجر خبیثہ کو سندھ میں لے جایا جارہا ہے۔ سندھ کے احرار کو ہوشیار رہنا چاہیے۔‘‘

آپ لاہور میں فوت ہوئے اور میانی صاحب کے قبرستان لٹن روڈ پھولوں والے کے عقب میں دفن ہیں۔

(۳۰۰) اقبال احمد فاروقی، مولانا پیرزادہ

(ولادت:۴؍جنوری ۱۹۲۸ء ...... وفات:۲۰۰۸ء)

آپ موضع شہاب والا ضلع گجرات میں پیدا ہوئے۔ آپ نے اپنے والد گرامی مولانا عبدالرحیم فاروقی، مولانا نبی بخش حلوائی لاہوری، مدرسہ تعلیم الاسلام چک نمبر ۳۷ بہاول نگر سے دینی تعلیم حاصل کی۔ پھر دنیوی تعلیم کی طرف متوجہ ہوئے تو اورینٹل کالج لاہور سے ایم۔اے کرلیا۔ پیر گھرانہ سے تعلق تھا۔ پہلے نعت خوانی، پھر خطابت کا شغل بھی جاری رکھا۔ فوج میں ملازمت کی۔ سی۔ایم۔اے لاہور میں کلرک لگ گئے۔ ان دنوں تحریک ختم نبوت میں حصہ لیا تو کوئٹہ تبادلہ کردیا گیا۔ آپ نے فوج میں جہاد پر تقریر کی۔ فوجی افسر نے سنی تو خوش ہوکر یومیہ فوج میں پریڈ کے وقت جہاد پر تقریر کراتے تھے۔ لاہور آئے تو ایک وزیر کی سفارش سے فوج سے استعفاء دے کر سول ملازمت کرلی۔ جہاں ڈپٹی ڈائریکٹر لیبر کے عہدہ پر پہنچ کر ۱۹۸۸ء میں ریٹائر ہوئے۔ بریلوی مکتب فکر کے انتہائی پختہ قلمکار تھے۔ حکیم محمد موسیٰ امرتسری نے مجلس رضا قائم کی تو اس میں متحرک رہے۔ وہ ٹوٹی تو مرکزی مجلس رضا قائم کی۔ ’’جہان رضا‘‘ کے رسالہ کے ایڈیٹر رہے۔ خوب لکھنے کا متاثر کن انداز تھا۔

(۳۰۱) اقبال احمد، جناب رانا

آپ سیاستدان تھے۔ پنجاب کے وزیر مال رہے۔ ذیل میں قادیانیوں سے متعلق ان کا بیان ملاحظہ ہو: ’’جو شخص حضور سرور کائنات ﷺ کو آخری نبی نہیں مانتا، وہ مسلمان نہیں ہے۔‘‘ (روزنامہ جنگ مؤرخہ ۲۲؍جون ۱۹۷۴ء)

(۳۰۲) اقبال محمود اعوان، جناب

(پیدائش:۲۵؍ستمبر ۱۹۵۵ء، بھیرہ ...... وفات:۲۳؍جنوری ۲۰۱۴ء)

آپ نامور قانون دان تھے۔ جمعیۃ علماء پاکستان کے رہنماؤں میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔ تحریک ختم نبوت و تحریک نظام مصطفیٰ میں آپ کا صف اوّل کے مقررین میں شمار ہوتا تھا۔ مولانا نورانی، مولانا نیازی، طاہر القادری، رفیق باجوہ، جسٹس پیر کرم شاہ، جنرل سرفراز، جنرل اے۔کے نیازی، قاسم ضیاء، جہانگیر بدر سے آپ کا دوستانہ تعلق تھا۔ خوب نظریاتی رہنماء تھے۔ اپنے زمانہ میں خوب نام کمایا۔

(۳۰۳) اقتدار احمد، جناب

(وفات:۶؍جون ۱۹۹۵ء، لاہور)

آپ معروف مذہبی سکالر جناب ڈاکٹر اسرار احمد کے برادر خورد تھے۔ ’’ندائے خلافت‘‘ ہفت روزہ کے ایڈیٹر تھے۔ صحافی

اور دانشور تھے۔ قادیانی گروہ کے بارہ میں ان کا ایک اقتباس ملاحظہ ہو: ’’قادیانیوں کے، پاکستانیوں کے نزدیک، مفرور اور برطانیہ میں مقیم سربراہ کے تازہ فرمودات انہی دنوں پریس میں آئے ہیں، جن میں انہوں نے برصغیر پاک و ہند کے حالات کی ابتری پر ٹسوے بہانے کے بعد اس خواہش کا اظہار کیا کہ پاکستان، بھارت اور بنگلہ دیش اپنی سرحدوں کو حرف غلط کی طرح مٹا کر پھر سے ایک ہو جائیں تو ان کے سارے مسئلے حل ہو جائیں گے۔ مرض کا یہ علاج لال بجھکڑ کو بھی نہ سوجھا ہوگا کہ خود مریض ہی کا کام تمام کر دیا جائے۔ تاکہ نہ رہے بانس نہ بجے بانسری، جو اکثر بے سری ہو جاتی ہے۔

ان حضرات کی مجبوری تو ہماری سمجھ میں آتی ہے کہ ان کے ’’پیر فرقوت‘‘ قادیان میں ...... ہیں، جن کے مجاور اب بھی وہیں ڈیرے ڈالے ہوئے ہیں۔ انہیں انگریز کی چاکری کرتے شرم نہ آئی تو ہندوؤں کی نوکری کرتے کیا حیا آئے گی۔ بلکہ وہ اگر اس امید میں ہوں کہ ان کے ’’متر‘‘ انہیں اس بات کا بھی موقع دیں گے کہ ان مسلمانوں سے گن گن کر بدلے لیں۔ انہوں نے ان کے ناپاک وجود کو امت کے جسد سے کاٹ پھینکا تو یہ کچھ غلط خیال نہیں۔ لیکن ان کے باوجود ان کی عقل پر ماتم کرنے کو جی چاہتا ہے۔ انہیں ’’مہا بھارت‘‘ کا مروڑ اس وقت اٹھا ہے جب وہ شاخ ہی نہ رہی، جس پہ آشیانہ تھا۔ اس میں کیا شک ہے کہ پاکستان کو مشکلات کا سامنا ہے۔ بنگلہ دیش بھی بے چین ہے اور بھارتی مسلمانوں کے لئے تو صبح کرنا شام کا، لانا ہے جوئے شیر کا، لیکن خود بھارت کس حال میں ہے؟

قادیانیوں کے سربراہ کے کانوں میں شاید ’’نیو ورلڈ آرڈر‘‘ میں پوشیدہ امریکی عزائم کی بھنک پڑ گئی ہے۔ لیکن اپنے جد امجد کی طرح وہ خود بھی عقل سے پیدل ہیں اور یہ سمجھنے میں ناکام رہے کہ اگرچہ مبینہ طور پر ایک چھوٹا یعنی **Cut to Size** پاکستان یا کئی چھوٹے چھوٹے پاکستانوں کا ایک مجموعہ۔ امریکہ کے مجوزہ نقشے میں زیادہ بہتر طور پر سماتا ہے۔ تاہم بھارت ماتا کے ٹکڑے کرنا بھی اس کے پروگرام کا حصہ یا کم ازکم اگلا مرحلہ ضرور ہے۔ بلکہ سچ تو یہ ہے کہ امریکی مداخلت کے بغیر بھی بھارت خود اپنے زور میں ہی گر کر ٹوٹنے والا ہے۔ چرخے کا کام ختم ہو چکا، جو روئی کو کات کر سوت بناتا تھا۔ اب تو اس کو دھنکی سے دھنکنے کا زمانہ آ رہا ہے۔ کوئی دن جاتا ہے، جب روئی کے گالے فضاء میں اڑتے نظر آئیں گے۔

بلّی کے بھاگوں تو کبھی کبھار چھینکا ٹوٹ بھی جاتا ہے۔ لیکن قادیانیوں کے بھاگوں پاکستان ان شاء اللہ! کبھی نہیں ٹوٹے گا۔ ان کے موجودہ سربراہ بھی برصغیر کے جڑنے کی آرزو لئے اپنے پیش روؤں کی طرح نامراد ہی مریں گے۔‘‘

(ہفت روزہ ندا مؤرخہ ۱۶ تا ۳۰ رجون ۱۹۹۱ء)

(۳۰۴) اکبر خان مہمند، جناب

آپ ۱۹۷۰ء کے الیکشن میں قومی اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے۔ حزب اختلاف کی قرارداد پر قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دلوانے کے لئے دستخط کئے۔ یہ ۱۹۷۴ء کی بات ہے۔

(۳۰۵) اکبر شاہ حنفی قادری پشاوری، جناب سید

جناب سید اکبر شاہ نے مرزا قادیانی کے خلاف فتویٰ دیا کہ: ’’تمام مسلمانوں پر واجب ہے کہ قادیانی پر کفر والحاد کا حکم لگائیں اور اس سے کنارہ کش رہیں۔ اس کے اور اس کے پیروؤں کے کفر میں کوئی شک نہیں ہے۔‘‘

(۳۰۶) اکبر مسیح، جناب

جناب اکبر مسیح ہندوستان کے مسیحی مشن کے انچارج تھے۔ آپ نے مرزا قادیانی کے رد میں ’’منارۃ البیضاء‘‘ لکھی۔ انہوں نے ایک مضمون لکھا جو ماہوار رسالہ ’’تجلی لاہور ۱۹۲۸ء‘‘ میں شائع ہوا۔ اس کا عنوان تھا ’’مرزا غلام احمد کے فرزند کی وفات‘‘ بعد میں آغا شہباز خان نے مناسب ترمیم واضافہ کے ساتھ سیالکوٹ سے شائع کیا۔ ان کا مضمون ’’قادیانی محاسب اور خداوند مسیح کے شاگروں کی تعداد‘‘ کے نام سے ماہوار رسالہ ’’تجلی لاہور‘‘ میں شائع ہوا۔ بعد میں آغا شہباز خان نے ۱۹۲۸ء میں سیالکوٹ سے شائع کیا۔

جناب اکبر مسیح نے ایک کتاب ۱۹۵۷ء میں پنجاب ریلجس بک سوسائٹی انارکلی لاہور سے شائع کی۔ جس کا نام ’’ضرب عیسوی‘‘ رکھا۔ اس کتاب میں سات رسائل ہیں۔

(۱) عصیٰ آدم ربہ...... بحث عصمت انبیاء۔ (۲) عشرہ کاملہ...... تحقیق معنی استغفار ذنب۔ (۳) عصمت مسیح از قرآن وحدیث۔ (۴) عصمت مسیح از اناجیل معہ ردشبہات۔ (۵) مسیح کی موت وبعثت کا اثبات اور مرزائے قادیانی کے اوہام کا ابطال۔ (۶) خداوند مسیح کے بعثت اور مرزا کا خط کشمیر۔ (۷) مرہم رسل۔

ان رسائل کے مصنف ’’جناب اکبر مسیح‘‘ مسیحی قوم کے لیڈر تھے۔ انہوں نے مسیحی نقطہ نظر سے مرزا قادیانی کی تردید کی ہے۔ مسیحی نقطہ نظر بیان کرتے ہوئے انہوں نے خلاف اسلام باتیں بھی کہیں۔ لیکن مسیحی حضرات کو خلاف اسلام طعن وتشنیع کرنے پر برصغیر میں مرزا قادیانی کے قلم نے جتنا ابھارا ہے اس کا بھی اس کتاب میں جگہ جگہ نمونہ قارئین دیکھیں گے۔ بہرنوع خیال رہے کہ یہ کتاب مسیحی پادری کی تحریر کردہ ہے۔ یہ چاروں ’’محاسبہ قادیانیت‘‘ جلد۲ میں شائع کئے گئے ہیں۔

(۳۰۷) اکرام الحق الخیری (برمنگھم)، حضرت مولانا

(وفات: ۲۷/اکتوبر۲۰۲۰ء)

مولانا اکرام الحق الخیری ارائیں برادری سے تعلق رکھتے تھے۔ تقسیم کے بعد سندھ آکر آپ کا خاندان ڈگری میں مقیم ہوا۔ آپ کے چچا حضرت مولانا حافظ محمد شفیع نے اشاعت القرآن ڈگری کے نام سے ادارہ قائم کیا۔ مولانا اکرام الحق نے خیرالمدارس سے تکمیل کی۔ حضرت حافظ محمد شفیع کے وصال کے بعد آپ اس ادارہ کے مہتمم مقرر ہوئے۔ آپ کراچی میں بھی رہے۔ سعودی سفارت خانہ کراچی کے مترجم بھی رہے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کراچی کے عہدوں پر بھی فائز رہے۔ کراچی میں خطابت بھی کی۔ ۱۹۸۵ء کے بعد برمنگھم نقل وطن کرلیا۔ حضرت مولانا منظور الحق کی قائم کردہ مسجد برمنگھم میں امامت وخطابت کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ حضرت خواجہ خواجگان مولانا خواجہ خان محمد کے ایک مرید حضرت حاجی محمد شریف کوٹلہ ارب علی ضلع گجرات کے اس مسجد کے متولی تھے۔ مولانا خیری صاحب نے ان کی سرپرستی میں کام کو خوب آگے بڑھایا۔ دوستوں کے دوست تھے۔ جس زمانہ میں آپ ڈگری ہوتے تھے، قرب وجوار میں قادیانیت کا تعاقب تحریر وتقریر کے ذریعہ مثالی طور پر کیا۔ برطانیہ میں بھی اس مشن کے ساتھ وابستہ رہے۔ خوب نستعلیق انسان تھے۔

۱...... ’’جس کی بات نہیں اس کی ذات نہیں‘‘ ۱۹۶۵ء کے لگ بھگ مجاہد ملت بانی رہنما عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حضرت مولانا محمد علی

جالندھری نے کنری ضلع تھرپارکر سندھ میں رحمت عالم ﷺ کی سیرت طیبہ کے عنوان پر خطاب کے دوران آپ ﷺ کے وصف خاص عقیدہ ختم نبوت پر بیان کرتے ہوئے مرزا قادیانی ملعون کے تین حوالے پیش کئے۔ جس میں اس نے مسلمانوں کے خلاف بدزبانی کی۔ آٹھ ماہ بعد کنری کے قادیانی فضل الدین نے ایک پمفلٹ میں چیلنج کیا کہ یہ حوالہ جات دکھائے جائیں تو تین صدروپیہ دینے کے لئے میں تیار ہوں۔ اگلے دن جامعہ خیرالمدارس کے فاضل اور ڈگری جامعہ اشاعت القرآن کے ناظم عمومی مولانا اکرام الحق الخیری کتب مرزا لے کر کنری پہنچ گئے اور سپیکر پر چیلنج کیا کہ آؤ حوالے دیکھو۔ رات کو جلسہ عام ہوا۔ قادیانیوں کو سانپ سونگھ گیا۔ فضل الدین قادیانی، مرزا قادیانی کے خروج کی جگہ میں چھپ گیا۔ مولانا اکرام الحق الخیری ڈگری واپس تشریف لے گئے۔ قادیانیوں نے کہا کہ پمفلٹ کا جواب پمفلٹ سے دیا جائے۔ چنانچہ یہ پمفلٹ ''جس کی بات نہیں اس کی ذات نہیں'' ناظم مجلس تحفظ ختم نبوت کنری کی طرف سے شائع کیا گیا۔

۲...... ''امین الملک جے سنگھ بہادر کرشن گوپال، مرزا غلام احمد قادیانی حجر اسود کے ادنیٰ ترین خادم فضل الدین مرزائی کے تینوں پمفلوں کا جواب، بمع چیلنج مناظرہ'' پمفلٹ سابقہ ''جس کی بات نہیں اس کی ذات نہیں'' کے شائع ہونے پر فضل الدین مرزائی نے تین پمفلٹ سائیکلوسٹائل تقسیم کئے۔ ان تینوں سائیکلوسٹائل پمفلٹوں کا جواب اس رسالہ میں دیا گیا جو ناظم مجلس تحفظ ختم نبوت کنری نے شائع کیا اور اب دونوں رسائل احتساب قادیانیت جلد ۵۰ میں شامل اشاعت ہیں۔

(۳۰۸) اکرام اللہ (منڈی بہاؤالدین)، حضرت حافظ محمد

(وصال: ۲۷/نومبر ۲۰۱۹ء)

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے بزرگ رہنما، مجاہد ختم نبوت حضرت حافظ محمد اکرام اللہ قادیانیوں کی مشہور زمانہ شاہ تاج شوگرمل منڈی بہاؤالدین میں ملازمت کرتے رہے۔ لیکن جب فتنہ قادیانیت کی حقیقت اور سنگینی کا احساس ہوا تو ملازمت کو ترک کر کے قادیانیوں کے تعاقب کے لئے سرگرم عمل ہوگئے۔ اپنی پوری زندگی عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ اور فتنہ قادیانیت کے تعاقب میں گزاری۔ اس مقدس مشن کے لئے قادیانیوں کی جانب سے دھمکیوں کا سامنا کرنا پڑا لیکن کوہِ استقامت ثابت ہوئے۔ ان کی یادگار اور بہترین صدقہ جاریہ قادیانیوں کی شوگرمل کی دیوار سے متصل جامع مسجد ختم نبوت محلہ کوٹ نواب شاہ ہے جس کا سنگ بنیاد ۱۹۸۸ء میں حضرت خواجہ خواجگان مولانا خان محمد کے دست مبارک سے رکھا گیا۔ قادیانیوں کے لئے یہ مسجد ناقابل برداشت تھی جس کے لئے انہوں نے کئی اوچھے ہتھکنڈے آزمائے لیکن حافظ اکرام اللہ نے دلیری کے ساتھ ناکام کئے۔ مسجد کے قائم نہ کرنے کی صورت میں قادیانیوں کی جانب سے ان کو بھاری مالی معاونت کی پیشکش کی گئی لیکن انہوں نے نبی آخرالزمان ﷺ کی ختم نبوت کی خاطر ٹھکرا دیا۔ تادم آخر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے ساتھ وابستہ رہے۔ قائد جمعیت مولانا فضل الرحمٰن کے ساتھ والہانہ عقیدت رکھتے تھے۔ (مسعود حجازی)

(۳۰۹) التفات احمد شاہ (سجادہ نشین ردولے مستان شاہ کابلی)، حضرت

مرزا قادیانی نے اپنے مخالف علماء ومشائخ کے نام ایک خط مقابلہ ومباہلہ کے لئے لکھا ہے۔ اس میں حضرت التفات احمد شاہ کو بھی انجام آتھم کے ص ۷۱ نمبر ۶۳ پر مخاطب کیا ہے۔ گویا کہ ملعون قادیان کے کفر کو الم نشرح کرنے میں آپ نے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ الحمد للہ!

(۳۱۰) الطاف الرحمٰن (چاٹگام)، حضرت مولانا مفتی

حضرت مفتی صاحب کا شمار علماء بنگلہ میں جید، مستند اور قابل مفتیوں میں ہوتا ہے۔ قادیانی فتنہ کے متعلق آپ نے فتویٰ تحریر کیا۔ دیگر علماء بنگلہ نے اس کی تائید وتوثیق فرمائی۔

الحمد للّٰہ والصلٰوۃ والسلام علٰی نبیه الذی لا نبی بعده، اما بعد! فالاجوبة کلها صحیحة، والفرقة القادیانیة فرقة باطلة خارجة عن اهل السنة والجماعة وعن دائرة الاسلام۔ حرره احقر الناس محمد الطاف الرحمٰن عفی عنه

حمد وثناء کے بعد! تمام جوابات درست ہیں اور قادیانی فرقہ باطل ہے۔ یہ اہل سنت والجماعت اور دائرہ اسلام سے بھی خارج ہے۔

الجواب حق والحق احق ان یتبع، وماذا بعد الحق الا الضلال!

جواب بالکل درست اور حق ہے اور حق بات اس کے زیادہ لائق ہے کہ اس کی تابعداری کی جائے اور حق کے بعد تو پھر گمراہی ہی ہے۔ محمد عبدالمعز

دارالافتاء جامعہ فرقانیہ لال باغ، ڈھاکہ

جواب صحیح ہے۔ شمس الحق عفاء اللہ عنہ، جامعہ قرآنیہ عربیہ لال باغ، ڈھاکہ
جواب درست ہے۔ محمد ریاست علی، مدرس رانا پنک مدرسہ ضلع سلہٹ بنگلہ دیش
جواب صحیح ہے۔ محمد عبدالحکیم سلہٹی مدرس جامعہ قرآنیہ لال باغ، ڈھاکہ
جواب حق ہے۔ احقر محمد مدرس مدرسہ ڈھاکہ دکھن
جواب صحیح ہے۔ مہتمم مدرسہ امدادالعلوم فرید آباد، ڈھاکہ (فتاویٰ ختم نبوت ج۳ ص۵۶،۵۷)

(۳۱۱) الطاف حسین گیلانی، جناب سید

(وفات: دسمبر ۱۹۷۴ء)

کھرڑیانوالہ فیصل آباد کے مذہبی رہنما پیر طریقت سید الطاف حسین گیلانی چک نمبر ۲۰۵ ر.ب میں سکونت پذیر تھے۔ آپ تقسیم سے قبل مجلس احرار اسلام سے وابستہ تھے۔ پاکستان بننے کے بعد مجلس تحفظ ختم نبوت کے پلیٹ فارم سے خدمات سرانجام دیں۔ آپ گوناگوں صفات کے حامل تھے۔ سید عطاء اللہ شاہ بخاری اور مولانا محمد علی جالندھری سے والہانہ قلبی تعلق تھا۔ آپ نے علاقہ میں متعدد مسجدیں بنوائیں۔ حق تعالیٰ ان کی تربت پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائیں۔ آمین!

(۳۱۲) اللہ بخش انور، مولانا

(ولادت: ۱۹۵۶ء ...... وفات: ۲۰۱۶ء)

بستی محرم والی اوچ شریف ضلع بہاول پور کے دینی گھرانہ کے فرد ملک رحیم بخش کے ہاں پیدا ہوئے۔ رحیم یار خان، کبیر

والہ، کہروڑ پکا میں تعلیم دین حاصل کی۔ قاسم العلوم ملتان سے دورۂ حدیث شریف کیا۔ اوقاف میں ملازمت کی جامع مسجد بہاول پور میں بھی خطابت کے فرائض انجام دیئے۔ عقیدہ ختم نبوت کے لئے ہمیشہ قومی دھارے میں شامل رہے۔ اچھے رسیلے خطیب تھے اور بہت ہی کم گو طبیعت پائی تھی۔

(۳۱۳) اللہ بخش (بہاول نگر)، حضرت مولانا

(ولادت:۱۸۶۶ء ...... وفات:۱۹۳۳ء)

آپ بستی ککو بودلہ میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام میاں بخت آور تھا۔ آپ کا خاندان پندرھویں پشت (اوپر کی جانب) حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی کے دست حق پرست پر مسلمان ہوا تھا۔ مولانا اللہ بخش اپنے علاقہ کے مختلف مدارس میں پڑھتے رہے۔ اعلیٰ تعلیم کے لئے مدرسہ حسین بخش دہلی میں داخلہ لیا اور تکمیل کی۔ اس کے بعد دہلی کی ایک مسجد میں امام وخطیب مقرر ہوگئے۔ حضرت شاہ عبدالرحیم رائے پوری دانتوں کے علاج کے سلسلہ میں دہلی آئے تو اسی مسجد میں آپ کا قیام ہوا۔ مولانا اللہ بخش کئی روز تک آپ کی خدمت پر مامور رہے اور پھر بیعت کی درخواست کی۔ حضرت شاہ عبدالرحیم رائے پوری نے گنگوہ میں حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی اپنے شیخ کی طرف مراجعت کا مشورہ دیا۔ مگر مولانا اللہ بخش کی محبت اور قلبی رجحان کے باعث بیعت قبول کرنے کے لئے آمادہ ہوگئے۔ پھر وقت آیا کہ دہلی چھوڑ دی اور حضرت شاہ عبدالرحیم رائے پوری کے قدموں میں ڈیرہ لگالیا۔ حق تعالیٰ نے کرم کیا کہ بڑے حضرت رائے پوری سے آپ کو خلافت ملی۔ اس کے بعد ایک علاقہ چک نادر بہاول نگر تشریف لاکر ترویج اسلام وخدمت اہل اسلام میں مصروف ہوئے۔ پھر حضرت بڑے رائے پوری نے موجودہ بستی دین پور ضلع بہاول نگر کی جگہ پر ڈیرہ لگانے کا حکم فرمایا جو کہ بستی کی شکل اختیار کرگیا ہے۔ خانقاہ ومدرسہ قائم ہوئے۔ ''فتویٰ تکفیر قادیان'' میں صورت مسئولہ پر مولانا نور محمد لدھیانوی کی جوابی عبارت پر تائیدی دستخط کیئے۔ (فتاویٰ ختم نبوت ج۲ص ۳۶۷)

(۳۱۴) اللہ بخش تونسوی، حضرت خواجہ

(وفات:۱۳۱۹ھ/۰۲-۱۹۰۱ء)

خواجہ سلیمان تونسوی (وفات:۱۲۶۷ھ/۱۸۵۱ء) کے نامور پوتے حجۃ الاسلام حضرت خواجہ اللہ بخش تونسوی نے مسند ارشاد سنبھالی اور اپنے جد امجد کی چلائی ہوئی اسلامی تحریک کو آگے بڑھانے میں بڑھ چڑھ کا حصہ لیا۔ تونسہ شریف میں قائم شدہ قدیم دارالعلوم نے اسلام سے والہانہ محبت رکھنے والے نوجوان پیدا کیئے، پھر خود شیر قالین بن کر بیٹھ نہیں گئے، بلکہ سلطنت مغلیہ کے زوال کے باعث مسلمانان برصغیر پر جو یاس وقنوطیت کا غلبہ ہوگیا تھا اس کے خاتمے کے لئے ہندوستان بھر کے دورے کیئے۔

فرنگی سے آپ کو بڑی نفرت تھی، آپ عموماً فرمایا کرتے تھے کہ: ''سیاہ قلب (انگریز) کے کرتوت سے اگر ہم بچ گئے تو پھر کسی بلا کو ہم منہ نہیں لگائیں گے۔'' فرنگی کا خود کاشتہ پودا آنجہانی مرزا غلام احمد قادیانی علیہ ماعلیہ آپ کا ہم عصر تھا، آپ نے اس کے عقائد باطلہ کی منظم طریقے سے تردید کی، پورے ملک میں معتقدین کی طرف خصوصی مراسلے جاری کر کے اس کے کفر وارتداد سے لوگوں کو آگاہ

کیا، خصوصاً متحدہ پنجاب میں تبلیغ وارشاد کے ذریعے اس کا ایسا گھیراؤ کیا کہ قادیانی چیلوں کو سکون سے کام کرنا نصیب نہ ہوا، ورنہ نہیں کہا جاسکتا اس طوفان بدتمیزی کے امت مسلمہ پر کیا اثرات مرتب ہوتے۔

حضرت خواجہ حسن نظامی نے اپنی معرکۃ الآرا کتاب ''نظامی بنسری'' میں آپ کی تبلیغی جدوجہد کو شاندار الفاظ میں خراج عقیدت پیش کیا ہے، ''تاریخ مشائخ چشت'' میں مرقوم ہے: ''مرزا غلام احمد قادیانی نے اس وقت اپنے عقائد کی ترویج شروع کی، اور اکثر علماء کو مباحثے کی دعوت دی، خواجہ اللہ بخش صاحب نے اپنی جگہ بیٹھ کر نہایت سختی کے ساتھ ان فتنوں کی تردید کی اور کوشش کی کہ مسلمانوں کا مذہبی احساس اور وجدان ان گمراہ تحریکوں سے متأثر نہ ہو۔'' (تاریخ مشائخ چشت ص۷۲۲)

نصف صدی اپنی بہترین صلاحیتیں اسلام کے نام پر قربان کر کے حضرت خواجہ اللہ بخش تونسوی نے ۱۳۱۹ھ میں انتقال فرمایا۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ مرزا نے جب دعوئ نبوت کیا تو آپ بستر علالت پر تھے، لیکن مرزا کا دعویٰ سنتے ہی بستر مرگ سے یوں اٹھ کھڑے ہوئے جیسے کوئی شیر نیند سے بیدار ہوجاتا ہے، زندگی کی آخری سانس تک آپ مرزا قادیانی کے خلاف نبرد آزما رہے۔

آپ کے وصال کے بعد آپ کے صاحبزادے حضرت خواجہ محمود سلیمانی چشتی (وفات: ۱۳۴۸ھ/ ۱۹۲۹ء) نے دردمند دل کے ساتھ بندگان خدا کی خدمت شروع کردی، انتہائی رحم دل ہوتے ہوئے بھی انگریز دشمنی آپ کی طبیعت میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی، آپ نے پوری قوت سے قادیانی فتنے کا مقابلہ کیا، آخری وقت اپنے شہرۂ آفاق فرزند خواجہ نظام الدین تونسوی کو مخاطب کر کے فرمایا: ''نظام! میں نہیں ہوں گا، جس روز یہ منحوس فرنگی ہندوستان سے اپنی نحوست لے کر روانہ ہوتو میری قبر پر آ کر مبارک باد دینا!''

آپ نے اپنے بزرگوں کی طرح قادیانیت کا قلع قمع کرنے میں مقدور بھر کوشش کی۔ اگر مشرقی جانب حضرت غوث الثقلین کا فرزند دلبند حضرت علامہ پیر مہر علی شاہ گولڑوی مرزائیت سے نبرد آزما تھا، تو مغربی طرف پیر پٹھان کا نڈر پوتا قصر قادیانیت پر دلائل وبرہان سے بمباری کررہا تھا، آپ کے حالات میں ہے کہ آپ مثنوی شریف کے ابتدائی درس میں بھی آنجہانی قادیانی کی نہایت سختی سے تردید فرمایا کرتے تھے۔

۱۳۴۸ھ میں آپ کے انتقال کے بعد آپ کے شیر دل بیٹے حضرت مولانا خواجہ غلام نظام الدین تونسوی مسند سلیمانی پر رونق افروز ہوئے، آپ نے جس سج دھج اور بے خوفی وجگرداری سے اسلامی نظام کے قیام کی جنگ لڑی اس پر جتنا فخر کیا جائے کم ہے۔ آپ کو خدا نے بے شمار خوبیوں سے مالا مال فرمایا تھا، علامہ اقبال نے راجہ حسن اختر اور دیگر مقتدر احباب کو متعدد مرتبہ فرمایا تھا کہ: ''یہ تونسہ شریف کے صاحبزادے بہت بلند مقام کے مالک ہیں۔'' آپ کو بھی اپنے بزرگوں کی طرح فرنگی اور اس کے چیلے چانٹوں سے حد درجہ نفرت تھی، مولانا سیّد عطاء اللہ شاہ بخاری کی زبانی روایت ہے کہ جب فرنگی یہاں سے بوریا بستر باندھ کر چلنے لگا تو اپنی پالتو اولاد کو آزادی کے متوالوں کی فہرست دے گیا، جنہوں نے اس کی زندگی اجیرن کررکھی تھی، ان میں حضرت مولانا غلام نظام الدین تونسوی کا نام صف اوّل کے رہنماؤں میں تھا۔ جب ۱۹۵۳ء میں تحریک ختم نبوت کا آغاز ہوا تو آپ کو ایک لمحے کے لئے بھی چین نہ تھا، مجھے اور دیگر مخلص ساتھیوں کو ساتھ لے کر ملتان میں مقامی مشائخ سے متفقہ لائحہ عمل طے کرنے کے لئے رابطہ قائم کیا، پیر صاحب گولڑہ شریف سے طویل مذاکرات کیئے، پھر ملک بھر کا طوفانی دورہ کیا اور لوگوں کو تحریک میں شامل کیا۔

خواجہ نظام الدین تونسوی نے ۱۹۵۳ء کی تحریک مقدس میں بھرپور حصہ لیا، حضرت امیر شریعت سیّد عطاء اللہ شاہ بخاری سے آپ کے قابل رشک مراسم تھے۔ ایک بار کوٹ قیصرانی، تحصیل تونسہ میں مجلس تحفظ ختم نبوت کے شیریں بیان مقرر مولانا محمد شریف بہاول پوری نے ردقادیانیت پر تقریر کی، تو مرزائیوں نے آپ کی سخت مخالفت وتوہین کی، خواجہ نظام الدین کو پتا چلا، آپ بہت رنجیدہ ہوئے، جیسے آپ کی اپنی بے حرمتی ہوئی ہو، ساتھیوں سے فرمایا: ''یہ معمولی بات نہیں! ہم قادیانیوں کو ایسی سزا دیں گے کہ زندگی بھر یاد رکھیں گے۔'' چنانچہ چندروز بعد وہی قادیانی خان جب تونسہ آیا تو آپ نے مریدوں کو حکم دیا: ''جہاں ملے بچھادو!'' ایسی عبرت ناک سزادی کہ قادیانی آج بھی اسے نہ بھولے ہوں گے۔ حالیہ تحریک شیرگڑھ میں آپ کے وارث خواجہ عبدمناف نے جس جرأت رندانہ کا مظاہرہ کیا، یہ سب اسی خونی وراثت کا صدقہ ہے۔

اس تحریک ۱۹۸۶ء میں مجلس تحفظ ختم نبوت کے تمام مجاہدین علماء ومشائخ کی خدمات قابل فخر ہیں، اسی تحریک میں جب لاٹھی چارج ہوا تو مولانا عبدالستار تونسوی سخت زخمی ہوئے، اگلی رات خواب میں آقائے نامدار ﷺ کی زیارت سے بہرہ ور ہوئے۔

(۳۱۵) اللہ بخش صدیقی، مولانا

(وفات: ۳/مارچ ۲۰۰۰ء)

بہل ضلع بھکر جامعہ صدیقیہ کے بانی ومہتمم، نامور مذہبی رہنماء، تمام دینی تحریکوں کے ہراوّل، جمعیۃ علماء اسلام کے عہدہ دار اور ختم نبوت کے فداکار تھے۔

(۳۱۶) اللہ بخش گرواں، مولانا حافظ

(وفات: ۲۸/ستمبر ۲۰۱۲ء)

حضرت مولانا حافظ اللہ بخش صاحب گرواں برادری سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کے والد گرامی کا نام ملک درگاہی تھا۔ جو زمیندارہ پیشہ سے تعلق رکھتے تھے مولانا حافظ اللہ بخش ۱۹۲۸ء کو بستی گرواں تھانہ نوشہرہ جدید ضلع بہاول پور میں پیدا ہوئے۔ بہاول پور کے ایک قدیمی قصبہ کا نام پپلی راجن ہے۔ جہاں سادات کی زیادہ آبادی ہے۔ جو اکثر شیعہ مسلک سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہاں پر ایک بزرگ عالم دین مولانا سید محمد علی شاہ صاحب ہوتے تھے۔ مولانا سید محمد علی شاہ صاحب شیعہ برادری سے تعلق رکھتے تھے۔ حق تعالیٰ نے کرم کا معاملہ کیا۔ شاہ صاحب جامعہ عباسیہ بہاول پور (موجودہ اسلامیہ یونیورسٹی) میں پڑھنے کے لئے داخل ہوئے۔ مولانا غلام محمد گھوٹوی، مولانا محمد صادق بہاول پوری، مولانا قاضی عبیداللہ صاحب کا دور تھا۔ آپ ان کے شاگرد تھے۔ تب ایک شیعہ زمیندار نے سنی زمیندار سے کہا کہ ہمارا نوجوان (سید محمد علی شاہ) علم دین پڑھ رہا ہے جو ہماری طرف سے سنیت کا مقابلہ کرے گا۔ سنی زمیندار نے کہا کہ اگر تو محمد علی شاہ نے کتب پوری نہ پڑھیں۔ نیم ملاّ رہا تو پھر تمہارا ہے۔ اگر پوری کتابیں پڑھ لیں عالم دین بن گئے تو پھر یہ ہمارے عالم ہوں گے تمہارے نہیں۔ اللہ رب العزت نے کرم کیا۔ مولانا سید محمد علی شاہ بہت بڑے سنی عالم، نامور مناظر، حق گو مجاہد فی سبیل اللہ! متبحر عالم دین ثابت ہوئے۔ تب شیعہ برادری نے مخالفت کی۔ آپ نے قصبہ پپلی راجن سے ترک سکونت کر کے نہر کے کنارے

رہائشی مکانات بنوائے۔اس نئی آبادی کا نام انہوں نے ’’عثمان پور‘‘ رکھا۔یہاں ایک مدرسہ قائم کیا جو رفیق العلماء بستی عثمان پور کے نام پر تھا۔یہ ریاست بہاول پور کا سرکاری سکول تھا۔اس زمانہ میں ان سکولوں میں جامعہ عباسیہ کا نصاب پڑھایا جاتا تھا۔

مدرسہ رفیق العلماء عثمان پور کے صدرالمدرسین مولانا محمد علی شاہ صاحب تھے۔مولانا محمد علی شاہ صاحب علاقہ کے نامور پیر بھی تھے۔آپ نے علاقہ بھر میں وعظ وتبلیغ سے بہت وسیع حلقہ قائم کرلیا تھا۔آپ کے مریدوں میں ملک فیض بخش گرواں تھے۔ان کو ہم سب چچا فیض بخش کہتے تھے۔بستی گرواں میں یہ پہلے دیوبندی تھے۔ملک فیض بخش صاحب ملک درگاہی کے کزن تھے۔ان سے (مولانا حافظ) اللہ بخش بیٹا تعلیم کے لئے مانگ کرلے گئے اور اپنے مرشد مولانا محمد علی شاہ صاحب کے پاس تعلیم کے لئے داخل کرا آئے۔آپ نے نورانی قاعدہ، حفظ قرآن سے لے کر دورہ حدیث تک تمام کتابیں یہاں پڑھیں۔تب اسی مدرسہ میں ایک استاذ ہوتے تھے حضرت مولانا سید محمد محسن شاہ صاحب۔یہ دارالعلوم دیوبند کے فارغ التحصیل تھے۔مولانا سید محمد محسن شاہ صاحب اور مولانا سید محمد علی شاہ کی صحبت نے ان کو علم کی چوٹیوں کو ناپنے والا بنادیا۔مولانا اللہ بخش صاحب بچپن میں اتنے ذہین تھے کہ آپ نے بہت کم مدت میں حفظ مکمل کرلیا۔ کتابوں میں داخلہ لیا تو ہر کلاس میں اوّل پوزیشن لیتے تھے۔اتنے ذہین تھے کہ کتابوں کا پڑھا ہوا سبق یاد سنا دیتے تھے۔آپ نے رفیق العلماء، فاضل اور جامعہ عباسیہ کی انتہائی ڈگری ’’علامہ‘‘ جامعہ سے پاس کرلی۔تب اسی اپنی مادر علمی میں سرکاری استاذ مقرر ہوگئے۔ربع صدی اپنے اساتذہ کی زیرنگرانی پڑھایا۔اس دور میں اس علاقہ کے علماء سرکاری سکول میں پڑھاتے۔بقیہ تمام اوقات طلبہ کو پرائیویٹ طور پر تمام درس نظامی مکمل کرادیتے۔پہلی راجن سے مولانا حافظ اللہ بخش صاحب کا موضع ڈتہ بلوچ براستہ مسافرخانہ ضلع بہاول پور تبادلہ ہوا۔آپ نے ڈتہ بلوچ سرکاری سکول کی تعلیم کے بعد بقیہ وقت ایک مسجد میں مدرسہ قائم کرکے پڑھانا شروع کیا۔درجنوں حفظ کے بچے، بیسیوں کتابوں کے طلبہ آپ کے پاس پڑھتے تھے۔آپ رات گیارہ بجے تک ان کو پڑھاتے رہتے اور پھر فجر سے قبل بیدار ہوکر پڑھانے لگ جاتے تھے۔کریما سے مشکوٰۃ شریف تک بمع حفظ کی کلاس سب طلباء کو اکیلے پڑھاتے تھے اور پھر سکول کی تعلیم علاوہ ازیں تھی۔آج کل اندازہ نہیں کرسکتے کہ اکیلا ایک آدمی اتنا بڑا تعلیمی نیٹ ورک کیسے چلاتا تھا۔آپ اسے ان کی کرامت پر محمول کریں، ان کے اخلاص کی برکت قرار دیں یا ان کی محنت شاقہ کا ثمرہ فرمائیں۔آپ کو حق حاصل ہے جو چاہیں اس کی تعبیر کریں۔واقعہ یہی ہے کہ وہ سارا یہ نظم اکیلے چلاتے تھے۔بیسیوں اسباق درجہ کتب کے اور حفظ کی بھرپور کلاس یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی عنایت کردہ توفیق سے وہ اکیلے پڑھاتے تھے۔اس زمانہ میں فقیر کو مراح الارواح سے لے کر جلالین ومشکوٰۃ شریف تک آپ سے پڑھنے کا شرف حاصل ہوا۔آپ نے تیاری کرا کر پرائیویٹ طور پر جامعہ عباسیہ کے درجہ فاضل کا بھی فقیر سے امتحان دلوایا۔اس میں فرسٹ ڈویژن میں کامیابی آپ کی نظر شفقت وسرپرستی کا فیضان تھا۔اسی زمانہ میں آپ سے بلاشبہ سینکڑوں طلباء نے حفظ وکتب کے درجہ میں پڑھا اور پھر وہ دین کے مختلف شعبوں سے وابستہ ہوئے اور خدمت دین میں بھرپور کردار ادا کیا۔

مولانا سید محمد علی شاہ صاحب سائیکل پر سوار جارہے ہیں، راستہ میں کسی نے روک لیا، سائیکل سے اترے، اس نے فتویٰ پوچھا، جیب سے قلم کاغذ نکالا، صورت مسؤلہ لکھی، خود ہی جواب لکھا، دستخط کئے۔دنیا کے کسی دارالافتاء یا ہائیکورٹ تک وہ فتویٰ جاتا اس میں ایک لفظ کی کوئی تغلیط یا ترمیم نہ کرسکتا۔اتنے ذہین تھے کہ کتابوں کی طرف مراجعت کے بغیر زبانی سب کام چلاتے تھے۔تمام پڑھی ہوئی کتب کا کتب خانہ ان کا اپنا ذہن ہوتا تھا۔جس میں کمپیوٹر کی طرح پر ڈیٹا جمع ہوتا تھا۔تقریباً یہی صورتحال حضرت مولانا حافظ اللہ

بخش کی تھی۔ بلکہ من وجہ آپ کو یہ فضیلت حاصل تھی کہ حضرت مولانا سید محمد علی شاہ صاحب حافظ نہیں تھے۔ مولانا حافظ اللہ بخش حافظ بھی تھے۔ مولانا سید محمد علی شاہ صاحب نے بارہا فرمایا کہ علم میں، فتویٰ میں، مناظرہ میں، تقریر میں، پڑھانے میں ہر اعتبار سے میرے جانشین مولانا حافظ اللہ بخش صاحب ہیں اور پھر مولانا حافظ اللہ بخش صاحب نے آپ کے جانشین بننے کا حق ادا کر دیا۔ آپ نے تو اپنے اساتذہ کے خلاء کو پر کیا۔ لیکن آپ کے خلاء کو شاید کوئی مدتوں پر نہ کر سکے۔

مولانا حافظ اللہ بخش صاحب متبحر عالم ربانی ہونے کے ساتھ ساتھ بہت ہی حق گو تھے۔ بہادری وجرأت کا مجسمہ تھے۔ اس کے باوجود غریبوں کے لئے نرم خو، غریب پرور، انتہائی منکسر المزاج، سادہ طبیعت، رہن سہن میں اسلاف کے اخلاص کا پرتو تھے، تکبر نام کی کوئی چیز آپ میں نہ تھی۔ عالم دین، مناظر، مدرس وخطیب کے ساتھ ساتھ حکیم حاذق بھی تھے ادویہ سازی خود کرتے تھے۔ کشتہ جات کی تیاری کے ماہر تھے۔ اصلی ادویات مہنگی سے مہنگی خریدتے ان کے نسخہ جات بہت مشہور ہوتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں اس فن میں بھی مہارت تامہ دی تھی۔ پورے ڈویژن کے مریض آپ سے علاج کراتے تھے۔ آپ بلا کے نبّاض تھے۔ نبض پر ہاتھ رکھتے ہی مرض کی تفصیلات ارشاد فرمادیتے تھے۔ آخری عمر میں جب خود دوا نہ بنا سکتے تھے یا یہ کہ نسخہ کے اجزاء خالص کا ملنا مشکل ہو گیا تو دوسرے دواخانوں کی سربند دواؤں کا استعمال کراتے تھے۔ پھر بھی آخر تک چند نسخے خود تیار کراتے تھے۔ جو تیر بہدف ہوتے تھے۔ آپ نے تبلیغ وتعلیم کی طرح طب کے ذریعہ بھی خلق خدا کی خوب سے خوب خدمت کا ریکارڈ قائم کیا۔ آپ کا پیشہ بنیادی طور پر زمیندارہ تھا۔ بڑے سخت جان اور بھرپور محنت کے خوگر تھے۔ حق تعالیٰ نے آپ کو خوبیوں کا گلدستہ بنایا تھا۔ تھانہ، کچہری، پنچائیت میں بڑے سے بڑے جابر لوگوں کے مدمقابل غرباء کے لئے ان کا وجود قدرت کا عطیہ تھا۔ آپ نے ایک بار ضلع کونسل کا الیکشن بھی لڑا۔ یوں قدرت نے آپ سے ہر شعبہ میں مثالی کام لیا۔

آپ کے تین صاحبزادے عالم ہیں۔ ان میں دو بنوری ٹاؤن جامعہ علوم اسلامیہ کراچی کے فاضل ہیں اور کالجوں میں پروفیسر ہیں۔ ایک نے ایم۔فل بھی کیا۔ پی۔ایچ ڈی بھی کررہے ہیں۔ دو اور سکول میں ٹیچر ہیں۔ تمام کے تمام حافظ قرآن ہیں۔ اپنی اولاد کو انہوں نے دین سے وابستہ رکھنے میں پوری توانائی صرف کی۔ یہ آپ کے عالم ربانی ہونے کی بہترین دلیل ہے۔ آپ دراز قد، سڈول جسم رکھتے تھے۔ چہرہ مبارک گول اور نورانی۔ پیشانی کشادہ، ابرو خم دار، پلکیں متوازن، ناک ستواں، چہرہ پرگوشت، داڑھی مبارک گھنی اور خوبصورت مشت برابر۔ باقی ترشوا دیتے تھے۔ ہمیشہ تہہ بند استعال کیا۔ کپڑے ہمیشہ سفید زیب تن کرتے تھے۔ سر پر پگڑی، کندھے پر رومال، سفید کرتا، سفید تہہ بند سادہ دیسی جوتی، چلنے میں وقار، گفتگو میں ریشم کی سی نرمی۔ غرض خوبیوں کا حسین گلدستہ تھے۔ آپ نے سنت یوسفی ادا کر کے جیل کے در ودیوار کو بھی منور کیا۔ آپ نے بڑی کامیاب زندگی گزاری۔ قدرت نے آپ کو لحن داؤدی سے نوازا تھا۔ بلند آواز سے قرآن مجید کی تلاوت کرتے۔ رات کو بغیر سپیکر کے پورے قصبہ میں آپ کی آواز سنائی دیتی تھی۔ قرآن مجید کی خوبصورت تلاوت آپ کا طرہ امتیاز تھا۔ آپ بیان کے دوران میں قرآن مجید، احادیث کا متن، گلستان سعدی، علامہ جامی کی زلیخا ومثنوی سے فارسی کے اشعار سے سامعین کے دل موہ لیتے تھے۔ آپ کی خطابت سے ہزارہا بندگان خدا کی زندگیوں میں بڑی مثبت تبدیلی آئی۔ آخر عمر میں شوگر نے آپ کو گھیر لیا۔ لیکن آخری وقت تک حق تعالیٰ نے آپ کو کسی کا محتاج نہیں کیا۔ جمعرات کو ظہر کی نماز باجماعت پڑھی۔ نماز کے بعد فرمایا کہ طبیعت پر گرانی ہے۔ غسل کرنے کو دل کرتا ہے۔ غسل کیا تو سردی لگ گئی۔ پورے جسم میں

درد کی کیفیت شروع ہوگئی۔ اٹھتے بیٹھتے رہے۔ عصر کی نماز پڑھی۔ مغرب کے قریب آپ کو بہاول پور ہسپتال لے گئے۔ علاج شروع ہوا۔ عشاء کی نماز پڑھی۔ ذکر کرتے رہے۔ تلاوت فرماتے رہے۔ آنکھ لگ گئی۔ سوئے خوب سوئے۔ تین بجے رات سوتے سوتے جنت کو سدھار گئے۔ دنیا میں آنکھ بند کی جنت میں جا کھولی۔ دنیا میں سوئے، آخرت میں جا بیدار ہوئے۔ اگلے دن جمعہ کو ساڑھے چار بجے جنازہ ہوا۔ اتنا جم غفیر آج تک اس علاقہ میں کسی جنازہ پر تو درکنار، عید، عرس یا میلہ پر بھی کبھی نہیں دیکھا گیا۔ دور دراز کے دیہات میں چاروں طرف انسانوں کے ٹھٹھ کے ٹھٹھ۔ انسانی سروں کا سمندر یہ سب کچھ حضرت مرحوم کے اعمال کی عنداللہ قبولیت کی دلیل ہے۔ جمعہ کے دن قبل از مغرب بیٹے اور پوتے کے درمیان عام قبرستان میں سوگئے۔ لیجئے! تین نسلیں ایک ساتھ جمع ہوگئیں آپ کا کام بھی اب تین نہیں کئی نسلیں مل کر شاید اسی سطح پر جاری نہ رکھ سکیں جو آپ کر کے دکھا گئے۔ حق تعالیٰ ان کی بال بال مغفرت فرمائیں۔ ان کے جنت میں درجات بلند ہوں۔ وصال کے بعد آپ کا خوبصورت نورانی چہرہ رب کریم کی عنایات بے پایاں کا مظہر بنا ہوا تھا۔ آپ بہت خوبصورت تھے اور وصال کے بعد اس خوبصورتی میں اور اضافہ ہوگیا تھا۔ حق تعالیٰ اپنی شایان شان ان سے اپنی رحمت کا معاملہ فرمائیں۔ آمین! عمر بھر مجلس تحفظ ختم نبوت کے اس قصبہ میں امیر رہے۔

(۳۱۷) اللہ بخش (نور پور نورنگہ)، مولانا

(وفات: مارچ ۱۹۷۹ء)

نور پور نورنگہ ضلع بہاول پور مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر اور دارالعلوم دیوبند کے فاضل مولانا اللہ بخش نور پوری تھے۔ حق تعالیٰ نے آپ کو خوبیوں کا مرقع بنایا تھا۔ آپ عالم ربانی تھے۔

(۳۱۸) اللہ بخش (ٹوبہ ٹیک سنگھ)، مولانا

(وفات: ۲۳ / جولائی ۲۰۱٦ء)

مولانا اللہ بخش ٹوبہ ٹیک سنگھ کے معروف عالم دین تھے۔ مولانا موصوف متحرک عالم دین اور عربی سرکاری ٹیچر تھے۔ زبیدہ مسجد کے خطیب امام رہے۔ چک نمبر ۳۷۹ کلویا میں جب ٹیچر تھے تو ساتھ ایک قادیانی ٹیچر ماسٹر افضل بھی پڑھاتا تھا۔ مولانا کبھی تو پورا گھنٹہ عقیدہ ختم نبوت اور مرزائیت کے عقائد سے طلباء کو آگاہ کرتے۔ سرکاری دباؤ کے باوجود ہمیشہ مرزائیت کو آشکارا کیا۔ گاؤشالہ قبرستان میں تدفین ہوئی۔

(۳۱۹) اللہ داد صدیقی، مولانا

مولانا اللہ داد صدیقی رستم سہراب فیکٹری لاہور کے خطیب اور جمعیۃ علماء اسلام لاہور کے نائب امیر تھے۔ انتہائی سادہ درویش سیرت عالم دین تھے۔ عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے سراپا کوشاں رہتے۔ مولانا محمد حیات فاتح قادیان برابر کئی دن ان کے ہاں قیام کر کے کورس کراتے، لیکچر دیتے۔ مولانا اللہ داد نے لاہور مجلس تحفظ ختم نبوت میں بھی برابر فعال کردار ادا کیا۔

(۳۲۰) اللہ داد (میلسی)، مولانا

مولانا محمد اللہ داد صاحب مدرسہ حقانیہ عربیہ اسلامیہ میلسی ضلع ملتان میں مدرس ہوتے تھے۔ آپ نے رسالہ تحریر فرمایا: ''الاحسان والکرم...... بیان قادیانی دھرم'' المسمّی بہ ''کڑک آسمانی...... بردجال قادیانی'' اسے ''محاسبہ قادیانیت'' کی چوتھی جلد میں شائع کررہے ہیں۔ یہ کتابچہ یکم/اگست ۱۹۳۵ء کو پہلی بار شائع ہوا تھا۔ اکیاسی سال بعد دوبارہ شامل اشاعت ہوا۔

(۳۲۱) اللہ دتہ بہاول پوری، جناب منشی

منشی اللہ دتہ کا رسالہ:

''حالات قادیانی خلاف آیات سمانی (۱۹۰۱ء)'' اس کا دوسرا نام:

''غلام احمد قادیانی کے اصلی حالات (۱۹۰۱ء)'' اس کا تیسرا نام:

''مختلف اعتقاد قادیانی (۱۹۰۲ء)'' اس کے ٹائٹل پر یہ دوشعر بھی درج ہیں ؎

اگر حق کی تجھے ہے چاہ پیارے — خدا سے ڈر تعجب چھوڑ پیارے
نہ مانے جو حدیث مصطفیٰ کو — اسی کو آگ ہے درگور پیارے

پہلے دوناموں سے سن تالیف ۱۹۰۱ء نکلتا ہے۔ تیسرے نام سے ۱۹۰۲ء سن اشاعت ظاہر ہوتا ہے۔ اس کے مصنف جناب منشی اللہ دتہ صاحب تھے جو یتیم خانہ ریاست بہاول پور میں ملازم تھے۔ ایک سو بارہ سال بعد اب دوبارہ احتساب قادیانیت ج ۵۲ میں یہ کتاب شائع ہوئی ہے۔

(۳۲۲) اللہ دتہ (تاندلیاں والا ضلع فیصل آباد)، مولانا

(ولادت: ۱۹۴۲ء ...... وفات: ۱۹/مئی ۲۰۲۱ء)

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت بلوآنہ تاندلیانوالا ضلع فیصل آباد کے ذمہ دار حضرت مولانا اللہ دتہ چک نمبر ۴۱۵ گ ب میں پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں میں حاصل کرنے کے بعد جامعہ رشیدیہ ساہیوال، جامعہ عیدگاہ بہاول نگر، جامعہ احیاء العلوم ماموں کانجن میں زیر تعلیم رہے۔ تکمیل جامعہ عربیہ نظامیہ تاندلیاں والا سے کی۔ اساتذہ میں سے مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید، مولانا عبدالغفار، مفتی عبدالقوی (فاضل جامعہ امینیہ انڈیا) تھے۔ حافظ حسام الدین سے تعلق کی بناء پر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت سے تعلق بنا۔ عقیدہ ختم نبوت حیات سیدنا عیسیٰ علیہ السلام، امام مہدی علیہ الرضوان اور ردمرزائیت پر ہر ماہ ایک جمعہ مختص تھا۔ اس کے باوجود اپنی ہر تقریر و بیان میں پانچ دس منٹ انہی عنوانات پر گفتگو ہوتی۔ دلی تعلق خانقاہ سراجیہ کندیاں شریف سے تھا تصوف کے اسباق شروع پہلے ہی کردیئے مگر ۱۹۸۷ء میں حضرت مولانا خواجہ خان محمد کے ہاتھ پر جامعہ احیاء العلوم حمید آباد میں باقاعدہ بیعت کی۔ حضرت کے وصال کے بعد حضرت خواجہ خلیل احمد سے تجدیدِ بیعت کی۔

مرکزی جامع مسجد چک نمبر ۵۴۲ گ ب بلوآنہ تحصیل تاندلیاں والا میں بطور امام وخطیب تقریباً ۶۳ سال مکمل کئے۔ چھ مرتبہ درس قرآن میں تکمیل قرآن کیا۔ ساتویں مرتبہ سورۃ آل عمران پر درس چل رہا تھا کہ قضا آن پہنچی۔ ۱۹ مئی ۲۰۲۱ء بروز بدھ انتقال ہوا اور جمعرات کو نماز جنازہ پڑھائی گئی۔ انا الیہ وانا الیہ راجعون! لواحقین میں چار بیٹے دو بیٹیاں چھوڑیں ایک بیٹا مفتی عزیز الرحمٰن فاضل جامعہ اشرفیہ لاہور جنہیں جانشین منتخب کیا گیا۔ (مولانا محمد خبیب ٹوبہ)

(۳۲۳) اللہ دتہ (جھنگ)، حضرت حاجی

مسلم بازار جھنگ صدر میں کھدر فروش حضرت حاجی اللہ دتہ ہوتے تھے۔ خالص نظریاتی اور جماعتی بزرگ تھے۔ ان کے ساتھ دوسرے ساتھی حاجی اللہ وسایا صاحب ہوتے تھے وہ بھی کھیس، دری کا کاروبار کرتے تھے۔ دونوں کی جوڑی تھی۔ جماعتی وذاتی تعلقات ایسے تھے کہ ایسے سگے بھائیوں میں کیا ہوں گے۔ جامع مسجد حق نواز میں مولانا حق نواز صاحب کو لانے والے یہ حضرات تھے۔ حاجی اللہ دتہ صاحب مجلس تحفظ ختم نبوت کے صدر اور حاجی اللہ وسایا نائب صدر ہوتے تھے۔ جناب بلال زبیری صاحب سیکرٹری جنرل، رہے نام اللہ کا ایک ایک کر کے سبھی چل دیئے۔ حاجی صاحبان کی جوڑی کے لئے مولانا محمد علی جالندھری آئیڈیل شخصیت تھی۔ آپ کا فرما دینا ان کے لئے حرف آخر کا درجہ رکھتا تھا۔ کیا محبتوں والے لوگ تھے۔ ایسے ایثار پیشہ حضرات اب عنقاء ہیں تو جماعتیں بھی نئی روایات کی حامل رہ گئیں۔ باقی اللہ اللہ خیر سلا۔

(۳۲۴) اللہ دتہ چانڈیو، جناب

(وفات: دسمبر ۲۰۰۸ء)

گاؤں مانو خان چانڈیو ضلع سانگھڑ میں ڈاکٹر سعید احمد اور ڈاکٹر فیض احمد کے بعد ختم نبوت یونٹ کی ذمہ داریاں اللہ دتہ چانڈیو کے کاندھوں پہ آ گئیں۔ ان کی نگرانی میں یونٹ نے بہت ترقی کی۔ پہلے ۱۰ یا ۱۱ افراد ختم نبوت کانفرنس چناب نگر میں جاتے تھے ان کی کوشش سے اس قافلے کی تعداد بڑھ کر ۵۰ سے اوپر ہوگئی۔ جب اللہ دتہ کو پتہ چلا کہ پیرومل شہر میں ایک ڈاکٹر ہے جن کے پاس قادیانی آتے ہیں اور ان کے رشتہ دار بھی ہیں تو اللہ دتہ فوراً ان کے پاس گئے اور ان کو کہا کہ میں نے سنا ہے کہ آپ کے پاس قادیانی آتے ہیں اور آپ کے رشتہ دار بھی ہیں تو مجھے شک ہوا کہ خدانہ کرے کہ آپ بھی اس فتنے میں پھنس تو نہیں گئے ہو۔ اس نے کہا کہ نہیں الحمدللہ! میرا ختم نبوت پہ ایمان ہے۔ اللہ دتہ نے کہا کہ یہ بات مجھے اسٹام پہ لکھ کر دو تو اس نے لکھ کر دیا کہ میں جناب محمد رسول اللہ ﷺ کو خاتم النّبیین مانتا ہوں اور آپ ﷺ کے بعد اللہ نے نبوت کا دروازہ بند کر دیا۔ بعد میں جو بھی نبوت کا دعویٰ کرے گا مرزا قادیانی یا کوئی اور ہو میں ان پہ لعنت بھیجتا ہوں۔ اس سے لکھوا کر اپنے پاس رکھ لیا۔ ۲۰۰۸ء میں اللہ دتہ شدید بیمار ہو گئے اور اس کے بھائی ان کو ڈاکٹر کے پاس لے جا رہے تھے تو میرپور خاص پہنچنے سے پہلے بیہوش ہو گئے۔ ان کا بھائی نزدیک کے ہسپتال لے گیا جو قادیانی کی تھی۔ گیٹ پر پہنچتے ہی اللہ دتہ کو ہوش آ گیا اور اپنے بھائی کو ڈانتے ہوئے کہا کہ یہ تم مجھے کہاں لے کر آئے ہو۔ مجھے فوراً یہاں سے نکالو اور اگر میں یہاں مر گیا تو کل قیامت کے دن اپنے آقا ﷺ کو کیا منہ دکھاؤں گا کہ ساری زندگی تو میرے دشمنوں سے لڑتا آیا اور اب

مرنے کے ڈر سے میرے دشمنوں کی ہسپتال جا پہنچا اور خدا کی قسم اگر میں مرگیا تو قیامت کے دن تجھے معاف نہیں کروں گا۔اس کے بھائی نے بات سن کران کو فوراً وہاں سے واپس گاڑی میں بٹھایا اور کراچی لے کر گئے۔اس بیماری کی شدت سے دسمبر ۲۰۰۸ء میں بھائی اللہ دتہ کا انتقال ہوا اور وصیت کے مطابق ان کی نماز جنازہ ان کے مرشد احمد میاں حمادی نے پڑھائی۔اللہ اپنے بندے کو جنت الفردوس میں جگہ عطاء فرمائے۔آمین!
(مولانا محمد علی صدیقی)

(۳۲۵) اللہ دتہ چنیوٹی، جناب ملک

(وفات: جنوری ۱۹۸۶ء)

سید عطاء اللہ شاہ بخاری کے عقیدت مند، مجلس احرار اسلام کے پرجوش، جفاکش کارکن تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء اور ۱۹۷۴ء، ۱۹۸۴ء کے صف اوّل کے مجاہد جناب ملک اللہ دتہ چنیوٹی سرگرم اور متحرک رہنما تھے۔

(۳۲۶) اللہ دتہ کلانوری، مولانا

مولانا اللہ دتہ ساکن سوہل ضلع گورداسپور کا مرتب کردہ رسالہ ''موضع پیکوان تھانہ کلانور کے جلسہ کا لب لباب'' ہے۔موضع پیکوان تھانہ کلانور تحصیل بٹالہ ضلع گورداسپور میں ۳۱؍جنوری، یکم،۲فروری ۱۹۰۲ء کو جلسہ ہوا۔اس موقع پر قادیانیوں نے حسب عادت قادیان سے جمال الدین کشمیری قادیانی کو بلوا کر مناظرہ کا چیلنج دے دیا۔مولوی اللہ دتہ صاحب اتفاق سے آ گئے۔اہل اسلام کی طرف سے انہوں نے مناظرہ کیا۔آپ نے تقریر کے بعد تحریر کا تحریری جواب دیا۔قادیانی ہوا ہو گئے۔قادیانیوں نے قادیان سے جا کر اشتہار شائع کیا۔ظاہر ہے جو اشتہار مرکز زور (قادیان) کے مسندنشین (معلم ملکوت مرزا قادیانی) کے ہاں شائع ہوگا۔اس میں دجل وتلبیس کے کیا کیا شاہکار ہوں گے؟ چنانچہ یہی ہوا۔غرض قادیانی اشتہار کا جواب اور جلسہ ومناظرہ کی روئیداد مولانا اللہ دتہ صاحب نے مرتب کر کے شائع کرائی۔ایک سو دس سال بعد دوبارہ احتساب قادیانیت ج۴۵ میں شائع کرنے پر میری خوشی کو کوئی بھائی کیونکر جان سکتا ہے؟

(۳۲۷) اللہ رکھا لدھیانوی (چیچہ وطنی)، جناب شیخ

(وفات: ۱۴؍اگست ۱۹۶۸ء)

شیخ اللہ رکھا لدھیانوی مجلس احرار کے خالصتاً نظریاتی کارکن تھے۔قیام پاکستان سے قبل اور بعد رضا کاران احرار کے ساتھ متعدد بار مقید رہے۔چیچہ وطنی میں ختم نبوت کے نمائندہ کی حیثیت سے خوب مرزائیت کا تعاقب کیا۔شیخ صاحب مرحوم انجمن صحافیان چیچہ وطنی کے صدر بھی رہے۔شیخ صاحب مرحوم، جناب شیخ ماسٹر تاج الدین انصاری کے عم زاد تھے۔حضرت سید عطاء اللہ شاہ بخاری اور ان کی اولاد سے ارادت وعقیدت کا رشتہ تادم زیست قائم رہا۔شیخ صاحب مرحوم ہنستے مسکراتے فانی دنیا سے رخصت ہوئے۔بعد از وفات حضرت پیرجی سید عطاء المہیمن شاہ بخاری نے آپ کی آنکھیں بند کیں اور آپ کے جسم کو سیدھا کیا۔جنازہ کے بعد لحد میں بھی حضرت پیرجی نے اتارا۔
(مولانا عبدالحکیم، چیچہ وطنی)

(۳۲۸) اللہ یار ارائیں (شجاع آباد)، جناب حافظ

(وصال:۲/اکتوبر۲۰۱۸ء)

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت اوکاڑہ وقصور کے مبلغ مولانا عبدالرزاق مجاہد کے والد گرامی حافظ اللہ یار ارائیں منگل کی شام کو جان جان آفرین کے سپرد ہوئے۔ موصوف صوم وصلوٰۃ کے مکمل پابند تھے۔ عملی زندگی کے ابتدائی چند سالوں میں فی سبیل اللہ درس وتدریس میں مشغول رہے۔ بعدازاں سعودی عرب میں بیت اللہ شریف کے خدام میں شامل ہوئے۔ وطن واپس تشریف لائے تو شجاع آباد شہر کے مضافات میں کچھ زمین خریدی اور یہیں کے ہوکر رہ گئے۔ دعوت وتبلیغ سے منسلک رہے۔ سالانہ چلا، ماہانہ سہ روزہ، گشت اور تبلیغی اعمال پابندی سے بجالاتے۔ گھر سے مسجد اور پھر مسجد میں سارا سارا دن تلاوت کلام پاک، نوافل اور ذکرواذکار میں مصروف رہتے۔ دوتین ماہ سے بیمار چلے آرہے تھے۔ بیماری کے ساتھ ساتھ علاج ومعالجہ کا سلسلہ بھی جاری رہا۔ تاآنکہ وقت موعود آپہنچا۔ آپ کی نماز جنازہ حضرت مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری کی امامت میں ادا کی گئی۔

(۳۲۹) اللہ یار ارشد (قائم پور ضلع بہاول پور)، مولانا

(وفات:۸/جون۲۰۱۰ء)

عالمی مجلس، احرار اسلام کے چناب نگر میں مبلغ وخطیب مولانا اللہ یار ارشد تھے جو قائم پور تحصیل حاصل پور ضلع بہاول پور کے قریب گوڈری کے رہائشی تھے۔ ارائیں برادری سے تعلق رکھتے تھے۔ چناب نگر مجلس احرار اسلام سے علیحدگی اختیار کی تو مسجد بخاری اڈہ چناب نگر پہاڑی کے دامن میں مدرسہ قائم کیا۔ خوب بھرپور متحرک آدمی تھے۔ جتنا عرصہ رہے نہ خود ٹک کر بیٹھے نہ قادیانیوں کو چین لینے دیا۔ عرصہ تک آپ کا چرچا رہا۔ شوگر کے مریض تھے۔ آرام کے لئے گھر آئے۔ مرض نے حملہ کیا تو بہاول پور وکٹوریہ ہسپتال میں جان کی بازی ہار گئے۔ حق تعالیٰ بال بال مغفرت فرمائیں۔ آمین!

(۳۳۰) اللہ یار خان چکڑالوی، پیر طریقت مولانا

(پیدائش:۱۹۰۴ء ...... وفات:۱۸/فروری۱۹۸۴ء)

آپ جامعہ امینیہ دہلی کے فارغ التحصیل تھے۔ نامور محقق عالم دین اور مناظر اسلام تھے۔ رفض کے خلاف چلتی پھرتی للکار حق تھے۔ آپ تصوف میں اویسی نسبتوں کے امین تھے۔ مولانا امیر محمد اکرم اعوان مینارہ کے آپ کے خلیفہ تھے۔ مولانا اللہ یار خان قادیانیوں کو مناظرہ میں ایسے آڑے ہاتھوں لیتے کہ ان کے ہوش کے طوطے اڑ جاتے۔ خوب انسان تھے۔ خوبیوں کا مرقع تھے۔ حق تعالیٰ ان کی تربت کو بقعۂ نور بنائیں۔ آمین!

(۳۳۱) اللہ یار خان، حضرت حافظ

(وفات:۳۱/جنوری۱۹۵۹ء)

یہ حضرت حافظ صاحب مجلس تحفظ ختم نبوت کے مخلصین میں سے تھے۔ آپ کے انتقال کے بعد ۱۸/اپریل ۱۹۵۹ء کو مجلس کی

مرکزی شوریٰ کا اجلاس منعقد ہوا۔ اس میں یہ قرارداد رجسٹر پر لکھی ہے۔ ’’مجلس شوریٰ کا یہ اجلاس حافظ اللہ یار خان مرحوم کی وفات حسرت آیات پر اپنے گہرے رنج وغم کا اظہار کرتا ہے۔ مرحوم کے ایثار وخلوص کی تعریف کرتے ہوئے ان کے لئے بخشش کی دعا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی ملی وتبلیغی قربانیوں کو قبول فرمائے اور جنت الفردوس میں جگہ نصیب کرے۔‘‘

آج جب کہ فقیر کارروائی اجلاس شوریٰ کے رجسٹر سے اس حصہ کو نقل کر رہا ہے تو پورے حلقہ میں کوئی بتانے والا باقی نہیں رہا کہ مرحوم کہاں کے رہنے والے تھے۔ اتنے وقیع الفاظ میں تعزیت کی قرارداد، دلیل ہے کہ وہ مجلس کے گرامی قدر رہنماؤں میں سے تھے۔

(۳۳۲) الہ دین لدھیانوی، جناب میاں

میاں الہ دین لدھیانہ کا ایک غالی مرزائی تھا۔ مرزا قادیانی کا مرید تھا لیکن مرزا قادیانی کی عبداللہ آتھم کے خلاف پیش گوئی کے پورا نہ ہونے کے بعد میاں الہ دین لدھیانوی ان لوگوں میں شامل ہوگئے جو اس واقعہ سے متأثر ہوکر مرزائیت سے بیزاری کا اظہار کرنے لگے۔ میاں الہ دین نے یقین کر لیا کہ مرزا قادیانی ایک دوکاندار آدمی ہے۔ چنانچہ ۱۷؍ستمبر ۱۸۹۴ء میں رسالہ نور علیٰ نور لدھیانہ کی اشاعت میں الہ دین کا ایک مضمون شائع ہوا جس میں لکھا کہ: ’’اب چونکہ اس پیش گوئی کی میعاد گزر کر بارہ تیرہ روز ہو لئے اور عبداللہ آتھم عیسائی اب تک زندہ اور بالکل تندرست موجود ہے اور مرزا قادیانی نے اپنے رسالہ ’’فتح اسلام‘‘ میں جو تاویل کی ہے وہ کسی طرح قابل اطمینان نہیں ہے۔ پر ہم اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتے۔ ’’المرء یوخذ باقرارہ‘‘ (آدمی اپنے اقرار کے سبب آپ گرفتار ہوتا اور پکڑا جاتا ہے) ہم مرزا قادیانی کے عقائد جدیدہ یعنی ان کے مسیح موعود ہونے کو تسلیم نہیں کرتے۔ آئندہ ہمارے وہی عقائد ہیں جو پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اور سلف صالحین اور فرقۂ حق اہل سنت والجماعت سے برابر اب تک منقول اور متواتر ہیں۔‘‘ العبد کمترین الہ دین جلدساز لدھیانوی!

(کلمۂ فضل رحمانی ص۱۵)

(۳۳۳) الٰہی بخش (ساکن مہند بہاول پور)، مولانا

مولانا الٰہی بخش قوم ملانہ سے تعلق رکھتے تھے۔ کوٹلہ مغلاں تحصیل جام پور ضلع راجن پور کے رہائشی تھے۔ آپ نے دارالعلوم دیوبند سے دورۂ حدیث شریف کیا۔ فراغت کے بعد مہند تحصیل احمد پور شرقیہ ضلع بہاول پور میں پڑھانا شروع کیا اور پھر زندگی کے آخری سانس تک یہیں پڑھاتے رہے۔ مولانا عبدالحق محدث نزیل مکہ مکرمہ، مولانا خیر محمد نزیل مکہ (مولانا محمد مکی حجازی مدظلہ مدرس حرم مکی کے والد گرامی) مولانا حبیب اللہ گمانوی (شاگرد رشید مولانا سید انور شاہ کشمیری) جیسے حضرات مولانا الٰہی بخش مرحوم کے شاگرد تھے۔ مولانا الٰہی بخش کی ایک صاحبزادی تھیں جن کا نام غلام عائشہ بی بی تھا۔ جن کا نکاح ایک شخص عبدالرزاق سے ہوگیا۔ رخصتی سے قبل عبدالرزاق مرتد قادیانی ہوگیا۔ مولانا الٰہی بخش نے اپنی صاحبزادی کو مدعیہ بنا کر تنسیخ نکاح کا احمد پور شرقیہ ضلع بہاول پور میں مقدمہ دائر کیا۔ جو بہاول پور منتقل ہوا۔ پھر مقدمہ مرزائیہ بہاول پور کے نام سے مشہور زمانہ مقدمہ کے طور پر عالم گیر شہرت حاصل کی۔ اس مقدمہ کے اصل بانی مبانی یہی مولانا الٰہی بخش فاضل دیوبند تھے۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ ابداً ابداً آمین بحرمۃ النبی الکریم!

(۳۳۴) الٰہی بخش شہید (چنیوٹ)، حضرت شیخ

(پیدائش: یکم رجولائی ۱۹۰۰ء ...... وفات: یکم رنومبر ۱۹۳۱ء)

مجلس احرار اسلام نے تحریک کشمیر کے لئے جو قافلے روانہ کئے ان میں چنیوٹ کے قافلہ کے سپہ سالار شیخ الٰہی بخش صاحب تھے۔ جنہیں جہلم سے آگے کسٹم ہاؤس پٹن جہاں سے کشمیر کا آغاز ہوتا ہے، وہاں ڈوگرہ شاہی فوج نے شہید کر دیا۔ یہ تحریک کشمیر کے پہلے احرار شہید رہنما ہیں۔ ۶ رنومبر ۱۹۳۱ء کو پورے ہندوستان میں مجلس احرار اسلام شہید الٰہی بخش کا یوم منایا۔ اس تحریک میں پینتیس ہزار افراد گرفتار ہوئے اور بائیس حضرات شہید ہوئے۔ (کاروان احرار ج ۱ ص ۲۷۵)

(۳۳۵) الٰہی بخش، جناب بابو منشی

(وفات: ۷ر اپریل ۱۹۰۷ء)

''محاسبہ قادیانیت'' کی جلد اوّل کی کتاب کا نام ''عصائے موسیٰ'' ہے جو سن ۱۹۰۰ء میں اشاعت پذیر ہوئی۔ اس کتاب کی اشاعت کے بعد کذاب قادیان، آٹھ سال زندہ رہا اور یہ کتاب اس کے سینہ پر مونگ دلتی رہی۔ واقفین جانتے ہیں کہ مرزا قادیانی جہاں کہیں اس کتاب یا اس کے مصنف کا نام لیتا ہے جل بھن کر لیتا ہے۔ مصنف اپنی کتاب سمیت مرزا قادیانی کے لئے سوہان روح اور سرطان جسم بنے رہے۔

اس کتاب کے مصنف کا نام بابو الٰہی بخش تھا۔ گورنمنٹ کے ملازم تھے اور اکاؤنٹینٹ کے منصب دار تھے۔ بابو الٰہی بخش، حافظ محمد یوسف، منشی عبدالحق یہ تین چار حضرات تھے۔ جو اہل حدیث رہنما صوفی محمد عبداللہ غزنوی سے بیعت تھے۔ ادھر اس زمانہ میں مولانا محمد حسین بٹالوی مرزا قادیانی کی پشت پر تھے۔ نتیجہ میں یہ حضرات ''رہبر'' کی تلاش میں ''راہزن'' کے ہاتھوں اغوا ہو کر کفر و دجل کی وادی میں سرگردان اور محبوس ہو گئے۔

حق تعالیٰ کے کرم کو دیکھئے ادھر مولانا محمد حسین بٹالوی مرزا کی پشت سے اتر کر اس کے سامنے سروقد ہو کر تلافی مافات کرنے لگے اور ایسی تلافی کی کہ دنیا عش عش کر اٹھی۔ ملک کے کونہ کونہ میں پھر کر مرتد قادیان کے ''کفر بواح'' کے فتوے حاصل کئے۔ ادھر بابو الٰہی بخش، حافظ محمد یوسف اور عبدالحق پر بھی مرزا قادیانی کا کفر الم نشرح ہو گیا۔ آج کی مجلس میں پس منظر واضح کرنے کے لئے ارتجالاً یہ چیزیں نوک قلم پر آ گئیں۔ ورنہ مجھے تو بنیادی طور پر اس کتاب ''عصائے موسیٰ'' کے مؤلف بابو الٰہی بخش (متوفی ۷ر اپریل ۱۹۰۷ء) کے متعلق عرض کرنا ہے۔ منشی الٰہی بخش گورنمنٹ ملازم تھے۔ ملتان کے رہنے والے تھے۔ ملازمت کے سلسلہ میں ڈیرہ غازی خان اور لاہور بھی رہے۔ اس زمانہ میں مولانا صوفی محمد عبداللہ غزنوی تھے۔ بابو الٰہی بخش ان کے مرید تھے۔ ۱۸۸۳ء براہین احمدیہ کی تصنیف کے وقت ہی بابو الٰہی بخش، مرزا قادیانی کے ہاتھوں وادیٔ کفر میں اغوا ہو گئے۔

اس کتاب کے مؤلف بابو الٰہی بخش مرزا قادیانی کے نظریات پھیلانے میں اس حد تک ساعی تھے کہ بابو پیر بخش پوسٹ ماسٹر

جو بعد میں مرزا قادیانی کے خلاف علم لے کر میدان میں آئے اور اپنے زمانہ میں ردقادیانیت کے عنوان پر صف اوّل کے رہنماؤں میں شامل تھے۔ان کو مرزا قادیانی کا مداح بنانے کی بابو الٰہی بخش نے دعوت دی تھی۔ بابو الٰہی بخش عرصہ تک مرزا قادیانی کے مخلص مرید رہے۔ ہوا یہ کہ ان کے شیخ اوّل مولانا صوفی عبداللہ صاحب غزنوی بھی الہام سناتے تھے۔ مرزا قادیانی کا تو سارا دھندا ہی الہامات کاذبہ کے اردگرد گھومتا تھا۔ بابو الٰہی بخش کو بھی ماحول نے اتنا متاثر کیا، کہ یہ بھی الہامات سنانے لگے۔ابتداء میں مرزا قادیانی اپنے حق میں اس کے الہام سن کر سر دھنتا اور ڈونگرے برساتا تھا۔ بابو الٰہی بخش بھی الہامات کی کشتی پر سوار ہو کر دور نکل گئے۔اب ایک دن بابو الٰہی بخش نے کہا کہ جناب مرزا صاحب! کیا ایک ملہم کو بھی کسی کی بیعت کی ضرورت ہے؟ مرزا قادیانی ایسا شاطر و مکار فوراً تاڑ گیا کہ یہ شکار ہاتھ سے گیا۔مرزا قادیانی نے فوراً ''ضرورۃ الامام'' نامی کتاب لکھی۔قادیانی کہتے ہیں کہ یہ کتاب ڈیڑھ دن میں لکھی۔اگر یہ صحیح ہے تو گویا بابو الٰہی بخش نے سوال کیا کیا؟ گویا مرزا قادیانی کو تتے توّے پر کھڑا کر کے سرتاپیرا سے آتش زدہ کر دیا۔ جب کہ خارش زدہ پہلے سے تھا، وہ پاگلوں کی طرح ہو گیا۔ کتاب نہ لکھتا تو کیا کرتا؟ اب لکھا کیا؟ کہ امام ایسے ہونا چاہئے۔ ویسے ہونا چاہئے۔ رومال ہونا چاہئے۔ لال ہونا چاہئے۔ خوب قلابے ملائے۔ اس میں سے ایک یہ بھی سنیں۔ مرزا قادیانی نے لکھا (مریدوں کو پیروں کی ایسے ضرورت ہے) جیسا کہ ''عورت کو مرد کی'' (ضرورۃ الامام ص۹،خزائن ج۱۳ص۴۸۰)

قارئین! بار بار پڑھئے اور سر دھنئے کہ مرزا قادیانی کے نزدیک امام، ملہم، مامور، پیر، روحانی رہنما کو مرزا قادیانی کس سے تشبیہ دے رہے ہیں؟ مرید اور مطیع کو عورت اور پیر کو مرد کہہ کر مرزا قادیانی کیا سبق دینا چاہتے ہیں؟ یہی نا کہ مرید ساری زندگی نیچے لگا رہے۔ سراٹھا کر چلنے کی اجازت نہیں۔لیکن مرزا قادیانی کی اس تجویز وتشبیہ پر مرید بابو الٰہی بخش صاحب کے الہامات نے بھی شدت اختیار کر لی۔اس نے مؤقف اختیار کیا کہ اگر مرزا قادیانی کو الہام ہوا کہ مرزا قادیانی مثیل مسیح ہے تو مجھے الہام ہوا ہے کہ میں مثیل موسیٰ ہوں۔عیسیٰ علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام کے تابع تھے تو مثیل مسیح (مرزا) بھی مثیل موسیٰ (بابو الٰہی بخش) کے تابع ہے۔ گویا اس الہام نے ساری کایا پلٹ دی۔مرزا قادیانی بابو الٰہی بخش کو عورت اور خود کو مرد کہتا تھا۔لیکن اب بابو الٰہی بخش نے خود کو مرد کہہ کر مرزا قادیانی کو عورت بنا دیا۔ چنانچہ مرزا قادیانی کو اس کے ملہم نے یہ کہا کہ: ''بابو الٰہی بخش چاہتا ہے کہ تیرا حیض دیکھے یا کسی پلیدی اور ناپاکی پر اطلاع پائے...... تجھ میں حیض نہیں بلکہ وہ بچہ ہو گیا ہے۔ایسا بچہ بمنزلہ اطفال اللہ ہے۔'' (تتمہ حقیقت الوحی ص۱۴۳،خزائن ج۲۲ص۵۸۱)

اے کاش! قادیانی کرم فرما، غور کریں کہ بابو الٰہی بخش، مرزا قادیانی کے اعصاب پر ایسے سوار ہوا کہ وہ مرزا قادیانی کو مرد نظر آنے لگا اور اس مرد کامل نے مرزا قادیانی کے حیض کو بھی ''بچہ'' میں تبدیل کر دیا۔''لعنت بر پدر فرنگ'' مرید جو عورت تھا وہ پیر یعنی مرد بن کر مرزا قادیانی کے لئے، بچہ جو بمنزلہ اطفال اللہ ہے کا باعث ہو گیا۔

قادیانی غور فرمائیں کہ مرزا قادیانی کے ذہن پر بابو الٰہی بخش ایسے سوار ہوا کہ واقعی مرزا قادیانی اسے اپنے اوپر کامیاب سوار کی طرح نہ صرف دیکھنے لگا بلکہ خواب بھی یہی آنے لگے۔

بابو الٰہی بخش کی اپریل ۱۸۹۸ء سے مرزا قادیانی کے ساتھ خط وکتابت شروع ہوئی۔ مرزا قادیانی نے بتکرار واصرار بابو الٰہی بخش کو مجبور کیا کہ تم اپنے الہامات جو میرے بارے میں ہیں وہ شائع کرو۔ اس نے اس کتاب (عصائے موسیٰ) میں نہ صرف وہ

الہامات شائع کیئے بلکہ مرزا قادیانی کی کتاب ’’ضرورت الامام‘‘ کے ایک ایک جملہ کا جواب بھی دیا۔تو بڑے سائز کی چار سو ساٹھ صفحہ کی کتاب تیار ہوگئی۔ جو ۱۹۰۰ء میں انہوں نے شائع کردی۔اب کمپیوٹر پر ان صفحات کی تعداد اور بڑھ گئی ہے۔ یہ کتاب آج سے ایک سو پندرہ سال پہلے کی ہے۔اس میں الہامات بھی درج تھے۔ میں نے بعض مقامات سے کچھ حصہ حذف بھی کیا۔لیکن ’’جیسا منہ ویسی چپیڑ‘‘ جیسے مرزا قادیانی کا سارا کھیل اس کے ملعونانہ، نام نہاد الہامات کے گرد گھومتا تھا۔اس طرح اس کتاب کے مصنف نے بھی مرزا قادیانی کو اس کے قائم کردہ منہاج پر ہی ایسے زیر کر کے خود اس کی پشت پر سواری کرنے لگا۔کتاب چھپنے کے بعد بابو الٰہی بخش سات سال زندہ رہا اور مرزا قادیانی کی چمڑی یعنی انگریز کی اس دمڑی سے کھیلتا رہا۔مرزا قادیانی کے اس دور میں کیا شب و روز ہوتے تھے۔اس کے بعد مرزا قادیانی نے جو بھی کتاب لکھی اس میں ’’عصائے موسیٰ‘‘ اور اس کے مصنف کو نشانہ بنایا۔تا آنکہ اس کتاب کا مصنف ۱۹۰۷ء میں، اور مرزا قادیانی واہی تباہی بکتے ۱۹۰۸ء میں عالم آخرت کو روانہ ہوئے اور مرزا قادیانی اپنے الہام ’’میں سوتے سوتے جہنم میں پڑ گیا‘‘ (تذکرہ ص ۵۳۵، طبع سوم) کا مصداق بن گیا۔

ایک سو پندرہ سال پہلے کی کتاب چھاپنے پر کہ کس کس طرح، کس کس اللہ کے بندہ نے مرزا قادیانی کو ناکوں چنے چبوائے؟ اس کتاب میں بہت سارے واقعات کا مصنف نے جگہ جگہ ذکر کیا ہے۔اتنی قدیم کتاب کی اشاعت مرزا قادیانی کے ماننے والوں کو دعوت دیتی ہے کہ مرزا قادیانی کے تجویز کردہ نسخہ علاج سے مرزا قادیانی کی نام نہاد مسیحیت کا علاج کریں۔ یہی ہوا کہ مرزا مثیل مسیح تو الٰہی بخش مثیل موسیٰ۔ پس مسیح علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام کے تابع تھے۔مرزا قادیانی، بابو الٰہی بخش کے تابع ہے۔مرزا قادیانی نے کہا کہ وہ کیسے؟ الٰہی بخش نے کہا کہ جیسے آپ، ویسے میں۔تم مثیل مسیح تو میں مثیل موسیٰ۔تو میرے تابع۔مرزا قادیانی نے کہا کہ مجھے تو الہام ہوا۔الٰہی بخش نے کہا کہ مجھے بھی الہام ہوا۔مرزا قادیانی نے کہا کہ میرے پاس فرشتہ آتا ہے۔الٰہی بخش نے کہا کہ میرے پاس بھی آتا ہے۔ مرزا قادیانی نے کہا کہ تو نے میرا انکار کیا تو جماعت سے خارج۔الٰہی بخش نے کہا کہ تو نے میرا انکار کیا تو تو بھی اسلام سے خارج۔

لیجئے! مرزا قادیانی کے، الٰہی بخش ایسے فٹ ہوا کہ مرزا قادیانی کے الہامات کی گاڑی کا الٰہی بخش ’’ٹوچین‘‘ کیئے نظر آتا ہے۔بس یہی اس کتاب کا خلاصہ ہے۔رہے مرزا قادیانی اور الٰہی بخش کے الہامات تو ہماری بلا سے ’’بوم‘‘ بسے کہ ’’ہما‘‘ رہے۔ ویسے بھی بقول مولانا شوکت اللہ میرٹھی کے مرزا قادیانی بغیر دال کے ’’بودم‘‘ تھا۔اس پر تو ہمارا بھی صاد ہے۔

(۳۳۶) امام الدین، مرزا

مرزا امام الدین مرزا غلام احمد قادیانی کا عم زاد بھائی تھا۔مرزا امام الدین نے ۱۳ راگست ۱۸۸۵ء کو ایک اشتہار ’’اشتہار صداقت اظہار‘‘ کے عنوان سے شائع کیا۔اس اشتہار میں مرزا غلام احمد قادیانی کے دعوؤں کا ذکر کرنے کے بعد دوٹوک الفاظ میں اس کی تردید کی۔مرزا امام الدین نے لکھا کہ: ’’مرزا غلام احمد قادیانی کے تمام دعوے بے بنیاد ہیں۔اگر مسکنت ہوتی تو دس ہزار روپے کی شرطیں نہ لگاتے۔فروتنی اور انکسار ہوتا تو زود رنج اور غصہ ور نہ ہوتے اور غریب کے لئے لازم تھا کہ تعمیر مکانات پر خلق خدا کا روپیہ برباد نہ کرتے اور بالاخانہ سے اتر کر باہر نکلتے اور اصلاح خلق پر مستعد ہوتے۔تذلل و تواضع کا یہ عالم ہے کہ اکثر مسکینوں اور سائلوں کو جبراً نکلوا دیا جاتا۔‘‘ (رئیس قادیان ج۱ ص۱۰۶)

(۳۳۷) امام الدین (جلال پور جٹاں)، جناب حاجی

(پیدائش: ۱۹۳۶ء ...... وفات: ۲۰۰۷ء)

جلالپور جٹاں کے پیراں دتہ کے ہاں حاجی امام الدین پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ پھر تجارت کے پیشہ کو اپنایا۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں بھرپور حصہ لیا۔ مولانا لطف اللہ، حافظ محمد حسین، مولانا جمیل، یہ تینوں حضرات جلالپور جٹاں میں خطیب تھے۔ شیخ ظہور احمد تاج، حکیم مظہر حسین، حکیم محمد حسین اور جناب حاجی امام الدین نے مل کر تحریک ختم نبوت کی جلالپور جٹاں میں بنیاد اٹھائی۔ تحریک کے اس قصبہ میں روح رواں حاجی امام الدین تھے۔ ہر روز دس آدمی گرفتاری کے لئے پیش کرتے تھے۔ تحریک ختم نبوت میں شرکت وشمولیت کے جوش کا یہ عالم تھا کہ ہر مسلمان خواہش مند تھا کہ مجھے جلدی سے جلدی گرفتاری کے لئے پیش کیا جائے۔ حاجی امام الدین خود بھی ۲۷ دن جیل میں رہے۔ حاجی صاحب نے تحریک ختم نبوت ۱۹۸۴ء میں بھی بھرپور حصہ لیا۔ اپنے گرامی قدر رفقاء سمیت ہر سال پہلے چنیوٹ پھر چناب نگر سالانہ ختم نبوت کانفرنسوں میں شرکت کو اپنے پر لازم کر رکھا تھا۔

(۳۳۸) امام الدین رائے پوری، مولانا

(پیدائش: ۱۸۶۷ء ...... وفات: ۲/اپریل ۱۹۵۴ء)

چک عادل ضلع سیالکوٹ میں مولانا کرم الٰہی کے ہاں آپ پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم والد گرامی سے حاصل کی۔ تکمیل علامہ مولانا محمد شریف کوٹلوی سے کی۔ فراغت کے بعد رائے پور اعواناں ضلع سیالکوٹ سے اپنی عملی وعلمی سرگرمیوں کا آغاز کیا۔ آپ بلند پایہ خطیب ومناظر تھے۔ آپ نے قادیانیوں اور آریوں کے ساتھ کئی کامیاب مناظرے کئے۔

(۳۳۹) امام الدین کپورتھلوی، مولانا

مولوی امام الدین نے مرزا قادیانی کے خلاف فتویٰ دیا کہ: ''مرزا غلام احمد قادیانی کی بعض تصانیف خاکسار کی نظر سے گزری ہیں۔ ایسے عقیدہ والا شخص اسلام سے خارج ہے۔ گزشتہ سال میں حرمین شریفین گیا تھا۔ علماء مکہ معظمہ ومدینہ منورہ کے سامنے قادیانی کے عقائد پیش کئے۔ سب نے بالاتفاق جواب دیا کہ ایسا شخص دائرہ اسلام سے خارج ہے۔''

(۳۴۰) امام الدین کوٹلوی (ضلع سیالکوٹ)، حضرت مولانا

(ولادت: ۱۸۶۱ء ...... وفات: ۱۲/اگست ۱۹۶۱ء)

آپ کوٹلی لوہاراں کے حافظ عبدالرحمٰن کے ہاں پیدا ہوئے۔ آپ مولانا ابو یوسف محمد شریف کوٹلوی کے برادر اصغر تھے۔ ابتداً والد ماجد سے تعلیم حاصل کی۔ پھر منظر اسلام بریلی میں داخلہ لیا۔ ۱۹۱۲ء میں اسناد حاصل کیں۔ پھر مولانا احمد رضا خان بریلی کے ہاتھ پر بیعت ہوئے اور سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ میں خلافت واجازت حاصل کی۔ مولانا امام الدین ایک زبردست خطیب تھے۔ تکمیل علم کے بعد وطن واپس آ کر سیالکوٹ اور ریاست جموں کشمیر میں تبلیغی فرائض سرانجام دیئے۔ درجنوں کتب کی تصنیف اور اردو پنجابی زبان میں

حمدیہ ونعتیہ کلام کی شاعری بھی کی۔ آپ کا وصال راولپنڈی میں ہوا اور راولپنڈی کے قبرستان میں تدفین ہوئی۔ آپ نے مرزا قادیانی کے عقائد کی تردید میں ’’فتویٰ تکفیر قادیان‘‘ میں صورت مسئولہ پر یہ جواب تحریر فرمایا: ’’مرزا قادیانی کے عقائد کفریہ کا جو مصدق ہو وہ بھی کافر ہے۔ لقولہ تعالیٰ: ’’ومن یتولھم منکم فانہ منھم (المائدہ:۵۱)‘‘ امام اعظم ابوحنیفہ کے زمانہ میں ایک شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا اور مقام استدلال پر علامت نبوت کے لئے کچھ مہلت مانگی تھی تو آپ نے یہ فتویٰ دیا تھا کہ جو شخص اس سے نبوت کی علامت طلب کرے گا وہ کافر ہوگا۔ کیونکہ وہ آپ کے اس فرمان کا مکذب قرار دیا جائے گا کہ: ’’لا نبی بعدی‘‘ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ (الخیرات الحسان لابن حجر مکی) پس مرزا قادیانی کے مصدق سے رشتہ زوجیت جائز نہیں۔ کوئی کرے بھی تو کالعدم ہوگا۔‘‘ (فتاویٰ ختم نبوت ج۳ ص۳۷۶)

(۳۴۱) امام الدین گجراتی، مولانا

(ولادت: ۱۵؍اپریل ۱۸۷۰ء ...... وفات: ۲۲؍فروری ۱۹۵۴ء)

خدایا کن کا نام لب پر آیا۔ حضرت پیر طریقت مولانا پیر مہر علی شاہ گولڑوی کا مرزا قادیانی سے مباحثہ لاہور میں اگست ۱۹۰۰ء میں طے پایا۔ مرزا قادیانی خود چیلنج دے کر ’’جہاں سے نکلا تھا وہیں گھس گیا‘‘ یہ مرزا قادیانی کا جملہ ہے۔ جو ’’عطائے تو بلقائے تو‘‘ کے بمصداق نقل کر دیا۔ مولانا پیر مہر علی شاہ گولڑوی لاہور تشریف لائے۔ اس ’’معرکہ لاہور‘‘ کے حالات پر مشتمل واقعات مولانا امام الدین گجراتی نے اخبار ’’چودھویں صدی‘‘ میں شائع کئے۔ مرزائیوں نے جوابی مضامین لکھے۔ مولانا امام الدین گجراتی نے جواب الجواب لکھ کر قادیانی موشوں کو قادیان کی بل میں گھسیڑ دیا۔ اس روئیداد کا نام ہے: ’’راست بیانی برشکست قادیانی‘‘ یہ کتاب ۱۹۰۱ء میں مرزا قادیانی کی حین وحیات میں شائع ہوئی۔ قادیانی موشوں سمیت قادیانی بلی بھی لگی کھمبا نوچنے۔ پڑھئے کہ ایک سو دس سال بعد احتساب قادیانیت میں شائع کرنے کی اللہ تعالیٰ نے توفیق بخشی۔ کتاب ملتان مرکز کے کتب خانہ میں موجود تھی۔ لیکن ناقص۔ مولانا قاضی محمد ہارون الرشید صاحب راولپنڈی سے درخواست کی کہ گولڑہ شریف کی لائبریری سے مکمل کتاب کا فوٹو کرا دیں۔ انہوں نے بہت محنت کی۔ لیکن گولڑہ خانقاہ شریف کی لائبریری کے لائبریرین کی حکمرانی کے سامنے ان کی نہ چل سکی۔ مولانا عزیز الرحمٰن ثانی کی ڈپلومیسی کام آگئی۔ کتاب کا مکمل عمدہ فوٹو میسر آ گیا۔ میسر کیا آیا اب یہ احتساب قادیانیت ج۳۸ میں شامل اشاعت ہے۔

(۳۴۲) امام الدین لاہوری، مولانا

ملعون قادیان کی زندگی میں جن لوگوں نے اسے اڑنگے پر لا کر پٹخنیاں دیں، ان میں سے ایک مولانا امام الدین کے متعلق ذیل کی تفصیل توجہ کی متقاضی ہے:

’’مرزا کیدیانی اور اس کے الہام شیطانی‘‘ یہ رسالہ مولانا امام الدین لاہوری کا مارچ ۱۸۹۷ء میں شائع شدہ ہے۔ گویا آج ۲۰۲۰ء میں ایک سو چوبیس سال پہلے کا ہے۔ ملعون قادیان کو جن لوگوں نے ابتداء میں ہی ڈانگ کی نوک پر رکھا۔ جہاں مرزا قادیانی اسلام کی کھیتی کو برباد کرنا چاہتا وہ حضرات اس کی پشت پر ڈانگ برساتے، ان کے ٹخنوں، گھٹنوں پر کوڑے برساتے، جیسے علماء لدھیانہ، مولانا غلام دستگیر قصوری، مولانا محمد حسین بٹالوی، مولانا ابوالحسن تبتی، جعفر زٹلی، مولانا سعد اللہ لدھیانوی، ان علماء میں ایک

مولانا امام الدین لاہوری بھی تھے جو لاہور کے محلّہ گیلانی سیداں میں رہتے تھے۔ آپ نے تینتیس سوالات پر مشتمل رسالہ مرزا قادیانی کے خلاف مرتب کیا۔ ان میں سے دو سوالات پر مشتمل یہ رسالہ ہے جس کا نام: ''مرزا کیدیانی اور اس کے الہام شیطانی'' ہے۔ اس کے حوالہ کے لئے ''ضمیمہ درہ اسلام'' کا نام درج ہے۔ یہ تینتیس سوالات کا پمفلٹ شائع ہوا یا نہیں۔ فقیر اس بارہ میں لاعلم ہے اور لا علم لنا الا ما علمتنا انک انت العلام الغیوب! پر عمل پیرا ہے۔ حق تعالیٰ پردہ غیب سے ''درہ اسلام'' اور اس کا ضمیمہ مہیا فرمادیں تو اس کی شان وقدرت سے بعید نہیں۔ اس وقت کی تو یہ صورتحال ہے۔ بعد میں لعل اللّٰہ یحدث بعد ذالک امرا! ہوجائے تو کیا بعید ہے۔

سوا صدی بعد اس رسالہ کی محاسبہ قادیانیت جلد ۱۲ میں اشاعت اور رسالہ بھی اس شخصیت کا جو ملعون قادیان کو اس کے دعویٰ ملعونہ کے بعد ہانکنا شروع ہوا اور قادیان کے ڈھاب ومرگھٹ میں پہنچا کر دم لیا۔ ایسے مقدس نفوس، رب محمد ﷺ کی قسم! ہمارے مخادیم تھے اور ہم ان کے حدی خواں۔ لیجئے صاحب! اس پر اکتفاء کرتے ہیں۔

''نیزۂ امام بر سینہ غلام'' یہ رسالہ بھی حضرت مولانا امام الدین لاہوری کا مرتب کردہ ہے۔ اس میں امام سے مراد مولانا امام الدین اور غلام سے مراد مرزا غلام احمد قادیانی ہے۔ حضرت مولانا غلام دستگیر نے ۲۰ رشعبان ۱۳۱۴ھ مطابق ۲۴ رجنوری ۱۸۹۷ء کو ایک اشتہار شائع کیا جس میں مرزا قادیانی کو ۲۹ رجنوری ۱۸۹۷ء مطابق ۲۵ رشعبان ۱۳۱۴ھ کو مباہلہ کے لئے دعوت دی۔ ملعون قادیانی نے ۲۴ رجنوری/ ۲۰ رشعبان کو ہی ایک اشتہار بنام ''مولوی غلام دستگیر صاحب کے اشتہار کا جواب'' شائع کیا جو مجموعہ اشتہارات ج۲ ص ۲۹۶ تا ۲۹۹ پر موجود ہے۔

ملعون قادیان کے اس اشتہار کا جواب ''نیزہ امام بر سینہ غلام'' ہے جو حضرت مولانا امام الدین لاہوری نے تحریر فرمایا، جسے محاسبہ قادیانیت کی جلد ۱۲ میں شائع کیا گیا۔ حق تعالیٰ قیامت کو ہمیں ان مقدس حضرات کے غلاموں کے زمرہ میں شامل فرمائیں جنہوں نے اوّلاً مرزا قادیانی کے احتساب ومحاسبہ کا شکنجہ کسے رکھا۔ اللھم اجعلنا منھم برحمتک یا ارحم الراحمین۔ آمین!

(۳۴۳) امام دین بقاء، جناب

(پیدائش: یکم رجنوری ۱۸۹۳ء، جالندھر ...... وفات: ۱۵ رجون ۱۹۹۵ء، گوجرانوالہ)

آپ تحریک پاکستان کے پرجوش مبلغ تھے۔ مسلم لیگ کے صف اوّل کے رہنماء، مولانا محمد علی جوہر، سید عطاء اللہ شاہ بخاری، مولانا ظفر علی خان سے دوستانہ مراسم تھے۔ انہی سے ہی ختم نبوت کی اہمیت کے داعی بننے کے گر سیکھے۔

(۳۴۴) امام شاہ (کہروڑ پکا)، حضرت مولانا پیر سید

(وصال: ۲۶ رنومبر ۲۰۱۷ء)

مرد باصفا، یادگار اسلاف، شیخ الحدیث، مولانا پیر سید امام شاہ کہروڑ پکا ۵۰ سال دین متین کی خدمت سرانجام دینے والے گمنام بزرگ عالم فناء سے جاوداں کی طرف سدھار گئے۔

۱۹۳۹ء لودھراں کی بستی گوگڑہ میں اپنے ہم نام استاذ حضرت پیر امام شاہ سے ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد لودھراں ہی میں حضرت مدنی کے شاگرد مولانا خان محمد لانگ سے تعلیم حاصل کی۔ پھر مشکوٰۃ المصابیح تک باب العلوم کہروڑپکا میں مفتی عبدالرحمٰن جو مفتی کفایت اللہ دہلوی کے شاگرد تھے شرف تلمذ تہہ کیا۔ دورہ حدیث شریف کے لئے جامعہ قاسم العلوم ملتان تشریف لے گئے۔ جہاں مفتی محمود سے صحیح بخاری شریف پڑھی۔ ۱۹۶۱ء میں دورۂ حدیث شریف سے فراغت کے بعد گیارہ سال تک باب العلوم کہروڑپکا میں تدریس اور مختلف شعبوں میں نظامت کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ پھر ایک سال کہروڑپکا سے ۱۰ کلومیٹر دور بستی محمد سعی میں اور پھر ایک سال جلہ جیم میں تدریس کی۔

اس کے بعد ۱۹۸۰ء سے جامعہ مفتاح العلوم کہروڑپکا میں آئے اور اپنے آپ کو ادارے کے ایسا سپرد کیا اور ایسی محبت دی کہ پھر موت نے ہی اس ادارے سے جدا کیا۔ طبیعت میں قناعت، زہد و تقویٰ اس قدر رچ بس چکا تھا۔ صحیح معنوں میں فقر ابوذری کے مصداق تھے۔ کبھی روپیہ پیسہ بچا کر نہیں رکھا تھا۔ خلوت نشینی حد درجہ پسند تھی۔ دل میں خواہشات کو دفن کرنا کسی جواں مرد کا کام ہوتا ہے۔ ۳۸ سال جامعہ مفتاح العلوم کہروڑپکا میں تدریس کے فرائض سرانجام دیئے۔ صدر مدرس کی حیثیت سے تقرری ہوئی تھی۔ اس قدر طویل عرصہ گزارنے کے باوجود مدرسہ سے باہر کی دنیا کا علم ہی نہ تھا۔ بس پڑھنا اور پڑھانا یہ ان کا محبوب مشغلہ تھا۔

روحانی تعلق ابتداء سلسلہ نقشبندیہ کے مشہور بزرگ خواجہ فضل علی قریشی مسکین پوری کے خلیفہ صوفی محمد یار ساکن بستی راناواہن سے تھا۔ پھر قادریہ کے سرخیل درگاہ دین پور شریف کے سجادہ نشین میاں عبدالہادی سے قائم ہوا۔ نصف صدی امت کو علوم دینیہ سے سیراب کیا۔ ہزاروں شاگرد تیار ہوئے۔ اپنی خودی کو اس قدر مٹانے والے تھے کہ ان کی خلوت نشینی کی ان لذتوں کو دنیا سوچنے پر مجبور ہے۔

اتباع سنت کا جذبہ وافر نصیب تھا۔ ایک مرتبہ ایک شیخ کی خانقاہ میں تشریف لے گئے۔ وہاں حضرت نے ایک خادم کی ڈیوٹی لگائی تھی کہ جو شخص خلاف سنت جوتا اتارے یا پہنے اس کو میرے پاس لے آنا۔ یہ سارا منظر حضرت شاہ صاحب دیکھ رہے تھے۔ فرماتے ہیں: ''اس کے بعد ۵۰ سال سے میں نے کبھی خلاف سنت جوتا پہنا یا اتارا نہیں۔

اسباق میں کبھی ناغہ نہیں ہوا۔ بیماری ہو یا تندرستی، خوشی ہو یا غمی ہر حال میں سبق کو ترجیح دی۔ زندگی کے آخری ایام تک اسباق پڑھاتے رہے۔ ہمیشہ اسباق کی تقسیم میں اپنی ذات پر زیادہ بوجھ دیتے تھے۔ بڑے بڑے اسباق اپنے ذمہ لے رکھے تھے۔ جیسے خود استغناء اور فقر والی زندگی گزاری۔ اسی طرح اپنے شاگروں کو بھی اس کی تلقین فرماتے تھے کہ دین سے دنیا مت طلب کرنا۔ یہ دین صرف اپنے رب کی رضا جوئی کے لئے حاصل کرنا۔''

وفات سے دو گھنٹہ قبل ان درسگاہوں، اور ان تشنہ گاہوں کا آخری دیدار بلکہ آخری پیغام دینے کے لئے مدرسہ میں لائے گئے۔ مہتمم صاحب کو بلا کر مدرسہ کی حفاظت کے حوالہ سے حوصلہ افزاء کلمات ارشاد فرمائے اور چل بسے۔ آپ کی نماز جنازہ ۱۰ بجے مولانا منیر احمد منور مدظلہم شیخ الحدیث باب العلوم کہروڑپکا کی امامت میں ۲۶/نومبر ۲۰۱۷ء کو ادا کی گئی۔ آپ کی تدفین مدرسہ کے متصل قبرستان میں ہوئی۔ (مولانا شاہد اقبال)

(۳۴۵) امان اللہ دہلوی، مولانا محمد

مولانا محمد امان اللہ دہلوی نے مرزا قادیانی کے خلاف اپنے فتویٰ میں لکھا کہ: ''جس شخص کے یہ عقیدے ہوں جو سوال میں درج ہیں۔ وہ نہ صرف اہل سنت و جماعت سے خارج بلکہ قطعاً زندیق و مرتد ہے۔''

(۳۴۶) امان اللہ (علی گڑھ)، مولانا محمد

(ولادت: ۱۲۸۵ھ/ ۱۸۶۸ء ...... وفات: ذی الحجہ ۱۳۴۹ھ/ مئی ۱۹۳۱ء)

مولانا امان اللہ کے والد گرامی کا نام لطف اللہ حنفی تھا۔ علی گڑھ میں آپ پیدا ہوئے۔ تعلیم اپنے والد سے حاصل کی۔ مدت دراز تک حیدرآباد رہے۔ علوم ریاضیہ کے ماہر تھے۔ اسی بنیاد پر علی گڑھ میں صدر مدرس کے عہدہ پر فائز ہوئے۔ کم گو انسان تھے۔ شبانہ روز عوام الناس کو درس وتدریس کے سلسلہ مبارک سے جوڑے رکھتے۔ آپ سے ایک ایسے شخص نے امامت اور بیعت کے متعلق سوال کیا گیا کہ جو مرزا غلام احمد قادیانی کو مسلمان جانتا ہو تو اس کو آپ نے جواب عنایت فرمایا کہ: ''ایسے شخص کے پیچھے نماز نہ پڑھیں۔''

(فتاویٰ ختم نبوت ج ۲ ص ۳۱۴)

(۳۴۷) امان اللہ (گجرات)، جناب

گجرات شاہدولہ گیٹ کے باسی جناب امان اللہ صاحب تھے۔ ان کے عزیزوں میں قادیانیت ایسی لعنت کے اثرات در کر آئے۔ آپ نے ان کو سمجھانے کے لئے ایک رسالہ ترتیب دیا۔ جس میں:

۱...... ثابت کیا کہ دور اوّل کے جھوٹے مدعیان نبوت اور مرزا قادیانی کے دعویٰ نبوت میں مماثلت، اس بات کی دلیل ہے کہ ان تمام ملعونین کے دل آپس میں ملے ہوئے تھے۔

۲...... مرزا قادیانی باپ، مرزا محمود قادیانی بیٹا دونوں کی تحریرات میں تضاد۔

۳...... مرزا قادیانی کے اپنے کلام میں تضاد کے دلائل اس مختصر کتابچہ میں آپ نے اچھوتے انداز میں جمع کئے اور اس رسالہ کا نام تجویز کیا۔

''مرزا کی کہانی اس کی اپنی زبانی'' الحمد للہ! کہ احتساب قادیانیت جلد ۴۴ میں اس رسالہ کو بھی شامل کیا گیا ہے۔

(۳۴۸) امان اللہ، جناب چوہدری

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت چک نمبر ۴۳۳ دھیروکی کے امیر چوہدری امان اللہ صاحب مہمان نواز اور ملنسار انسان تھے۔ زندگی بھر عقیدۂ ختم نبوت سے محبت اور اس کا تحفظ کیا اور مد مقابل مرزائیوں کو ناکوں چنے چبوائے۔ چوہدری صاحب کے تعاون وکوشش سے مرزاڑے سے کلمہ طیبہ کو بھی محفوظ کیا گیا۔

(۳۴۹) امجد القادری، مولانا

حضرت نانوتوی کی ایک نا تمام عبارت پیش کر کے مرزائی اور چند نافہم قسم کے لوگ استدلال کرتے ہیں کہ مولانا موصوف اجرائے نبوت کے قائل تھے اور برا ہو تعصب وغلط برآری کا کہ تین عبارتیں مختلف مقامات کی ملا کر اس سے یہ غلط استدلال قائم کیا جاتا ہے۔ حالانکہ مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی نے متذکرہ عبارت کی اپنے زمانہ میں خود ہی تشریح کر کے کہا تھا کہ حضور سرور کائنات ﷺ

کے بعد کسی بھی قسم کے مدعی نبوت کو میں کافر سمجھتا ہوں۔ یہ تمام تر تفصیلات مناظرہ عجیبہ میں دیکھی جاسکتی ہیں۔ مولانا امجد القادری نے ''حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی کا عقیدہ ختم نبوت'' کے نام سے اڑتالیس صفحات پر مشتمل رسالہ لکھا جو مکتبہ اخوان محلہ عثمان آباد چکوال سے فروری ۱۹۸۳ء میں شائع ہوا۔ اب ''محاسبہ قادیانیت'' کی جلد چہارم میں شریک اشاعت کیا ہے۔ اسی مضمون پر خامہ فرسائی کر کے حضرت نانوتوی کے عقیدہ در بارہ ختم نبوت کو ان کی تحریرات کی روشنی میں واضح کیا گیا ہے۔

(۳۵۰) امجد نصیر (شیخوپورہ)، جناب

امجد نصیر کے والد بحالیکے میں ریلوے اسٹیشن ماسٹر تھے۔ ان کا نام نصیر صاحب تھا۔ وہ مولانا محمد حیات فاتح قادیان کے تربیت یافتہ تھے۔ امجد نصیر صاحب نے ۱۹۷۴ء سے قبل کتابچہ ''مرزا قادیانی کی دوزبانیں'' تحریر کیا تھا جو اب احتساب قادیانیت جلد ۵۴ میں شامل اشاعت ہے۔

(۳۵۱) امداد الحق ہزاروی (فیصل آباد)، مولانا

(پیدائش: ۱۷/اگست ۱۹۱۹ء ...... وفات: ۲۹/اکتوبر ۱۹۸۵ء)

آپ برسین ضلع ہزارہ میں پیدا ہوئے۔ جامعہ ڈابھیل حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی سے دورۂ حدیث شریف پڑھا۔ لاٹھیانوالہ نزد کھڑیانوالہ فیصل آباد سے اپنی عملی زندگی کا آغاز کیا۔ چک جھمرہ مرکزی جامع مسجد کے ۱۹۵۴ء میں خطیب مقرر ہوئے۔ ۱۹۷۴ء میں کوہ نور ملز فیصل آباد کی جامع مسجد میں خطابت کے منصب کو سنبھالا۔ مولانا چک جھمرہ قیام کے دوران عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر رہے۔ جمعیۃ علماء اسلام ضلع کے ہمیشہ سرپرست رہے۔ جہاں رہے شان سے رہے۔ دارالعلوم پیپلز کالونی میں تدریس بھی فرماتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بھرپور وجاہت نصیب فرمائی تھی۔ حضرت مولانا محمد علی جالندھری کے بہت قدردان تھے۔

(۳۵۲) امداد اللہ مہاجر مکی، سید الطائفہ حضرت حاجی

(پیدائش: ۲۲/صفر ۱۲۳۳ھ/ ۱۸۱۷ء ...... وفات: ۱۳/جمادی الثانی ۱۳۱۷ھ/ ۱۸۹۹ء)

آپ کی پیدائش نانوتہ ننھال میں ہوئی۔ آپ کے والدین تھانہ بھون کے رہائشی تھے۔ آپ نے گھر پر اور پھر مکہ مکرمہ میں قرآن مجید حفظ کیا۔ مشہور زمانہ استاذ الکل مولانا مملوک علی نانوتوی سے دہلی میں فارسی اور صرف ونحو کی کچھ تعلیم حاصل کی۔ مولانا رحمت علی تھانوی سے بعض کتب پڑھیں۔ معروف عاشق زار رسول ﷺ مولانا محمد قلندر محدث جلال آبادی سے مشکوٰۃ شریف کا ربع حصہ پڑھا۔ حصن حصین اور فقہ اکبر مولانا عبدالرحیم نانوتوی سے پڑھیں۔ اوّل میں مولانا نصیرالدین نقشبندی سے بیعت ہوئے۔ (جو شاہ محمد آفاق کے خلیفہ اور شاہ محمد اسحٰق دہلوی کے داماد اور شاگرد تھے) ان سے آپ کو خلافت بھی ملی۔ ان کی وفات کے بعد حضرت میاں جی نور محمد جھنجھانوی سے بیعت ہوئے اور چاروں سلسلہ میں ان سے خلافت حاصل ہوئی۔ مولانا محمد قاسم نانوتوی، مولانا رشید احمد گنگوہی، مولانا یعقوب علی نانوتوی ایسے حضرات آپ کے مرید تھے۔ آپ نے انگریز کے خلاف جہاد میں حصہ لیا۔ اس کے بعد حجاز مقدس

تشریف لے گئے اور وہیں مکہ مکرمہ میں آپ کا وصال ہوا۔ آپ کو سید الطائفہ کہا جاتا ہے۔ پنجاب کے معروف بزرگ، عالم ربانی اور پیر طریقت حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی کی سوانح حیات، جامعہ غوثیہ گولڑہ کے استاذ مولانا فیض محمد صاحب نے مہر منیر کے نام سے تحریر فرمائی ہے۔ اس کے ص ۱۲۹ پر پیر مہر علی شاہ کی زبانی واقعہ درج ہے۔

۱...... ’’عرب شریف میں قیام کے دوران ایسا وقت بھی آیا تھا کہ مجھے اسی جگہ رہائش اختیار کر لینے کا خیال پیدا ہوگیا۔ مگر حاجی صاحب (حاجی امداداللہ مہاجر مکی) نے ارشاد فرمایا کہ پنجاب میں عنقریب ایک فتنہ نمودار ہوگا جس کا سد باب صرف آپ کی ذات سے متعلق ہے۔ اگر اس وقت آپ محض اپنے گھر میں محض خاموش ہی بیٹھے رہے تو بھی علماء عصر کے عقائد محفوظ رہیں گے اور وہ فتنہ زور نہ پکڑ سکے گا۔ جیسا کہ آپ کی تصانیف وملفوظات سے ظاہر ہوتا ہے۔ آپ پر بعد میں انکشاف ہوا کہ اس فتنہ سے مراد قادیانیت تھی۔‘‘

ملعون قادیان کے دعویٰ نبوت سے قبل حضرت حاجی صاحب کا حضرت پیر صاحب کو سلسلہ صابریہ چشتیہ میں خلافت دینا (مہر منیر ص ۱۲۸) اور پھر بعد میں اس فتنہ کی طرف متوجہ کرنا ظاہر کرتا ہے کہ حضرت حاجی صاحب کو محض لطیفہ غیبی سے مطلع کر دیا گیا تھا کہ قادیانیت کا فتنہ عمیاء ہندوستان میں اٹھنے والا ہے۔ آپ کا اس کے متعلق حضرت پیر صاحب گولڑہ شریف کو متوجہ کرنا یہ دلیل ہے کہ عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کی برصغیر میں ابتداء امداداللہ کی الف سے ہوتی ہے۔

اسی طرح مرزا قادیانی کے دعویٰ نبوت سے بہت قبل تین واقعات کا حضرت سید نفیس الحسینی نے ذکر فرمایا جو یہ ہیں۔

۲...... آپ (حضرت قبلہ سید نفیس الحسینی) نے فرمایا کہ شاہ عبدالرحیم ولایتی سہارنپوری (جو حضرت شاہ عبدالرحیم رائے پوری کے پہلے شیخ تھے) کے پاس حکیم نورالدین گیا۔ نورالدین ان دنوں مہاراجہ کشمیر کا معالج اور ملازم تھا۔ مہاراجہ کی اولاد نہ تھی۔ نورالدین دعا کرانے کے سلسلے سہارن پور گیا تو آپ نے فرمایا کہ قادیان میں ایک متنفی (فتنہ پرداز) ہوگا۔ اس سے بچ کر رہنا۔ تم مجھے ان کے مصاحب لکھے ہوئے معلوم ہوتے ہو۔ تمہیں بحث وتمحیص کی عادت ہے۔ یہ عادت بد تمہیں وہاں لے جائے گی۔ چنانچہ ایسے ہوا۔

’’اتقوا فراسۃ المومن فانہ ینظر بنور اللہ‘‘ قلندر ہرچہ گوید دیدہ گوید!

۳...... فرمایا مسانیاں گاؤں قادیان کے قریب واقع ہے۔ وہاں ایک بزرگ بدرالدین کا مزار ہے۔ یہ مرزا قادیانی ملعون کے زمانہ سے قبل فوت ہوئے۔ ان کے مزار پر جو کتبہ ہے اس پر ختم نبوت کی آیات واحادیث مرقوم ہیں۔ شاید ان پر قدرت کی طرف سے قبل از وقت منکشف ہوگیا کہ تمہارے جوار میں ختم نبوت جیسے بنیادی مسئلہ کا انکار ہوگا۔ تب آپ کی وصیت یا توجہ سے کتبہ پر آیات واحادیث ختم نبوت کی درج ہوئیں۔

۴...... فرمایا اسی طرح بٹالہ کے ایک بزرگ کے پاس مرزا قادیانی کا باپ مرزا قادیانی کو لے گیا۔ انہوں نے مرزا قادیانی کو نصیحت کی کہ اہل سنت کے عقائد پر چمٹے رہنا۔ ان کے جانے کے بعد خدام کے پوچھنے پر فرمایا کہ یہ شخص گمراہی اور کفر کی طرف لپکے گا۔ یہ قبل از وقت ان بزرگ پر منکشف ہوگیا تھا۔ (حیات نفیس ص ۱۹۴)

۵...... اسی طرح ایک واقعہ مولانا محمد اسحاق بھٹی نے اپنی کتاب گلستان حدیث کے ص ۸۹ پر مولانا غلام العلی قصوری کے متعلق لکھا ہے۔ لکھتے ہیں کہ: ’’حکیم محمد موسیٰ مرحوم اپنے مضمون مطبوعہ سہ ماہی ’’بصائر‘‘ میں مولانا غلام العلی قصوری کے ایک قلمی رجسٹر (ص ۴۹) کے حوالہ سے

مرزا قادیانی کے متعلق پیش گوئی کا عنوان قائم کر کے لکھتے ہیں کہ مرزا قادیانی نے براہین احمدیہ کی پہلی جلد شائع کی تو اس کا ایک نسخہ مولانا قصوری کے پاس بغرض تقریظ بھیجا۔ مولانا نے اوّل سے آخر تک پوری توجہ سے پڑھا اور خطبہ جمعہ پر اعلان فرمایا: ''عنقریب یہ شخص دعوائے مسیحیت کرے گا اور مخلوق الٰہی کے لئے فتنہ عظیم سے کم نہ ہوگا۔ پس اے لوگو! اس سے بچنا اور اس کے دامن تزویر میں نہ پھنسنا۔''

(۳۵۳) امداد علی شاہ (سجادہ نشین شاہ ابو العلا نقشبند)، حضرت پیر

مرزا قادیانی نے اپنے مخالف علماء ومشائخ کے نام ایک خط مقابلہ ومباہلہ کے لئے لکھا ہے۔ اس میں حضرت پیر امداد علی شاہ کو بھی انجام آتھم کے ص ۷۱ نمبر ۹۷ پر مخاطب کیا ہے۔ اس کا یہ معنی ہے کہ ملعون قادیان کے کفر کو الم نشرح کرنے میں آپ نے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ الحمدللہ!

(۳۵۴) امید علی خان، مولانا مفتی محمد

(وفات: ۱۹۶۴ء، ملتان)

جامعہ انوار العلوم کے مفتی، مدرس، قاری تھے۔ آپ نے رد قادیانیت پر کتاب لکھی: ''القول الصحیح فی اثبات حیات المسیح''

(۳۵۵) امیر احمد کاندھلوی، مولانا

(وفات: ۱۴؍اپریل ۱۹۶۵ء)

مولانا امیر احمد کاندھلہ ضلع مظفر نگر میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد گرامی کا نام عبدالغنی تھا۔ مظاہر العلوم میں حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا سے سند حدیث حاصل کی۔ فراغت کے بعد پہلے چھ برس مظاہر العلوم کی شاخ میں پھر مظاہر العلوم میں تا حیات تدریس کے فرائض سرانجام دیئے۔ زندگی کے آخری ۱۶؍برس صدر مدرس کے عہدے پر فائز رہے۔ آپ نے مرزا قادیانی کے کفریہ عقائد پر مولانا سہول خان کے فتویٰ ''القول الصحیح فی مکائد المسیح'' میں تائیدی وتوثیقی مہر ثبت کی۔

(فتاویٰ ختم نبوت ج۲ ص۳۵۰)

(۳۵۶) امیر افضل خان (ریٹائرڈ میجر، راولپنڈی)، جناب

انہوں نے ''قادیانی سازش اور تاشقند کے اصل راز'' پمفلٹ اور کتاب شائع کی۔ یہ دونوں قادیانیت کو فوجی زبان میں سمجھنے کے لئے خاصہ کی چیز ہیں۔

(۳۵۷) امیر الدین (حویلی لکھا)، مبلغ اسلام مولانا

تقسیم کے بعد مولانا امیر الدین صاحب حویلی لکھا میں آکر رہائش پذیر ہوئے۔ نامور واعظ اور مبلغ تھے۔ اللہ تعالیٰ نے خوب

ترنم دیا تھا۔ بڑے بذلہ سنج تھے۔لوگوں کو خطاب میں خوب ہنساتے اور رلاتے تھے۔مدارس کے لئے چندہ کرنے کا خوب فن جانتے تھے۔ کسی شعر کا ایک مصرعہ ترنم سے پڑھتے تو لوگ جھوم جھوم جاتے۔آپ فرماتے کہ اب مدرسہ کے لئے اتنا چندہ دو تو تب دوسرا مصرعہ پڑھوں گا۔چنانچہ ان کی محبوبیت ومقبولیت کا یہ عالم تھا کہ چندہ کی بارش شروع ہو جاتی۔خوب سادہ طبیعت کے تھے۔صحیح معنی میں مبلغ اسلام تھے۔ مرحوم نے شیخ بن باز کے مسئلہ رفع ونزول مسیح کے فتویٰ پر ''جواب صحیح ہے'' لکھ کر دستخط کئے۔ (فتاویٰ ختم نبوت ج۳ص۶۵)

(۳۵۸) امیر الزمان کشمیری، مولانا

(وفات:۱۶؍جون ۱۹۸۹ء، باغ)

مولانا امیر الزمان کشمیر کے رہائشی تھے۔دارالعلوم دیوبند کے فاضل تھے اور جامع مسجد فاروقی کراچی کے خطیب ومہتمم رہے۔ ممتاز عالم دین، آزادیٔ کشمیر کے کارکن، جمعیۃ علماء اسلام جموں کشمیر کے ناظم، مدرسہ قاسم العلوم باغ کے بانی، آپ نے ''فتنہ مرزائیت'' کے نام سے ایک کتاب لکھی۔اس پر مفتی اعظم مولانا محمد شفیع کی تقریظ اس کی ثقاہت کے لئے کافی ہے۔آپ نے یہ کتاب جولائی ۱۹۵۲ء میں تحریر فرمائی۔نصف صدی سے زائد عرصہ بعد اس کی اشاعت محض توفیق ایزدی کی مرہون منت ہے کہ احتساب قادیانیت کی جلد ۳۴ میں شامل اشاعت ہے۔مولانا امیر الزمان کشمیری نے اپنی اس کتاب کے اوّل میں ''بشارت'' کا عنوان قائم کر کے لکھا ہے کہ:

۲۳؍رمضان ۱۳۷۱ھ بمطابق ۱۷؍جون ۱۹۵۲ء جو صبح سات بجے مسجد فاروقی کراچی میں لیٹا تو آنکھ لگ گئی۔خواب میں آنحضرت ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوا اور خواب میں روتے ہوئے آپ ﷺ سے عرض کی کہ قادیانیت کا فتنہ بڑھ گیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''رضیت باﷲ ربا وبالاسلام دیناً وبمحمدٍ نبیاً'' پھر بیدار ہو گیا۔ان دنوں ''فتنہ مرزائیت'' کی کتاب کی تصنیف میں مصروف تھا۔یہی تعبیر سمجھ میں آئی کہ اس ناچیز تالیف پر آنحضرت ﷺ کی نظر کرم ہے۔

چہ وصف کند سعدی نا تمام علیک والصلوٰۃ اے نبی والسلام

(۳۵۹) امیر الملک مینگل، جناب جسٹس

آپ نے قادیانیوں کے خلاف ایک فیصلہ میں لکھا کہ قادیانی کلمہ طیبہ کا بیج لگا کر گلیوں میں پھرتے ہیں تو وہ یہ باور کرانا چاہتے ہیں کہ وہ مسلمان ہیں اور یہ بات قانون کے خلاف ہے۔یہ فیصلہ ۲۲؍دسمبر ۱۹۸۷ء کو جناب جسٹس امیر الملک مینگل نے کوئٹہ ہائی کورٹ سے صادر فرمایا۔ (پی.ایل.ڈی ۱۹۸۸ء کوئٹہ ص۲۲)

(۳۶۰) امیر حسن خلف پیر عبداللہ (دہلی)، حضرت

مرزا قادیانی نے اپنے مخالف علماء ومشائخ کے نام ایک خط مقابلہ ومباہلہ کے لئے لکھا ہے۔اس میں حضرت امیر حسن کو بھی انجام آتھم کے ص۷۲ نمبر ۸۹ پر مخاطب کیا ہے۔اس کا یہ معنی ہے کہ ملعون قادیان کے کفر کو الم نشرح کرنے میں آپ نے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ الحمد ﷲ!

(۳۶۱) امیر حسین گیلانی (اوکاڑہ)، حضرت مولانا سید

(وفات:۱۲/اپریل۲۰۰۹ء)

حضرت مولانا سید امیر حسین گیلانی کشمیر سے تعلق رکھتے تھے۔ دارالعلوم دیوبند سے دورہ حدیث شریف کیا۔ شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی کے شاگرد رشید تھے۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں نہ صرف حصہ لیا بلکہ قیدوبند کی منزلوں سے گزرے۔ عرصہ ہوا عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء شائع کی تھی۔ اس زمانہ میں مولانا سید امیر حسین گیلانی سے ایک انٹرویو کیا تھا۔ وہ ملاحظہ فرمائیں: ’’مولانا سید امیر حسین گیلانی فرماتے ہیں کہ میں تبلیغی جماعت کے ساتھ کراچی گیا ہوا تھا۔ احراری خون تھا۔ کراچی جہانگیر پارک میں ظفر اللہ خان قادیانی کی تقریر میں موجود تھا۔ اس نے اسلام کو مردہ مذہب اور قادیانیت کو زندہ اسلام کہا۔ سنتے ہی ہم نے شور کر دیا۔ مجھے یہ سعادت حاصل ہے کہ سب سے پہلے پتھر ظفر اللہ خان کی طرف میں نے چلایا۔ جلسہ ہلڑ بازی کا شکار ہوگیا۔ ہم گرفتار کر لئے گئے۔ رات گئے تک تھانہ میں رہے۔ پھر ہم نوخیز نوجوانوں کو رہا کر دیا گیا۔ تبلیغ میں وقت لگا کر واپس پنجاب آگئے۔ جامعہ اشرفیہ لاہور میں داخلہ لے لیا۔ تحریک ختم نبوت کی ابتداء میں موچی دروازہ لاہور میں جلسہ عام جس میں مولانا ابوالحسنات کی صدارت تھی۔ حضرت امیر شریعت، حضرت لاہوری کا خطاب تھا۔ شریک ہوا۔ پھر نسبت روڈ پر جلسہ منعقد ہوا۔ اس میں مجلس عمل کے رہنماؤں نے خطاب کیا۔ سب سے بہترین اور عمدہ خطاب مولانا محمد علی جالندھری کا ہوا۔ اس میں بھی مجھے شرکت کی سعادت نصیب ہوئی۔ مولانا محمد علی جالندھری نے مرزائیت کا مذہبی وسیاسی تجزیہ کیا۔ تقریر معلومات کا خزانہ اور دلائل کا سمندر تھی۔ مجھے اب بھی یاد ہے کہ مولانا محمد علی جالندھری نے ظفر اللہ قادیانی کے وزیر خارجہ ہونے کے حوالے سے اس کی تعیناتی پر سخت گرفت کی۔ آپ نے فرمایا کہ ظفر اللہ قادیانی کے وزیر خارجہ ہوتے ہوئے ان وجوہات کی بناء پر کشمیر کے مسئلہ کا حل ناممکن ہے۔ اس لئے:

۱...... ظفر اللہ خان نے قادیانی ووٹ غیر مسلموں میں شامل کرا کر گرداسپور کو غیر مسلم اقلیت کا ضلع، باؤنڈری کمیشن کے سامنے ثابت کیا۔ کشمیر کا پاکستان سے رابطہ وراستہ ہی جب اس نے کاٹ دیا تو اب اس سے کشمیر کے مسئلہ کے حل کی توقع رکھنا مسلم لیگی حماقت ہے۔

۲...... کشمیر پاکستان سے مل جائے تو مسلم کاز کو تقویت ملے گی۔ جب کہ یہ (ظفر اللہ) مسلم کاز کا ہندوؤں سے زیادہ دشمن ہے۔

۳...... کشمیر حاصل کرنے کے لئے اسلامی ممالک کا تعاون ضروری ہے۔ ظفر اللہ خان نے وزیر خارجہ ہونے کے ناتے تمام سفارت خانوں میں قادیانی افراد بھرتی کر کے ملت اسلامیہ کی ہمدردی سے پاکستان کو محروم کر دیا ہے۔

۴...... ظفر اللہ خان کا گرو مرزا بشیر الدین اکھنڈ بھارت کا الہامی عقیدہ رکھتا ہے۔ یہ اپنے گرو کے نقش قدم پر چلے گا نہ کہ مسلمانوں کی خاطر کشمیر کیس لڑے گا۔

۵...... ظفر اللہ نے یواین او میں کشمیر سے پاکستان کی افواج کے اخراج اور ہندوستانی فوج کی وہاں پر موجودگی میں ہی مہاراجہ کشمیر کی زیرنگرانی استصواب رائے کے معاہدہ پر دستخط کر دیئے ہیں۔ ان حالات میں یہ کہنا کہ کشمیر ہمیں مل جائے گا یہ ان کی حماقت کا بہترین شاہکار ہے۔

حضرت مولانا محمد علی جالندھری کی تقریر کے بعد حضرت امیر شریعت نے فرمایا کہ مولانا محمد علی جالندھری کی یہ تقریر کسی بین الاقوامی پلیٹ فارم سے ہوتی تو آج مولانا نے جس طرح اپنا کیس ثابت کیا ہے مسلم لیگ کے لئے ظفر اللہ خان کو وزیر خارجہ رکھنے کا کوئی جواز باقی نہ رہ جاتا۔ حضرت امیر شریعت نے فرمایا مجھے فخر ہے اس بات پر، کہ میری جماعت کے رفقاء دلائل و براہین کی دنیا میں اپنا کیس ثابت کرنے میں کسی بیرسٹر سے کم نہیں۔ یہ کہہ کر شاہ جی نے تقریر کرنے سے انکار کر دیا۔

کچّے کو توڑ دو (لطیفہ)

سید امیر حسین گیلانی فرماتے ہیں کہ میں اس تقریر میں موجود تھا۔ مولانا کی تقریر کے دوران نسبت روڈ کے مرزائیوں نے اپنے مکانات سے سنگ باری شروع کر دی۔ مولانا محمد علی جالندھری نے مشتعل ہجوم کو کوئی کاروائی کرنے سے روک دیا اور موقعہ کی مناسب سے ایک لطیفہ بھی سنایا جو یہ تھا کہ ایک دفعہ نوکرانی بادشاہ کے گھر میں چکی پیس رہی تھی۔ بادشاہ کی گھر والی کو نوکرانی نے کہا کہ آپ کی لڑکی جوان ہے اور میرا لڑکا جوان ہے۔ رشتہ نہ کرلیں؟ بادشاہ کی گھر والی نے اپنے خاوند سے ذکر کیا۔ اس نے کہا کہ جہاں نوکرانی بیٹھی تھی وہ جگہ کھدواؤ۔ چنانچہ ایسا کیا گیا۔ نیچے مدفون خزانہ ملا۔ مٹکہ (کچّا) جواہرات سے بھرا ہوا تھا۔ وہ نکال کر بادشاہ نے جگہ ہموار کرادی اور پھر گھر والی کو کہا کہ اب جب دوبارہ نوکرانی چکی پیسنے آئے پھر دیکھنا یہ کیا کہتی ہے۔ چنانچہ دوسرے دن نوکرانی آئی۔ دانے پیسے مگر کوئی بات نہ کی۔ بادشاہ کی گھر والی نے خود کہا کہ کل آپ نے اپنے لڑکے اور میری لڑکی کے رشتہ کی بات کی تھی۔ تو نوکرانی قدموں پر گر گئی کہ میں نے قطعاً یہ بات نہ کی تھی۔ مجھ پر تہمت نہ لگائی جائے۔ بادشاہ کی گھر والی نے اپنے خاوند کو یہ رپورٹ دی تو خاوند نے کہا کہ پہلے دن نوکرانی نہیں، اس کے نیچے سے (کچّا) بول رہا تھا۔ مولانا نے فرمایا کہ ان مرزائیوں کو کچھ نہ کہو جو اینٹیں مروا رہے ہیں اس ''کچّے'' (ظفر اللہ خان) کو توڑ دو۔ اس پر مجمع لوٹ پوٹ ہو گیا اور مولانا کو خوب داد ملی اور یہ کہ فتنہ بھی ختم ہو گیا۔

مولانا گیلانی موصوف فرماتے ہیں کہ تحریک کے شروع ہونے پر باہر سے آنے والے قافلوں کو سنبھالنا وغیرہ میرے ذمہ ٹھہرایا۔ جب موقع ملتا نوجوان رفقاء کا جلوس لے کر لاہور میں بازار کا چکر بھی لگا لیتے۔ مجھے یاد ہے کہ مارشل لاء کے نفاذ کے بعد ہم دو اڑھائی سو، نوخیز نوجوانوں اور لڑکوں کا ایک گروپ دھنی رام روڈ پر جا رہا تھا۔ ایک اونچی جگہ پر کھڑے ہو کر تقریر شروع کی۔ قادیانی نوجوان فوج کی جیپ میں سوار تھے۔ تقریر کرنے والے کو گولی داغ دی۔ دوسرا نوجوان بڑھا۔ اس نے سپیکر سنبھال کر تقریر شروع کر دی۔ قادیانی اوباشوں نے اس کو بھی گولی داغ دی۔ اسی طرح پانچ چھ نوجوان یکے بعد دیگرے تڑپے مگر عشق رسالت مآب ﷺ کے جذبہ کو ماند نہیں پڑنے دیا۔ اس قادیانی ظلم پر روڈ کے دونوں طرف کے مکانات سے اس جیپ پر پتھراؤ شروع ہو گیا۔ جیپ والے قادیانی سور ما بھاگ نکلے اور ہمارا جلوس پھر روانہ ہو گیا۔

انارکلی میں راست اقدام کا اشتہار میں نے تقسیم کیا۔ اشتہار تقسیم کر رہا تھا کہ پولیس آن دھمکی۔ ایک گلی سے ہو کر گرفتاری سے بچ نکلا۔ جامع مسجد وزیر خان کو جب فوج نے خالی کرالیا تو ہمارے رضا کاروں کا دستہ جامع مسجد علی ہجویری (داتا دربار) منتقل ہو گیا۔ ان کے لئے تانگہ پر دیگ پکوا کر لایا۔ میں خود سائیکل پر تھا۔ مسجد کے دروازے پر آئے تو پیچھے بازار میں افراتفری تھی۔ معلوم ہوا کہ ملٹری کے ٹینک بکتر بند گاڑیاں یہاں بھی آ گئی ہیں۔ تنگ گلی سے ایک ہاتھ پر سائیکل اٹھایا اور نکل گیا۔ اب جا کر مولانا غلام غوث

ہزاروی سے ملاقات کی۔ شہر میں فوج کا گشت تھا، جس پولیس کے دستہ نے گولی چلانے سے انکار کر دیا تھا وہ حوالۂ زندان کر دیئے گئے۔ ملٹری کا جو دستہ شہر میں آ کر مسلمانوں کے جذبہ عشق ومستی کو دیکھتا اور متاثر ہوتا انہیں تبدیل کر دیا جاتا تھا۔ فوج پاراچنار یا بنگال کی لائی گئی تاکہ وہ تحریک کے لوگوں کی سرے سے بات ہی نہ سمجھ پائے۔ مولانا ہزاروی نے ایبٹ آباد، مانسہرہ، سرحد کے لوگوں کے پتے لکھ دیئے کہ ان کو مل کر وہاں سے آواز کو مؤثر طور پر اٹھایا جائے۔ گوجرانوالہ گیا۔ وہاں سے مولانا عبدالقیوم صاحب ہزاروی میرے ساتھ ہوئے۔ قلعہ کالری گجرات میں جا کر تقریر کی۔ جلوس نکالا۔ مولانا سید عنایت اللہ شاہ پہلے گرفتار تھے۔ وہاں سے جہلم، پنڈی، ہزارہ کا دورہ کیا۔ خان عبدالقیوم خان وزیراعلیٰ سرحد نے اعلان کر رکھا تھا کہ پنجاب کے غنڈوں (تحریک کے لوگوں) کو یہاں آنے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ ہم نے ہزارہ ڈویژن کا دورہ کر لیا۔ خان عبدالقیوم خان کو دورہ پڑا، وہ ہزارہ آیا۔ ہم ہزارہ سے راولپنڈی وہاں سے جہلم آ گئے۔ جہلم میں جمعہ پر بیان ہوا اور جلوس نکالا۔ گرفتار ہو گئے۔ چھ ماہ قید کاٹ کر رہا ہوئے۔ رہائی پر پھر جہلم میں تقریر کی اور پھر لاہور آ گئے۔'' (تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء ص ۸۲۱،۸۲۳)

مولانا امیر حسین گیلانی بلا کے بہادر تھے۔ ان میں حسینی خون تھا۔ وہ جس بات کو حق سمجھتے تھے ڈٹ جاتے تھے۔ ۱۹۸۴ء کی تحریک ختم نبوت میں جمعیۃ علماء اسلام کی طرف سے مجلس عمل میں نمائندگی فرماتے رہے۔ ملک کے جس حصہ میں دعوت دی جاتی ضرور تشریف لاتے۔ چنیوٹ، چناب نگر کی کانفرنسوں پر ان کی تشریف آوری میں شاید کبھی ناغہ ہوا ہو۔

جمعیۃ علماء اسلام ان کی سرگرمیاں ان کا اوڑھنا بچھونا تھیں۔ مرکزی نائب امیر، پنجاب جمعیۃ کے امیر اور اسلامی نظریاتی کونسل کے دوبار رکن رہے۔ بہت بیدار مغز رہنما تھے۔ ان کی تقریر شعلہ بار ہوتی تھی۔ خوب تیز بولتے تھے۔ شاہ صاحب کا رنگ پکا، جسم گھنا اور فربہ، قد درمیانہ، پیشانی کشادہ، داڑھی مشت بھر شدید گھنی، طبیعت سادہ، مزاج میں جمال وجلال کی کیفیت حسب موقعہ اس کا ظہور ہوتا رہتا تھا۔ ضیاء الحق کے شدید مخالف، ایم.آر.ڈی کی تحریک میں بڑی بہادری سے حصہ لیا۔ مذہبی تحریکوں میں ہمیشہ صف اوّل میں رہے۔ شوگر کے مریض تھے۔ اس نے گردوں پر شدید اثر کیا۔ زید ہسپتال میں زیر علاج رہے۔ وفات گھر پر ہوئی۔ قائد جمعیۃ مولانا فضل الرحمٰن نے جنازہ پڑھایا۔ مرحوم پر فضل الٰہی ہو۔ حق تعالیٰ بال بال مغفرت کریں۔ ان کی وفات سے تاریخ کا ایک باب بند ہو گیا۔ جامعہ مدنیہ اوکاڑہ، چھ بیٹے، دو بیٹیاں، اہلیہ، ہزاروں عقیدتمند، جمعیۃ علماء اسلام ان کا صدقہ جاریہ ہیں۔

(۳۶۲) امیر زمان ہاشمی (مانسہرہ)، مولانا

(ولادت: ۱۹۳۴ء ...... وفات: ۱۲/اگست ۲۰۰۵ء)

مولانا امیر زمان ہاشمی ڈاور ضلع مانسہرہ میں پیدا ہوئے۔ اٹک، آزاد کشمیر اور شیر پور وقلندر آباد ضلع مانسہرہ میں بطور خطیب خدمات سرانجام دیں۔ اپنے زمانہ کی تمام تحریکوں میں حصہ لیا۔ بالخصوص تحریک تحفظ ختم نبوت ۱۹۵۳ء اور ۱۹۷۴ء میں پیش پیش رہے اور بھرپور کردار ادا کیا۔ اپنے آبائی علاقہ مانسہرہ میں ہی مدفون ہیں۔

(۳۶۳) امیر صالح خان (لکی مروت)، جناب حاجی

(وصال: ۲۰رفروری ۲۰۱۹ء)

حاجی امیر صالح خان نے اپنے علاقے میں ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت کے لئے بنوں، لکی مروت کے علماء کرام اور عمائدین علاقہ کو جمع کیا اور پہلا اجلاس تحریک ختم نبوت کا آپ ہی کی صدارت میں جامع مسجد مجیدی نورنگ میں ہوا۔ کامیاب تحریک چلی۔ قادیانی مصنوعات کی بائیکاٹ کی مہم کا آغاز کیا۔ لکی مروت میں آپ نے بھرپور قائدانہ کردار ادا کیا۔ آپ کو متعدد بار قید و بند کی صعوبتوں سے بھی گزرنا پڑا۔ لیکن آپ کے پائے استقلال میں جنبش نہیں آئی اور تمام حالات کا خندہ پیشانی سے مقابلہ کیا۔

ضلع لکی مروت میں مجلس کی جب باقاعدہ تنظیم سازی ہوئی تو علماء کرام و مشائخ عظام نے متفقہ طور پر آپ ہی کا نام امارت کے لئے پیش کیا۔ آپ ضلع لکی مروت کے امیر مقرر ہوئے۔ آپ ہی کی امارت میں سرائے نورنگ میں ۳۶ قادیانیوں نے ۱۲رفروری ۲۰۱۲ء کو مرزا لعین پر تین حرف بھیج کر اسلام قبول کر لیا۔ آپ ۱۹۷۴ء سے تاحیات امیر کے عہدے پر فائز رہے۔ سالانہ ختم نبوت کانفرنس کے علاوہ اگست میں سکول کالج اور دینی مدارس کے طلباء کے درمیان ختم نبوت انعام گھر مقابلہ اور ستمبر میں یوم ختم نبوت کے طور پر ضلع بھر میں ریلیاں اور پروگرامز منعقد کئے جاتے ہیں۔ چناب نگر ختم نبوت کانفرنس اور مرکزی مجلس عمومی کے اجلاس میں بحیثیت رکن شریک ہوتے تھے۔ آپ کا سیاسی تعلق جمعیت علماء اسلام کے ساتھ تھا۔ آپ حضرت مولانا مفتی محمود کے دست راست تھے۔ چند سالوں سے بیماری اور ضعف کی وجہ سے زیادہ وقت گھر پر گزارتے تھے۔ لیکن ختم نبوت کانفرنس میں باوجود ضعف و تکلیف کے شرکت کرتے تھے۔ ۶رجنوری ۲۰۱۹ء کو سالانہ ختم نبوت کانفرنس نورنگ میں بھی شرکت کی۔ یہ آپ کی آخری کانفرنس تھی۔ آپ کی جدائی پر ہر آنکھ اشکبار تھی۔ (مولانا محمد ابراہیم ادھمی)

(۳۶۴) امیر علی شاہ (اجمیر)، حضرت مولانا

مرزا قادیانی نے اپنے مخالف علماء و مشائخ کے نام ایک خط مقابلہ و مباہلہ کے لئے لکھا ہے۔ اس میں مولانا امیر علی شاہ کو بھی انجام آتھم ص۷۰ نمبر۵۲ پر مخاطب کیا ہے۔ اس کا یہ معنی ہے کہ ملعون قادیان کے کفر کا سدباب کرنے میں آپ نے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ الحمدللہ!

(۳۶۵) امیر علی لکھنوی، جناب سید

(ولادت: ۱۲۷۴ھ/ ۱۸۵۸ء ...... وفات: رجب ۱۳۳۷ھ/ اپریل ۱۹۱۹ء)

حضرت مولانا سید امیر علی بن معظم حسینی کا شمار علماء محققین میں سے تھا۔ پندرہ برس تک عصری علوم حاصل کرتے رہے۔ علم المثلث اور فنون ریاضیہ کے ماہر تھے۔ بعد میں دینی علوم کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے اصولی و کلامی، منطق و فلسفہ کے علوم سید عبداللہ آروی، مولانا حیدر علی، قاضی بشیرالدین و دیگر سے حاصل کئے۔ علم حدیث کے لئے شیخ نذیر حسین دہلوی سے شرف تلمذ حاصل کیا۔ مدرسہ عالیہ کلکتہ میں کچھ عرصہ پڑھانے کے بعد ندوۃ العلماء لکھنؤ کی ذمہ داری آپ کے سپرد ہوئی۔ آپ نے کئی اصولی کتب پر محنت

کی۔ آپ کی نمایاں تصانیف میں مواہب الرحمٰن تفسیر قرآن ۳۰ جلدیں، عین الہدایہ شرح ہدایۃ الفقہ، ترجمہ فتاویٰ عالمگیری، حاشیہ التوضیح والتلویح، المستدرک اور اسماء رجال حدیث کتب خانوں کی زینت بنی ہوئی ہیں۔ آپ نے فتویٰ تکفیر قادیان کے نام سے شائع ہونے والے استفتاء کا جواب بایں الفاظ عنایت فرمایا کہ: ’’ان اقوال مذکورہ استفتاء کا جو شخص قائل ہو، وہ کافر ہے اور اسلام سے خارج ہے۔ مناکحت وغیرہ اس سے جائز نہیں۔‘‘ (فتاویٰ ختم نبوت ج۲ص۲۷۲)

(۳۶۶) امیر محمد خان (گورنر مغربی پاکستان)، جناب ملک

(پیدائش:۲۰؍جون ۱۹۱۰ء ...... وفات:۲۶؍نومبر ۱۹۶۷ء)

ملک امیر محمد خاں بحیثیت انسان ایک مردم شناس، بہادر اور خوددار شخص تھے، بحیثیت منتظم سخت گیر انسان تھے، ایوب خان دور میں انہیں مغربی پاکستان کا گورنر مقرر کیا گیا، انہوں نے اپنے عہد میں ملک کا نظم ونسق پورے نظم وضبط سے چلایا، کسی کو جرأت نہیں ہوتی تھی کہ کسی کام کو اپنی مرضی سے چلائے، امیر محمد خاں کا دبدبہ، اعلیٰ افسر سے لے کر عام شہری کی زندگی تک میں نظر آتا تھا۔ وہ پکے مسلمان تھے، صوم وصلوٰۃ کے پابند تھے، ان کے زمانے میں گورنر ہاؤس شراب وکباب کی بزم آرائیوں سے الگ تھلگ رہا، وہ اکیلے رہتے تھے، ان کے اپنے بیٹوں تک کو کھلم کھلا گورنر ہاؤس میں آنے کی اجازت نہیں ہوتی تھی، موسیقی وطرب کی محفلیں دور دور تک نظر نہیں آتی تھیں، ان کے سامنے ہروقت مصلیٰ بچھا رہتا تھا، ان کے زمانے میں مغربی پاکستان میں عصمت فروشی کا کاروبار بند ہوگیا، اور جسم فروشی ممنوع قرار دے دی گئی۔

ان کی مردم شناسی اور تحریک آزادی میں کام کرنے والوں کو عزت وتوقیر کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔

مرزائیوں کے وہ سخت مخالف تھے، ان کی ملک دشمنی اور اسلام دشمنی سے پوری طرح آشنا تھے، قاضی احسان احمد صاحب نے ایک ملاقات میں مرزا قادیانی کی کتاب ’’ایک غلطی کا ازالہ‘‘ دکھائی اور اس کے مندرجات پڑھ کر سنائے، تو امیر محمد خاں آبدیدہ ہوگئے، انہوں نے فوراً اس کتاب کو خلاف قانون قرار دے دیا، قاضی صاحب نے انہیں مبارک باد کا تار بھیجا، مرزائیوں نے اس پابندی کے خلاف زوروشور سے آواز بلند کی، اور ایوب خاں تک رسائی کی، جس نے بالآخر کتاب پر سے پابندی ہٹادی۔ امیر محمد خاں کو سخت صدمہ ہوا، مولانا غلام غوث ہزاروی اور مولانا مفتی محمود صاحب ان سے ملے اور پابندی اٹھانے پر افسوس کا اظہار کیا، امیر محمد خاں نے کہا کہ: ’’مفتی صاحب! مجھے معلوم ہی نہیں تھا کہ مرزائیت کتنی بڑی طاقت اختیار کرگئی ہے، اس کتاب پر پابندی کے بعد جب اندرون وبیرون ممالک سے مجھ پر اور صدر مملکت پر دباؤ پڑنا شروع ہوا، تو مجھے احساس ہوا کہ مرزائیت کتنی بڑی طاقت ہے۔‘‘ آج مرحوم زندہ نہیں، کوئی ان کی قبر پر جاکر مرزائیت کی رسوائی وپسپائی کا حال ان سے بیان کردے تاکہ ان کی قبر کو ٹھنڈک پہنچے اور ثابت ہو کہ: العظمۃ للہ ولرسولہ!

(۳۶۷) امین الحق (شیخوپورہ)، حضرت مولانا سید

(ولادت:۱۹۰۴ء ...... وفات:۷؍ستمبر ۱۹۸۱ء)

آپ کی پیدائش طور وضلع مردان میں جناب محمد اسحاق کے گھر پر ہوئی۔ قرآن پاک کی قرأت اور تجوید ابتدائی تعلیم کے مراحل

والدین کے زیر سایہ طور و میں مکمل کئے۔ کچھ عرصہ مردان کے مدارس میں بھی پڑھا۔ مزید اعلیٰ اور منتہی کتب کی تکمیل کے لئے عالم اسلام کی عظیم یونیورسٹی دارالعلوم دیوبند چلے گئے۔ جہاں حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری سے حدیث شریف کے سماعت کا شرف حاصل کیا۔ قیام پاکستان کی تحریک میں بھی کام کرنے کا موقع ملا۔ حضرت مولانا احمد علی لاہوری سے حلقہ ارادت قائم کیا۔ محکمہ اوقاف میں صوبائی خطیب مقرر ہوئے۔ عرصہ تک شیخوپورہ کی مرکزی مسجد عیدگاہ میں خطابت کے فرائض انجام دیتے رہے۔ ضعف اور علالت کے باعث واپس اپنے آبائی وطن مردان تشریف لے گئے۔ وہاں اس دارفانی سے کوچ کیا۔ مردان میں تدفین ہوئی۔ فتنہ قادیانیت اور عقیدۂ تحفظ ختم نبوت پر عوام الناس کی بھرپور رہنمائی کرتے رہے۔ چنانچہ حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی کے قادیانیوں کے خلاف ایک فتویٰ کی تائید کرتے ہوئے لکھا کہ: ''جواب درست ہے اور ہمارے اوپر لازم ہے کہ ہم اس کی پیروی کریں۔'' (فتاویٰ ختم نبوت ج۳ص۶۱۴)

(۳۶۸) امین الدین دہلوی، مولانا

(وفات: رمضان ۱۳۳۸ھ/ جون ۱۹۲۰ء)

حضرت مولانا امین الدین دہلوی دہلی میں پیدا ہوئے۔ ۱۳۰۴ھ میں دارالعلوم دیوبند حصول علم کے لئے تشریف لائے۔ ۱۳۱۴ھ کے اخیر میں دہلی تشریف لائے اور مدرسہ امینیہ کی بنیاد رکھی۔ آپ مفتی اعظم محمد کفایت اللہ کے ہم سبق اور ہم جماعت تھے۔ مولانا امین الدین ادارہ کے مہتمم اور حضرت علامہ انور شاہ کاشمیری صدر مدرس تھے۔ ۱۳۲۱ھ میں حضرت مفتی کفایت اللہ بھی اس ادارہ میں تشریف لائے اور شیخ الحدیث اور مفتی کے عہدہ پر فائز ہوئے۔ مدرسہ امینیہ دہلی کا نظم ونسق مثالی تھا۔ تعلیمی نظم قابل تحسین تھا۔ مولانا مرحوم خداترس بزرگ اور عملیات کے ماہر تھے۔ حلقہ احباب وسیع تھا۔ حضرت شاہ ولی اللہ کے احاطہ مزار کے قریب ان کی قبر مبارک ہے۔ جب آپ مدرسہ امینیہ میں مدرس تھے تب آپ نے مرزا قادیانی کے خلاف ''قہر یزدانی بر دجال قادیانی'' کے نام سے شائع ہونے والے فتویٰ پر دستخط کئے جو آج بھی آپ کے لئے صدقہ جاریہ ہے۔ (فتاویٰ ختم نبوت ج۲ص۳۰۶)

(۳۶۹) امین گیلانی، شاعر اسلام حضرت سید

(وفات: ۳/اگست ۲۰۰۵ء)

حضرت سید امین گیلانی نجیب الطرفین سید تھے۔ عادات واطوار میں خانوادہ رسول ﷺ کے خون کا مکمل پرتو، جلوہ گر تھا۔ گورا رنگ، کھلا چہرہ، عقابی آنکھیں، لبوں پر مسکراہٹ، سمارٹ جسم، داڑھی کے بال خوبصورت چمکیلے، قد متوسط، بلند خیال، مترنم لحن داؤدی، خاص ادا سے حمد ونعت کے لئے طرح اٹھاتے تو ہزاروں کا اجتماع سر دھننے لگ جاتا۔ نامور خطیب کی خطابت سے کہیں زیادہ ان کو ہر جگہ پذیرائی ملتی۔ کراچی سے خیبر تک ان کے نام کی دھاک تھی۔ عام وخاص میں یکساں محبوب ومقبول تھے۔ اٹھتی جوانی میں حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی صحبتوں کے اسیر ہوگئے۔

حضرت سید امین گیلانی نے مجلس احرار اسلام کے پلیٹ فارم سے اپنی عملی زندگی کا آغاز کیا۔ تقسیم سے قبل متحدہ ہندوستان کے ہر سٹیج پر ان کی موجودگی لازم قرار پائی۔ پاکستان بننے کے بعد حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری، خطیب پاکستان حضرت مولانا

قاضی احسان احمد شجاع آبادی، مجاہد ملت حضرت مولانا محمد علی جالندھری، مجاہد اسلام حضرت مولانا تاج محمود، مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اختر، فاتح قادیان حضرت مولانا محمد حیات، بلبل احرار حضرت مولانا عبدالرحمٰن میانوی، مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا محمد شریف جالندھری، حضرت مولانا محمد شریف بہاول پوری اور دیگر اکابر نے مجلس تحفظ ختم نبوت کی بنیاد رکھی تو حضرت گیلانی بھی اس کاروان ختم نبوت میں برابر کے شریک تھے۔ آپ کے ایمان افروز کلام کی مقبولیت نے یہ مقام حاصل کیا کہ دنیا زندگی بھر انہیں ''شاعر ختم نبوت'' کے نام سے جانتی پہچانتی تھی۔

مجلس تحفظ ختم نبوت اور جمعیۃ علمائے اسلام کے اکابر کی آنکھوں کا تارا تھے۔ حافظ الحدیث حضرت درخواستی، حضرت مولانا مفتی محمود، حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی، حضرت مولانا احمد علی لاہوری اور ان کے جانشین حضرت مولانا عبیداللہ انور کی طرح پورے ملک کے شیوخ حدیث، علمائے کرام، مشائخ عظام کے ہاں آپ کو خاص محبوبیت کا مقام حاصل تھا۔ یہ سب کچھ ان کے اخلاص بھرے عشق رسالت مآب ﷺ کا صدقہ تھا۔ بلاشبہ وہ ایک بلند خیال شاعر اسلام تھے۔ اکابر کی صحبتوں نے انہیں دینی و سیاسی بصیرت کا اعلیٰ مرتبہ نصیب کیا تھا۔ ان کے خیالات کی بلند پروازی میں ان کے اعلیٰ کردار کا بھی بڑا حصہ تھا۔ وہ بہت بڑے عوامی، انقلابی اور اعلیٰ درجہ کے رہنما اور بلند کردار انسان تھے۔ دل کے غنی تھے۔ عسرت و یسرت میں مثالی اور نمونہ کی زندگی گزاری۔ قناعت پسند طبیعت تھی۔ کروفر سے کوسوں دور تھے۔ ان کی نظم کا ہر شعر پہلے سے زیادہ وقیع ہوتا تھا۔ ان کے کلام کی وسعتوں کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ ہر شعر پر ان کو داد ملتی تھی۔ اپنے سامعین کو ایسا مدہوش کرتے تھے کہ لوگ فرش سے عرش تک پہنچ جاتے تھے۔ نعروں کی گونج میں سٹیج پر آتے اور نعروں کے سمندر میں تیرتے ہوئے کلام پڑھتے۔ ان کی ہر ادا دلربا ہوتی تھی۔ مدوجزر قابل دید ہوتا تھا۔ دین کے ہر شعبہ اور سیاست کی ہر جزئی پر ان کا کلام موجود ہے۔

حضرت سید امین گیلانی نے قطب الارشاد حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری سے لے کر مخدوم المشائخ حضرت مولانا خواجہ خان محمد تک بیعت کے سلسلہ سے نے اپنے آپ کو جوڑے رکھا۔ مجاہد ملت حضرت مولانا محمد علی جالندھری، مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمود سے لے کر قائد جمعیۃ حضرت مولانا فضل الرحمٰن تک تمام سیاسی و مذہبی رہنماؤں کے ہاں حضرت گیلانی کی رائے کو مقام حاصل تھا اور یہ ان کے مشیر تھے۔

فقیر راقم نے اپنی زندگی میں جن شعرائے اسلام کو دیکھا یا سنا ہے بلاشبہ ہمارے حلقہ میں وہ اپنے زمانہ میں سب پر فائق تھے۔ راقم زمانہ طالب علمی میں ملک بھر کے دینی حلقہ کی طرح ان کے نام و مقام سے آشنا تھا۔ البتہ پہلی بار زیارت ۱۹۶۶ء کے آخر یا ۱۹۶۷ء کے اوائل میں جامعہ مخزن العلوم خانپور کے سالانہ جلسہ تقسیم اسناد کے موقعہ پر ہوئی۔ اس وقت آپ کا طوطی بولتا تھا۔ کسی جماعت، ادارہ، انجمن، مدرسہ و جامعہ کا جلسہ ان کے بغیر نامکمل شمار ہوتا۔ فراغت کے بعد فقیر راقم لائل پور (فیصل آباد) میں مجلس تحفظ ختم نبوت کا مبلغ مقرر ہوا۔ غالباً ۱۹۶۸ء میں دو روزہ ختم نبوت کانفرنس دھوبی گھاٹ میں کرانے کی سعادت نصیب ہوئی۔ مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمود کی دعوت پر حضرت درخواستی، حضرت جالندھری، جناب آغا شورش کاشمیری، سید مظفر علی شمسی، مولانا صاحبزادہ افتخار الحسن، عبدالقادر روپڑی، مولانا محمد شریف جالندھری، مولانا عبدالرحیم اشعر تشریف لائے۔ دونوں راتیں حضرت گیلانی کی نظموں سے سٹیج گونجتا رہا۔ یہاں سے تعارف و نیازمندی کا سلسلہ شروع ہوا۔ بعد میں کئی بار جلسوں میں آپ کی موجودگی میں تقریر کی سعادت حاصل ہوئی۔ سٹیج پر داد

دیتے۔ چھوٹوں کو بڑا بناتے اور پھر علیحدگی میں بہت ہی حکمت عملی کے ساتھ تصیح فرماتے۔ بہت بڑے شاعر اور خطیب گر تھے۔

فقیر راقم کو خوب یاد ہے کہ سکھر کی ختم نبوت کانفرنس کے موقعہ پر مہمان مقررین کی رہائش گاہ جامعہ اشرفیہ تھی۔ دن کو لیٹے ہوئے تھے۔ حضرت گیلانی ٹہلتے ٹہلتے کمرہ میں آن دھمکے۔ بہت سارے مہمان لیٹے تھے۔ فقیر نے انہیں دیکھ کر اٹھنا چاہا۔ فوراً حکماً اشارہ سے روک دیا اور پھر میرے پاؤں کے تلوں کو سہلانے لگے۔ جسم میں سرسراہٹ پیدا ہوئی تو فرمایا کہ خبردار حرکت نہ ہونے پائے۔ دو تین بار پاؤں کے تلوں پر اپنی مبارک انگلیوں کے پورے ہلکے خاص انداز سے چلائے۔ میں آنکھیں کھولے دم بخود بے حس وحرکت پڑا رہا۔ تو آپ نے شاباش دی اور فرمایا کہ انسان کی کمزوری ہے کہ تلوں پر سہلایا جائے تو حرکت کرتا ہے۔ جو حرکت پر قابو پالے اس کی قوت ارادی بڑی مضبوط ہوتی ہے۔ میں نے سر آپ کے قدموں میں رکھ دیا اور عرض کی کہ حضرت! میری قوت ارادی ہے یا آپ کا احترام کہ میں تعمیل ارشاد میں دم بخود ہوگیا۔ میرے سر کو اپنے قدموں سے اٹھایا اور فرمایا کہ رات کے جلسہ میں کیا کہا تھا۔ یوں نہیں یوں کہنا چاہئے تھا۔ تب راز کھلا کہ وہ اس ادا سے میری اصلاح کے لئے کوشاں تھے۔

حضرت سید امین گیلانی آزادی وطن اور نفاذ شریعت کے لئے متعدد بار قید و بند کی صعوبتوں سے گزرے۔ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں کئی ماہ جیل میں گزارے۔ وہ بہت ہی شیر دل رہنما تھے۔ ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت کو پروان چڑھانے اور کامیابی سے ہمکنار کرنے میں حضرت گیلانی کا بہت بڑا حصہ ہے۔ بلکہ وہ اپنے شعبہ کے بلاشرکت غیر سربراہ تھے۔

۱۹۸۳ء میں مرزا ناصر قادیانی نے دوسری اکھ مٹکے کی شادی کی توہنی مون منانے کے لئے قادیانی گیسٹ ہاؤس اسلام آباد میں رہائش پذیر تھا۔ اس موقعہ پر جامع مسجد دارالسلام اسلام آباد میں ختم نبوت کانفرنس تھی۔ کانفرنس کے اختتام پر حضرت مولانا قاری احسان اللہ ہزاروی نے فرمایا کہ مرزا ناصر قادیانی میری مسجد کے ساتھ سڑک کے دوسرے کنارے رہائش پذیر ہے۔ وہاں جلسہ ہوجائے۔ اگلی رات کا وہاں پروگرام طے ہوگیا۔ شیخ المشائخ خواجۂ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمد کی صدارت، حضرت مولانا محمد لقمان علی پوری، حضرت مولانا عبدالشکور دین پوری کی تقریر اور حضرت سید امین گیلانی کی نعت ہوئی۔ ابتداء میں فقیر کا بیان ہوا۔ اپنی تقریر سے فارغ ہوتے ہی حضرت سید امین گیلانی کے ہمراہ ختم نبوت دفتر اسلام آباد آ گیا۔ حضرت گیلانی شیخوپورہ جانا چاہتے تھے۔ رات گئے حضرت مولانا عبدالرؤف جتوئی تشریف لائے۔ زور سے دروازہ پیٹا، دروازہ کھلا تو فرمایا تم یہاں سوئے ہو۔ تمہارے بیان کے بعد مرزا ناصر کو دل کا دورہ پڑا۔ پولیس نے حضرت خواجہ خان محمد، جناب قاری محمد امین، حضرت مولانا عبدالشکور دین پوری کو گرفتار کرلیا ہے۔ حضرت مولانا محمد لقمان علی پوری اور میں (مولانا جتوئی) آنکھ بچا کر آ گئے۔ وہ باہر گاڑی میں بیٹھے ہیں۔ حضرت گیلانی نے بھی جانا ہے۔ آپ بھی چلیں۔

حضرت گیلانی نے سفر کرنا تھا چل پڑے۔ مجھ پر نیند سوار تھی۔ عذر کردیا۔ اگلے دن صبح راجہ ظفر الحق صاحب کو حضرت کی گرفتاری کا پتہ چلا۔ انہوں نے پولیس افسران کو کہا تمہیں معلوم ہے کہ کن کو گرفتار کیا ہے؟ یہ وہ شخصیت ہیں جنہیں جنرل محمد ضیاء الحق نے تین بار ملاقات کے لئے بلایا ہے۔ لیکن انہوں نے ملاقات نہیں کی۔ افسران کو جان کے لالے پڑ گئے۔ حضرت کو اس وقت معذرت کر کے افسران نے رہا کردیا۔ جناب قاری محمد امین اور حضرت مولانا عبدالشکور دین پوری ضمانت پر رہا ہوئے۔ ہم نے قبل از گرفتاری بہت عرصہ بعد ضمانت کرائی۔ ان دنوں حضرت گیلانی سے پیشیوں کے موقعہ پر ملاقاتیں رہیں۔ اس دل کے دورہ سے مرزا ناصر آنجہانی ہوگیا تو اس کی جگہ قادیانی چیف گرو مرزا طاہر بنا۔

۱۹۸۴ء کا امتناع قادیانیت آرڈیننس جاری ہوا تو مرزا طاہر نے ملک سے مجرمانہ فرار اختیار کیا۔ اس پر حضرت گیلانی نے نظم کہی کہ:

مرزا طاہر سامنے آ بات تو کر تیرے لئے تو کافی اللہ وسایا ہے
گرو بھاگ گیا ہر چیلہ گھبرایا گھبرایا ہے

حضرت گیلانی نے سالانہ ختم نبوت کانفرنس چناب نگر میں یہ نظم بھی پڑھی تو اجلاس کے بعد ایک نامی گرامی خطیب نے کہا کہ حضرت گیلانی! آپ نے اللہ وسایا کا نام لیا۔ میرے نام کی شمولیت سے بھی کوئی نظم بنا دیں تو آپ نے انہیں فرمایا کہ میاں غلط سمجھے ہو۔ میں کوئی پروفیشنل شاعر نہیں ہوں۔ ماحول بنتا ہے۔ دل پر چوٹ پڑتی ہے تو اللہ میاں کچھ نہ کچھ کہلا دیتے ہیں اور بس۔ واقعہ بھی یہی ہے کہ ان کا پورا کلام اس اصول کے گرد گھومتا ہے۔ ان کی پوری شاعری میں کیفیت ''ورود'' ہے ''آورد'' نہیں۔

ایک دفعہ راقم نے عرض کیا کہ حضرت! مسئلہ ختم نبوت اور رد قادیانیت کے پورے کلام کو علیحدہ چھاپ دیں۔ تو ''ہر چہ گویم حق گویم'' مجموعہ مرتب کر دیا۔ جسے مجلس تحفظ ختم نبوت نے بڑے اہتمام سے شائع کیا۔ بہت کم لوگوں کو معلوم ہوگا کہ نظم کی طرح آپ کی نثر میں بھی نرالی شان ہے۔ جو ان کی تصنیفات سے ظاہر ہے۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے ۱۹۸۲ء میں پہلی بار چنیوٹ سے سالانہ ختم نبوت کانفرنس کو منتقل کر کے چناب نگر میں منعقد کیا تو آپ شیخوپورہ سے قافلہ لے کر مسلم کالونی چناب نگر کانفرنس میں تشریف لائے۔ اجلاس شروع تھا۔ ہزاروں کا اجتماع اور دھواں دھار تقریریں ہو رہی تھیں۔ اجلاس اپنے عروج پر تھا کہ فقیر نے دیکھا کہ حضرت گیلانی ایک ''مست الست'' کی طرح کبھی اجتماع کو، کبھی سٹیج کو، کبھی مسجد کو، کبھی چار دیواری کو، کبھی صحن کو، کبھی آسمان کو، کبھی شامیانوں کو اور کبھی درختوں کو دیکھ رہے ہیں۔ ادھر ادھر نظر اٹھا کر متفکرانہ انداز کو میں نے دیکھا تو عرض کیا کہ مرشد! خیر ہے۔ کیا ہو رہا ہے؟ میری طرف متوجہ ہوئے اور اپنے دونوں ہاتھ اور سر میرے کندھے پر رکھ کر والہانہ انداز میں رو پڑے۔ فرمایا کہ میاں! میں ربوہ میں قافلہ امیر شریعت حضرت عطاء اللہ شاہ بخاری کے اس شان میں فاتحانہ داخلہ کو دیکھ کر روح بخاری کو تلاش کر رہا ہوں۔ وہ نہیں تو کم از کم حضرت مولانا محمد علی جالندھری، حضرت مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادی، حضرت مولانا لال حسین اختر کوئی تو نظر آ جائیں؟ جنہیں بغلگیر ہو کر مبارک باد دے سکوں اور پھر زار و قطار خوشی میں رو پڑے۔ اس وقت حضرت مولانا محمد شریف جالندھری اور حضرت مولانا تاج محمود برآمدہ میں آ گئے۔ تینوں حضرات مل گئے۔ حضرت گیلانی کو اس حالت میں دیکھا تو تینوں حضرات محو گفتگو ہو گئے۔ کسی کام سے کسی ساتھی نے مجھے بلا لیا اور میں ان تینوں کو چھوڑ کر چل دیا۔ حضرت گیلانی صحت کے آخری دور تک ہر سال شیخوپورہ سے قافلہ لے کر ختم نبوت کانفرنس چناب نگر میں شریک ہوتے۔ جب لاہور منتقل ہو گئے تو لاہور سے قافلہ کے ہمراہ تشریف لاتے۔ گزشتہ سے پیوستہ سال بڑھاپے کے باوجود آخری اجلاس میں تشریف لائے۔ کرسی پر بیٹھ کر نظم پڑھی تو اجتماع تڑپ اٹھا۔

حضرت سید امین گیلانی لاہور کی ختم نبوت کانفرنس میں ہر سال تشریف لاتے۔ چند سالوں سے فقیر راقم اپنے شیخ حضرت اقدس سید نفیس الحسینی کے ہاں رمضان کے آخری دنوں میں حاضری دینے کی سعادت حاصل کر رہا ہے۔ گزشتہ سال ۲۶ رمضان المبارک کو حضرت گیلانی ایک دوست کے ساتھ گاڑی پر خانقاہ سید احمد شہید پر تشریف لائے۔ فقیر کو بلوایا اور فرمایا کہ تمہیں ملنے کے لئے آیا ہوں۔ فقیر پانی پانی ہو گیا۔ حضرت کیا فرماتے ہیں؟ مجھے حکم کیا ہوتا، میں سر کے بل آپ کے قدموں میں حاضر ہو جاتا۔ فرمایا کہ نہیں۔ سنو! تو سہی کہ کیوں آیا ہوں۔ عرض کیا فرمائیں۔ گویا ہوئے کہ آج ستائیس رمضان المبارک ہے۔ ہمارے محلّہ کی مسجد میں ختم

قرآن ہے۔تقریر کے لئے انہوں نے میرے ذمہ ڈیوٹی لگادی۔حضرت مولانا قاری نذیر احمد سے آپ کا پتہ چلا تو حاضر ہو گیا ہوں۔ میں نے سوچے سمجھے بغیر عرض کر دیا کہ حضرت میں حاضر ہو جاؤں گا۔آپ اطمینان رکھیں۔انہوں نے دعا دی اور چل دیئے۔

حضرت گیلانی کے جانے کے بعد یاد آیا کہ آج رات مجلس لاہور کے فاضل مبلغ حضرت مولانا عزیز الرحمٰن ثانی نے شہر کے دوسرے کنارے پر پروگرام طے کر رکھا ہے۔ بھاگم بھاگ مولانا ثانی سے جا کر عرض کیا کہ دو پروگرام ہیں اور دونوں متضاد سمتوں میں ہیں۔جب کہ وقت ایک ہی ہے۔سفر بھی خاصا ہے۔کیا کریں؟ حضرت گیلانی کے پروگرام پر نہیں جاتا تو ان کی پوزیشن خراب ہوگی۔ آپ کے پروگرام پر نہیں جاتا تو بھی مجرم، برا پھنسا۔حضرت مولانا عزیز الرحمٰن ثانی نے فرمایا کہ حل نکالتے ہیں۔مولانا ثانی پہلے اپنے پروگرام پر کینٹ میں لے گئے۔وتروں کے فوراً بعد بغیر تلاوت ونعت کے تقریر پر بٹھا دیا۔پندرہ بیس منٹ بیان کے بعد دوسرے ساتھی کا اعلان کیا۔باہر نکلا تو مولانا ثانی موٹر سائیکل لئے تیار کھڑے تھے۔فقیر کے بیٹھتے ہی موٹر سائیکل ہوا میں اڑا دیا۔بیس کلو میٹر سفر کر کے حضرت گیلانی کے ہاں حاضر ہوئے تو وہ نعت پڑھ رہے تھے۔دیکھتے ہی فرمایا کہ لو مولوی صاحب آ گئے۔میں سرخرو ہو گیا۔نعت مکمل فرمائی۔فقیر کا بیان ہوا۔آپ نے دعا کرائی۔پروگرام مکمل ہونے کے بعد مجھے فرمایا کہ دیر کیوں ہوگئی؟ میں نے صورتحال عرض کی کہ پہلے سے شہر کے دوسرے کنارے وقت دے رکھا تھا۔وہاں سے دوڑ کر آیا ہوں۔آپ مسکرائے اور فرمایا کہ جب میں نے سلام پھیرا تو آپ نہ تھے۔فوراً ماتھا ٹھنکا کہ میرے سے وعدہ خلافی تو نہ کریں گے۔البتہ دیر ہو سکتی ہے۔حکمت عملی سے تلاوت کرائی۔پھر نعت پڑھی اور پھر ایک مقرر کو لگا دیا۔جب وہ ڈھیر ہوا تو پھر خود نعت شروع کر دی۔آخری شعر پر خیال آیا کہ مولوی صاحب اب بھی نہ آئے تو لوگ کیا کہیں گے کہ گیلانی صاحب کی بھی مقرر نہیں مانتے۔بس خیال گزرا تو دیکھا کہ آپ مسجد میں داخل ہو رہے ہیں۔شکر کیا کہ سرخرو ہو گیا۔میں نے حضرت گیلانی صاحب کے قدموں کو ہاتھ لگایا کہ حضرت آپ کے حکم سے سرتابی تو ممکن نہ تھی۔لیکن آپ کی کرامت کہ تعمیل ارشاد ہوگئی۔آپ نے بہت دعا دی۔بس یہ آخری ملاقات تھی حضرت گیلانی صاحب سے۔

اب اس وقت حضرت سید امین گیلانی صاحب کا جنازہ ہو رہا ہوگا۔ہزاروں میل دور لندن میں بیٹھا ان کی یادوں سے دل کو تسلی دے رہا ہوں۔اللہ تعالیٰ معاف فرمائیں کہ ان کی یادوں کی آڑ میں اپنے آپ کو اجاگر کر رہا ہوں۔کیوں نہ ہو۔وہ اتنے بڑے انسان تھے کہ ان کی وابستگی سے کئی اجاگر ہوئے۔اللہ تعالیٰ ان کی قبر مبارک کو بقعہ نور بنائیں۔

جناب سید سلیمان گیلانی اب آپ ہمارے بڑے ہیں۔ان شاء اللہ! آپ سے وعدہ رہا کہ فقیر راقم زندگی بھر حضرت گیلانی کا نوکر رہا۔اب آپ کی نوکری کریں گے۔آپ بڑے باپ کے بڑے بیٹے ہیں۔اللہ تعالیٰ آپ کو ضائع نہیں فرمائیں گے۔اچھا میاں سلیمان آپ کو آج سیٹ نہیں ملی۔آپ کل پاکستان جائیں گے۔جنازہ سے تو ہم دونوں محروم رہے۔آپ کو دوہرا صدمہ ہے۔لیکن جب سے دنیا بنی ہے ایسے ہو رہا ہے۔جو آیا ہے اس نے جانا ہے۔آپ پاکستان جائیں، میں سعودی عرب جاتا ہوں۔اپنے غم میں آپ میرے غم کو یاد رکھیں گے۔اس لئے کہ وہ صرف آپ کے نہیں، ہم سب کے بڑے تھے۔ہمارے بڑوں کے ساتھی تھے۔فقیر ان شاء اللہ! ان کے لئے طواف کر کے ایصال ثواب کرے گا۔

شاعر ختم نبوت سیّد محمد امین گیلانی

(ذیل میں گیلانی صاحب کے بیان کردہ مختلف واقعات پیش خدمت ہیں)

گرمیوں کی دوپہر کو میں اپنی بیٹھک میں سو رہا تھا کہ کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا، دروازہ کھولا تو ایک پورے قد کاٹھ کا آدمی کھڑا تھا، سر پر کلے کے اُوپر پگڑی، لٹھے کا تہبند، پاؤں میں بوٹ اورا چکن پہنے ہوئے تھا۔

السلام علیکم، وعلیکم السلام، اندر تشریف لے آئیں، کرسی پیش کی، خود چارپائی پر بیٹھ گیا، پوچھا: ''کہاں سے تشریف لائے؟ کیسے تشریف لائے؟'' اس نے جیب سے ایک کاغذ نکال کر میرے ہاتھ میں تھمادیا، میں نے خیال کیا کسی جلسے کی دعوت ہوگی، مگر جب رقعہ پڑھا تو اس میں لکھا تھا: ''میں امام مہدی ہوں! مجھ پر ایمان لاؤ، میرا حکم مانو، ورنہ تباہ و برباد ہو جاؤ گے۔''

رقعہ پڑھ کر میں نے بمشکل ہنسی ضبط کی، پھر بغیر کسی وقفے کے ایک دم چہرے پر مصنوعی رعب وجلال کی کیفیت پیدا کر لی اور کڑک کر کہا: ''او احمق! او خبیث! تجھے یہ کیسے جرأت ہوئی کہ نقلی امام مہدی بن کر اصلی امام مہدی کے سامنے آئے؟'' میں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کہا: ''چل میرے ساتھ باہر! تو بھی کہہ میں امام مہدی ہوں اور میں بھی کہتا ہوں کہ میں امام مہدی ہوں، پھر دیکھ کسے جوتے پڑتے ہیں؟ کس کی عزت ہوتی ہے؟'' اب بے چارے ''امام مہدی'' کے پسینے چھوٹ گئے اور کانپنے لگے، میں نے پھر گرج کر کہا: ''اٹھ جھوٹے نکل میدان میں! ابھی تیرا کباڑا نہ کردوں تو کہنا'' اب اس کے سارے دم خم نکل گئے، ہاتھ جوڑ کر کہنے لگا: ''جناب! بیٹھئے، مجھے معاف کر دیجئے'' میں نے کہا: ''بکو! تمہیں چار پیسے چاہئیں یا بھوک لگی ہے؟'' کہنے لگا: ''بس مجھے معاف کر دیں اور جانے کی اجازت دے دیں!'' میں نے کہا: ''معاف کر دیا، مگر یہ ہماری عادت کے خلاف ہے کہ کچھ کھائے پیئے بغیر چلے جاؤ'' میں نے کھانا منگا کر کھلایا اور ساتھ نصیحت کی، یہ حرکت چھوڑ دو، اس سے بہتر ہے سیدھے سادے بھیک مانگ لیا کرو، اس نے اقرار کر کے مجھ سے جان چھڑائی، اور تیز تیز قدموں سے نکل گیا۔

اولیاء اللہ کے سامنے دل کی حفاظت

۞...... مولانا امین الحق، حضرت لاہوری سے مصروف گفتگو تھے، اور میں حضرت کے سامنے دوزانو بیٹھا ہوا تھا، بار بار میرے جی میں خیال آئے کہ میں سیّد ہوتے ہوئے بھی اپنے اعمال بد کے ہاتھوں جہنمی ہوں اور حضرت نومسلم کی اولاد ہونے پر بھی اپنے اعمال خیر کے باعث جنتی ہیں، گویا ایک جہنمی، ایک جنتی کی زیارت کر رہا ہے۔ معاً حضرت لاہوری مجھ سے مخاطب ہوئے: ''نہ بیٹا نا! نہ بیٹا نا! اللہ کسی کو جہنم میں نہیں پھینکنا چاہتے، لوگ تو زبردستی جہنم میں کودتے ہیں'' میں فوراً سنبھلا اور سوچا کسی نے سچ کہا ہے: ''بادشاہوں کے سامنے آنکھ کی حفاظت کرو اور اولیاء اللہ کے سامنے دل کی۔''

اسیران ختم نبوت کے نعرے

۞...... جنرل اعظم کے حکم سے لاہور میں کشتوں کے پشتے لگ رہے تھے، تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء اپنے جوبن پر تھی، پولیس مجھے اور میرے بہت سے ساتھیوں کو ہتھکڑیاں پہنا کر قیدیوں کی بس میں بٹھا کر شیخوپورہ سے لاہور کی طرف روانہ ہوگئی، اسیران ختم نبوت بس میں نعرے لگاتے ہوئے جب لاہور کی حدود میں داخل ہوئے تو ملٹری نے بس روک لی اور سب انسپکٹر کو نیچے اترنے کا حکم دیا، ایک ملٹری آفیسر نے اس سے چابی لے کر بس کا دروازہ کھول دیا اور بڑے رعب وجلال سے گرجا: ''تمہیں پتا نہیں نعرے لگانے والے کو گولی مارنے کا حکم ہے، کون نعرے لگاتا تھا؟'' اس اچانک صورتحال سے سب پر ایک سکوت سا طاری ہوگیا، معاً میرا ہاشمی خون کھول اٹھا، میں

نے تن کر کہا: ''میں لگاتا تھا!'' اس نے بندوق میرے سینے پر تان کر کہا: ''اچھا! اب لگاؤ نعرہ'' میں نے پرجوش انداز سے نعرہ لگایا: ''میرا کالی کملی والا'' سب نے بآواز بلند جواب دیا: ''زندہ باد!'' اس کی بندوق کی نالی نیچے ڈھلک گئی، منہ پھیر کر کہا: ''ہاں وہ تو زندہ باد ہی ہے'' اور بس سے نیچے اتر گیا۔ ایسا معلوم ہوا جنت جھلک دکھا کر اوجھل ہوگئی، پھر اس نے سب انسپکٹر سے کچھ کہا، اس نے بس کا دروازہ مقفل کر دیا، چند منٹوں کے بعد ہم بورسٹل جیل لاہور میں تھے۔

۞...... میانوالی جیل سے صبح میں رہا ہونے والا تھا، مگر مجھے خطرہ تھا کہ میری سرگرمیوں کے پیش نظر میری سزا جیل کے اندر ہی بڑھانے کا حکم نہ آجائے۔ داروغۂ جیل بھلا آدمی تھا اور حافظ قرآن بھی تھا، وہ شام کو ہماری بیرک میں آیا، میں نے کہا: ''حافظ صاحب! صبح میری رہائی ہے یا کوئی اور نیا حکم آ گیا ہے؟'' کہنے لگا: ''دو دفعہ لاہور سے ٹیلیفون آیا ہے، مگر گڑبڑ بہت ہے کچھ سنا، سمجھا نہ گیا۔'' خیر صبح ہوئی مجھے دفتر بلایا گیا اور دفتری کارروائی کر کے رہا کر دیا گیا۔ میں جب دوسرے دن شیخوپورہ پہنچا تو سب حیران ہوگئے، پتا چلا کہ یہاں کے سی آئی ڈی انسپکٹر نے مجھے خطرناک ثابت کر کے سینٹر سے سزا بڑھانے کا حکم نامہ میانوالی بھجوا دیا ہے، اور فون پر داروغۂ جیل میانوالی کو اطلاع دی تھی کہ امین گیلانی کو رہا نہ کیا جائے، تحریری حکم نامہ بذریعہ ڈاک آرہا ہے، لیکن میں رہا ہو چکا تھا اور اب نئے وارنٹ تیار کر کے ہی دوبارہ گرفتار کیا جاسکتا تھا، لیکن نیا خطرہ مول لینے کے ڈر سے ایسا نہ کیا گیا، یوں مرزائی آفیسر فخر الدین کے کئے دھرے پر پانی پھر گیا۔

مرزائیت کے خلاف جدوجہد کا عزم

۞...... ایک مسجد میں حوض کے کنارے وضو کر رہا ہوں، دیکھتا ہوں کہ آنحضرت ﷺ مسجد کے دروازے سے داخل ہو کر حوض کی طرف تشریف لائے اور میرے دائیں طرف تشریف فرما ہو کر وضو فرمانے لگے، پھر اچانک دائیں ہاتھ سے سامنے مسجد کے صحن کی طرف اشارہ کیا، میں حضور ﷺ کا مقصد سمجھ گیا، وہاں کچھ لوگ قبلے کی طرف پیٹھ کر کے نماز کے لئے کھڑے ہیں، میں وہیں حضور ﷺ کے پہلو میں کھڑا ہو کر انہیں جوش و غضب سے سمجھانے لگا، مجھ پر رقت کی کیفیت طاری تھی، اپنی تقریر کے یہ الفاظ مجھے یاد ہیں، اے لوگو! حضور پاک ﷺ کی موجودگی میں تمہارا یہ حال ہو گیا کہ مسجد میں قبلے کی طرف پیٹھ کر کے نماز پڑھتے ہو، مزید نہ جانے کیا کچھ کہہ رہا تھا، میری تقریر سن کر ان میں سے بعض نے اپنا رخ قبلے کی طرف کر لیا اور بعض اسی طرح کھڑے رہے کہ میں جاگ گیا۔

اس خواب کے بعد حضرت امیر شریعت کی صحبت میں رہنے سے مرزائیت کے خلاف جدوجہد کا عہد کر لیا اور اس مشن پر زندگی بھر عمل کرنے کا ارادہ مستقل ہو گیا، گویا حضور پاک ﷺ کا یہ اشارہ تھا اور رب کریم نے توفیق عطاء فرمائی۔

تھانیدار کا اعتراف شکست

۞...... کئی روز پہلے تمام شہر میں اشتہار چسپاں کر دیئے تھے، پھر آخری روز منادی کی گئی کہ آج رات بعد نماز عشاء مین بازار شیخوپورہ میں جلسہ عام ہوگا، مولانا منظور احمد چنیوٹی تقریر فرمائیں گے۔ پنڈال میں ہزاروں سامعین جمع ہوگئے، جلسے کی کارروائی کا آغاز ہو گیا، مولانا اسٹیج پر پہنچ گئے، قاری محمد امین صاحب نے تلاوت قرآن کی، اب میری نظم کے بعد مولانا کی تقریر تھی، میں ابھی نظم پڑھنے کے لئے کھڑا ہی ہوا تھا کہ علاقے کا مجسٹریٹ بمعہ تھانیدار اور پوری گارد کے آدھمکے اور مجھے بلوا بھیجا، میں گیا تو تھانیدار نے دفعہ ۱۴۴ کا نوٹس تھما دیا، کہا: ''پڑھ لیجئے! ڈی سی صاحب نے دفعہ ۱۴۴ لگا دی ہے، آپ جلسہ نہیں کر سکتے، اور یہ ہیں مولانا کے وارنٹ گرفتاری، انہیں ہم

نے گرفتار کرنا ہے۔‘‘ میں نے تھانیدار سے کہا کہ: ’’آپ نے ۱۴۴ لگانی تھی تو پہلے لگا دیتے، کیونکہ کئی دن سے جلسے کے اشتہار شہر کے در و دیوار پر چسپاں تھے، پھر آج سارا دن شہر میں منادی ہوتی رہی، آپ کا یہ دفعہ ۱۴۴ کا نوٹس بر موقع دینا صریحاً غلط ہے، کیونکہ دفعہ ۱۴۴ کے لئے پہلے سرکاری منادی ضروری ہوتی ہے، اور رہی مولانا کی گرفتاری تو مجسٹریٹ صاحب آپ کے ساتھ ہیں، پولیس آپ کے پاس ہے، ہمت کریں، آگے بڑھ کر گرفتار کرلیں، اس میں تو میں آپ کی کوئی مدد نہیں کرسکتا۔‘‘ وہ لال پیلا ہوگیا اور مجھے دھمکانے لگا کہ: ’’ہم تمہیں بھی گرفتار کرلیں گے ورنہ فوراً جلسہ منتشر کردو۔‘‘ میں نے بھی اسی انداز سے کہا: ’’میں سرکاری کارندہ نہیں، آپ ہیں، آپ خود اسٹیج پر جائیں اور لوگوں کو سرکاری حکم سنادیں۔‘‘ یہ کہہ کر میں پھرتی سے اسٹیج پر جا پہنچا اور اعلان کردیا اب آپ کے سامنے مولانا منظور احمد صاحب چنیوٹی تقریر کریں گے۔ جب مولانا نے تقریر شروع کردی تو میں چند ساتھیوں کو لے کر جلسہ گاہ سے دور ایک دکان میں چلا گیا، وہاں میں نے ساتھیوں کو سارا منصوبہ سمجھا دیا، پولیس نے بھی چاروں طرف سے جلسہ گاہ کو گھیر لیا، تھانیدار چوٹ کھائے ہوئے سانپ کی طرح بل کھا رہا تھا، مجسٹریٹ بھی سٹ پٹا رہا تھا، مولانا جوش و خروش سے تقریر کر رہے تھے، اور سامعین پے بہ پے نعرۂ تکبیر، اللہ اکبر، ختم نبوت زندہ باد کے نعرے لگا رہے تھے، میں نے جاتے ہوئے مولانا کے کان میں صورتحال کہہ دی تھی اور یہ بھی کہا کہ جب مضمون تقریر ختم ہوجائے تو دعا سے قبل آپ جیب سے رومال نکال کر پیشانی پونچھیں، ادھر مولانا نے پیشانی پونچھی ادھر میں نے مین سوئچ آف کردیا، یک دم اندھیرا چھا گیا، میرے متعینہ موٹر سائیکل سوار نے فوراً مولانا کو پیچھے بٹھایا اور یہ جا وہ جا۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی کے ہم شکل اور اسی قد کاٹھ کے ہمارے دوست مولوی محمد احمد صاحب (میاں علی ڈوگراں والے) انہیں پہلے سے تیار کر رکھا تھا، وہ اندھیرے میں فوراً اٹھے اور مائیک پر عربی میں دعا مانگنے لگے، سامعین آمین، آمین کہتے رہے، دعا کے بعد فوراً بیس پچیس نوجوانوں نے مولانا احمد کو نرغے میں لے لیا اور مولانا منظور احمد چنیوٹی زندہ باد کے نعرے لگاتے ہوئے مسجد عیدگاہ کی طرف چل دیئے۔ تھانیدار نے بڑی چستی سے ساری پولیس کے ساتھ اس جلوس کو گھیرے میں لے لیا، جب مسجد کی برقی روشنی میں پہنچے تو تھانیدار آگے بڑھا، اور نوجوانوں کو ہٹا کر مولانا کو گرفتار کرنا چاہا تو اچنبھے میں آ گیا، وہ مولانا منظور احمد نہیں بلکہ مولوی احمد تھے، جھلا کر مجھ سے پوچھا: ’’مولوی منظور کہاں ہے؟‘‘ میں نے کہا: ’’حضور! آپ پوری گارد کے ساتھ نگرانی کر رہے تھے، مجھے کیا پتا؟‘‘ پاؤں پٹخ کر بولا: ’’میں صبح ہوتے ہی تم سب کا علاج کرلوں گا!‘‘ میں خاموش رہا وہ بکتا جھکتا بمعہ گارد چلا گیا۔ میں جہاں بھی تھا مجھے صبح ہوتے ہی اطلاع ملی کہ پولیس جامعہ فاروقیہ (رجسٹرڈ) کے مہتمم مولانا محمد عالم صاحب کو گرفتار کرکے لے گئی ہے اور آپ کی تلاش ہے۔ میں نے آرام سے ناشتہ کیا، جب کچہری کھلنے کا وقت ہوا تو قاری محمد امین صاحب کو بلا کر ساتھ لیا اور بچ بچا کر کچہری پہنچ گئے۔ چوہدری نذیر احمد ایڈووکیٹ سے کہا کہ: ’’سیشن جج سے قبل از گرفتاری ضمانت کرانی ہے، کاغذات تیار کریں!‘‘ وہ کاغذات تیار کرنے لگ گئے، قاری صاحب نے مجھ سے کہا کہ: ’’آؤ شاہ جی! اتنے میں ہم سامنے پان والے سے پان کھالیں۔‘‘ ہم پان منہ میں ڈال کر سڑک پار کرکے احاطۂ کچہری میں داخل ہونے ہی والے تھے کہ رات والا تھانیدار موٹر سائیکل پر سامنے آ گیا، میں نے آہستہ سے کہا: ’’قاری صاحب! آپ کے پان نے مروادیا‘‘ انہوں نے کہا: ’’خدا کارساز ہے‘‘ اتنے میں تھانیدار نے ہمارے برابر آ کر بریک لگادی اور موٹر سائیکل پر بیٹھے بیٹھے مجھ سے مخاطب ہوا: ’’امین گیلانی کہاں ہے؟‘‘ میں نے کہا: ’’آپ کو اس سے کیا کام ہے؟‘‘ کہنے لگا: ’’کام یہی ہے کہ اس کے وارنٹ ہیں، ہم اسے تلاش کر رہے ہیں‘‘ میں نے کہا: ’’فکر نہ کریں، ہم اسے اطلاع دے دیں گے اور وہ خود حاضر

ہوجائیں گے۔'' اس نے موٹرسائیکل اسٹارٹ کیا اور پھٹ پھٹا کرتا ہوا چلا گیا، میں نے قاری صاحب سے کہا کہ: ''واقعی اللہ تعالیٰ نے اس کی مت ماردی۔''

جب ہم سیشن جج کی عدالت میں پہنچے اور کارروائی شروع ہوگئی تو وہی تھانیدار عدالت میں آ گیا اور مجھے حیرت سے دیکھنے لگا، جب میری ضمانت ہوگئی تو ہم اکٹھے باہر نکلے، اب اس کا لب ولہجہ بدل گیا، کھسیانی ہنسی ہنس کر کہنے لگا: ''گیلانی صاحب! پولیس والے بڑے چالاک ہوتے ہیں، مگر آپ ان کے بھی باپ نکلے، رات سے اب تک دو دفعہ آپ نے مجھے شکست دی'' میں نے بھی ہنس کر کہا: ''میں نے نہیں، اس کارساز نے!''

مرزائی مبلغ کے پھندے سے رہائی کی صورت

۞...... یہ اس زمانے کی بات ہے جب خواجہ ناظم الدین کا دور حکومت تھا، اور قادیانی فتنے کے خلاف مشرقی اور مغربی پاکستان کے تمام صلحاء، علماء اور زعماء کراچی میں جمع ہوکر اس فتنے کے استیصال کا طریقۂ کار سوچ رہے تھے، ایک روز ہم دفتر مجلس تحفظ ختم نبوت بندر روڈ کراچی میں بیٹھے ہوئے تھے، مرزا غلام احمد قادیانی دجال کی ذات موضوع سخن تھی، ایک مولانا جن کی عمر اس وقت پچاس/پچپن سال کی تھی، وہ بھی تشریف رکھتے تھے، مجھے معلوم ہوا کہ یہ صاحب دارالعلوم دیوبند کے فارغ ہیں اور ان کے بڑے بھائی دارالعلوم میں مدرّس بھی رہ چکے ہیں، ان مولانا کا نام مجھے یاد نہیں آ رہا، انہوں نے گفتگو میں حصہ لیتے ہوئے فرمایا کہ: طالب علمی کے زمانے میں ہم غالباً آٹھ طالب علم ایک دفعہ ایک مرزائی مبلغ و مناظر کے پھندے میں پھنس گئے، ہم اپنی کم علمی اور کم عمری کے باعث اس کے دلائل کو وقیع سمجھ کر مرزا غلام احمد کے نبی ہونے کا نعوذ باللہ گمان کرنے لگے، اور باہم یہ مشورہ کیا کہ فی الحال اس بات کو پوشیدہ رکھیں گے تاکہ دارالعلوم سے ہمیں خارج نہ کردیا جائے اور ہم اپنے والدین کو بھی کیا منہ دکھائیں گے۔ یہ طے کرکے ہم سب طالب علم واپس دارالعلوم میں آ گئے، رات جب سوگئے تو سب نے ایک ہی خواب دیکھا، صبح جب آپس میں ملے تو سب نے اپنا اپنا خواب بیان کیا، وہ ایک ہی خواب تھا، جو بیک وقت ہم سب نے دیکھا۔

خواب

کوئی شہر ہے، بازار میں منادی ہورہی ہے کہ آنحضرت ﷺ فلاں مسجد میں تشریف لائے ہوئے ہیں، جس نے زیارت کرنی ہو وہاں پہنچ جائے۔ چنانچہ ہر طالب علم نے کہا کہ: میں بھی وہاں پہنچا تو دیکھا واقعی آنحضور ﷺ مسجد کے صحن میں تشریف فرما ہیں، میں حاضر خدمت ہوکر سلام عرض کرتا ہوں، پھر یہ عرض کرتا ہوں کہ: یارسول اللہ! غلام احمد قادیانی واقعی نبی ہے؟ تو حضور نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں: ''أَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ'' پھر ایک طرف انگلی سے اشارہ فرماکر کہا کہ: ''ادھر دیکھو!'' دیکھا تو ایک گول دائرہ ہے جس میں آگ بھڑک رہی ہے، اور ایک شخص اس آگ میں جل رہا ہے اور تڑپ تڑپ کر چیخ رہا ہے، پھر حضور ﷺ نے فرمایا: ''یہ غلام احمد ہے!'' اس خواب کے بعد ہم سب نے توبہ کی اور حضور نبی اکرم ﷺ کے آخری نبی ہونے پر یقین محکم ہوگیا۔

(۳۷۰) انجمن تائید الاسلام (لاہور)

خدمات مرزا، انجمن تائید اسلام لاہور کے ماہواری رسالہ تائید الاسلام سے ایک مضمون لیکر اسے اس کتابچہ کی شکل میں شائع

کیا گیا۔ مکمل نام یہ ہے: ’’مرزائی نبوت کا آخری سہارا، خدمات مرزا، مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کی امت غیراللہ کے دروازے پر، مرزائی مذہب کے بنیادی اصول پر محققانہ تبصرہ‘‘ یہ رسالہ احتساب قادیانیت جلد۳۱ میں شائع شدہ ہے۔

(۳۷۱) انذر قاسمی (سیالکوٹ)، مولانا محمد

(وفات: ۲۹؍جنوری ۱۹۹۵ء)

سیالکوٹ میں ہمارے مخدوم حضرت مولانا محمد اسماعیل قاسمی صاحب کے جانشین اوران کے قائم کردہ ادارہ جامعہ فاروقیہ کے مہتمم ثانی حضرت مولانا محمد انذر قاسمی تھے جوان کی روایات کے نہ صرف امین تھے بلکہ ان کو آگے بڑھانے میں عمر بھر کوشاں رہے۔ مولانا محمد انذر قاسمی نے نفاذ شریعت اور عقیدۂ ختم نبوت کی تمام تحریکات کو اپنے ادارہ کا پلیٹ فارم مہیا کیا۔ مولانا محمد انذر نے اپنے زمانہ میں صرف شہر نہیں بلکہ ضلع وڈویژن میں ہر تحریک کے لئے نمایاں خدمات سرانجام دیں۔ آپ جمعیۃ علماء اسلام کے لئے شبانہ روز متحرک رہے۔ آگے چل کر جب جمعیۃ علماء اسلام میں دھڑابندی ہوئی تو آپ حضرت درخواستی کے ساتھ رہے۔

مولانا محمد انذر قاسمی کی حیات ووفات سب قابل رشک ہیں۔ اپنے عہد جوانی میں جس طرح اپنے ہاتھ کی محنت سے رزق حلال کے لئے کوشاں رہے اور دینی کاموں پر کھلے دل سے خرچ کرتے، غرض آپ کے والد گرامی جس راہ پر چلا کر گئے آپ برابر اس پر بڑھتے رہے۔ مسجد ومدرسہ کی تعمیر وترقی، ظاہری وباطنی ہر لحاظ سے ایسی مثال قائم کی جو آپ کے لئے صدقہ جاریہ ہے۔ اس خاندان کی اب تیسری نسل اس محاذ پر قابل قدر خدمات سرانجام دے رہی ہے۔

(۳۷۲) انظر شاہ کشمیری، مولانا سید

(وفات: ۲۶؍اپریل ۲۰۰۸ء)

آپ حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری کے سب سے چھوٹے صاحبزادے تھے۔ آپ دارالعلوم دیوبند کے فاضل تھے۔ دینی مادر علمی میں سالہا سال تک ابتدائی کتب سے منتہی کتب تک کی تدریس بھی فرماتے رہے۔ دارالعلوم وقف دیوبند کے شیخ الحدیث بھی، برطانیہ، بنگلہ دیش، پاکستان میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی ختم نبوت کانفرنسز میں شرکت سے بھی ممنون احسان فرمایا۔ حضرت سید محمد انور شاہ کشمیری کی اہلیہ کے حکم پر ہمارے مخدوم حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب نے تصوف کی اجازت سفارت سے بھی سرفراز فرمایا۔ لکھنے، پڑھنے کے دھنی تھے۔ تحریر وتقریر کے بادشاہ تھے۔ والد صاحب کی طرح فتنہ قادیانیت کے خلاف عمر بھر نبردآزما رہے۔ آپ نے ’’مقدمہ بہاول پور‘‘ میں اپنے والد گرامی مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری کے حالات پر مشتمل یہ مضمون تحریر کیا۔

مقدمہ بہاول پور

تردید قادیانیت کے ذیل میں حضرت کا وہ تاریخی بیان بھی خاص اہمیت رکھتا ہے جو آپ (سید انور شاہ کشمیری) نے ریاست بہاول پور کی عدالت میں ایک مقدمہ میں دیا۔ آپ کا یہ معرکۃ الآراء بیان قادیانیت پر سیر حاصل تبصرہ اور مرزا کے کفر پر برہان قاطع ہے۔ اس میں وفور علمی کا مظاہرہ، بے پناہ معلومات کا اظہار اور ہر دعوے پر قطعی دلائل کا انبار ہے، جس سے مرزا کی باطل نبوت ہباءً

منثورا ہوگئی۔ یہ بیان اب نایاب ہے۔ خود راقم السطور کو بھی بڑی مشکل سے دستیاب ہوا۔ اس لئے اس علمی یادگار کو محفوظ کرنے کے لئے اس سوانح کے کچھ صفحات صرف کر دیئے جائیں تو کوئی مضائقہ نہیں۔ بیانات کے سرورق کا عنوان ''بیانات علماء ربانی برارتداد فرقہ قادیانی'' ہے۔ اس مجموعہ کی کل ضخامت ایک سو اٹھتر (۱۷۸) صفحات ہے، جس میں علماء کے بیانات شریک طباعت کئے گئے ہیں۔ حضرت شاہ صاحب کا بیان صفحہ ایک سو ایک (۱۰۱) تا صفحہ ایک سو بیالیس (۱۴۲) ہے۔ گویا کہ کل اکتالیس (۴۱) صفحات کا بیان کتابی سائز پر ہے۔ ہم سب سے پہلے جامع بیانات مولانا ابوالعباس محمد صادق نعمانی کا وہ دیباچہ نقل کرتے ہیں، جس سے مقدمہ بہاول پور کی تاریخ اور اس کا پس منظر واضح ہوتا ہے۔ وہ رقمطراز ہیں: ''ریاست بہاول پور پنجاب میں ایک اسلامی ریاست ہے اور اعلیٰ حضرت تاجدار عباسی خلداللہ اقبالہ وملکہ کا آئین ہے۔ (قیام پاکستان کے بعد یہ ریاست پاکستان کی مرکزی حکومت میں اسی طرح ضم ہوگئی، جس طرح ہندوستان میں ریاستوں کا ادغام عمل میں آیا) اس میں ایک شخص مسمی عبدالرزاق مرزائی ہوکر مرتد ہوگیا۔ اس کی منکوحہ مسماۃ غلام عائشہ نے سن بلوغت کو پہنچ کر ۲۴؍جولائی ۱۹۲۶ء کو فسخ نکاح کا دعویٰ کیا اور مقدمہ ۱۹۳۱ء تک ایک دفعہ انتہائی مراحل طے کر کے پھر ۱۹۳۲ء میں ریاست کی عدالت اعلیٰ یعنی دربار معلّٰی سے ابتدائی حیثیت میں ڈسٹرکٹ جج صاحب بہاول پور کی عدالت میں بغرض تحقیق شرعی واپس ہوا۔ مدعیہ کی طرف سے ہندوستان کے مشہور اکابر علماء کی شہادتیں پیش ہوئیں اور مدعا علیہ کی جانب سے ان شہادتوں کی تردید پر پوری کوشش صرف کر دی گئی۔ آخر ۷؍فروری ۱۹۳۵ء کو فیصلہ بحق مدعیہ صادر ہوا۔''

گویا کہ حضرت شاہ صاحب کی وفات کے ٹھیک تین سال بعد یہ فیصلہ ہوا۔ آپ کو تردید قادیانیت میں جو دلچسپی تھی، اسی کی بناء پر آپ نے اپنے بعض تلامذہ کو وصیت فرمائی تھی کہ اگر میری وفات ہو جائے اور اس مقدمہ میں مرزا اور اس کے متبعین کو کافر تسلیم کر لیا جائے تو فیصلہ کی اطلاع میری روح کی تسکین کی خاطر میری قبر پر آ کر دی جائے۔ اس وصیت کا ایک ایک لفظ اس جذبۂ ایمانی کی نشاندہی کرتا ہے جو قادیانیت کے فتنہ کے مقابلہ میں موصوف کو بے چین کئے ہوئے تھا۔ شاہ صاحب کا بیان اس مجموعہ میں ''البیان الازہر'' کے نام سے ہے۔ تمہید میں جامع نے لکھا ہے: ''شیخ الاسلام والمسلمین اسوۃ السلف، قدوۃ الخلف، حضرت مولانا سید محمد انور شاہ صاحب قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کی بلند ہستی کسی تعارف وتوصیف کی محتاج نہیں۔ آپ کو مرزائی فتنہ کی تردید اور استیصال کی طرف خاص توجہ تھی۔ جب حضرت شیخ الجامعہ صاحب کا خط حضرت شاہ صاحب کی خدمت میں دیوبند پہنچا تو حضرت ڈابھیل تشریف لے جانے کا ارادہ فرما چکے تھے اور سامان سفر بندھ چکا تھا۔ مگر مقدمہ کی اہمیت کو ملحوظ فرما کر ڈابھیل کا سفر ملتوی فرمایا اور ۱۹؍اگست ۱۹۳۲ء کو بہاول پور کی سرزمین کو اپنی تشریف آوری سے مشرف فرمایا۔''

موصوف اس سفر کو اپنے لئے ذخیرۂ آخرت سمجھتے تھے۔ چنانچہ حسب روایت مولانا محمد انور لائل پوری، جو اس سفر میں رفیق تھے، بہاول پور پہنچنے کے بعد جمعہ آپ نے بہاول پور کی جامع مسجد میں پڑھا اور نماز کے بعد ہزار ہا ہزار مسلمانوں سے خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ: ''میں بواسیر خونی کے مرض کے غلبہ سے نیم جاں تھا اور ساتھ ہی اپنے ملازمت کے سلسلہ میں ڈابھیل کے لئے پابہ رکاب کہ اچانک شیخ الجامعہ کا مکتوب مجھے ملا، جس میں بہاول پور آ کر مقدمہ میں شہادت دینے کے لئے لکھا گیا تھا۔ میں نے سوچا کہ میرے پاس کوئی زاد آخرت تو ہے نہیں۔ شاید یہی چیز ذریعہ نجات بن جائے کہ میں محمد ﷺ کے دین کا جانبدار بن کر یہاں آیا ہوں۔''

یہ سن کر مجمع بے قرار ہوگیا۔ ایک شاگرد مولانا عبدالحنان ہزاروی آہ وبکا کرتے ہوئے کھڑے ہوگئے اور مجمع سے بولے کہ

اگر حضرت کو بھی اپنی نجات کا یقین نہیں تو پھر اس دنیا میں کس کی مغفرت متوقع ہوگی؟ اس کے علاوہ کچھ اور بلند کلمات حضرت کی تعریف وتوصیف میں عرض کئے۔ جب وہ بیٹھ گئے تو پھر مجمع کو خطاب کر کے فرمایا کہ: ''ان صاحب نے ہماری تعریف میں مبالغہ کیا۔ حالانکہ ہم پر یہ بات کھل گئی کہ گلی کا کتا بھی ہم سے بہتر ہے۔ اگر ہم تحفظ ختم نبوت نہ کرسکیں۔''

ان کلمات کو سن کر مجمع وقف آہ وبکا ہوگیا۔ پنجاب اور بہاول پور میں ممدوح کے اس سفر کو غنیمت باردہ سمجھا گیا اور زائرین کا ہجوم ہروقت رہتا۔ جامع بیانات نے بھی لکھا ہے کہ: ''ریاست بہاول پور اور ملحقہ دیہات وشہر کے علماء وزائرین اس قدر جمع ہوئے کہ حضرت کے قیام گاہ پر بعض اوقات بیٹھنے کی جگہ نہیں ملتی تھی اور زائرین مصافحہ سے بھی مشرف نہ ہوسکتے تھے۔''

بہرحال یہ تاریخی بیان حسب روایت جامع: ''۲۵/اگست ۱۹۳۲ء کو حضرت کا بیان شروع ہوا۔''

جس وقت بیان شروع ہوا: ''عدالت کا کمرہ امراء ورؤساء ریاست اور علماء سے پر تھا۔ عدالت کے بیرونی میدان میں دور تک زائرین کا اجتماع تھا۔ باوجودیکہ حضرت شاہ صاحب عرصہ سے بیمار تھے اور جسم مبارک بہت ناتواں ہوچکا تھا۔ مگر متواتر پانچ دن تک تقریباً پانچ پانچ گھنٹہ یومیہ عدالت میں تشریف لاکر علم وعرفان کا دریا بہاتے رہتے اور مرزائیت کے کفر وارتداد دجل وفریب کے تمام پہلوؤں کو آفتاب کی طرح روشن کردیا۔''

جیسے کہ تحریر کیا گیا ہے کہ ۷/فروری ۱۹۳۵ء کو فیصلہ بحق مدعیہ فیصلہ صادر ہوا۔ گویا حضرت شاہ صاحب کی وفات کے تین سال بعد یہ فیصلہ ہوا۔ آپ نے وصیت فرمائی تھی کہ اگر میری وفات ہوجائے اور اس مقدمہ میں مرزا اور اس کے متبعین کو کافر تسلیم کرلیا جائے تو فیصلہ کی اطلاع میری روح کی تسکین کی خاطر میری قبر پر آکر دی جائے۔ چنانچہ اس وصیت پر عمل کرتے ہوئے حضرت مفتی محمد صادق بہاول پوری نے قبر پر آکر وصیت پر عمل کیا۔

(۳۷۳) انعام الحسن کاندھلوی، مولانا

(ولادت: ۲۰/فروری ۱۹۱۸ء ...... وفات: ۱۰/جون ۱۹۹۵ء)

حضرت مولانا انعام الحسن کاندھلوی ڈیوزبری لندن تبلیغ مرکز میں ختم نبوت کانفرنس لندن ۱۹۸۵ء کی تیاری کے لئے جانے والے ختم نبوت کے وفد کو درج ذیل نصیحت ارشاد فرمائی: ''آپ حضرات نے دیار غیر میں آکر قادیانیوں کا جو ناطقہ بند کیا ہے، اس کے لئے میرا رواں رواں آپ کے لئے دعاگو ہے۔ قادیانیت ایسی بے دین جماعت کا بانی انگریز تھا۔ آپ نے ان کے ملک میں ان کا احتساب کر کے قصہ زمین برسر زمین پر عمل کیا۔ مولا پاک آپ کی ختم نبوت کانفرنس کو کامیاب فرمائے۔ میری دلی دعائیں آپ کے ساتھ ہیں، آپ کے لئے دعاگو ہوں کہ اس کفرستان میں قادیانیت کا آپ جنازہ نکالنے والے بن جائیں۔ آمین!''

(۳۷۴) انعام الحق (کراچی)، مولانا مفتی

''اسلام میں شاتم رسول کی سزا'' کے عنوان پر جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کے مفتی انعام الحق صاحب نے فتویٰ مرتب فرمایا جو فتاویٰ ختم نبوت جلد سوم میں شامل ہے۔

(۳۷۵) انوار اللہ خان (حیدرآباد دکن)، حضرت مولانا

(پیدائش: ۴؍جمادی الثانی ۱۲۶۴ھ/ ۹؍مئی ۱۸۴۸ء ...... وفات ۱۳۳۶ھ/ ۱۹۱۸ء)

نزہۃ الخواطر نامی کتاب کئی جلدوں پر مشتمل حضرت مولانا سید عبدالحئی نے عربی میں تالیف کی تھی۔ جو سنین کی ترتیب سے پہلی صدی سے چودہ صدیوں تک برصغیر کے علماء کے جستہ جستہ حالات پر مشتمل ہے۔ اس کی بعض جلدوں کا اردو میں بھی ترجمہ ہوا۔ نزہۃ الخواطر کی آٹھویں جلد کا ترجمہ مولانا انوار الحق قاسمی نے کیا اور اس کا نام رکھا۔ ''چودھویں صدی کے علماء برصغیر'' اس میں مولانا انوار اللہ خان حیدرآبادی کے حالات یہ درج ہیں۔

''محترم فاضل علامہ انوار اللہ بن شجاع الدین بن قاضی سراج الدین عمری حنفی حیدرآبادی، مشہور علماء میں سے تھے۔ ۴؍جمادی الثانی ۱۲۶۴ھ قندھار میں پیدا ہوئے۔ جو کہ ارض دکن کے ناندیڑ علاقہ کی ایک بڑی آبادی تھی۔ اس بستی میں رہ کر قرآن مجید حفظ کیا اور اپنے علاقہ کے اساتذہ کرام کے علاوہ شیخ عبدالحلیم انصاری لکھنوی سے درسی کتابیں پڑھیں۔ پھر ان کے صاحبزادہ شیخ عبدالحئی لکھنوی سے حیدرآباد شہر میں تابع رہے۔ علم تفسیر شیخ عبداللہ یمنی سے پڑھی اور تصوف وسلوک میں ان کے والد سے حصول سبق کے بعد اجازت حاصل کی اور دوسرے بہت سے علوم وفنون میں عالم بنے اور حکومت سے وظیفہ حاصل کیا۔ لیکن تھوڑے عرصہ کے بعد اسے قلیل سمجھا۔ ۱۲۹۴ھ میں حج کو روانہ ہوگئے اور شیخ کبیر الحاج امداد اللہ مہاجر مکی سے ملاقات کی اور ان سے بیعت حاصل کی اور آخر میں اجازت حاصل کر لی۔ ۱۲۹۵ھ/ ۱۸۷۸ء میں صاحب دکن کے خاص استاد بنائے گئے۔ جن کا نام محبوب علی خان جو چھٹے نظام تھے، ۱۳۰۱ھ/۱۸۸۴ء میں خان بہادر کا لقب دیا گیا تھا۔ دوسری مرتبہ حج مبارک ادا کیا اور ۱۳۰۵ھ/ ۱۸۸۸ء میں تیسری بار حج ادا کیا۔ پھر مدینہ منورہ میں تین سال تک اقامت کی ۱۳۰۸ھ/ ۱۸۹۱ء میں حیدرآباد واپس لوٹ آئے اور ولی عہد امیر عثمان علی خان کے معلم مقرر کئے گئے۔ صاحب دکن امیر محبوب علی خان کا ۱۳۲۹ھ/ ۱۹۱۱ء میں انتقال ہوا اور امیر عثمان علی خان ساتویں نظام بنائے گئے تو انہوں نے مولانا کو صدارت اور احتساب کا عہدہ بخشا اور یہ واقعہ ۱۳۳۰ھ/ ۱۹۱۲ء کا ہے۔ ۱۳۳۲ھ/۱۹۱۴ء میں وزارت اوقاف کا بھی عہدہ بخشا، اور ان کا لقب نواب فضیلت جنگ رکھا گیا۔ اس طرح انہیں بڑی وجاہت اور مسائل شرعیہ اور امور دینیہ میں پورا پورا اختیار مل گیا اور بہت سی اصلاحات قائم کیں۔ جن سے اپنے ملک اور اس کے باشندوں کو بڑا فائدہ پہنچایا۔ یہ اپنے زمانہ کے تمام عقلی اور نقلی علوم میں تنہا مالک بن گئے۔ بہت عبادت گزار اور ہمیشہ ہی پڑھانے اور ذکر واذکار اور کتابوں کے مطالعہ اور تصنیف میں مشغول رہتے۔ بدعتوں اور خواہشمندوں کے بڑے سخت مخالف تھے۔ مولانا انوار اللہ خان کو حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی سے بھی خلافت حاصل تھی۔ آپ کی بعض کتب پر حضرت مہاجر مکی کی تقریظات بھی ہیں۔ ۱۲۹۳ھ/ ۱۸۷۶ء میں حیدرآباد شہر میں انہوں نے ایک نظامیہ مدرسہ کی بنیاد رکھی اور تالیف وتصنیف کے علم میں اشاعۃ العلوم کے نام سے ایک علمی ادارہ کی بنیاد رکھی۔ آپ لانبے قد اور مونڈھوں اور سینوں کے چوڑے مضبوط اور قوی مردوں میں سے تھے۔ رنگ کے سپید لیکن سرخی مائل۔ بڑی آنکھوں اور گھنی ڈاڑھی والے، اپنے کھانے اور لباس کے معاملہ میں کم تکلف کرتے، آخر زندگی تک بدنی ریاضت میں پابندی کرنے والے تھے۔ اپنی آمدنی مال وتنخواہ کے بارے میں بہت پرہیزگار، بہت ہی بردبار اور تواضع کے مالک تھے۔ بیماروں کی عیادت کرتے اور جنازوں میں حاضر ہوتے۔ بہت ہی انعام ونیکی

کرنے والے، نہ تو اپنا مال جمع رکھتے اور نہ ہی اس کا اہتمام کرتے، زبان کے بڑے پاکیزہ، بری اور خراب باتوں سے بہت دور تھے۔ فتوحات مکیہ کو مغرب سے نصف شب تک روزانہ پڑھا کرتے۔ شیخ محی الدین ابن عربی کے بڑے معتقدین میں سے تھے۔ اپنی آخری زندگی میں علمی اشغال میں اپنی ساری رات گزارتے، نماز فجر کے بعد کافی دن چڑھے تک سوتے، نادر کتابوں کے جمع کرنے کے بڑے شوقین تھے۔ تصنیفات: (۱) افادۃ الافہام۔ (۲) کتاب العقل۔ (۳) حقیقۃ الفقہ۔ (۴) انوار احمدی۔ (۵) مقاصد اسلام۔ یہ تمام کتابیں اردو میں تھیں۔ اس کے علاوہ دوسری تالیفات تھیں۔ آپ کا انتقال ۱۳۳۶ھ جمادی الثانی میں ہوا۔ مدرسہ نظامیہ جن کی خود بنیاد رکھی تھی اس میں دفن کئے گئے۔'' (چودھویں صدی کے علماء برصغیر ص۱۴۲ تا ۱۴۴)

حضرت مولانا انوار اللہ خان حیدرآبادی کی کتاب افادۃ الافہام دو ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے۔ یہ کتاب ردقادیانیت پر ہے۔ مرزا قادیانی ملعون کی کتاب ازالہ اوہام کے جواب میں مرزا قادیانی کی زندگی میں یہ لکھی گئی۔

ہر چند کہ مولانا سید عبدالحئی نے نزہۃ الخواطر میں مصنف مرحوم کی کتاب ''انوار الحق'' کا تذکرہ نہیں کیا۔ لیکن یہ کتاب بھی مرزا قادیانی کے قادیانی مرید حسن علی کے مطبوعہ لیکچر کے جواب میں تحریر کی گئی۔

مرزا قادیانی ۲۶ رمئی ۱۹۰۸ء مطابق ۲۴ ربیع الثانی ۱۳۲۶ھ کو فی النار والسقر ہوا۔ جب کہ افادۃ الافہام بار دوم ۱۳۲۵ھ/ ۱۹۰۷ء میں شائع ہوئی۔ آج سے اٹھارہ سال قبل ۱۹۹۰ء میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے ایک کتاب ''قادیانیت کے خلاف قلمی جہاد کی سرگزشت'' شائع کی تھی۔ اس میں کتاب افادۃ الافہام کا تعارف شائع کیا گیا تھا۔ جو یہ ہے۔

۱...... ''نام: افادۃ الافہام (۲ جلد)　　مصنف: مولانا محمد انوار اللہ خاں

صفحات: ۷۳۶　　سن اشاعت: ۱۳۲۵ھ (اردو)

مرزا قادیانی کی ایک کتاب کا نام ازالہ اوہام ہے۔ لیکن حقیقت میں اوہام باطلہ کا بدترین مرقع وخزانہ ہے۔ امت محمدیہ ﷺ کے متعدد حضرات نے اس کا جواب لکھا۔ قاضی سلیمان منصور پوری نے غایۃ المرام وتائید الاسلام، قاضی فضل احمد نے کلمہ فضل رحمانی اور مولانا محمد انوار اللہ خان نے افادۃ الافہام لکھی۔ افادۃ الافہام کی بڑے سائز کی دو جلدیں ہیں۔ پہلی جلد ۳۷۶ صفحات اور دوسری جلد ۳۶۰ صفحات پر مشتمل ہیں۔ جلد دوم کے آخر میں سن تصنیف اس شعر سے لیا گیا ہے۔

اہل حق کو ہے مژدہ جان بخش　　قادیانی کا رد خوش اسلوب
ہے معلّٰی یہ اس کا سال طبع　　ہوئی تردید اہل باطل خوب
(۱۳۲۵ھ)

ردقادیانیت پر کام کرنے والے حضرات دونوں جلدوں کے صرف انڈکس ہی پڑھ لیں تو پھڑک اٹھیں گے کہ شاید ہی مرزائیت کا پھیلایا ہوا کوئی ایسا ''وہم'' ہو جس کا اس کتاب میں جواب موجود نہ ہو۔ مرزا قادیانی کے اوہام باطلہ کا قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب دیا گیا ہے۔ جگہ جگہ مرزا قادیانی کو اس کی اپنی تحریروں کی زنجیر میں جکڑا گیا ہے۔ تحریر میں کہیں تلخی نام کی کوئی چیز آپ کو نہ ملے گی۔ دلائل گرم، الفاظ نرم کا حسین وجمیل مرقع ہے۔ اللہ رب العزت کی کروڑوں رحمتیں ہوں مصنف مرحوم پر جنہوں نے مرزا قادیانی کو چاروں شانوں چت کیا ہے۔ مصنف موصوف صوبہ جات دکن کے مذہبی امور کے صدر الصدور (چیف جسٹس) جہاندیدہ عالم

دین، دینی، دنیوی علوم کے حامل تھے۔ مرزا قادیانی کی تردید میں قدرت کا عطیہ تھے۔ کتاب کو لکھے ہوئے ایک صدی بیتنے کو ہے۔ اس کے بعد اس عنوان پر کئی کتابیں لکھی گئیں۔ مگر یہ حرف آخر کا درجہ رکھتی ہے۔'' (قادیانیت کے خلاف قلمی جہاد کی سرگزشت ص۸۰)

غرض احتساب قادیانیت کی اکیسویں جلد میں مولانا انوار اللہ خان حیدرآبادی کی یہ تین کتابیں شامل اشاعت ہیں۔

۱...... افادۃ الافہام (حصہ اوّل)

۲...... 〃 〃 (حصہ دوم)

۳...... انوار الحق

اس کے علاوہ مفاتیح الاعلام بھی ایک کتاب ہے۔ یہ مستقل تصنیف نہیں۔ بلکہ افادۃ الافہام کی فہرست کو جو پہلے ایڈیشن میں کتاب کے ساتھ شائع ہوئی علیحدہ مفاتیح الاعلام کے نام سے شائع کیا گیا۔ ہمارے پیش نظر چونکہ صرف نایاب کتابوں کو محفوظ کرنا ہے۔ فہرستوں کی ترتیب آنے والی نسلوں میں سے جسے اللہ تعالیٰ توفیق دے اس کے لئے یہ کام چھوڑ رکھا ہے۔ اس لئے مفاتیح الاعلام کو شامل نہیں کیا۔

برا ہو جہالت مآبی کا کہ بعض لوگوں نے ''ہدیہ عثمانیہ وصحیفہ انواریہ'' کو بھی مولانا انوار اللہ خان کی تصانیف میں شامل کر لیا۔ حالانکہ یہ کتاب حضرت مولانا محمد علی مونگیری کی ہے جو احتساب قادیانیت جلدے میں مولانا مونگیری کے دیگر مجموعہ کتب کے ساتھ ہم شائع کرنے کی سعادت حاصل کر چکے ہیں۔ افادۃ الافہام کی طبع دوم ۱۳۲۵ھ میں ہوئی۔ اب طبع سوم محرم الحرام ۱۴۲۹ھ احتساب قادیانیت جلد ۲۱ کی صورت میں ہو رہی ہے۔ ایک سو چار سال بعد اس کتاب کی اشاعت پر ہمارے دل کسی خوشی سے معمور ہوں گے اور اس پر ہمیں کس طرح اللہ رب العزت کا شکر ادا کرنا چاہئے۔

(۳۷۶) انور شاہ کشمیری، حضرت مولانا سید محمد

(ولادت: ۱۲۸۰ھ/۱۸۶۳ء ...... وفات: ۲رصفر ۱۳۵۲ھ/ ۲۷رمئی ۱۹۳۴ء)

علامہ انور شاہ کشمیری کے والد گرامی کا نام مولانا معظم شاہ تھا۔ حضرت کشمیری بمقام دھودواں علاقہ سولاب کشمیر میں پیدا ہوئے۔ والد صاحب سے چھ سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کے علاوہ فارسی کے متعدد رسائل بھی پڑھ لئے تھے۔ مولانا غلام محمد صاحب صوفی پورہ والوں سے فارسی، عربی کی تعلیم حاصل کی۔ آپ نے تین سال ہزارہ میں پڑھا۔ ایبٹ آباد کی مرکزی جامع مسجد میں آپ کا پڑھنا بھی ایبٹ آباد کے علماء میں مشہور ہے۔ سولہ یا سترہ سال کے تھے کہ دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا۔ چار، پانچ سال میں دورہ حدیث مکمل کر کے فارغ ہوگئے۔ شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی، مولانا خلیل احمد سہارن پوری ایسے اکابر آپ کے استاذ تھے۔ فراغت کے بعد قطب الارشاد، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی سے بیعت ہوئے۔ آپ نے دہلی مدرسہ امینیہ میں تین سال بطور صدر مدرس کے تعلیم دی۔ پھر وطن عزیز کشمیر گئے۔ آپ نے مشاہیر کشمیر کے ساتھ حج بھی کیا۔ اسی سفر میں طرابلس، بصرہ، مصر، شام بھی تشریف لے گئے۔ واپسی پر بارہ مولا میں مدرسہ فیض عام قائم فرمایا۔ تین سال یہاں گزرے۔ اسی اثناء میں دارالعلوم دیوبند میں مشہور جلسہ دستار بندی ہوا۔ آپ بھی تشریف لے گئے۔ اساتذہ کے اصرار پر یہاں مدرس ہوگئے۔ زہے نصیب کہ یہاں ابوداؤد اور مسلم شریف کے اسباق ملے۔ اس دوران میں گنگوہ کے عالی نسب سادات کرام کے گھرانہ میں آپ کا عقد ہوگیا۔ تجرد کے زمانہ میں مولانا محمد احمد، مہتمم دارالعلوم کے اصرار

پران کے ہاں سے دس سال تک آپ کے کھانے کا نظم رہا۔ حضرت شیخ الہند کے ہوتے ہوئے ان کی سرپرستی ونگرانی میں ابوداؤد اور مسلم جیسی صحاح ستہ کی کتب پڑھا چکے تھے۔ حضرت شیخ الہند کے بعد آپ دارالعلوم دیوبند کے شیخ الحدیث مقرر ہوئے۔ ۱۳۴۵ھ تک یہاں اس عہدہ پر فائز رہے۔ ۱۳۴۵ھ میں جامعہ اسلامیہ ڈابھیل تشریف لے گئے۔ ۱۳۵۱ھ تک یہاں کے شیخ الحدیث رہے۔ ۲/صفر ۱۳۵۲ھ میں دیوبند میں گھر پر وصال ہوا، اور پھر یہاں دیوبند میں تدفین ہوئی۔ حضرت کشمیری، ایسا حافظہ کہ قرون اولیٰ کی یاد تازہ ہوگئی۔

عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے آپ منجانب اللہ مامور تھے۔ حق تعالیٰ نے آپ سے وہ کام لیا کہ اس کا تذکرہ مستقل تصنیف کا متقاضی ہے۔ مولانا محمد علی مونگیری، مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری، مولانا محمد علی جالندھری، مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری کی خدمات بالکل بنیان مرصوص کا درجہ رکھتی ہیں۔ ان حضرات نے قادیانیت کے خلاف تحریکی انداز میں کام کیا۔ میں باقی حضرات کے کام کی نفی نہیں کررہا۔ ان کے وجود بھی انعام باری تعالیٰ تھے۔ حضرت مونگیری اکیلے اپنی ذات میں انجمن تھے۔ مولانا سید انور شاہ کشمیری نے اپنے شاگردوں و متعلقین کی جماعت کو اس کام پر لگادیا۔ مولانا مفتی محمد شفیع، مولانا محمد علی جالندھری، مولانا محمد ادریس کاندھلوی، مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری، مولانا محمد یوسف بنوری، مولانا لال حسین اختر، مولانا بدر عالم میرٹھی، علامہ اقبال۔ بھلا توجہ تو کریں کہ کتنے جبال علم اس کام کے لئے میدان عمل میں حضرت کشمیری نے اتارے۔

تحریک ختم نبوت کے چار ستون

۞...... مولانا محمد علی جالندھری کی خدمات تو ختم نبوت کے محاذ پر بقول علامہ خالد محمود مجددانہ شان اپنے اندر رکھتی ہیں۔ مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری کے ذریعہ پوری مجلس احرار اور مولانا ابوالحسن علی ندوی، نہ معلوم کون کون سی شخصیات کو اس میدان میں قدرت نے لایا۔ برصغیر میں حضرت کشمیری، حضرت مونگیری، حضرت جالندھری اور حضرت رائے پوری، فقیر کے خیال میں ان چار ستونوں پر ختم نبوت کے تحفظ کی تحریک کی چھت کھڑی ہے۔ اچھا صاحب......!

۞...... مولانا محمد صاحب انوری نے فرمایا کہ: مقدمہ بہاولپور میں شمس مرزائی نے علماء پر یہ اعتراض کیا تھا کہ دیوبندی بریلویوں کو، اور بریلوی دیوبندیوں کو کافر کہتے ہیں۔ حضرت مولانا محمد انور شاہ نے جواب دیا کہ: جج صاحب! لکھو: میں تمام علمائے دیوبند کی طرف سے اور جو حضرات یہاں موجود ہیں ان سب کی طرف سے وکیل ہوکر کہتا ہوں کہ ہم بریلویوں کی تکفیر نہیں کرتے اور فرمایا کہ: بریلوی حضرات جو علم غیب کے بارے میں تاویلات کرتے ہیں، کچھ نصوص ایسی ہیں جو ان معانی کی موہم ہیں، نیز ان معانی کی طرف سلف صالحین میں سے بھی بعض حضرات گئے ہیں، لیکن مرزائی جو تاویل کرتے ہیں، اس معنی کی مؤید کوئی نص نہیں ملتی اور نہ سلف میں سے اس معنی کی طرف کوئی گیا ہے۔

مرزائی کا غلط استدلال

۞...... شمس مرزائی نے اعتراض کیا کہ فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر کسی کے کلام میں ننانوے احتمال کفر کے ہوں اور ایک احتمال ایمان کا ہو تو اس کے کفر پر فتویٰ نہ دیا جائے گا۔ حضرت شاہ صاحب نے فرمایا: جج صاحب! نوٹ کریں، یہ دھوکا دے رہے ہیں۔ فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر کسی شخص کا تقویٰ، طہارت اور اس کی صالحیت معلوم ہو اور مسلم ہو تو وہ مرجائے اور اس کے کلام میں کوئی ایسا کلام ہو جس میں ننانوے احتمال کفر کے اور ایک احتمال ایمان کا ہو تو اس پر کفر کا فتویٰ دینے میں احتیاط کی جائے۔ لیکن اگر کسی شخص کا فاجر وفاسق ہونا معلوم

ہو۔اس کے عقائد کفریہ سینکڑوں جگہ تصریح کے ساتھ موجود ہوں، تو وہاں اس کا وہی معنی لیا جائے گا جو اس کا دوسرا کلام تشریح کررہا ہے۔

حضرت شاہ صاحب کی دینی حمیت

۞...... فتنۂ قادیانیت کے ہی سلسلے میں ایک واقعہ حضرت سیّد انور شاہ صاحب کے جلال کا بھی سن لیجئے، دورۂ حدیث کے ہمارے ہم سبق طلبہ میں ضلع اعظم گڑھ کے بھی چند حضرات تھے، اسی زمانے میں ضلع اعظم گڑھ کے ایک صاحب جو قادیانی تھے سہارنپور میں حکومت کے کسی بڑے عہدے پر آ گئے، وہ ایک دن اپنے ہم ضلع، اعظم گڑھی طلبہ سے ملنے کے لئے (لیکن فی الحقیقت ان کو جال میں پھانسنے کے لئے) دارالعلوم آئے، ان طلباء نے ان کی اچھی خاطر مدارات کی، وہ شکار کے بہانے ان میں سے بعض کو اپنے ساتھ بھی لے گئے، جو رات کو دارالعلوم واپس آئے، حضرت شاہ صاحب کو کسی طرح اس واقعے کی اطلاع ہوگئی، حضرت کو ان طلبہ کی اس دینی بے حمیتی سے سخت قلبی اذیت ہوئی، ان طلبہ کو اس کا علم ہوا تو ان میں سے ایک سعادت مند طالب علم غالباً معافی مانگنے کے لئے حضرت کی خدمت میں پہنچ گیا۔ حضرت پر جلال کی کیفیت طاری تھی۔قریب میں چھڑی رکھی تھی۔اس سے ان کی خوب پٹائی کی (یہ فاروقی شدت فی امر اللہ کا ظہور تھا) ہمارے وہ ہم سبق طالبعلم بڑے خوش اور مسرور تھے اور اس پر فخر کرتے تھے کہ ایک غلطی پر حضرت شاہ صاحب کے ہاتھ سے پٹنے کی سعادت ان کو نصیب ہوئی۔ جو حضرت کے ہزاروں شاگردوں میں سے غالباً کسی کو نصیب نہ ہوئی ہوگی، کیونکہ حضرت فطری طور پر بہت ہی نرم مزاج تھے، ہم نے کبھی ان کو غصّے کی حالت میں نہیں دیکھا۔

حضرت شاہ صاحب کی کرامت

اپنا (مولانا منظور احمد نعمانی) ایک ذاتی واقعہ ذکر کرنا بھی مناسب سمجھتا ہوں، میرے اصل آبائی وطن سنبھل سے قریباً پندرہ میل کے فاصلے پر ایک موضع ہے، اس موضع میں چند دولت مند گھرانے تھے، والد ماجد سے ان لوگوں کے تجارتی اور کاروباری تعلقات تھے، جس کی وجہ سے ان کی آمد و رفت رہتی تھی، میں جب شعبان ۱۳۴۵ھ کے اواخر میں دارالعلوم کی تعلیم سے فارغ ہوکر مکان پہنچا تو میرے بڑے بھائی صاحب نے بتلایا کہ اس موضع والوں کے کوئی رشتہ دار امروہہ میں ہیں جو قادیانی ہیں، معلوم ہوا ہے کہ وہ برابر وہاں آتے ہیں اور قادیانیت کی تبلیغ کرتے ہیں اور دعوت دیتے ہیں اور لوگ متاثر ہورہے ہیں اور سنا ہے کہ اس کا خطرہ ہے کہ بعض لوگ قادیانی ہوجائیں۔ میں نے عرض کیا کہ: وہاں چلنا چاہئے، آپ پروگرام بنائیے! (میرے یہ بھائی صاحب مرحوم عالم تو نہیں تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے دین کی بڑی فکر عطاء فرمائی تھی) چند روز کے بعد انہوں نے بتلایا کہ معلوم ہوا ہے کہ امروہہ کا وہ قادیانی (جس کا نام عبدالسمیع تھا) فلاں دن آنے والا ہے۔ بھائی صاحب نے اس سے ایک دن پہلے پہنچنے کا پروگرام بنایا۔ رمضان المبارک کا مہینہ تھا، ہم اپنے پروگرام کے مطابق پہنچ گئے، لوگوں سے ہم نے باتیں کیں تو اندازہ ہوا کہ بعض لوگ بہت متاثر ہوچکے ہیں، بس اتنی ہی کسر ہے کہ ابھی باقاعدہ قادیانی نہیں ہوئے ہیں۔ جب ہم نے قادیانیت کے بارے میں ان لوگوں سے گفتگو کی تو انہوں نے بتلایا کہ امروہہ سے عبدالسمیع صاحب آنے والے ہیں، آپ ان کے سامنے یہ باتیں کریں۔ہم نے کہا: یہ تو بہت ہی اچھا ہے، ہم ان سے بھی بات کریں گے، اور ان کو بھی بتلائیں گے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کیسا آدمی تھا، اور اس کو نبی ماننا گمراہی کے علاوہ کتنی بڑی حماقت ہے۔اس گفتگو ہی کے درمیان وہاں کے ایک صاحب نے (جو کچھ پڑھے لکھے) اور عبدالسمیع کی باتوں سے زیادہ متاثر تھے بتلایا کہ: وہ تو مولانا عبدالشکور صاحب لکھنوی

سے مناظرہ کر چکا ہے، اور امروہہ کے سب بڑے بڑے عالموں سے بحث کر چکا ہے اور سب کو لاجواب کر چکا ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ یہ بات سن کر میں بڑی فکر میں پڑ گیا، اور دل میں خطرہ پیدا ہوا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ اپنی تجربہ کاری اور چرب زبانی سے لوگوں کو متاثر کر لے، میں نے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ میری مدد اور انجام بخیر فرمائے۔ میں اسی حال میں سو گیا، خواب میں حضرت استاذ قدس سرہٗ کو دیکھا، آپ نے کچھ فرمایا جس سے دل میں اعتماد اور یقین پیدا ہو گیا کہ بڑے سے بڑا کوئی قادیانی مناظر آ جائے تب بھی میرے ذریعے اللہ تعالیٰ حق کو غالب اور اس کو مغلوب فرمائے گا۔ اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی تو الحمد للہ میرے دل میں وہی یقین واعتماد تھا، لیکن امروہہ سے وہ قادیانی عبدالسمیع نہیں آیا، ہم نے کہا کہ اب جب کبھی وہ آئے تو ہم کو اطلاع دیجو، ہم ان شاء اللہ آئیں گے۔ اس کے بعد ہم نے لوگوں کو بتلایا اور سمجھایا کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنا یا کسی دعویٰ کرنے والے کو نبی ماننا صریح کفر وارتداد ہے، اور مرزا قادیانی کے بارے میں بتلایا کہ وہ کیسا آدمی تھا۔ ہم بفضلہ تعالیٰ وہاں سے اطمینان کے ساتھ واپس ہوئے کہ ان شاء اللہ اب یہاں کے لوگ اس قادیانی کے جال میں نہیں آئیں گے، خواب میں اللہ تعالیٰ نے جو کچھ مجھے دکھایا اس کو میں نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بشارت اور حضرت شاہ صاحب کی کرامت سمجھا۔

خواجہ غلام فرید کے نزدیک مرزا کی حیثیت

مقدمۂ بہاولپور میں شمس مرزائی نے یہ بات اٹھائی کہ خواجہ غلام فرید صاحب چاچڑوی نے مرزا صاحب کی تعریف کی ہے اور ان کی وہ عبارت پیش کی جہاں خواجہ صاحب نے لکھا ہے کہ وہ صالح اور متقی اور دین کا خدمت گزار ہے۔ میں (مولانا محمد انوری) چونکہ مختار تھا، میں نے کہا: جج صاحب! عدالت کا وقت ختم ہو گیا ہے۔ چنانچہ عدالت برخاست ہوئی۔ دوسرے دن ہم کتابوں سے خود مرزا صاحب کی عبارت تلاش کر کے لائے، اس نے لکھا تھا کہ مجھے فلاں فلاں آدمی کافر اور مرتد کہتے تھے، اور ان میں چوتھے نمبر پر خواجہ غلام فرید کا نام تھا۔ ہم نے جب یہ عبارت پیش کی، جج صاحب خوشی سے اچھل پڑے۔ پہلے روز شمس کے حوالے سے سارے شہر میں کہرام مچ گیا کیونکہ وہ لوگ خواجہ صاحب کے بہت معتقد تھے اور نواب صاحب بہاولپور بھی ان کے مرید تھے، اس پر حضرت اقدس نے فرمایا کہ: خواجہ صاحب نے تعریفی کلمات پہلے کبھی فرمائے ہوں گے (یعنی مرزا کے دعوئ نبوت سے پہلے) مولانا محمد علی جالندھری نے عرض کیا کہ: اوچ شریف میں مرزا صاحب کا ایک مرید غلام احمد نام کا تھا، وہ خواجہ صاحب کے سامنے مرزا کی ہمیشہ تعریف کیا کرتا تھا اور کہتا تھا کہ: وہ شخص آریہ، ہندو، سکھوں، عیسائیوں سے مناظرہ کرتا ہے اور اسلام کا بڑا خدمت گزار ہے۔ اس پر خواجہ صاحب چونکہ خالی الذہن تھے، بعض تعریفی کلمات کہہ دیئے تھے۔

مرزائی کا فرار

۞...... شمس مرزائی نے سرور شاہ کشمیری کو خط لکھا تھا کہ: شاہ صاحب (مولانا محمد انور شاہ) سے مقابلہ ہے، تم یہاں آ جاؤ۔ حضرت شاہ صاحب کو جب معلوم ہوا تو فرمایا: وہ لعین نہیں آئے گا۔ شاہ صاحب اس پر بہت ناراض تھے اور فرماتے تھے کہ اس نے اپنے والد کو بھی مرتد کیا۔ اس کے والد نے مرتے وقت اس کو کہا کہ: سرور! تو نے مجھے بھی مرتد کیا، دین تو وہی حق ہے جو دین محمدی ہے۔ بعد میں معلوم نہیں توبہ کی یا نہیں کی۔ چنانچہ جیسا شاہ صاحب نے فرمایا تھا ایسا ہی ہوا، سرور شاہ نے آنے سے انکار کر دیا۔

حضرت شاہ صاحب کی قوت حافظہ

......جب حضرت شاہ صاحب جج کے سامنے پیش ہوئے تو فرمایا کہ: جج صاحب! لکھو کہ تواتر کی کئی اقسام ہیں اور ہر ایک قسم کے تواتر کا منکر کافر ہے۔ مرزا غلام احمد نے ہر ایک قسم کے تواتر کا انکار کیا ہے، لہٰذا وہ کافر ہے۔ دوسرے روز مرزائیوں کے وکیل شمس مرزائی نے ''مسلم الثبوت'' کی شرح فواتح الرحموت کا حوالہ دے کر بیان کیا کہ شاہ صاحب نے کہا ہے کہ تواتر کے اقسام میں سے ایک ''تواتر معنوی'' بھی ہے اور فرمایا ہے کہ ہر قسم کے تواتر کا منکر کافر ہے، حالانکہ امام فخرالدین رازی نے تواتر معنوی کا انکار کیا ہے اور کتاب کا حوالہ پیش کیا۔ مولانا محمد انوری صاحب نے فرمایا کہ: ہم لوگ بڑے گھبرائے کیونکہ ہمارے پاس اتفاق سے وہ کتاب بھی نہ تھی، حضرت شاہ صاحب نے فرمایا: ''جج صاحب! لکھئے: میں نے بتیس سال ہوئے یہ کتاب دیکھی تھی، اب ہمارے پاس یہ کتاب موجود نہیں، امام رازی نے یہ لکھا ہے کہ یہ جو حدیث ہے: ''لَا تَجْتَمِعُ أُمَّتِیْ عَلَی الضَّلَالَۃِ'' یہ تواتر معنوی کے رتبے کو نہیں پہنچتی، انہوں نے صرف اس حدیث کے تواتر معنوی کا انکار کیا ہے، نہ یہ کہ وہ سرے سے تواتر معنوی کے حجت ہونے کے منکر ہیں۔ مولانا عبداللطیف صاحب ناظم مظاہر العلوم سہارن پور اور مولانا مرتضیٰ حسن صاحب جو اس مجلس میں موجود تھے اور حیران تھے کہ کیا جواب دیں گے، سن کر حیران رہ گئے۔ پھر شاہ صاحب نے فرمایا کہ: ان صاحب نے حوالہ پیش کرنے میں دھوکے سے کام لیا ہے، اسے کہئے کہ عبارت پڑھے، ورنہ میں اس سے کتاب لے کر عبارت پڑھتا ہوں۔ چنانچہ قادیانی شاہد نے کتاب پڑھی، بعینہٖ وہی عبارت نکلی جو حضرت شاہ صاحب نے پہلے حفظ پڑھی تھی، جج خوشی سے اچھل پڑا۔ اعلیٰ حضرت مولانا غلام محمد دین پوری جو وہاں موجود تھے ان کا چہرہ مبارک خوشی سے کھل گیا۔

عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کی ضرورت

......فیروز پور میں مرزائیوں کے ساتھ ایک مناظرہ طے پایا اور عام مسلمانوں نے جو فن مناظرہ سے ناواقف تھے، مرزائیوں کے ساتھ بعض ایسی شرائط پر مناظرہ طے کر لیا جو مسلمان مناظرین کے لئے خاصی پریشان کن ہوسکتی تھیں۔ دارالعلوم دیوبند کے اس وقت کے صدر مہتمم حضرت مولانا حبیب الرحمٰن عثمانی اور حضرت شاہ صاحب کے مشورے سے مناظرے کے لئے مولانا سیّد مرتضیٰ حسن چاند پوری، حضرت مولانا سیّد محمد بدر عالم میرٹھی، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع، حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی تجویز ہوئے۔ یہ حضرات جب فیروز پور پہنچے تو مرزائیوں کی شرائط کا علم ہوا کہ انہوں نے کس طرح دجل سے من مانی شرائط سے مسلمانوں کو جکڑ لیا ہے، اب دو ہی صورتیں تھیں کہ یا تو ان شرائط پر مناظرہ کیا جائے یا پھر انکار کر دیا جائے، پہلی صورت مضر تھی اور دوسری صورت مسلمانان فیروز پور کے لئے سبکی کا باعث ہوسکتی تھی کہ دیکھو تمہارے مناظر بھاگ گئے۔ انجام کار انہی شرائط پر مناظرہ کرنا منظور کر لیا گیا اور حضرت شاہ صاحب کو تار دے دیا گیا۔ اگلے روز وقت مقررہ پر مناظرہ شروع ہو گیا اور عین اسی وقت دیکھا گیا کہ حضرت شاہ صاحب بہ نفس نفیس حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی کے ساتھ تشریف لا رہے ہیں۔ انہوں نے آتے ہی اعلان فرمایا کہ جایئے ان لوگوں سے کہہ دیجئے کہ تم نے جتنی شرائط مسلمانوں سے منوالی ہیں۔ اتنی شرائط اور من مانی لکھوالو، ہماری طرف سے کوئی شرط نہیں۔ مناظرہ کرو اور خدا کی قدرت کا تماشا دیکھو! چنانچہ اسی بات کا اعلان کر دیا گیا اور مفتی صاحب، مولانا محمد ادریس کاندھلوی اور مولانا سیّد بدر عالم میرٹھی نے مناظرہ کیا، اس میں مرزائیوں کی جو درگت بنی اس کی گواہی آج بھی فیروز پور کے در و دیوار دے سکتے ہیں۔ مناظرے کے بعد شہر میں جلسۂ عام ہوا،

جس میں حضرت شاہ صاحب اور شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی نے تقریریں کیں۔ یہ تقریریں فیروز پور کی تاریخ میں یادگار خاص کی حیثیت رکھتی ہیں۔ بہت سے لوگ جو قادیانی دجل کا شکار ہو چکے تھے۔ اس مناظرے اور جلسے کے بعد اسلام پر واپس لوٹ آئے۔

۞...... حضرت مولانا سیّد انور شاہ صاحب کی زندگی کا اہم ترین مقصد تحفظ ختم نبوت تھا۔ آپ کے شاگرد رشید حضرت مولانا مفتی محمد شفیع فرماتے ہیں کہ: ایک دفعہ آپ قادیان تشریف لے گئے، مسجد میں مغموم بیٹھے تھے، درد دل کے ساتھ آہ بھری اور فرمایا: محمد شفیع! ہماری تو زندگی ضائع ہوگئی۔ قیامت کے دن خاتم النّبیین ﷺ کو کیا منہ دکھلائیں گے۔ مفتی صاحب فرماتے ہیں: میں نے عرض کیا: حضرت! دنیا کا کوئی کونہ نہیں جہاں آپ کے شاگرد نہ ہوں، دنیا آپ کے علم سے سیر ہو رہی ہے، صبح و شام بخاری و مسلم کا سبق پڑھاتے ہیں، بے شمار آپ نے کتابیں تصنیف فرمائی ہیں، اب بھی آپ فرمائیں کہ ہماری زندگی ضائع ہوگئی تو پھر ہمارے جیسوں کا کیا حال ہوگا؟ حضرت نے فرمایا کہ: ساری زندگی ہم وجوہ ترجیح مذہب احناف بیان کرتے رہے۔ حالانکہ امام شافعی بھی حق پر ہیں۔ مسئلہ فاتحہ خلف الامام کو چھیڑے رکھا۔ حالانکہ ان سے کہیں زیادہ عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کی ضرورت ہے۔

حضور علیہ السلام کے باغی و دشمن

۞...... مولانا سیّد محمد انور شاہ کشمیری کی عادت تھی کہ جب کبھی گفتگو یا درس کے دوران مرزا قادیانی کا نام آتا تو طبیعت میں جلال آجاتا۔ کذاب، لعین، مردود، شقی، بدبخت ازلی، محروم القسمت، دجال، کذاب، شیطان کہہ کر مرزا کا نام لیتے اور اس پر بددعائیہ جملے ارشاد فرما کر اس کے قول کو نقل کرتے۔ کسی خادم نے پوچھا: شیخ! آپ جیسا نفیس الطبع آدمی اور جب مرزا قادیانی کا نام آتا ہے تو اس طرح سیخ پا ہو جاتے ہیں؟ اس پر آپ نے فرمایا: میاں! میرا ایمان ہے کہ جس طرح حضور علیہ السلام سے محبت رکھنی ایمان ہے، اسی طرح آپ ﷺ کے دشمنوں سے بغض رکھنا بھی ایمان ہے۔ آپ ﷺ کا سب سے بڑا دشمن مرزا بدبخت تھا۔ اس لئے اس مردود کو گالی دے کر اس سے جتنا بغض کا اظہار ہوگا۔ اتنا زیادہ حضور علیہ السلام کا قرب نصیب ہوگا۔ میں یہ اس لئے کرتا ہوں۔ بھلا تم اپنے باپ کے دشمن کو اور حکومت اپنے باغیوں کو برداشت نہیں کرتی، تو میں حضور علیہ السلام کے دشمن کو کس طرح برداشت کرلوں......؟

۞...... مولانا محمد انوری لائل پوری اپنی تألیف کمالات انوری میں رقم طراز ہیں کہ ایک بار صبح کا اجالا پھیلنے سے پہلے وزیرآباد کے اسٹیشن پر گاڑی کے انتظار میں آپ تشریف رکھتے تھے، تلامذہ اور معتقدین کا ہجوم اردگرد جمع تھا، وزیرآباد اسٹیشن کا ہندو اسٹیشن ماسٹر ہاتھ میں بڑا لیمپ لئے ہوئے ادھر سے گزرا، حضرت پر نظر پڑی تو رک گیا اور غور سے دیکھتا رہا، پھر بولا کہ: ''جس مذہب کے یہ عالم ہیں، وہ مذہب جھوٹا نہیں ہوسکتا!'' اور اسی وقت آپ کے ہاتھ پر اسلام قبول کرلیا۔

۞...... اسی طرح کا ایک واقعہ پنجاب میں بھی پیش آیا، جب آپ کی نورانی صورت دیکھ کر ایک غیرمسلم کو ایمان کی دولت نصیب ہوئی۔

۞...... غیرمسلم، آپ کا چہرہ دیکھتے ہی پکار اٹھتے کہ: ''اگر چودھویں صدی کے ایک عالم دین کا چہرہ اتنا منور ہے، تو پھر ان کا نبی کتنا خوبصورت اور منور چہرے والا ہوگا!''

۞...... مظفرنگر، بھارت کے ایک مناظرے میں آریہ مبلغ نے مولانا السید انور شاہ کے چہرے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ: ''ان کے چہرے ہی پر اِسلام برستا ہوا دِکھائی دیتا ہے۔'' (نقش دوام ص۱۱)

ختم نبوت کے محاذ کے نگران

آپ کی وفات کے حالات بیان کرتے ہوئے مصنف ''نقش دوام'' نے ص۵۰،۵۱ پر لکھا: ''میری خالہ کا بیان ہے، جن کی زندگی کے ساتھ اسّی سال کی طویل صداقت بیانی ایک شاہد عدل کی حیثیت رکھتی ہے کہ میں نے گھر میں جلتے ہوئے چراغ کو پست کیا تو گھر کا پورا صحن سفید پوش انسانوں سے جن کے سروں پر عربی عمامے تھے، لبریز ہوگیا۔ مجھے کبھی اپنی آنکھوں پر شبہ ہوتا اور کبھی اس منظر پر حیرت ہوتی۔ خدا کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں تمام انسانوں کی جان ہے! نہ میری آنکھیں دیکھنے میں غلطی کر رہی تھیں اور نہ صورت واقعہ کے بیان میں کسی مبالغے سے کام لیا۔ (حضرت شاہ صاحب) ابتدا میں ''حَسْبُنَا اللّٰہ'' اور توحید کا پاکیزہ ورد کرتے ہوئے چارپائی پر قبلہ رخ ہوگئے، وہ مقدس ہجوم جس نے گھر کے ماحول کو لبریز کر رکھا تھا، کوئی چیز ہاتھوں میں تھام کر بلند آواز سے کلمہ طیبہ کا ورد کرتا ہوا گھر سے باہر جا رہا ہے۔ میں نے جھک کر دیکھا تو پیشانی پسینہ آلود تھی اور شاہ صاحب مرحوم ساکت و صامت لیٹے ہوئے تھے۔ ۲/صفر ۱۳۵۲ھ تقریباً نصف شب کے قریب کائنات علم کا یہ سانحہ عظیم پیش آیا۔''

آپ نے تو ختم نبوت کے محاذ پر اس تندہی سے کام کیا کہ بجا طور پر صلحائے امت کہتے ہیں کہ: ''حضرت شاہ صاحب ختم نبوت کے محاذ کی نگرانی کے لئے تکوینی طور پر متعین تھے۔'' ''عقیدۃ الاسلام فی حیات عیسیٰ علیہ السلام''، ''التصریح بما تواتر فی نزول المسیح علیہ السلام''، ''تحیۃ الاسلام فی حیات عیسیٰ علیہ السلام''، ''اکفار الملحدین''، ''خاتم النبیین'' ردقادیانیت پر آپ کی شاہکار یادگار ہیں۔

۞...... ''انجمن خدام الدین'' لاہور کے جلسے پر حضرت سیّد عطاء اللہ شاہ بخاری کو ''امیر شریعت'' کا خطاب دے کر اس فتنے کے استیصال کے لئے مقرر کیا۔

قادیانیت کی تردید

مفکر پاکستان علامہ اقبال کو توجہ دلائی، تیار کیا، جنہوں نے پھر کشمیر کمیٹی سے مرزا بشیر الدین محمود کو نکلوایا۔ آپ نے اپنے آخری قیام لاہور کے ایام میں موچی دروازہ لاہور کے قریباً تیس ہزار کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: ''جو مسلمان قیامت کے دن حضور علیہ السلام کی شفاعت چاہتا ہے، وہ قادیانیت کی تردید کا کام کرے، کیونکہ اس تحریک کا مقصد حضور علیہ السلام کی نبوت کو مٹا کر قادیانی نبوت کو فروغ دینا ہے!''

اگر ہم ناموس پیغمبر کا تحفظ نہ کر پائے تو گلی کا کتا بھی ہم سے اچھا ہے

مولانا محمد انوری نے لکھا: ۱۹۳۳ء بہاول پور جامع مسجد میں حضرت مولانا انور شاہ نے تقریر فرمائی: ''حضرات! میں نے ڈابھیل جانے کے لئے سامان سفر باندھ لیا تھا کہ یکا یک مولانا غلام محمد شیخ الجامعہ کا خط دیوبند موصول ہوا کہ شہادت دینے کے لئے بہاول پور آئیے، چنانچہ اس عاجز نے ڈابھیل کا سفر ملتوی کر دیا، اور بہاول پور کا سفر کیا، یہ خیال کیا کہ ہمارا نامہ اعمال تو سیاہ ہے ہی، شاید یہی بات میری نجات کا باعث بن جائے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جانب دار ہو کر بہاول پور میں آیا تھا۔'' بس اس فرمانے پر تمام

مسجد میں چیخ وپکار پڑگئی، لوگ دھاڑیں مار مار کر، پھوٹ پھوٹ کر رو رہے تھے، خود حضرت پر بھی ایک عجیب کیفیت وجد طاری تھی۔ ایک مولوی (عبدالحنان ہزاروی) نے اختتام وعظ پر فرمایا کہ: حضرت شاہ صاحب کی شان ایسی ہے اور آپ ایسے بزرگ ہیں...... وغیرہ! حضرت فوراً کھڑے ہوگئے اور فرمایا: ''حضرات! ان صاحب نے غلط کہا ہے، ہم ایسے نہیں، بلکہ ہم سے تو گلی کا کتا بھی اچھا ہے، ہم اس سے گئے گزرے ہیں، وہ اپنی گلی ومحلے کا حق نمک خوب ادا کرتا ہے، ہمارے ہوتے ہوئے لوگ ناموس رسالت پر حملہ کرتے ہیں اور ہم حق غلامی وامتی کا ادا نہیں کرتے، اگر ہم ناموس پیغمبر کا تحفظ کریں گے تو قیامت کے دن شفاعت کے مستحق ٹھہریں گے، تحفظ نہ کیا، یا نہ کر سکے تو ہم مجرم ہوں گے اور کتے سے بھی بدتر......!'' (کمالات انوری)

فتنۂ قادیانیت کے اجراء پر اضطراب وبے چینی

حضرت مولانا سید انور شاہ کشمیری فرماتے ہیں: ''جب یہ تاریک فتنہ پھیلا تو مصیبت عظمیٰ اور اضطراب کی ایک ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ کسی کروٹ چین نہ آتا تھا، رات کی نیند حرام ہوگئی۔ مجھے قلق تھا کہ قادیانی نبوت سے دین میں ایسا رخنہ واقع ہوجائے گا جس کو بند کرنا دشوار ہوگا۔ اس قلق واضطراب وبے چینی میں چھ مہینے گزر گئے۔ تا آنکہ اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں ڈالا کہ عنقریب اس فتنے کا شور وشغب ان شاء اللہ جاتا رہے گا اور اس کی قوت وشوکت ختم ہوجائے گی۔ چنانچہ ایک طویل مدت کے بعد میرا اضطراب رفع ہوا، سکون قلب نصیب ہوا۔''

حضرت بنوری نے ''نفحة العنبر'' ص۲۰۴ پر لکھا ہے کہ: ''حضرت شیخنا الانور فرمایا کرتے تھے کہ: جب میں نے ''عقیدة الاسلام فی حیات عیسیٰ علیہ السلام'' کتاب لکھی تو مجھے توقع پیدا ہوگئی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قیامت کے دن اس تعلق کے باعث شفاعت فرمائیں گے۔

ختم نبوت کا کام شفاعت کا ذریعہ

حضرت مولانا شمس الحق افغانی فرماتے ہیں کہ: حضرت مولانا سیّد محمد انور شاہ کشمیری اپنی وفات سے تین دن پہلے اپنی چارپائی دیوبند کی جامع مسجد کے صحن میں لائے، تمام طالب علموں واساتذہ، عملے کو مخاطب کر کے فرمایا: ''آپ سب حضرات اور جنہوں نے مجھ سے حدیث شریف پڑھی، ان کی تعداد دو ہزار کے قریب ہوگی۔ سب سے کہتا ہوں کہ اگر نجات اخروی وشفاعت آنحضرت ﷺ چاہتے ہو تو ختم نبوت کا کام کرو۔ آقائے نامدار ﷺ کی شفاعت کا ذریعہ ہے۔ مرزا قادیانی سے تمہیں جتنی نفرت ہوگی اتنا رسول اللہ ﷺ کا تمہیں قرب نصیب ہوگا۔ اس لئے کہ دوست کا دشمن، دشمن ہوتا ہے۔ جس طرح دوست کا دوست، دوست ہوتا ہے۔'' آپ کے پیغام وصیت نامہ جو بعد میں ''دعوت حفظ الایمان'' کے نام سے شائع ہوا، مولانا احمد رضا بجنوری نے پڑھ کر سنایا، سامعین عوام وعلماء پر خاص کیفیت طاری تھی۔ آپ کمزوری کے باعث دیوار سے پشت لگا کر لیٹے رہے۔

مرزا قادیانی مردود ازلی ہے

علامہ انور شاہ نے دارالعلوم دیوبند کے ایک جلسۂ عام کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا: ''غلام احمد قادیانی بلاشبہ مردود ازلی ہے،

اس کو شیطان سے زیادہ لعین سمجھنا جزو ایمان ہے، شیطان نے ایک ہی نبی کا مقابلہ کیا تھا، اس خبیث اور بدباطن نے جمیع انبیاء علیہم السلام پر افترا پردازی کی ہے۔'' (تحریک ختم نبوت ص۷۰)

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری نے ردقادیانیت پر مندرجہ ذیل کتب تحریر فرمائیں:

۱...... ''اکفار الملحدین''
۲...... ''خاتم النبیین''
۳...... ''التصریح بما تواتر فی نزول المسیح''
۴...... ''عقیدۃ الاسلام''
۵...... ''تحیۃ الاسلام''

الحمدللہ ! یہ کتابیں بارہا شائع ہوئیں۔ پہلی چار کتابوں کے اردو میں تراجم بھی ہوگئے۔ آخری کتاب کا ترجمہ تاحال طبع نہیں ہوا۔ خدا کرے ہوجائے تو اسلامیان برصغیر کے لئے گرانقدر علمی اثاثہ ہوگا۔ ''عقیدۃ الاسلام'' کا ترجمہ حضرت مرحوم کے صاحبزادے حضرت مولانا سید انظر شاہ کشمیری نے کیا۔ ان کے علاوہ حضرت مرحوم کی دعوت حفظ ایمان حصہ۱،۲ ہے۔ یہ مختصر چند صفحات کے رسائل ہیں۔ دعوت حفظ ایمان نمبراوّل میں حکومت کشمیر کو قادیانی فتنہ کی زہرناکیوں سے باخبر کیا گیا ہے۔ حضرت مولانا ظفر علی خان، استاذ محترم مناظر اسلام مولانا لال حسین اختر، مولانا عبدالحنان ہزاروی، احمد یار خان کی گرفتاری پر بے چینی کا اظہار کیا گیا ہے اور اپنے شاگردوں سے ختم نبوت کا کام کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔

یہ تحریر ۱۲؍ذیقعدہ ۱۳۵۱ھ بمطابق ۱۰؍مارچ ۱۹۳۳ء کی ہے۔ دعوت حفظ ایمان نمبر دوم میں قادیانی کفریہ عقائد کو طشت ازبام کرکے روزنامہ ''زمیندار'' کی اشاعت کی توسیع اور مستشار العلماء پنجاب لاہور (جو آپ کے شاگردوں نے ردقادیانیت کے لئے قائم کی تھی) سے تقویت اور اعانت کے لئے متوجہ فرمایا گیا۔ یہ تحریر پہلی تحریر کے دس دن بعد یعنی ۲۲؍ذیقعدہ ۱۳۵۱ھ کی ہے۔ یہ رسالے ایک ایک بار شائع ہوئے۔ اب ان کا ملنا مشکل مسئلہ تھا۔ اس لئے ان کو احتساب قادیانیت جلد۴ میں شامل کیا گیا ہے۔

بہاول پور کا معرکۃ الآراء تاریخی مقدمہ

حضرت مولانا سید محمد انور شاہ صاحب بوجہ علالت چند ہفتوں کے لئے ڈابھیل سے دیوبند تشریف لائے ہوئے تھے۔ جب طبع مبارک قدرے روبصحت ہوئی تو ڈابھیل مراجعت فرمانے کا عزم فرمایا اور رخت سفر تیار کیا کہ اچانک حضرت شیخ الجامعہ مولانا غلام محمد گھوٹوی کا صحیفہ گرامی موصول ہوا۔ جس میں اہالیان بہاول پور کی اس آرزو کا اظہار تھا کہ حضرت بہاول پور تشریف لاکر حق و باطل کے اس مقدمہ میں شہادت قلمبند کرائیں۔ حضرت نے معاملہ کی نزاکت کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے ڈابھیل کا سفر معرض التوا میں ڈال کر بہاول پور کا قصد فرمایا اور باوجود پیرانہ سالی و شدید ضعف و علالت کے دیوبند سے بہاول پور تک صعوبت انگیز سفر اختیار فرمایا اور ۱۹؍اگست ۱۹۳۲ء بروز جمعۃ المبارک سرزمین بہاول پور کو قدوم میمنت لزوم سے سرفراز فرمایا۔

حضرت کی بہاول پور آمد کے ساتھ ہی تمام ہندوستان کی نظریں اس مقدمہ پر مرکوز ہوگئیں اور اس نے لافانی شہرت اختیار کر

لی۔ پنجاب اور سندھ کے اکثر علماء دین بہاول پور پہنچ گئے۔ آپ کی قیام گاہ پر ہمہ وقت زائرین کا اژدھام رہتا تھا۔ ۲۵/ اگست ۱۹۳۲ء کو جب یہ رئیس المحدثین اپنی شہادت قلمبند کرانے عدالت میں پہنچا تو کمرہ عدالت ذی علم علماء دین و مشاہیر و وزراء و اکابرین قوم سے مکمل طور پر معمور تھا۔ عدالت کے باہر میدان میں عوام کا ایک جم غفیر موجود تھا۔ جس میں اہل ایمان کے علاوہ اہل ہنود بھی شامل تھے اور ہر شخص حضرت کے ارشادات گرامی سننے کے لئے مضطرب تھا۔ آپ کا یہ بیان ۲۸/ اگست ۱۹۳۲ء تک جاری رہا۔ جب کہ ۲۹/ اگست کو جلال الدین شمس قادیانی مختار فریق ثانی نے آپ پر جرح کی۔

حضرت نے مندرجہ ذیل پانچ وجوہ پیش کر کے مرزا قادیانی اور اس کے متبعین کی تکفیر کا ثبوت پیش فرمایا:

۱...... دعویٰ نبوت۔ ۲...... دعویٰ شریعت۔
۳...... توہین انبیاء علیہم السلام۔ ۴...... انکار متواترات و ضروریات دین۔
۵...... سب (گالی دینا) انبیاء علیہم السلام۔

حضرت نے اپنے دلائل قاطع و براہین ساطع سے مرزا غلام احمد قادیانی کی باطل نبوت اور فرقہ ضالہ مرزائیہ کا کفر وارتداد پورے عالم میں اظہر من الشمس کر دیا۔ (حضرت کا یہ بیان علم وعرفان کا ایسا بحر ذخار ہے جس کی گہرائیوں میں گرانقدر اور بے بہا موتی بھرے ہوئے ہیں)

مقدمہ بہاول پور کے ساتھ ویسے تو بہت سے تاریخی واقعات وابستہ ہیں۔ قارئین گرامی کی بہرہ اندوزی کے لئے یہاں پر چند کا ذکر کیا جاتا ہے:

۱...... مؤرخہ ۲۹/ اگست ۱۹۳۲ء کو جب جلال الدین شمس قادیانی مختار مدعا علیہ حضرت شاہ صاحب پر لایعنی جرح کر رہا تھا تو حضرت شاہ صاحب موصوف کی زبان مبارک سے ''غلام احمد جہنمی'' کا لفظ نکلا۔ جس پر مختار مدعا علیہ نے شدید احتجاج کرتے ہوئے جرح بند کر دی اور عدالت سے درخواست کی کہ حضرت شاہ صاحب کو حکم فرمایا جائے کہ وہ اپنے الفاظ واپس لیں۔ عدالت کا کمرہ علماء فضلاء و مشاہیر سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ ان حضرات نے مشاہدہ کیا کہ حضرت پر ایک خاص کیفیت وجد طاری ہوگئی۔ چہرہ مبارک نور سے منور ہوگیا۔ آپ نے اپنا دست مبارک جلال الدین شمس قادیانی کے کاندھے پر رکھ کر فرمایا: ''ہاں ہاں! مرزا غلام احمد قادیانی جہنمی ہے۔ دیکھنا چاہتے ہو کہ وہ جہنم میں کیسے جل رہا ہے؟''

حضرت شاہ صاحب کے ان الہامی کلمات سے مرزائیوں پر ایسی دہشت طاری ہوئی کہ ان کے چہرے زرد پڑ گئے۔ جلال الدین شمس قادیانی نے فوراً حضرت شاہ صاحب کا دست مبارک اپنے کندھے سے ہٹا دیا اور کہنے لگا کہ اگر آپ مرزا غلام احمد قادیانی کو جہنم میں جلتا ہوا دکھا بھی دیں تو میں اسے شعبدہ بازی کہوں گا۔

بفضل تعالیٰ آج بھی بہاول پور میں بالخصوص اور برصغیر میں بالعموم ہزاروں افراد موجود تھے جو اس تاریخی واقعہ کے عینی شاہد تھے۔ فقیر راقم (اللہ وسایا) نے یہ روایت مولانا رحمت اللہ ارشد سے سنی جو موقع پر موجود تھے۔

۲...... جب بہاول پور سے بیان دے کر واپس دیوبند جانے لگے تو اپنے شاگرد حضرت مولانا محمد صادق بہاول پوری سے فرمایا کہ اگر فیصلہ میری زندگی میں ہوا تو خود سن لوں گا۔ اگر میرے مرنے کے بعد فیصلہ ہو تو میری قبر پر آ کر سنا دینا۔ اللہ تعالیٰ کی شان بے نیازی

کہ فیصلہ سے پہلے آپ کا وصال ہوگیا۔ چنانچہ آپ کی وصیت کے مطابق مولانا محمد صادق بہاول پوری نے دیوبند جاکر آپ کی مزار انور پر اسی فیصلہ میں اہل اسلام کی کامیابی کی نوید عرض کی۔

نوٹ...... یادرہے کہ دعوت حفظ ایمان اور بیان درمقدمہ بہاول پور احتساب قادیانیت جلد۴ میں شائع ہوگئے ہیں۔

(۳۷۷) انور شاہ (ملتان)، جناب سید

ملتان کے ممتاز سماجی رہنماء، تمام دینی تحریکوں میں پیش پیش، مرنجاں مرنج طبیعت کے انسان، اجلی سیرت کے حامل، مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری، مولانا محمد علی جالندھری، مولانا خیر محمد جالندھری کے عقیدت مند تھے۔

(۳۷۸) انیس الرحمٰن اطہر (لاہور)، مولانا

(وفات: ۳۰/اگست ۲۰۱۳ء)

مولانا انیس الرحمٰن اطہر مولانا محمد اسحاق قادری کے ہاں پیدا ہوئے۔ مولانا حامد میاں کے شاگرد اور جامعہ مدنیہ لاہور کے فاضل تھے۔ مدنی مسجد لاہور کے خطیب رہے۔ مدرسہ السکینہ للبنات کے نام سے ادارہ بھی قائم کیا۔ خوب متحرک انسان تھے۔ عقیدۂ ختم نبوت کے پرچار کے لئے ہمیشہ کوشاں رہے۔ باغبانپورہ لاہور میں مدفون ہیں۔

(۳۷۹) اورنگ زیب خان قادری، مولانا محمد

(وفات: ۲۳/دسمبر ۱۹۹۸ء)

جامع مسجد رضویہ محلّہ فیروز خان راولپنڈی کے خطیب، تحریک ختم نبوت ونظام مصطفیٰ کے کارکن، بہادر وجرأت مند ممتاز عالم دین۔

(۳۸۰) اورنگ زیب، جناب

یہ ۱۹۷۰ء میں قومی اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے۔ قادیانیوں کو غیرمسلم اقلیت قرار دینے کے لئے مولانا شاہ احمد نورانی کی قرارداد پر آپ نے دستخط کئے۔ حق تعالیٰ جزائے خیر سے نوازیں۔ آمین!

(۳۸۱) ایس.ایم زبیر، جناب جسٹس

قادیانیوں کے خلاف ایک عدالتی فیصلہ میں مسٹر جسٹس خلیل الرحمٰن میاں، جسٹس نذیر اختر اور جسٹس ایس.ایم زبیر نے قادیانی اپیل کو ۲۵/اپریل ۱۹۹۴ء میں مسترد کردیا۔ (پی.ایل.ڈی ۱۹۹۴ء لاہور ص ۴۸۵)

(۳۸۲) ایف.جی.ای جیمس، جناب

جناب ایف.جی.ای جیمس نے ''مرزاغلام احمد قادیانی کے خطوط عرف جیبی پستول'' کے نام سے پمفلٹ ترتیب دیا۔ جو مارچ ۱۹۳۳ء میں لاہور انارکلی سے شائع ہوا۔ ''محاسبہ قادیانیت'' کی دوسری جلد میں یہ بھی شامل اشاعت ہے۔

(۳۸۳) ایک بزرگ

(وفات: ۱۹۵۵ء)

مولانا ماہر القادری کی کتاب یاد رفتگان ج ۱ ص ۶۳ پر ہے کہ قاضی احمد میاں اختر جونا گڑھی نے ان سے بیان کیا کہ ایک دفعہ معروف لاہوری مرزائی خواجہ کمال الدین (زوال الدین) میرے ہاں ٹھہرا ہوا تھا۔ اسی مکان کے بالا خانہ پر ایک بزرگ ٹھہرے ہوئے تھے۔ خواجہ کمال الدین مرزائی نے کہا کہ میں ان بزرگ سے ملنا چاہتا ہوں۔ میں (قاضی احمد میاں) نے ان بزرگ سے عرض کیا کہ خواجہ کمال آپ سے ملنا چاہتا ہے اور یہ کہ وہ قادیانیوں سے نہیں جو مرزا قادیانی کو نبی مانتے ہیں۔ بلکہ یہ مرزا قادیانی کو صرف مجدد مانتا ہے۔ اس پر وہ بزرگ بولے کہ بھئی! خواجہ کمال الدین سے میں مل تو لیتا مگر غیرت نبوت اس کو برداشت نہیں کر سکتی۔ یارب!

(۳۸۴) ایم۔ایم عالم (محمد محمود عالم) ایئر کموڈور، جناب

(پیدائش: ۶/جولائی ۱۹۳۵ء ...... وفات: ۱۸/مارچ ۲۰۱۳ء)

پاک فوج کے فضائی شعبہ کے نامور اور معروف عالم ہیرو تھے۔ آپ عقیدۂ ختم نبوت کے بھی پروانہ تھے۔ ان پر جناب عمار یاسر صاحب نے روزنامہ ''اسلام'' مؤرخہ ۲۱/مارچ ۲۰۱۳ء میں ایک مضمون لکھا جو یہ ہے:

ایم۔ایم عالم ...... ختم نبوت کا پروانہ

''مختصر جسامت لیکن عزم راسخ اور فاروقی ولولہ، دشمن کے دل پر ہیبت طاری کرنے والا، اسلام کا سچا مجاہد، شہرت سے کوسوں دور بھاگنے والا، ستمبر ۱۹۶۵ء کی جنگ کا ہیرو، دنیا اسے محمد محمود عالم (ایم۔ایم عالم) کے نام سے جانتی ہے۔ جنگ ستمبر ۱۹۶۵ء میں ان کا ڈنکا بجا۔

پنجہ پانچوں پہ عالم کا ایسا پڑا جیسے شاہیں کے آگے ہوں زاغ و زغن

پاکستان ایئر فورس کا مایہ ناز سپوت آج ہم میں نہیں رہا۔ اس نے پاکستان فضائیہ کا نام اونچا کیا۔ دشمن پر رعب طاری کر دیا۔ ۱۹۶۵ء کا ہیرو ۱۹۷۱ء میں اپنوں کی سازش سے ''گراؤنڈ'' کر دیا گیا۔ اس وقت ڈی فیکٹو وزیر اعظم مرزا مظفر احمد (المعروف ایم۔ایم احمد قادیانی) تھا۔ ایئر ہیڈ کوارٹرز کے زیادہ تر پی۔ایس۔اوز اس کے ہم مذہب تھے۔ ایئر چیف کا عقیدہ اور کردار مشکوک تھے۔ عالم اپنے دفتر اور رہائشی کمرہ تک محدود تھا۔ ۱۹۶۵ء کی جنگ میں ایم۔ایم عالم جیسے ہوابازوں نے ملک کی لاج رکھ لی تھی۔ ۱۹۷۱ء میں بھارتی فضائیہ نے چن چن کر بدلے لئے۔ یکم/مارچ ۱۹۷۲ء کی شام بھٹو صاحب نے مسلح افواج کی کمان تبدیل کی۔ جنرل گل حسن کی جگہ جنرل ٹکا خان آرمی چیف بنے۔ تاہم ان کا ڈپٹی چیف کٹر قادیانی لیفٹیننٹ جنرل عبدالعلی خان ملک تھا۔ بحریہ کی کمان کموڈور حسن حفیظ احمد (قادیانی) کو دی گئی۔ جب کہ فضائیہ کی سربراہی پاکستان کے پہلے وزیر خارجہ ظفر اللہ خان کے خاندان سے تعلق رکھنے والے ظفر چودھری کے حوالے کی گئی۔ فضائیہ کے راسخ العقیدہ مسلم افسر ظفر چودھری کا خصوصی ہدف تھے۔

ظفر چودھری سکہ بند قادیانی تھا۔ اپریل ۱۹۷۴ء کے آغاز پر اس نے سرگودھا سے میراں طیارے اڑائے اور ربوہ (اب چناب نگر) میں قادیانیوں کے سالانہ جلسے کو سلامی دی۔ ایم۔ایم عالم کو اس سے شدید دکھ پہنچا۔ ظفر چودھری کو چند دن بعد نارووال کا راستہ دکھایا گیا۔ تاہم عالم صاحب زیر عتاب رہے۔ ان کی شاندار کارکردگی کی وجہ سے انہیں ایئر کموڈور کے عہدے پر ترقی ملی۔ لیکن

عملاً انہیں گراؤنڈ رول پر ہی رکھا گیا۔ وجہ صرف یہ تھی کہ عالم صاحب عقیدۂ ختم نبوت کے پروانہ تھے اور ختم نبوت کے منکرین ان کے سخت مخالف تھے۔ عالم صاحب قادیانیوں کو نجاست کا ڈھیر کہا کرتے تھے اور ان کے قائد کو قزاق رسالت کہتے تھے۔

۱۹۷۹ء میں عالم صاحب کے گرد گھیرا تنگ کر دیا گیا۔ انور شمیم نے کموڈور ایم ایم عالم کو ڈائریکٹر ٹرانسپورٹ نامزد کر دیا۔ فضائیہ کی کمان ظاہراً انور شمیم کے ہاتھ میں تھی۔ لیکن ان کی ڈور ان کی بیگم ہلاتی تھی۔ طاہرہ شمیم فضائیہ کے ہر شعبہ کمان کر رہی تھیں۔ معمولی ضروریات کے لئے سی 130 اور میراج طیارے محترمہ کے حکم پر حرکت کرتے تھے۔ عالم صاحب ان کے سامنے ڈٹ گئے۔ ایئر چیف مارشل انور شمیم نے عالم صاحب پر دباؤ ڈالا۔ مگر عالم صاحب نے کوئی دباؤ قبول نہیں کیا۔ انور شمیم نے اسے اپنی ہتک تصور کیا اور یوں فضائی جنگ کا عالمی ریکارڈ ہولڈر جبری ریٹائرڈ کر دیا گیا۔ اس ریٹائرمنٹ ے بعد عالم صاحب کی عزت اور بڑھ گئی۔ انور شمیم کے حصے میں بدنامی آئی۔ ریٹائرمنٹ کے بعد عالم صاحب جہاں بھی گئے عوام بڑی عزت سے پیش آئے۔ انہوں نے جہاد افغانستان او مجاہدین اسلام کے حق میں بھرپور آواز اٹھائی۔ ان کو ریٹائر کرنے والا مکافات عمل کا شکار ہوا۔ جب انور شمیم کا انتقال ہوا تو فضائیہ کے رینک اور فائل میں کسی کو بھی افسوس نہ ہوا۔

احقر نے ۱۴ر فروری ۱۹۸۶ء کی سہ پہر سرگودھا کی بڑی جامع مسجد کے سامنے اس مرد مؤمن کے خیالات سنے۔ جہاد افغانستان پر آپ کا پرمغز خطاب آج بھی سرگودھا کے شہریوں کو یاد ہے۔ سرگودھا ہی وہ مقام ہے جہاں سے دسمبر ۱۹۶۵ء میں اسکواڈرن لیڈر ایم ایم عالم نے اپنا ایف ۸۶ سیبر طیارہ اڑایا اور بھارتی فضائیہ کے پانچ حملہ آور طیاروں کو ۳۰ سیکنڈ میں گرا کر بین الاقوامی ریکارڈ قائم کیا۔ واضح رہے کہ اس وقت ان طیاروں میں ایئر ٹو ایئر میزائل نصب نہیں ہوتے تھے۔ عالم صاحب نے طیارے میں نصب گنوں سے فائر کر کے پانچ بھارتی طیارے گرائے تھے۔

فرش سے عرش تک خشک و تر میں لڑے بحر و بر میں لڑے اور بچایا وطن
اپنا عالم فضاؤں پہ یوں چھا گیا اس کے پاؤں کے نیچے تھا تیرا گگن

۱۹۶۸ء میں پاکستان فضائیہ کی ہائی کمان جس میں فیصلہ کن کردار قادیانی افسروں کا تھا، نے عالم صاحب کو سائیڈ لائن کر دیا۔ ختم نبوت کا یہ شیدائی ان کی آنکھوں میں کھٹکتا تھا۔ جب کہ فضائیہ کے افسروں اور جوانوں کی غالب اکثریت عالم صاحب کو مستقبل کا ایئر چیف دیکھنا چاہتی تھی۔ کیونکہ یہ فضائی ہیرو ہر لحاظ سے اعلیٰ پیشہ ورانہ صلاحیتوں سے مالا مال تھا۔

قادیانی لابی نے عالم صاحب کے راستے میں رکاوٹیں کھڑی کر دیں اور یوں ۱۹۷۱ء کی جنگ میں قوم کو ہزیمت اٹھانا پڑی۔ ۷۰ کی دہائی میں عالم صاحب کو شام بھیجا گیا۔ وہاں عالم صاحب شامی فضائیہ کے مگ ۲۱ اور میراج ۳ طیارے اڑاتے تھے تو اسرائیلی فضائیہ کے ایف ۴ فینٹم اور ایف ۱۴ ٹام کیٹ طیاروں کے ہوا باز ان سے دور بھاگتے تھے۔ عالم صاحب ایک راسخ العقیدہ اور باعمل مسلمان تھے۔ انتہائی دیانت دار تھے۔ بطور ایئر کموڈور (ون اسٹار جنرل) وہ اپنی رہائش گاہ سے اپنے دفتر تک سائیکل پر جاتے تھے۔ ان کے دامن پر کوئی داغ نہیں تھا۔ کسی قسم کی مالی یا اخلاقی کرپشن سے پاک تھے۔ اپنے ماتحتوں کے لئے ایک نمونہ تھے۔ ان کی پرسوز تلاوت دلوں پر گہرا اثر چھوڑتی تھی۔ علماء کا بڑا احترام کرتے تھے۔ ۷ر مارچ ۱۹۸۶ء کو احقر نے تین گھنٹے تک عالم صاحب سے ملاقات کی۔ عالم صاحب کے پاس مولانا ابوالاعلیٰ مودودی کی تصنیف ''قادیانی مسئلہ'' تھی۔ دوران ملاقات عالم صاحب نے دارالعلوم حقانیہ کے بانی شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کو زبردست خراج عقیدت پیش کیا اور کہا کہ یہ دارالعلوم جہاد فی سبیل اللہ کی نرسری ہے اور شیخ الحدیث جہاد

افغانستان کے بانی ہیں۔ وہ فیصل آباد کے مولانا تاج محمود اور مولانا طارق محمود اور مولانا ضیاء القاسمی کے بھی زبردست مداح تھے۔

احقر نے دوران ملاقات یہ محسوس کیا کہ عالم صاحب مستحب نوافل بھی قضاء نہیں کرتے۔ سقوط مشرقی پاکستان کے ذکر پر آبدیدہ ہوگئے اور اس سانحے کا ذمہ دار اندرا گاندھی، شیخ مجیب الرحمٰن اور ذوالفقار علی بھٹو کو قرار دیا۔ آپ دینی جماعتوں کے اتحاد کے زبردست حامی تھے۔ افغان مجاہدین کے بارے میں عالم صاحب نے فرمایا: ''یہ لوگ قرون اولیٰ کی یاد تازہ کررہے ہیں۔'' عالم صاحب ربط ملت کو محکم بنانا چاہتے تھے۔ ۱۹۸۶ء میں ہی عالم صاحب نے کہا تھا: ''ان شاء اللہ! بہت جلد روس کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گے۔'' آپ ذاتی شہرت سے کوسوں دور تھے۔ ورنہ اگر سیاست میں آتے تو بڑا نام کماتے۔ آج کچھ سیاست دان اپنے ماضی کے کارناموں کو کیش کرارہے ہیں۔ ایک غیر ملکی شہری خطابت کے جوہر دکھا رہا ہے اور کذب بیانی کے ریکارڈ پر ریکارڈ بنا رہا ہے۔ کاش! یہ لوگ عالم صاحب کا کارنامہ، ان کی سنجیدگی، جہاد فی سبیل اللہ سے لگن، ختم نبوت اور سنت مطہرہ سے خصوصی محبت، تقاریر میں شائستگی اور سچائی، صوم وصلوٰۃ کی پابندی، قول وفعل کی مطابقت، قیام وطعام میں سنت مطہرہ کا التزام دیکھ لیں۔ بلاشبہ عالم صاحب ایک سچے اور کھرے مسلمان مجاہد تھے جو سستی شہرت کے طلب گار ہیں جو لغو اور فضول کھیلوں میں نام نہاد ہیرو بنے اور آج اسے کیش کرانے نکلے ہیں۔'' (روزنامہ اسلام ملتان بروز جمعرات مؤرخہ ۸؍جمادی الاولیٰ ۱۴۳۴ھ بمطابق ۲۱؍مارچ ۲۰۱۳ء)

(۳۸۵) ایم.جے آغا خان، جناب پروفیسر

جناب پروفیسر ایم.جے آغا خان، ایم.اے کا مرتب کردہ رسالہ ''ختم نبوت پر ایک نظر'' ہے۔ جو ۵؍اگست ۱۹۶۰ء میں پہلی بار تبلیغی مرکز ریلوے روڈ لاہور سے شائع ہوا۔ نصف صدی بعد اسے دوبارہ احتساب قادیانیت جلد ۵۲ میں شامل کرنے کی اللہ تعالیٰ نے توفیق سے سرفراز فرمایا۔

(۳۸۶) ایم.پی بھنڈارہ، جناب

آپ ہندومت کے پیرو تھے۔ اقلیتی امور کے وفاقی وزیر رہے۔ قادیانیوں کے متعلق ان کا ذیل کا بیان ملاحظہ ہو:

''پاکستان میں قادیانیوں کو عبادت کرنے سے کوئی نہیں روکتا۔ ہندوؤں اور عیسائیوں کے مقابلہ میں قادیانیوں میں بہت کم فراخ دلی پائی جاتی ہے۔ انہیں ایسے اقدام نہیں کرنے چاہئیں، جس سے دوسروں کی دل آزاری ہو۔ اس کے علاوہ قادیانی فوراً مرنے مارنے پر تیار ہوجاتے ہیں۔ یہ اپنے اداروں میں غیر قادیانیوں کو جگہ نہیں دیتے۔'' (روزنامہ جنگ لندن مؤرخہ ۲۱؍ستمبر ۱۹۹۱ء)

(۳۸۷) ایوب الرحمٰن الہاشمی، مولانا

(وفات: ۲۳؍مارچ ۱۹۹۷ء)

جامع مسجد دھم توڑ ایبٹ آباد کے خطیب اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ایبٹ آباد کے سرپرست حضرت مولانا ایوب الرحمٰن ہاشمی کا وجود وانعام خداوندی تھا۔ آپ نے عمر بھر عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے وہ خدمات سرانجام دیں جو تاریخ کا سنہری باب ہیں۔ آپ مجاہد فی سبیل اللہ، بہادر، جری، متوکل علی اللہ قلندرانہ شان کے محافظ ختم نبوت تھے۔

ب

(۳۸۸) بادشاہ گل بخاری (کرم شاہ)، مولانا

(ولادت: ۱۰/دسمبر ۱۹۱۴ء ...... وفات: ۱۷/نومبر ۱۹۷۸ء)

آپ پیر مہربان علی شاہ کے ہاں اکوڑہ خٹک میں پیدا ہوئے۔ مولانا بادشاہ گل بخاری فاضل دیوبند معروف عالم دین، مفسر قرآن اور مصنف تھے۔ حضرت مدنی سے کسب فیض کیا۔ آپ ڈاکٹر شیر علی شاہ اور مولانا شمس الہادی شاہ منصوری ایسے حضرات کے استاذ تھے۔ اکوڑہ خٹک میں مدرسہ اسلامیہ کے آپ بانی اور شیخ الحدیث تھے۔ تحریک تحفظ ختم نبوت ۱۹۷۴ء میں بھرپور حصہ لیا۔ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ میں مدفون ہیں۔

(۳۸۹) بادل شاہ بدایونی، حضرت مرزا

مرزا قادیانی نے اپنے مخالف علماء ومشائخ کے نام ایک خط مقابلہ ومباہلہ کے لئے لکھا ہے۔ اس میں حضرت مرزا بادل شاہ کو بھی انجام آتھم ص ۷۱ نمبر ۸۳ پر مخاطب کیا ہے۔ اس کا یہ معنی ہے کہ ملعون قادیان کے کفر کو الم نشرح کرنے میں آپ نے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ الحمد للہ!

(۳۹۰) بارک اللہ خان، جناب

(وفات: ۲۵/مئی ۱۹۸۴ء)

جماعت اسلامی لاہور کے عہدیدار اور رہنما تھے۔ وکالت کا امتحان پاس کیا۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء میں لاہور آل پارٹیز مرکزی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کے کاموں میں پرجوش حصہ لیا۔ حق تعالیٰ بال بال رحمتوں سے سرفراز فرمائیں۔ آمین!

(۳۹۱) باز گل (اٹک)، مولانا محمد

(پیدائش: ۱۹۱۲ء ...... وفات: ۴/اپریل ۱۹۹۰ء)

آپ ملہووالی ضلع اٹک میں پیدا ہوئے۔ والد مرحوم کا نام دوست محمد تھا۔ آپ مولانا محمد گل شیر شہید کے بھانجے تھے۔ مولانا کی ترغیب پر دینی تعلیم کی طرف مائل ہوئے اور ۱۹۳۴ء میں ڈابھیل سے فارغ التحصیل ہوئے۔ ۱۹۳۶ء میں مشہور طبیب حکیم عبدالرحمٰن مرحوم (میانوالی) کی شاگردی اختیار کی اور پھر میانوالی میں طبابت کا کام بھی کرتے رہے۔ تعلیمی زمانے میں ہی میانوالی میں خاکسار تحریک کے متحرک کارکن بن گئے۔ ۱۹۳۹ء میں مولانا گل شیر کے حکم پر مجلس احرار میں شامل ہوگئے اور پھر کارکنان احرار کے شانہ بشانہ ہر محاذ پر داد شجاعت دیتے رہے۔ مولانا گل شیر شہید کی شہادت کے بعد مجلس احرار اسلام ضلع اٹک کی سرپرستی فرمائی اور احرار کی سرگرمیوں میں تحرک پیدا کیا۔ مجموعی قید تین برس ہے۔ تحریک ختم نبوت میں بھرپور حصہ لیا۔ (ڈاکٹر محمد عمر فاروق، تلہ گنگ)

(۳۹۲) بجلی گھر (پشاور)، حضرت مولانا محمد امیر معروف

(ولادت: ۱۹۲۶ء ...... وفات: ۳۰/دسمبر ۲۰۱۲ء)

حضرت مولانا محمد امیر المعروف مولانا بجلی گھر درہ آدم خیل میں پیدا ہوئے۔ دارالعلوم سرحد پشاور سے فراغت حاصل کی۔ حضرت مولانا محمد ایوب خان بنوری اور حضرت مولانا نصیر الدین غورغشتی ایسے حضرات کے تلمیذ رشید تھے۔ دارالعلوم سرحد پشاور میں تدریسی خدمات بھی سرانجام دیں۔ پشتو زبان کے بلند پایہ خطیب، شعلہ بیان مقرر، نڈر و بے باک عالم دین اور بے شمار خوبیوں سے متصف انسان تھے۔ پشاور میں بجلی گھر کے قریب مسجد کے خطیب رہے۔ جمعیۃ علماء اسلام کے سابق صوبائی امیر تھے۔ حضرت مفتی محمود کے قریبی ساتھیوں میں آپ کا شمار تھا۔ حضرت مفتی صاحب کے ساتھ قید و بند بھی رہے۔ تحریک تحفظ ختم نبوت ۱۹۷۴ء اور تحریک نظام مصطفیٰ ۱۹۷۷ء میں نمایاں کردار ادا کیا۔ خوب متحرک انسان تھے۔ اخوڑوال، درہ آدم خیل کوہاٹ میں مدفون ہیں۔

(۳۹۳) بدرالدین الفلایلینی (دمشق)، فضیلۃ الشیخ محمد

آپ دمشق کی عدالت کے جج اور علماء دمشق کی جمعیۃ کے رکن تھے۔ آپ نے عبدالعزیز بن باز مفتی اعظم سعودیہ کے حیات مسیح علیہ السلام کے فتویٰ پر زبردست تائیدی فتویٰ تحریر فرمایا:

الحمد لله والصلٰوة والسلام علٰی سیدنا محمد رسول الله صلی الله علیه وعلٰی آله واصحابه اجمعین ومن تبعهم باحسان الٰی یوم الدین۔

وبعد فانی قد اطلعت علٰی فتویٰ الشیخ عبدالعزیز بن باز، فوجدتها قد قدرت الحق الصراح، والذی نؤمن به ونقره فعلی المسلمین ان لا یفتروا بما یفتر به اتباع الدجال القادیانی الذی حذر النبی ﷺ منه، ومن امثاله الذین یخرجون فی آخرالزمان ویدعون النبوة وهم کذابون دجالون۔

عقیدة المسلم الصحیحة ان سیدنا عیسٰی علیه وعلٰی نبینا افضل الصلٰوة والسلام لا یزال فی السماء مرفوعًا، مکرماً لما ینزل بعد، فهٰذا الذی اقرره ونؤمن به والله یهدی الٰی سواء السبیل خادم العلم الشریف

محمد بدرالدین الفلایلینی

استاذ قضاء دمشق کالج ورکن مجلس علماء دمشق

۸/شعبان المعظم ۱۳۸۹ھ، الموافق ۱۹۶۹م

حمد وثناء کے بعد! میں نے فضیلۃ الشیخ عبدالعزیز بن باز کے مفصل فتوے کا مطالعہ کیا تو میں نے یہ ایسا فتویٰ پایا جس نے خالص حق کو ثابت کر دیا ہے اور یہ وہی عقیدہ ہے جس پر ہم ایمان رکھتے ہیں اور اسی کا اقرار بھی کرتے ہیں اور مسلمانوں پر لازم ہے کہ جس طرح قادیانی دجال کے پیروکاروں نے بہتان باندھنے کا سلسلہ شروع کر رکھا ہے، اس طرح کی بہتان بازی نہ کریں۔ اس طرح

کے دجالوں سے بچ کر رہنے کا حکم حضور ﷺ نے فرمایا ہے جو دجال آخری زمانے میں نکلیں گے اور نبوت کا دعویٰ کریں گے۔ حالانکہ وہ کذاب اور بڑے جھوٹے ہوں گے۔

اور مسلمان کا اس بارے میں صحیح عقیدہ یہی ہونا چاہئے کہ سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ اٹھائے گئے ہیں اور عزت کے ساتھ آپ وہیں موجود ہیں۔ ابھی تک آپ دوبارہ نازل نہیں ہوئے۔ پس اسی عقیدے کا ہم اقرار کرتے ہیں اور اسی پر ایمان لاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہی سیدھا راستہ دکھانے والے ہیں۔

(۳۹۴) بدرالدین شاہ (سجادہ نشین پھلواری)، حضرت سید

(وفات: ۱۹۲۴ء)

مرزا قادیانی نے اپنے مخالف علماء ومشائخ کے نام ایک خط مقابلہ ومباہلہ کے لئے لکھا ہے۔ اس میں حضرت سید بدرالدین شاہ صاحب کو بھی انجام آتھم ص۷۲ نمبر۹۲ پر مخاطب کیا ہے۔ اس کا یہ معنی ہے کہ ملعون قادیان کے کفر کو الم نشرح کرنے میں آپ نے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ الحمد للہ!

مولانا سید بدرالدین شاہ پھلواری کی وفات پر ماہنامہ معارف اعظم گڑھ میں مولانا سید سلیمان ندوی نے آپ کے تعارف پر لکھا:

حضرت مولانا شاہ بدرالدین سجادہ پھلواری اس عہد کے جنید وشبلی تھے۔ ان کا زہد وورع، نزاعت وارتقاء، علم وعمل، صورت وسیرت، ہر چیز نمونۂ سلف تھی۔ کم وبیش چالیس برس تک یہ علم وعرفان کی شمع صوبۂ بہار میں روشن رہی اور اس کی روشنی دور دور تک پھیلتی رہی۔ ان کے شب وروز کے چوبیس گھنٹے ذکر وفکر اور مطالعۂ کتب کے سواء اور مشاغل میں کمتر صرف ہوتے تھے۔ ان کی نشست گاہ ایک کتب خانہ تھی۔ ان کے چاروں طرف کتابوں کا انبار لگا رہتا تھا اور اس کے بیچ میں یہ زندہ کتب خانہ جلوہ فرما رہتا تھا۔ اس عہد میں یہی ایک ہستی تھی جو ظاہر وباطن، علم ومعرفت، حقیقت وشریعت کا مجمع البحرین تھی اور جس سے ہزاروں اور لاکھوں علم ومعرفت کے پیاسے سیراب ہوتے رہتے ہیں۔ پھلواری کا سجادہ اس بزرگ ذات کی رونق افروزی سے چشمۂ خورشید تھا۔ افسوس کہ یہ آفتاب اب ہمیشہ کے لئے ڈوب گیا۔

وہ میرے والد مرحوم کے پیر بھائی تھے۔ دونوں مولانا شاہ علی حبیب صاحب قدس سرہ، سجادہ نشین پھلواری سے مستفید تھے۔ خاکسار کو آغاز عمر میں ۱۸۹۸ء میں پھلواری کی خانقاہ میں چند ماہ بسلسلۂ طلب علم والد ماجد مرحوم کے حسب ہدایت رہنے کا اتفاق ہوا تھا۔ اس وقت سے اخیر عمر تک اس ہیچمدان پر خاص نظر عنایت تھی۔ کبھی کبھی مکرمت ناموں سے سرفراز فرماتے، تو ''اعزاخواں'' کے الفاظ سے خطاب فرماتے۔ دارالمصنفین کی کتابوں کو پسند فرما کر قیمتاً منگواتے تھے اور معارف کو بھی اپنے مطالعہ سے سرفراز فرماتے تھے۔ (''س'' ستمبر۱۹۲۴ء)

(۳۹۵) بدرعالم میرٹھی مہاجر مدنی، مولانا

(ولادت: ۱۸۹۸ء، بدایوں ...... وفات: ۲۹/اکتوبر۱۹۶۵ء، مدینہ منورہ)

حضرت مولانا سید بدرعالم میرٹھی کے والد گرامی کا نام حاجی تیمور علی تھا اور سلسلہ چشتیہ کے نامور بزرگ تھے۔ سولہ سالہ عمر سے آخری وقت تک کبھی تہجد کا ناغہ نہیں کیا۔ پولیس میں ملازم تھے۔ سات حج کئے۔ ملازمت کے سلسلہ میں آپ بدایوں میں تھے۔ ان

دنوں وہاں آپ کے گھر بیٹا پیدا ہوا جن کا نام ''بدر عالم'' رکھا گیا۔ مولانا بدر عالم نے ہوش سنبھالتے ہی گھر پر قرآن مجید کی تعلیم حاصل کی۔ پھر انگریزی تعلیم کے لئے الہ آباد کے ایک سکول میں داخل ہوئے۔ ابھی ابتدائی کلاسوں میں پڑھتے تھے کہ وہاں ایک مسجد میں جمعہ پر حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کا وعظ سنا تو انگریزی تعلیم ترک کرنے پر تیار ہوگئے۔ حالانکہ والد گرامی کا خیال تھا کہ کم از کم میٹرک تو کرلیں۔ پھر دینی تعلیم حاصل کریں۔ لیکن مولانا بدر عالم کے اصرار پر والد گرامی مان گئے اور آپ کو سکول سے نکال کر سہارنپور کے عظیم محدث حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری کے پاس مظاہر العلوم میں دینی تعلیم کے لئے داخل کرادیا۔ ۱۳۳۶ھ میں یہاں سے فارغ التحصیل ہوئے۔ اس وقت ان کی عمر بائیس سال تھی۔ فارغ ہوتے ہی مظاہر العلوم میں معین مدرس مقرر ہوگئے۔ یہاں دو سال پڑھانے کے بعد دوسری بار دورہ حدیث شریف کرنے کے لئے دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوگئے۔ جہاں آپ نے مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری، مولانا علامہ شبیر احمد عثمانی، مولانا مفتی عزیز الرحمٰن، مولانا سید اصغر حسین ایسے حضرات سے دوبارہ دورہ حدیث شریف پڑھا۔ آپ بیک وقت اس زمانہ کے دو جامعات، مظاہر العلوم اور دارالعلوم دیوبند کے فاضل تھے۔ مولانا بدر عالم پر زیادہ چھاپ حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری کے علوم کی تھی۔

زہے نصیب کہ دیوبند سے فارغ ہوتے ہی یہاں مدرس مقرر ہوگئے۔ آپ یہاں ۱۳۴۶ھ تک پڑھاتے رہے۔ ۱۳۴۶ھ میں جب حضرت مولانا سید انور شاہ کشمیری ڈابھیل جانے لگے تو مولانا شبیر احمد عثمانی، مولانا مفتی عزیز الرحمٰن عثمانی، مولانا سراج احمد کی طرح مولانا بدر عالم بھی آپ کے ساتھ ڈابھیل چلے گئے۔ مولانا بدر عالم ڈابھیل میں سترہ سال پڑھاتے رہے۔ اپنے استاذ سید انور شاہ کی تحقیقات اور علوم حدیث کو بخاری شریف کی شرح فیض الباری کی چار جلدوں میں جمع فرمانے کی سعادت حاصل کی۔ یہ شرح ۱۳۵۷ھ کو مصر میں پہلی بار شائع ہوئی۔

ڈابھیل میں سترہ سال پڑھانے کے بعد آپ بہاول نگر تشریف لائے۔ عیدگاہ بہاول نگر میں جامع العلوم کے نام سے مضبوط بنیادوں پر ادارہ قائم کیا۔ ایک سال کے بعد اپنے استاذ زادہ مولانا مفتی عتیق الرحمٰن کی خواہش پر دہلی تشریف لے گئے۔ مفتی عتیق الرحمٰن، مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی اور مولانا سید بدر عالم میرٹھی نے مل کر ادارہ ندوۃ المصنفین قائم کیا۔ یہاں آپ نے حدیث شریف کی تشریحات پر مبنی اردو میں ترجمان السنۃ چار جلدوں میں مرتب فرمائی جو آپ کی یادگار اور مثالی خدمت ہے۔

ترجمان السنۃ کی مکمل اشاعت سے قبل پاکستان بن گیا۔ آپ پاکستان میں تشریف لائے تو دارالعلوم ٹنڈوالہ یار میں نائب مہتمم اور تدریسی ذمہ داریوں پر فائز ہوئے۔ بائیس نکات کی ترتیب اور اسلامی دستور کی تدوین میں بھی دیگر حضرات کے ساتھ شامل رہے۔ ۱۹۵۳ء میں آپ مدینہ طیبہ ہجرت فرما ہوئے اور یہاں پر اکتوبر ۱۹۶۵ء میں وصال فرما کر امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن کے قدموں کی جانب جنت البقیع میں محو استراحت ہوئے۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ!

حضرت مولانا بدر عالم میرٹھی کی عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے سلسلہ میں بہت ہی قابل ستائش اور لائق اتباع خدمات ہیں۔ اپنے استاذ گرامی مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری کے فکر ختم نبوت کو آپ نے خوب جلاء بخشی۔ فقیر راقم (اللہ وسایا) کے لئے سعادت کی بات ہے کہ آپ کے ردقادیانیت پر تمام رشحات قلم کو احتساب قادیانیت کی جلد چہارم کے ص ۲۵۳ سے ۶۸۰ تک گویا سوا چار سو صفحات میں یکجا کردیا گیا ہے۔ الحمد للہ!

جن کی تفصیل یہ ہے:

۱...... ’’نزول عیسیٰ علیہ السلام‘‘ یہ آپ کی شہرۂ آفاق کتاب ترجمان السنۃ کی جلد۳ سے ص۲۲۱ سے ص۵۹۳ تک کی بحث ہے۔ جونزول عیسیٰ علیہ السلام کے موضوع پر ہے۔ قیمتی جواہرات کی مالا جواس کتاب میں آپ نے پروئی تھی وہ ڈابھیل سے علیحدہ کتابی شکل میں ’’نزول عیسیٰ علیہ السلام‘‘ کے نام پرشائع ہوئی۔

۲...... ’’ختم نبوت‘‘ آپ ﷺ کی وصف خاص اور امتیازی شان ’’ختم نبوت‘‘ کو اچھوتے انداز میں ترجمان السنۃ کی جلد اوّل ص۳۷۹ سے ص۴۲۶ میں آپ نے قلمبند کیا ہے۔ پھر یہ علیحدہ ختم نبوت کے نام پر کتابی شکل میں بھی شائع ہوئی۔

۳...... ’’سیدنا مہدی علیہ الرضوان‘‘ سیدنا مہدی علیہ الرضوان کی پیدائش سے وصال مبارک پر مشتمل تمام احادیث کی توضیح وتشریح آپ نے اپنی تصنیف لطیف ترجمان السنۃ کی جلد اوّل کے ص۳۷۲ سے ۴۲۸ پر فرمائی ہے۔ یہ علیحدہ کتابی شکل میں بھی شائع ہوئی۔

۴...... ’’دجال اکبر‘‘ رحمت عالم ﷺ نے فرمایا کہ ابتدائے دنیا سے اخیر جہان تک سب سے بڑا فتنہ دجال اکبر کا ہے۔ اس سلسلہ کی پچیس احادیث مبارکہ کی تشریح وترجمہ مولانا بدرعالم نے اپنی کتاب ترجمان السنۃ جلد چہارم کے ص۴۰۶ سے ص۴۲۸ تک درج فرمایا ہے۔

۵...... ’’نور ایمان‘‘ قادیانی گروہ کے موسیو بشیر نے ’’ندائے ایمان‘‘ نام سے ایک مضمون لکھا جس کا حضرت مولانا سید بدرعالم میرٹھی نے ’’نور ایمان‘‘ کے نام سے جواب لکھا۔

۶...... ’’الجواب الفصیح لمنکر حیات المسیح‘‘ حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری ۱۷؍شعبان ۱۳۴۳ھ کو اپنے وطن کشمیر تشریف لے گئے۔ آپ کے شاگرد علماء کرام کی دیوبند سے جماعت ساتھ تھی۔ اہالیان کشمیر اپنے محبوب رہنما کو ملنے کے لئے جوق در جوق شوق سے تشریف لائے۔ ہزاروں ہزار کے اجتماعات منعقد ہونے لگے۔ جہاں آپ تشریف لے جاتے لوگوں کے ٹھٹھ لگ جاتے۔ جگہ جگہ علماء کرام کے قادیانیت کے خلاف بیانات ہوئے۔ قادیان کے قادیانیوں ولاہوری مرزائیوں کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔ انہوں نے اپنے رسالہ ’’پیغام صلح‘‘ میں تردیدی مضمون لکھنے شروع کئے۔ جواب کے لئے مولانا سید بدرعالم میرٹھی نے قلم اٹھایا تو یہ کتاب تیار ہوگئی۔ اس کتاب میں (۱)’’مصباح العلیہ لمحو النبوۃ الظلیہ‘‘ (۲)’’الجواب الحفی فی آیۃ التوفی‘‘(۳)’’انجاز الوفی فی لفظ التوفی‘‘ ان تین مضامین پر مشتمل کتاب کا نام ’’الجواب الفصیح لمنکر حیات المسیح‘‘ ہے۔

۷...... ’’آواز حق‘‘ جناب پروفیسر محمد الیاس برنی کا ۲؍جمادی الاوّل ۱۳۵۲ھ کو حیدرآباد دکن عاشور خانہ شاہی میں ختم نبوت پر بیان ہوا۔ قادیانیت پر ہذیانی کیفیت طاری ہوئی۔ بات مضامین اور جواب الجواب تک پہنچی۔ تب حیدرآباد دکن کے علماء کی خواہش کے پیش نظر قادیانی مضامین کے رد پر آپ نے یہ گرانقدر مقالہ تحریر فرمایا۔ یہ ساتوں رسائل الحمدللہ! احتساب قادیانیت جلد۴ میں شائع ہوئے۔ ان رسائل کو حضرت مولانا بدرعالم میرٹھی کے شاگرد رشید مولانا منظور احمد چنیوٹی مرحوم نے پڑھا تو احتساب قادیانیت جلد چہارم کو سفر حج پر حجاز اقدس ساتھ لے گئے۔ مولانا بدرعالم کے صاحبزادہ مولانا سید آفتاب عالم کو پیش فرمائی۔ واپسی پر فقیر کی ملاقات ہوئی تو مولانا منظور احمد چنیوٹی مرحوم نے فرمایا کہ اس سفر حج میں تو میں آپ کے فضائل کے لیکچر دیتا رہا۔ آپ نے میرے استاذ مولانا

سید بدر عالم کی ردقادیانیت پر تمام کاوش کو یکجاء کر کے بہت احسان فرمایا۔ مولانا چنیوٹی مرحوم نے اس پر بس نہیں کی بلکہ ان رسائل میں سے ختم نبوت کے مضامین کو علیحدہ کتابی شکل میں ''شان خاتم النّبیین'' کے نام سے شائع کرایا تو اس کے مقدمہ میں تحریر فرمایا۔

''میرے شفیق ومربی استاذ حضرت مولانا محمد بدر عالم میرٹھی مہاجر مدنی استاذ الحدیث دارالعلوم دیوبند وجامعہ اسلامیہ ڈابھیل ودارالعلوم الاسلامیہ ٹنڈوالہ یار سندھ کی مشہور کتاب ''ترجمان السنۃ'' جلد۱ میں ختم نبوت کا ایک مستقل باب ہے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی مبلغ برادرم حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب (دامت فیوضھم) نے اپنی مؤلفہ کتاب ''احتساب قادیانیت'' جلد چہارم میں انہوں نے اکابر علماء دیوبند میں سے رئیس المحد ثین امام العصر حضرت سید انور شاہ کشمیری، حکیم الامت مجدد ملت حضرت مولانا شاہ اشرف علی تھانوی، رئیس المتکلمین شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی اور محدث کبیر ولی کامل میرے شفیق استاذ حضرت مولانا محمد بدر عالم میرٹھی مہاجر مدنی جیسے اکابر ملت کے ردقادیانیت کے موضوع پر نایاب اور انتہائی اہم اور قیمتی رسائل شائع کئے ہیں۔ مولانا موصوف کی یہ عظیم دینی خدمت ہے اور یہ ایک تاریخی کارنامہ ہے کہ ان اساطین امت کے نایاب اور قیمتی تحفوں اور یادگار تحریرات کو ایک جلد میں جمع کر کے زندہ جاوید بنادیا ہے۔ مولانا موصوف کا امت اسلامیہ پر بہت بڑا احسان ہے جو رہتی دنیا تک یادرہے گا۔ اللہ تعالیٰ مولانا اللہ وسایا کی اس خدمت جلیلہ کو قبول فرماویں اور دارین میں اس کا بہترین اجر اور صلہ نصیب فرماویں۔

احتساب قادیانیت کی چوتھی جلد میں انہوں نے استاذ محترم کی کتاب ''ترجمان السنۃ'' سے ختم نبوت کے موضوع پر پورا باب نقل کیا ہے اور اس کے ساتھ حضرت استاذ محترم مولانا بدر عالم کے ردقادیانیت کے سلسلہ میں سات عدد رسائل جو بالکل نایاب تھے جن میں قادیانیوں کے سوالات وشبہات کو عقلی ونقلی دلائل سے ھباً منثوراً کر دیا ہے۔ شامل فرمادیئے ہیں۔ یہ رسائل انتہائی اہم اور قیمتی ہیں۔ آپ کو اکٹھے اس جلد میں مل سکتے ہیں۔

حضرت کے یہ قیمتی رسائل اب ایسے نایاب تھے کہ ان کے نام سے بھی کوئی عالم واقف نہیں۔............ ناچیز (مولانا چنیوٹی) حضرت کا براہ راست شاگرد رہا ہے اور اس فقیر کے لئے حضرت کی بڑی شفقتیں اور دعائیں تھیں۔ لیکن مجھ جیسا ان کا نالائق اور عاشق شاگرد بھی ان تمام رسائل سے واقف نہ تھا۔ مولانا اللہ وسایا کا ان نایاب رسائل کو شائع کرنا امت اسلامیہ پر عموماً اور مجھ ناچیز پر خصوصاً بہت بڑا احسان ہے۔ فجزاھم اللہ احسن الجزاء فی الدارین''

(مقدمہ شان خاتم النّبیین ص۱۳ تا ۱۵، از مولانا منظور چنیوٹی مرحوم)

(۳۹۶) بدیع الزمان (کراچی)، مولانا

(ولادت: ۱۹۳۱ء ...... وفات: فروری ۲۰۰۰ء)

حضرت مولانا بدیع الزمان اٹک جیسی مردم خیز سرزمین میں علامہ غلام رسول کے گھر پیدا ہوئے۔ اپنے گاؤں رحمٰن آباد تلہ گنگ چکوال میں ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ شرف تلمذ اپنے والد گرامی سے ہی حاصل کیا۔ علم حدیث کے لئے آپ نے دارالعلوم اسلامیہ ٹنڈوالہ یار کا رخ کیا۔ جہاں آپ نے حضرت مولانا محمد یوسف بنوری، مولانا عبدالرحمٰن کامل پوری، مولانا اشفاق الرحمٰن کاندھلوی جیسے قدسی صفات اساتذہ سے علم حاصل کیا۔ آپ دارالعلوم کراچی کے ابتدائی تین اساتذہ میں سے ایک تھے۔ ۱۰ سال آپ نے دارالعلوم

میں علوم ومعارف کے موتی بکھیرے اور علم وتحقیق کے جوہر دکھلائے۔ مفتی اعظم پاکستان محمد شفیع نے مسجد باب السلام جی.ایم.سی.ایچ سوسائٹی میں بحیثیت خطیب کے تقرر فرمایا۔ حضرت مولانا محمد یوسف بنوری نے آپ کو جامعہ علوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کی مسند تدریس پر فائز فرمایا۔ جہاں آخری دم تک علوم بنوری کو چار چاند لگاتے رہے۔ حضرت مفتی محمد رفیع عثمانی، حضرت مفتی محمد تقی عثمانی، مولانا حبیب اللہ مختار شہید آپ کے نمایاں تلامذہ میں سے تھے۔ مرزا غلام احمد قادیانی کے متعلق شائع ہونے والے فتاویٰ جات پر آپ کے بھی دستخط موجود ہیں۔ (فتاویٰ ختم نبوت ج۳ص۸۸)

(۳۹۷) بدیع الزمان (نوشہرہ)، جناب ڈاکٹر

(وصال:۲۰رمئی ۲۰۱۸ء)

ڈاکٹر بدیع الزمان زڑہ میانہ نوشہرہ کے رہنے والے بہت ہی فکرمند جماعتی ساتھی تھے۔ عقیدۂ ختم نبوت کی حفاظت ونشر واشاعت کو حرز جاں بنائے رکھا۔ (قاری محمد اسلم نوشہرہ)

(۳۹۸) برکات احمد شاہ (جلال پور جٹاں)، جناب پیر سید

(ولادت:۸رفروری ۱۹۱۸ء وفات:۱۶رمئی ۱۹۹۴ء)

آپ عالم، صوفی، پیر طریقت تھے۔ جمعیۃ علماء پاکستان سے وابستہ رہے۔ صوبائی اسمبلی کے ممبر اور عبوری صوبائی وزیر زکوٰۃ وامداد باہمی بھی رہے۔ جمعیۃ علماء پاکستان کے پلیٹ فارم سے عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے سرگرم عمل رہے۔

(۳۹۹) برکت اللہ، جناب چوہدری

۱۹۷۰ء کے الیکشن میں رکن قومی اسمبلی منتخب ہوئے۔ ۶رستمبر ۱۹۷۴ء کو قومی اسمبلی میں قادیانی مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے تقریر فرمائی۔ ملاحظہ فرمائیں:

جناب چوہدری برکت اللہ کا قومی اسمبلی میں قادیانی مسئلہ پر خطاب

چوہدری برکت اللہ: جناب والا! یہ بات جو اس ہاؤس میں پیش ہوئی ہے، ایک چیز تو بالکل ثابت ہو چکی ہے کہ یہ جو مرزائی یہاں آئے، جو قادیانی تھے، چاہے وہ لاہوری پارٹی تھی چاہے وہ دوسرے تھے۔

قادیانیوں کے اپنے مؤقف سے ثابت ہوا کہ وہ علیحدہ ہیں

تو انہوں نے خود ہی ایسا مؤقف اختیار کیا کہ انہوں نے اپنے آپ کو سواد اعظم سے ایک دوسرا جو فرقہ ہے وہ انہوں نے قرار دیا۔ تو یہ کوئی لمبی چوڑی بحث نہیں۔ تو ان شاء اللہ تعالیٰ! دوسرے جو ممبر صاحبان ہیں ان کے بھی خیالات یہی ہیں، اور لازمی طور پر جو کچھ فیصلہ ہوگا وہ سواد اعظم کی خواہشات کے مطابق ہوگا، اور ان شاء اللہ وہ آج کل سارا ظاہر ہونے والا ہے۔

قادیانیت انگریز کا خود کاشتہ پودا

دوسری بات جو جناب! میں عرض کرنا چاہتا ہوں، یہ دوسری چیز بھی ثابت ہو چکی ہے کہ یہ جو قادیانی ہیں، ان کا فرقہ جیسے بنا، جن حالات میں بنا، تو یہ صاف ظاہر ہے کہ یہ بھی انگریزوں کا ایک خود کاشتہ پودا ہے۔ ان لوگوں کو مذہب سے، اسلام سے کوئی پیار کوئی محبت نہیں، اور یہ یقینی طور پر انگریزوں کے ایجنٹ ہیں۔ ساری دنیا میں ان کا کام یہ ہے کہ جہاں بھی اسلام کو نقصان پہنچایا جاسکے، یہ کوئی اس میں اپنی کمی نہیں کریں گے۔

اب جناب والا! سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر یہ اسپیشل کمیٹی جو ہے، ہماری اسمبلی ان کو اقلیت قرار دے دیتی ہے، غیر مسلم قرار دے دیتی ہے، تو اس وقت ہمیں یہ سوچنا پڑے گا کہ ان کا رد عمل کیا ہوگا۔ یہ ایک پاگل آدمی کی طرح ہم سے خاص کر پاکستانیوں سے، مسلمانوں سے انتقام لینے کی سوچیں گے اور جیسا کہ میرے دوسرے دوستوں نے کہا ہے اور یہ حقیقت ہے یہ جو قادیانی ہیں مرزائی، ان کی تعیناتی ہر محکمہ اور ہر شعبے میں تقریباً کلیدی اسامیوں پر ہے اور خاص کر فوج میں۔ تو ہماری حکومت کے لئے اور ہم سب مسلمانوں کے لئے یہ نہایت ضروری ہوگا کہ ان لوگوں کو ان کلیدی اسامیوں سے، خاص کر ڈیفنس سے، فنانس سے اور فارن آفس سے ان لوگوں کو نکالا جائے۔ اگر ہم صرف ان کو اقلیت قرار دے دیتے ہیں تو ہم پر یہ ذمہ داری آجاتی ہے کہ ان کے حقوق کا ہم تحفظ کریں، ان کی جان ومال، یہ سارا کچھ کریں۔ لیکن جب تک ان لوگوں کو کلیدی اسامیوں سے علیحدہ نہیں کیا جاتا، یہ پاکستان کو خدانخواستہ بہت زیادہ نقصان پہنچا سکتے ہیں اور اس میں سب سے بڑا خدشہ ایک یہ ہے کہ جس وقت یہ تحریک شروع ہوئی، ہر شہر میں، ہر گاؤں میں، ہر محلے میں لوگوں کو پتہ ہوتا ہے کہ ہمارے محلے میں کون مرزائی ہے۔ گاؤں والوں کو پتہ ہوتا ہے کہ ہمارے گاؤں میں کون مرزائی ہے، لاہوری ہے یا قادیان کا ہے۔ لیکن جس وقت یہ تحریک شروع ہوئی، وہ مرزائی جو کہ بڑے مستند مرزائی تھے، دنیا ساری ان کو جانتی تھی، انہوں نے جھوٹ بول دیا کہ ہم تو مرزائی نہیں ہیں۔ یہاں اسمبلی میں بھی ہوا کہ ہمارا کوئی بڑا افسر تھا، یہاں ہمارے ایک معزز ممبر نے پوائنٹ آؤٹ کیا کہ وہ مرزائی ہے، تو ان کی طرف سے ان کے وزیر صاحب نے بھی صفائی دے دی کہ وہ مرزائی نہیں ہے۔

میں ایک واقعہ عرض کرتا ہوں۔ اس نے الیکشن میں ایک ایم. این. اے کو جس کو ہماری پارٹی کا ٹکٹ ملا ہوا تھا، وہ الیکشن لڑ رہا تھا۔ تو لوگوں نے کہا یہ تو مرزائی ہے۔ ہم اس کو ووٹ نہیں دیں گے۔ اس نے قرآن اٹھایا کہ میں مرزائی نہیں ہوں، میں بالکل مرزائی نہیں ہوں۔ بہرحال وہ الیکشن جیت گیا۔ اس کے بعد مرزا ناصر کے پاس اس کی بات ہوئی تو اس نے کہا یا حضرت! اس طرح میں نے جھوٹا قرآن اٹھا لیا تھا۔ اس نے کہا جان بچانے کے لئے اور مقصد حاصل کرنے کے لئے جائز ہے۔ دوبارہ بیعت کرلو۔ تو ان حالات میں وہ سب قادیانی مرزائی مکر رہے ہیں، انکار کر رہے ہیں، اور جب آپ ان کو غیر مسلم قرار دیں گے تو وہ کبھی آپ سے ہمدردی کی نہیں سوچیں گے۔ آپ کے وہ بدترین دشمن ہوں گے اور وہ مسلمان بن کے اور انکار کر کے کہ ہم مرزائی نہیں ہیں، آپ کی صفوں میں گھسیں گے، فوج میں، ڈیفنس میں، فارن افیئرز میں اور ہر قسم کی سازش کریں گے تاکہ یہ ختم ہو جائے تو اس طرح سے......

متعدد اراکین: نام بتائیں، نام بتائیں۔

چوہدری برکت اللہ: چھوڑیں جی نام کو۔ تو جناب! میری گزارش یہ ہے کہ ان لوگوں کو سب کو پتہ ہے، گورنمنٹ کو بھی پتہ ہے، لوگوں کو پتہ ہے کہ کون کون مرزائی ہیں۔ انہیں کلیدی آسامیوں پر سے فوراً نکالا جائے، ورنہ ان کو اقلیت قرار دینے سے کوئی مقصد

حاصل نہیں ہوگا۔نمبر(۲) جناب! جیسا کہ آئین میں ہے......

ایک رکن: انہوں نے جوممبر کی بات کی ہے وہ تو ضرور بتانا چاہئے، پھر تو یہ شبہ کی بات ہو جائے گی۔

میاں محمد عطاء اللہ: یہ تو ہمارے استحقاق کی بات ہے، ایسے تو سب مشکوک ہوگئے ہیں۔ برکت اللہ صاحب ان کا نام بتائیں۔

چوہدری برکت اللہ: اس ہال میں سے کوئی بھی نہیں ہے۔ میرے خیال میں جتنے معزز ممبر صاحبان یہاں موجود ہیں ان میں سے کوئی نہیں ہے۔

ایک رکن: پھر جناب! اس کا نام بتادیجئے۔

چوہدری جہانگیر علی: یا تو ان کو واضح کرنا چاہئے یا یہ فقرے ایکسپنج کردینے چاہئیں۔

Mr. Chairman: I will request the honourable members to refrain from this personal matter.

(جناب چیئرمین: میں معزز ممبران سے درخواست کروں گا کہ وہ اس ذاتی مسئلے سے اجتناب کریں)

چوہدری برکت اللہ: دوسری بات جیسا کہ آئین میں ہے کہ جب ہم ان کو غیرمسلم اقلیت قرار دے دیں گے تو ان کو آزادی ہوگی اپنے مذہب کو پھیلانے کی۔لیکن جناب! میں یہ گزارش کروں گا کہ پاکستان جو اسلامی جمہوریہ پاکستان ہے وہ نظریاتی ریاست ہے، اسلام کے نام پر لی گئی ہے۔اس ملک میں عیسائی، سکھ، ہندو، بدھ ہیں۔ وہ اپنے مذہب کی تبلیغ کر سکتے ہیں۔لیکن ایک ایسا فرقہ جو اپنے آپ کو مسلمان کہے اور پھر اسلام کے وہ متوازی تبلیغ کرے، اس پر یہ صادر نہیں ہوتا اور اس کی بھی ان کو ممانعت ہونی چاہئے کہ اس ملک میں اقلیت قرار دے جانے کے بعد یہ اس ملک میں مذہب کی بالکل تبلیغ نہ کرسکیں۔تب جناب! اس سے کچھ حاصل ہوگا، ورنہ کچھ حاصل نہیں ہوگا۔

مرزاغلام احمد بالکل جھوٹا تھا

اس کے ساتھ ساتھ باقی میرے بھائیوں نے سارا کچھ کہا ہے کہ ربوہ (اب چناب نگر) میں انہوں نے جو ریاست در ریاست بنائی ہوئی ہے، میرے بھائی صفی اللہ صاحب نے کہا تھا، بڑا ٹھیک انہوں نے کہا ہے واقعی وہ ریاست در ریاست ہے۔اس کو کھلا شہر قرار دیا جائے، ربوہ کو۔ جب وہ کھلا شہر قرار دیا گیا تو باقی جو ان کی تنظیمیں ہیں الفرقان وغیرہ، وہ بھی خود بخود ختم ہو جائیں گی۔

میں جناب! یہ تجویز پیش کرتا ہوں کہ ہم سمجھتے ہیں کہ مرزاغلام احمد بالکل جھوٹا تھا۔اس نے انگریز کی وجہ سے جھوٹ بولا تھا اسلام کو، جہاد کو ختم کرنے کے لئے۔اب یہ کہا جائے، کئی میرے دوستوں نے کہا کہ وہ جی لاہوری ذرا اچھے ہیں، وہ اسے نبی نہیں مانتے۔ جب وہ خود ہی جھوٹا ہے تو ان کا جو پودا ہے، جو پیڑ ہے، اس کی شاخوں پر کس طرح جائیں۔میری گزارش یہ ہے کہ دونوں کو غیرمسلم اقلیت قرار دیا جائے۔اگر لاہوری کو رہنے دیا گیا تو پھر یہ نیا شوشہ ہوگا، پھر وہ ادھر آجائیں گے۔کوئی مقصد حاصل نہیں ہوگا۔شکریہ، جناب والا!

(۴۰۰) برکت علی شاہ وزیرآبادی، جناب سید

(ولادت: یکم رجنوری ۱۸۸۳ء ...... وفات: یکم/اکتوبر ۱۹۵۶ء)

وزیرآباد ضلع گوجرانوالہ کے جناب سید برکت علی شاہ صاحب تھے۔جن کا لقب ’’گوشہ نشین‘‘ تھا۔آپ شیعہ مکتب فکر کے

نامور مناظر وخطیب تھے۔’’آئینہ مرزائیت‘‘ نامی کتاب آپ نے قادیانیت کے خلاف مرتب فرمائی۔ یہ آج سے ایک صدی قبل کی کتاب ہے۔ احتساب قادیانیت جلد ۳۸ میں اس کو شائع کیا گیا۔ اس کتاب سے آپ کو معلوم ہوگا کہ اہل سنت کی طرح اہل تشیع بھی آنحضرت ﷺ کے بعد ختم نبوت کے منکر بالفاظ دیگر آنحضرت ﷺ کے بعد مدعی نبوت کو کافر اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتے ہیں۔ چنانچہ مرزا غلام احمد قادیانی کے کفر کو واضح کرنے کے لئے مصنف نے اس کتاب کے آخر میں عراق، نجف اشرف، وکربلا کے مفتیان ومجتہدین کے فتویٰ جات کو شامل کتاب کیا ہے۔ شائع کرنے سے یہی ہمارا مقصد ہے۔ مصنف شاعر، ادیب، نقاد، ماہر عروض اور ۱۸ کتابوں کے مصنف تھے۔

(۴۰۱) برکت علی لدھیانوی، ابوانیس صوفی محمد

(ولادت: ۲۷/ اپریل ۱۹۱۱ء ...... وفات: ۲۶/ جنوری ۱۹۹۷ء)

آپ لدھیانہ کے گاؤں برہمی میں پیدا ہوئے۔ آپ نے تعلیم رائے کوٹ میں حاصل کی۔ پھر ۱۹۳۰ء کو فوج میں بھرتی ہوگئے۔ پھر فوج سے استعفاء دیا اور تصوف کی لائن اختیار کی۔ آپ شاہ ولایت حکیم سید امیر الحسن سے بیعت ہوئے۔ پاکستان بننے کے بعد پہلے کھاریاں کے قریب پلوٹھری پھر دارالاحسان کے نام سے خانقاہ قائم کی۔ جو سالاروالا اسٹیشن ضلع فیصل آباد ریلوے لائن کے قریب ہے۔ یہاں مسجد، مدرسہ، قرآن محل، کئی شعبے قائم کئے۔ خوب طبیعت پائی تھی۔ تمام مسلکی تنازعات سے بالاتر تھے۔ خالصتاً تصوف کی لائن سے خدمت خلق کرتے تھے۔ حضرت مولانا تاج محمود نے آپ کے نام لولاک اعزازی جاری کیا۔ حضرت صوفی صاحب کے آنے جانے والے حضرات کے ذریعہ مولانا تاج محمود کے پاس سلام آنے لگے۔ یوں غائبانہ تعلق ہوا۔ قادیانیوں سے متعلق ایک کیس کورٹ میں تھا۔ مولانا تاج محمود حضرت صوفی برکت علی سے ملنے گئے۔ فقیر راقم عینی گواہ ہے کہ بہت ہی محبتوں سے صوفی صاحب نے استقبال کیا۔ قرآن محل میں مولانا تاج محمود کی دستار بندی کرائی۔ ظفر اللہ قادیانی کو لولاک میں مولانا تاج محمود نے قادیانیوں کا لاٹ پادری لکھا تھا۔ اس پر صوفی صاحب بہت خوش تھے۔ بار بار یہ دہراتے اور پھر بہت زیادہ تعلق قائم ہوا۔ تحریک ختم نبوت کے سلسلہ میں جب آپ کی کسی جہت سے ضرورت ہوئی آپ کے پاس جانا ہوتا دعا بھی کرتے متعلقہ تعلق والے کو حکم بھی فرماتے اور یوں کام آسان ہو جاتا۔ ایک دفعہ فقیر راقم مولانا محمد شریف جالندھری کے ہمراہ حاضر ہوا۔ سالاروالا کے بعد آپ دسوہہ سمندری روڈ فیصل آباد آ گئے۔ یہیں پر وفات پائی اور مدفون ہوئے۔

(۴۰۲) برکت اللہ (ٹالہی)، جناب حاجی

(وفات: ۱۹۹۸ء)

حاجی برکت اللہ ٹالہی کے رہنے والے تھے۔ آرائیں برادری سے تعلق تھا۔ مسلکاً اہل حدیث تھے۔ عقیدۂ ختم نبوت کا تحفظ ان کا مشن تھا۔ زمیندار آدمی تھے۔ ٹالہی سندھ اور اس کے اردگرد کافی تعداد میں قادیانی آباد ہیں۔ ٹالہی میں مولوی عبدالغنی صاحب ہوتے تھے۔ انہوں نے ختم نبوت کے پروگرام کرانے ہوتے، حاجی صاحب ان حضرات کے میزبان ہوتے۔ ٹالہی میں ایک ہی مسجد تھی مشترکہ پروگرام ہوتے تھے۔ پھر ختم نبوت کے کام کے لئے مشکلات ہوتی گئیں۔ اپنا مرکز بنانے کی ضرورت پیش آئی تو حاجی صاحب کا

ایک پلاٹ تھا ان کے بڑے بیٹے چوہدری محمد انعام نے والد صاحب کے ایصال ثواب کے لئے اس پلاٹ میں مسجد ختم نبوت اور دفتر ختم نبوت قائم کرایا۔ الحمد للہ! (محمد علی صدیقی)

(۴۰۳) برکت علی مغل (کنری)، جناب مستری

(پیدائش:۱۹۱۰ء ...... وفات:۷؍مئی ۱۹۹۹ء)

مستری برکت علی مغل نکودر ضلع جالندھر کے رہنے والے تھے۔ تقسیم سے قبل ہی حضرت مولانا محمد علی جالندھری سے تعلق تھا۔ تقسیم کے بعد پنجاب آ گئے۔ حضرت مولانا محمد علی جالندھری نے کنری میں قیام کا حکم فرمایا۔ حضرت کے مشورہ سے کنری آئے۔ کنری اور اس کے مضافات میں کافی تعداد میں قادیانی آباد تھے۔ ناصر آباد، نسیم آباد، محمود آباد کے نام سے اسٹیٹس تھیں۔ درویشانہ انداز سے اپنے اکابر کے مشورہ پر کام شروع کیا۔ بخاری مسجد اور دفتر ختم نبوت کنری کی بنیاد رکھی۔ قادیانیوں کی ایک دور برادری کے زمیندار سے ٹکر آ گئی۔ مستری صاحب موقع کی تلاش میں تھے کہ کھل کر کام کیسے ہو۔ اس زمیندار کے پاس پہنچے کہ ڈٹ جاؤ۔ وہ کہنے لگا قادیانی با اثر ہیں تو مستری اور دوستوں نے کہا کہ ہم حضرت سید عطاء اللہ شاہ بخاری کو بلا لیتے ہیں۔ یوں شاہ جی کا کنری کا سفر ہوا اور قادیانیوں کا غرور ٹوٹا۔ مستری صاحب عالم تو نہیں تھے لیکن قادیانیت کے توڑ کے ماہر تھے۔ قادیانیت کی کتابیں سب مستری صاحب کے پاس ذاتی بھی موجود تھیں اور دفتر ختم نبوت کنری کے لئے بھی مستری صاحب کے بہت سے واقعات ہیں۔ سب سے اہم واقعہ کلہاڑی والا ہے کہ ایک قادیانی عیدل نوحانی مستری صاحب کی دوکان پر آیا۔ مستری صاحب کلہاڑی تیز کر رہے تھے۔ قادیانی مرزا قادیانی کی نام نہاد صداقت کے گن گا تا رہا۔ مستری صاحب آرام سے کلہاڑی تیز کرتے رہے۔ جب کلہاڑی تیز ہوگئی تو مستری صاحب نے کلہاڑی اس قادیانی کی گردن پر رکھی اور کہا کہو مرزا قادیانی کا فر الّو کا پٹھا تھا جو کہلاتے گئے قادیانی کہتا گیا۔ اب مستری صاحب خود زمین پر بیٹھ گئے۔ کلہاڑی قادیانی کو دے دی اور کہا کہ گردن کٹ سکتی ہے پیارے نبی ﷺ کا نام بے ادبی سے لوں؟ یہ نہیں ہوسکتا۔ مستری صاحب ساری زندگی عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت سے وابستہ رہے اور اسی میں زندگی کے آخری لمحات گزارے۔ کنری کے مشہور قبرستان میں آسودہ خاک ہیں۔ (محمد علی صدیقی)

(۴۰۴) بشیر احمد احرار (کوئٹہ)، جناب مرزا

مرزا بشیر احمد احرار نے تحریک ختم نبوت میں جو قربانی دی اور جو کام اللہ تعالیٰ نے ان سے لے لیا ہے وہ ہمارے لئے سنگ میل ہے۔ مرزا بشیر احمد اور چوہدری محمد طفیل قادیان کے رہنے والے تھے اور مجلس احرار کے کارکن تھے۔ تمام دن دفتر مجلس احرار قادیان میں رضا کاروں کی تربیت اور مسلمانوں کی ذہن سازی میں گزارتے تھے۔ قادیانیوں کی دشمنی کی وجہ سے انگریزوں کی نظروں میں غدار تھے۔ سی.آئی.ڈی ان کی نقل وحرکت کی نگرانی کرتی تھی۔ قادیانیوں نے قادیان میں اکثریت کے بل بوتے اور انگریز حکومت کی سرپرستی کی وجہ سے مسلمانوں کا سوشل بائیکاٹ کیا ہوا تھا۔ ۱۹۴۱ء میں ایک مسلمان نوزائیدہ بچہ وفات پا گیا جب اس کے رشتہ دار دفن کرنے کے لئے قبرستان لے گئے تو قادیانیوں نے دفن کرنے کی اجازت نہیں دی۔ مرزا بشیر احمد احرار اس قسم کے موقع کی تلاش میں

تھے۔انہوں نے چند نوجوانوں کے ہمراہ بچہ کی میت کو ہاتھوں میں اٹھایا۔قادیان سے نکل کر آس پاس تمام دیہاتوں میں پہنچے اور کہا کہ اس معصوم بچے کو قادیانیوں نے قادیان میں دفن کرنے کی اجازت نہیں دی۔جب دیہاتوں میں میت لے گئے وہاں کے ہزاروں افراد ان کے ساتھ ہوگئے اور بٹالہ جاکر احتجاج کیا۔حکومت نے قادیان کے قریب مسلمانوں کو سرکاری زمین پر قبرستان بنانے کی اجازت دی۔لیکن اس واقعہ کے بعد مسلمانوں نے بھی اپنے علاقوں میں قادیانیوں کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنے کی اجازت نہیں دی۔مرزا بشیر احمد قیام پاکستان کے بعد ۱۹۴۷ء میں ہجرت کر کے کوئٹہ پہنچے۔ابتداء میں مسلم لیگ میں شامل ہوگئے۔دو دفعہ بی.ڈی ممبر، دو مرتبہ کونسلر منتخب ہوئے۔اپنی برادری کے صدر رہے۔پیرانہ سالی میں رفاہی کام کرتے رہے تھے۔حق تعالیٰ بال بال مغفرت فرمائیں۔

(۴۰۵) بشیر احمد (اسلام آباد)، جناب

اسلام آباد وفاقی حکومت کے وفاقی سیکرٹری سطح کے آفیسر تھے۔آپ نے اپنے قلمی نام ابومدثرہ سے ''قادیان سے اسرائیل تک'' سلسلہ مضامین ماہنامہ ''الحق'' اکوڑہ خٹک میں شروع کیا۔پھر کتابی شکل میں اسی نام سے مولانا سمیع الحق صاحب نے اسے شائع کیا۔حق تعالیٰ مصنف کو بہت ہی جزائے خیر دیں کہ انہوں نے بہت گرانقدر مواد جمع کر دیا۔

(۴۰۶) بشیر احمد برکاتی، مولانا

(وفات: فروری ۲۰۰۴ء)

آپ جامعہ حنفیہ رضویہ لاہور کے خطیب تھے۔آپ مولانا دیدار علی شاہ الوری کے شاگرد تھے۔حضرت مولانا ابوالبرکات کے ساتھ شانہ بشانہ کام کرنے کی اللہ تعالیٰ نے توفیق بخشی۔آپ اردو، فارسی کے شاعر بھی تھے۔تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں قید و بند کے مراحل سے بھی گزرے۔حق تعالیٰ مغفرت کریں۔آمین!

(۴۰۷) بشیر احمد پسروری، حضرت مولانا

(ولادت: ۱۹۰۶ء ...... وفات: ۲۲/دسمبر ۱۹۷۴ء)

وہ اضلع ڈیرہ غازیخان کی بلوچ برادری سے تعلق رکھتے تھے۔دارالعلوم دیوبند کے فاضل اور نامور عالم دین تھے۔شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوری کے شاگرد و مرید اور خلیفہ مجاز تھے۔۱۹۳۵ء سے تادم واپسیں جامع مسجد شاہی پسرور میں امامت وخطابت درس اور تدریس کی خدمات میں مصروف رہے۔تحریک کشمیر میں مجلس احرار اسلام کے پلیٹ فارم سے حصہ لیا۔مجلس احرار سیالکوٹ کے امیر بھی رہے۔جمعیۃ علماء اسلام قائم ہوئی تو لاہور ڈویژن کے امیر رہے۔تمام تحریکوں میں بہادرانہ طور پر نمایاں حصہ لیا۔متعدد کتب عظمت صحابہ رضی اللہ عنہم واہل بیت رضی اللہ عنہا پر تحریر فرمائیں۔رد قادیانیت پر بھی ایک رسالہ لکھا: ''مرزا جی دے جھوٹ'' جسے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے محاسبہ قادیانیت جلد ۱۲ میں شائع کیا ہے۔

آپ ہمیشہ ہاتھ میں تلوار رکھتے تھے۔اس لئے صاحب السیف کے نام سے پکارے جاتے تھے۔عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے اس علاقہ میں پیامبر جانے پہچانے جاتے تھے۔حق تعالیٰ آپ کی تربت کو بقعۂ نور فرمائیں۔آمین!

(۴۰۸) بشیر احمد چشتی گولڑوی حافظ آبادی، مولانا حافظ

(ولادت: ۱۹۱۱ء ...... وفات: یکم/اگست ۱۹۷۴ء)

آپ کی ولادت موضع تھیہ تحصیل گوجر خان ضلع راولپنڈی میں ہوئی۔ حفظ قرآن اودھڑوال ضلع چکوال میں کیا۔ درس نظامی کے اساتذہ میں مفتی احمد یار خان نعیمی ایسے حضرات شامل تھے۔ بیعت کا سلسلہ پیر مہر علی شاہ گولڑوی سے قائم کیا۔ پھر جامع سانگلہ ہل ضلع ننکانہ تشریف لے آئے۔ ۱۹۴۵ء میں حافظ آباد آئے اور وہیں کے ہوکر رہ گئے۔ صوبیدار والی مسجد کے خطیب رہے۔ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں حافظ آباد کی قیادت کی۔ ایک قافلہ لے کر گوجرانوالہ پہنچے۔ شیرانوالہ باغ گوجرانوالہ میں ردقادیانیت پر خطاب فرمایا۔ جس پر گرفتار کر لئے گئے اور چھ ماہ تک قید و بند رہے۔

(۴۰۹) بشیر احمد (چشتیاں)، جناب صوفی

چشتیاں ضلع بہاول نگر میں جناب صوفی بشیر احمد صاحب ہوتے تھے۔ بہت ہی بااصول آدمی تھے۔ عمر بھر مجلس تحفظ ختم نبوت سے وابستہ رہے۔ ہر مرکزی کانفرنس یا اجلاس میں شریک ہوتے۔ اپنے علاقہ میں عقیدۂ ختم نبوت کے حدی خواں تھے۔

(۴۱۰) بشیر احمد چوہدری (چیچہ وطنی)، جناب

(ولادت: ۲۷/فروری ۱۹۲۷ء ...... وفات: ۲۸/فروری ۱۹۹۰ء)

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے بزرگ رہنما چوہدری بشیر احمد چک دانیوال ضلع جالندھر ہندوستان میں پیدا ہوئے۔ تحریک ختم نبوت کے ممتاز رہنماؤں میں سے تھے۔ قیام پاکستان کے وقت ہجرت کر کے چیچہ وطنی کے قریب بورے والا روڈ پر واقع چک نمبر ۱۶۸/ ۹/ایل میں آ کر آباد ہوئے۔ حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری اور مولانا محمد علی جالندھری سے بے تکلفانہ تعلقات کی بناء پر بسا اوقات خوشگوار موڈ میں تبادلہ خیال بھی فرمایا کرتے تھے۔ اپنے گاؤں میں فوت ہوئے۔ پسماندگان میں ۴ بیٹے چھوڑے۔ آپ کی نماز جنازہ بورے والا کے ممتاز عالم دین حضرت مولانا عبدالرحیم نعمانی نے پڑھائی۔ آپ کا جنازہ علاقہ بھر کے جنازوں میں سے تھا۔ اللہ پاک مرحوم کی بال بال مغفرت فرمائے۔ آمین! (مولانا عبدالحکیم نعمانی)

(۴۱۱) بشیر احمد خاکی (شورکوٹ)، مولانا

(وفات: ۱۶/دسمبر ۲۰۰۴ء)

حضرت مولانا بشیر احمد کی عمر ساٹھ سال کے لگ بھگ تھی۔ ۶۶/ ۱۹۶۵ء میں دارالعلوم کبیر والا سے دورہ حدیث شریف کیا۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے دارالمبلغین میں ۱۹۶۶ء میں ردقادیانیت پر فاتح قادیان حضرت مولانا محمد حیات سے کورس پڑھا۔ اس کلاس میں فقیر کو بھی حضرت مولانا بشیر احمد کے ہم درس ہونے کا شرف حاصل ہوا:

ما و مجنوں در مکتب عشق ہم سبق بودہ ام

حضرت مولانا بشیر احمد ۱۹۶۷ء کے اواخر میں دارالعلوم کبیر والا میں تدریس سے وابستہ ہوگئے۔ دارالعلوم کبیر والا کی طرف سے مسجد اوکانوالی شورکوٹ سٹی جمعہ پڑھانے کے لئے گئے تو یہیں کے ہو کر رہ گئے۔ ۱۹۶۹ء میں لاری اڈہ شورکوٹ سٹی میں جامعہ عثمانیہ کی بنیاد رکھی۔ وسیع وعریض قطعہ اراضی پر دیکھتے دیکھتے عمارتوں کا خوبصورت قلعہ کھڑا دیا۔ جو حضرت مولانا مرحوم کے اخلاص اور محنت کا زندہ جاوید ثبوت ہے۔ جامعہ عثمانیہ کی جامع مسجد وسیع وعریض اب تکمیل کے مراحل میں ہے۔ مدرسہ کی غربت کے باعث اینٹ گارا سے ابتدائی عمارت تعمیر کی۔ سیم زدہ علاقہ ہے۔ پچیس سال کے عرصہ میں وہ سیم زدہ ہوگئی تو ان کو گرا کر مرحلہ وار کنکریٹ کی عمارتوں کا دومنزلہ منصوبہ بنایا۔ خوبصورت درس گاہیں، شاندار رہائشی کمرے۔ اساتذہ کی رہائش گاہیں، جامعہ ام کلثوم ؓ للبنات کی شاندار دیدہ زیب تعمیر سے فارغ ہوئے۔ دارالحدیث تعمیر کیا۔ مسجد کے سامنے دوطرفہ قابل رشک عمارتوں کا کام مکمل ہوگیا۔ ایک طرف کی پرانی عمارت گرا کر نئی عمارت کے منصوبہ پر کام ہورہا ہے۔ نورانی قاعدہ سے دورہ حدیث شریف تک بنین وبنات کی دونوں جامعات میں تعلیم اور بہت بہتر تعلیم کا سلسلہ شروع ہے۔ ان اداروں کی تعمیر وترقی کے لئے انہوں نے دن رات کا اپنا آرام تج کیا۔ خوب محنتی انسان تھے۔ سعودی عرب وبرطانیہ تک کے اسفار کئے۔ دھن کے پکے تھے۔ حق تعالیٰ نے فتوحات کے ان کے لئے دروازے کھول رکھے تھے اور انہوں نے ہر اعتبار سے اپنے دونوں اداروں کو بام عروج تک پہنچا دیا۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے تربیت یافتہ تھے۔ اس کے لئے دل وجان سے قدردان تھے۔ ہمیشہ اس تعلق کو قائم رکھا۔ ملتان، چناب نگر اور برمنگھم کی ختم نبوت کانفرنسوں میں شرکت ان کے معمولات کا حصہ تھی۔ فقیر راقم پر بہت مہربان تھے۔ جب جانا ہوتا ذاتی مہمان بناتے۔ گھر لے جا کر عزت افزائی فرماتے۔ گردونواح کے حلقہ میں قادیانیت کے احتساب کے لئے کمربستہ رہتے۔ الیکشن میں متعدد بار حصہ لیا اور اپنی سیاسی حیثیت منوائی۔ عظمت صحابہ کرام ؓ کے حوالے سے ان کی خدمات تاریخ کا سنہری حصہ ہیں۔ اس کے لئے متعدد بار انہوں نے قید وبند کی صعوبتوں کو برداشت کیا۔ ایک بار کسی جلوس میں شرکاء نے اے سی کے خلاف نعرہ بازی کی۔ وہ جامعہ عثمانیہ میں تلاش پناہ کے لئے آیا۔ حضرت مولانا مرحوم نے ایک کمرہ میں اسے پناہ دی۔ حکومت کی فورس آئی اور انہیں باعزت لے گئی۔ لیکن برا ہو بیوروکریسی کا۔ اس نے اس نیکی کو بدی میں بدل دیا اور حضرت مولانا مرحوم پر اے سی کے اغوا کا پرچہ درج کردیا۔ گرفتار ہوئے۔ تب عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی ناظم اعلیٰ حضرت مولانا محمد شریف جالندھری تھے۔ حضرت مولانا ظفر احمد قاسم جامعہ خالد بن ولید وہاڑی کے بانی جو حضرت مولانا بشیر احمد کے قریبی رشتہ دار ہیں۔ ان دونوں حضرات نے رات دن ایک کر کے حکومت کو مطمئن کیا۔ تب جا کر رہائی عمل میں آئی۔

حضرت مولانا بشیر احمد جمعیۃ علمائے اسلام کے سرکردہ رہنما تھے۔ وہ ایک مخلص بزرگ، دینی رہنما اور درویش صفت انسان تھے۔ فقیر کو برطانیہ اور سعودی عرب میں کئی بار کئی دن کی رفاقت رہی۔ انہیں قریب سے دیکھا۔ وہ ایک مثالی انسان تھے۔ عمرہ سے واپسی پر ٹوپیوں کے بنڈل خرید کر لاتے۔ پوچھنے پر فرمایا کہ سینکڑوں طلباء ہیں۔ ایک ایک ٹوپی ان کو پیش کرنا میرا معمول ہے۔ اس سے ان کی طلباء سے محبت بلکہ طلباء سے بچوں جیسی مروت کا راز منکشف ہوا۔ اچھے منتظم تھے۔ ریاء نام کی کوئی چیز ان کے قریب نہ پھٹکی تھی۔ خوب وقت گزارا۔ دن رات قال اللہ! وقال رسول اللہ! کی فضاؤں سے علاقہ بھر کو منور کردیا۔ ان کے شاگردوں کا

بہت بڑا حلقہ ہے۔ تمام اولاد کو دین کی تعلیم سے بہرہ ور کیا۔ جو ان کے لئے صدقہ جاریہ ہے۔ ان کے دونوں جامعات، مسجد، شاگرد اور اولاد تمام گلستان آباد و شاد ہے۔ خود آخرت کو سدھار گئے۔ وہ چلتے پھرتے جنتی انسان تھے۔ خلد نشین ہوگئے۔ اللہ تعالیٰ ان کی حسنات کو قبول فرمائے اور اپنی شایان شان ان سے اپنی رحمت کا معاملہ فرمائے۔ انہیں مدتوں زمانہ یاد رکھے گا۔ بڑے انسان تھے۔ اس دور میں ان کا وجود بہت غنیمت تھا۔ کل من علیہا فان ویبقیٰ وجہ ربک ذو الجلال والاکرام!

(۴۱۲) بشیر احمد (خانقاہ ڈوگراں)، جناب حافظ

(وفات: ۳۰/ مارچ ۲۰۲۰ء)

حافظ بشیر احمد چالیس سال تک جامع مسجد التوحید خانقاہ ڈوگراں ضلع شیخوپورہ میں مدرس و امام رہے۔ جامع مسجد التوحید کے بانی مولانا خان محمد فاضل دیوبند تھے۔ حافظ صاحب مرحوم تحفظ ختم نبوت و اہل بیت ؓ کے لئے ہمہ تن گوش ومتوجہ رہتے۔ آل پاکستان ختم نبوت کانفرنس چناب نگر میں نہ صرف شرکت فرماتے بلکہ قافلہ سمیت شریک ہوتے۔ ختم نبوت کانفرنس چناب نگر کے لئے لاہور کی دیواروں پر چاکنگ ''چلو چلو ربوہ چلو، آل پاکستان ختم نبوت کانفرنس'' ربوہ (چناب نگر) آگے اس کی تاریخیں لکھواتے۔ کانفرنس کے اشتہارات کی تنصیب اپنا مذہبی فریضہ سمجھتے ہوئے لگواتے، بلکہ مضافات میں بھی بھجواتے اور اس کے لئے بھرپور جدوجہد فرماتے۔ تقریباً چالیس سال تک خدمات سرانجام دیتے رہے۔ انہیں لاہور روڈ پر واقع مرکزی قبرستان میں سپرد خاک کیا گیا۔ (محمد اسماعیل شجاع آبادی)

(۴۱۳) بشیر احمد دیوبندی، مولانا

(ولادت: ۱۸۷۴ء ...... وفات: ۱۹۱۸ء)

مولانا بشیر احمد دیوبند قصبہ بڑھانہ ضلع مظفر نگر یو. پی میں پیدا ہوئے۔ ۱۳۲۸ھ میں آپ کی دارالعلوم دیوبند سے فراغت ہے۔ تین سال ضلع مظفر نگر میں تدریسی خدمات سرانجام دیں۔ اس کے بعد بجنور مدرسہ عربیہ قاسمیہ میں صدر مدرس کی حیثیت سے تعلیمی سرگرمیاں جاری رکھیں۔ آپ کے دو صاحبزادے تھے۔ مولانا شبیر احمد، مولانا شفیع احمد۔ ہر دو حضرات دیوبند کے فاضل تھے۔ مرزا قادیانی کے خلاف شائع ہونے والا فتویٰ بنام ''قہر یزدانی بر دجال قادیانی'' پر آپ کے تائیدی دستخط موجود ہیں۔ (فتاویٰ ختم نبوت ج ۲ ص ۳۲۱)

(۴۱۴) بشیر احمد رضوانی (چیچہ وطنی)، جناب

امرتسر کے معروف قومی رہنما، ذاتی کاروبار تھا۔ مقامی کانگریس کے سیکرٹری جنرل اور پنجاب کانگریس کی ورکنگ کمیٹی کے ممبر تھے۔ ۱۹۳۱ء میں مجلس احرار اسلام میں شامل ہوئے۔ آل انڈیا احرار پولیٹیکل کانفرنس لاہور کی استقبالیہ کے صدر تھے۔ پاکستان بننے کے بعد اوکاڑہ آگئے۔ ہر قومی اور ختم نبوت کی تحریک میں عمر بھر پیش رہے۔ ایسے قومی رہنما قوموں کے محسن ہوا کرتے ہیں۔

(۴۱۵) بشیر احمد سالار، جناب

مجلس احرار اسلام نے تحریک کشمیر کے لئے اپنے رضا کار بھجوائے تو اس زمانہ میں کچھ رضا کاروں پر ایک سالار کا تقرر کیا جاتا۔ ان سالاروں میں سے ایک بشیر احمد سالار تھے جو سیالکوٹ کے باسی تھے۔ بہت ہی جفاکش اور بہادر انسان تھے۔ عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے ان کی مساعی آب زر سے لکھنے کے قابل ہیں اور ان کی جرأت لائق وتبریک ہے۔

(۴۱۶) بشیر احمد سوہدروی، جناب پیر سید

(ولادت: ۱۸۹۰ء ...... وفات: ۴؍مئی ۱۹۷۳ء)

آپ جلال پور جٹاں ضلع گجرات میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد علاقہ کے معزز نیک اور خداترس انسان تھے۔ سید بشیر احمد کی ولادت کے تین سال بعد وفات پاگئے۔ آپ کی تربیت واصلاح کی ذمہ داریاں آپ کی والدہ نے نبھائیں اور آپ کو حصول علوم نبویہ کے لئے جید علماء کرام کے سپرد کیا۔ آپ نے تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں ایمان افروز تقریریں کیں اور قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دلانے کے لئے عوامی سطح پر قراردادیں منظور کرائیں۔ اسی سلسلہ میں آپ کو گرفتار کر کے پہلے گوجرانوالہ پھر ساہیوال جیل میں چھ ماہ تک نظر بند کیا گیا۔ آپ کی وفات سوہدرہ میں ہوئی۔ جمعۃ المبارک کے دن مسجد آرائیاں سوہدرہ کے دروازے کے قریب دفن کیا گیا۔

(۴۱۷) بشیر احمد شاہ جمالی، مولانا

(وفات: ۳؍جنوری 2015ء)

مولانا پیر بشیر احمد شاہ جمالی کے والد گرامی مولانا عطاء محمد دارالعلوم دیوبند کے فاضل تھے۔ مولانا بشیر احمد نے جامعہ خیر المدارس ملتان سے دورۂ حدیث شریف کیا۔ مولانا خیر محمد جالندھری، مولانا مفتی محمد عبداللہ ڈیروی، مولانا محمد شریف کشمیری کے آپ شاگرد تھے۔ ضلع غازی خان کے قصبہ نوتک میں آپ نے مدرسہ عطاء العلوم قائم کیا۔ آپ کے بڑے بھائی مولانا رشید احمد مہتمم اور آپ صدر مدرس مقرر ہوئے۔ مولانا رشید احمد صاحب کا بیعت کا تعلق مولانا علی المرتضیٰ ڈیروی سے تھا۔ آپ کو ان سے خلافت بھی ملی۔ ختم نبوت کے کام کے سلسلہ میں دلی طور پر اگلی صف شریک سفر رہے۔ آپ کی نماز جنازہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر مرکزیہ مولانا عبدالمجید لدھیانوی نے پڑھائی۔

(۴۱۸) بشیر احمد شہید، جناب قاری

(شہادت: ۲۶؍اکتوبر ۱۹۸۴ء)

جامعہ رشیدیہ ساہیوال کے مدرس اور شعبہ قرأت کے روح رواں قاری بشیر احمد کو قادیانیوں نے اپنی عبادت گاہ کے باہر گولیوں کی بوچھاڑ کر کے شہید کر دیا۔ اگلے دن جنازہ ہوا جو عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر مرکزیہ مولانا خواجہ خان محمد صاحب نے پڑھایا۔ ملک بھر کی دینی قیادت نے جنازہ میں شرکت کی۔

(۴۱۹) بشیر احمد شیخوپوری، جناب چوہدری

چوہدری صاحب مجلس احرار اسلام سے وابستہ تھے۔تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء کے بعد مجلس تحفظ ختم نبوت کا جو اجلاس ٹوبہ میں منعقد ہوا اس میں شریک اجلاس تھے۔موصوف بہت ہی منجھے ہوئے زیرک انسان تھے اور عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے شب و روز جانثاری سے محنت کرنے والوں میں شامل تھے۔

(۴۲۰) بشیر احمد صحرائی (گوجرانوالہ)، جناب

(وفات: ۱۱ر ستمبر ۱۹۷۶ء)

ہفت روزہ قومی دلیر گوجرانوالہ کے ایڈیٹر جناب بشیر احمد صحرائی، نامور قلمکار تھے۔تمام قومی اخبارات کے وکیل فروخت تھے۔مجلس احرار اسلام کے سرگرم رکن تھے۔چوہدری افضل حق مرحوم اور آغا شورش کاشمیری کے تربیت یافتہ تھے۔نامور قومی ایثار پیشہ بیدار مغز رہنما تھے۔

(۴۲۱) بشیر احمد علی پوری، جناب حاجی

(وفات: ۱۰ر اگست ۲۰۲۰ء)

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پرمٹ علی پور کے امیر جناب حاجی بشیر احمد عرصہ چالیس سال سے مجلس تحفظ ختم نبوت سے وابستہ تھے۔مجلس تحفظ ختم نبوت کے مقامی و مرکزی کانفرنسوں اور اجلاسوں میں شرکت کو یقینی بناتے تھے۔مرحوم مجلس تحفظ ختم نبوت کے ادارہ مدرسہ عربیہ دارالہدیٰ چوک پرمٹ کے تعمیری و انتظامی امور میں معاون تھے۔مسجد و مدرسہ کی تعمیر میں آپ کا وافر حصہ موجود ہے جو آپ کے لئے ذخیرۂ آخرت ہے۔مرحوم صوم و صلوٰۃ کے پابند تھے۔حج اور عمرہ کی سعادت بھی نصیب ہوئی۔عرصہ دراز سے شوگر کے مرض میں مبتلا تھے۔لیکن بفضل تعالیٰ آخر عمر تک کسی کے محتاج نہ ہوئے۔نماز، روزہ اور معمولات زندگی بغیر کسی سہارے کے سرانجام دیتے رہے۔وفات کے روز گھر میں معمولی سی طبیعت خراب ہوئی۔ہسپتال لے جانے کی تیاری میں ہی مرحوم دارفانی سے دارالبقاء کی طرف کلمہ طیبہ کا ورد کرتے ہوئے کوچ فرما گئے۔

(۴۲۲) بشیر احمد قلندر (کنری)، جناب

(وفات: ۱۳ر مارچ ۲۰۰۹ء)

بشیر احمد قلندر صاحب لدھیانہ کے رہنے والے تھے۔خانقاہ سراجیہ کندیاں کے دوسرے جانشین حضرت مولانا محمد عبداللہ (جن کو حضرت ثانی کہا جاتا تھا) کے خاندان سے تھے۔تقسیم ملک کے بعد خانیوال کے قریب بستی سراجیہ پھر کنری تشریف لے آئے۔قلندر قسم کے آدمی تھے۔ہاریوں کو رقم دے کر بھول جاتے تھے۔عقیدۂ ختم نبوت کے کام سے والہانہ عقیدت تھی۔کنری مجلس تحفظ ختم نبوت کے تاحیات امیر رہے۔انتقال سے قبل تمام رشتہ داروں کو بلایا کہ آجاؤ میں بیمار ہوں۔چھوٹے بیٹے کی شادی کرتا ہوں۔تمام

رشتہ دار آ گئے۔ اسی دن شام کو انتقال ہو گیا۔ نماز جنازہ میں شہر کے تمام شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے حضرات نے شرکت کی۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مبلغ مولانا محمد علی صدیقی نے نماز جنازہ پڑھائی۔

(۴۲۳) بشیر احمد گیلانی (سیالکوٹ)، جناب پیر

(وفات: ۲۴ر فروری ۱۹۹۴ء)

سادات گیلانیہ سیالکوٹ کے چشم و چراغ پیر بشیر احمد گیلانی پہلے مجلس احرار اسلام، پھر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت سیالکوٹ کے امیر رہے۔ خوب بھرپور انسان تھے۔ انتہائی کم گو تھے۔ لیکن جو بات کہتے پتے کی کہتے۔ وہ قال کی بجائے حال کے انسان تھے۔ جو فیصلہ ہوتا بڑے بہادر انسانوں کی طرح اس پر عمل کرتے۔ عمر بھر عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے سربکف رہے۔ قید و بند اور دیگر ہر طرح کی مشکلات کو خندہ پیشانی سے قبول کیا۔

تحریک ختم نبوت ۱۹۸۴ء میں خوب مستعدی دکھلائی۔ حافظ محمد صادق، مولانا محمد علی کاندھلوی اور پیر بشیر احمد گیلانی سیالکوٹ میں تمام دینی تحریکوں کے بانی مبانی گردانے جاتے تھے۔ گندم منڈی سیالکوٹ میں برف کا کارخانہ لگایا۔ اس سے رزق حلال کماتے اور شب و روز دینی کاموں میں نمایاں خدمات سرانجام دیتے۔ ان کی ذاتی شرافت اور نجابت کے باعث سرکاری، نیم سرکاری، عوام وخواص، علماء اور دینی جماعتوں میں خاص احترام کا آپ کو درجہ حاصل تھا۔ آخری عمر میں مولانا خواجہ خان محمد، مولانا تاج محمود، مولانا محمد شریف جالندھری کے ساتھ بہت گہرا ربط اور محبت و احترام کا ایک مثالی تعلق قائم ہو گیا تھا۔

(۴۲۴) بشیر احمد لاہوری، جناب حاجی

(وفات: ۳۰ر اپریل ۱۹۹۱ء)

مرکز اہل حق خدام الدین شیرانوالہ لاہور کے خادم خاص حضرت حاجی بشیر احمد مرحوم خوب انسان تھے۔ آپ شیرانوالہ خانقاہ و مدرسہ کے خادم خاص تھے۔ یہیں سے آپ کا جنازہ اٹھا۔ ختم نبوت کے سلسلہ میں شیرانوالہ میں جو اجلاس منعقد ہوتا حاجی صاحب شرکاء کی خدمت کا اعزاز حاصل کیا کرتے تھے۔

(۴۲۵) بشیر احمد مجاہد امرتسری، جناب

(وفات: ۲۲ر فروری ۱۹۹۸ء)

آپ نے امرتسر میں مسلمانوں کے مفادات کے تحفظ کے لئے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ مہاجرین کے قافلہ کو امرتسر سے پاکستان لاہور لائے۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں گرفتار ہوئے۔ شاہی قلعہ میں انکوائری کے جانگسل مرحلہ سے گزرے۔ عمر بھر قادیانیوں کے تعاقب میں سرگرم عمل رہے۔ اقبال ٹاؤن لاہور کے قبرستان میں قبر مبارک ہے۔

(۴۲۶) بشیر احمد مصری، جناب حافظ

دنیا جانتی ہے کہ مرزا قادیانی کا ایک مرید شیخ عبدالرحمٰن مصری تھا۔اس کی اولاد پر مرزا محمود نے اپنی جنسی بے راہ روی کا ہاتھ رکھا اور ان کی عفت تار تار کر ڈالی۔ شیخ عبدالرحمٰن مصری اس صدمہ سے قادیان چھوڑ کر لاہور آ گئے اور عمر بھر لاہوری مرزائی رہے۔ بشیر احمد ان کے بیٹے تھے۔ان پر بھی مرزا محمود نے جنسی حملہ کیا۔اس سانحہ نے بالآخر انہیں قادیانیت اور اس کے بانی مرزا غلام احمد قادیانی پر چار حرف بھیجنے کی توفیق بخشی۔عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے بانی رہنما اور امیر اوّل، حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری کے ہمراہ دہلی جا کر بانی جماعت تبلیغ حضرت مولانا محمد الیاس کے ہاتھ پر قادیانیت ترک کر کے اسلام قبول کر لیا۔اسلام قبول کرنے کے باوصف اپنے والد عبدالرحمٰن مصری لاہوری مرزائی کے احترام میں لاہوری گروپ سے ملازمت کا تعلق برقرار رکھا۔لاہوریوں نے اسے ووکنگ مشن برطانیہ کا امام بنا دیا۔مناظر اسلام مولانا لال حسین اختر برطانیہ کے دورہ پر گئے تو بشیر احمد مصری نے ان کو ووکنگ مسجد میں بلایا۔علی الاعلان اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کیا اور ووکنگ شاہی مسجد بھی مسلمانوں کے سپرد کی۔''انگلستان میں مسلمانوں کی کامیابی'' نامی رسالہ جو احتساب قادیانیت کی جلد اوّل میں شائع شدہ ہے۔اس میں اس کی کسی قدر تفصیل آپ کو مل سکے گی۔

قادیانی چیف گرو مرزا طاہر نے جن اہل اسلام کو مباہلہ کا چیلنج دیا۔ان میں حافظ بشیر احمد مصری بھی تھے۔فقیر راقم کی ملاقات ان سے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے سنٹر سٹاک ویل گرین لندن میں ہوئی۔انہوں نے یہ دو رسائل فقیر کو عنایت کئے۔

۱...... ''فریب قادیانیت'' اس میں انہوں نے اپنے مسلمان ہونے اور قادیانیت کو ترک کرنے کی مختصر روئیداد قلمبند کی۔

۲...... ''قبولیت چیلنج مباہلہ (قادیانی جماعت کے سربراہ مرزا طاہر کے نام کھلا خط)''

یہ دونوں رسائل احتساب قادیانیت جلد ۳۸ میں شائع کرنے کی سعادت حاصل ہونے پر فقیر کا دل مارے خوشی کے بلیوں اچھل رہا ہے۔ایک ایسا شخص جس نے حضرت امیر شریعت، حضرت جی مولانا محمد الیاس، میرے استاذ محترم مولانا لال حسین اختر کی مساعی سے اسلام قبول کیا اور وہ قادیانی جماعت کے سرگرم رکن کا فرزند تھا۔اسے اللہ تعالیٰ نے قادیانی طلسم کو پاش پاش کرنے کی توفیق سے سرفراز فرمایا۔آج وہ مرحوم دنیا میں موجود نہیں۔لیکن رد قادیانیت پر ان کے شہ پاروں کو تاریخ کا حصہ بنانے کی توفیق سے اللہ تعالیٰ نے ہمیں سرفراز فرمایا۔بس واقعی صحیح ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اپنے بندوں کی بخشش کے لئے بہانے ڈھونڈتی ہے۔یہ رسائل مجلس نے پہلے بھی شائع کئے۔اب احتساب قادیانیت کی جلد ۳۸ کا بھی حصہ بن رہے ہیں۔ الحمد للہ!

(۴۲۷) بشیر احمد میمن (کراچی)، جناب جسٹس (ر) حاجی

(وفات: ۲۵/اپریل ۲۰۲۰ء)

جناب حاجی بشیر احمد میمن سابق جج سندھ ہائی کورٹ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت صوبہ سندھ کے امیر مولانا احمد میاں حمادی مدظلہ ٹنڈو آدم کے قریبی ساتھیوں میں سے تھے۔حضرت سائیں عبدالکریم بیر شریف والوں سے تعلق و ارادت رکھتے تھے۔حاجی صاحب بچپن ہی سے اسلامی تعلیمات، علماء کرام اور بزرگوں سے خصوصی عقیدت و محبت تھی۔مختلف سرکاری عہدوں سے ہوتے ہوئے سندھ ہائی کورٹ کے جج کی حیثیت سے ریٹائر ہوئے۔سرکاری اعلیٰ عہدوں پر فائز رہے۔عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے کاز اور اکابر

سے بہت محبت کرتے تھے۔ قادیانیوں کے خلاف مقدمات میں مجلس کے علماء کرام آپ کے ساتھ قانونی مشاورت کرتے۔ آپ اکثر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کراچی کے دفتر میں تشریف لایا کرتے، ساتھیوں سے ملاقات کرتے اور بعض قانونی امور میں رہنمائی فرماتے اور ختم نبوت کے لئے اپنی خدمات پیش فرماتے۔

(۴۲۸) بشیراختر اللہ آبادی، مولانا

الہ آباد لیاقت پور کے حضرت مولانا بشیر اختر الہ آبادی تھے۔ خوب پڑھے لکھے اور ذہین عالم دین ہونے کے ساتھ ساتھ بہت اچھے خطیب بھی تھے۔ مطالعہ کے رسیا تھے۔ برمحل تقاریر میں اشعار کا استعمال کرتے تو سامعین پر جادو کردیتے تھے۔ مولانا محمد ضیاء القاسمی، مولانا محمد مکی حجازی، مولانا محمد لقمان علی پوری کے ہم عصر ہم پیالہ وہم نوالہ تھے۔ ختم نبوت کے محاذ پر کام کے لئے دل وجان سے ہمہ وقت مستعد رہے۔ حضرت درخواستی کے شاگرد اور حضرت میاں عبدالہادی دین پوری کے مرید تھے۔ خوب بذلہ سنج طبیعت پائی تھی۔ حق تعالیٰ مرحوم کی بال بال مغفرت فرمائیں۔

(۴۲۹) بشیرالحق صدیقی، مولانا

(پیدائش: ۱۹۰۶ء ...... وفات: ۲/نومبر ۱۹۹۸ء)

آپ امرتسر کے گاؤں بھگوال میں پیدا ہوئے۔ والد گرامی مولانا محمد حسین صدیقی سے تعلیم کا آغاز کیا۔ مولانا محمد عالم آسی امرتسری سے تکمیل کی۔ آپ بہاول پور میں کچھ عرصہ رہے۔ اس موقعہ پر گورنمنٹ ملازمت کے دوران ایک قادیانی نے قادیانیت کی تبلیغ کی۔ آپ نے ختم نبوت کا علم بلند کیا۔ تب سے آخر زندگی تک ختم نبوت کے شیدائی رہے۔ فیصل آباد میں وصال فرمایا۔ مدن پورہ میں مدفون ہوئے۔ مولانا غلام رسول رضوی نے نماز جنازہ پڑھائی۔

(۴۳۰) بشیراللہ مظاہری (رنگون)، مولانا

حضرت مولانا محمد بشیر اللہ مظاہری رنگونی کا ایک رسالہ احتساب قادیانیت جلد۳۳ میں شامل ہے۔

''دونبی (نبی صادق اور نبی کاذب)'' مولانا محمد بشیر اللہ صاحب اصلاً برما رنگون کے تھے۔ جامعہ مظاہر العلوم سہارنپور کے فضلاء میں سے تھے۔ آپ جمعیۃ علماء برما کے نائب صدر بھی رہے۔ دارالعلوم تانبوے رنگون کے شیخ الجامعہ تھے۔ آپ نے اگست ۱۹۵۷ء میں یہ رسالہ تحریر فرمایا۔ ترپن (۵۳) سال گویا نصف صدی بعد اس رسالہ کی اشاعت اللہ رب العزت کے انعامات بے پایاں میں سے ہے۔ الحمد للہ اوّلاً آخراً!

(۴۳۱) بشیر حسین حامد، جناب پروفیسر حافظ

(ولادت: ۸/جولائی ۱۹۵۸ء ...... وفات: ۲۵/دسمبر ۲۰۲۰ء)

آپ بہت مخلص، علم دوست، مرنجاں مرنج شخصیت تھے۔ عالم دین، مصنف پروفیسر تھے۔ ایبٹ آباد کالج کے پروفیسر رہے۔

کئی کتابوں کے مصنف تھے۔علمی، تحقیقی کاموں میں بلند پایہ تھے۔عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے انتہائی فکر رکھنے والی شخصیت تھے۔

(۴۳۲) بشیر حسین قادری، مفتی مولانا

(ولادت:۱۹۰۷ء ...... وفات:۸/دسمبر۱۹۷۸ء)

آپ رسول نگر ضلع گوجرانوالہ کے رہائشی تھے۔میاں شیر محمد صاحب شرق پوری سے بیعت کا تعلق تھا۔تحریک پاکستان وتحریک ختم نبوت کے کارکن تھے۔عالم دین، خطیب اور مفتی تھے۔

(۴۳۳) بلال زبیری (جھنگ)، جناب

(وفات:۲۸/ستمبر۱۹۷۷ء)

تحریک آزادی کے سرگرم اور مجاہد کارکن حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری کے جانثار ساتھی جناب بلال زبیری آف جھنگ نے نوعمری سے اپنی سیاسی زندگی کا آغاز مجلس احرار اسلام ہند کے پلیٹ فارم سے کیا۔درمیانہ قد، گٹھا ہوا جسم، سرخ کشمیری چہرہ، لال احراری وردی میں ملبوس یہ نوعمر مجاہد جب سٹیج پر انقلابی نظمیں پڑھتے تو اجتماع پر جادو کر دیتے۔حضرت امیر شریعت، مفتی کفایت اللہ، مولانا ابوالکلام آزاد، حضرت مدنی، حضرت لاہوری، حضرت جالندھری، حضرت قاضی صاحب، مولانا مظہر علی اظہر، ماسٹر تاج الدین، چوہدری افضل حق، سر فضل حسین اور دوسرے رہنماؤں کو دیکھنے اور ان سے تربیت حاصل کرنے کا خوب موقعہ ملا۔ان حضرات کی ایمان پرور مجاہدانہ زندگی سے جناب بلال زبیری کے ذہن کو جلا ملی۔تقسیم کے بعد کی تمام دینی تحریکوں میں ضلع جنگ کی نمائندگی کرتے۔مجلس احرار کے حلقوں میں جھنگ کا دوسرا نام بلال زبیری تھا۔

تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں پیش پیش رہے۔جب حضرت امیر شریعت نے سیاست سے الگ تھلگ ہو کر مذہبی تنظیم مجلس تحفظ ختم نبوت کی بنیاد رکھی تو بلال زبیری اس میں شامل ہو گئے۔آخری وقت میں مجلس تحفظ ختم نبوت جھنگ کے سیکرٹری تھے۔جھنگ کے ضلع میں چناب نگر (ربوہ) واقع ہے۔اسی زمانہ میں مرزا ناصر اور بلال زبیری اکٹھے رہے تھے۔مرزا ناصر کی عادات وروایات سے زبیری صاحب بخوبی آگاہ تھے۔ویسے بھی زبیری صاحب ربوہ میں ہونے والی ہر قسم کی نقل وحرکت پر کڑی نظر رکھتے تھے۔جب کبھی ربوہ میں کوئی غیر معمولی واقعہ رونما ہوتا۔سب سے پہلے زبیری صاحب کو اس کا علم ہوتا اور وہ آغا شورش کاشمیری اور مولانا تاج محمود کو فون پر باخبر کر دیتے اور پھر یہ حضرات ملک بھر کے مسلمانوں کو باخبر کر کے مرزائیوں کے اس واقعہ کا نوٹس لیتے۔

جھنگ میں شیعہ سنی فضا ابتداء سے قائم ہے۔مرحوم نے شیعہ سنی اتحاد کے لئے جو کارہائے نمایاں انجام دیئے وہ آپ ہی کا حصہ ہیں۔افسوس کہ آپ کی وفات کے بعد اس عنوان سے ضلع جھنگ میں ملک وملت کی خدمت کرنے والا کوئی نظر نہیں آتا۔مرحوم ربوہ کے مقابلہ میں منعقد ہونے والی سالانہ آل پاکستان چنیوٹ ختم نبوت کانفرنس میں شریک ہوتے۔نہایت ہی خاموشی سے بغیر کسی نمائش کے کانفرنس کی کارروائی قلم بند کر کے اخبارات کو بھیج دیتے۔لکھنے کا اللہ رب العزت نے آپ کو شروع سے ذوق دیا تھا۔کم وبیش درجن بھر ضخیم کتابیں تصنیف کی ہیں۔مذہب، سیاست، تاریخ اور علاقائی طرز تمدن پر آپ کی گرانقدر خدمات ہیں۔ان کی تصانیف سے

ان شاءاللہ رہتی دنیا تک ان کا نام زندہ وتابندہ رہے گا۔عرصہ سے آپ روزنامہ غریب لائل پور (فیصل آباد) کے نمائندہ تھے۔مولانا محمد علی جالندھری، مولانا لال حسین اختر، مولانا قاضی احسان احمد پر جان دیتے تھے۔مولانا محمد شریف جالندھری اور مولانا تاج محمود کا دل کی گہرائیوں سے احترام کرتے تھے۔ جب کہ یہ حضرات بھی زبیری کی عظیم مخلصانہ خدمات کے معترف تھے۔ ربوہ کی زیر تعمیر نو آباد مسلم کالونی میں مجلس تحفظ ختم نبوت کو ۹ کنال اراضی برائے جامع مسجد و مدرسہ کی الاٹمنٹ کے سلسلہ میں آپ نے بڑی کوشش کی۔ پچھلے سال دسمبر کی سالانہ ختم نبوت کانفرنس چنیوٹ کے موقعہ پر تقریر کرنے کے سلسلہ میں مولانا محمد شریف جالندھری گرفتار ہوگئے۔ان کی ضمانت کے لئے مولانا تاج محمود اور راقم جھنگ گئے۔ جھنگ سے چنیوٹ جانا پڑا۔ جناب بلال زبیری یہاں سے ہمارے ساتھ ہوگئے۔ مولانا تاج محمود اور زبیری صاحب نے اپنے اکابر کے حالات و واقعات سنانا شروع کئے۔ زبیری صاحب نے اپنی زندگی کے اہم واقعات، مختلف تحریکوں کے پس منظر، اکابر کی زندگی کے انمول مجاہدانہ کارناموں پر روشنی ڈالی تو اس طرح معلوم ہوتا تھا کہ وہ تاریخ ہند کے صفحات پلٹتے جا رہے ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بلا کا ذہن دیا تھا۔ معاملہ فہمی میں اپنی مثال آپ تھے۔ بذلہ سنجی، خوش خلقی، باغ و بہار، پر رونق، شادمان طبیعت کے مالک تھے۔ان کی وفات حسرت آیات سے جو خلاء پیدا ہوا ہے اس کا پر ہونا مشکل ہے۔

اپنی زندگی میں مرحوم جلسے جلوسوں کے روح رواں ہوتے تھے۔ جھنگ کے اجتماعات کا مرکزی نقطہ ہوتے تھے۔ جھنگ کی تاریخ میں آپ کا جنازہ عظیم جنازہ تھا۔ ہزاروں مذہبی سیاسی کارکن علماء وکلاء سرکاری حکام اور صحافی شریک تھے۔ نماز جنازہ کاروان بخاری کے جرنیل مولانا تاج محمود نے پڑھائی۔ قبرستان میں ہزاروں افراد نے آپ کو رحمت خداوندی کے سپرد کیا۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو کروٹ کروٹ جنت نصیب کریں۔

(۴۳۴) بوٹامل، جناب پادری

جناب پادری بوٹامل کے ’’مسیح کی آمد ثانی‘‘ کے نام سے مرزا قادیانی کے دعویٰ مسیحیت کے بطلان پر کتاب لکھی جسے پنجاب ریلجس بک سوسائٹی انارکلی لاہور کے مسیحی اشاعتی ادارہ نے دوسری بار ۱۹۵۳ء میں شائع کیا جو ’’محاسبہ قادیانیت‘‘ کی دوسری جلد میں شامل ہے۔

(۴۳۵) بڈھن شاہ کلانوری، حضرت

(وفات: ۱۹/شوال ۱۲۷۲ھ/۲۴/جون ۱۸۵۶ء)

آپ مہاراجہ رنجیت سنگھ کی حکومت کے دوران موضع چمیاری میں پیدا ہوئے۔ آپ کا تعلق سادات خاندان کے چشتی، ترمذی گھرانے سے تھا۔ آپ ایک نیک منش اور مرجع الخلائق انسان تھے۔ آپ ایک مرتبہ قادیان تشریف لے گئے۔ جس جگہ پر بعد میں مرزا قادیانی کا مکان تعمیر ہوا۔ یہ جگہ اس وقت چٹیل میدان تھا۔ آپ اس مقام پر خیمہ زن ہوئے اور اپنے متعلقین کو درود شریف کے ورد کا حکم فرمایا۔ وجہ دریافت کی گئی تو آپ نے بتایا کہ اس جگہ سے شیطان کا سینگ ظاہر ہوگا۔ اس کی بدبو آرہی ہے۔ چنانچہ اس واقعہ کے چالیس سال بعد اسی جگہ سے مرزا قادیانی کا ظہور ہوا۔

(۴۳۶) بہاءالحق قاسمی امرتسری، مولانا

(ولادت: یکم رمئی ۱۹۰۰ء ...... وفات: ۲رفروری ۱۹۸۷ء)

مشرقی پنجاب کے مردم خیز خطہ امرتسر کے نامور عالم دین اور مذہبی رہنما، پیر طریقت حضرت مولانا پیر غلام مصطفیٰ صاحب قاسمی تھے۔ جو امرتسر کے مفتی تھے۔ مولانا غلام مصطفیٰ صاحب قاسمی کے شاگردوں میں حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری بانی عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت بھی تھے۔ مولانا غلام مصطفیٰ قاسمی کے صاحبزادے پیرزادہ مولانا محمد بہاءالحق قاسمی تھے۔ آج کل روزنامہ جنگ کے کالم نگار جناب عطاءالحق قاسمی حضرت مولانا بہاءالحق قاسمی صاحب کے صاحبزادہ ہیں۔ مولانا بہاءالحق صاحب قاسمی نے ردقادیانیت پر کئی کتابچے تحریر فرمائے ہیں۔ ہمیں صرف چار ملے ہیں:

۱...... ''مطالبۂ حق'' اس کا تعارف خود ٹائٹل پر مصنف مرحوم نے یہ تحریر فرمایا۔ ''مرزائیوں کو جداگانہ اقلیت قرار دیئے جانے اور سرظفراللہ کو وزارت خارجہ کے عہدہ سے علیحدہ کئے جانے کے مطالبہ کے دلائل پر مشتمل مختصر رسالہ ''مطالبہ حق'' جو ادارہ قاسمیہ وزیرآباد پنجاب نے شائع کیا۔'' تاریخ اشاعت یکم رذیقعدہ ۱۳۷۱ھ مطابق ۲۴ رجولائی ۱۹۵۲ء درج ہے۔

۲...... ''گستاخ مرزا'' یہ رسالہ بھی مولانا محمد بہاءالحق قاسمی کا مرتب کردہ ہے۔ جو انجمن مباہلہ امرتسر نے شائع کیا تھا۔ انجمن مباہلہ کے بانی مبانی مولانا عبدالکریم مباہلہ تھے۔ جن کی کتب ورسائل ہم احتساب قادیانیت کی جلد ۲۷ میں شائع کر چکے ہیں۔

۳...... ''مرزائی لٹریچر میں توہین انبیاء وصلحاء'' یہ رسالہ بھی حضرت مولانا بہاءالحق قاسمی کا ہے۔ جسے انجمن مباہلہ امرتسر نے شائع کیا تھا۔

۴...... ''غذائے مرزا'' یہ حضرت مولانا بہاءالحق صاحب قاسمی کا ایک مضمون ہے۔ جو غالباً اخبار اہل حدیث امرتسر میں شائع ہوا۔ بعد میں مولانا حبیب اللہ امرتسری اور مولانا ثناءاللہ امرتسری نے اسے کتابچہ کی شکل میں شائع کردیا۔ اس کے علاوہ بھی مولانا بہاءالحق قاسمی کے ردقادیانیت پر رشحات قلم ہیں جن تک رسائی سے ہم محروم رہے۔ ان چار رسائل کی احتساب قادیانیت جلد ۴۴ میں شامل اشاعت پر اللہ تعالیٰ کا لاکھوں لاکھ شکر بجالاتے ہیں۔

علاوہ ازیں:

۵...... ''خطبہ استقبالیہ مباہلہ کانفرنس امرتسر'' ۱۹، ۲۰ راکتوبر ۱۹۳۱ء کو امرتسر میں مباہلہ کانفرنس ہوئی۔ کانفرنس کے استقبالیہ کے صدر حضرت مولانا محمد بہاءالحق قاسمی تھے۔ آپ نے کانفرنس کے موقع پر خطبہ استقبالیہ پڑھا جس میں مرزامحمود ملعون قادیانی کے قادیان میں مسلمانوں پر مظالم کے حقائق سے شرکاء کانفرنس کو مطلع کیا گیا۔ اس پانچویں رسالہ کو محاسبہ قادیانیت جلد ۱۲ میں شائع کیا گیا۔

نامور شاعر اور کالم نویس عطاءالحق قاسمی اپنے والد بزرگوار حضرت مولانا بہاءالحق قاسمی کی تصنیف ''تذکرۂ اسلاف'' میں اپنے تأثرات کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''۱۹۵۳ء میں جب تحریک ختم نبوت کا آغاز ہوا تو والد ماجد کو مسجد وزیرخان میں تقریر کرتے ہوئے گرفتار کرلیا گیا۔ مولانا عبدالستار خان نیازی اور دوسرے زعماء بھی مسجد وزیرخان میں ان کے ہمراہ تھے۔

والد ماجد کو گرفتار کرنے کے بعد شاہی قلعے لے جایا گیا۔ ان پر بغاوت، آتش زنی اور اس نوع کے خدا جانے کیا کیا الزامات

تھے۔ہمیں تین ماہ تک والد ماجد کے بارے میں کچھ پتا نہ چلا کہ وہ کہاں ہیں؟ زندہ ہیں یا انہیں مار دیا گیا ہے؟ تین ماہ بعد جب انہیں عدالت میں پیش کیا گیا اور انہیں سزا سنائی گئی تو ہمیں ان کی زندگی کی اطلاع ہوئی۔

شاہی قلعے میں والد ماجد کو ایک کرسی پر بٹھا کر ان کے سر پر ایک تیز بلب روشن کر دیا گیا تا کہ وہ ساری رات سو نہ سکیں، جب والد ماجد کو اونگھ آتی تو اُن کے پیچھے کھڑا سنگین بردار سپاہی سنگین کی نوک انہیں چبھوتا اور کہتا: ''مولانا جاگتے رہیں!'' یہ لوگ والد ماجد سے امیر شریعت مولانا سیّد عطاء اللہ شاہ بخاری کے خلاف بیان لینا چاہتے تھے۔ چنانچہ والد ماجد سے یہ بیان دینے کے لئے کہا گیا کہ انہوں نے تحریک میں حصہ عطاء اللہ شاہ کے اکسانے پر لیا تھا۔

والد ماجد نے اس کے جواب میں کہا: ''مجھے شاہ صاحب نے کیا اکسانا تھا۔انہوں نے تو ختم نبوت کا درس میرے خاندان سے لیا ہے!'' والد ماجد نے یہ بات یوں کہی کہ امیر شریعت سیّد عطاء اللہ شاہ بخاری، مولانا مفتی محمد حسن کی طرح میرے دادا مفتیٔ اعظم امرتسر مفتی غلام مصطفیٰ قاسمی کے شاگرد خاص تھے۔اس پر ڈیوٹی پر متعین فوجی افسر نے جھنجھلا کر والد ماجد کو اپنے کمرے میں طلب کیا اور کہا: ''مولانا! آپ اپنے گھر کا ایڈرس لکھوا دیجئے تا کہ آپ کی میّت آپ کے ورثاء کے سپرد کی جا سکے!'' اس پر والد ماجد کے چہرے پر ایک مسکراہٹ ابھری جو طلوع صبح سے کم خوبصورت نہ تھی اور انہوں نے کہا: ''آپ مجھے موت سے ڈراتے ہیں؟ حالانکہ آپ میری زندگی کا ایک لمحہ بھی کم یا زیادہ نہیں کر سکتے!'' لاہور ماڈل ٹاؤن جی بلاک قبرستان میں محوخواب ہیں۔

(۴۳۷) بہادر خان، جناب خان

آپ وفاقی مذہبی امور کے وزیر رہے۔نامور اور شریف سیاستدان تھے۔

''قادیانیوں کی حیثیت کے بارے میں آئین میں کی گئی ترمیم میں کوئی تبدیلی نہیں کی جائے گی۔آئین میں یہ ترمیم متفقہ طور پر کی گئی تھی۔'' (روزنامہ جنگ مؤرخہ ۱۲رجنوری ۱۹۸۹ء)

(۴۳۸) بیگم اشرف خاتون عباسی صاحبہ، محترمہ ڈاکٹر

ڈاکٹر بیگم اشرف خاتون عباسی صاحبہ ۱۹۷۰ء کے انتخابات میں قومی اسمبلی کی رکن منتخب ہوئیں۔۱۹۷۴ء میں تحریک ختم نبوت کے دوران اسمبلی میں خصوصی کمیٹی کی رکن بنیں اور قادیانی مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے درج ذیل تقریر کی۔ملاحظہ فرمائیں:

ڈاکٹر بیگم اشرف خاتون عباسی کا قومی اسمبلی میں قادیانی مسئلہ پر خطاب

ڈاکٹر بیگم اشرف خاتون عباسی: جناب چیئرمین! میں اس ایوان کی خواتین ارکان کی طرف سے خصوصی کمیٹی میں زیر بحث اس مسئلے میں شرکت کرنا چاہوں گی۔ مسئلے کی اہمیت اسی بات سے واضح ہے کہ یہ پورے ایوان کی اس معزز کمیٹی میں زیر بحث ہے۔ہم اس مسئلے کی پیچیدگیوں کو صرف اس لئے نظر انداز نہیں کر سکتے کہ انہیں پچھلے ۹۰ سالوں سے حل نہیں کیا گیا۔لیکن جناب معزز ارکان کی تقریروں اور بحثوں کو سننے اور اس معزز خصوصی کمیٹی میں پیش کردہ 'محضرنامے' کو پڑھ کر اور احمدی جماعت کے دو لیڈروں پر بحث کو سن کر اس بات میں کوئی شک نہیں رہا کہ یہ احمدی اور قادیانی یا آپ انہیں کچھ بھی کہیں، ہم میں سے نہیں ہیں۔ وہ ہم مسلمانوں میں سے

نہیں ہیں۔ میں یہ بات زور دے کر کہنا چاہتی ہوں کہ پاکستان کی خواتین بھی اس مسئلے میں اسی طرح شریک ہیں جیسے پاکستان کے مرد۔

جناب والا! ہم جانتے ہیں کہ بات واضح ہو چکی ہے اور ہم ہمیشہ کے لئے اس مسئلے کو حل کرنے کے لئے چند قوانین منظور کرنے والے ہیں۔ جب یہ مسئلہ حل ہو جائے گا تو ہمیں اس حل کے نتیجے میں پیش آنے والی مشکلات سے بھی نمٹنا ہوگا۔ جناب! میں معزز اراکین کو توجہ دلانا چاہوں گی کہ اس مسئلے کے حل کے بعد وہ عوام کے پاس جائیں اور انہیں مسئلے کی پیچیدگیوں اور ان کے حل کے متعلق انہیں بتائیں۔ کیونکہ بہرحال جب آپ لوگوں کے سامنے بیٹھ کر ان سے بات کرتے ہیں اور انہیں بتاتے ہیں کہ انہیں کیسا روّیہ اختیار کرنا چاہئے تو وہ فوراً سمجھ جاتے ہیں۔ لوگوں کے اس روّیے میں خواتین کی شرافت کا لحاظ ہمیشہ رکھا جائے۔ دوسری باتیں مسائل جیسے اس فیصلے کے قومی اور بین الاقوامی نتائج، ان شاء اللہ تعالیٰ! جلد حل ہو جائیں گے۔ اگر ہم سب شانہ بشانہ چلیں۔ آپ کا بہت شکریہ! (قومی اسمبلی میں قادیانی مسئلہ پر بحث کی مصدقہ رپورٹ ص ۲۶۸۰،۲۶۸۱)

(۴۳۹) بیگم جعفر قاضی موسیٰ، محترمہ

آپ ۱۹۷۰ء کے قومی الیکشن میں پاکستان نیشنل اسمبلی کی ممبر منتخب ہوئیں۔ ۱۹۷۴ء میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دلوانے کی قرارداد پر آپ نے دستخط کر کے محرکین قرارداد میں اپنا نام درج کرایا۔

(۴۴۰) بیگم عطیہ عنایت (لاہور)، محترمہ

(پیدائش: ۱۹۳۸ء)

آپ کا بنیادی طور پر مسلم لیگ سے تعلق تھا۔ ضیاء الحق صاحب کے زمانہ میں وفاقی وزیر بہبود آبادی رہیں۔

''دوسرے ملکوں میں قادیانیوں کے جو مشن ہیں، حکومت پاکستان کے نزدیک ان کی کوئی حیثیت نہیں۔ حکومت پاکستان انہیں ہرگز تسلیم نہیں کرتی۔ اس لئے انہیں کسی قسم کی سہولت فراہم کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔'' (نوائے وقت مؤرخہ ۱۷ر دسمبر ۱۹۸۵ء)

(۴۴۱) بے نظیر بھٹو صاحبہ (وزیراعظم پاکستان)، محترمہ

(پیدائش: ۲۱ر جون ۱۹۵۳ء ...... شہادت: ۲۷ر دسمبر ۲۰۰۷ء)

آپ جناب ذوالفقار علی بھٹو کی سب سے بڑی اولاد ہیں۔ آکسفورڈ کی تعلیم یافتہ تھیں۔ جناب بھٹو صاحب نے ان کی بطور خاص سیاسی تربیت کی۔ آپ کئی بار پاکستان کی وزیراعظم بنیں۔ پرویز مشرف کے منحوس دور آمریت میں لیاقت باغ راولپنڈی میں گولیوں کی بوچھاڑ میں شہید کر دی گئیں۔ بہت ہی بہادر خاتون تھیں۔ قادیانیوں کے متعلق ان کے خیالات امت کے خیالات کے ہمنوا تھے۔ چنانچہ ملاحظہ ہو: ''پاکستان پیپلز پارٹی کی شریک چیئرپرسن بے نظیر بھٹو نے کہا ہے کہ قادیانیوں کے بارے میں آئینی ترمیم ملک کی منتخب اسمبلی میں اتفاق رائے سے منظور ہوئی تھی۔ اس لئے وہ ترمیم درست ہے اور اسے ختم نہیں کیا جائے گا۔ ایک عشائیہ کے موقع پر سوالوں کے جواب دیتے ہوئے بے نظیر بھٹو نے کہا کہ پیپلز پارٹی برسر اقتدار آ کر ملک کے اسلامی تشخص کو برقرار رکھے گی۔ طاہر

محمود خان کے عشائیہ میں ایک وکیل نے اپنا تعارف بے نظیر سے کرایا اور کہا کہ وہ احمدی ہے۔ پیپلز پارٹی کی احمدیوں کے بارے میں کیا پالیسی ہے؟ اس پر بے نظیر نے کہا کہ قادیانیوں کو اقلیت قرار دینے سے قبل قومی اسمبلی میں بلا کر یہ موقع دیا گیا تھا کہ وہ ثابت کر سکیں کہ وہ ختم نبوت پر یمان رکھتے ہیں۔ لیکن قادیانی سربراہ نے قومی اسمبلی میں آ کر جو مؤقف بیان کیا وہ ختم نبوت سے مکمل انکار تھا۔ اس لئے منتخب اسمبلی نے زور دیا کہ قادیانی مسلمان نہیں ہیں۔ انہوں نے کہا کہ پیپلز پارٹی نے کسی کو کافر قرار نہیں دیا۔ اس نے ایک فریم ورک دیا اور کہا جو اس کے اندر نہیں آئے گا وہ مسلمان نہیں ہے۔ انہوں نے کہا قادیانیوں کے بارے میں ترمیم ۱۹۷۳ء کے آئین کا لازمی حصہ رہے گی۔'' (روزنامہ جنگ لاہور جون ۱۹۸۷ء)

پ

(۴۴۲) پردل کابلی، مولوی

(وفات: رمضان ۱۳۳۹ھ / جون ۱۹۲۱ء)

مولوی پردل کابلی حدود افغانستان میں پیدا ہوئے۔ آپ کا شمار سرکردہ علماء کرام میں تھا۔ ہندوستان میں علم حاصل کیا۔ خلیلیہ نامی مدرسہ میں آپ نے پڑھایا۔ پھر دہلی تشریف لائے اور تادم آخر اسی شہر میں پڑھاتے رہے۔ علم فقہ اور اصول کلام میں آپ کو عبور تھا۔ جب آپ مدرسہ اسلامیہ نعمانیہ دہلی میں صدر مدرس تھے تب آپ نے مرزا غلام احمد قادیانی کے خلاف فتویٰ دیا۔

(فتاویٰ ختم نبوت ج ۲ ص ۳۵۲)

(۴۴۳) پھگلہ میں مباہلہ

مولانا کریم عبداللہ، مولانا عبدالصمد، قاضی عبداللطیف

آپ مانسہرہ سے اگر بالاکوٹ کی طرف جائیں تو ''عطر شیشہ'' کے قریب ایک گاؤں پھگلہ نامی ہے، جس میں اکثر آبادی سادات کی ہے۔ اس قصبے میں سب سے پہلے عبدالرحیم شاہ نامی ایک شخص نے مرزائیت قبول کی اور مرزائیت کا مبلغ بن کر مرزائیت کی تشہیر شروع کر دی۔ لیکن علمائے کرام نے ہر دور میں باطل کے خلاف زبان سے جہاد کیا۔ خدا کی شان ہے اس علاقے میں علمائے حق، علمائے دیوبند کثیر تعداد میں تھے۔ خاص کر پھگلہ میں بھی مولانا قاضی عبداللطیف فاضل دیوبند سے اکثر و بیشتر مرزائیوں کا مباحثہ چلتا رہتا تھا۔ شدہ شدہ معاملہ مباہلے تک پہنچا۔ طے یہ پایا کہ تین تین آدمی دونوں طرف سے لے لئے جائیں۔ مسلمانوں کی جانب سے تین علمائے کرام تھے جو مندرجہ ذیل ہیں:

۱...... حضرت مولانا کریم عبداللہ صاحب، فاضل دیوبند، امام مسجد منڈھیار۔

۲...... حضرت مولانا عبدالصمد صاحب، فاضل دیوبند، امام مسجد و ماسٹر عطر شیشہ۔

۳...... حضرت مولانا قاضی عبداللطیف صاحب، فاضل دیوبند، امام مسجد پھگلہ۔

مرزائیوں کی جانب سے: (۱) عبدالرحیم شاہ، (۲) غلام حیدر، (۳) عبدالرحیم عرف کھیم، چنے گئے۔

یہ تاریخی مباہلہ ۲۶؍فروری ۱۹۴۳ء جمعہ کے دن طے پایا گیا اور اردگرد کے مضافات میں بھی اطلاعات بھیج دی گئیں۔ عوام کا عظیم اجتماع حق و باطل کے اس معرکے کو دیکھنے کے لئے امنڈ آیا اور جگہ بھی ایسی منتخب کی گئی جو کہ علاقے کا مشہور ترین مزار تھا جو ''غازی بابا'' کے نام سے مشہور رہے۔ مباہلہ شروع ہونے سے قبل حضرت مولانا کریم عبداللہ نے مباہلے کی حقیقت بیان کی اور غرض وغایت سے عوام کو روشناس کرایا۔ نیز قادیانیت کے بارے میں تفصیل سے روشنی ڈالی کہ ہم نبی کریم ﷺ کو خاتم النّبیین مانتے ہیں جب کہ مرزائی، مرزا قادیانی کو نبی مانتے ہیں۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ ہیں، جب کہ مرزائیوں کا عقیدہ ہے کہ وہ انتقال کر چکے ہیں اور مرزا قادیانی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جگہ ''مسیح'' بن کر آیا ہے۔ ہم اس لئے یہاں جمع ہوئے ہیں کہ سب مل کر عاجزی، زاری اور خلوص سے دعا کریں کہ جس کا عقیدہ غلط ہے اور جو باطل پر ہے، خداوند قدوس اس پر ہلاکت کی صورت میں (ایک سال کے اندر اندر) عذاب نازل کرے اور سخت سزا دے۔

چنانچہ تمام حاضرین نے اپنے سروں کو ننگا کر کے دعا شروع کر دی اور بیس منٹ لگاتار دعا ہوتی رہی اور مجمع سے آمین آمین کی آواز آتی رہی، دعا کے درمیان غلام حیدر نامی قادیانی پر غشی کا دورہ پڑا اور بیہوش ہوکر گر پڑا، عبدالرحیم شاہ قادیانی نے اس کو ہوش میں لانے کے بعد کھڑا کیا اور حوصلہ دیا۔ ایک دوسرا قادیانی عبدالرحیم جو دکاندار تھا اور مباہلے میں شریک تھا۔ اسی دعا کے دوران کہنے لگا کہ: ''میں تو دعا کرتا ہوں کہ خداوند قدوس! جو ہم میں جھوٹا ہے اس کو پاگل کر دے تاکہ دیکھے سچا کون ہے اور جھوٹا کون ہے؟ اور دوسروں کو بھی عبرت ہو۔''

راقم الحروف سے حضرت مولانا کریم عبداللہ نے بیان فرمایا کہ: مباہلے سے قبل میں نے عبدالرحیم شاہ قادیانی سے جو وہاں مرزائیوں کا سرغنہ تھا۔ کہا کہ: ''آؤ! تم اور میں ایک آسان طریقہ اختیار کرتے ہیں۔ یہ جو چیڑ کے بلند و بالا درخت ہیں ان درختوں پر چڑھ کر ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر اوپر بلندی سے چھلانگ لگاتے ہیں۔ جو سچا ہوگا وہ بچ جائے گا اور جو جھوٹا ہوگا وہ نیچے گرتے ہی مر جائے گا۔'' لیکن عبدالرحیم شاہ قادیانی نے اس بات سے بالکل انکار کر دیا اور کہا کہ: ''نہیں! ہم مباہلہ ہی کریں گے۔''

اب سنیئے! مباہلہ کرنے والے قادیانی لوگوں کے ساتھ کیا بیتی؟ اور ان کا انجام کیا ہوا؟

۱...... عبدالرحیم قادیانی نے دوران مباہلہ خود کہا تھا کہ: ''خدا جھوٹے کو پاگل کر دے'' ایک ماہ کے بعد وہ پاگل ہوگیا اور اول فول بکنے لگا، قریب ''جابہ'' نامی بستی میں فوج کا کیمپ تھا، وہ وہاں بغیر اجازت داخل ہوا اور شور شرابا شروع کر دیا۔ انگریز کمانڈر تھا اس نے عبدالرحیم قادیانی کو پکڑ کر پولیس کے حوالے کر دیا اور کافی دنوں تک جیل میں قید رہا۔ جب جیل سے رہا ہوا تو خود کہنے لگا کہ: ''میں نے مرزا قادیانی کو سور کی شکل میں دیکھا ہے اور قادیانی عقیدے کو ترک کر کے اسلام قبول کیا۔''

۲...... غلام حیدر نامی قادیانی کو اس کے بھتیجوں نے ٹھیک ایک مہینے کے بعد جمعہ کے دن ۲۶؍مارچ ۱۹۴۳ء کو بالکل معمولی بات پر جہنم واصل کر دیا۔ غلام حیدر کی کوئی اولاد نہ تھی اور ان ہی بھتیجوں نے پرورش کی تھی۔ بھتیجوں کو سیشن کورٹ کے سپرد کر دیا گیا۔ چنانچہ چند مہینے ہی گزرے تھے کہ پولیس نے بغیر کسی سزا اور جرمانہ کے بری کر دیا اور اس کے وہ بھتیجے تاحال زندہ ہیں۔ راقم الحروف نے بالمشافہ ان سے

بات بھی کی ہے۔ انہوں نے یہی کچھ بتایا ہے۔ راقم سے حضرت مولانا کریم عبداللہ نے فرمایا کہ: اس سال سے ہم تینوں علماء کے سر میں بھی کبھی درد نہیں ہوا۔ بلکہ پہلے اگر کوئی تکلیف تھی تو وہ بھی اللہ تعالیٰ نے دور فرما دی۔

۳...... تیسرا قادیانی عبدالرحیم شاہ کو ۱۹۷۴ء میں اللہ تعالیٰ نے ایسی مہلک بیماری میں مبتلا کیا کہ اس کے جسم میں کیڑے پڑ گئے اور عام لوگ اس کے کمرے میں نہ جا سکتے تھے۔ کمرے میں داخل ہونے سے ہی بدبو آتی تھی۔ بالآخر کافی مدت ایسی کیفیت میں رہنے کے بعد عبدالرحیم شاہ اپنے انجام کو پہنچ گیا۔ (مولانا منظور احمد شاہ آسی)

فقیر راقم (اللہ وسایا) کی درخواست پر عالمی مجلس مانسہرہ کے روح رواں جناب عبدالرؤف صاحب نے مباہلہ میں اہل اسلام کی نمائندگی کرنے والے حضرت علماء کرام کے متعلق یہ معلومات دیں:

۱...... مولانا کریم عبداللہ منڈھیار کے خطیب رہے۔ مباہلہ فروری ۱۹۴۳ء میں ہوا۔ مباہلہ کے بعد مولانا کریم عبداللہ ۵۴ سال بخیر وعافیت زندہ رہے۔ ان کی آنکھوں کے سامنے قادیانیوں کو آئینی طور پر اقلیت غیر مسلم تسلیم کیا گیا۔ مولانا کا وصال ۱۲؍دسمبر ۱۹۹۷ء کو ہوا۔ منڈھیار میں ہی قبر مبارک ہے۔ فقیر نے عرصہ ہوا وہاں ایصال ثواب بھی کیا۔

۲...... مولانا عبدالصمد یہ گڑھی حبیب اللہ کے رہائشی تھے۔ فروری ۱۹۴۳ء میں مباہلہ کے وقت عطر شیشہ میں ماسٹر تھے۔ وہاں خطیب بھی رہے۔ مباہلہ کے بعد ۲۹ سال زندہ رہے۔ ۳۰؍نومبر ۱۹۷۲ء کو وصال فرمایا۔ فقیر راقم ۲۰۱۵ء میں ان کے مزار مبارک گڑھی حبیب اللہ ایصال ثواب کے لئے بھی حاضر ہوا ہے۔

۳...... حضرت مولانا عبداللطیف خطیب پھگلہ مباہلہ کے بعد اکتالیس سال زندہ رہے۔ ۲۸؍ستمبر ۱۹۷۴ء کو وصال فرمایا۔ قومی اسمبلی میں قادیانی ۷؍ستمبر ۱۹۷۴ء کو غیر مسلم اقلیت پائے۔ اس کے اکیس دن بعد آپ کا وصال ہوا۔ فقیر راقم ان کے مزار پر بھی حاضر ہوا ہے اور ان کی لائبریری سے کتابیں اور رسائل بھی لئے۔

(۴۴۴) پیر بخش لاہوری، جناب بابو

(وفات: ۱۰؍مئی ۱۹۲۷ء)

جناب بابو پیر بخش لاہوری بھاٹی دروازہ لاہور کے رہنے والے تھے۔ گورنمنٹ کے محکمہ ڈاک میں ملازم تھے۔ فروری ۱۹۱۲ء میں پوسٹ ماسٹر کے عہدہ سے ریٹائرمنٹ پائی۔ آپ نے لاہور میں انجمن تائید الاسلام کی بنیاد رکھی۔ جس کا مقصد وحید عقیدہ ختم نبوت کا تحفظ اور منکرین ختم نبوت قادیانیوں کا علمی تعاقب تھا۔ وہ تائید الاسلام کے نام سے لاہور سے ماہنامہ بھی شائع کرتے تھے۔ ان کی وفات کے بعد تائید الاسلام کے چند شمارے حضرت مولانا لال حسین اختر کی ادارت میں شائع ہوئے۔ لیکن پھر یہ سلسلہ موقوف ہو گیا۔ اچھرہ کی معروف فیملی کے سربراہ میاں قمر الدین جو مجلس احرار اسلام کل ہند کے شعبہ تبلیغ قادیان کے خازن بھی رہے، یہ میاں صاحب جناب بابو پیر بخش کے دینی کاموں میں بہت مددگار ثابت ہوئے۔ بابو پیر بخش صاحب کے وہ رسائل وکتب جو قادیانیوں کی تردید میں شائع ہوئے احتساب قادیانیت کی جلد ۱۱ اور ۱۲ اور جلد ۴۵ میں شائع ہوئے۔ ان کی تعداد چودہ ہے۔

۱...... معیار عقائد قادیانی (سن اشاعت ۱۹۱۲ء)

۲...... بشارت محمدی فی ابطال رسالت غلام احمدی (۱۹۱۸ء)

۳...... کرشن قادیانی (۱۹۲۰ء)

۴...... مباحثہ حقانی فی ابطال رسالت قادیانی (۱۹۲۲ء)

۵...... تفریق درمیان اولیائے امت اور کاذب مدعیان نبوت ورسالت (۱۹۲۶ء)

۶...... اظہار صداقت (کھلی چٹھی بنام محمد علی وکمال الدین لاہوری)

۷...... تحقیق صحیح فی قبر مسیح (۱۹۲۲ء)

۸...... قادیانی کذاب کی آمد پر محققانہ نظر

۹...... مجدد وقت کون ہوسکتا ہے

۱۰...... الاستدلال الصحیح فی حیات المسیح (۱۹۲۴ء)

۱۱...... تردید نبوت قادیانی فی جواب النبوۃ فی خیر الامت (۱۹۲۵ء باردوم)

۱۲...... تردید معیار نبوت قادیانی (۱۹۲۱ء)

ان کے علاوہ ''حافظ ایمان فی فتنۃ القادیان'' عربی اور فارسی میں مطبوعہ رسالہ بھی ان کا شائع کردہ ہے۔ متذکرہ بالا بارہ رسائل وکتب تو احتساب قادیانیت کی جلد ۱۱،۱۲ میں شائع ہوئے۔ مزید:

۱۳...... مرزائیوں کے بیس سوالات کے جوابات (۱۹۱۹ء)

لاہوری مرزائیوں کے مہنت محمد علی لاہوری نے یہ سوالات کئے۔ جناب بابو پیر بخش صاحب نے ان کا جواب لکھا۔ رسالہ تائید الاسلام لاہور بابت فروری ۱۹۱۲ء میں یہ جواب شائع ہوا جو ہم نے احتساب قادیانیت کی جلد ۴۵ کے ص ۱۸۳ سے ۲۱۲ پر شائع کیا۔

۱۴...... ''خدمات مرزا'' یہ بھی احتساب قادیانیت جلد ۴۵ کے ص ۲۱۳ سے ۲۲۲ پر شائع ہوا۔

ماہنامہ تائید الاسلام لاہور کی مکمل فائل مل جائے تو مرحوم کا تحریر کردہ بہت سارا ذخیرہ مزید بھی جمع ہوسکتا ہے۔ آپ کا وصال مئی ۱۹۲۷ء میں ہوا۔ اپنے دور میں ردقادیانیت پر کام کرنے والوں میں نمایاں اور ممتاز حیثیت کے حامل بزرگ تھے۔ حق تعالیٰ ان کی گرانقدر تحفظ ختم نبوت کی خدمات کو شرف قبولیت سے سرفراز فرمائیں۔

۱۵...... آپ کا ایک رسالہ ''حافظ ایمان از فتنہ قادیان'' فتاویٰ ختم نبوت جلد سوم میں شائع ہوا۔

قارئین کے لئے یہ امر باعث تعجب ہوگا۔ کیونکہ کم لوگوں کو معلوم ہے کہ بابو پیر بخش جب ملتان میں ملازم ہوئے تو اسی وقت عبدالحق اور بابو الٰہی بخش اکاؤنٹینٹ دونوں ملتان میں ملازم تھے۔ مؤخر الذکر تو ویسے بھی ملتانی تھے۔ اس وقت یہ دونوں قادیانی تھے۔ یہ دونوں قبل ازیں صوفی عبداللہ غزنوی کے مرید تھے۔ اہل حدیث مسلک سے تعلق رکھتے تھے۔ مولانا محمد حسین بٹالوی اس زمانہ میں مرزا قادیانی کی پشت پر تھے۔ اس لئے اس بہکاوے میں آ کر یہ قادیانی ہوگئے۔ بابو پیر بخش ملتان میں پوسٹ آفس ملتان میں ملازم تھے۔ عبدالحق اور بابو الٰہی بخش نے ان کی دعوت کی۔ براہین احمدیہ کا خریدار بنایا اور پھر بابو پیر بخش کو مرزا قادیانی کا حامی بنادیا۔ اللہ رب العزت نے کرم کیا کہ پھر موصوف نے مرزا قادیانی پر نہ چار حرف بھیجے بلکہ عمر بھر قادیانیت کو تگنی کا ناچ بھی نچوایا۔

ت

(۴۴۵) تاج الدین احمد تاج، جناب

(پیدائش: اپریل ۱۸۸۴ء ...... وفات: ۱۱رمئی ۱۹۵۹ء)

۱...... ’’ایک جھوٹی پیش گوئی پر مرزائیوں کا شوروغل‘‘ لاہور حامیٔ اسلام ایک انجمن تھی جس کے سیکرٹری ملاّ محمد بخش تھے۔ ملاّ محمد بخش صاحب کے صاحبزادے تاج الدین احمد تاج تھے جو اخبار ہنٹر کے ایڈیٹر بھی رہے۔ انہوں نے یہ رسالہ لکھا کہ مرزا قادیانی نے زلزلہ کی خبر دی تھی وہ جھوٹی نکلی۔ مرزا نے ایک نظم لکھی جس میں ایک شعر تھا ؎

زار بھی ہوگا تو ہوگا اس گھڑی باحال زار

یہ نظم ایک زلزلہ کے متعلق تھی، جو نہ آیا۔ مرزا قادیانی ذلیل ہوا۔ مرزا قادیانی کے مرنے کے بعد روس میں انقلاب آیا۔ زار روس سبکدوش ہوا۔ لاہوری گروپ کے چیف مہنت محمد علی ایم۔اے نے اس پوری نظم زلزلہ سے فقط ایک مصرعہ ’’زار بھی ہوگا اس گھڑی باحال زار‘‘ کو لے کر مرزا کی پیش گوئی پر پمفلٹ چھاپ دیا۔ تاج الدین احمد نے اس رسالہ میں لاہوری چیف گرو محمد علی ایم۔اے کے ڈھول کا پول کھولا ہے۔ (افسوس کہ اس رسالہ کا ص ۵، ۶، ۷، ۸ گم تھے نہ مل سکے)

۲...... ’’قادیان میں قہری نشان‘‘ یہ رسالہ بھی تاج الدین احمد تاج کا مرتب کردہ ہے۔ یاد رہے کہ تاج صاحب کا پہلا رسالہ ’’ایک جھوٹی پیش گوئی پر مرزائیوں کا شوروغل‘‘ پڑھ کر لاہوری لاٹ پادری محمد علی ایم۔اے تو دم بخود ہوگیا۔ البتہ قادیانی گرو مرزا محمود نے اس رسالہ کے خلاف ’’قہری نشان‘‘ نامی رسالہ لکھا۔ جس کا جواب ’’قادیان میں قہری نشان‘‘ کے نام سے تاج الدین احمد تاج نے دیا۔ اس رسالہ کو پڑھ کر آپ محسوس کریں گے کہ مرزا محمود ملعون کے رسالہ کے کیسے آپ نے تار پود بکھیرے ہیں کہ اسے دھیاں دھیاں کر دیا ہے۔ ایک پیش گوئی اس کے متعلق مرزا نے کچھ کہا۔ لاہوری چیلے نے کچھ کہا۔ مرزا محمود قادیانی گرو نے پہلے کچھ کہا اب کچھ اور کہا۔ اس شیطان کی آنت کا سرا کہاں سے ملے گا؟ یہ اس رسالہ کا خلاصہ ہے۔ پڑھئے کہ پڑھنے کی چیز ہے۔ ان دو رسائل کے علاوہ موصوف کا ایک رسالہ:

۳...... ’’تہذیب قادیانی‘‘ جو مدہم فوٹو کے باعث ہم شائع نہ کر سکے۔ البتہ یہ دونوں متذکرہ رسائل احتساب قادیانیت جلد ۴۷ میں شامل اشاعت ہیں۔ جناب تاج الدین احمد تاج شاعر اور نعت گو بھی تھے اور پیر جماعت علی شاہ ثانی کے مرید تھے۔

(۴۴۶) تاج الدین احمد لاہوری، مولوی

مولوی تاج الدین لاہور کے ایک مشہور علمی خاندان سے تعلق رکھتے تھے اور لاہور میں پیشہ وکالت سے منسلک تھے۔ مرزا قادیانی نے دعویٰ مسیحیت کے بعد جب عبداللہ آتھم پادری سے مناظرہ کیا تو مولانا تاج الدین لاہوری نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ: ’’مرزا قادیانی نے مسلمانوں کی اس عزت سخت ٹھیس لگائی جو حافظ ولی اللہ مرحوم کے وقت سے پادریوں کے مقابلہ میں مسلمانوں کو حاصل تھی۔ حافظ ولی اللہ مرحوم نے ہمیشہ پادریوں کو مغلوب اور لاجواب کر کے اسلام کی دھاک بٹھا رکھی تھی۔ لیکن مرزا قادیانی نے اس رعب کو یکسر دور کر دیا۔‘‘ (اشاعۃ السنۃ ج ۱۶ ص ۲۱۵)

(۴۴۷) تاج الدین انصاری، جناب ماسٹر

(ولادت:۱۸۹۱ء، لدھیانہ ...... وفات: یکم رمئی ۱۹۷۰ء، لاہور)

محترم حضرت ماسٹر تاج الدین انصاری لدھیانہ میں پیدا ہوئے۔ آپ نے مجلس احرار میں تحریک خلافت، تحریک کشمیر، تحریک آزادی اور تحریک ختم نبوت میں گرانقدر سنہری خدمات کا ایک ریکارڈ قائم کیا۔ بہت ہی ایثار پیشہ قومی رہنما تھے۔ بات کرنے کا اور اپنی بات کو دوسرے کی کھوپڑی میں اتارنے کا ڈھنگ رکھتے تھے۔ انگریز کے زمانہ میں اور پھر کشمیر و تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں مثالی خدمات انجام دیں۔ ان کی زندگی جیل اور ریل میں گزری۔ مجلس احرار اسلام نے شعبہ تبلیغ جب قادیان میں قائم کیا تو حضرت ماسٹر صاحب نے قادیان میں جا کر ڈیرے لگا دیئے اور اپنی حکمت عملی سے قادیانیوں کو ناکوں چنے چبوا دیئے۔ قادیانی ان کے سایہ سے ایسے بھاگے تھے جیسے شیطان، سیدنا فاروق اعظمؓ کے سایہ سے بھاگتا تھا۔ آپ نے اس زمانہ قیام قادیان کے حالات قلمبند کئے تھے اور پھر ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت کی یاداشتوں کو زیر قلم لایا تھا۔ فقیر راقم، اللہ رب العزت کا لاکھوں لاکھ شکر ادا کرتا ہے کہ کتاب ''تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء'' میں حضرت ماسٹر صاحب مرحوم کی تمام یاداشتوں اور قلم پاروں کو محفوظ کر دیا گیا ہے۔ قادیان میں قیام کے دوران آپ کے ساتھ حضرت مولانا محمد حیات فاتح قادیان، مولانا عنایت اللہ چشتی اور دوسرے رہنما بھی ہوتے تھے۔ مولانا عنایت اللہ چشتی نے آپ کا ایک واقعہ ''مشاہدات قادیان'' میں قلمبند کیا ہے۔ فرماتے ہیں:

ماسٹر تاج الدین انصاری جن دنوں میرے ہمراہ قادیان میں مقیم تھے، انہوں نے ایک بڑا اقدام کر ڈالا اور وہ اقدام اتنا سخت تھا کہ اگر مرزائیوں کے حالات پہلے کی طرح سازگار ہوتے تو اس اقدام کے بدلے اگر ہم سب کو قتل کر دیا جاتا، تو بھی ان کی تسکین نہ ہوتی۔ لیکن ہماری طرف کسی نے آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھا اور قادیانیوں کے غصّے کا نشانہ وہی ایک شخص بنا رہا جس نے ارتکاب جرم کیا تھا۔ یہ اس لئے تھا کہ اگر وہ ادھر ادھر تجاوز کرتے تو ہزاروں قادیانیوں کو اس کا نشانہ بننا پڑتا اور یہ سودا ان کے لئے مہنگا تھا۔ اب اس اقدام کی تفصیل سنیئے:

مرزائیت کی تاریخ کا انوکھا واقعہ

ماسٹر تاج الدین کی مجلس میں حاضر باش ایک نوجوان نے فیصلہ کر لیا کہ: ''جب مرزا شریف احمد ہمارے محلے سے گزر رہا ہو تو اسے دو ڈنڈے مار کر سائیکل سے گرا دے گا۔'' مرزا شریف احمد جو مرزا غلام احمد کا چھوٹا بیٹا اور مرزا محمود کا چھوٹا بھائی تھا۔ اس کے دفتر جانے کا راستہ ہمارے محلے شیخاں والے میں سے تھا اور وہ ہر روز بلاناغہ سائیکل پر سوار ہو کر دفتر کو جاتا تھا۔ چنانچہ اس نوجوان نے مرزا شریف احمد پر ڈنڈے رسید کئے اور اسے سائیکل سے گرا دیا۔ قادیان میں مرزائیوں کے لئے یہ حادثۂ عظیم تھا اور ایسا حادثہ مرزائیت کی تاریخ نے اپنے جنم دن سے آج تک کبھی نہ دیکھا تھا۔ اس حادثے نے مرزائیت میں ایک سرے سے دوسرے سرے تک تزلزل برپا کر دیا۔ چوہدری ظفر اللہ خان اس وقت وائسرائے کی ایگزیکٹو کونسل کا ممبر تھا۔ قادیانی جماعت ہر طرف سے واویلا کر رہی تھی اور چشمِ عبرت مسکراتے ہوئے دل ہی دل میں کہہ رہی تھی کہ: ''تم نے انسانی جانوں کو بے دردی سے ذبح کیا ہے۔ مخالفوں کے مکانات نذر

آتش کئے۔ وہ تمہارے لوح قلب سے ذہول ہو کر رہ گئے۔ اگر عدالتوں نے مجرموں کو سزائیں دیں تو ان کی مردار لاشوں کو تمہارے پیشوا نے کندھا دیا اور پھول چڑھائے اور انہیں اپنے ’’بہشتی مقبرے‘‘ میں دفن کیا۔ ان ڈنڈوں سے آج اگر تمہارے صاحبزادے کو چند خراشیں آ گئی ہیں تو آسمان سر پر اٹھا رہے ہو؟‘‘ چوہدری ظفر اللہ خان نے خود تو جو واویلا کیا سو کیا۔ مزید براں اپنی بوڑھی والدہ کو لیڈی وائسرائے کے پاس بھیج دیا تھا اور اس نے گلے میں کپڑا ڈال کر لیڈی وائسرائے کے قدموں پر سر رکھ کر زار و قطار رو کر فریاد کی تھی کہ: ’’ہمارے نبی زادے کی سر بازار بے عزتی ہوگئی اور ہم کہیں منہ دکھانے کے قابل نہیں رہے۔‘‘ انگریز مرزائیت کا بڑا حامی تھا اور اپنے خود کاشتہ پودے کی ہر طرح آبیاری کر رہا تھا۔ لیکن وہ حکومت کے اصول جانتا تھا کہ ادھر یہ خراشیں اور ادھر ذبح عظیم! ایک نہیں، دو نہیں، کوئی نصف درجن۔ انگریز یہ بھی اچھی طرح جانتا تھا کہ سیّد عطاء اللہ شاہ بخاری اور ان کے رفقاء بے نیام ہو کر نکل آئیں گے اور جرائم کا موازنہ کرنے کے لئے جہاں وہ حکومت کو مجبور کریں گے وہاں عوام میں آتش انتقام بھڑکا کر مرزائیوں کا چلنا پھرنا دوبھر بنا دیں گے۔ یہی وجہ تھی کہ مرزائیوں نے اصل مجرم کے علاوہ کسی دوسرے احراری یا غیر مرزائی کی جانب آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھا اور قلمی یا لسانی احتجاج سے آگے ایک قدم بھی نہ بڑھایا۔ حالانکہ اس سے پہلے ایسے بیسیوں واقعات رونما ہوئے جنہیں سرزمین قادیان نے ہضم کر دیا تھا اور عوام کے کانوں تک ان کی بھنک بھی نہ پہنچی تھی اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے لقمہ سرزمین قادیان ہو گئے تھے۔

ماسٹر تاج الدین انصاری بہت زرخیز دماغ کے انسان تھے۔ آپ مجلس احرار اسلام کے مرکزی صدر بھی رہے۔ سید عطاء اللہ شاہ بخاری مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی کے دست راست تھے۔ آپ مصنف، صحافی، مدیر روزنامہ آزاد، مدیر روزنامہ ’’سیاست‘‘ بھی رہے۔ یکم مئی ۱۹۷۰ء کو لاہور میں وصال فرمایا۔ لاہور میانی قبرستان لٹن روڈ پھولوں والے کے عقب میں ماسٹر صاحب شیخ حسام الدین اور چوہدری افضل حق قریب قریب مدفون ہیں۔ بڑی عظمتوں والے انسان تھے۔ وہ ایک چلتی پھرتی تاریخ تھے۔ تحریک ختم نبوت کے لئے ان کی خدمات مرکزی نقطہ کا درجہ رکھتی ہیں ؎

حق مغفرت کرے عجیب آزاد مرد تھا

(۴۴۸) تاج الدین بسمل نقشبندی (پڈعیدن والے)، مولانا

(پیدائش: ۱۹۲۱ء ...... وفات: ۸ر مئی ۱۹۸۹ء)

مولانا تاج الدین بسمل قصبہ کڑیانوالہ ضلع گجرات پنجاب میں پیدا ہوئے۔ آپ کا تعلق بھٹی راجپوت فیملی سے تھا۔ آپ نے دورہ حدیث مدرسہ مخزن العلوم خانپور کٹورہ میں شیخ الحدیث حضرت مولانا عبداللہ درخواستی سے پڑھا۔ آپ کا اصلاحی تعلق ولی کامل حضرت مولانا عبداللہ بہلوی شجاع آبادی سے تھا۔ فراغت کے بعد ۱۹۴۸ء کے بعد آپ نے پڈعیدن ضلع نوشہرو فیروز سندھ میں سکونت اختیار فرمائی۔ پڈعیدن ریلوے اسٹیشن کو کسی زمانے میں ہندوستان کے بڑے ریلوے اسٹیشنوں میں شمار کیا جاتا تھا۔ یہاں پر گاڑیوں کے لئے بہت بڑا لوکوشید تھا۔ یہاں پر گاڑیوں میں پانی بھی بھرا جاتا تھا۔ یہ شہر ہمیشہ سے حق گو علماء کرام کا مرکز رہا ہے۔ جن میں حضرت مولانا عبدالحق بھٹو سندھی فاضل ڈابھیل خطیب سندھ، حضرت مولانا قاری محمد عیسیٰ بھٹو، حضرت مولانا علامہ احمد الدین بھٹو قابل ذکر، حضرت

مولانا تاج الدین کی شخصیت بھی اسی طرح بے باک نڈر نہ جھکنے والے نہ بکنے والے تھے۔ حضرت مولانا عبدالحق بھٹوسندھی کی صحبت نے مولانا تاج الدین بسمل کو پہلے سے زیادہ بے باک بنادیا۔ چاہے کتنا بڑا آدمی ہوتا تھا مولانا بسمل ان کو ان کے سامنے کلمہ حق کہہ دیتے تھے۔ بعد میں جو بھی نتیجہ نکلے اس کو دیکھا جائے گا۔ اس لئے بڑے بڑے آدمی مولانا مرحوم سے آنکھ چراتے تھے۔ مولانا بسمل کو دیکھ کر راستہ بدل دیتے تھے۔ پاکستان کے ایوب خان کے مارشل لاء کا دور تھا۔ اسی دوران اتفاق سے صدر ایوب کو پڈعیدن ریلوے اسٹیشن پر آنا ہوا تو مولانا بسمل وہاں تشریف لے گئے اور صدر ایوب کو مخاطب کر کے مولانا نے فرمایا کہ صدر صاحب آپ نے عائلی قوانین بنائے۔ وہ قوانین قرآن وسنت کے خلاف ہیں۔ اس لئے اس کو فوراً ختم کیا جائے۔ مولانا کی اس جرأت اور کلمہ حق سن کر لوگ بہت متاثر ہوئے۔ اسی کلمہ حق کہنے کی وجہ سے علاقے میں مولانا مرحوم کی بہت بڑی شہرت ہوئی۔ مولانا کا ابتداء میں تعلق جماعت احرار کے ساتھ تھا اور جلسوں میں کتابیں بیچتے تھے۔ لیکن بعد میں مولانا نے پڈعیدن شہر میں سدا بہار نہر کے ساتھ کچھ زمین خریدی اس کا نام احرارنگر رکھا جہاں پر آپ نے ۱۹۵۳ء میں ایک عیدگاہ اور مدرسہ معارف القرآن قائم کیا۔ یہی مولانا کا مرکز تھا۔ اس علاقے میں یہ مدرسہ تحریک ختم نبوت کا مرکز تھا اور خود مولانا بھی تحریک ختم نبوت کے دوران گرفتار ہو کر جیل چلے گئے تھے۔

لیکن آخری عمر تک ختم نبوت کا کام کرتے رہے۔ مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا منظور احمد چنیوٹی سے بہت گہرا دوستانہ تعلق تھا۔ مولانا چنیوٹی آپ کے ہم عصر تھے۔ آپ رفاحی کاموں میں بھی سب سے آگے ہوتے تھے۔ کوئی بھی مجبور مظلوم مدد کے لئے آتا تو آپ اسی وقت اس کے ساتھ چلے جاتے۔ کتنا ہی بڑا افسر ہو اس کے ساتھ جرأت سے بات کرتے۔ اس مظلوم کا کام کر کے بعد میں واپس آتے۔ پڈعیدن شہر میں آپ نے کافی تعداد میں مساجد بھی تعمیر کروائیں۔ مولانا کا جو کڑیا نوالہ میں جو گھر تھا وہ بھی آج مدرسہ اور مسجد کی صورت میں مولانا کا صدقہ جاریہ موجود ہے۔ مولانا بسمل بنیادی طور پر بہت بڑے صحافی اور ادیب تھے۔ آپ پڈعیدن سے پندرہ روزہ ایک اخبار ''تعمیر قوم'' کے نام سے شائع کرتے تھے جس کا ایک پرچہ اردو دوسرا سندھی زبان میں ہوتا تھا۔ اس اخبار میں مولانا وڈیروں، چوہدریوں، جاگیرداروں اور سرمایہ داروں کے خلاف خوب لکھتے تھے۔ جس کی وجہ سے بڑے لوگوں کے ایوانوں میں زلزلہ پیدا ہو جاتا تھا۔ مولانا کے قلم کو جس نے خریدنا چاہا لیکن مولانا نے فرمایا کہ میرے قلم کو دنیا کی کوئی طاقت نہیں خرید سکتی۔ بڑے بڑے لوگ جن میں سابق وزیراعظم غلام مصطفیٰ جتوئی، سابق وزیر دفاع رسول بخش ٹالپور، مولانا سے ملاقات کرنے کے لئے مولانا کی خدمت میں حاضری دیتے تھے۔

مولانا بسمل قد کے لمبے، جسم کے پتلے، ہاتھ میں عصا، سر پر قراقلی ٹوپی کے اوپر کلف لگایا ہوا عمامہ پہنتے تھے۔ جس سے مولانا کی شخصیت کو چار چاند لگ جاتے تھے۔ چونکہ مولانا مرحوم کا ہمیشہ باطل سے ٹکر ہوتی تھی۔ اس لئے مولانا مرحوم کے خلاف سازشیں ہوتی رہتی تھیں۔ عیدالفطر کے موقع پر مولانا کے گھر والے پنجاب گئے ہوئے تھے۔ یہ موقعہ جان کر عیدالفطر کے دوسرے دن رات کو نامعلوم لوگ آپ کے گھر کی دیوار پر چڑھ کر آپ کے گھر میں داخل ہوئے۔ مولانا مرحوم اس وقت محو آرام تھے۔ قاتل داخل ہوتے ہیں۔ مولانا مرحوم کی کن پٹی پر فائر کر کے ہمیشہ کے لئے مولانا کی آواز کو بند کر دیا۔ گولی لگنے کی وجہ سے اتنا خون نکلا کہ خون کے فوارے جا کر چھت پر لگے اور سارا کمرہ خون سے بھر گیا۔ آپ نے پوری زندگی جرأت بہادری سے گزاری اور شہادت جیسے عظیم نعمت سے سرفراز ہوئے۔

(مولانا خالد الحسینی گھوٹکی)

مولانا تاج الدین بسمل کا ایک رسالہ مرزا قادیانی کے رد میں ’’قادیانی دنیا کا چیلنج پانچ سوال اور پانچ ہزار نقد انعام‘‘ احتساب قادیانیت جلد۵۳ میں شائع کیا گیا۔

(۴۴۹) تاج الدین گجراتی، مولوی

مولوی تاج الدین گجراتی نے مرزا قادیانی کے خلاف فتویٰ دیا کہ: ’’علماء نے قادیانی کی جو تکفیر کی ہے وہ صحیح ہے۔ اس کا کفر ثابت ہے۔ اس کے عقائد کتاب وسنت کے خلاف ہیں۔ اس کا یہ کہنا کہ میں عیسیٰ علیہ السلام کا مثیل ہوں۔ ایک باطل دعویٰ ہے۔ یہ شخص اسلام سے خارج ہے۔ پیغمبر خدا ﷺ نے فرمایا ہے کہ: ’’میری امت میں قریباً تیس جھوٹے دجال پیدا ہوں گے، جو نبوت کا دعویٰ کریں گے۔ حالانکہ میں نبیوں کا ختم کرنے والا ہوں۔‘‘ یہ انہی تیس میں سے ایک ہے۔‘‘

(۴۵۰) تاج محمد نکودری (فقیروالی)، جناب بابو

(وفات:۱۹۸۹ء)

’’مرزا غلام احمد قادیانی کی ایک پیش گوئی کا تجزیہ (عمر مرزا)‘‘ مدرسہ عربیہ قاسم العلوم فقیروالی ضلع بہاول نگر میں ایک بزرگ مدرس تھے۔ جنہیں باؤ تاج محمد نکودری کہا جاتا تھا۔ نکودر ضلع جالندھر میں ہے۔ باؤ تاج محمد صاحب قادیان کے ہائی سکول میں ٹیچر بھی رہے۔ کئی قادیانی جو بعد میں قادیانی جماعت کے لیڈر بنے وہ آپ کے شاگرد تھے۔ باؤ تاج محمد صاحب قادیان میں رہائش کے حوالہ سے قادیانی جماعت کے خدوخال اوران کے کردار وچال سے بخوبی واقف تھے۔ پوری قادیانی جماعت کے شب وروز ان کے سامنے تھے۔ تقسیم کے بعد آپ فقیروالی آئے اور پھر عمر بھر قاسم العلوم کے در ودیوار کو علم وعمل کے درس دیتے رہے۔ آپ خوب مرنجان مرنج انسان تھے۔ منحنی آپ کا وجود تھا۔ جسم کی طرح گفتگو بھی مختصر کرتے تھے مگر پتہ کی ہوتی تھی۔ بولتے کیا تھے موتی رولتے تھے۔ تحقیق کے خوگر، قلم وقرطاس کے دھنی اور کتاب بینی کے رسیا تھے۔ چنیوٹ کی سالانہ ختم نبوت کانفرنسوں پر تشریف لانا عمر بھر کا معمول رہا۔ ان دنوں قادیانی جلسہ چناب نگر میں بھی انہیں تاریخوں میں ہوتا تھا۔ وہ چنیوٹ سے چناب نگر جاتے اور قادیانیوں سے سابقہ قیام قادیان کی وجہ سے جو تعارف پہلے سے موجود تھا اس سے فائدہ اٹھاتے اور قادیانیوں کی نئی مطبوعات خرید لاتے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت فقیروالی کے آپ امیر تھے۔ عالمی مجلس کے مرکزی رہنما حضرت مولانا عبدالرحیم اشعر بھی کتابوں کے رسیا تھے۔ دونوں حضرات چنیوٹ کانفرنس پر جمع ہوتے، سر جوڑتے، فہرست تیار ہوتی۔ شام کو تمام نئی قادیانی کتب مولانا عبدالرحیم اشعر کے بستر پر لا کر باؤ تاج محمد صاحب ڈھیر کر دیتے۔

باؤ تاج محمد صاحب کا کتب خانہ خود بھی قادیانی اور رد قادیانی کتب کے حوالہ سے وقیع کتب خانہ تھا۔ ان کے پاس بعض قادیانی کتب ایسی تھیں جو مجلس کی مرکزی لائبریری کے لئے مولانا عبدالرحیم اشعر کو فوٹو کرانی پڑیں اور یہی کتابیں قومی اسمبلی میں جب قادیانی کیس پیش ہوا تو وہاں بھی کام آئیں۔ باؤ تاج محمد صاحب کے ایک بھائی غالباً تاثیر نام تھا ملتان میں ہوتے تھے۔ ان سے ملاقات کے لئے باؤ صاحب ملتان تشریف لاتے تو زیادہ وقت ان کا مولانا عبدالرحیم اشعر کے ہمراہ ملتان کی لائبریری میں گزرتا۔ خوب شریف النفس انسان تھے۔ شرم وحیاء، اخلاق وکردار کی بلندی کا یہ عالم تھا کہ قادیان ایسے قحبہ خانے، معصیتوں کے گڑھ میں بھی

سالہا سال رہے۔لیکن دشمن بھی آپ کی پاک دامنی کا معترف رہا۔ان کی اس ذاتی شرافت کا یہ عالم تھا کہ ان کے قادیانی شاگرد بھی ان کے وضو کے پانی سے اشنان کرنے کو سعادت گردانتے تھے۔ باؤ تاج محمد صاحب سے فقیر کو ذاتی نیازمندی کا شرف حاصل ہے۔فقیر والی، ملتان، چنیوٹ میں آپ سے بارہا ملاقاتیں ہوئیں۔ جب بھی ملاقات ہوئی ان کی طرف سے شفقت اور فقیر کی طرف سے نیازمندی میں اضافہ ہو جاتا۔آپ کا وصال ۱۹۸۹ء میں ہوا۔

ان کی وفات کے بعد ایک باران کے ذاتی کتب خانہ سے بہت ساری کتابوں کا ڈھیر ملتان اٹھا لایا۔فوٹو کرائے اور اصل واپس کر دیں۔ قاری عبدالخالق بنگلہ یتیم والا واسطہ بنے۔ ارائیں برادری اور رشتہ داری باؤ صاحب کے عزیزوں سے قاری عبدالخالق صاحب رکھتے ہیں۔ یہی کام آئی اور اعتبار کا ذریعہ بنی۔ مرحوم کا کتب خانہ ان کے صاحبزادہ برادرم نثار صاحب کے پاس تھا۔ جون، جولائی ۲۰۱۲ء میں فقیر کا برطانیہ کا سفر تھا۔واپسی پر بھاگم بھاگ چناب نگر سالانہ ختم نبوت کورس میں شمولیت کے لئے آنا پڑا۔ملتان کے کتب خانہ میں جانے کا موقع ہی نہ ملا۔ یہاں کورس پر مولانا محمد قاسم رحمانی مبلغ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت بہاول نگر ملے۔انہوں نے خوشخبری سنائی کہ بھائی نثار صاحب نے باؤ صاحب مرحوم کی قادیانیت ورد قادیانیت کی جملہ کتب ملتان دفتر کی لائبریری کے لئے عنایت کی ہیں۔ یہ کہ وہ ملتان دفتر پہنچ چکی ہیں۔ اس خبر سے چونکا بھی ضرور، تعجب بھی ہوا۔خوشی تو خیر ہونا ہی تھی۔ باعث تعجب یہ امر تھا کہ نثار بھائی تو ان کتابوں کو ہوا نہ لگنے دیتے تھے۔ وہ کیسے آمادہ ہو گئے؟ معلوم ہوا کہ باؤ صاحب مرحوم کی وصیت تھی کہ میری یہ کتابیں عالمی مجلس کے مرکزی کتب خانہ میں جمع کرا دی جائیں۔ تعجب تو ختم ہوا۔لیکن باؤ صاحب مرحوم سے عقیدت کے میٹر کی سوئی نے کئی چکر کاٹ لئے۔ خداوند کریم مرحوم کی تربت کو اپنی بے پناہ رحمتوں سے ڈھانپ دیں۔ بہت ہی عبقری شخصیت تھے۔ وہ نام کے نہیں کام کے صاحب علم وفضل تھے۔ان کی کتاب ''مرزا غلام احمد قادیانی کی ایک پیشگوئی کا تجزیہ'' احتساب قادیانیت جلد ۵۰ میں شامل اشاعت ہے۔''عمر مرزا'' پر مرزا کی پیش گوئی کے تجزیہ کے لئے اس سے بہتر اور معلومات کا خزینہ کتاب فقیر کی نظر سے نہیں گزری۔ آپ کی اور کتاب بھی ہے۔ غالباً ''قادیانیت کا پوسٹ مارٹم'' یا کیا اس کا نام ہے؟ وہ آپ کے ان مضامین کا مجموعہ ہے جو ہفت روزہ ختم نبوت میں شائع ہوتے رہے۔فقیر احتساب قادیانیت میں صرف کتب کو جمع کر رہا ہے۔ مضامین کو جمع نہیں کر رہا ہے اور وہ مضامین کا مجموعہ ہے۔ اس لئے اس جلد میں وہ شامل نہیں ہو رہی۔لیکن اب حضرت مرحوم کی محبت غالب آ رہی ہے۔شاید کسی دوسری جلد میں اس خواہش کی تکمیل ہو جائے۔

(۴۵۱) تاج محمود امروٹی، مولانا

(پیدائش:۲۲ر مارچ ۱۸۴۱ء ...... وفات:۵ر نومبر ۱۹۲۹ء)

آپ نامور عالم دین، پیر طریقت اور روحانی شخصیت تھے۔ پیران حق پرست سندھ میں آپ صف اوّل کے رہنما تھے۔آپ نے سندھی زبان میں قرآن مجید کا ترجمہ بھی کیا۔ حضرت مولانا احمد علی لاہوری کو خلافت سے بھی سرفراز کیا۔محمود المطابع کے نام سے پریس بھی لگایا تھا۔ ماہوار رسالہ ہدایت الاخوان بھی سندھی زبان میں جاری کیا۔ قادیانیوں کو اسلام اور امت محمدیہ کا ازلی دشمن قرار دیتے تھے۔عمر بھر ان کے خلاف کبھی نرم رویہ اختیار نہیں کیا۔

(۴۵۲) تاجور نجیب آبادی، مولانا

(پیدائش: ۲/مئی ۱۸۹۴ء، نینی تال ...... وفات: ۳۰/جنوری ۱۹۵۱ء، لاہور)

آپ کا اصل نام احسان اللہ خان درّانی تھا۔ مولانا سید انور شاہ کشمیری کے شاگرد اور دارالعلوم دیوبند کے فاضل تھے۔ دیال سنگھ کالج لاہور میں لیکچرار رہے۔ ادبی دنیا اور شاہکار کے ایڈیٹر رہے۔ اپنے زمانہ کے نامور شاعر بھی تھے۔ قادیانیت کی اسلام دشمنی کا استاد مرحوم حضرت شاہ صاحب سے جو سبق پڑھا عمر بھر اسے دہراتے رہے۔

(۴۵۳) تحسین الاحد شاہ بہاول نگری، سید

(ولادت: ۱۹۳۵ء ...... وصال: ۳/نومبر ۲۰۱۸ء)

سید تحسین الاحد شاہ ۱۹۳۵ء میں سید عبدالاحد شاہ کے گھر پانی پت ضلع کرنال میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم قرآن مجید کی ایک پانی پتی قاری سے حاصل کی۔ عصری تعلیم مسلم حالی ہائی سکول میں حاصل کی۔ ابھی چھٹی کلاس میں تھے کہ ملک تقسیم ہوا تو ہجرت کر کے براستہ ہیڈ سلیمانکی بہاول نگر پھر بہاول پور اپنے بہنوئی سید عبدالحمید شاہ کے پاس پہنچے۔ بقیہ تعلیم صادق پبلک ہائی سکول بہاول پور میں حاصل کی۔

سید تحسین الاحد شاہ فرماتے تھے کہ سید عبدالحمید شاہ کا حضرت ثانی مولانا ابوالسعد احمد خان سے روحانی تعلق تھا۔ مجھے بھی اپنے ساتھ لے گئے اور حضرت ثانی کے ہاتھ مبارک پر بیعت کرایا۔ ادھر میری تعلیم مکمل ہوئی تو صادق پبلک ہائی سکول میں ہی ملازمت مل گئی۔ شادی بہاول نگر میں ہوئی۔ بہاول نگر میں ہی تبادلہ کرا لیا۔

حضرت ثانی کی وفات کے بعد پھر حضرت مولانا خواجہ خان محمد کے ہاتھ پر بیعت کی۔ سید تحسین الاحد شاہ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے کس قدر مجھے اپنے احسان سے نوازا کہ اہل حق سے تعلق جوڑنے کی توفیق عطاء فرمائی۔ اکثر فرماتے تھے مجھے حضرت مولانا خواجہ خان محمد بہت پیار کرتے تھے۔

۲۰۰۱ء میں مقامی جماعت نے سید تحسین الاحد شاہ کو امیر دفتر مقرر کیا تو دفتر کا ہر لحاظ سے خیال رکھتے۔ اکثر تشریف لے آتے۔ حال احوال پوچھتے خوش ہوتے۔ اکابرین ختم نبوت کا تذکرہ کرتے اور آبدیدہ ہو جاتے۔ سخت گرمیوں کے موسم میں جب دفتر کھلا ہوتا تو ظہر کی پہلی چار سنتیں دفتر میں آ کر پڑھتے۔ ختم نبوت جماعت سے والہانہ محبت تھی ہفت روزہ ختم نبوت، ماہنامہ لولاک کا بے قراری سے انتظار کرتے۔ جب رسالہ ملتا تو چومتے تھے۔ ۲۰۰۵ء سے ہفت روزہ خود تقسیم کرتے۔ ایک ایک دوکان پر جاتے۔ راقم نے عرض کی شاہ جی میں تقسیم کرتا ہوں۔ آپ گرمی میں نہ نکلا کریں۔ فرماتے تھے یہی کام قیامت کے دن محشر کی گرمی میں نجات کا ذریعہ بنے گا۔ میں اپنی نجات اور آقا دو جہاں ﷺ کی شفاعت کے لئے کرتا ہوں۔ (مولانا محمد قاسم رحمانی)

(۴۵۴) تصدق حسین شاہ بھیروی، جناب سید

انجمن حزب الانصار بھیرہ کا رسالہ شمس الاسلام سے وابستہ جناب سید تصدق حسین شاہ بی.اے نے ’’تحفہ قادیان‘‘ نام سے ۴۸ صفحات کا رسالہ لکھ کر قادیانیوں کو راہ راست پر لانے کی کوشش کی۔

(۴۵۵) تنزیل الرحمٰن، جناب ڈاکٹر جسٹس

اسلامی نظریاتی کونسل کے چیئرمین، اسلامی مجموعہ قانون کے مرتب اور شائع کنندہ، ریٹائرڈ جج، نامور قانون دان تھے۔ اس زمانہ کی آپ کے حوالہ سے یہ چیز ملاحظہ ہو: ’’اسلامی نظریاتی کونسل کے چیئرمین ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن نے علماء کنونشن کو بتایا ہے کہ اسلامی کونسل نے حکومت کو یہ سفارش پیش کی ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی شان اقدس میں گستاخی کرنے والے شخص کو موت کی سزا دی جائے۔ آج شام علماء کنونشن سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے بتایا کہ کونسل نے مزید سفارش کی ہے کہ قادیانیوں کو اپنی عبادت گاہوں کو مسجد اور عبادت کی ادائیگی کے لئے دی جانے والی ’’کال‘‘ کو اذان کہنے سے روک دیا جائے۔‘‘ کیونکہ یہ مسلمان کے ’’شعائر‘‘ ہیں۔

(روزنامہ جنگ کراچی مؤرخہ ۶ر جنوری ۱۹۸۴ء)

جناب جسٹس تنزیل الرحمٰن خوب آدمی تھے۔ انہوں نے اسلامی ضابطہ قانون دیوانی وفوجداری بھی مرتب کیا۔ آپ نے اپریل ۱۹۷۳ء سے مارچ ۱۹۷۴ء تک ماہنامہ ’’البلاغ‘‘ کراچی میں بالاقساط ایک مقالہ شائع کرایا جس کا عنوان تھا: ’’مرتد کے احکام اسلامی قانون میں‘‘ ان تمام اقساط کو یکجا کر کے متذکرہ عنوان سے فتاویٰ ختم نبوت کی جلد ۳ میں شائع کرنے کی اللہ رب العزت نے توفیق سے ہم مسکینوں کو سرفراز فرمایا۔

(۴۵۶) توکل شاہ انبالوی، جناب سائیں

(وفات: ۴ر ربیع الاوّل ۱۳۱۵/ ۴ر اگست ۱۸۹۷ء)

مولوی محبوب عالم ’’صحیفۂ محبوب‘‘ میں لکھتے ہیں کہ: ’’ایک مرتبہ میں نے خواجہ توکل شاہ انبالوی سے عرض کیا کہ میں تو مرزا قادیانی کو برا جانتا ہوں۔ آپ کے نزدیک وہ شخص کیسا ہے؟ ان دنوں مرزا قادیانی کا دعویٰ مجددیت ومہدویت سے متجاوز نہ ہوا تھا۔ خواجہ صاحب نے فرمایا کہ ایک دفعہ میں نے دیکھا کہ گویا کوتوال کی حیثیت سے شہر لاہور کا گشت کر رہا ہوں۔ ایک مقام پر مرزا غلام احمد کو دیکھا کہ کانٹوں اور گندگی میں پڑا ہے۔ میں نے اس کے ہاتھ کو جنبش دی اور ڈانٹ کر کہا: ’’تیرے پاس مجددیت اور مہدویت کا کیا ثبوت ہے؟‘‘ وہ سخت اداس اور غمزدہ دکھائی دیتا تھا۔ میرے سوال کا کچھ جواب نہ دے سکا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس نے کوئی عمل کیا تھا۔ مگر پھر کسی بدپرہیزی کے باعث اس عمل سے گر گیا۔‘‘

مولوی محبوب عالم لکھتے ہیں کہ: ’’یہ تو میرا اپنا مشاہدہ ہے کہ اس کے اکثر خط خواجہ توکل شاہ کی خدمت میں آیا کرتے تھے۔ جن کا یہ مضمون ہوتا تھا کہ: ’’حضور! میرے حق میں دعا فرمائیں۔‘‘ خط کے سنتے ہی خواجہ صاحب کے چہرے پر غصے کے مارے شکن پڑ جاتی تھی۔ مگر ضبط کر کے خاموش ہو جاتے تھے۔‘‘ (رئیس قادیان ج۲ ص۱۹)

ث

(۴۵۷) ثناء اللہ امرتسری، مولانا

(ولادت: جون ۱۸۶۸ء ...... وفات: ۱۵/مارچ ۱۹۴۸ء)

مولانا ثناء اللہ امرتسری جون ۱۸۶۸ء میں امرتسر میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام محمد خضر تھا۔ کشمیری پنڈتوں کی شاخ منٹو سے تعلق تھا۔ یہ انت ناگ کشمیر سے امرتسر آ گئے تھے۔ امرتسر میں جناب خضر صاحب پشمینہ کے تاجر تھے۔ مولانا ثناء اللہ امرتسری کے بچپن میں والد صاحب کا وصال ہوگیا تو بڑے بھائی کے ساتھ رفوگری پر لگ گئے۔ اچھے خاصے کاریگر تھے۔ اسی زمانہ میں مولانا احمد اللہ امرتسری سے پڑھنا شروع کیا۔ پھر مولانا عبدالمنان (وزیر آباد) کے پاس چلے گئے۔ مولانا نذیر حسین دہلوی کو مولانا عبدالمنان کی سند دکھا کران سے اعزازی سند لی۔ سہارنپور بھی گئے۔ پھر دارالعلوم دیوبند میں حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن سے دورۂ حدیث شریف کی بھی یہاں تعلیم پائی۔ پھر کانپور مدرسہ فیض عام میں مولانا احمد حسن سے بھی تعلیم حاصل کی۔ فراغت کے بعد مختلف مدارس میں پڑھاتے رہے۔ پھر اپنے استاذ اوّل مولانا احمد اللہ امرتسری کی زیرنگرانی امرتسر میں پڑھانا شروع کیا۔ یہاں سے ملک بھر میں وعظ وتبلیغ کا سلسلہ شروع ہوا۔ آپ بہت ذہین مناظر اسلام تھے۔ آپ نے ردقادیانیت کے لئے وہ خدمات سرانجام دیں جو قابل رشک ہیں۔ قادیانیت ہی نہیں بلکہ اس کا بانی مرزا قادیانی بھی آپ کے نام سے اس طرح کانپتا تھا۔ جس طرح شیطان، سیدنا فاروق اعظمؓ کے نام سے لرزاں ترساں ہوکر بھاگ جاتا تھا۔

مولانا کا وصال ۱۵/مارچ ۱۹۴۸ء کو سرگودھا میں ہوا۔ فقیر کو مجاہد ملت حضرت مولانا محمد اکرم طوفانی مدظلہ کے ہمراہ مولانا ثناء اللہ امرتسری کے مرقد پر ایصال ثواب کی غرض سے حاضری کی سعادت نصیب بھی ہوئی ہے۔ آپ نے مرزا غلام احمد قادیانی آنجہانی سے مناظرے مباحثے اور مقابلے کئے۔ اس لئے آپ کو''شیر پنجاب'' کہا جاتا ہے۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے آخری عمر میں اعلان کیا تھا کہ: ''میں اگر سچا ہوں تو میری زندگی میں مولوی ثناء اللہ کسی وبائی مرض میں مبتلا ہوکر مرجائیں گے اور اگر وہ سچے ہیں تو میں ان کی زندگی میں مرجاؤں گا۔'' الحمدللہ! حضرت مولانا ثناء اللہ کی زندگی میں مرزا قادیانی بمرض ہیضہ، جو ایک وبائی مرض ہے، اس کا شکار ہوکر آنجہانی ہوگیا، اس لئے آپ کو''فاتح قادیان'' کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ آپ کا رجحان طبعی اہل حدیث مسلک کی طرف تھا۔

مرزا سے پہلی ملاقات

مولانا امرتسری لکھتے ہیں: جس طرح مرزا کی زندگی کے دو حصے ہیں (براہین احمدیہ تک اور اس سے بعد) اسی طرح مرزا سے میرے تعلق کے بھی دو حصے ہیں۔ براہین احمدیہ تک اور براہین سے بعد۔ چنانچہ ایک دفعہ جب میری عمر کوئی ۱۷، ۱۸ سال کی تھی۔ میں بشوق زیارت بٹالہ سے پاپیادہ تنہا قادیان گیا۔ ان دنوں مرزا ایک معمولی مصنف کی حیثیت میں تھے۔ مگر باوجود شوق اور محبت کے

میں نے جو وہاں دیکھا۔ مجھے خوب یاد ہے کہ میرے دل میں جوان کی بابت خیالات تھے۔ وہ پہلی ملاقات میں مبدل ہوگئے۔ جس کی صورت یہ ہوئی کہ میں ان کے مکان پر دھوپ میں بیٹھا تھا۔ وہ آتے ہی بغیر اس کے کہ ''السلام علیکم'' کہیں، یہ کہا کہ: ''تم کہاں سے آئے ہو؟ کیا کام کرتے ہو؟'' میں ایک طالب علم، علماء کا صحبت یافتہ تھا۔ فوراً میرے دل میں آیا کہ انہوں نے مسنون طریقے کی پروا نہیں کی۔ کیا وجہ ہے؟ مگر چونکہ حسن ظن غالب تھا اس لئے یہ وسوسہ دب کر رہ گیا۔

مرزا کا سکڑا سا چہرہ اور خش خشی داڑھی

مرزا غلام احمد قادیانی نے جب سے دعویٔ مسیحیت کیا ہے۔ فقیر (مولانا امرتسری) ان کے دعاوی کی نسبت بڑے غور و فکر سے تأمل کرتا رہا اور ان کے ہواخواہوں کی تحریریں جہاں تک دستیاب ہوئیں عموماً دیکھیں۔ استخارات سے کام لیا مباحثات و مناظرات کئے۔ ایک دفعہ کا واقعہ خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ حکیم نورالدین سے بمقام امرتسر رات کے وقت تخلیہ میں کئی گھنٹے گفتگو ہوئی۔ آخر حکیم صاحب نے فرمایا کہ: ''ہمارا تجربہ ہے کہ بحث و مباحثے سے کچھ فائدہ نہیں ہوتا۔ آپ حسب تحریر مرزا قادیانی مندرجہ رسالہ نشان آسمانی استخارہ کیجئے۔ خدا کو جو منظور ہوگا، آپ پر کھل جائے گا۔''

ہر چند میں ایسے استخاروں اور خوابوں پر بمقابلہ نصوص شرعیہ کے اعتماد اور اعتبار کرنا ضمناً دعویٔ عصمت یا مساوات معصوم بلکہ برتری کے برابر جانتا تھا۔ تاہم ایک محقق کے لئے کسی جائز طریق فیصلہ پر عمل نہ کرنا جیسا کچھ شاق ہوتا ہے۔ مجھے بھی ناگوار تھا کہ میں حسب تحریر مرزا قادیانی! ان کی نسبت استخارہ نہ کروں۔ چنانچہ میں نے پندرہ روز حسب تحریر نشان آسمانی، مصنفہ مرزا جی استخارہ کیا اور میرا خدا جانتا ہے کہ میں نے اپنی طرف سے صفائی میں کوئی کسر نہ رکھی بالکل رنج اور کدورت کو الگ کر کے نہایت تضرع کے ساتھ جناب باری میں دعائیں کیں۔ بلکہ جتنے دنوں تک استخارہ کرتا رہا، اتنے دنوں تک مرزا قادیانی کے بارے میں مجھے یاد نہیں کہ میں نے کسی سے مباحثہ یا مناظرہ بھی کیا ہو، آخر چودھویں رات میں نے مرزا قادیانی کو خواب میں دیکھا کہ آپ تنگ مکان میں سفید فرش پر بیٹھے ہیں۔ میں ان کے قریب بیٹھ گیا اور سوال کیا کہ: ''آپ کی مسیحیت کے دلائل کیا ہیں؟'' آپ نے فرمایا کہ: ''تم دو زینے چھوڑ جاتے ہو، پہلے حضرت مسیح کی وفات کا مسئلہ، دوم عدم رجوع کا مسئلہ طے ہونا چاہئے۔'' میں نے عرض کیا کہ: ''آپ ان دونوں کو طے شدہ ہی سمجھئے میری غرض یہ ہے کہ اس پیش گوئی کے الفاظ میں جتنے لفظوں کی حقیقت محال ہے۔ ان کو چھوڑ کر حسب قاعدہ علمیہ باقی الفاظ میں ''مھما امکن'' مجاز کیوں مراد ہے؟ یعنی اگر بجائے مسیح کے۔ مثیل مسیح بھی آئے تو ان مقامات پر جہاں کا ذکر احادیث صحیحہ میں آیا ہے۔ کیونکر آئے؟ کیونکہ ان مقامات پر مسیح یا مثیل مسیح کا آنا محال نہیں۔'' اس کا جواب مرزا قادیانی نے ابھی دیا ہی نہ تھا کہ دو آدمی اور آگئے۔ ان کی آؤ بھگت میں ہم دونوں ایک دوسرے کی مواجہت سے ذرا الگ ہوئے تو مرزا قادیانی کو دیکھتا ہوں کہ لکھنؤ کے شہریوں کی طرح سکڑا سا چہرہ اور داڑھی بالکل رگڑ کر کتری ہوئی ہے، سخت حیرانی ہوئی۔ اسی حیرانی میں بیدار ہوگیا۔ جس کی تعبیر میرے ذہن میں آئی کہ مرزا کا انجام اچھا نہیں۔

حضرت مولانا سیّد محمد علی مونگیری نے جب حیدرآباد میں خاکسار (یعنی مولانا امرتسری) کی ناچیز خدمات سنیں تو اپنے سرکی

خاص پگڑی (شملہ) اور کرتے کا کپڑا بذریعہ ڈاک پارسل اس خادم کو بھیجا جو بلحاظ مذہبی تقدس کے حیدرآبادی منصب سے زیادہ قابل فخر ہے۔ دونوں (مادّی اور روحانی) طرح سے معلوم ہوتا ہے کہ حیدرآباد میں میری خدمات خدا کے ہاں قبول ہوئی ہیں۔ للّٰہ الحمد!

مرزائی لڑکے کا انجام

مولانا امرتسری فرماتے ہیں: میرے قادیان جانے سے کچھ پہلے ایک واقعہ عجیبہ رقت انگیز ہوا۔ ایک احمدی لڑکا عبدالرحمٰن لوہار، عمر شاید چودہ پندرہ سال ہوگی، ایک ڈنڈا ہاتھ میں لئے ہوئے گھر سے کہتا ہوا بازار میں نکلا کہ: ''یہ ڈنڈا میں ثناء اللہ کے سر پر ماروں گا!'' قادیان کی آبادی سے باہر آٹا پیسنے کی ایک مشین ہے۔ عبدالرحمٰن مذکور اسی مشین میں (شاید کسی کام کو) گیا۔ جاتے ہی مشین میں پھنس کر ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا۔

مرحوم ایک بیوہ عورت کا لڑکا تھا، ہمیشہ اس بیوہ کے حال پر رحم آتا ہے۔ خدا اس کو تسلی دے اور اس کا کفیل ہو۔ قادیانیو!

اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَعِبْرَۃً لِّمَنْ یَّخْشٰی!

مولانا امرتسری کی ظرافت

مولانا امرتسری بلا کے ظریف الطبع تھے، ان کی ظرافت کا اندازہ ذیل کے واقعات سے ہوسکتا ہے۔

ایک دفعہ کسی تقریب میں آپ لاہور تشریف فرما تھے، انہی دنوں قادیانیوں کی لاہوری پارٹی کا جلسہ تھا، مولانا چونکہ نہایت وسیع الظرف تھے اور تمام فرقوں کے اکابر سے ... مناظرانہ نوک جھونک کے باوجود ... نہایت اچھے، دوستانہ اور فیاضانہ مراسم رکھتے تھے۔ اس لئے منتظمین جلسہ نے آپ کو بھی تقریر کے لئے مدعو کیا، آپ اپنے احباب کی ایک مجلس میں تشریف فرما تھے کہ آپ کو اچانک دعوت نامہ ملا۔ آپ فوراً احمدیہ بلڈنگ روانہ ہوگئے، لاہوریوں نے آپ کو دیکھ کر ''مسیح موعود زندہ باد'' اور ''احمدیت پائندہ باد'' کے پرجوش نعرے لگائے۔ درحقیقت وہ یہ محسوس کررہے تھے کہ آج مولانا کو دام فریب کے اندر پھانسنے میں وہ کامیاب ہوچکے ہیں۔ چنانچہ صدر جلسہ نے کہا کہ: ''ہم نے آپ کو اس لئے زحمت دی ہے کہ آپ مرزا قادیانی کے اخلاق وعادات پر کچھ ارشاد فرمائیں۔'' وہ سمجھتے تھے کہ آپ موقع کی مناسبت سے مرزا قادیانی کی کچھ نہ کچھ مدح وتوصیف کرہی دیں گے۔ لیکن مولانا بھی غضب کے موقع شناس، معاملہ فہم اور برجستہ گو تھے، اٹھے اور حمد وصلوٰۃ کے بعد فرمایا:

''احمدی دوستو! میں اپنے پڑوسی کے خصائل وفضائل کیا بیان کروں؟ جہاں تک مجھے یاد ہے، ان کے محاسن ومحامد کی نسبت یہی کہہ سکتا ہوں کہ:

میرے معشوق کے دو ہی نشاں ہیں

مولانا نے اس مصرع کو چند بار دو انگلیاں اٹھا کر دہرایا، جب مرزائی سامعین دوسرے مصرع کے لئے سراپا انتظار بن گئے تو پورا شعر یوں ادا فرمایا:

میرے معشوق کے دو ہی نشاں ہیں زباں پر گالیاں، مجنوں سی باتیں

یہ سنتے ہی مرزائیوں کی آنکھیں نیچی ہوگئیں اور مولانا اپنی قیام گاہ پر واپس آگئے۔

مربی کا ازار بند

ایک بار آپ بٹالہ میں ایک جلسے کی صدارت فرما رہے تھے، ایک قادیانی مربی کو پیشاب کی حاجت ہوئی، وہ باہر گئے اور فارغ ہو کر ازار بند پکڑے ہوئے جلسہ گاہ میں آ گئے۔ حاضرین جلسہ کو ان کی اس حرکت سے گدگدی سی ہونے لگی، مولانا نے حاضرین کی کیفیت تاڑ لی، اٹھے اور فرمایا کہ: ''آپ لوگ مربی صاحب کی اس حرکت پر حیران کیوں ہیں؟ موصوف تو اپنے پیغمبر کی پیش گوئی پر مہر تصدیق ثبت کر رہے ہیں، یہ شاعر قادیان ہی کا ارشاد ہے کہ:

اک برہنہ سے نہ یہ ہوگا کہ تا باندھے ازار''

اس پر سامعین لوٹ پوٹ ہو گئے اور مربی اس طرح روپوش ہوئے کہ پھر ان کا سراغ نہ لگ سکا۔

حاضر جوابی

ایک مناظرے میں مبحث کی تعیین پر گفتگو چل رہی تھی، مرزائی ''حیات و وفات مسیح'' کو موضوع بحث بنانے پر مصر تھے اور مولانا آسمانی نکاح بابت محمدی بیگم کو زیر بحث لانا چاہتے تھے۔ قادیانی مناظر نے طنزاً کہا: ''میں نہیں سمجھتا مولوی ثناء اللہ کا محمدی بیگم سے کیا رشتہ ہے کہ انہیں اس کی اتنی حمایت مقصود ہے۔'' مولانا نے فوراً فرمایا کہ: ''محمدی بیگم زیادہ سے زیادہ ہماری اسلامی بہن ہو سکتی ہے، مگر وہ تو تمہاری (قادیانی امت کی) ماں ہے، اگر غیور ہو تو اپنی ماں کو اپنے گھر بٹھاؤ، دوسرے گھروں میں کیوں پھر رہی ہے......؟''

اس ظریفانہ نکتہ سنجی اور حاضر جوابی پر پوری مجلس قہقہہ زار بن گئی اور فریق مقابل بہت خفیف ہوا۔

آریوں کا بادشاہ

ایک دفعہ ایک آریہ سماجی اور ایک قادیانی آپس میں جھگڑ پڑے، مولانا نے سماجی سے فرمایا: ''بھئی! توبہ کرو اور مرزائیوں سے نہ جھگڑو، کیونکہ یہ تمہارے فرماں روا ہیں۔'' آپ کی اس بات پر دونوں کو حیرت ہوئی، آپ نے فرمایا: ''بھئی! تعجب کیوں کرتے ہو؟ مرزا قادیانی نے ''البشریٰ'' (ج ۱ ص ۶۵) میں اپنے آپ کو ''آریوں کا بادشاہ'' لکھا ہے۔'' یہ سن کر سماجی تو ہنس پڑا اور مرزائی کو بڑی خفت ہوئی۔

مہاراجہ قادیان

پنجاب میں سکھ مسلم فساد کے ایام میں سکھوں کی گوردوارہ پربندھک کمیٹی نے گورداسپور میں ملکی اتحاد و اتفاق کی تلقین کے لئے ایک جلسہ منعقد کیا اور تقریر کے لئے مولانا کو بھی مدعو کیا۔ آپ نے اس وقت کے حالات کی نوعیت کا لحاظ کرتے ہوئے نہایت پراثر تقریر فرمائی۔ دوران تقریر آپ کی رگ ظرافت پھڑکی اور آپ نے سکھوں سے کہا کہ: ''وہ ہز ہائینس مہاراجہ صاحب قادیان کا احترام کریں اور ان کی امت کے ساتھ ادب سے پیش آئیں۔ کیونکہ پیغمبر قادیان بھی سکھوں سے کچھ نہ کچھ تعلق رکھتے ہیں۔''

اس پر قادیانی سامعین بھڑک اٹھے اور شور مچایا کہ: ''آپ اپنے الفاظ واپس لیجئے اور تحریری معافی مانگئے، ورنہ آپ کے خلاف دعویٰ دائر کیا جائے گا۔''

مولانا مسکرائے اور فرمایا: ''میں نے مرزا قادیانی کو'مہاراجہ' اور 'سکھوں سے قریبی تعلق رکھنے والا' کہا ہے، تو کچھ بے جا نہیں کہا ہے۔ بلکہ ان کے ایک الہامی نام کی مناسبت سے کہا ہے۔ آپ نے 'البشریٰ' (جلد دوم ص ۱۱۸) میں لکھا ہے کہ خدا نے آپ کا نام 'امین الملک جے سنگھ بہادر' رکھا ہے۔ اگر میرا حوالہ غلط ہو تو الفاظ واپس لینے اور تحریری معافی مانگنے کو تیار ہوں۔''

مستری ثناءاللہ قادیانی کا قبول اسلام

قادیانی آپ کا نام سن کر لرزہ براندام ہو جایا کرتے تھے۔ بارہا ایسا ہوا کہ کسی مناظرے کی تحریک ہوئی لیکن صرف یہ سن کر کہ اس مناظرے میں مولانا امرتسری پیش ہوں گے۔ قادیانیوں نے دست کشی اختیار کر لی۔ گوجرانوالہ کے ایک قادیانی کا نام بھی ''ثناء اللہ'' تھا۔ قادیانی اساطین ان کے اس نام سے اس قدر بدکتے تھے کہ انہوں نے اسے بدلنے کی بارہا کوشش کی۔ دسمبر ۱۹۳۴ء کے قادیان اجلاس میں جب وہ حاضر ہوئے تو مولوی غلام رسول راجیکی نے اس موضوع پر گفتگو کے دوران ازراہ تمسخر کہا: ''کیا ہوا؟ لوہا ہی لوہے کو کاٹتا ہے!'' مگر حسن اتفاق دیکھئے کہ اس کے بعد ہی مستری ثناءاللہ موصوف امرتسر آئے۔ وہاں مولانا امرتسری سے ان کی ملاقات ہوئی۔ انہوں نے قادیانیت کے موضوع پر مولانا سے طویل گفتگو کی اور بالآخر تائب ہو گئے۔

مولانا ثناءاللہ امرتسری نے رد قادیانیت پر یہ رسائل و کتب تحریر فرمائے:

۱...... الہامات مرزا	۲...... ہفوات مرزا	۳...... صحیفہ محبوبیہ
۴...... فاتح قادیان	۵...... آفتہ اللہ	۶...... فتح ربانی در مباحثہ قادیانی
۷...... عقائد مرزا	۸...... مرقع قادیانی	۹...... چیستان مرزا
۱۰...... زار قادیان	۱۱...... فسخ نکاح مرزائیاں	۱۲...... نکاح مرزا
۱۳...... تاریخ مرزا	۱۴...... شاہ انگلستان اور مرزائے قادیان	
۱۵...... لیکھرام اور مرزا	۱۶...... ثنائی پاکٹ بک	۱۷...... قادیانی مباحثہ دکن
۱۸...... شہادات مرزا	۱۹...... نکات مرزا	۲۰...... ہندوستان کے دو ریفارمر
۲۱...... محمد قادیانی	۲۲...... قادیانی حلف کی حقیقت	۲۳...... تعلیمات مرزا
۲۴...... فیصلہ مرزا	۲۵...... تفسیر نویسی کا چیلنج اور فرار	۲۶...... علم کلام مرزا
۲۷...... عجائبات مرزا	۲۸...... ناقابل مصنف مرزا	۲۹...... بہاءاللہ اور مرزا
۳۰...... اباطیل مرزا	۳۱...... مکالمہ احمدیہ	۳۲...... بطش قدیر بر قادیانی تفسیر
۳۳...... محمود مصلح موعود	۳۴...... تحفہ احمدیہ	

جو احتساب قادیانیت کی جلد ۷، ۸ میں شائع ہوئے۔ ان میں سے نمبر ایک پر درج الہامات مرزا کا ایک حصہ احتساب قادیانیت جلد ۵۹ پر ملخصاً دوبارہ شائع ہوا۔

(۴۵۸) ثناءاللہ بھٹہ (لاہور)، جناب چوہدری

مجلس احرار اسلام کے مرکزی دفتر کے آفس سیکرٹری رہے۔ ممتاز اور ذہین دماغ رکھتے تھے۔ آپ نے آزادی کے لئے خوب قربانیاں دیں۔ تحریک ختم نبوت میں اپنے بزرگوں کے ساتھ رہے اور بڑی بہادری کے ساتھ رہے۔ حضرت امیر شریعت کے بڑے صاحبزادہ حضرت مولانا حافظ سید عطاء المنعم شاہ بخاری، حضرت شیخ حسام الدین، حضرت ماسٹر تاج الدین انصاری نے ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت کے بعد دوبارہ مجلس احرار اسلام کے کام کی نیو اٹھائی تو چوہدری ثناءاللہ بھٹہ بھی اس قافلہ حق میں شانہ بشانہ تھے۔ حضرت شیخ صاحب اور حضرت ماسٹر صاحب کے وصال کے بعد حضرت مولانا عبیداللہ احرار اور پھر ان کے وصال کے بعد صوفی عبدالرحیم صاحب نیازی مجلس احرار اسلام کے ایک دھڑا کے سربراہ بنے تو چوہدری ثناءاللہ بھٹہ ان کے دھڑا کے ناظم اعلیٰ تھے۔

۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت میں سرگرم عمل رہے۔ مرکزی قیادت کے ہمراہ پورے ملک کا دورہ کر کے تحریک کے الاؤ کو روشن کیا۔ چناب نگر میں مسلمانوں کی آبادی کے لئے ٹرسٹ بھی قائم کیا۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی ختم نبوت کانفرنسوں میں چناب نگر تشریف لاتے تھے۔ خوب آدمی تھے۔ مسلم مسجد لاہور کے سامنے مکتبہ احرار کے نام پر کتابوں کا کاروبار بھی کیا۔

(۴۵۹) ثناءاللہ چنیوٹی، مولانا

(وفات: ۱۲/جنوری ۲۰۲۱ء)

مناظر اسلام حضرت مولانا منظور احمد چنیوٹی کے تیسرے صاحبزادے مولانا ثناءاللہ چنیوٹی جامعہ اشرفیہ لاہور کے فارغ التحصیل تھے اور مولانا محمد الیاس چنیوٹی کے بقول کہ وہ ہم بھائیوں میں دینی تحریکوں، جامعہ عربیہ اور ادارہ دعوت وارشاد کے جلسوں کے نظم وغیرہ میں سب سے پیش پیش ہوتے تھے۔ بہت ہی مستعد عالم دین اور متحرک کارکن تھے۔ شوگر کے مریض تھے۔ ڈاکٹروں نے گردے واش کرنے کا طے کیا۔ آج، کل کرتے رہے کہ وقت موعود آ گیا۔ لائبریری گراؤنڈ چنیوٹ میں جنازہ ہوا۔

(۴۶۰) ثناءاللہ (حافظ آباد)، جناب ملک

(وفات: ستمبر ۱۹۸۶ء)

حافظ آباد کے رہائشی، مجلس تحفظ ختم نبوت کے مخلص ومحبّ کارکن تھے۔

ج

(۴۶۱) جان محمد بھٹو، مولانا

(پیدائش: ۱۹۱۸ء ...... وفات: ۱۱/ستمبر ۱۹۸۲ء)

منصورہ حیدرآباد کے قبرستان میں مدفون ہیں۔ آپ نامور عالم دین تھے۔ دارالعلوم دیوبند سے ۱۹۴۲ء میں تعلیم مکمل کی۔

جماعت اسلامی کے مرکزی رہنماؤں میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔ عقیدہ ختم نبوت کے عمر بھر مبلغ و داعی رہے۔ قادیانیت سے کبھی سمجھوتہ نہ کیا۔ حق تعالیٰ مغفرت فرمائیں۔

(۴۶۲) جان محمد سرگانہ، حضرت میاں

(پیدائش: ۱۹۰۲ء ...... وفات: ۱۹/مارچ ۱۹۶۵ء)

میاں جان محمد صاحب باگڑ سرگانہ ضلع ملتان کے تھے۔ آپ خانقاہ سراجیہ کندیاں کے بانی حضرت خواجہ ابوالسعد احمد خان مدظلہ سے بیعت تھے۔ سلوک کے اسباق ان سے شروع کئے تھے۔ تکمیل سلوک حضرت مولانا محمد عبداللہ سلیم پوری المعروف حضرت ثانی کے دست مبارک پر ہوئی۔ آپ سے مجاز بھی ہوئے۔ خوب متبع سنت بزرگ اور منکسر المزاج بزرگ تھے۔ عمر بھر رحمت عالم ﷺ کی ذات اقدس سے جتنا عشق کا تعلق تھا، اسی کا پرتو تھا کہ قادیانی فتنہ کے متعلق ہمیشہ وہ صف اوّل میں ان کے تعاقب میں رہے اور اپنے تمام متعلقین کے دل ودماغ میں اس جذبہ کو بھر دیا کہ قادیانی فتنہ سے بچیں اور امت کو بچائیں۔

(۴۶۳) جان محمد عباسی، مولانا

(ولادت: ۱۹۲۵ء، لاڑکانہ ...... وفات: ۲۸/اپریل ۲۰۰۳ء، کراچی)

مولانا جان محمد عباسی قصبہ بیرو چانڈیو ضلع لاڑکانہ میں مولانا غلام رسول عباسی کے ہاں پیدا ہوئے۔ مولانا مودودی کے دیرینہ رفقاء میں سے تھے۔ جماعت اسلامی صوبہ سندھ کے اور بعد ازاں مرکزی نائب امیر رہے۔ قادیانیوں کو نبوت محمدی کے خلاف بغاوت قرار دے کر اس کو کچلنے میں عمر بھر ساعی رہے۔

(۴۶۴) جان صابری چشتی مرادآبادی، حضرت سید صوفی

مرزا قادیانی نے اپنے مخالف علماء ومشائخ کے نام ایک خط مقابلہ ومباہلہ کے لئے لکھا ہے۔ اس میں حضرت سید صوفی جان صاحب کو بھی انجام آتھم کے ص ۷۱ نمبر ۶۹ پر مخاطب کیا ہے۔ اس کا یہ معنی ہے کہ ملعون قادیان کے کفر کو الم نشرح کرنے میں آپ نے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ الحمدللہ!

(۴۶۵) جاوید اقبال، جناب جسٹس

(پیدائش: ۱۳/جولائی ۱۹۴۶ء)

جناب جسٹس جاوید اقبال کوئٹہ میں پیدا ہوئے۔ ۲۰۰۰ء میں بلوچستان ہائی کورٹ کے جسٹس رہے۔ ۲۰۰۷ء میں عبوری چیف جسٹس آف پاکستان رہے۔ انہوں نے فتنہ قادیانیت سے متعلق اپنی کتاب زندہ رود میں لکھا کہ: ’’قادیانیت اور صحیح العقیدہ مسلمان‘‘ میں مختصراً اقبال کا استدلال یہ تھا کہ مسلمانوں کی ملی وحدت کی بنیادیں مذہبی تصور پر استوار ہیں۔ اگر ان میں کوئی ایسا گروہ پیدا ہو، جو اپنی اساس ایک نئی نبوت پر رکھتے ہوئے یہ اعلان کرے کہ تمام مسلمان، جو اس کا مؤقف قبول نہیں کرتے کافر ہیں تو قدرتی طور پر

ہر مسلمان ایسے گروہ کو ملت اسلامیہ کے استحکام کے لئے ایک خطرہ قرار دے گا اور یہ بات اس لئے بھی جائز ہوگی کہ مسلم معاشرے کو ختم نبوت کا عقیدہ ہی سالمیت کا تحفظ فراہم کرتا ہے۔ اقبال کے نزدیک قبل از اسلام مجوسیت کے جدید احیاء نے جن دو تحریکوں کو جنم دیا، ان میں ایک بہائیت ہے اور دوسری قادیانیت۔ بہائیت اس اعتبار سے زیادہ دیانت پر مبنی ہے کہ وہ اسلام سے اعلانیہ علیحدگی کا راستہ اختیار کرتی ہے۔ لیکن قادیانیت اسلام کے بعض اہم ظواہر کو برقرار رکھتے ہوئے اس کی روح اور نصب العین سے انحراف کرتی ہے۔ اقبال کے بیان کے مطابق ''بروز''، ''حلول'' اور ''ظل'' کی اصطلاحات مسلم ایران میں اسلام سے منحرف تحریکوں نے اختراع کیں اور ''مسیح موعود کی اصطلاح بھی مسلم دینی شعور کی تخلیق نہیں ہے۔ آخر میں فرماتے ہیں کہ ہندوستان کے حاکموں کے لئے بہترین راستہ یہی ہے کہ قادیانیوں کو ایک علیحدہ مذہبی فرقہ قرار دے دیں۔

اس بیان پر احمدی اخباروں نے کئی اعتراض کئے اور اقبال پر مختلف قسم کے الزامات لگائے۔ ہفت روزہ ''لائیٹ'' کے نمائندے نے ان کی توجہ ایک اور احمدی ہفت روزہ ''سن رائز'' کی طرف مبذول کراتے ہوئے سوال کیا کہ اس اخبار کے مطابق، انہوں نے اپنے کسی گزشتہ خطبے میں احمدیت کے متعلق مختلف رائے کا اظہار کیا تھا۔ سو، ان کے اب کے بیان اور اس خطبہ میں تناقض کیوں ہے؟ اقبال کا جواب تھا کہ وہ یہ تسلیم کرنے سے انکار نہیں کر سکتے کہ اب سے ربع صدی پیشتر انہیں اس تحریک سے اچھے نتائج کی توقع تھی، لیکن کسی مذہبی تحریک کی اصل روح ایک دن میں ظاہر نہیں ہو جاتی۔ بلکہ اپنے مکمل اظہار کے لئے کئی عشرے لیتی ہے۔ اس تحریک کے دو گروہوں کے درمیان اندرونی اختلافات بھی اس حقیقت کا ثبوت فراہم کرتے ہیں کہ جو لوگ بانی تحریک کے ساتھ ذاتی رابطہ رکھتے تھے، انہیں بھی یہ معلوم نہ تھا کہ آگے چل کر تحریک نے کیا صورت اختیار کرنی ہے؟ درخت کو جڑ سے نہیں، اس کے پھل سے پہچانا جاتا ہے۔ پس اگر ان کے رویہ میں کوئی تناقض ہے تو یہ بھی ایک زندہ اور سوچنے والے انسان کا حق ہے کہ وہ اپنی رائے بدل لے۔ بقول ایمرسن صرف پتھر ہی اپنے آپ کو نہیں بدلتے۔

اقبال نے اسٹیٹمین کے لیڈنگ آرٹیکل میں اپنے بیان پر تبصرہ کا جواب ایک خط کے ذریعہ دیا، جو ۱۰/ جون ۱۹۳۵ء کو اسٹیٹمین میں شائع ہوا۔ جواب کے اہم نکات یہ تھے۔ اوّل یہ کہ برصغیر کے مسلمانوں کی طرف سے کسی رسمی عرض داشت کی وصولی کا انتظار کئے بغیر، انگریزی حکومت کا فرض ہے کہ وہ مسلمانوں اور احمدیوں کے عقائد میں بنیادی اختلاف کا انتظامی طور پر نوٹس لے۔ جیسے کہ سکھوں کو ۱۹۱۹ء تک انتظامی اعتبار سے ایک علیحدہ سیاسی یونٹ نہ سمجھا جاتا تھا۔ مگر بعد میں ان کی طرف سے کسی رسمی عرض داشت کی وصولی کے بغیر ہی انہیں ایسا تصور کیا گیا۔ باوجود اس کے کہ لاہور ہائی کورٹ کے فیصلہ کی رو سے سکھ کوئی علیحدہ مذہبی فرقہ نہیں، بلکہ ہندو تھے۔ دوم یہ کہ احمدیوں کے سامنے صرف دو ہی راستے تھے یا تو بہائیوں کی طرح مسلمانوں سے اپنے آپ کو خود مذہباً الگ کر لیں یا مسئلہ ختم نبوت کے متعلق اپنی تمام تاویلات مسترد کر کے اسلامی مؤقف قبول کریں۔ آخر دائرہ اسلام میں رہتے ہوئے ان کا اسلام کے منافی تاویلات اپنانے میں اور کیا مقصد ہو سکتا تھا۔ سوائے اس کے کہ سیاسی فائدہ اٹھایا جائے۔ سوم یہ کہ (اور یہ نکتہ خصوصی اہمیت رکھتا تھا) احمدیوں کو علیحدہ مذہبی فرقہ قرار دینے میں اگر انگریزی حکومت نے مسلمانوں کا مطالبہ تسلیم نہ کیا تو مسلمانان برصغیر یہ شک کرنے میں حق بجانب ہوں گے کہ انگریزی حکومت جان بوجھ کر اس مذہبی گروہ کو اس وقت تک مسلمانوں سے الگ نہ کرے گی۔ جب تک احمدیوں کی تعداد میں خاطر خواہ اضافہ نہیں ہو جاتا۔ کیونکہ فی الحال احمدی اپنی تعداد میں کمی کے سبب پنجاب میں سیاسی طور پر مسلمانوں، ہندوؤں اور

سکھوں کے علاوہ ایک چوتھا مذہبی فرقہ بن سکنے کے قابل نہ تھے۔ لیکن اگر ان کی تعداد میں اضافہ ہو گیا تو وہ پنجاب میں مسلمانوں کی تھوڑی سی اکثریت کو صوبائی لیجسلیچر میں شدید نقصان پہنچا سکتے تھے۔ پس اگر انگریزی حکومت ۱۹۱۹ء میں سکھوں سے کسی رسمی عرض داشت کی وصولی کا انتظار کئے بغیر انہیں ہندوؤں سے الگ مذہبی فرقہ تسلیم کر سکتی ہے تو اس ضمن میں اسے احمدیوں کی طرف سے کسی رسمی عرض داشت کی وصولی کا انتظار کیوں ہے؟

پندرہ روزہ اخبار ''اسلام'' کے نمائندے نے اقبال کی توجہ مرزا بشیر الدین محمود قادیانی کے ایک خطبہ جمعہ کی طرف دلائی، جس میں ان پر الزام لگایا گیا تھا کہ وہ انگریزی حکومت سے احمدیوں کو مسلمانوں کے حوالے کر دینے کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ جیسے رومیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہود کے حوالے کر دیا تھا اور انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سولی پر چڑھا دیا۔ اقبال نے اپنے جواب مؤرخہ ۲۲؍جون ۱۹۳۵ء میں، جو اس اخبار میں شائع ہوا۔ واضح کیا کہ ان کے گزشتہ بیان میں ایسا کوئی فقرہ موجود نہ تھا۔ البتہ انہوں نے یہ کہا تھا کہ انگریزی حکومت میں مسلمانوں کو اتنی آزادی بھی حاصل نہیں، جتنی یہود کو رومی سلطنت میں حاصل تھی۔ کیونکہ رومی اس بات کے پابند تھے کہ یہود کی مجلس امور مذہبی میں جو فیصلہ ہوگا، وہ دیکھیں گے کہ اس کی تعمیل قطعی طور پر ہو جاتی ہے۔'' (زندہ رود جلد سوم ص ۵۵۱، از جسٹس جاوید اقبال)

(۴۶۶) جعفر بن اسماعیل برزنجی (مفتی اعظم شافعیہ مدینہ منورہ)، حضرت مفتی السید

حضرت مولانا غلام دستگیر قصوری نے جب ۱۳۰۴ھ / ۱۸۸۷ء میں ملعون قادیان کے خلاف حرمین شریفین کے مشائخ و مفتیان کرام سے فتویٰ طلب فرمایا تو اس وقت سید اسماعیل برزنجی شافعیہ کے مفتی اعظم مدینہ منورہ نے ذیل کا فتویٰ عنایت فرمایا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی ارسل رسولہ محمدًا بالھدیٰ ودین الحق وانزل علیہ الکتاب معجزۃ باھرۃ وآیۃ مستمرۃ علیٰ تعاقب العصور دالۃ علیٰ کمال الصدق وجعلہ خاتم النّبیین وسید المرسلین ورحمۃ للعالمین وعم بعثتہ الی الثقلین الیٰ یوم الدین ونسخ شرعہ جمیع الشرائع الماضیۃ، وشرعہ لا ینسخ، وحکمہ لا یفسخ، وسد بانتقالہ ﷺ الی الرفیق الاعلی باب الرسالۃ والنبوۃ الیٰ آخر الزمان فلیس لاحد بعدہ الا اتباع شریعتہ الغراء ذات النور والبرھان، ﷺ وعلیٰ آلہ واصحابہ ائمۃ الھدیٰ ومصابیح الدجی والتابعین لھم باحسان ماکر الجدید ان اما بعد!

فاننا قد تاملنا ھٰذہ الرسالۃ فوجدناھا واضحۃ الدلالۃ براھینھا قاطعۃ الرقاب شبہ الملحدین وانوارھا ساطعۃ ماحیۃ لظلمات وساوس الشیاطین قد اتت بالقول الفصل الذی لیس بالھزل، واوضحت فریق الحق ومنھاج الصدق واشتملت علی النصوص الموافقۃ لما ھو معلوم من الدین بالضرورۃ

ووضحت تلبیسات احمد القادیانی وزور ولاریب ان احمد المذکور لیس احمد الا عند اخوانه الشیاطین بل هوا جدر بأن یسمی اذم عند اهل الایمان والیقین وان ما اتی به من الاباطیل فهو ضلال مبین والوحی الذی افتراء وحی الشیاطین لا وحی الانبیاء والمرسلین وعند التامل فی زخرفه وضلالة تجده مصداق قوله تعالٰی: وکذٰلک جعلنا لکل نبی عدوا شیٰطین الانس والجن یوحی بعضهم الٰی بعض زخرف القول غرورًا ولو شآء ربک ما فعلوه فذرهم وما یفترون والتصغٰی الیه افئدة الذین لا یؤمنون بالأخرة ولیرضوه ولیقترفوا ما هم مقترفون الٰی قوله: لا مبدل لکلمٰته وهو السمیع العلیم (الانعام:۱۱۲ تا ۱۱۵) وفی الحقیقة شأنه کشان مسیلمة الکذاب ذی الضلال والارتیاب بل هو اضر کیدًا من ابلیس فی التدریس والتلبیس، لان امر ابلیس قد ظهر وانذر الله بنی آدم کیده وحذر وهٰذا قد لبس الباطل بصورة الحق وموه الکذب والافتراء علی الله فی مثال الصدق فاراح الله منه البلاد والعباد بتدمیره ومحوما ثبته فی الارض من الفساد فوجب علٰی کل مؤمن التمسک بما دل علیه مضمون هٰذه الرسالة والتجنب من مزخرفات براهین احمد القادیانی وافتراه من السفاهة والضلالة وصلی الله علٰی وسیدنا محمد خاتم النّبیین المنزل علیه الکتاب المبین المحفوظ من القأات الشیاطین وعلٰی آله وصحبه وسلم اجمعین والله اعلم بالصواب امر برقمه السید اسماعیل البرزنجی مفتی الشافعیة بالمدینة المنورة وکیل مفتی الشافعیة المدرس بالحرم الشریف النبوی السید احمد البرزنجی۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سب تعریف اس خدا کی ہے جس نے اپنے رسول محمد ﷺ کو ہدایت اور دین کے ساتھ بھیجا اور ان پر ایسا قرآن اتارا جو رحمان کا معجزہ ہے اور ہمیشہ کے لئے نشان کمال راستہ کی دلیل ہے اور آپ ﷺ کو نبیوں کا ختم کرنے والا اور رسولوں کا سردار اور جہانوں کی رحمت بنایا اور آپ ﷺ کی نبوت کو قیامت تک جن اور آدمیوں کے لئے عام کیا اور ان کی شرع نے تو سب دینوں کو منسوخ کیا اور ان کی شرع اور حکم منسوخ نہیں ہوتا اور آپ ﷺ کے درگاہ الٰہی میں پہنچنے سے قیامت تک پیغمبری کا دروازہ بند ہوگیا۔ پس آپ ﷺ کے پیچھے آپ ﷺ کی روشن اور مضبوط شرع کی ہی پیروی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ پر اور آپ ﷺ کی آل واصحاب پر جو ہدایت کے امام اور تاریکی کے چراغ ہیں اور ان کے پیروں پر درود بھیجے جب تک دنیا قائم ہے۔

بعدازاں! ہم دونوں نے اس رسالے میں خوب تأمل کیا تو اس کو مقصود پر روشن دلیل پایا۔اس کی دلیلیں بدمذہبوں کے شبہوں کی کرنیں کاٹ دیتی ہیں اوراس کے نورشیطانوں کے دھوکوں کے اندھیروں کونابود کردیتی ہیں۔اس نے بہت عمدہ فیصلہ کیااور حق کا راستہ ظاہر کردیااور یہ رسالہ صراحۃً دین کی یقینی دلیلوں پر شامل ہےاورغلام احمد قادیانی کے فریبوں اور جھوٹ کواس نے رسوا کر دیا ہےاور بے شک یہ قادیانی اپنے شیطان بھائیوں کے نزدیک ’’احمد‘‘ یعنی قابل تعریف ہےاوراہل ایمان ویقین کے نزدیک ’’آذم‘‘ یعنی لائق بہت مذمت کے ہےاور بے شک اس کی بیہودہ باتیں ظاہر گمراہی ہےاور جس الہام کا یہ مدعی ہے وہ شیطانوں کی وحی ہے۔ نبیوں اوررسولوں کی وحی نہیں ہےاور جب تو اس کی بناوٹ اورگمراہی میں تأمل کرے گا تو اس آیت کا مصداق پائے گا۔جس کا ترجمہ یہ ہے: ’’اوراسی طرح کئے ہیں ہم نے ہر نبی کے دشمن شیطان آدمی اور جن،سکھاتے ہیں ایک دوسرے کوملمع باتیں فریب کی اوراگر تیرا رب چاہتا تو یہ کام نہ کرتے،سوچھوڑ دے۔وہ جانے اوران کا جھوٹ،اور نہ جھکیں اس کی طرف دل ان کے جوایمان نہیں لائے آخرت سے،وہ اسے پسند کریں اورتاکہ مرتکب ہوجائیں ان امور کے جن کے وہ مرتکب ہوئے تھے......الیٰ قولہ......کوئی بدلنے والا نہیں اس کے کلام کواوروہی ہے سننے والااور جاننے والا۔‘‘

اور دراصل یہ قادیانی مسیلمہ کذاب کی طرح گمراہی اور شک میں ہے۔ بلکہ یہ قادیانی،شیطان سے اس کا مکروفریب بہت مضر ہے۔اس لئے کہ شیطان کا معاملہ ظاہر ہے۔اللہ تعالیٰ نے بنی آدم کواس کے فریب سے ڈرایا ہےاور یہ قادیانی اس نے جھوٹ کو سچ بنادکھایا ہےاوراللہ تعالیٰ پر افتراء باندھ رہا ہے۔پس اللہ تعالیٰ اس کی ہلاکت سے شہروں اور بندوں کوفساد سے راحت دے۔پس ہر مؤمن پر واجب ہے کہ اس رسالے کے مضمون سے تمسک کرےاور قادیانی کی براہین احمدیہ کے بناوٹوں سے بچےاوراس کے افتراء سے جوکمینگی اورگمراہی ہے۔اللہ تعالیٰ ہمارے سردار محمد خاتم النّبیین ﷺ پر درود بھیجے۔جس پر قرآن مبین شیطانوں کی وسوسوں سے محفوظ اتاراگیا ہےاوراس کی آل واصحاب پراورسب پرسلام۔

اس تحریر کے لکھنے کا سید جعفر بن سید اسماعیل برزنجی مدینہ منورہ میں شافعیوں کے مفتی نے حکم کیا ہےاور وکیل مفتی شافعیوں کے جوحرم شریف نبوی میں مدرس ہے،سید احمد برزنجی اس نے بھی تحریر کی ہے۔ دستخط: سید جعفرالبرزنجی،سید احمدالبرزنجی

(فتاویٰ ختم نبوت ج۲ص۶۰،۱۰۰،۱۰۱)

(۴۶۷) جعفرتھانیسری،مولانا

(ولادت:۱۸۳۸ء ...... وفات:۱۹۰۵ء)

موصوف تحریک مجاہدین ہند سے متعلقہ علمی حلقوں میں اب غیر متعارف نہیں رہے۔وہ ’’کالا پانی‘‘ (خودنوشت حالات زندگی)اورسوانح احمدی(حضرت سید احمد شہید کے سوانح حیات)دومشہور کتابوں کے مصنف ہیں۔تھانیسر ضلع انبالہ(ہند) کی ارائیں برادری کی ایک دیندار خوشحال اور زمیندار شخصیت میاں جیون کے ہاں پیدا ہوئے۔دس بارہ سال کے تھے کہ والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔طبیعت محنتی اور ذہین پائی تھی۔جلد جلد منازل ترقی طے کرتے گئے۔بتقاضائے حالات گردوپیش،قانون کے پیشے میں حسب ضرورت قابلیت پیدا کرلی اورعرائض نویسی شروع کردی۔تھوڑے ہی عرصے میں ان کا اپنا اچھا خاصہ حلقہ پیدا ہوگیا۔

سیاسی اعتبار سے مسلمانوں کے لئے وہ دور بڑا پر آشوب تھا۔ ہنگامہ ۱۸۵۷ء کے بعد مسلمان بحیثیت قوم سراسیمہ اور گویا دبکے بیٹھے تھے۔ البتہ سرفروشوں یعنی وہابیوں کی ایک جماعت تھی جو شہیدین بالاکوٹ کی تحریک جہاد کو زندہ رکھے ہوئے اور سارے ہندوستان میں تنہا برطانوی سطوت وجبروت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے علم جہاد اٹھائے کھڑی اور میدان ہائے جنگ میں داد شجاعت دے رہی تھی اور انگریز بہادر کا ناک میں دم کرر کھا تھا اور یہ تھی صادقین صادقپور کی جماعت۔

سارے ملک (ہندوستان) میں اس انقلابی دینی تحریک کا غلغلہ تھا۔ کسی مجاہد کی وساطت سے ہمارے یہ مولوی صاحب بھی اس میں شامل ہوگئے اور مردانہ وار حصہ لینے کے سبب جلد ہی علمائے صادق پور کے معتمد علیہ اور تحریک میں نہایت سرگرم عمل ہوگئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ برطانوی حکومت نے ان کو گرفتار کر لیا۔ ۱۸۶۳ء میں مقدمہ چلا جس کے دوران مختلف جیلوں میں رکھے گئے۔ ۱۸۶۴ء میں پھانسی کی سزا ہوئی۔ جو بعد میں ''حبس دوام عبور دریائے شور'' تبدیل کر دی گئی۔ چند ماہ لاہور جیل وغیرہ میں رکھا گیا۔ پھر ۱۸۶۶ء کو جزائر انڈیمان (کالا پانی) بھیج دیئے گئے۔ بہت سکون اور صبر وتحمل سے سترہ سال کی قید کاٹی اور ۱۸۸۳ء میں باعزت رہائی پاکر وہاں سے واپس انبالہ پہنچ گئے۔

مولوی محمد جعفر کو باقی اوصاف حسنہ کے ساتھ مطالعہ کا بھی ذوق تھا۔ پڑھنے، پڑھانے اور تالیف وتصنیف سے بھی بہت شغف تھا۔ زمانۂ اسیری میں بھی بھرپور علمی شغل رکھا۔ چنانچہ وہاں اور وطن واپسی کے بعد کی ان کی تحریری یادگاریں حسب ذیل ہیں۔

- ...... ترجمہ آئین پورٹ.......... (ایک دفعہ طبع ہوا تھا)
- ...... تاریخ پورٹ بلیر (تاریخی نام تواریخ عجیب ۱۲۹۶ھ غالباً ایک دفعہ طبع ہوئی)
- ...... سوانح احمدی (تاریخی نام تواریخ عجیبہ) حضرت سید احمد شہید اور ان کے رفقاء کے حالات وسوانح (متعدد مرتبہ شائع ہو چکی ہے)
- ...... کالا پانی (تاریخی نام تواریخ عجیب ۱۳۰۲ھ) یہ کتاب بہت دلچسپ اور سبق آموز ہے۔ ہزاروں کی تعداد میں طبع ہوئی اور تاحال شائع ہو رہی ہے۔
- ...... نصائح جعفری یہ بھی اپنے ہی حالات انہوں نے لکھے تھے اور انگریزی حکومت کے افسروں کے ہتھے چڑھ گئے تھے۔ تاہم اس کا خلاصہ ان کے مقدمہ انبالہ میں پیش ہوا اور ''ہمارے ہندوستانی مسلمان'' (ترجمہ کتاب ولیم، ولسن ہنٹر) میں آ گیا ہے۔

(ص ۱۳۶، ۱۳۸، طبع ۱۹۵۵ء قومی کتب خانہ لاہور)

- ...... برکات الاسلام۔ رسالہ تائید آسمانی کے اشتہار سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتاب طبع ہوگئی تھی۔ جس میں اسلام کی خوبیاں، اسلامی اخلاق، ترجمہ رسالہ الاربعین فی احوال المہدیین، اسلام کے روشن مستقبل اور مرزائے قادیانی کے جھوٹے دعاوی کی حقیقت کا بیان تھا۔ غالباً ۱۸۹۸ء میں طبع ہوئی۔ لیکن ہماری اس تک رسائی نہیں ہوسکی۔
- ...... رسالہ تائید آسمانی بجواب رسالہ ''رسالہ نشان آسمانی'' از مرزائے قادیانی ۱۳۰۹ھ میں تالیف اور ۱۳۱۰ھ، ۱۸۹۲ء میں اختر ہند پریس ہال بازار امرتسر (مشرقی پنجاب) طبع ہوا۔

اور قصہ آخر الذکر تالیف کا یہ ہے کہ مرزائے قادیانی کو مولوی محمد جعفر کے ہاں سے ایک (عربی) رسالہ بنام الاربعین فی احوال المہدیین ہاتھ آ گیا۔ جس کے ساتھ نعمت اللہ ولی نامی کسی شاعر کی طرف منسوب ایک قصیدہ بھی تھا۔ جس میں پیشین گوئیوں کی بھرمار تھی۔

مرزا قادیانی نے جو مسیح دجال کا مظہراتم ہونے کے ناطے سے عوام کی نفسیات سے کھیلنے میں خوب ماہر تھے۔ ان پیشین گوئیوں کے لئے ''نشان آسمانی'' کے طور پر رسالہ دھرگھسیٹا مولوی محمد جعفر نے تائید آسمانی میں اسی رسالے کا سب تاروپود بکھیر دیا ہے۔ مولوی صاحب موصوف دیباچہ میں لکھتے ہیں: ''رسالہ نشان آسمانی جس میں مرزا قادیانی نے اپنے کو مسیح زمان اور مہدی دوران اور مجدد الوقت قرار دے کر...... چند اشعار مؤلفہ شاہ نعمت اللہ ولی ہانسوی سے اپنے دعوؤں پر استدلال کر کے اس شہادت کو نشان آسمانی ٹھہرایا ہے۔ میری نظر سے بھی گزرا چونکہ اس رسالہ میں مرزا قادیانی نے بے حد خودستائی کر کے دھوکہ بازی سے مسلمانوں کو گمراہ کرنا چاہا ہے۔ اس واسطے بنظر اظہار حق ایک مختصر جواب اس رسالہ کا میں بھی عرض کرتا ہوں۔''

آٹھ نو برس ہوئے (شاید ۸۲،۱۸۸۳ء) اربعین فی احوال المہدیین جس کے اخیر میں یہ اشعار بھی چھپے ہوئے ہیں۔ خود میرا بھیجا ہوا عرصۂ دراز تک مرزا قادیانی کے ملاحظہ میں رہ چکا ہے اور مرزا قادیانی نے جس قدر اپنی پیشین گوئیوں تولد فرزند وغیرہ کو نوٹوں میں زیر اشعار مذکور اپنے رسالہ میں تحریر کیا ہے۔ وہ پیشین گوئیاں قریب تمام کے ان اشعار کے ملاحظہ کے بعد مرزا قادیانی نے تحریر کی ہیں۔ (ص۷)

مولوی صاحب مرحوم نے مرزا قادیانی کی نفسیات کا بحیثیت معاصر خوب جائزہ لے کر ان کو کریڈٹ دیا ہے کہ وہ: ''عمدہ فلاسفر، مسرف، فضول خرچ، خوش پوش، نفیس خور، نہایت دوراندیش، باوجود پیری اور بے مائیگی باکرہ خواتین کے حریص، بڑے گہرے اور ڈوہنگے، عقلمند، خوش تقریر، خوش تحریر اور مسکین صورت اور طرح طرح کے حیلوں سے طالب زر ہیں۔'' (ص۲۶،۲۷)

مولانا محمد جعفر تھانیسری کا ایک اور رسالہ ''تائید آسمانی دررد نشان آسمانی'' ہے۔ اس رسالہ کے مؤلف حضرت مولانا محمد جعفر تھانیسری ہیں جو ۱۹۳۸ء میں پیدا ہوئے۔ مرزا قادیانی ۱۸۳۹ء یا ۱۸۴۰ء میں پیدا ہوا۔ (جیسا کہ اس نے خود اپنی کتاب ''کتاب البریہ'' میں لکھا ہے) اس لحاظ سے مولانا محمد جعفر تھانیسری، مرزا قادیانی کے ہم عصر ہیں۔ مولانا محمد جعفر تھانیسری کا وصال ۱۹۰۵ء میں ہوا۔ جب کہ مرزا قادیانی ۱۹۰۸ء میں مردود ہوا۔ مولانا ولی اللہ ولی ہانسوی کی پیش گوئیوں پر مشتمل ۱۵۲ اشعار کا رسالہ مولانا محمد جعفر تھانیسری کا مملوکہ مرزا قادیانی کے پاس رہا۔ جیسا کہ خود مولانا تھانیسری نے اس کتاب میں ذکر کیا ہے۔ اس رسالہ میں مرزا قادیانی نے تحریف کی اور غلط طور پر ولی ہانسوی کے اشعار کو اپنے اوپر فٹ کیا۔ جس اپنے کتابچہ میں مرزا قادیانی نے یہ کھیل کھیلا اس رسالہ کا نام اس نے ''نشان آسمانی'' رکھا۔ مولانا محمد جعفر تھانیسری نے مرزا ملعون کے رسالہ ''نشان آسمانی'' کا رد لکھا۔ جس کا نام ''تائید آسمانی دررد نشان آسمانی'' تجویز کیا۔ آپ نے ۱۸۹۲ء میں یہ رسالہ لکھا۔ اس رسالہ کے شائع ہونے کے بعد سولہ سال مرزا قادیانی زندہ رہا۔ لیکن مولانا محمد جعفر تھانیسری کے رسالہ کا جواب دینے کی جرأت نہ ہوئی۔ یوں یہ رسالہ لکھ کر مولانا محمد جعفر تھانیسری نے مرزا قادیانی کو ''سولہ آنے جھوٹا'' ثابت کر دیا۔

ایک سو بیس سال قبل کے رسالہ کو احتساب قادیانیت کی جلد ۳۹ میں شائع کرنے کی سعادت پر میری خوشیوں کے ٹھکانہ کا کوئی اندازہ لگا سکتا ہے؟ مولانا محمد جعفر تھانیسری، حضرت سید احمد شہید کے فیض یافتگان سے براہ راست فیض یافتہ تھے۔ آپ نے مرزا قادیانی کی مجلسوں میں جا جا کر مرزا قادیانی کے حالات کو دیکھا۔ جوں جوں دیکھتے گئے توں توں مرزا قادیانی کا کفر مولانا محمد جعفر تھانیسری پر الم نشرح ہوتا گیا۔ یہ ساری تفصیل آپ اس رسالہ میں پڑھیں گے۔ پڑھیں اور سر دھنیں کہ تمام مکاتب فکر کے اکابر علماء میں سے مرزا قادیانی کا جس جس نے زمانہ پایا۔ سبھی نے مرزا قادیانی کے کفر کا اعلان کیا۔ چاہے وہ مولانا پیر مہر علی شاہ سے لے کر مولانا

جماعت علی شاہ ثانی تک ہوں، یا مولانا رشید احمد گنگوہی سے لے کر شاہ عبدالرحیم ولایتی تک ہوں، یا حاجی امداد اللہ مہاجر مکی سے لے کر مولانا محمد لدھیانوی تک ہوں، یا مولانا نواب صدیق حسن خان سے لے کر مولانا ثناء اللہ امرتسری تک ہوں، یا مولانا علی الحائری سے لے کر سید آل حسن زیدی تک ہوں۔ ان میں مولانا محمد جعفر تھانیسری بھی صف اوّل میں شامل ہیں۔ جنہوں نے مرزا قادیانی کو دیکھا اور اعلان کیا کہ مرزا قادیانی کافر و کذاب تھا۔ رد میں یہ رسالہ لکھا۔

(۴۶۸) جعفر حسین (گوجرانوالہ)، مولانا مفتی

(وفات: ۲۹/ اگست ۱۹۸۳ء)

آپ گوجرانوالہ کے رہائشی تھے۔ لکھنؤ کے فاضل، شیعہ مکتب فکر کے اپنے زمانہ میں پاکستان میں قائد و رہبر تھے۔ علامہ، مفتی، مجتہد کے القابات سے موسوم تھے۔ امام التفسیر مولانا احمد علی لاہوری نے اپنے ترجمہ و تفسیر قرآن عزیز پر ان سے تقریظ لکھوا کر شائع کی تھی۔ جسے بعد کے ایڈیشنوں میں میاں اجمل قادری صاحب نے اپنے دادا کی غلطی کی اصلاح کر کے حذف کرایا۔

مفتی جعفر نے تحریک نفاذ فقہ جعفریہ بھی قائم کی۔ غرضیکہ وہ خالصتاً اوّل و آخر کٹر شیعہ رہنما تھے۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں مجلس عمل کے رکن تھے اور اپنے مکتب فکر کی بھرپور نمائندگی کی۔ اسلامی نظریاتی کونسل کے رکن، ملت جعفریہ کے قائد ۱۹۵۱ء میں متفقہ طور پر ۲۲ نکات اسلامی نظام کے سلسلہ میں تمام مکاتب فکر کی طرف سے جو منظور ہوئے، ان پر جناب مفتی جعفر حسین کے بھی دستخط ہیں اور تحریک ختم نبوت میں شیعہ مکتب فکر کی آپ نے موقعہ بموقعہ بھرپور نمائندگی فرمائی۔ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے خطبات نہج البلاغت کا آپ نے اردو میں ترجمہ بھی کیا۔ کربلا گامے شاہ میں مدفون ہیں۔

(۴۶۹) جعفر شاہ پھلواری، مولانا

(ولادت: ۱۹۰۲ء، پھلواری شریف پٹنہ ...... وفات: ۳۱/ مارچ ۱۹۸۲ء، کراچی)

آپ معروف عالم دین تھے۔ محقق دانشور، ادیب اور مصنف تھے۔ خانقاہ سلیمانیہ پھلواری شریف کے سجادہ نشین تھے۔ ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد کے ممبر بنے۔ کراچی گلشن اقبال میں تدفین ہوئی۔

مرزا غلام احمد قادیانی اپنے ایک رسالے میں موٹے حروف سے لکھتے ہیں کہ: ''گورنمنٹ برطانیہ کی اطاعت عین عبادت ہے۔ ''غالباً اس وجہ سے ان کو بعض حضرات نے'' سرکاری نبی کا خطاب دیا ہے۔ غلام احمد مذہب کی اصل بنیاد کیا ہے۔ اس کا لب لباب یہ ہے کہ ہر حکومت وقت کی اطاعت کو عین عبادت سمجھنا یعنی اگر ابراہیم و نمرود کی ٹکر ہو تو نمرود کی اطاعت کو عین ایمان سمجھو اور ابراہیم کو شہر بدر کر دو۔ اگر موسیٰ و فرعون کا تصادم ہو تو فرعون کی وفاداری کو عبادت تصور کرو اور موسیٰ سے مقابلہ کرو۔ اگر زکریا و ہیروڈیس کا مقابلہ ہو تو ہیروڈیس کا ساتھ دو اور زکریا کا سر قلم کر دو۔ اگر آنحضرت ﷺ اور کفار قریش سے جنگ ہو تو مکے کے رہنے والے ''غلام احمدی'' وہی کریں جس کی مرزا قادیانی نے تعلیم فرمائی ہے۔ اگر حسین و یزید باہم نبرد آزما ہوں تو لشکر یزید کی کمان سنبھال کر یہ رجز پڑھتے ہوئے نکل پڑو کہ ؎

کربلا ایست سیر ہر آنم صد حسین ست در گریبانم

اور اگر پاکستان و بھارت کی جنگ شروع ہو جائے تو بھارت کے ’’غلام احمدی‘‘ پورے خلوص و وفاداری کے ساتھ بھارتی فوج میں شامل ہو کر اپنے خلیفہ کے مقابلہ میں صف آراء ہوں اور خلیفہ صاحب پاکستان کی وفاداری میں اپنے مریدان باصفا کا صفایا کریں اور جسے فتح ہو وہ اسی طرح چراغاں کرے، جس طرح عراق پر برطانوی قبضہ ہونے کے بعد قادیان میں چراغاں کیا گیا تھا اور پھر مرزا قادیانی کی روح پکار اٹھے کہ ’’قتلاهما في الجنة‘‘ تم دونوں نے واقعی ہمارے مشن کی تکمیل کی اور اپنی حکومت وقت کی اطاعت و وفاداری کر کے عین عبادت کا ثبوت بہم پہنچا دیا۔ تم دونوں جن وانس نے مقصد تخلیق کو پورا کیا۔ ’’وما خلقت الجن والانس الا ليعبدون‘‘ ایں کارازتو آید و مرداں چنیں کنند۔ کتنا پاکیزہ عشق ہے۔

فرمائیے! میں نے غلط کہا ہے کہ پاکستان بنتے ہی غلام احمدیت ختم ہوگئی۔ جو مشن اصولاً ختم ہو جائے اسے جماعۃً بھی ختم ہی سمجھئے۔ ایسی جماعتیں افاقۃ الموت کے کئی سنبھالے لینے کی مہلت بھی حاصل کر لیں تو وہ درحقیقت مردہ ہی ہوتی ہے۔ صرف اس لئے کہ ان کا بنیادی اصول مردہ ہوتا ہے۔ ورنہ ’’محض زندگی‘‘ تو چوپایوں کو بھی حاصل ہے۔ غلام احمدی جماعت نے فرمایا تھا کہ برطانیہ ہماری تلوار ہے۔ ظاہر ہے کہ جب وہ تلوار ہی جس کے سہارے وہ قائم تھے۔ رخصت یا منتقل ہوگئی تو غلام احمدیت کس طرح زندہ رہ سکتی ہے؟

وہ کون جو بگڑی ہوئی تقدیر سنوارے

ایسے پھسپھسے، بے ثبات، بے مغز اور پادر ہوا اصول پر جس جماعت کی بنیاد ہو اس کے افراد سے ختم نبوت اور دوسرے علمی مضمونوں پر مباحثہ کرنا میرے نزدیک تضیع اوقات ہے۔ پہلے انہیں نفس نبوت سمجھائیے کہ نبوت کیا چیز ہے؟ کس لئے ہوتی ہے، اس کا کیا مشن ہوتا ہے؟ پھر ختم نبوت پر گفتگو کیجئے اور دیگر مضامین کی طرف توجہ دلائیے۔ جس کے معنی میں نبوت کا مشن ’’برطانیہ (یا ہر حکومت وقت) کی اطاعت عین عبادت‘‘ ہو۔ اس سے پہلے نفس حیات پر بات کرنی چاہئے نہ کہ ختم نبوت پر۔ اب اگر بحث بھی کرنی تو اس پر کیجئے کہ تم اصولاً ختم ہو چکے ہو، یا اس پر گفتگو ہونا چاہئے کہ خود احمدیت زندہ ہے یا نہیں؟‘‘

(مرزائیت نئے زاویوں سے از مولانا محمد حنیف ندوی ص ۱۳، قادیانیت ہماری نظر میں ص ۱۳۵، ۱۳۶)

(۴۷۰) جلال الدین اکبر شہید (لاہور)، جناب

(شہادت: ۶ رمئی ۱۹۷۷ء)

جناب جلال الدین اکبر قرآن مجید کا حافظ و قاری تھا۔ جامعہ رحمانیہ لاہور مولانا قاری محمد اجمل خان کے ہاں تعلیم حاصل کر رہا تھا۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء میں بڑی جرأت و بہادری سے حصہ لیا۔ ۶ رمئی ۱۹۷۷ء کو تحریک نظام مصطفیٰ ﷺ میں نیلا گنبد جلوس میں اپنے دوسرے ساتھی آفتاب عالم کے ساتھ جام شہادت نوش کیا۔

(۴۷۱) جلال الدین بخاری، حضرت سید شاہ

مرزا قادیانی نے اپنے مخالف علماء و مشائخ کے نام ایک خط مقابلہ و مباہلہ کے لئے لکھا ہے۔ اس میں مشہور عالم اوچ شریف کے سید جلال بخاری سجادہ نشین صاحب کو بھی انجام آتھم کے ص ۷۱ نمبر ۶۶ پر مخاطب کیا ہے۔ اس کا یہ معنی ہے کہ ملعون قادیان کے کفر کو الم نشرح کرنے میں آپ نے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ الحمد لله!

(۴۷۲) جلال الدین (بھیرہ)، مولانا

(وفات: ۲۷/ مارچ ۱۹۹۲ء)

دارالعلوم حقانیہ کے فارغ التحصیل، جامعہ خضریہ بھیرہ کے بانی ومہتمم، جمعیۃ علماء اسلام کے ممتاز رہنما، ختم نبوت کے پاسبان، زیرک وصاحب فراست، بہادر، جری، حق گو، نڈر، حضرت مولانا خواجہ خان محمد کے مرید وعاشق وجیہہ وخوبصورت عالمانہ وقار کے حامل، حق تعالیٰ اپنی رحمتوں کی شبنم سے ان کی قبر مبارک کو سدا شرابور رکھیں۔ آمین!

(۴۷۳) جلال الدین لبید بہاول پوری، علامہ

(ولادت: ۱۸۹۵ء ...... وفات: یکم / جنوری ۱۹۴۹ء)

آپ کا نام جلال الدین جب کہ تخلص لبید تھا۔ لبید بہاول پوری کے نام سے معروف تھے۔ آپ جھنگ میں مہتاب دین کے گھر پیدا ہوئے۔ میٹرک اور ایف. اے بہاول پور سے کیا۔ پھر پوسٹل کلرک اور سب انجینئر کے طور پر بہاول پور میں ملازمت کرتے رہے۔ سائیں توکل شاہ ابنالوی سے بیعت تھے۔ آپ عربی وفارسی اور اردو میں اعلیٰ درجہ کے شعراء میں شمار ہوتے تھے۔ آپ نے مرزا قادیانی کی تردید میں کئی اشعار فارسی اور اردو زبان میں کہے۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد سلیم ملک نے آپ کی سوانح حیات ''لبید بہاول پوری'' کے نام سے مرتب کی۔ اس میں مرزا قادیانی پر فارسی میں کہے گئے اشعار درج ہیں۔

(۴۷۴) جلال الدین مشہدی، سید محمد

(ولادت: ۱۹۱۶ء ...... وفات: ۱۸/ نومبر ۱۹۸۵ء)

سید محمد جلال الدین بھکھی ضلع منڈی بہاؤالدین میں سید محمد عالم مشہدی کے ہاں پیدا ہوئے۔ آپ کی عمر چھ ماہ ہی تھی کہ بوجہ چیچک ظاہری بصیرت ضائع ہوگئی۔ لیکن اللہ پاک نے آپ کو اس کے بدلہ میں باطنی بصیرت سے نوازا۔ آپ نے حضور پور نزد میانی ضلع سرگودھا سے قرآن پاک حفظ کیا۔ پھر میانہ گوندل ضلع منڈی بہاؤالدین سے کتب کی ابتداء کی۔ حاصلاں والا ضلع منڈی، جامع فتحیہ اچھرہ اور کچھ عرصہ بٹالہ انڈیا میں بھی زیر تعلیم رہے۔ دورۂ حدیث بریلی سے مولانا سردار احمد فیصل آبادی اور مولانا امجد علی اعظمی سے کیا۔ بیعت کا سلسلہ حضرت میاں شیر محمد شرقپوری سے قائم کیا۔ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں بھرپور کام کیا۔ منڈی بہاؤالدین کے مضافات میں جلسے جلوسوں کی صدارت بھی کی۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء میں بھی متحرک رہے۔ اس وقت جمعیۃ علماء پاکستان ضلع گجرات کے صدر تھے۔

(۴۷۵) جماعت علی شاہ محدث (علی پور سیداں ضلع سیالکوٹ)، پیر سید

(پیدائش: ۱۸۴۱ء ...... وفات: ۳۰/ اگست ۱۹۵۱ء)

آپ برصغیر کے معروف شیخ طریقت، عالم دین، مبلغ، یکے از اکابر خلفاء بابا فقیر محمد چوراہی نقشبندی، تحریک پاکستان کے

پرزور حمایتی، تحریک خلافت کے نامور رہنما، قادیانی فتنہ کے خلاف اپنے زمانہ میں آیت من آیات اللہ تھے۔ علی پور سیداں ضلع سیالکوٹ میں آپ کا مزار مبارک ہے۔

آپ کی ردقادیانیت پر گرانقدر خدمات ہیں۔ مرزا قادیانی کے دعویٰ نبوت پر آپ نے پانچ نکاتی بیان جاری کیا:

۱...... سچا نبی کسی استاد کا شاگرد نہیں ہوتا۔ اس کا علم لدنی ہوتا ہے۔ وہ روح قدس سے تعلیم پاتا ہے۔ بلاواسطہ اس کی تعلیم وتعلّم خداوند قدوس سے ہوتا ہے۔ (جھوٹا نبی اس کے برخلاف ہوتا ہے)

۲...... ہر سچا نبی اپنی عمر کے چالیس سال گزرنے کے بعد یکدم بحکم رب العالمین مخلوق کے روبرو دعویٰ نبوت کر دیتا ہے۔ بتدریج آہستہ آہستہ اس کو درجہ نبوت نہیں ملتا کہ پہلے وہ محدث، پھر مجدد اور بعد میں نبوت کا دعویٰ کرے۔

۳...... حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضور سرور کائنات ﷺ تک تمام کے تمام انبیائے کرام علیہم السلام کے نام مفرد تھے۔ کسی سچے نبی کا نام مرکب نہیں تھا۔ (اس کے برعکس جھوٹے نبی کا نام مرکب ہوا)

۴...... سچا نبی کوئی ترکہ نہیں چھوڑتا۔ (جب کہ جھوٹا ترکہ چھوڑ کر مرا اور کچھ اولاد کو محروم الارث کیا)

۵...... علاوہ ازیں مرزائی، حضور علیہ السلام کے مدارج کو مرزا قادیانی کے لئے مان کر شرک فی النبوۃ کے مرتکب ہوئے۔ جس طرح خداوند کریم کا شریک کوئی نہیں۔ اسی طرح محمد عربی ﷺ کی مثال بھی کوئی نہیں۔

آپ کا یہ پانچ نکاتی اعلان وچیلنج آج تک مرزائی امت کے لئے سوہان روح ہے۔ اس کا کوئی مرزائی جواب نہ دے پایا۔

شاہی مسجد لاہور میں جہاں دیوبندی، اہل حدیث علماء پیر مہر علی شاہ کی تائید کے لئے ۲۵؍اگست ۱۹۰۰ء کے معرکے میں تشریف لائے تھے اور تقریریں کی تھیں، وہاں پیر جماعت علی شاہ ثانی بھی تشریف لائے۔ آپ نے ایمان افروز، باطل سوز تقریر کی، اس طرح جب مرزا قادیانی کے خلیفہ نورالدین نے نارووال، ضلع سیالکوٹ میں اپنا ارتدادی کیمپ لگایا۔ آپ اس وقت صاحب فراش تھے۔ چارپائی سے اٹھا نہیں جاتا تھا۔ لیکن آپ نے حکم دیا کہ: ''میری چارپائی اٹھا کر ہی نارووال لے چلو!'' چنانچہ متواتر چار جمعے آپ کی چارپائی اٹھا کر لے جاتے رہے اور آپ خطبہ جمعہ میں مرزائی عقائد کا پردہ چاک کرتے رہے۔ بالآخر نورالدین کو وہاں سے راہ فرار اختیار کرنا پڑی۔

۲۷؍اکتوبر ۱۹۰۴ء کو مرزا قادیانی اپنے حواریوں کے ساتھ سیالکوٹ ارتدادی مہم پر آیا۔ ڈپٹی کمشنر سیالکوٹ کا سپرنٹنڈنٹ قادیانی تھا۔ اس لئے مرزا قادیانی کا خیال تھا کہ سرکاری اثر ورسوخ کے باعث میرے مقابلے میں کوئی نہ آئے گا۔ پیر جماعت علی شاہ ثانی نے سیالکوٹ میں تشریف لا کر تین ہفتے قیام کیا۔ ہر روز شہر کے مختلف مقامات پر آپ کے ردقادیانیت پر بیان ہوئے۔ بالآخر مرزا قادیانی کو راہ فرار اختیار کرنے پر مجبور کر دیا۔

۶؍مئی ۱۹۰۸ء کو مرزا قادیانی لاہور آیا۔ ارتدادی مہم کے مقابلے کے لئے لاہور کے مسلمانوں نے پیر جماعت علی شاہ ثانی کو بلوایا۔ آپ نے موچی دروازہ اور دیگر مقامات پر مرزا کو للکارا۔ مرزا قادیانی کو پانچ ہزار انعام دینے کا اعلان کیا کہ وہ آکر مناظرہ کرے اور انعام پائے۔ جواب میں مرزا قادیانی نے کہا کہ: ''پیر صاحب! مجھے بھگانے کے لئے آئے ہیں، یہ ایڑی چوٹی کا زور لگائیں۔ مگر میں ایسا نہیں جو بھاگ جاؤں۔ اگر وہ بارہ برس بھی رہے تو میرا قدم نہ ہلے گا!'' اس کے جواب میں پیر جماعت علی شاہ محدث نے ۲۲؍مئی ۱۹۰۸ء کے جلسہ عام میں اعلان کیا کہ: ''بارہ برس تو اپنی جگہ رہے۔ مرزا قادیانی جلد ہی لاہور نہیں۔ بلکہ دنیا سے ذلیل وخوار ہوکر جائے

گا!'' ۲۵، ۲۶ رمئی کی درمیانی رات کے جلسے میں کہا: ''مرزا قادیانی کو چوبیس گھنٹے کی مہلت ہے۔ آئے اور مناظرہ کرے، لیکن مسلمانو! یاد رکھو وہ میرے مقابلے میں نہ آئے گا۔'' چنانچہ ایسا ہوا کہ ۲۶ رمئی ۱۹۰۸ء مرزا قادیانی کو ہیضے نے آن گھیرا، ڈاکٹر نے ایسی دوائی دے دی کہ نجاست کا رخ جو نیچے کی طرف تھا اوپر کو ہوگیا اور بیت الخلا میں جان نکل گئی۔ (ضیائے حرم، دسمبر ۱۹۷۴ء)

(۴۷۶) جمال الدین کاشمیری، قاضی مولانا

(وفات: شعبان ۱۳۴۳ھ / مارچ ۱۹۲۵ء)

مولانا جمال الدین کا تعلق ضلع مظفر آباد سے تھا۔ شرعی مسائل کے لئے آپ مرجع خلائق تھے۔ دینی علم مفتی قوام الدین سے حاصل کیا اور اصلاحی تعلق شیخ فضل اللہ نوری سے تھا۔ شعر و شاعری کا ذوق تھا۔ اپنا تخلص جمیل رکھا ہوا تھا۔ آپ نے مرزا غلام احمد قادیانی کے خلاف بغیر کسی لگی لپٹی کے زناٹے دار مضبوط فتویٰ جاری کیا کہ: ''قادیانی خنزیر مسیلمہ کذاب قادیان میں رہتا ہے۔ مفتری، زندیق، مردود کار، نائب ابلیس لعنت اللہ علیہ زندیق کی توبہ قبول نہیں۔ شریعت محمدیہ میں واجب القتل ہے۔'' (فتاویٰ ختم نبوت ج ۲ ص ۳۰۷)

(۴۷۷) جمال الدین کاظمی، جناب علامہ

(ولادت: ۲۸ راگست ۱۹۴۶ء ...... وفات: ۱۹ رجولائی ۱۹۹۹ء)

آپ خواجہ آباد ضلع میانوالی کے تھے۔ قمر العلوم ماڑی پور روڈ کراچی میں مدرسہ قائم کیا۔ آپ پیر طریقت اور عالم دین تھے۔ ''مرزائیت اپنے آئینہ میں'' نام سے کتاب بھی تحریر کی۔

(۴۷۸) جمال الدین (کراچی)، جناب حکیم

(پیدائش: ۱۹۳۷ء ...... وفات: ۱۶ رنومبر ۱۹۸۹ء)

جمعیۃ علماء اسلام کے ممتاز رہنما، عقیدۂ ختم نبوت کے علمبردار علمائے حق کے سچے اور مخلص عاشق، آپ میاں صاحب حویلی میں ۱۹۳۷ء میں پیدا ہوئے۔ لاہور میں تعلیم مکمل کی۔ والد گرامی سے طب کی تعلیم حاصل کی۔ مولانا احمد علی لاہوری، مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری، مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادی، مولانا غلام غوث ہزاروی، مولانا مفتی محمود، ماسٹر تاج الدین، آغا شورش کاشمیری، شیخ حسام الدین، مولانا محمد علی جالندھری سے محبانہ و نیازمندانہ تعلقات تھے۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں بڑی بے جگری سے حصہ لیا۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء، تحریک نظام مصطفیٰ ﷺ ۱۹۷۷ء میں بڑی جرأت کے ساتھ حصہ لیا۔ ان کا وجود اس دھرتی پر حق کے بول بالا کا نشان سمجھا جاتا تھا۔ لاہور، نوشہرہ میں قیام رہا۔ پھر کراچی آ گئے۔ خوب آزاد مرد قومی رہنما تھے۔ حق تعالیٰ بال بال مغفرت فرمائیں۔

(۴۷۹) جمال النساء بنت رافع، محترمہ

لندن کی عالمہ فاضلہ محترمہ جمال النساء نے ''ختم نبوت، مسیح موعود اور عقیدۂ ظہور مہدی کی حقیقت'' کے نام سے سولہ صفحاتی رسالہ جون ۱۹۸۵ء میں ختم نبوت کانفرنس لندن کے موقعہ پر شائع کیا۔

(۴۸۰) جمال دار خان، جناب میجر

آپ ۱۹۷۰ء میں قومی اسمبلی کے رکن بنے۔ ۱۹۷۴ء میں قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے کے لئے جن حضرات نے دستخط کئے ان میں آپ بھی شامل تھے۔ زہے مقدر۔

(۴۸۱) جمال دین (کمالیہ)، جناب چوہدری

(وصال: ۲۴؍اگست ۲۰۱۷ء)

چوہدری صاحب مرحوم کا عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت سے بڑا گہرا تعلق تھا۔ حضرت خواجہ خان محمد جب بھی کمالیہ تشریف لاتے تو چوہدری صاحب کے ہاں مقیم رہتے۔ مولانا عبدالمجید لدھیانوی سے بھی آپس میں گہرا تعلق رہا۔ سلیم پور کے رہائشی تھے۔ کمالیہ میں پٹواری کی پوسٹ پر رہے۔ صحت و بیماری ہر حال میں نماز روزے کی قضاء نہ ہونے دیتے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے معاون و دعاگو تھے۔

(۴۸۲) جمال شاہ کاکاخیل، جناب میاں

(ولادت: ۱۹۳۰ء ...... وفات: ۳۱؍اکتوبر ۲۰۰۸ء)

جناب میاں جمال شاہ کاکاخیل خیبر پختونخواہ کی معروف سیاسی، سماجی اور روحانی شخصیت تھے۔ سیاسی میدان میں صوبائی اور وفاقی کئی اہم عہدوں پر فائز رہے۔ ۱۹۷۰ء کے الیکشن میں کامیاب ہوکر رکن قومی اسمبلی منتخب ہوئے۔ ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت کے دوران اس خصوصی کمیٹی کا حصہ تھے جنہوں نے مرزائیوں اور لاہوریوں کے غیر مسلم ہونے پر مہر ثبت کی۔ زیارت کاکا صاحب ضلع نوشہرہ میں آپ کی آخری آرام گاہ ہے۔

(۴۸۳) جمال محمد کوریجہ، جناب خواجہ

آپ نامور مذہبی و قومی رہنماء تھے۔ ۱۹۷۰ء کے الیکشن میں قومی اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے۔ آپ نے ۳؍ستمبر ۱۹۷۴ء کو قومی اسمبلی میں قادیانی مسئلہ پر تقریر بھی کی۔ پڑھئے سر دھنئے۔ یہ واحد قومی اسمبلی کے ممبر تھے جنہوں نے تقریر کرتے ہوئے مرزا قادیانی کو قومی اسمبلی میں والد الحرام کہا تھا۔ تقریر پڑھئے۔

جناب خواجہ جمال محمد کوریجہ کا قومی اسمبلی میں قادیانی مسئلہ پر خطاب

جناب والا! کوئی ڈیڑھ مہینے سے مرزائیت کا مسئلہ زیر بحث ہے۔ بحث صرف اس مسئلے پر کی جارہی ہے کہ مرزا غلام احمد نبی ہے یا نہیں۔ افسوس سے مجھے یہ کہنا پڑتا ہے کہ پاکستان دنیا کی عظیم اسلامی مملکت شمار ہوتا تھا۔ دنیا کی نظر میں یہ ایک بہت بڑا اسلامی ملک کہا جاتا تھا۔ لیکن آج تمام ملکوں کے اندر ہم بدنام ہو چکے ہیں۔ ایک مسئلہ جو متنازع مسئلہ نہیں ہے۔ اس مسئلے کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے حل فرما دیا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرما دیا ہے کہ حضور کے بعد کوئی نبی نہیں ہوسکتا، نہ آسکتا ہے۔ میں نے دین کو ان کے اوپر مکمل کر دیا

ہے۔ جواب اس کا دعویٰ کرے گا وہ کافر ہے، وہ مرتد ہے، وہ واجب القتل ہے۔ پھر مرزا غلام احمد نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ انگریز نے اس کی پرورش کی جس طریقے سے اس کی پرورش ہوتی رہی۔ پھر مسلمان کا دور آیا۔ ستائیس سال گزر گئے ہیں۔ ہماری حکومتوں نے پھر اس کو انگریز کی سرپرستی سے بھی زیادہ سرپرستی دی۔ تو ہم لوگ آج کسی اسلامی ملک کے سامنے یہ نہیں کہہ سکتے کہ ہم ایمان رکھتے ہیں۔ ایمان تو ان لوگوں کا تھا جنہوں نے دعویدار کو چند لمحے بھی اس دنیا میں رہنے کی اجازت یا مہلت نہ دی اور ان کے خلاف جہاد کیا اور ان کو فی النار کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے فیصلہ فرمادیا کہ حضورﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا۔ حضورﷺ نے فرمادیا کہ اگر میرے بعد نبی آتا تو وہ عمرؓ ہوتے۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے اس کو ثابت کر دیا کہ واقعی حضور کا فرمان صحیح ہے، اللہ کا فرمان صحیح ہے۔ مسیلمہ کذاب نے دعویٰ کیا۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے اس کے خلاف جہاد کر کے اس کو ختم کر دیا۔ اسی طرح کے بیس بائیس اور بھی گزرے ہیں۔ جنہوں نے (نبوت کے) دعوے کئے ہیں۔ ان کے ساتھ بھی یہی حشر ہوا۔ لیکن یہ واحد ایک مملکت آئی ہے جو ڈیڑھ مہینے سے ایک ولد الحرام فرقے کو یہاں بٹھا کر ان سے یہ دلائل پوچھے جا رہے ہیں کہ تم اپنی نبوت کے دلائل پیش کرو کہ تم صحیح ہو یا غلط ہو۔ کون سی گنجائش ہے کہ حضورﷺ خاتم النّبیین نہیں ہیں؟ کون اس کے اوپر تھوڑی سی گنجائش کرتا ہے کہ حضورﷺ خاتم النّبیین نہ تھے؟ اگر کوئی آدمی تھوڑا سا خیال بھی کر لیتا ہے۔ تھوڑا سا وہم بھی اس کے اندر آجاتا ہے تو وہ کافر ہے۔ اس کا ایمان نہیں رہتا۔ حضرت امام اعظم سے ایک آدمی نے پوچھا کہ نبوت کا ایک آدمی دعویٰ کرتا ہے تو ہم اس کے ساتھ کیسے پیش آئیں گے تو حضور نے کہا اس کے خلاف جہاد کرو۔ اگر تم نے اس سے صرف یہ پوچھ لیا کہ تم معجزہ دکھاؤ تو تم بھی اسی طریقے سے مجرم ہو جاؤ گے۔ جیسے کہ وہ مجرم ہے۔ یعنی معجزہ طلب کرنا بھی شرک ہے اور ہم ڈیڑھ مہینے سے یہ بحث و تمحیص کر رہے ہیں کہ آیا یہ کافر ہیں یا نہیں۔ یہ ہمارے لئے ڈوب مرنے کا مقام ہے۔

جناب چیئرمین: معاف کریں، یہ ہم بحث نہیں کر رہے۔

خواجہ جمال محمد کوریجہ: بالکل یہی کر رہے ہیں۔

جناب چیئرمین: نہیں، سوری۔

خواجہ جمال محمد کوریجہ: بالکل یہی بحث ہو رہی ہے۔

جناب چیئرمین: نہ، نہ آپ نے ریزولیوشن پڑھے ہیں نہ آپ نے بحث سنی ہے۔

خواجہ جمال محمد کوریجہ: مجھے بتائیں کہ وہ یہاں کس لئے آئے؟ مرزا ناصر کیوں آیا؟

جناب چیئرمین: میں آپ سے بحث میں نہیں الجھنا چاہتا۔ یہ تھا کہ ایک ریزولیوشن آیا تھا۔ ***To Detrmine the status of the Ahmedis.*** (کہ احمدیوں کی حیثیت کا تعین کیا جائے)

خواجہ جمال محمد کوریجہ: (اپنی بولی میں، اپنی زبان میں)

جناب چیئرمین: کہ یہ واضح کیا جائے گا کہ قادیانیوں کا، احمدیوں کا کیا مقام ہے۔ ایک ریزولیوشن آپ کی طرف سے آیا تھا کہ ان کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا جائے۔ باقی دو تین ریزولیوشن اور آئے ہیں اور ان میں کسی ایک نے بھی ایسا کوئی ریزولیوشن پیش نہیں کیا کہ وہ مسلمان ہیں یا کافر ہیں۔ اس واسطے یہ بحث بالکل نہیں رہی وہ ایک ***Clarification*** (وضاحت) تھی جس کے واسطے ان کو بلایا گیا تھا۔ جس کے واسطے ان پر جرح کی گئی تھی اور سوال پوچھے گئے تھے اور یہ سوال بھی ممبران نے دیئے

تھے کوئی باہر سے نہیں آئے تھے۔

خواجہ جمال محمد کوریجہ: تو جناب والا! ان کو اقلیت قرار دینے سے اور کیا ثابت ہو رہا ہے؟

جناب چیئرمین: آپ اس طرح ممبر صاحبان کی توہین نہ کریں۔ یہ سب انہوں نے خود سوال مرتب کئے تھے۔

خواجہ جمال محمد کوریجہ: کسی ممبر کی میں توہین نہیں کر رہا۔ میں اپنا ایمان اور میرا جو عقیدہ ہے وہ بیان کر رہا ہوں کہ یہ لوگ......

جناب چیئرمین: نہ، آپ کیوں اسمبلی کی ایسی تیسی کر رہے ہیں؟

خواجہ جمال محمد کوریجہ: میں تو جناب! دو منٹ میں ختم کر دیتا ہوں، آپ نے خواہ مخواہ اتنا ٹائم لے لیا ہے۔

جناب چیئرمین: نہیں، یہ آپ نے غلط کہا ہے۔

خواجہ جمال محمد کوریجہ: میں بحث نہیں کر سکتا ہوں؟

جناب چیئرمین: اسمبلی کے ممبران کا ایمان مضبوط ہے۔

خواجہ جمال محمد کوریجہ: لیکن میرا ایمان مجھے اجازت دیتا ہے کہ میں اس کے اوپر بحث کروں۔ جیسے لوگوں نے بڑے بڑے دلائل دیئے ہیں کہ وہ اس لئے خراب تھا کہ وہ انگریز کا وفادار تھا۔ وہ اس لئے خراب تھا کہ اس نے ساری زندگی انگریزوں کے ساتھ مل کر گزاری، اس نے ان کی وفاداری کی، اس کا وظیفہ خوار تھا۔ اگر ایک آدمی ان تمام عیوب سے پاک ہو اور وہ نبوت کا دعویٰ کرے تو پھر ہمیں اسے تسلیم کر لینا چاہئے؟ یہ کوئی بات نہیں ہے کہ وہ وفادار تھا یا نہیں تھا میں یہ کہتا ہوں کہ اس کا بڑا جرم جو ہے وہ یہ ہے کہ نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ لہٰذا وہ واجب القتل ہے۔ وہ مرتد اور ہمارے مسلم معاشرے کے اندر اس کا رہنا، اس کا رہن سہن جو ہے وہ اسلام کے خلاف ہے۔ میں گورنمنٹ کی خدمت میں استدعا کروں گا کہ مرزا غلام احمد جو ولد الحرام ہے جو ولد الحرام تھا اس کی جماعت جو ہے وہ بھی ولد الحرام ہے۔ مرتد ہے، مشرک ہے جو ان کو پناہ دیتے ہیں وہ بھی کافر اور مرتد ہیں۔ جو ان کے ساتھ لین دین رکھتے ہیں وہ بھی مشرک ہیں۔ لہٰذا ان کو فوراً اس پاک سرزمین سے نکال کر اس ملک کو پاک کیا جائے۔

(۴۸۴) جمشید الٰہی (فیصل آباد)، جناب صوفی

(ولادت: ۱۹۴۲ء ...... وفات: ۵/نومبر ۲۰۱۹ء)

مظفر نگر یو۔پی کے جناب فضل الٰہی صاحب کے صاحبزادے تھے۔ جناب صوفی جمشید الٰہی تقسیم کے بعد ان کا خاندان فیصل آباد میں منتقل ہوا۔ جھال خانو آنہ ستیانہ روڈ پر رہائش رکھی۔ جمشید الٰہی میٹرک اعلیٰ نمبروں پر پاس آپ اور آپ کے چار برادران ہمیشہ جمعہ مولانا تاج محمود کے ہاں ریلوے کالونی میں ادا کرتے تھے۔ پانچوں بھائی تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء، ۱۹۷۴ء، ۱۹۸۴ء میں صف اوّل میں رہے۔ صوفی جمشید صاحب نے ستیانہ روڈ پر مسجد صدیقیہ کی تعمیر و ترقی میں حضرت سید فاروق احمد شاہ صاحب، پیر طریقت کے ساتھ بھرپور قائدانہ کردار ادا کیا۔ جناب صوفی جمشید الٰہی کا بیعت کا تعلق حضرت مولانا پیر سید علاؤالدین شاہ شیخوپوری سے تھا۔ صوفی صاحب نے جھنگ روڈ پر مولانا صادق الامین صاحب کے مدرسہ کے قیام کے لئے بھرپور کردار ادا کیا۔ محترم صوفی صاحب بہت ہی تحریکی اور نظریاتی شخصیت تھے اور عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے دل و جان سے ساعی بصف اوّل کا مصداق۔

(۴۸۵) جمشید علی خان (رائے ونڈ)، حضرت مولانا

(ولادت: ۱۹۲۸ء ...... وفات: ۳/ نومبر ۲۰۱۴ء)

حضرت مولانا جمشید علی خان قصبہ بھپائی کیرانہ ضلع مظفر نگر یو. پی انڈیا میں پیدا ہوئے۔ حضرت تھانوی کے خلیفہ مولانا مسیح اللہ خان کے ہاں ابتدائی علوم حاصل کئے۔ بعدازاں دارالعلوم دیوبند میں حضرت مدنی سے سند فراغت حاصل کی۔ ۱۹۵۲ء میں فراغت کے بعد ٹنڈو والہ یار سندھ میں مدرس مقرر ہوئے۔ اس دوران تحریک دعوت و تبلیغ سے وابستہ ہوئے اور ۱۹۶۴ء میں رائے ونڈ تشریف لے آئے۔ مدرسہ عربیہ رائے ونڈ میں جب دورۂ حدیث شریف کا اجراء ہوا تو سب سے پہلے آپ شیخ الحدیث کے منصب پر فائز ہوئے۔ انتہائی سادگی کے ساتھ وقت گزارا۔ عقیدہ ختم نبوت کے لئے کام کرنے والوں کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے۔ اکابرین ختم نبوت پر دل و جان سے فداء تھے۔ وفات کے اگلے روز رائے ونڈ اجتماع کے وسیع و عریض پنڈال میں لاکھوں افراد نے آپ کے جنازہ میں شرکت کی۔ رائے ونڈ کے گور غریباں میں سپرد خاک کئے گئے۔

(۴۸۶) جمیل احمد تھانوی (لاہور)، مولانا مفتی

(ولادت: ۱۹۰۰ء ...... وفات: ۲۵/ دسمبر ۱۹۹۴ء)

آپ قصبہ تھانہ بھون ضلع مظفر نگر، انڈیا میں مولانا حافظ سعید احمد تھانوی کے گھر پیدا ہوئے۔ آپ ان خوش قسمت اور سعید لوگوں میں سے ہیں کہ جن کو براہ راست خانقاہ تھانہ بھون کا ماحول میسر آیا اور حضرت تھانوی کی صحبت و نگرانی میں تعلیم و تربیت کے مراحل طے ہوئے۔ دورۂ حدیث آپ نے مظاہر العلوم سہارنپور سے مکمل کیا۔ تعلیمی قابلیت کی بناء پر مظاہر العلوم میں ہی تدریس کا شرف حاصل ہوا۔ بعدازاں آپ قیام پاکستان کی تحریک میں عملاً شریک ہوئے۔ قیام پاکستان کے بعد جامعہ اشرفیہ لاہور کے شعبہ افتاء میں صدر مفتی کے عہدہ جلیلہ پر فائز ہوئے۔ عوام الناس کے پیچیدہ مسائل حل کرنے کے ساتھ ساتھ قرآن، حدیث، فقہ، تاریخ و تذکرہ جیسے موضوعات پر تقریباً ۱۰۰ کے قریب کتب تالیف کیں۔ جامعہ اشرفیہ لاہور کے قبرستان میں تدفین ہوئی۔ مسئلہ رفع و نزول مسیح علیہ السلام پر جامعہ اشرفیہ کے شیخ التفسیر حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی نے ایک فتویٰ کا جواب مرتب کیا۔ اس فتویٰ پر حضرت مفتی صاحب نے بھی تائیدی دستخط اور مہر ثبت کی۔ فتویٰ کے الفاظ درج ذیل ہیں:

الجواب صواب بلا ارتیاب، ولاشک ان مسیلمة الفنجاب حکمه حکم مسیلمة الکذاب لا فرق بینهما اصلاً عند اولی الالباب، وان حیاة سیدنا عیسٰی علیہ السلام ورفعه الی السماء ثم نزوله من السماء الی الارض عند قرب الساعة، مسئلة منصوصة بالکتاب والسنة المتواترة واجماع الامة من انکرها فقد کفر وارتد عن الاسلام وحکمه حکم المرتد۔ واللہ اعلم!

محمد ادریس کان اللہ له وکان هو للہ

جامعہ اشرفیہ لاہور

(ترجمہ) جواب بلاشبہ درست ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ مسیلمہ پنجاب کا حکم بھی وہی ہے جو مسیلمہ کذاب کا ہے اور اہل عقل کے نزدیک تو ان دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔ باقی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات اور آپ کے آسمان پر اٹھائے جانے، پھر قیامت کے قریب آسمان سے زمین پر تشریف لانے کا مسئلہ تو کتاب اللہ، متواتر احادیث اور اجماع امت سے ثابت ہے جو بھی اس کا انکار کرے گا، وہ کافر ہو جائے گا اور دائرہ اسلام سے خارج ہوگا اور اس کا حکم، مرتد والا حکم ہوگا۔ جمیل احمد تھانوی
رئیس دارالافتاء، جامعہ اشرفیہ لاہور

(۴۸۷) جمیل احمد شرقپوری، جناب میاں

(پیدائش:۲۳؍فروری ۱۹۳۳ء ...... وفات:۱۱؍ستمبر ۲۰۱۳ء)

آپ شرق پور شریف کی گدی کے سجادہ نشین تھے۔ عالم دین، پیر طریقت، سماجی و سیاسی شخصیت تھے۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء، ۱۹۷۴ء، ۱۹۸۴ء میں بہادرانہ وار حصہ لیا۔ خوب بھرپور دینی و سیاسی شخصیت تھے۔ قادیانیوں کے اس دھرتی پر ازلی ابدی دشمن تھے۔

(۴۸۸) جمیل احمد میواتی، پیر طریقت مولانا

(پیدائش:۱۹۳۳ء ...... وفات:۲۵؍جنوری ۱۹۹۲ء)

دہلی میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم والد گرامی سے حاصل کی۔ لاہور اسلامیہ کالج میں بھی پڑھا۔ حضرت مولانا رسول خان سے بھی رشتہ تلمذ تھا۔ حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری سے بیعت کا تعلق تھا۔ پھر مجاز بھی ہوئے۔ پھر رائے ونڈ میں ادارہ قائم کیا۔ مولانا جمیل احمد میواتی عرصہ تک مسجد محمدیہ ریلوے اسٹیشن چناب نگر مجلس ذکر منعقد کرتے رہے۔ مدرسہ ختم نبوت مسلم کالونی چناب نگر آمد رہتی۔ عالمی مجلس کے دونوں اداروں میں ان کا دورہ باعث برکت تھا۔ کیا لوگ تھے جہاں دین کا کام ہوتے دیکھا اس کے معاون و مددگار ہو گئے۔

(۴۸۹) جندوڈہ (راجن پور)، حضرت پیر سید

(وفات:۱۹۶۱ء)

راجن پور کے مولانا سید جندوڈہ صاحب کا بیعت کا تعلق خانقاہ دین پور سے تھا۔ سنت کے عامل اور عاشق رسول تھے۔ زمیندار تھے۔ ان کا اپنے علاقہ میں خاصہ اثر و رسوخ تھا۔ ایک زمانہ میں ان کی پنچائیت کا فیصلہ حرف آخر ہوتا تھا۔ مجلس تحفظ ختم نبوت کے کام کی نہ صرف سرپرستی فرماتے بلکہ عملاً اس میں کوشاں ہوتے۔ کیا نسبتوں کے حامل عظیم لوگ تھے۔ حضرت امیر شریعت کی وفات کے بعد جو مجلس تحفظ ختم نبوت کا اجلاس ملتان میں منعقد ہوا، اس میں تشریف لائے تھے۔

(۴۹۰) جوہر علی صندل، جناب

جوہر علی صندل آج سے ایک صدی قبل ملعون قادیان کے خلاف نبرد آزما رہے۔ ملاحظہ ہو:
قادیانیوں نے مباہلہ کا چیلنج دیا۔ مؤلف نے ۲؍جون ۱۹۱۱ء کو چیلنج قبول کرنے کا جواب شائع کر دیا۔ قادیانی گروہ کو سانپ

سونگھ گیا۔آپ نے پھر یہ دوصفحاتی پمفلٹ ''مرزائیوں پر منظوری مباہلہ کا اثر'' نامی ۱۱رجون ۱۹۱۱ءکوشائع کر کے قادیانیوں کو غیرت کی پڑیا کے طور پر پیش کیا۔لیکن غیرت اور قادیانیت کی باہمی دشمنی پر دنیا گواہ ہے۔تفصیل مباحثہ قادیانیت جلد۱۲ میں ہے۔

(۴۹۱) جہانگیر علی ایڈووکیٹ، جناب چوہدری

(ولادت: ۷/اپریل ۱۹۲۸ء ...... وفات: ۷/مارچ ۱۹۸۷ء)

جناب چوہدری جہانگر علی کھیڑی تابع حسن ضلع کرنال انڈیا میں چوہدری علیم الدین کے گھر پیدا ہوئے۔آپ کا خاندان تقسیم پاکستان کے بعد سرگودھا میں آباد ہوا۔چوہدری جہانگیر ۱۹۷۰ء میں رکن قومی اسمبلی منتخب ہوئے۔۱۹۷۳ء تک دستور ساز کمیٹی کے رکن رہے۔۱۹۷۴ء تا ۱۹۷۷ء وفاقی وزیر مملکت برائے تعمیرات منتخب ہوئے۔آپ نے ۳/ستمبر۱۹۷۴ءکوقومی اسمبلی کے خصوصی اجلاس میں فتنۂ قادیانیت کے خلاف ایک تقریر فرمائی، جو یہ ہے:

جناب چوہدری جہانگیر علی کا قومی اسمبلی میں قادیانی مسئلہ پر خطاب

چوہدری جہانگیر علی: جناب ڈپٹی چیئرمین صاحبہ! موجودہ مسئلہ جو اس خصوصی کمیٹی کے سامنے درپیش ہے۔یہ مذہبی اہمیت کا بھی حامل ہے اور سیاسی نتائج بھی اس سے منسلک ہیں۔اس مسئلے نے ۲۹/مئی ۱۹۷۴ء کے بعد اس ملک میں جو صورتحال پیدا کی اس کے متعلق ۱۳/جون ۱۹۷۴ءکو جناب ذوالفقار علی بھٹو صاحب وزیراعظم اپنے نقطۂ نظر کا اظہار فرما چکے ہیں اور انہوں نے ملک وقوم کے مفاد کے پیش نظر اس مسئلے کو اس ملک کے سب سے بڑے ادارے قومی اسمبلی کے سامنے پیش کیا اور قومی اسمبلی نے خود فیصلہ کرتے ہوئے اپنے آپ کو ایک سپیشل کمیٹی میں تبدیل کیا اور تقریباً دو ماہ ہوئے کہ اس مسئلہ کے اوپر اس ہاؤس کے اندر شہادتیں بھی پیش ہوئیں۔بیان بھی ہوئے اور جرح بھی ہوئی۔میں واضح کرنے کی کوشش کروں گا کہ جو شہادت ریکارڈ پر آئی ہے اس سے کیا ثابت ہوتا ہے۔کیا فریقین اپنے اپنے کیس کو ثابت کرنے میں کامیاب رہے ہیں؟ کیا احمدی جماعت کے لیڈر اپنے کیس اس ایوان کے سامنے ثابت کر چکے ہیں؟ انہوں نے حزب اختلاف یعنی غیراحمدی مسلمانوں کا کیس ناکام کر دیا ہے؟ یا غیراحمدی مسلمانوں کے دعوے کو وہ رد نہیں کر سکے؟ اور اپنے دعوے کی بھی صحیح طرح پر تصدیق نہیں کر سکے؟

جناب ڈپٹی چیئرمین! مجھے ۱۹۷۰ء کا وہ ماحول یاد ہے جب جناب ذوالفقار علی شہر شہر اور قریہ قریہ اپنی پارٹی کا منشور بیان کرنے کے لئے، اور غریب عوام کو سیاست سے روشناس کرانے کے لئے، ان میں سیاسی تدبر پیدا کرنے کے لئے دورے کیا کرتے تھے۔میں نے اکثر مقامات پر دیکھا کہ جناب بھٹو سے مذہب کے متعلق اکثر سوال کئے جاتے تھے اور ختم نبوت کے متعلق آپ سے استفسار کیا جاتا تھا۔خود میرے شہر سرگودھا میں لوگوں نے جناب بھٹو کے سر پر قرآن رکھ کر یہ پوچھا تھا کہ مسئلہ ختم نبوت کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے تو انہوں نے واشگاف الفاظ میں فرمایا تھا کہ جو آدمی ختم نبوت پر ایمان نہیں رکھتا میں اسے مسلمان نہیں سمجھتا اور میں خود ایسا مسلمان ہوں جس کا ختم نبوت کے اوپر اعتقاد ہے۔

صدارت، وزارت عظمیٰ اور ختم نبوت

جناب ڈپٹی چیئرمین! جناب ذوالفقار علی بھٹو صاحب کو معلوم تھا کہ اس ملک کے اندر آئینی بحران ہے اور سالہا سال سے ملک بغیر کسی آئین کے چل رہا ہے۔ جناب بھٹو نے عوام سے وعدہ کیا کہ وہ نہ صرف ان کو عوامی دستور دیں گے بلکہ ان کو اسلامی دستور دیں گے۔ ان کو یہ بھی یقین تھا کہ اسلامی دستور بنانے کے لئے زیادہ سے زیادہ ممبران قومی اسمبلی اگر مسلمان ہوں اور صحیح عقیدے کے مسلمان ہوں تو پھر ہم اتفاق رائے سے غیر متنازعہ قسم کا اسلامی دستور اس ملک کو دے سکیں گے۔ جناب ڈپٹی چیئرمین! شاید یہی وجہ تھی کہ جناب ذوالفقار علی بھٹو نے قومی اسمبلی کے لئے اپنی پارٹی کا ٹکٹ کسی احمدی یا قادیانی کو نہیں دیا اور آج ہم یہ بڑے فخر سے کہہ سکتے ہیں کہ اس ہاؤس کے سو فیصد ممبران کا عقیدہ ختم نبوت پر ہے اور وہ اس کے اوپر ایمان رکھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اتفاق رائے سے اس ملک کو ایک عوامی اور اسلامی دستور دے چکے ہیں اور اس اسلامی دستور میں ہم نے نظریہ ختم نبوت کو بھی تحفظ دیا ہے اور اگر میں آپ کے سامنے دستور کے تھرڈ شیڈول کی عبارت پڑھ کر سناؤں تو معلوم ہو جائے گا کہ اس کے اندر واشگاف الفاظ میں ختم نبوت کو تحفظ دیا گیا ہے اور جو آدمی ختم نبوت کے اوپر ایمان کا اور اعتقاد کا حلف نہیں اٹھاتا وہ اپنے آپ کو نہ مسلمان کہلوا سکتا ہے نہ کرسی صدارت پر بیٹھ سکتا ہے اور نہ ہی وزارت عظمیٰ کی کرسی پر متمکن ہو سکتا ہے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین! جہاں تک مذہبی عقیدے کا تعلق ہے اس پر بہت سارا لٹریچر اس کارروائی کے دوران مختلف اسلامی اور احمدی عقیدہ رکھنے والوں کی جانب سے ممبران قومی اسمبلی کے پاس آیا اور ہم نے ان سے زیادہ سے زیادہ استفادہ کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس کے علاوہ فاضل ممبران قومی اسمبلی مولانا مفتی محمود، مولانا غلام غوث ہزاروی صاحب اور مولانا عبدالحکیم صاحب نے جو اسلامی عقیدے کا بیان اس کمیٹی کے سامنے پڑھ کر سنایا ہے۔ عقیدے کے لحاظ سے میں ان دونوں کے بیانات سے سو فیصد متفق ہوں۔ لیکن اگر ہم نے صرف اپنے علمائے کرام کے بیانات پر اور ان کے وعظ ونصیحت پر ہی فیصلہ کرنا تھا تو پھر اسمبلی کے سامنے لاہوری جماعت اور ربوہ جماعت کو اپنا نقطۂ نظر پیش کرنے کی اجازت دینے کی قطعاً ضرورت نہ تھی۔ وعظ ونصیحت سن کر ہی ہم اسی وقت فیصلہ دے سکتے تھے کہ یہ لوگ مسلمان ہیں یا غیر مسلم ہیں؟ مگر چونکہ انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ کسی دوسرے فریق کے خلاف فیصلہ دینے سے پہلے آپ اس کو ضرور سماعت کر لیں اور اس کے عذرات سن لیں۔ یہی نیچرل جسٹس اور ***Good Conscience*** (روشن ضمیری) کا تقاضا ہے۔ جناب ڈپٹی چیئرمین! یہی وجہ ہے کہ قادیانی لیڈروں کو اپنا نقطۂ نظر اس اسمبلی میں پیش کرنے کی اجازت دی گئی۔ بلکہ انہوں نے خود اس کا مطالبہ کیا تھا کہ فیصلہ دینے سے پہلے ہمیں اسمبلی کے سامنے پیش ہو کر اپنی پوزیشن اور اپنا عقیدہ واضح کرنے کی اجازت دی جائے۔ ان کے بیانات پر جرح کے دوران میں نے کوشش کی کہ میں زیادہ سے زیادہ عرصہ کارروائی کے دوران حاضر رہوں اور میں نے یہ کوشش بھی کی کہ اگر وہ کوئی اس قسم کے دلائل پیش کر سکیں یا ثبوت دے سکیں کہ ان کا عقیدہ سچا ہے اور وہ مجھے قائل کر سکیں تو شاید میں ان کے عقیدے پر ایمان لے آؤں۔ اسی نظریہ سے میں نے ان کے تمام دلائل سنے۔ وہ شہادت جو اس اسمبلی کے ریکارڈ پر آئی ہے اگر میں اس کا آپ کے سامنے اور فاضل ممبران اسمبلی کے سامنے جائزہ لوں تو ہم یہ دیکھ لیں گے کہ کیا ان کا نظریہ اس قابل ہے کہ میں اس پر ایمان لے آتا، یا ان کا نظریہ اس قسم کا ہے کہ میں اس کو پائے حقارت سے ٹھکرا دیتا؟

مرزا ناصر کا بیان تضادات کا مجموعہ

جناب ڈپٹی چیئرمین! ان تحریری بیانات کا جو انہوں نے داخل کئے ہیں اور اس مؤقف کا جو جرح میں ان سے حاصل کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ ملاحظہ کرنے کے بعد ہمیں ایک صحیح نتیجہ پر پہنچنے کے لئے یہ نکات زیر غور لانے ہوں گے کہ گواہ کا *Status* (منصب) کیا ہے۔ آپ نے دیکھا ہے کہ وہ فارسی دان ہے۔ وہ عربی میں مولوی فاضل ہے۔ اس نے آکسفورڈ سے گریجوایشن کی اور وہیں سے ایم.اے کی ڈگری حاصل کی۔ پاکستان اور ہندوستان میں ۱۹۴۰ء سے لے کر ۱۹۶۵ء تک ایک کالج کا پرنسپل رہا۔ جناب ڈپٹی چیئرمین! یہی نہیں بلکہ جس شخص کو یہ کہتے ہیں کہ وہ امتی یا تشریعی یا آخری نبی ہے۔ اس کا یہ پوتا ہے اور خلیفہ ثانی کا لڑکا ہے۔ یہ اس گواہ کا *Status* (منصب) ہے۔ اب ہم نے یہ دیکھنا ہے کہ کیا اس گواہ نے اپنے *Status* (منصب) کے مطابق صحیح بیان دیا یا ہیرا پھیری کی ہے؟ اس نے جھوٹ بولا ہے یا اس نے حقائق پر پردہ ڈالنے کی کوشش کی ہے؟ اس نے سوالات سے کترانے کی کوشش کی ہے، اس کا رویہ اس ہاؤس میں *Hostile* (جارحانہ) رہا ہے یا نہیں؟ اس نے عدم تعاون کا ثبوت تو نہیں دیا یا حقائق کو چھپانے کی کوشش تو نہیں کی؟ کیا وہ اپنے کیس کو ثابت کرنے کے لئے اپنے مخالف دلائل کو رد کر سکا ہے؟ یا وہ اپنے کیس کو ثابت کرنے کے لئے دوسرے کے کیس کو جھوٹا ثابت کرنے میں کامیاب رہا ہے؟

جناب ڈپٹی چیئرمین! میں چند نکات لے کر بیانات کی روشنی میں ان نکات پر اس گواہ کے کردار اور اس کے کریکٹر اور اس کے عقیدے کا آپ کے سامنے تجزیہ کرنا چاہتا ہوں۔ سب سے پہلے میں یہ پوائنٹ لوں گا کہ اس نے اپنے خلیفہ ثالث منتخب ہونے کے متعلق اس ہاؤس میں کیا کہا؟ کیا یہ ایسے دلائل ہیں جن سے ہم تسلیم کر لیں کہ جس شخص کا (نبی کا) یہ تیسرا خلیفہ ہے وہ بھی برحق تھا اور یہ اس کا تیسرا خلیفہ بھی برحق ہے یا نہیں؟

جناب ڈپٹی چیئرمین! اگر ہم کسی غیر مسلم کو اسلام کی دعوت دیں تو اس کا ایک طریقہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کا اسوۂ حسنہ، آپ ﷺ کی تعلیمات اس کے سامنے بیان کریں اور ان کو سپورٹ کرنے کے لئے آپ ﷺ کے خلفاء راشدین کے کردار کا، ان کی قربانیوں کا، ان کی راست بازی کا بھی ہم جائزہ لیں۔ جس شخص کے خلیفہ کا کردار شک وشبہ سے بالاتر ہوگا یقیناً اس کی نبوت بھی سچی اور واجب القبول ہوگی۔ اب ہم نے یہ دیکھنا ہے کہ خلفاء راشدین کے کردار نے آنحضرت ﷺ کی سیرت کو، آپ کی نبوت کو اور آپ کے کردار کو اپنے عمل سے، اپنے قول وفعل سے کس حد تک برحق اور سچا ثابت کرنے کی کوشش کی، کس حد تک بلند رکھا، کس حد تک سپورٹ کیا۔ اسی طرح ہم یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ اس تیسرے خلیفہ نے اپنے نبی کے کردار کو کس حد تک سپورٹ کیا ہے۔ کیا اس کا کردار ایسا ہے جس سے ثابت ہو کہ یہ واقعی ایک نبی کا تیسرا خلیفہ ہے۔ اگر اس کا کردار ایک خلیفہ کے کردار کی کسوٹی پر پورا نہیں اترتا تو میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ وہ نبی بھی اس قابل نہیں ہے کہ ہم اس کو نبی تسلیم کریں؟

ممبران کی لسٹ موجود نہیں؟

اپنے انتخاب کے متعلق اس نے کہا ہے کہ مجھے جماعت احمدیہ نے انتخاب کے ذریعے اپنا امام بنایا ہے۔ مجھے الیکٹورل کالج

کے ذریعے منتخب کیا گیا۔اس کالج کے ممبران کی تعداد تقریباً پانچ سو ہے۔اس میں تبلیغی مشن کے کچھ لوگ جماعت کے اندرونی مبلغین، ذمہ دار وعہدیداران وغیرہ وغیرہ شامل ہیں۔ کچھ ممبروں کو ضلع کی تنظیم نے نامزد کیا ہے اور جب ہم نے اس سے یہ پوچھا کہ کیا آپ کے الیکٹورل کالج کے ممبران کی کوئی آخری لسٹ آپ کے پاس ہے؟ تو اس نے کہا ہمارے پاس کوئی آخری لسٹ موجود نہیں ہے۔اس نے کہا انتخاب بلامقابلہ ہوتا ہے۔اسے *Contest* نہیں کیا جاتا۔کوئی دیگر شخص اپنا نام پیش نہیں کرسکتا۔الیکشن کے قواعد ہمارے پاس نہیں ہیں۔صرف روایات ہیں۔خلیفہ کو سبکدوش کرنے کا کوئی طریقہ کار باقاعدہ نہیں ہے۔اسے اللہ تعالیٰ کی تائید حاصل ہوتی ہے۔الیکٹورل کالج کے ممبران کے ذہن پر اللہ تعالیٰ کا اثر ہے۔(اس کا مطلب یہ ہے کہ جب کبھی ان کا خلیفہ بھی چاہے تو وہ بھی نبوت کا دعویٰ کرسکتا ہے) خلیفہ کو کوئی ذہنی یا جسمانی مرض لاحق نہیں ہوسکتا۔ یہ ہمارا عقیدہ ہے۔اب آپ دیکھ لیں کہ یہ عقیدہ کس حد تک صحیح ہے۔’’کل نفس ذائقة الموت‘‘ یہ ہمارا ایمان ہے اور ان کا خلیفہ ایسا ہے کہ شاید موت کا ذائقہ بھی ان کے عقیدہ کے مطابق نہ چکھتا ہو، تاوقتیکہ وہ خود ہی مرنا نہ چاہے۔خلیفہ کا فیصلہ حتمی ہوتا ہے۔ایسی کوئی باڈی نہیں جو خلیفہ کے فیصلے کو *Over-rule* (رد) کر سکے۔خلیفہ مجلس شوریٰ کے فیصلے میں ردوبدل نہیں کرتا۔خلافت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملتی ہے۔اس سے استعفاء نہیں لیا جاسکتا۔ مرزاناصر احمد کے اس بیان میں تضاد ہے۔ایک طرف وہ کہتا ہے کہ خلافت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملتی ہے۔دوسری طرف وہ کہتا ہے کہ الیکٹورل کالج خلیفہ کو منتخب کرتا ہے۔جس کی کوئی حتمی فہرست یا کوئی ریکارڈ ان کے پاس نہیں ہے۔

مرزا قادیانی کی فیملی؟

جناب ڈپٹی چیئرمین! ان کے نبی کی یعنی مرزاغلام احمد صاحب کی فیملی کے متعلق جب اس سے پوچھتے ہیں کہ مرزاصاحب کی فیملی کن اصحاب پر مشتمل ہے تو دیکھئے کہ وہ سچ کہتا ہے یا جھوٹ۔اس کا استدلال قدرتی ہے یا بناوٹی ہے یا اس میں کسی دجل سے کام لیا جارہا ہے؟ وہ کہتا ہے کہ مرزاصاحب کی فیملی سے مراد ان کے صرف تین بیٹے ہیں۔ان کی دیگر اولاد فیملی میں شامل نہیں۔ جناب ڈپٹی چیئرمین! عام عقیدہ یہ ہے کہ ایک شخص کے نطفے سے جتنے بھی افراد ہوں گے وہ اس کے افراد کنبہ ہوں گے۔ہمیں نہیں پتہ کہ کیا اس کی اولاد میں سے صرف تین ہی افراد ان کے نطفے سے تھے؟

مرزاناصر امیرالمؤمنین؟

اس کے بعد مرزاناصر احمد گواہ، امیرالمؤمنین ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اور امیرالمؤمنین کا جو وہ مطلب بیان کرتا ہے اب آپ یہ دیکھئے کہ کیا وہ ہمارا بھی امیر ہوسکتا ہے۔کیا اس کی نظر میں کیا اس کے عقیدہ کے لحاظ سے ہم بھی مؤمنین کہلانے کے مستحق ہیں یا نہیں؟ وہ کہتا ہے کہ ان لوگوں کا امیر جو ہمارے نظریئے سے متفق ہوں امیرالمؤمنین کہلاتا ہے۔اس کا یہ مطلب ہے کہ جو لوگ ان کے نظریئے سے متفق نہیں ہیں وہ مؤمنین نہیں ہیں۔مؤمن صرف وہ لوگ ہیں جو ان کا عقیدہ رکھتے ہیں۔گواہ نے وضاحت کی کہ میں تمام مسلمانوں کا امیر یا خلیفہ نہیں ہوں۔ اگر وہ اپنے آپ کو تمام مسلمانوں کا خلیفہ ثابت کرتا تو یقیناً ہم اس کو مان لیتے۔ بشرطیکہ اس کا ثبوت ناقابل تردید معیار کا ہوتا۔

اس نے مزید کہا ہے کہ ہماری جماعت کے اغراض ومقاصد حقیقی اسلام قائم کرنے کی کوشش کرنا ہے۔ سیاسی مفادات حاصل کرنا، سیاست میں حصہ لینا، سیاست سے فائدہ اٹھانا ہمارا نقطۂ نظر نہیں ہے۔ سیاست ہمارے اغراض ومقاصد میں شامل ہی نہیں ہے۔ آگے چل کر جناب ڈپٹی چیئرمین! میں آپ کو یہ بتاؤں گا کہ جب یہ مسلمان اور غیرمسلمان کی تعریف کرتے ہیں وہاں بھی سیاسی مسلمان اور غیرسیاسی مسلمان کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔ جب یہ کافر کی تعبیر کرتے ہیں تو اس میں بھی سیاسی کافر اور غیرسیاسی کافر کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔

قادیانی جماعت کی تعداد؟

جماعت احمدیہ کی نفری یا تعداد کے متعلق جب ان سے پوچھا گیا تو آپ دیکھئے کہ ان کا کیا سٹینڈ ہے اور انہوں نے اپنا مؤقف کیا اختیار کیا ہوا ہے؟ جواب میں مرزاناصر احمد نے کہا ہے کہ اس کا کوئی ریکارڈ ان کے پاس نہیں ہے کہ پاکستان میں گزشتہ بیس سال سے کتنے احمدی **Convert** (تبدیل) ہوئے ہیں یا جماعت میں کتنے لوگ شامل ہوئے ہیں؟ ہم کوئی ایسا ریکارڈ نہیں رکھتے۔ جب پوچھا گیا کہ بیعت کے رجسٹر کی گنتی کی جاتی ہے یا نہیں؟ تو اس کا جواب ہے کہ اس کا مجھے علم نہیں ہے۔ یہ گواہ امیر جماعت احمدیہ ہے۔ خلیفہ (ثالث) ہے اور امیرالمؤمنین ہے اور اس کو یہ معلوم نہیں ہے کہ اس کی جماعت کی کل نفری کتنی ہے۔ نہ اس نے ریکارڈ قائم کرنے کی کوشش کی ہے۔ نہ اس کو یہ معلوم ہے کہ اس کا ریکارڈ موجود ہے یا نہیں ہے؟ پھر آگے چل کر پلٹتا ہے اور کہتا ہے کہ میرے اندازے کے مطابق پاکستان میں پینتیس، چالیس لاکھ احمدی ہیں۔ دنیا میں ایک کروڑ ہیں۔ مرزاغلام احمد صاحب کی وفات کے وقت چار لاکھ احمدی تھے۔ ۱۹۵۴ء کی مردم شماری میں اگر تعداد چند ہزار درج ہے تو وہ غلط ہے۔ مردم شماری کے اعداد وشمار کبھی درست نہیں ہوتے۔ مجھے علم نہیں کہ منیر کمیشن کے سامنے جماعت احمدیہ میں سے کس نے جماعت کی تعداد دو لاکھ بتائی تھی؟ یہ تعداد غلط ہے۔ ''انسائیکلوپیڈیا آف اسلام'' میں بھی ہماری تعداد غلط تحریر ہے۔ اگر آپ کہیں کہ احمدیوں کی تعداد دو لاکھ ہے تو میں کسی دستاویز سے اس کی تردید نہیں کرسکتا۔ البتہ اگر آپ کسی ریکارڈ یا سرکاری دستاویز سے ثابت کردیں تو میں تردید نہیں کروں گا۔ کوئی حتمی مردم شماری نہیں کی گئی۔ اس لئے تعداد اندازے سے بتائی گئی ہے۔ اب تعداد پینتیس، چالیس لاکھ ہے۔ بوقت تقسیم ملک چار لاکھ تھی۔ اس وقت تیس پینتیس ہزار ہندوستان میں رہ گئے تھے۔

اسمبلی کے اختیارات کو چیلنج

اس کے بعد گواہ اسمبلی کے اختیارات کو چیلنج کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اسمبلی کو کسی کو کافر قرار دینے کا اختیار نہیں ہے۔ میں اس کے بیان سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کروں گا کہ اس نے یہ تسلیم کیا ہے کہ اس اسمبلی کو یہ تعیّن کرنے کا حق حاصل ہے کہ یہ اسمبلی جس نے اس ملک کا سرکاری مذہب اسلام قرار دیا ہے کسی فرقے کے متعلق یہ بھی فیصلہ دے سکتی ہے اور قانون اور دستور میں یہ ترمیم کرسکتی ہے کہ کون صحیح عقیدے کا مسلمان ہے اور کون نہیں ہے۔ اس نے اسمبلی کے اختیارات کو چیلنج کرتے ہوئے اپنی جرح میں کہا ہے کہ مذہبی آزادی ہر شخص کو ہونی چاہئے۔ میرا کہنا ہے کہ کوئی بے وقوف ہی اس کی تردید کرے گا۔ میں نے دستور کی دفعہ آٹھ اور بیس کے تحت

اسمبلی کے اختیار کو چیلنج کیا ہے۔ یہ درست ہے کہ اسمبلی جو کہ سپریم باڈی ہے ان دفعات کی ترمیم کر سکتی ہے۔ میں نے اپنے تحریری بیان یعنی محضر نامے میں یہ بات کہی ہے کہ صرف مسٹر بھٹو، مفتی محمود اور مولانا مودودی کو ہی نہیں بلکہ دستور ہر پاکستانی کو مذہبی آزادی دیتا ہے۔ جب کوئی اپنے مذہب کا اعلان یا اقرار کرے تو کسی کو حق نہیں پہنچتا کہ اس میں اعتراض یا مخالفت کرے۔ اگر کوئی دنیاوی فائدے اور لالچ کے لئے مذہب کا اعلان کرے تو قرآن پاک کہتا ہے کہ اس میں مداخلت نہ کی جائے۔ البتہ اگر کوئی دھوکہ دہی کے لئے مذہب کی آڑ لے تو میں اس کی مذمت کرتا ہوں۔ یہ درست ہے کہ جو مسلمان نہیں، اسے مسلمان ہونے کا دعویٰ کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ اس لئے ہم یہ فیصلہ کر سکتے ہیں کہ چونکہ یہ غیر مسلم ہیں اس لئے ان کو مسلمانی کا دعویٰ کرنے کا کوئی حق نہیں۔ جب ان سے یہ سوال کیا گیا کہ جب آپ ایک غیر احمدی کو کافر کہتے ہیں، اگر اسمبلی یہ قرارداد پاس کر دے کہ آپ دائرہ اسلام سے خارج ہیں تو آپ کو کیا اعتراض ہے؟ اس کا وہ جواب دیتے ہیں کہ پھر جملہ غیر احمدی فرقوں کو غیر مسلم قرار دے دیا جائے۔ اس کا یہ مطلب ہے کہ اس اسمبلی کو یہ تو اختیار ہے کہ جملہ غیر احمدی فرقوں کو غیر مسلم قرار دے دے، مگر اس اسمبلی کو یہ اختیار نہیں کہ ایک احمدی فرقے کو غیر مسلم قرار دے سکے۔ آگے چل کر پھر اس سوال کے جواب میں کہ مسلمان کون ہیں۔ اس نے کہا کہ آنحضرت ﷺ نے جسے مسلمان کہا ہے وہ مسلمان ہے اور اس میں وہ چار حدیثوں کا حوالہ دیتا ہے جو اس نے اپنے محضر نامے میں بیان کی ہیں۔ اس پر مفتی محمود صاحب کافی روشنی ڈال چکے ہیں۔

اب ان کو اقلیت قرار دیئے جانے یا نہ دیئے جانے کے موضوع پر اس کے بیانات کا آپ کے سامنے جائزہ لیتا ہوں۔ گواہ مرزا ناصر احمد نے کہا ہے کہ اپنے فرقے کو اقلیت قرار دینے سے ہم مرزا صاحب کو روحانی پیشوا تصور کرنے میں اس طور پر پابندی محسوس کریں گے کہ اس سے ان لوگوں کی عزت نفس پر ہاتھ ڈالا جائے گا جو ہماری جماعت میں شامل ہوں گے۔ اگر آپ یہ کہیں کہ اقلیت قرار دینے سے مداخلت نہیں بلکہ ہمارا تحفظ ہوگا تو ہمیں ایسے تحفظ کی ضرورت نہیں ہے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین! ان کے خیالات ملاحظہ فرمائیں۔ کہا گیا ہے کہ اگر کوئی فرد ان کو غیر مسلم کہے تو ان کے حقوق میں مداخلت نہیں ہوتی۔ البتہ اگر حکومت ان کو غیر مسلم کہے تو مداخلت ہوتی ہے۔ گواہ کا مؤقف یہ ہے کہ ان تین احادیث کی رو سے جو محضر نامے میں درج ہیں کسی حکومت کو حق نہیں کہ کسی کو غیر مسلم قرار دے۔ اس نے کہا یہ درست ہے کہ جب میں یہ کہوں کہ مفتی محمود کو کوئی حق نہیں کہ ہمیں غیر مسلم کہے تو ہمیں بھی حق نہیں کہ ہم کہیں کہ مفتی محمود مسلمان نہیں ہیں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین! امتی نبی کے متعلق مختصر سا جائزہ لیتے ہوئے اس گواہ کے خیالات اور بیانات کے میں آپ کے سامنے مختصر حوالے پیش کرتا ہوں۔ اپنے اس اعتقاد پر کہ مرزا صاحب امتی نبی ہیں۔ ان کی ربوہ والی جماعت کا اور نہ لاہوری جماعت کا مؤقف غیر متزلزل نہیں ہے۔ ان کے قدم ڈگمگاتے ہیں۔ کبھی ایک پوزیشن اختیار کرتے ہیں کبھی دوسری اور کبھی تیسری پوزیشن اختیار کرتے ہیں۔ بیانات اور جرح کے دوران ان کا سارا استدلال یہ رہا کہ وہ مرزا غلام احمد کو نبی مانتے ہیں۔ اگر آپ اس پر اعتراض کرتے ہیں، چلئے ہم ان کو مسیح موعود مان لیتے ہیں۔ اگر آپ مسیح موعود بھی نہیں مانتے تو ہم ان کو مہدی موعود مان لیتے ہیں اور اگر آپ ان کو مہدی موعود بھی نہیں تسلیم کرتے تو چلئے ان کو آنحضرت ﷺ کا ظل، ان کا سایہ کہہ لیں اور اس طرح وہ امتی نبی ہیں، بروزی نبی ہیں۔ ان کا یہ مؤقف بھی ان کے اپنے بیان سے منتشر ہو جاتا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ امتی نبی وہ ہے جو نبی اکرم ﷺ کے عشق اور محبت میں

اپنی زندگی گزارے اور تسلیم کیا کہ یہ درست ہے کہ دوسرے فرقوں کے لوگ مرزا صاحب کو امتی نبی نہیں سمجھتے۔ ایک جگہ جا کر وہ یہ بھی تسلیم کر گئے ہیں، درست ہے کہ ان کی کتاب ''حقیقت النبوۃ'' (ص۱۸۳) میں درج ہے کہ مرزا صاحب امتی نبی نہیں بلکہ حقیقی نبی ہیں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین! آپ دیکھئے اگر وہ شخص آنحضرت ﷺ کے بعد حقیقی نبی ہونے کا دعویٰ کرے اور اس کے خلیفہ اس بات کا پرچار کریں تو یہ یقیناً اسلام کو نہ صرف مسخ کرنے والی بات ہے بلکہ وہ لوگ اس ملک کے اندر ایک نیا اسلام، ایک نیا نبی اور ایک نئی امت قائم کرنے کی سازش کر رہے ہیں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین! سب سے بڑا پوائنٹ جو اس ہاؤس میں زیر بحث آیا۔ جس پر اٹارنی جنرل صاحب نے ان پر بہت زیادہ سوالات کئے۔ یہی ہے کہ کیا مرزا صاحب کو نبی نہ ماننے والا کافر ہے اور کیا غیر احمدی مسلمان ہے یا نہیں؟ اپنے بیانات میں مرزا ناصر احمد گواہ نے جو باتیں کہی ہیں وہ یہ ہیں: ''کفر کے لغوی معنی انکار کرنے والے کے ہیں۔ جو لوگ بانی سلسلہ احمدیہ کے منکر ہیں وہ کافر ہیں۔ لغوی معنوں میں اور اصلی معنوں میں کیا فرق ہے، وہ آپ یہاں دیکھیں کہ انہوں نے کیا حیرت انگیز فرق ڈالنے کی کوشش کی ہے۔ منکر خدا تعالیٰ کے سامنے قابل مواخذہ ہے۔ کفر کے دو معنی ہیں۔ ایک اللہ تعالیٰ کے نزدیک قابل مواخذہ ہے۔ دوسرے سیاسی کافر ہیں۔ ویسے یہ کہتے ہیں کہ ہماری جماعت کا سیاست سے کوئی تعلق نہیں۔ دیوبندی، اہل حدیث، بریلوی یہ سب کے سب اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں۔ مگر حقیقت میں یہ مسلمان نہیں، بلکہ سیاسی مسلمان ہیں۔ پھر ان سے سوال کیا گیا کافر کے معنی تمام لوگوں میں......''

Madam Acting Chairman: May I request the honourable members to keep their tone low please. Thank you.

(قائمقام چیئرمین صاحبہ: میں معزز اراکین سے درخواست کرتی ہوں کہ وہ اپنی آواز کو مدہم رکھیں۔ شکریہ!)

مرزا ناصر کا شرارتی جواب

چوہدری جہانگیر علی: جناب ڈپٹی چیئرمین! جب ان سے یہ سوال کیا گیا کہ کیا کافر کے معنی عام لوگوں کے نزدیک یہ نہیں کہ وہ غیر مسلم ہے تو آپ اندازہ لگائیں کہ وہ کس قسم کا کترانے والا اور کس قسم کا شرارتی جواب دیتے ہیں۔ جواب یہ ہے کہ یہ تو عام آدمی ہی بتا سکتا ہے کہ عام آدمی کے نزدیک اس کے کیا معنی ہیں۔ میں اس کے متعلق کیا جواب دے سکتا ہوں۔ گواہ نے مزید کہا کہ جسے ہم کافر کہتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اللہ کے سامنے قابل مواخذہ ہے۔ ایک *Sense* میں وہ مسلمان ہے ایک *Sense* میں وہ کافر ہے جو قرآن کے مطابق تمام نبیوں پر ایمان نہیں لاتا وہ مسلمان نہیں اور میرے نزدیک اس حد تک خارج از دائرہ اسلام ہے کہ آخرت میں قابل مواخذہ ہے جو مرزا صاحب کو نہیں مانتا وہ گنہگار اور کافر ہے۔ کلمہ طیبہ سے انکار ملت اسلامیہ سے خارج کر دیتا ہے۔ مرزا صاحب سے انکار ملت اسلامیہ سے خارج نہیں کرتا۔ دائرہ اسلام سے خارج کر دیتا ہے۔ جسٹس منیر نے ہماری اس بات کو تسلیم نہیں کیا۔ کیونکہ وہ ہمارا مؤقف تسلیم کرنے کے موڈ میں نہیں تھے۔ کسی عدالت یا کسی ٹریبونل کے فیصلے سے بچ نکلنے کا اور کترا جانے کا انہوں نے عجیب بہانہ تراشا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ فلاں اتھارٹی، فلاں جج، فلاں عدالت چونکہ ہمارا مؤقف تسلیم کرنے کے موڈ میں نہیں تھی۔ اس لئے اس نے ہمارے خلاف فیصلہ دیا ہے۔ جب ان سے پوچھا گیا کہ مرزا بشیر صاحب نے کہا ہے جو موسیٰ علیہ السلام کو مانے اور

عیسیٰ علیہ السلام کو نہ مانے یا جو عیسیٰ علیہ السلام کو مانے، نبی کریم ﷺ کو نہ مانے وہ کافر، پکا کافر ہے تو اس کا جواب دیا کہ وہ سیاسی طور پر ایمان سے خارج ہے۔ وہ شخص جو عدم علم کی بناء پر مرزا صاحب کو نبی تسلیم نہ کرے ملت اسلامیہ سے خارج نہیں، گو دائرہ اسلام سے خارج ہے اور اگر ان کے نبی ہونے کا علم رکھتا ہو اور پھر نہ مانے، وہ ملت اسلامیہ سے خارج ہے۔ گواہ نے کہا کہ ہم ان دونوں قسم کے لوگوں کو رشتہ نہیں دیتے۔ قرآن پاک میں دائرہ اسلام کا ذکر نہیں ہے۔ بلکہ ملت اسلامیہ کا ذکر ہے۔ ہر وہ شخص جو ملت اسلامیہ کا فرد ہے وہ دائرہ اسلامیہ میں بھی ہے جو دائرہ اسلام میں نہیں ہے وہ ملت اسلامیہ کا بھی فرد نہیں ہے اس نے مزید بیان کیا کہ میرے نزدیک مرتد وہ ہے جو کہے کہ اسلام سے میرا تعلق نہیں رہا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ اگر کوئی احمدی احمدیت ترک کر دے تو وہ لغوی معنوں میں مرتد ہو گیا۔ قرآنی معنوں میں نہیں۔

محترمہ قائمقام چیئرمین: آپ کتنا وقت لیں گے؟

چوہدری جہانگیر علی: جتنا وقت لے چکا ہوں اتنا اور لوں گا۔ میں ان کے بیانات کا جائزہ لے رہا ہوں اور یہ ایسی بات ہے جو اس سے پہلے اس ہاؤس میں زیر بحث نہیں آئی۔

اس نے یہ کہا کہ اگر کوئی مسلمان نیک نیتی سے غور کرے اور پھر مرزا صاحب کو نبی نہ مانے تو وہ گنہگار بمنزلہ کافر ہے۔ ”جو شخص مرزا صاحب کے دعاوی کو اتمام حجت کے بعد بھی نبی نہیں مانتا آپ کے خیال میں وہ کس قسم کا کافر ہے؟“ اٹارنی جنرل صاحب کے اس سوال کا اس نے جواب دیا کہ ایسا شخص بالکل کافر ہے اور جب اٹارنی جنرل صاحب نے یہ پوچھا کہ یہ تمام اسمبلی ان کے تمام دعاوی کو آپ کی تمام دلیلوں کے سننے سے باوجود اگر یہ کہے کہ وہ نبی نہیں ہے تو ان ممبران اسمبلی کے متعلق آپ کا کیا خیال ہوگا؟ تو اس کا جواب دینے سے وہ کترا گیا۔

مرزا ناصر احمد کا چکر

غیر احمدیوں کو رشتہ نہ دینے کے متعلق آپ اس کے استدلال سنیں۔ اس نے کہا مسلمان ایک وہ ہیں جو ملت اسلامیہ سے خارج ہیں۔ دوسرے وہ ہیں جو دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ ہم دونوں قسم کے مسلمانوں کو اپنی لڑکیوں کا رشتہ نہیں دیتے۔ اب آپ نے دیکھ لیا کہ عقیدے اور دین میں اور اپنے دعاوی کو ثابت کرنے میں اور ہمارے دعاوی کی تردید کرنے میں اس نے چکر ڈالنے کی کوشش کی۔ کہیں ایک چکر ڈالا، کہیں دوسرا چکر ڈالا، کہیں سیاسی چکر ڈالا، کہیں مومن کا چکر ڈالا ہے۔ کہیں مذہبی چکر ڈالا ہے، کہیں کافر کا چکر ڈالا ہے۔ وہ کہتا ہے ہم دونوں قسم کے مسلمانوں کو اپنی لڑکیوں کا رشتہ نہیں دیتے۔ پھر اس کی وجہ جواز دیکھئے! ایک مذہبی پیشوا ہے اور اپنے آپ کو ایک نبی کا تیسرا خلیفہ ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اور وضاحت کرتے ہوئے بیان کرتا ہے کہ یہ شرعی فتویٰ تو نہیں بلکہ وجہ یہ ہے کہ ہمیں توقع نہیں ہے کہ غیر احمدی مسلمان احمدی بیوی کے حقوق پورے کرے گا۔ احمدی سے اگر غیر احمدی لڑکی کی شادی ہو تو ہمیں امید ہے کہ احمدی نوجوان ہماری توقع کے مطابق اپنی بیوی کے حقوق پورا کرے گا۔ یہ کتنی بودی دلیل ہے اور کتنا کمزور استدلال ہے۔ گواہ نے مزید کہا کہ مرزا بشیر الدین صاحب نے مسلمانوں سے رشتے ناتے کرنے کو اسی لئے ناجائز اور حرام کیا ہے کہ جو چیز فساد پیدا کرتی ہو وہ ناجائز اور حرام ہے۔ اس لئے وہ جواز پیش کرتے ہیں کہ ہم غیر احمدیوں میں اپنی لڑکیوں کا رشتہ نہیں کرتے۔ یہاں بالکل جھوٹ اور

غلط بیانی سے کام لینے کی کوشش کی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ غیر احمدی کو کافر تصور کرتے ہیں۔ اس لئے اپنی لڑکیوں کے رشتے نہیں دیتے اور غیر احمدیوں کی لڑکیوں کے رشتے وہ اس لئے لے لیتے ہیں تاکہ اپنے عقیدہ کے مطابق انہیں اپنے فرقے میں شامل کر سکیں۔

غیر احمدیوں کی نماز جنازہ یہ لوگ کیوں نہیں پڑھتے؟ ان کی کتابوں میں جو کچھ تحریر ہے اس گواہ نے اس ہاؤس میں پیش ہو کر اس کا جواب پیش کرنے کی کوشش کی ہے اور ہم لوگوں کو قائل کرنے کی کوشش کی ہے۔ بلکہ تمام عالم اسلام کو اور ان بیانات کو اور اس شہادت کو پڑھنے والوں کو قائل کرنے کی کوشش کی ہے کہ ہم غیر احمدیوں کی نماز جنازہ کیوں نہیں پڑھتے۔ آپ دیکھئے اگر ایک عام فہم وفراست کا آدمی بھی اس بات کو تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں تو ان کا یہ دعویٰ بالکل غلط اور جھوٹا ہے۔ اس نے کہا کہ تمام غیر احمدی فرقوں نے ہم کو کافر کہا ہے۔ اس لئے ہم غیر احمدیوں کا جنازہ نہیں پڑھتے۔ ہم نے قائداعظم کا جنازہ نہیں پڑھا تھا۔ گو انہوں نے ہماری تکفیر نہیں کی تھی۔ مگر وہ شیعہ تھے اور شیعہ حضرات کے ہمارے خلاف کفر کے فتوے سن چکے تھے۔ مگر اپنی زندگی میں ان فتوؤں کو رد نہیں کیا تھا۔ ہم غیر احمدی بچوں کا جنازہ بھی اسی لئے نہیں پڑھتے کہ ان کے والدین نے ہمارے خلاف کفر کے فتوے دیئے یا سنے اور انہیں رد نہیں کیا۔ البتہ وہ بچہ جو جوان ہو کر اپنے والدین کے مذہب کو رد کر دے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ مذہب سے منحرف ہو کر مرتد ہو جائے۔ پھر اس کا جنازہ پڑھ لیں گے۔ ویسے جنازہ نہ پڑھنا کوئی سزا نہیں ہے۔ یہ تو فرض کفایہ ہے۔ اگر ملت میں سے بیس افراد یہ فرض ادا کر دیں تو سب کی جانب سے یہ فرض ادا ہو جاتا ہے۔

ٹال مٹول پر مبنی جوابات

جناب ڈپٹی چیئرمین! اس کا مطلب یہ ہوا کہ اگر غیر احمدی مسلمان مر جائے تو فرض کفایہ صرف غیر احمدی مسلمان ہی ادا کریں گے تو اگر کوئی احمدی مر جائے تو اس کا یہ فرض کفایہ احمدی ادا کریں گے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کا مذہب الگ ہے ہمارا مذہب الگ ہے۔ ان کا دین اور ہے ہمارا دین اور ہے۔ گواہ نے مزید کہا کہ لاہوری احمدیوں کی ہم نماز جنازہ پڑھتے ہیں۔ کیونکہ انہوں نے ہمارے خلاف کفر کے فتوے نہیں دیئے تھے۔ جب ان سے یہ سوال کیا گیا کہ مرزابشیرالدین نے کیوں غیر احمدیوں کا جنازہ پڑھنے سے منع کیا ہے تو انہوں نے اس کا جواب دیا کہ میں مرزابشیرالدین کے فتوے کی نہ تصدیق کرتا ہوں نہ تائید کرتا ہوں۔ جب تک مجھے اصل عبارت نہ دکھائی جائے۔ یہ شخص اپنے مذہب کا سب سے بڑا اسکالر ہے اور اپنی کتابیں اسے ازبر یاد ہیں۔ آپ دیکھ لیں کہ وہ کس نیک نیتی سے جواب دے رہا ہے؟

کیا اس نے *Evasive replies* (ٹال مٹول پر مبنی جوابات) دیئے۔ کیا اس نے جان بوجھ کر ان سوالوں کا جواب دینے سے کترانے کی کوشش کی جو کہ اس کے کیس کے جڑوں میں بیٹھتے تھے، یا اس کے مؤقف کی بیخ کنی کرتے تھے۔ اس کے متعلق جو اس نے کہا ہے وہ ذرا ملاحظہ فرمائیے۔ اس نے کہا ہے کہ غیر احمدی بچے کے جنازے کے متعلق مرزابشیرالدین نے جو کہا ہے میں نہ اس کی تصدیق کرتا ہوں نہ اس کی تائید کرتا ہوں۔ دوسری جگہ اس نے کہا کہ مجھے علم نہیں کہ تمام دنیا میں احمدیوں نے کسی غیر احمدی کی نماز جنازہ یا غائبانہ نماز جنازہ پڑھی ہو۔

پھر کہتا ہے کہ اگر کوئی احمدی احمدیت ترک کر دے تو لغوی معنوں سے مرتد ہو گیا۔ قرآنی معنوں سے نہیں مرتد ہوا۔ پھر کہا کہ

نہج المصلیٰ گو ہماری جماعت کی کتاب ہے۔ مگر ہمارے لئے اتھارٹی نہیں ہے۔ پھر کہا کہ جب ہم کہتے ہیں کہ ہمارا کلمہ اور ہے اور غیر احمدیوں کا کلمہ اور ہے تو ہمارا لا الہ اور ہے اور غیر احمدیوں کا لا الہ اور۔ اسی طرح ہمارا محمد رسول اللہ اور ہے دوسرے فرقوں کا محمد رسول اللہ اور ہے اور یہ اختلاف معنوی لحاظ سے ہے۔ (جب ہمارے اور ان کے کلمے میں معنوی لحاظ سے بھی اختلاف ہوا تو پھر جناب ڈپٹی چیئرمین! وہ کیسے ہمارے اسلام کا جزو ہو سکتے ہیں؟ وہ کیسے ہمارا عقیدہ رکھ سکتے ہیں؟) پھر اس نے کہا کہ اسی طرح دیگر ارکان اسلام میں بھی معنوی فرق ہے۔ دیگر ارکان اسلام میں کلمہ بھی ہے، نماز بھی ہے، زکوٰۃ بھی ہے۔، حج بھی ہے اور روزہ بھی۔ جب ان کے روزے کے معنی اور ہیں اور ہمارے روزے کے اور، جب ان کی زکوٰۃ کے معنے اور ہیں اور ہماری زکوٰۃ اور۔ جب ان کے حج کے معنے اور ہیں اور ہمارے حج کے اور، تو پھر یا وہ مسلمان نہیں ہیں، یا ہم نہیں، پھر دونوں فرقوں کا عقیدہ ایک نہیں ہو سکتا۔

مرزا غلام احمد نے کہا کہ: ''میری وحی میں امر بھی ہے اور نہی بھی۔''

جب گواہ سے اس کا مطلب پوچھا تو اس نے کہا کہ: ''اس کا مطلب ہے کہ قرآن پاک کی امر و نہی کی اشاعت کی جائے، یعنی اس کی تجدید کی جائے۔''

تجدید اس کی ہوتی ہے جو اپنی اصل حقیقت، اپنی اصل حیثیت اور اپنا اصل اثر زائل کر دے۔ اگر ہمارا اسلام پرانا ہو گیا ہے، اگر ہمارا قرآن بوسیدہ ہو گیا ہے، اگر ہماری نبوت ہی بے اثر ہو گئی ہے تو جبھی تو ان کو اس کی تجدید کرنے کی ضرورت پیش آئی۔ اگر وہ ہمارے عقیدے کے مطابق ہمارے ایمان کو بھی برحق سمجھیں، ہمارے قرآن کو بھی برحق سمجھیں، ہمارے نبی کو بھی برحق سمجھیں تو جناب ڈپٹی چیئرمین! پھر اس ایمان کی یا اس قرآن کی یا اس اسلام کی تجدید کی قطعاً ضرورت نہیں ہے۔

آنحضرت ﷺ کی اہانت، معاذ اللہ!

اس کے بعد اور جگہ بھی اس نے ہیرا پھیری سے کام لیا ہے۔ وہ سنئے! اکمل کی نظم ؎

''غلام احمد کو دیکھئے قادیان میں''

اس کے متعلق جب اس سے پوچھا گیا تو اس نے کہا کہ ۱۹۳۴ء میں اس کی تردید آ گئی تھی۔ ویسے اکمل ہمارے لئے اتھارٹی نہیں ہے اور جب یہ پوچھا گیا کہ کیا تردید آئی تھی؟ تو اس کا جواب دیا کہ وضاحتاً تردید میں کہا گیا ہے کہ اگر مرزا غلام احمد رتبے میں بڑے ہیں تو پھر تو غلط ہے اور اگر یہ خیال لیا جائے کہ اشاعت اسلام مرزا غلام احمد کے زمانے میں زیادہ ہوئی تو پھر معنوی لحاظ سے یہ درست ہے کہ مرزا غلام احمد (نعوذ باللہ، نعوذ باللہ) نبی اکرم ﷺ سے بہت بڑے تھے۔ نزول مسیح میں تحریر ہے کہ: ''اور جو میرے مخالف تھے ان کا نام بھی عیسائی، یہودی اور مشرک رکھا گیا۔''

اس نے کہا کہ یہ بات تسلیم ہے ہم نے کہا کہ یہ ہمارا عقیدہ ہے کہ اس کا مطلب ہے کہ مرزا صاحب نے تو نام نہیں رکھا۔ بلکہ رکھنے والے نے نام رکھا۔ جو حوالہ ''انوار اللغات'' ڈکشنری سے پڑھ کر اس کو سنایا گیا تو اس نے کہا کہ میں اسے تسلیم نہیں کرتا۔ یہ معیاری لغت نہیں ہے اور دوسری جگہ وہ کہتے ہیں کہ: ''کل مسلمانوں نے مجھے تسلیم کر لیا ہے۔ مگر انہوں نے نہیں کیا جو کنجریوں کی اولاد ہیں۔''

مرزا ناصر احمد نے جواب دیا کہ مرزا صاحب نے کہا ہے کہ کل مسلمان مجھے تسلیم کر لیں گے۔ سوائے ان کے جو باغیوں، شرپسندوں

کی اولاد ہیں۔ یہ فعل حال نہیں فعل مضارع ہے۔ اب اس نے اس چکر میں ڈالنے کی کوشش کی ہے کہ یہ حال کے معنی دے گا یا ماضی کے یا مستقبل کے معنی دے گا۔ مرزابشیر احمد کی تحریر کہ: ''کہیں کہیں میری تحریروں میں مسلمان کا لفظ بھی آیا ہے۔ مگر اس کا یہ مطلب نہیں۔''

اس کو مرزا ناصر احمد نے تسلیم کیا ہے اور کہا ہے کہ لفظی معنی تسلیم ہیں۔ مگر معنوی لحاظ سے اس کا یہ مطلب نہیں۔

''ولد الزنا''، ''ذریۃ البغایا'' کا ترجمہ اس نے کیا ہے کہ ولد الزنا نہیں بلکہ اس کا مطلب کچھ اور ہے۔ یعنی باغیوں کی اولاد ہے۔ الفضل مؤرخہ ۲۲؍اگست ۱۹۴۴ء میں جب اکمل کا قصیدہ دوبارہ چھپا جس کے متعلق انہوں نے کہا تھا کہ ۱۹۳۴ء میں اس کی تردید ہوگئی اور تفصیل از قلم اکمل اور اس کی اصل نظم انصاری صاحب نے اس ہاؤس میں پڑھ کر سنائی تو مرزا ناصر کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے۔ جناب ڈپٹی چیئرمین! اگر گواہ سے یہ پوچھا جاتا کہ آپ کے ہاتھوں کے طوطے واقعی اڑ گئے تو وہ کہتا کہ میرے ہاتھوں میں تو طوطے نہیں تھے اور اس ایوان کی چھت میں لے اڑ کر وہ کہیں جا ہی نہیں سکتے تھے۔ اس لئے ظاہر ہے کہ تو طوطے ہی نہیں تھے۔ یہ اس قسم کا استدلال ہے جو بالکل بودا اور بے معنی ہے۔

جب ہم نے یہ پوچھا کہ اگر آپ اپنا عقیدہ رکھنے کے باوجود بھی ملت اسلامیہ کے فرد رہ سکتے ہیں تو پھر آپ نے علیحدگی علیحدگی کی رٹ کیوں لگا رکھی ہے تو اس نے کہا کہ گو نہج المصلیٰ میں کہا گیا ہے کہ غیر احمدیوں سے دینی امور میں الگ رہو۔ تاہم یہ کتاب ہماری جماعت کے لئے اتھارٹی نہیں ہے۔ جب ان سے سوال کیا گیا کہ جب آپ اپنے آپ کو علیحدہ قوم جتلاتے ہیں تو اس کا کیا مطلب ہے تو اس نے کہا کہ ہم علیحدہ قوم بھی ہیں۔ دوسروں میں رشتے ناتے نہیں کرتے۔ تاہم ہم دوسروں کا ذبیحہ کھاتے ہیں۔ وہ دوسروں کا ذبیحہ کھانے سے اگر ملت اسلامیہ میں اپنے آپ کو رکھ کر ہمارے مذہب میں بھی اپنی مداخلت جاری رکھنا چاہیں تو یہ بالکل غلط بات ہے۔ ہم اس کی اجازت نہیں دے سکتے۔ ہم اہل کتاب کا ذبیحہ کھا لیتے ہیں۔ مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہمارا ایمان بھی وہی ہے جو غیر مسلم اہل کتاب کا ایمان ہے۔

محترمہ قائمقام چیئرمین: چوہدری صاحب! پونا گھنٹہ ہوگیا ہے۔

چوہدری جہانگیر علی: میں جلدی ختم کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔ میں بعض حوالے چھوڑ دوں گا۔

جب یہ سوال کیا گیا کہ مرزابشیر الدین احمد نے کیوں کہا کہ جب مسیح ناصری نے اپنے پیروکاروں کو الگ کر دیا تھا۔ سو اگر مرزا صاحب نے بھی کر دیا تو کیا ہرج ہے؟ جواب اس نے یہ دیا کہ اس سے مطلب یہ ہے کہ احمدیوں کو غیر احمدیوں کے اثر سے بچایا جائے اس لئے احمدیوں کو غیر احمدیوں کے اثر سے بچانے کا سب سے اچھا طریقہ یہی ہے کہ ان کو غیر مسلم اقلیتی فرقہ قرار دے دیا جائے۔ اس نے یہ بھی کہا کہ یہ درست ہے کہ حقیقت النبوت میں مرزا صاحب کو امتی نبی نہیں بلکہ حقیقی نبی کہا گیا ہے۔ اس کے بعد علمائے کرام اور انبیاء علیہم السلام کی انہوں نے جو تکفیر کی ہے اور مرزا صاحب نے اللہ تعالیٰ بننے کی کوشش کی ہے اور جو دشنام طرازی کی ہے اس کے اوپر کافی بحث ہو چکی ہے اور اس میں مزید جانے کی ضرورت نہیں۔

مسلمانوں سے ہر چیز الگ

جناب ڈپٹی چیئرمین! میں یہ گزارش کروں گا کہ جب ان لوگوں نے مذہب کے علاوہ معاشرت میں بھی، سوسائٹی میں بھی اپنا

ایک الگ خول بنالیا، جب وہ ہمارے معاشرے میں مل جل کرنہیں رہنا چاہتے، جب رشتے ناطے ہمارے ساتھ نہیں کرتے، جب وہ ہماری عبادت میں شریک نہیں ہوتے تو پھران کا ہمارے مذہب کے ساتھ منسلک رہنے کا کیا مطلب ہے۔ جناب ڈپٹی چیئرمین! جب انہوں نے اپنا عدالتی نظام الگ کرلیا، جب انہوں نے اپنی مسجد اقصیٰ الگ بنالی، جب انہوں نے اپنی جنت البقیع الگ بنالی، جب انہوں نے اپنا قصر خلافت الگ تعمیر کرلیا، تو پھروہ کہاں کے مسلمان ہیں۔ ان کے فرقے کا پھر ہمارے فرقے سے قطعاً کوئی تعلق نہیں ہے۔ جناب ڈپٹی چیئرمین! انہوں نے ایک متوازی گورنمنٹ بھی ربوہ کے اندر قائم کی ہوئی ہے۔ ربوہ شہر کو انہوں نے *Closed City* (بند شہر) بنایا ہوا ہے۔ دوسرے مسلمانوں کو وہاں کاروبار کرنے کی اجازت نہیں، نہ ملازمت کرنے کی اور نہ جائیداد حاصل کرنے کی اجازت ہے۔ ان لوگوں نے اپنے طرز عمل، اپنے عقیدے اور اپنے سیاسی نظریات سے اپنے آپ کو خود ہم سے الگ ایک اقلیت قرار دے لیا ہے۔ اگر ان دونوں فرقوں کے اس اقدام کو ہم ایک آئینی اور قانونی شکل دے دیں تو میں سمجھتا ہوں کہ اس میں کسی کے ساتھ کوئی زیادتی نہیں ہوگی......

Madam Deputy Chairman: *Try to conclude.*

(محترمہ ڈپٹی چیئرمین: ختم کرنے کی کوشش کریں)

چوہدری جہانگیر علی: ......اور قومی اسمبلی اپنے اختیارات سے قطعاً تجاوز نہیں کرے گی۔ جناب ڈپٹی چیئرمین! کل چیئرمین صاحب نے یہ فرمایا تھا کہ اپنی تقریر کے علاوہ فاضل ممبران کا یہ بھی فرض ہے کہ وہ یہ تجویز پیش کریں کہ اس کا حل ان کی نظر میں کیا ہے۔ مختلف قراردادیں اس ہاؤس میں پیش ہوئی ہیں۔ کسی قرارداد سے میرا اختلاف نہیں ہے۔ بنیادی اور اصولی طور پر تمام قراردادوں کی روح صرف ایک ہے۔ صرف ان کے فروعات میں یا تفاصیل میں جاکر کچھ تھوڑا سا فرق پڑ جاتا ہے۔ تو میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ ہمیں اس قسم کا راستہ اختیار کرنا چاہئے جس سے نبی سازی کی بدعت کا ہمیشہ کے لئے قلع قمع ہو جائے۔ چاہے کوئی قادیانی ہو، چاہے کوئی مرزائی ہو، چاہے کوئی لاہوری ہو، چاہے کوئی ربوی ہو اور چاہے کوئی آنے والا ایسا فریق ہو جو خدانخواستہ آنے والے کل کو اپنی ایک الگ نبوت کا اعلان کردے۔ تو ان سب باتوں کا اس ایک فیصلے سے سدباب اور علاج کر دینا چاہئے۔ اگر آج ہم مرزا غلام احمد کے پیروکاروں کو غیرمسلم اقلیتی فرقہ قرار دے دیتے ہیں تو اگر کل کو مرزا ناصر احمد نے اپنی نبوت کا اعلان کر دیا تو کیا اس کا یہ مطلب ہوگا کہ پھر ملک میں خون خرابہ ہوگا، پھر یہاں پر بحرانی صورت پیدا ہوگی۔ پھر یہ اسمبلی بیٹھے گی، مہینوں لاکھوں روپیہ اس بات پر صرف کردے گی اور ازسرنو اس بات کا جائزہ لے گی کہ کیا آنے والا نبی اور اس کے پیروکار بھی مسلمان ہیں یا نہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں اتمام حجت کر دینا چاہئے اور اس قسم کی گنجائش نہیں چھوڑنی چاہئے کہ آئندہ آنے والا کوئی فرضی جعلی نبی پر اس قسم کا شوشہ دین اسلام میں چھوڑے۔ جناب ڈپٹی چیئرمین! قادیانی لاہوری اور ربوی فرقوں کے لوگ جس قسم کی نبوت کا دعویٰ کرتے ہیں اس قسم کی نبوت کے متعلق آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا کہ میرے امت میں آنے والے سالوں میں اور صدیوں میں کم ازکم تیس کذاب جھوٹی نبوت کا دعویٰ کرنے والے پیدا ہوں گے۔

(۴۹۲) جی.آر اعوان، جناب

جی آر اعوان جو پہلے عرصہ تک چناب نگر (ربوہ) میں رہے۔ان کے والد صاحب گورنمنٹ کے ملازم تھے۔یہ اپنے والد گرامی کے ساتھ وہاں رہے۔انہوں نے اس شہر کے رہائشی ہونے کے ناطے قادیانیت اور قادیانیوں کا گیرائی اور گہرائی کے ساتھ مطالعہ کیا اور حاصل مطالعہ یہ کتاب لکھ دی، جس کا نام ہے:''احمقوں کی جنت'' ۱۹۹۸ء کے اواخر میں کتاب تحریر کی گئی۔ جسے ہم نے ''محاسبہ قادیانیت'' کی جلد۲ میں شائع کیا ہے۔

چ

(۴۹۳) چراغ الدین (جموں کشمیر)، جناب

(وفات:۴/اپریل۱۹۰۶ء)

جناب چراغ الدین جموں کشمیر کے رہنے والے تھے۔مرزا قادیانی سے بیعت تھے۔مرزا قادیانی کے قریب ہوئے تو کھرے کھوٹے کی تمیز ہوگئی کہ جسے میں زر خالص سمجھتا تھا۔یہ تو ملمع وجعل سازی کا چکر ہے۔چنانچہ مرزا قادیانی پر چار حرف بھیج کر علیحدہ ہوگئے۔پھر عمر بھر مرزا قادیانی کو دن میں تارے دکھاتے اور چھٹی کا دودھ یاد دلاتے رہے۔

(۴۹۴) چراغ حسن حسرت (پونچھ آزاد کشمیر)، مولانا

(پیدائش:۱۹۰۴ء ...... وفات:۲۶/جون۱۹۵۵ء)

آپ بمیار ضلع پونچھ کشمیر میں پیدا ہوئے۔نامور صحافی، اردو کے ادیب، مزاح نگار، خاکہ وکالم نگار، مترجم، متعدد رسائل کے بانی تھے۔متعدد اخبارات میں آپ کے مضامین شائع ہوتے تھے۔درجن سے زائد آپ کی کتب ہیں۔اپنے دور میں قادیانی فتنہ پر گہری نظر رکھتے تھے۔

مولانا ظفر علی خان کے ردقادیانیت پر نظموں واشعار کا مجموعہ ''ارمغان قادیان'' کا وقیع وسیع مقدمہ مولانا چراغ حسن حسرت نے لکھا تھا جو خاصے کی چیز ہے۔

ح

(۴۹۵) حافظ الدین دوجانوی، مولانا قاری

(ولادت:۱۸۲۸ء ...... وفات:۱۹۰۷ء)

حکیم مولوی امام الدین رہتکی ثم دوجانوی عربی، فارسی، اردو نظم ونثر میں یکساں مہارت رکھتے تھے۔طب میں یدطولیٰ حاصل

تھا۔فوربس کی ’’میٹریا میڈیکا‘‘ کا اردو ترجمہ ۱۸۲۱ء میں کلکتہ میں ہوا۔آپ نے اس کی نقل ۱۸۲۴ء میں کی۔آپ کے تحریر فرمودہ سترہ رسائل پروفیسر حافظ صباحت حسن کے پاس ملتان میں محفوظ ہیں۔آپ نواب دوجانہ کی درخواست پر ریاست کا عہدہ قضا قبول کر کے رہتک سے وہاں جا بسے۔آپ اور آپ کے بعد آپ کی اولاد نے ۱۹۴۷ء تک اس علاقے میں علم وعرفان کی شمع روشن رکھی اور دینی پیشوائی کی۔مولانا قاری حافظ الدین دوجانوی ابن مولوی امام الدین (م:قبل ۱۸۴۵ء) عالم، واعظ، مصنف اور چراغ ہدایت تھے۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے آپ کو دعوت مباہلہ دی۔آپ نے اس چیلنج کو قبول فرمایا اور لاہور پہنچ گئے۔مگر چیلنج دینے والا نہ پہنچا۔واضح رہے ان کے ساتھ جن علماء کو دعوت مباہلہ دی ان میں مولوی نذیر حسین دہلوی، مولوی عبدالحق دہلوی تفسیر حقانی، مولوی محمد حسین بٹالوی، مولوی رشید احمد گنگوہی اور مولانا ثناء اللہ امرتسری بھی تھے۔ (ہادی ہریانہ از پروفیسر منظور الحق ص۱۶۳)

(۴۹۶) حامد (چاٹگام)، حضرت مولانا مفتی

آپ مدرسہ معین الاسلام چاٹگام کے نائب مہتمم اور دار الافتاء کے صدر مفتی تھے۔آپ نے فتویٰ تحریر کیا کہ: قد تبین الرشد من الغی من هٰذه التصديقات كالشمس فى كبد السماء فمن شك اوتردد فقد ضل وغوىٰ واتبع الهوىٰ۔ فقط!

محمد حامد غفرلہ
نائب مہتمم مدرسہ معین الاسلام ہاٹھ ہزاروی چاٹگام
۲۶؍شوال المکرّم ۱۳۸۵ھ

ان تصدیقات سے حق، گمراہی سے بالکل کھل کر علیحدہ ہو چکا ہے۔جیسا کہ آسمان کے سینے پر سورج روشن ہوتا ہے۔پس جس نے شک یا تردد کیا وہ گمراہ ہو گیا اور راستے سے بھٹک گیا اور اس نے اپنی خواہشات کی تابعداری کی۔ (فتاویٰ ختم نبوت ج۳ ص۵۶)

(۴۹۷) حامد رضا خان (بریلی)، جناب شاہ

(وفات:۲۳؍مئی ۱۹۴۲ء)

مولانا حامد رضا خان، مولانا احمد رضا خان کے صاحبزادے تھے۔انہیں کے شاگرد اور خلیفۂ مجاز بھی تھے۔مولانا حامد رضا خان نے رد قادیانیت پر ایک کتاب بھی لکھی ہے۔جس کا نام ہے:’’الصارم الربانی علی اسراف القادیانی‘‘ اس میں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے رفع اور نزول پر قرآن وحدیث اور مفسرین ومحدثین کے اقوال سے بھرپور استدلال کر کے ان مسائل کو ثابت کیا گیا ہے۔

(۴۹۸) حامد علی خان (ملتان)، مولانا

(پیدائش:۱۹۰۶ء، رامپور ...... وفات:۷؍جنوری ۱۹۸۰ء، ملتان)

مولانا حامد علی خان نامور عالم دین، مدرس سیاستدان اور پیر طریقت تھے۔مدرسہ خیر المعاد قلعہ کہنہ قاسم باغ ملتان کے بانی

تھے۔مولانا عنایت اللہ رامپوری کے خلیفہ مجاز تھے۔آپ ۱۹۷۷ء میں قومی اسمبلی کے ممبر بھی منتخب ہوئے۔تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء میں آپ نے مولانا سید محمد یوسف بنوری کے شانہ بشانہ خدامت سرانجام دیں۔تحریک نظام مصطفیٰ ۱۹۷۷ء میں جس بہادری اور جرأت کی مثال آپ نے قائم کی اس پر تاریخ کو فخر ہے۔

(۴۹۹) حامد علی خان، جناب

(پیدائش:۱۴/جنوری ۱۹۰۴ء وفات:۵/اکتوبر ۱۹۹۵ء)

آپ روزنامہ زمیندار کے ایڈیٹر مولانا ظفر علی خان کے چھوٹے بھائی تھے۔آپ کے صاحبزادہ زاہد علی خان نے ''یادنامہ حامد علی خان'' کے نام سے آپ کی سوانح لکھی ہے جسے الفیصل ناشران کتب غزنی مارکیٹ لاہور نے شائع کیا ہے۔اس کے دو اقتباس ملاحظہ ہوں:

۱...... جناب حامد علی خان صاحب علماء حق کے دل سے قدردان ہیں۔مرزائیت اور مرزائیوں سے خوب واقف ہیں۔انہیں معاف کرنا ان کا شیوہ ہی نہیں۔اگرچہ ان کے رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں۔نام لے لے کر نشان دہی کر دیتے ہیں۔فرماتے ہیں مولانا ظفر علی خان جو مرزائیوں کے بہت بڑے دشمن تھے،ان کا ایک پھوپھا مرزائی ہوگیا تھا۔اس کی اولاد آج بھی مرزائی ہے۔''کلیات ظفر علی خاں'' سب سے پہلے انہوں (زاہد علی خاں) نے ہی شائع کی۔''ظفر علی خاں ٹرسٹ'' کے قیام میں بھی ان کی کاوشیں شامل ہیں۔فرماتے ہیں کہ اب اس ''ٹرسٹ'' پر وہ لوگ قابض ہیں،مولانا ظفر علی خاں جن کی مخالفت عمر بھر کرتے رہے۔کہنے لگے کہ اسی ''ٹرسٹ'' کے زیر اہتمام مولانا ظفر علی خان کی یاد میں منعقدہ ایک تقریب میں مجھے جانے کا اتفاق ہوا تو میں یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ پہلی دو قطاروں میں سب مرزائی بیٹھے تالیاں پیٹ رہے تھے۔فرمایا: ایک بات لکھ لو،میرے بعد کوئی نہیں بتائے گا۔اس کے راوی میرے والد گرامی ہیں اور وہ یہ ہے کہ مولانا ظفر علی خاں نے آنجہانی مرزا قادیانی کی تاریخ وفات بھی نکالی تھی جو یوں ہے......داد دی ہاتف نے جب میں نے کہا ؎

ہگتے ہگتے قادیانی مر گیا

(یادنامہ حامد علی خان ص۸۲)

۲...... (حامد علی خان) تمام عمر اس بات پر رنجیدہ رہے کہ سرظفر اللہ (قادیانی) نے جسے قائداعظم نے پاکستان کا پہلا وزیر خارجہ بنایا تھا۔قائداعظم کی نماز جنازہ نہیں پڑھی تھی بلکہ جنازہ کے وقت علیحدہ بیٹھا رہا۔مولانا بھی اپنے قادیانی ہمسائے کے جنازے کے وقت افسوس کرنے گئے۔مگر نماز جنازہ میں شریک نہ ہوئے کرسی پر بیٹھے رہے۔میں ان سے یہ دریافت نہ کر سکا کہ ایسا انہوں نے شرع کی پابندی میں کیا یا اس کی کوئی اور وجہ تھی یا قائداعظم کی محبت میں حضرت محمد ﷺ سے انہیں بے حد عقیدت ومحبت تھی۔ایک مرتبہ گہری سوچ میں تھے تو کسی نے پیر مہر علی شاہ کا یہ شعر پڑھ دیا۔

کتھے مہر علی کتھے تیری ثناء گستاخ اکھاں کتھے جا لڑیاں

بڑی مشکل سے سنبھلے کہنے لگے۔میں پھڑک کر مرنے لگا تھا۔آئندہ اس طرح مت کیجئے۔پیدائشی حریت پسند تھے۔ہر ڈکٹیٹر کو ناپسند کرتے تھے۔بنگلہ دیش کے قیام پر سخت رنجیدہ ہوئے۔تمام دن رنجیدہ رہے تمام دکھانا نہ کھایا۔ (یادنامہ حامد علی خان ص۹۷)

(۵۰۰) حامد علی شاہ (فیروزہ)، مولانا سید

(وفات: ۱۵/ مارچ ۲۰۰۰ء)

یادگار اسلاف، مجاہد اسلام، صوفی منش، بزرگ رہنما، حضرت مولانا سید حامد علی شاہ کے والد گرامی متحدہ ہندوستان میں ریلوے کے ملازم تھے۔ پاکستان بننے کے وقت آپ دہلی کے اسٹیشن ماسٹر تھے۔ وہاں سے آپ کے خاندان نے پاکستان کا سفر کیا۔ مولانا حامد علی شاہ تقسیم سے قبل موقوف علیہ تک کی پوری تعلیم مظاہر العلوم سہارن پور میں مکمل کر چکے تھے۔ پاکستان آکر ایک سال بعد گویا ۱۹۴۹ء، ۱۹۴۸ء میں جامعہ خیر المدارس میں دورہ حدیث شریف پڑھا۔ حضرت مولانا خیر محمد جالندھری اور شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالرحمٰن کامل پوری سے آپ نے حدیث کی تعلیم حاصل کی۔ فیروزہ (ضلع رحیم یار خان) کے ملحقہ ایک چک میں اراضی الاٹ ہوئی تو یہاں فیروزہ میں حضرت مولانا حامد علی شاہ نے کپڑے کی دکان کر لی اور جامع مسجد میں اعزازی طور پر نمازیں پڑھانا شروع کر دیں۔ بعد میں مدرسہ قائم کر دیا۔ مسجد کی توسیع کرائی۔ مدرسہ کی تعمیر کی اور پھر اللہ رب العزت نے مسجد و مدرسہ کے کام کو اتنی وسعت دی کہ آپ کو دکان چھوڑ کر تمام وقت مدرسہ کے لئے وقف کرنا پڑا۔

تبلیغی جماعت، جمعیۃ علماء اسلام اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت سے آپ کو والہانہ عشق تھا۔ ہمیشہ ان جماعتوں کے کاموں کو دین کا کام سمجھ کر سرانجام دیتے رہے۔ تمام بے دین و بددین لوگوں کے خلاف آپ نے بہت ہی گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ مختلف اوقات میں حسب ضرورت علاقہ بھر میں آپ دینی اجتماعات منعقد کراتے رہتے تھے۔ یوں کفر کو نکیل ڈالی ہوئی تھی۔ آپ کے دینی مدرسہ مدینۃ العلوم سے بلاشبہ ہزارہا بندگان خدا نے فیض حاصل کیا۔ آپ کی جامع مسجد تبلیغی جماعت کا مرکز ہے۔ آپ کا وجود بھی تبلیغ اسلام کے لئے وقف تھا۔

آپ کی گرانقدر دینی بے لوث خدمات کے باعث علاقہ کے لوگوں کے دلوں میں آپ کا بہت ہی احترام تھا اور یہ مقبولیت آپ کی نیکی و شرافت کا اعتراف اور آپ کی خدمات عنداللہ مقبولیت کی دلیل بیّن ہے۔ بلاشبہ آپ چلتے پھرتے مقبولان بارگاہ الٰہی، اشخاص میں سے تھے اور یہ نیکی و تقویٰ آپ کو وراثت میں ملا۔ آپ کی مولانا سید مرتضیٰ حسن چاندپوری سے عزیز داری تھی۔ آپ کے والد گرامی کی نیکی کا یہ عالم تھا کہ ریلوے کی پوری ملازمت کے زمانہ میں کسی ملازم سے ایک گلاس پانی پلانے کی فرمائش نہیں کی۔ اس سے ان کی نیکی کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

آپ کے والد غالباً اپنی ہمشیرگان سے ملنے کراچی گئے تو سید حامد علی شاہ بھی ہمراہ تھے۔ کراچی میں، وصال و تدفین ہوئی۔ اگلے سال سید حامد علی شاہ کراچی گئے تو والد صاحب مرحوم کی قبر پر بھی فاتحہ کے لئے تشریف لے گئے۔ ایک بوڑھا گورکن دوڑا ہوا آیا۔ سلام کیا اور کہا کہ اس صاحب قبر سے آپ کی کیا رشتہ داری ہے؟ شاہ صاحب نے فرمایا کہ یہ میرے والد صاحب تھے تو وہ بہت خوش ہوا دعائیں اور مبارکبادیں دیں کہ آپ خوش نصیب ہیں۔ آپ کے والد بہت نیک تھے۔ شاہ صاحب کے پوچھنے پر اس نے بتایا کہ بارش کے باعث قبرستان میں بعض تازہ قبریں بیٹھ گئیں۔ اس سے پورے قبرستان میں ایسی نفیس خوشبو پھیلی کہ میں حیران ہو گیا۔ قبریں تیار کرنا

اور میتوں کو دفن کرنا میرا پیشہ ہے۔ لیکن زندگی میں میں نے یہ خوشبو آپ کے والد کی قبر سے محسوس کی۔ اس کی نرالی وعجیب کیفیت تھی۔

ان بزرگ صفت والد کے مولانا سید حامد علی شاہ لخت جگر تھے اور خود مولانا حامد علی شاہ کا یہ عالم تھا کہ خیر المدارس ملتان میں ہندوؤں کا مندر تھا۔ اس سے ملحقہ متروکہ عمارت میں مدرسہ جاری ہوگیا۔ طلباء زیادہ تھے۔ جگہ کی کمی تھی تو بعض طالب علموں نے خود مندر ہی میں رہائش رکھ لی۔ وہاں جنات رہتے تھے۔ انہوں نے طلباء کو رات بھر اس طرح تگنی کا ناچ نچایا کہ وہ صبح ہوتے ہی جگہ خالی کرنے پر مجبور ہوگئے۔ طلباء میں جنات کے مندر میں رہنے کا تذکرہ ہوا۔ بات سید حامد علی شاہ تک پہنچی۔ آپ نے بستر اٹھایا وہاں ڈیرہ لگادیا۔ سال ڈیڑھ سال یا جتنا عرصہ رہے جنات نے آپ کو کبھی تکلیف نہیں دی۔ البتہ خدمت تو کردی ہوگی مگر پریشانی کا باعث نہیں بنے۔

آپ حضرت میاں عبدالہادی دین پوری قطب عالم سے بیعت تھے۔ آخری عمر میں حضرت اقدس خواجہ خان محمد سے بیعت کرلی تھی۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے خورد وکلاں سے آپ کا بہت ہی مخلصانہ تعلق تھا۔ چناب نگر کانفرنس پر تشریف لاتے اور بہت ہی دعاؤں سے نوازتے۔ وہ اس دھرتی پر چلتے پھرتے ولی اللہ تھے۔ ان کے وصال سے ایسا خلا پیدا ہوا ہے جو عرصہ تک شاید پر نہ ہوسکے۔

وفات سے ایک روز قبل وصیت نامہ لکھا۔ مسجد و مدرسہ سے لے کر گھر تک کے معاملات کی تفصیلات درج کر کے اپنے صاحبزادہ مولانا سید ناصر حسین شاہ کو سنادی۔ دوسرے روز صبح کو دل کی تکلیف ہوئی۔ رحیم یار خان لے کر گئے۔ وہاں جان مالک کے سپرد کردی۔ دوسرے دن ۹/ذی الحجہ کو سکول کے گراؤنڈ میں علاقہ کا بہت بڑا اجتماع جنازہ پر موجود تھا۔ دین پور شریف کے بزرگ میاں مسعود احمد دین پوری مدظلہ نے امامت کی اور قبلہ شاہ صاحب کو رحمت حق کے سپرد کردیا گیا۔

(۵۰۱) حامد میاں (لاہور)، مولانا سید

(ولادت: دسمبر ۱۹۲۶ء ...... وفات: ۳/مارچ ۱۹۸۸ء)

آپ ممتاز عالم دین تھے۔ دارالعلوم دیوبند کے فاضل اور حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی کے خلیفہ مجاز تھے۔ پاکستان بننے کے بعد دیوبند سے لاہور تشریف لائے اور کریم پارک میں جامعہ مدنیہ کی بنیاد رکھی اور شیخ الحدیث ومہتمم کے عہدہ پر سرفراز رہے۔ ممتاز سیاستدان اور نامور اہل قلم تھے۔ جمعیۃ علماء اسلام کے ایک زمانہ میں امیر بھی رہے۔ عقیدہ ختم نبوت کے لئے کام کرنے والوں کی ہمیشہ سرپرستی فرمائی اور یہ کہ خود بھی موقعہ بموقعہ فریضہ سرانجام دیتے رہے۔

(۵۰۲) حبیب احمد دہلوی، شیخ مولانا

(ولادت: ۱۲۷۰ھ/۱۸۵۴ء)

محترم مولانا حبیب احمد دہلی میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد کا اسم گرامی حسن علی، دادا کا نام غلام حسین تھا۔ مفتی عبداللہ ٹونکی، شیخ سید احمد دہلوی ودیگر کئی ماہرین فن سے استفادہ حاصل کیا۔ مدرسہ فتح پور دہلی میں تدریسی خدمات سرانجام دیں۔ آپ نے مرزا قادیانی کے خلاف فتویٰ دیا کہ مرزا قادیانی دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ (فتاویٰ ختم نبوت ج۲ ص۳۰۶)

(۵۰۳) حبیب الرحمٰن، جناب حاجی

(پیدائش: ۲۶/مارچ ۱۹۲۸ء ...... وصال: ۲۲/اگست ۲۰۰۳ء)

ہمارے ایک معروف سرکاری افسر تھے جو مختلف کلیدی عہدوں پر رہے۔ نیک نام آفیسر تھے۔ ان کا نام حاجی حبیب الرحمٰن تھا۔ سندھ اور پنجاب کے آئی.جی پولیس رہے۔ ان کے انٹرویوز پر کتاب چھپی ہے۔ اس سے چند اقتباسات پیش خدمت ہیں۔

قادیانیت اور حاجی حبیب الرحمٰن صاحب

(سید عطاء اللہ شاہ بخاری) **Handsome Man** بہت خوبصورت شکل تھی ان کی۔ گورے چٹے اور درمیانی قسم کی ان کی داڑھی تھی اور پٹے تھے ان کے یہاں تک۔ سر پر ٹوپی اپنے انداز کی رکھتے تھے۔ ایک چیز مجھے یاد ہے جب مرزائیوں کی بات ہوتی تھی۔ کئی لوگوں نے احمدیوں کو، مرزائیوں کو **Seriously** (سنجیدگی سے) نہیں لیا۔ لطیفے سناتے تھے۔ ایک مجھے یاد آ گیا۔ کہتے تھے، میری ماں نے میرا نام رکھا عطاء اللہ اور مرزا جو ہے اس کا اس کی ماں نے نام رکھا غلام احمد۔ اس نے اپنے نام کے ساتھ غلام ہٹا دیا اور بن گیا احمد۔ میں بھی اپنے نام کے ساتھ عطاء ہٹاتا ہوں اور بنتا ہوں اللہ۔ جس قسم کا یہ رسول ہے اس قسم کا میں اللہ بنتا ہوں۔ میں کہتا ہوں یہ جھوٹ بولتا ہے۔ سارے حیران ہوگئے۔ تالی بج گئی تو ایک جو تھا اثر ان کی زبان میں بہت تھا، مجمعے کو ہلا دینا۔ پھر ان کے ساتھی تھے شجاع آباد کے تھے۔

سوال: قاضی احسان احمد شجاع آبادی؟

جواب: قاضی احسان احمد شجاع آبادی۔ وہ بھی ایک بم کی طرح تقریریں کرتے تھے۔

سوال: آپ نے ان کا لٹریچر بھی پڑھا؟

جواب: میں نے مرزا غلام احمد کی ساری کتابیں پڑھی ہیں۔ براہین احمدیہ، کشتی نوح، ازالہ اوہام۔ یہ کتابیں ہیں جن کے نام میں نے آف دی ہینڈ آپ کو بتادیئے۔ میں سکول میں تھا کہ ہمارے گاؤں میں ایک مرزائی تھا۔ جس نے مجھے لا کے دی ''براہین احمدیہ'' والد صاحب میرے آئے۔ میں ڈیسک پر بیٹھا پڑھ رہا تھا۔ میں نے جلدی سے کتاب بند کردی۔ وہ چلے گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد آئے ہیں تو پھر میں کتاب پڑھ رہا تھا۔ میرے پاس کھڑے ہوگئے۔ انہیں پتا تھا کہ میں بہت محنتی لڑکا ہوں۔ نہ ان دنوں رواج تھا یہ ناول شاول کا۔ مجھے پوچھا یہ کیا کتاب ہے۔ میں نے دکھادی۔ ''کس نے آپ کو دی ہے؟'' میں نے کہا: ہمارے گاؤں میں ایک ٹیچر ہے اس نے دی ہے۔ کہنے لگے، تو اس کو چھپانے کی کیا ضرورت ہے۔ پڑھ لیں، پڑھ لیں، پڑھ لیں اور بھی کتابیں اگر دے تو پڑھ لیں۔ میں صرف ایک بات تمہیں بتانے کے لئے آیا ہوں کہ میں نہ صرف تمہارا والد ہوں بلکہ پڑھا لکھا بھی ہوں۔ میں نے بھی یہ پڑھی ہوئی ہیں۔ اگر یہ ساری کتابیں پڑھنے کے بعد تم اس نتیجے پر پہنچو کہ یہ صحیح کہتا ہے تو پھر ٹھیک ہے۔ **With due Respect** (معذرت کے ساتھ) انہوں نے (حاجی صاحب کے والد صاحب) نے بڑا سخت لفظ استعمال کیا۔

میرے پاس ان کی کتابوں کے اوریجنل ایڈیشن ہیں۔ اب انہوں نے بڑی تبدیلیاں کرلی ہیں۔ جب ان کے خلاف کیس چل رہا تھا، کاش یحیٰ بختیار ان کی کتابیں خود پڑھ لیتے۔ ان کے لئے ایک نوٹ تیار ہوسکتا تھا۔

یہ بات بڑے دکھ کی ہے۔ یہ فیکٹ ہے جو میں آپ کو بتانے لگا ہوں کہ جب قائداعظم فوت ہوئے ہیں تو ان کے جنازے کے لئے وہاں پر سارے لوگ جمع ہوگئے اور سرظفراللہ بھی وہاں تھے۔ سرظفراللہ نے قائداعظم کی نماز جنازہ نہیں پڑھی۔ وہ سب لوگوں سے الگ ہو کے کھڑے رہے۔ یہ میں آج ساری قوم سے پوچھتا ہوں۔ میں تو اس وقت ایک ینگ سٹوڈنٹ تھا کہ ساری قوم نے برداشت کیسے کرلیا۔ آپ نے ان سے یہ سوال پوچھنا تھا۔

سوال: پوچھا تھا؟

جواب: پوچھا تھا۔

سوال: میں نے ان سے پوچھا تھا سرظفراللہ سے کہ آپ نے قائداعظم کی نماز جنازہ کیوں نہیں پڑھی؟ انہوں نے کہا کہ ہم غیراحمدی کا جنازہ نہیں پڑھتے۔ اگر میں پڑھ لیتا تو انہوں نے کہنا تھا کہ یہ شخص منافق ہے۔

جواب: کروڑوں مسلمانوں کے جذبات مجروح کرنے کے لئے انہیں وہاں آنا ہی نہیں چاہئے تھا۔ کیوں آ کے کھڑے ہوگئے۔

سوال: وہاں غیرمسلم سفیر بھی آئے تھے۔ انہوں نے بھی نہیں پڑھی۔

جواب: پھر یہ سمجھتے ہیں کہ دنیا کے سارے مسلمان، ہندوستان پاکستان کے سارے غلط ہیں۔

سوال: اسی پر یہ پھنسے ہیں۔ بقول یحییٰ بختیار وہ پمفلٹ جو بانٹا انہوں نے کہ وہ دوسروں کو مسلمان ہی نہیں سمجھتے۔

جواب: یہ فیصلہ ہو چکا ہے۔

راؤرشید (سابق آئی جی پنجاب) اور قادیانی

”راؤرشید جب ایس.ایس.پی راولپنڈی تھے تو میں (حاجی حبیب الرحمٰن) تھا ایس.ایس.پی ہزارہ۔ اس وقت پولیس کے آدمی فیلڈ مارشل کو چھوڑنے کے لئے جب آتے تھے، وہ ریحانہ جب پہنچتے تھے تو ہم لوگ، میں اور ڈی.سی وہاں ہوتے تھے۔ وہاں سے ہم فیلڈ مارشل کو لے لیتے تھے۔ کیونکہ یہاں ہمارا علاقہ شروع ہو جاتا تھا۔

لیکن جو شہرت ہوتی ہے ایک افسر کی۔ چونکہ وہ مغربی پاکستان تھا۔ سب کو سب کا پتا تھا۔ ایک ہمارے ایس.پی ساہیوال تھے، وہ چونکہ مجھ سے جونیئر تھے صدق ڈوگر۔ محمد صدیق ڈوگر۔ ان کا بیٹا بھی میرا خیال ہے آرمی میں سینئر افسر تھا۔ بڑے محنتی، قابل، ایماندار۔ تینوں چیزیں تھیں۔ لیکن وہ فورس کے اوپر بڑی سختی کرتے تھے۔ مجھے ایک بات پتا چلی کہ ان کے آدمی گشت پر تھے۔ تین ملزم تھے۔ اس میں سے انہوں نے دو پکڑ لئے، ایک بھاگ گیا۔ انہوں نے سوچا کہ یہ دو جو ہم نے پکڑے ہیں، جب ایس.پی صاحب کے پاس جائیں گے تو انہوں نے اس کا انعام نہیں دینا۔ اس کی سزا دینی ہے کہ تیسرا کیوں بھاگا۔

سوال: ایس.پی ڈوگر نے؟

جواب: ایس.پی صاحب نے، ڈوگر صاحب نے اس کا انعام نہیں دینا۔ اس کی سزا دینی ہے کہ تیسرا کیوں بھاگا۔ اس لئے ان کو بھی چھوڑ دو تو انہوں نے ان کو بھی چھوڑ دیا۔

سوال: جب مرزائیوں کو اقلیت قرار دیا گیا۔۱۹۷۴ء میں، اس وقت بھٹو صاحب نے ان سرکاری افسروں کی لسٹیں بھی بنوائیں جو مرزائی تھے۔راؤرشید کہتے ہیں کہ شیخ اکرم نے انہیں مرزائی قرار دینے کی پوری کوشش کی۔

جواب: وہ میرے پاس ریفرنس آیا۔میں نے کہا: ٹھیک ہے۔انکوائری کی میں نے۔انکوائری کرنے کے بعد میں نے رپورٹ دی تھی کہ راؤرشید مرزائی نہیں ہیں۔دوبارہ پھر ریفرنس آ گیا کہ مجھے بڑے باوثوق ذرائع سے پتا چلا ہے کہ اس کی بیوی مرزائی ہے۔دوبارہ میں نے پتا کیا۔نکاح خواں سے رابطہ کیا۔جس کسی نے نکاح پڑھایا تھا ان کی بیوی کی طرف سے بھی پتا کیا۔بڑی Respect (معزز) فیملی تھی، راجپوت فیملی۔انہوں نے کہا: نہیں۔لیکن مراڈی.آئی.بی (ڈائریکٹر انٹیلی جنس بیورو) مجھے اشارہ بھی کرتا ہے۔مجھے کہتا بھی ہے کہ بھئی ذرا سوچ سمجھ کے۔یہ اوپر رپورٹ جارہی ہے ساری۔میں نے کہا: نہیں، ایسی بات نہیں ہے۔وہ مرزائی نہیں ہے اور آپ نے ایک ٹیلی فون بھی نہیں کیا۔آپ جب بھی لاہور ائیرپورٹ پر آئے ہیں، میں نے آپ کو کار بھیجی ہے۔ڈی.ایس.پی بھیجا ہے۔اب آپ منسٹر بن گئے ہیں اسٹیبلشمنٹ کے۔

سوال: انچارج تھے۔

جواب: انچارج، اور مجھے آپ نے انٹرویو کا ٹائم نہیں دیا۔میں نے کہا: ایک دفعہ فیس ٹو فیس بات ہو جائے۔بھٹو کو دیکھیں۔اس نے انہیں صرف پانی کا ایک گلاس پلایا تھا۔میں احساس کا لفظ استعمال نہیں کرتا۔لیکن اس کے لئے جرأت چاہئے۔اگر ڈی.آئی.بی کہتا ہے: یار اور لائن لکھ دو۔میں نے وہ لائنیں نہیں لکھنی تھیں۔میں ایس.ایچ.او کو کہتا کہ یہ رپورٹ کردو کہ مرزائی ہے دیکھا جائے گا۔ Let him defend himself (اسے اپنا دفاع خود کرنے دو)۔یہاں تو خفیہ رپورٹ ہے۔ہم کہیں گے کہ باوثوق ذریعے سے معلوم ہوا ہے کہ یہ مرزائی ہے۔

سوال: پھر تو یہ بھٹو صاحب تک پہنچ ہی نہیں سکتے تھے۔ایک دفعہ شبہ ہو گیا تو گیا۔

جواب: گیا۔راؤرشید کی بات میں Conclude (ختم) کرتا ہوں۔میں انہیں بہت اچھا افسر سمجھتا ہوں۔لیکن جب اس کی باری آئی To Compensate Me (میری دلجوئی کرنے کی) انہوں نے نہیں کیا۔ (ص۸۰۲)

قارئین! اس واقعہ سے اندازہ کریں کہ بیوروکریٹ ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کے کس طرح غلط طور پر کسی مسلمان کو قادیانی کہہ دیتے ہیں۔اوپر کے مرقومہ واقعہ سے اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ظلم یہ کہ الٹا مولویت کو بدنام کیا جاتا ہے کہ خوامخواہ لوگوں کو مرزائی بناتے ہیں۔ہاں! البتہ اتنا تو ثابت ہوا کہ قادیانیت ایک گالی بن چکی ہے۔

جنرل حمید کی بیوی

(جنرل ضیاء الحق کے زمانہ میں) ایک کمیشن تھا۔پریذیڈنٹ انسپکشن ٹیم کا۔اس کے چیف جنرل حمید تھے۔کہنے لگے، آپ جنرل حمید سے ملے ہیں، انہوں نے بھی آپ کے خلاف رپورٹ دی ہے۔

یہ وہی جنرل حمید ہیں جنہوں نے میرا کیس ۳۰۳ کا سنا تھا اور میرے حق میں اتنا کچھ لکھا۔اب مجھے ٹیلی فون کرتے ہیں کہ فلاں اے.ایس.آئی آپ نے بھرتی کرنا ہے۔میں نہیں کرسکتا تھا۔وہ مرزائی تھے۔جنرل حمید بھی مرزائی۔ایک تو یحییٰ خان والے

جنرل حمید ہیں۔ یہ اور تھے۔ انہوں نے مرزائی لڑکی سے شادی کی تھی جو مرزائیوں کی تقریباً رائل فیملی سے تھی۔ ویری سمارٹ لیڈی۔ ٹھیک ہے ہمارا کوئی تعلق نہیں اس سے۔ میں نے کہا: جی میں دیکھوں گا۔ اب اس بات سے بھی وہ ناراض ہو گئے۔ بہر حال اس کا میری لائلٹی سے کیا تعلق ہے۔ (ص۷۱۶)

جواب: حمید گل نہیں۔ جنرل حمید تھے بڑے بھاری سے، موٹے سے۔

سوال: ایک تو تھے نا۔ یحییٰ خان والے۔

جواب: یحییٰ خان والے نہیں۔ یہ عبدالحمید، ان کی شادی ایک احمدی خاتون سے ہوئی تھی۔ (ابرک سیرین، لائق، پڑھے لکھے انگلش کے پروفیسر تھے)

سوال: مرزائی عورت سے۔

جواب: مرزائی۔

سوال: اخیر میں مرزائی ہو گئے تھے۔

جواب: ہاں! اس عورت کو میں جانتا ہوں۔ میرے گھر میں آتی تھی۔ میرے گھر بھی آجاتے تھے ملنے کے لئے۔ بعد میں بھی میرے تعلقات ان سے رہے۔'' (ص۴۸۵،۴۸۶)

(۵۰۴) حبیب الرحمٰن اعظمی، حضرت مولانا

(وفات: ۱۳ رمئی ۲۰۲۱ء)

حضرت مولانا حبیب الرحمٰن الاعظمی دارالعلوم دیوبند کے استاذ الحدیث، ماہنامہ دارالعلوم کے ایڈیٹر رہے۔ فن حدیث اور اسماء الرجال کے امام اور متبحر عالم دین تھے۔ ان کی وفات دارالعلوم دیوبند اور بھارت سمیت پوری دنیا میں پھیلے ہوئے ان کے ہزاروں لاکھوں باوقار شاگردوں کے ساتھ ساتھ ملت اسلامیہ ہند اور عالم اسلام کے لئے عظیم سانحہ ہے۔ دو عشروں سے ہی حضرت والا کی صحت وسلامتی کے لئے پورے ملک میں مسلسل دعائیں ہو رہی تھیں۔ مگر مرضی مولیٰ اپنی حیات مستعار کی آخری سانس لے کر اپنے مالک حقیقی سے جا ملے۔ دور قحط الرجال میں یوں اکابرین علماء دیوبند کی رحلت کا تسلسل دارالعلوم دیوبند ہی کے لئے نہیں بلکہ ملت اسلامیہ ہند اور عالم اسلام کے لئے بہت بڑا سانحہ اور خسارہ ہے۔ (مولانا محمد شاہ عالم گورکھپوری)

(۵۰۵) حبیب الرحمٰن جالندھری، مولانا

(وفات: ستمبر ۱۹۹۳ء)

مجاہد ملت مولانا محمد علی جالندھری کے بڑے صاحبزادے، مولانا خیر محمد جالندھری کے نسبتی صاحبزادے، مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری مدظلہ کے برادر اکبر مولانا حافظ حبیب الرحمٰن جالندھری انتہائی زیرک ومعاملہ فہم، عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے ہمہ جہت مستعد، حق تعالیٰ اپنی رحمت سے ان کی قبر کو تربتر فرمائیں۔

(۵۰۶) حبیب الرحمٰن خان کابلی، جناب

(ولادت:۱۸۸۵ء ...... وفات:۱۹۹۰ء)

''میرے قیام قادیان کے دوران کابل سے ایک ہونہار نوجوان دفتر احرار لاہور میں چوہدری افضل حق صاحب کے پاس آیا۔ جس کا نام حبیب الرحمٰن خان تھا۔ چوہدری افضل حق بڑے مردم شناس بزرگ تھے۔ خان کابلی سے مل کر بڑے متاثر ہوئے اور انہوں نے خان موصوف کو کچھ عرصہ اپنے پاس رکھ کر میرے پاس قادیان بھیج دیا اور وہ قادیان میں میرے ساتھ کام کرتے رہے۔ خان موصوف انگریز کے بڑے مخالف تھے۔ انگریز کی مخالفت کی وجہ سے وہ کانگریس کو بہت پسند کرتے تھے۔ مجھے ان کی تعلیم کا تو علم نہیں۔ مگر اتنا علم ہے کہ وہ اخباری معیار پر اردو لکھنے کی قابلیت رکھتے تھے۔ کچھ عرصہ ہمارے ساتھ رہنے کے بعد ہندو کانگریسی اخبار پرتاپ میں چلے گئے۔ ان دنوں پرتاپ لاہور سے بڑی آب وتاب سے نکلتا تھا اور کانگریس کا بے باک ترجمان تھا۔ خان کابلی پرتاپ میں کالم نویس ہوگئے۔ جب تک اخبار پرتاپ لاہور میں رہا۔ خان کابلی اس سے منسلک رہے اور کبھی کبھی چوہدری افضل حق صاحب کے پاس دفتر احرار میں بھی آجاتے تھے۔ تقسیم ملک کے بعد جب اخبار پرتاپ دہلی چلا گیا تو خان موصوف بھی دوسرے عملہ کے ہمراہ دہلی چلے گئے۔ پھر وہ وہاں رہے۔ انسان، انسان سے جدا ہوجاتا ہے۔ مگر اس کی یادیں انسان کا ساتھ چھوڑنے پر کبھی راضی نہیں ہوتیں۔ اگرچہ خان کابلی ہم سے جدا ہوگئے ہیں۔ مگر اس کی یادیں ابھی تک ہمارا ساتھ دیئے جارہی ہیں۔'' (مولانا عنایت اللہ چشتی)

(۵۰۷) حبیب الرحمٰن خیرآبادی، مولانا

آپ ضلع اعظم گڑھ کے ایک مشہور قصبہ خیرآباد میں مولانا نذیر احمد کے گھر پیدا ہوئے۔ مدرسہ منبع العلوم خیرآباد، جامعہ عربیہ احیاء العلوم مبارک پور اور دارالعلوم مؤناتھ بھنجن میں درس نظامی کی کتابیں پڑھیں۔ مظاہر العلوم سہارنپور سے سند الفراغ حاصل کی۔ فراغت کے بعد ایک سال مظاہر العلوم میں فتویٰ نویسی اور فنون پر جب کہ ایک سال دارالمبلغین لکھنو میں رہ کر مناظرہ اور تقریر سیکھیں۔ بعد ازاں تدریس کا آغاز معہد ملت مالیگاؤں اور ادارہ محمودیہ لکھیم پور سے کیا۔ کچھ عرصہ پڑھانے کے بعد جامعہ عربیہ حیات العلوم میں درس وتدریس اور فتاویٰ نویسی کے منصب پر فائز رہ کر اعلیٰ تدریسی خدمات سرانجام دیں۔ آپ نے دو درجن کے قریب کتب تصنیف کیں جن میں ایک غیر مطبوعہ ''ختم نبوت اور غلام احمد قادیانی'' جو کہ ۶۴ صفحات پر مشتمل ہے بھی شامل ہے۔

(۵۰۸) حبیب الرحمٰن (لاہور)، مولانا

(ولادت:۱۹۱۸ء)

آپ ۱۳۳۶ھ کو مولانا شاہ گل کے گھر ہری پور ہزارہ میں پیدا ہوئے۔ مولانا عبدالسبحان سے ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد ۱۳۵۱ھ میں دارالعلوم دیوبند داخلہ لیا۔ ۱۳۵۵ھ میں مولانا سید حسین احمد مدنی سے دورۂ حدیث شریف پڑھ کر سند حاصل کی۔ آپ کے اساتذہ میں مولانا محمد رسول خان ہزاروی، مولانا اعزاز علی، مولانا میاں اصغر حسین، مولانا محمد ابراہیم بلیاوی بھی شامل ہیں۔

آپ نے مدرسہ نعمانیہ لاہور، دارالعلوم ربانیہ ٹوبہ ٹیک سنگھ، مولانا محمد علی جالندھری کے قائم کردہ ادارہ مدرسہ محمدیہ حنفیہ ملتان، دارالعلوم رحمانیہ ہری پور ہزارہ، دارالعلوم نعیمیہ لاہور، ان قابل ذکر مدارس میں تدریس کے فرائض سرانجام دیئے۔ ۱۹۵۹ء میں جامع فتحیہ اچھرہ لاہور کے صدر مدرس مقرر ہوئے اور ۱۳ سال تک خطابت اور تدریس کی ذمہ داری نبھائی۔ پھر مدرسہ اشاعت القرآن آزاد کشمیر اور ایبٹ آباد کے دارالعلوم میں بھی صدر مدرس اور معلم رہے۔ مرزا غلام احمد قادیانی کے متعلق آپ نے مندرجہ ذیل فتویٰ جاری کیا۔

’’اقول بتوفیق اللہ وحسن توفیقہ عقیدۃ حیاۃ المسیح علیہ السلام ونزولہ قرب القیامۃ مجمع علیہا عند جمہور المسلمین وثابتۃ بالنصوص القطعیۃ، ومنکرہا کافر ومرتد بلاشبہۃ والدلائل مبسوطۃ فی الکتب‘‘ (فتاویٰ ختم نبوت ج۳ ص۶۸)

(۵۰۹) حبیب الرحمٰن لدھیانوی، مولانا

(پیدائش: ۳؍جولائی ۱۸۹۲ء، لدھیانہ ...... وفات: ۲؍ستمبر ۱۹۵۶ء، دہلی)

مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی کا سلسلہ نسب اس طرح ہے۔ مولانا حبیب الرحمٰن بن مولانا محمد زکریا بن مولانا محمد لدھیانوی بن مولانا عبدالقادر لدھیانوی۔

مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی کے دادا مرحوم مولانا محمد لدھیانوی مرزا قادیانی کے خلاف پہلے پہل جن حضرات نے فتویٰ کفر جاری کیا ان میں شامل تھے۔ مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی نے ابتدائی تعلیم اپنے دادا مولانا محمد لدھیانوی سے حاصل کی۔ دادا مرحوم کی وفات کے بعد والد گرامی مولانا محمد زکریا لدھیانوی نے آپ کو نکودر ضلع جالندھر مدرسہ عربی میں داخل کرایا۔ مولانا حافظ صالح محمد صاحب اس وقت اس مدرسہ کے مہتمم تھے۔ مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی کے ساتھ یہاں پڑھنے والوں میں مولانا احمد دین رائے پوری اور مولانا خیر محمد جالندھری بھی شامل تھے۔ دوسال یہاں پڑھنے کے بعد آپ کو مولانا نور احمد امرتسری کے مدرسہ (یہ مسجد شیخ بڈھے چوک فرید میں تھی) امرتسر میں داخل کرادیا۔ جنگ بلقان کے موقعہ پر امرتسر میں انگریز کے خلاف ۱۹۱۴ء میں پہلی تقریر کی۔ اس تقریر کے بعد مولانا زکریا کے ایک دوست نے ان کو کہا کہ لگتا ہے آپ کے بیٹے پر دادا اور پر دادا کا رنگ چڑھ گیا ہے۔ انہیں سنبھالیں پہلے والے حالات نہیں۔ مولانا زکریا نے اپنے دوست کو تو کوئی جواب نہ دیا۔ لیکن اگلے روز اپنے صاحبزادہ مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی کو لے کر دارالعلوم دیوبند چلے گئے۔

مولانا حبیب الرحمٰن عثمانی اس وقت دارالعلوم دیوبند کے مہتمم تھے۔ شیخ الحدیث مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری، مولانا شبیر احمد عثمانی ایسے اساتذہ سے آپ نے سند فراغ حاصل کی۔ دارالعلوم میں تعلیم کے دوران بھی آپ تحریک آزادی کے جلسوں میں شرکت فرماتے اور خطابات بھی ہوتے۔ ایک دفعہ آپ کے والد گرامی مولانا زکریا لدھیانوی کو دارالعلوم دیوبند کے مہتمم نے فرمایا کہ میں نے آپ کے صاحبزادہ صاحب کی تقریر سنی۔ پھانسی سے تو بچ گئے، گرفتاری یقینی ہے۔

چنانچہ فراغت کے بعد مولانا حبیب الرحمٰن بڑی بہادری کے ساتھ تحریک آزادی، تحریک خلافت اور دیگر قومی کاموں اور ملکی خدمات سرانجام دینے میں صف اوّل میں نظر آتے ہیں۔ کانگریس کی چوٹی کی قیادت جواہر لال نہرو، مولانا ابوالکلام آزاد، جمعیۃ علماء

ہند کے قائدین حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ، مولانا احمد سعید دہلوی، مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی، مولانا سید حسین احمد مدنی، مولانا محمد علی جوہر، مولانا شوکت علی، مسلم لیگ کے سربراہ جناب محمد علی جناح، جناب خان لیاقت علی خان ایسی قومی قیادت سے نہ صرف آپ کے تعلقات تھے بلکہ ان کے ساتھ قید و بند میں شریک رہے۔ جلسے جلوسوں میں ساتھ رہا۔ میٹنگوں اور اجلاسات میں شرکت رہی اور خود بھی آپ کا شمار قومی قیادت میں ہوتا تھا۔

مجلس احرار اسلام کا ۱۹۲۹ء میں قیام عمل میں لایا گیا۔ آپ اس کے بنیادی بانی ارکان میں سے تھے۔ آپ مدت العمر مجلس احرار اسلام کل ہند کے مرکزی صدر رہے۔ احرار ایثار پیشہ قائدین و کارکنان کا سرفروش گروہ تھا۔ ان کی سالہا سال قیادت، بڑے اعزاز کی بات ہے۔ پاکستان بننے کے بعد آپ کا خاندان گوجرانوالہ، راولپنڈی، فیصل آباد، ٹوبہ ٹیک سنگھ، گوجرہ، بہاول پور، رحیم یارخان پتہ نہیں کہاں کہاں تقسیم ہوگیا۔ آپ ان سے ملنے کے لئے بہاول پور تشریف لائے۔ یہاں پاکستان کی حکومتی مشینری کے لچھن دیکھے تو دل برداشتہ ہوئے۔ ہندوستان کی چوٹی کی قیادت جواہر لال نہرو، مولانا ابوالکلام آزاد نے تحریک آزادی کے نامور سپوت اور مرکزی رہنما کی حالات کے ہاتھوں یہ زیادتی دیکھی تو آپ کو سپیشل جہاز سے بلوالیا۔ آپ واپس آ گئے۔ آپ کے ایک دو صاجزادے اور اہلیہ بھی واپس ہوئے۔ دہلی پہنچے تو معلوم ہوا کہ لدھیانہ اجڑ چکا ہے۔ آپ کے نہ صرف مکانات بلکہ مساجد و مدارس پر بھی پاکستان سے آنے والے ہندوؤں نے قبضہ کرلیا ہے۔ یارب! ایک قومی رہنما جس نے ملک کو آزادی دلانے میں ساری زندگی لگادی آج اسی ملک میں ان کے رہنے اور سر چھپانے کے لئے جگہ نہیں۔ چنانچہ آپ نے دہلی میں ہی قیام کا فیصلہ کرلیا۔ کچھ عرصہ بعد اپنے صاجزادوں کو لدھیانہ بھیج کر مساجد کو واگزار کرانے کی ذمہ داری سونپی۔ انہوں نے لدھیانہ میں کام کا آغاز کیا۔ آپ نے دہلی سے بیٹھ کران کی امداد کی۔ اللہ رب العزت کی رحمتوں کے سہارے آج نہ صرف لدھیانہ بلکہ پورے مشرقی پنجاب میں جتنی مساجد آباد ہیں، سب مولانا حبیب الرحمٰن کی مساعی جمیلہ کا صدقہ ہیں۔ انہوں نے ہندوستان میں جس طرح بچے کھچے مسلمانوں کو سہارا دیا۔ مساجد کو آباد کیا۔ دینی مدارس قائم کئے۔ جگہ جگہ نہ مساعد حالات میں وہاں پہنچ کر مسلمانوں کو ان کے جائز حقوق دلائے اور آج تک برابر آپ کی اولاد در اولاد در اولاد انڈیا میں اسلامیان ہند کی رہنمائی اور قیادت کر رہی ہے۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ قدرت حق نے ایک مسیحا کے طور پر اسلامیان ہند کی امداد کے لئے آپ کو یہاں واپس بھجوایا۔ آج آپ کے پوتوں اور پڑپوتوں نے لدھیانہ میں جو دینی ماحول قائم کر رکھا ہے۔ لدھیانہ کی مرکزی بازار میں مساجد سے پانچ وقت پوری قوت سے اللہ اکبر کی صدائیں بلند ہوتی ہیں۔ مجلس احرار اسلام ہند قائم ہے۔ جمعیۃ علماء ہند قائم ہے۔ جتنی مساجد و مدارس مشرقی پنجاب میں آباد ہیں۔ جس طرح عقیدۂ ختم نبوت کے پھریرے بلند ہو رہے ہیں۔ یہ حضرت مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی کے لئے صدقہ جاریہ ہیں۔

مجلس احرار اسلام ہند نے تحریک کشمیر میں قربانیاں دے کر مرزا محمود قادیانی کی سازش کا راستہ روکا۔ خود ۱۹۳۴ء کو قادیان میں احرار تبلیغ کانفرنس منعقد کی۔ پوری ہند کی چوٹی کی دینی قیادت کو جمع کیا۔ بلاشبہ اس جدوجہد میں جو بنیادی کردار کے حامل حضرات تھے مولانا حبیب الرحمٰن ان سب کے سرخیل ہیں۔ آپ آگے پڑھیں گے کہ ۱۹۳۴ء میں پہلے مجلس احرار کا قادیان میں دفتر قائم کیا۔ مارچ ۱۹۳۴ء میں مولانا حبیب الرحمٰن قادیان میں گئے۔ آپ نے اکیلے جلسہ کیا۔ قادیان مجلس احرار نے آپ کو استقبالیہ دیا۔ آپ نے استقبالیہ کے جواب میں تقریر کی۔ دوستوں کو اس کام کے لئے تیار کیا۔ ڈیوٹیاں لگائیں۔ اس کے بعد کہیں جا کر اکتوبر ۱۹۳۴ء میں

احرار تبلیغ کانفرنس قادیان میں منعقد ہوئی۔ اس کام میں بلاشبہ پوری مجلس احرار کی اس وقت کی قیادت کا بھرپور کردار ہے۔ لیکن بنیادی سوچ، بیدار مغزی اور منصوبہ میں حضرت مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی ہی نظر آتے ہیں۔ فیصل آباد پاکستان میں یوسف مظفر گڑھی (پیدائش: ۱۹۲۵ء) جس نے اب اپنا نام ونسب بھی بدلا ہوا ہے۔ عرصہ ہوا اسلام آباد کے ایک مدرسہ (محمدیہ) میں بیان کرتے ہوئے کہا کہ قادیان احرار تبلیغ کانفرنس کی منصوبہ بندی کے لئے میں قادیان گیا تھا۔ پھر آکر اکابر کو منصوبہ پیش کیا۔ اس دروغ محض کو فروغ دینے والے کذاب سے کوئی پوچھے کہ تم حضرت مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی کی مساعی جمیلہ کو اپنی کارکردگی بتا کر کیوں تاریخ میں بددیانتی کے مرتکب ہورہے ہو؟ اس وقت (۱۹۳۴ء میں آپ کی عمر دس سال تھی) تو آپ ڈابھیل میں پڑھنے کے لئے داخل بھی نہ ہوئے تھے۔ تمہاری حیثیت ایک نوخیز طالب علم کے طور پر بھی اس وقت نہ تھی۔ طفل مکتب تھے۔ آج تاریخ کے ساتھ کذب بیانی کی کالک سے اپنی قبر کو بھی سیاہ کالا کر رہے ہیں۔ یہاں پہنچ کر میں اللہ رب العزت کے حضور سجدہ وشکر بجالاتا ہوں کہ جس ذات نے مجھے مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی کی خدمات ختم نبوت کو یکجا کرنے کی سعادت سے سرفراز فرمایا۔ یہ حقائق دوستوں کے لئے ایمان پرور اور کذاب وملعون بدنصیبوں کے لئے شاھت الوجوہ جہاں ثابت ہوں گے وہاں قادیانیت ایسے فتنہ عمیاء کے خلاف جدوجہد کرنے والوں کی مساعی جمیلہ کی رپورٹ کارکردگی بھی محفوظ ہو جائے گی اور یہی فقیر کا مطمع نظر ہے۔ مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی کی ختم نبوت پر خدمات جمع کرنے کے لئے چار بنیادی کتب سے فقیر نے استفادہ کیا۔

۱...... رئیس الاحرار، مولانا عزیز الرحمٰن جامعی۔
۲...... درحدیث دیگران، مولانا عزیز الرحمٰن جامعی۔
۳...... قافلہ علم وحدیث، مولانا محمد عثمان رحمانی لدھیانوی۔
۴...... ۱۹۴۷ء میں لدھیانہ کے مسلمانوں پر کیا گزری؟ محمد اسلم

ان بنیادی ماخذ سے جو مواد ملا اسے باحوالہ یکجا کر دیا ہے۔ اس لئے بعض مقامات پر تکرار کی زحمت تو قارئین کو ہوگئی۔ لیکن تاریخی مواد کو جمع کرنے کی خوشی سے بھی بہرہ ور ہوں گے۔ رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی کے جداعلیٰ مولانا عبداللہ لدھیانوی کے متعلق کتاب رئیس الاحرار میں ہے۔

مرزا قادیانی کے کفر وارتداد پر پہلا فتویٰ

مولانا عبداللہ لدھیانوی ۱۸۶۲ء میں پھر لدھیانہ سے سہارنپور تشریف لے گئے اور سال کا اکثر حصہ اپنے مریدین اور متبعین میں گزار دیا اور انہیں تمام لوگ اصلی نام سے پہچان گئے۔ لدھیانہ میں قیام کا عرصہ بہت ہی مختصر ہوا۔ ایک دفعہ لدھیانہ میں مختصر قیام کے زمانہ میں مرزا غلام احمد قادیانی لدھیانہ آیا اور اپنے مجدد ہونے کا دعویٰ کیا۔ مولانا عبداللہ لدھیانوی مرزا غلام احمد قادیانی کی رہائش گاہ پر گئے اور مرزا قادیانی کو دیکھتے ہی فرمایا کہ یہ شخص کافر و مرتد ہے۔ اس کی بیعت مت کرو۔ یہ اپنے آپ کو مجدد نہیں بلکہ نبی اور پیغمبر ثابت کرنا چاہتا ہے۔ مرزا قادیانی کی مجلس میں اس اعلان حق پر بڑا شور ہوا کہ بلاکسی دلیل کے مولانا محمد عبداللہ صاحب لدھیانوی نے مرزا قادیانی کو کافر اور مرتد قرار دیا ہے۔ اس وقت مرزا قادیانی کی کتاب براہین احمدیہ چھپ چکی تھی۔ مولانا محمد لدھیانوی (مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی کے دادا) نے رات بھر میں کتاب کا مطالعہ کیا اور صبح کو مرزا قادیانی کی تحریروں کی بنیاد پر مکمل فتویٰ لکھ کر شائع کر

دیا کہ ان تحریروں کی بنیاد پر مرزا قادیانی کافرومرتد ہے۔اس جرأت آمیز اعلان پر سارے ہندوستان میں سنسنی پھیل گئی۔ ہندوستان کے تمام بڑے بڑے علماء حتیٰ کہ دارالعلوم دیوبند کے اکابر تک مرزا قادیانی کے کفر وارتداد کے بارے میں کئی برس تک کوئی فیصلہ نہ دے سکے تھے لیکن آخر کار مرزا قادیانی کے روز بروز نئے نئے الہامات کے اعلانات نے تمام ہندوستان کے علماء کو علماء لدھیانہ کی رائے سے اتفاق کرنے پر مجبور کر دیا کہ مرزا قادیانی کافرومرتد ہے۔

مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی کتابوں میں اور اپنے اعلانات اور الہامات میں سب سے زیادہ گالیاں علماء لدھیانہ ہی کو دیں جو علماء لدھیانہ کے خاندان کے لئے یقیناً توشہ آخرت ہیں۔ (رئیس الاحرار ص ۹۱،۹۲)

علامہ اقبال اور مرزا محمود قادیانی

''رئیس الاحرار'' کتاب میں مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی کی تحریر کا ایک اقتباس یوں درج ہے: ''حضرت شاہ صاحب (سید انور شاہ کشمیری) نے تحریک خلافت کے زمانے سے لے کر تحریک احرار کے زمانے تک میری اور سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی سرپرستی فرمائی۔ قادیانیوں کے بارے میں جماعت احرار کا نقطۂ نظر، اسلام میں ختم نبوت کی بنیادی اہمیت سمجھانے کے لئے سرڈاکٹر اقبال سے ملاقات کی۔ ڈاکٹر اقبال کو اپنا ختم نبوت کا رسالہ پڑھ کر سنایا۔ اس کے فوراً بعد ہی ڈاکٹر اقبال نے کشمیر کمیٹی کی ممبری سے استعفاء دے دیا۔ جس کے صدر مرزا بشیر الدین محمود قادیانی تھے۔ اس طرح ڈاکٹر اقبال نے مرزائیت کے چنگل سے نجات پائی اور اسلام کے صحیح اعتقادات پر عقیدہ رکھنے کی ڈاکٹر صاحب کو توفیق حاصل ہوئی۔ اس کے بعد ڈاکٹر صاحب نے قادیانیوں کے خلاف مضامین لکھے اور اکثر ملاقاتوں میں ڈاکٹر اقبال کہا کرتے تھے کہ علم وفضل میں شاہ صاحب سے بڑا شخص میری نظر سے نہیں گزرا۔''

(رئیس الاحرار ص ۱۰۰،۱۰۱)

شاہی مسجد لدھیانہ، قادیانی اور مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی

شاہی مسجد لدھیانہ کی تاریخی حیثیت

''یہ مسجد احمد شاہ ابدالی کے پوتے شجاع الملک نے بنوائی تھی۔ جو ۱۸۳۶ء میں انگریزی سیاست کا شکار ہو کر لدھیانہ میں قیام پذیر ہوئے تھے۔ اس چھوٹی سی مسجد کو جس کا صحن بہت بڑا ہے شاہی مسجد کے نام سے موسوم کیا جاتا تھا۔ شاہ شجاع الملک کا مکان مسجد سے دو فرلانگ کے فاصلے پر تھا جس میں آج کل جنرل پوسٹ آفس بنا ہوا ہے۔ اس پوسٹ آفس کی عمارت پر شاہ شجاع الملک کے نام کا ایک پتھر اب بھی لگا ہوا ہے۔ ۱۹۲۶ء میں شاہی مسجد پر قادیانیوں نے قبضہ کر لیا تھا۔ اس پر شہر میں بہت ہنگامہ ہوا۔ فروٹ منڈی کے تاجر جو اس مسجد کے نگراں تھے انہوں نے قادیانیوں کو نکال کر اس مسجد کی تولیت رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی کے سپرد کی۔'' (رئیس الاحرار ص ۱۳۱)

تحریک کشمیر کا آغاز

کتاب رئیس الاحرار میں ہے کہ: ''تحریک کشمیر کے سیاسی پس منظر کے بارے میں رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن

لدھیانوی اپنی خودنوشت یادداشت میں لکھتے ہیں جو انہوں نے ۱۹۵۳ء میں تحریر کی ہے۔ مہاراجہ ہری سنگھ معزول والی کشمیر جب گدی نشین ہوئے تو انہوں نے اختیارات ہاتھ میں لیتے ہی دو کام ایسے کئے جس کی وجہ سے انگریزی حکومت ان سے ناراض ہوگئی۔ مہاراجہ نے کشمیر سے یونین جیک...... اتروا دیا کہ یہ ریاست کا اپنا جھنڈا نہیں ہے۔ انگریز ریزیڈینٹ کو بجائے جموں وکشمیر کے سیالکوٹ میں رہنے کا حکم دیا۔ مہاراجہ کا یہ طرز عمل انگریز کو فوری طور پر ناگوار گزرا۔ انگریز بدلہ لینے میں نہ تو جلدی کرتا ہے۔ نہ شور مچاتا ہے بلکہ ٹھنڈے طریقہ سے اپنے مخالف کو ایسی شکست دیتا ہے جس سے دنیا یہ نہ سمجھے کہ وہ اپنی کسی مخالفت کا بدلہ لے رہا ہے۔

خواجہ کمال الدین لاہوری مرزائی کے بھائی خواجہ جمال الدین انسپکٹر تعلیمات تھے۔ ان کے اثر ورسوخ سے کشمیر میں تمام تعلیمی اداروں میں لاہوری، قادیانی، مرزائی بھرتی کر لئے گئے۔ شیخ عبداللہ کو لاہوری مرزائیوں نے علی گڑھ یونیورسٹی میں پوری مدد دی۔ شیخ صاحب اچھے مقرر تھے۔ اس لئے انہیں آئندہ کشمیر میں اپنے مقاصد میں استعمال کرنے کے لئے ان کا تعارف کشمیری عوام میں کشمیری رہنما کی حیثیت سے کرایا۔ شیخ عبداللہ کے زمانہ طالب علمی کے فوٹو ریاست میں تقسیم کئے گئے تاکہ وہاں کا ہر مسلمان ان سے واقف ہو جائے۔

۱۹۳۱ء میں جب کانگریس اور گورنمنٹ کے درمیان گاندھی اروِن پیکٹ ہوا تو یکایک کشمیر میں اس طرح تحریک کشمیر کا آغاز ہوا کہ جموں میں کسی ہندو سنیاسی نے قرآن شریف کی توہین کی ہے۔ جب کہ ایک مسلمان سپاہی پولیس لائن میں قرآن شریف پڑھ رہا تھا۔ اس واقعہ کا مشہور ہونا تھا کہ تمام کشمیر میں مسلمانوں کے جذبات قابو سے باہر ہوگئے اور حکومت کشمیر کو دو بار گولی چلانی پڑی۔ جب حالات بہت نازک ہوگئے تو مہاراجہ کشمیر نے مولانا ابوالکلام آزاد اور سر سپرو کو کشمیر میں بلا کر مشورہ کیا کہ اس معاملہ میں کیا کرنا چاہئے۔ مولانا آزاد کو بلانے سے یہ سمجھا گیا کہ مہاراجہ کا ذہن غیر فرقہ وارانہ ہے۔ مولانا سے مہاراجہ نے یہ بھی کہا کہ میں مسلمان عوام کے معقول مطالبات پورے کرنا چاہتا ہوں۔ جن کی آبادی نوے (۹۰) فیصدی ہے۔ لیکن وہ دفتری حکومت کے نیچے دبے ہوئے ہیں۔ مولانا ابوالکلام آزاد کی ملاقات کے باوجود کشمیری مسلمان عوام مطمئن نہ ہوئے۔ ہندو مسلم فرقہ واریت پورے شباب پر آگئی۔

شروع جولائی ۱۹۳۱ء میں چوہدری افضل حق مرحوم جو کانگریس کی ورکنگ کمیٹی کے ممبر کی حیثیت سے جیل سے رہا ہو کر آئے تھے انہوں نے احرار رہنماؤں سے کہا کہ کشمیر کا فتنہ انگریز نے شروع کرایا ہے تاکہ ہندو مسلم اتحاد کی موجودہ فضا برباد ہو جائے۔ انگریز نے کشمیر کے مسلمان کو استعمال کے لئے چن لیا ہے۔ تمام ساتھیوں نے چوہدری صاحب کی یہ بات سن کر ٹال دی۔ انگریز نے کشمیر کے ابتدائی ہنگامہ سے فائدہ اٹھا کر اپنے بااعتماد آدمی ہری کشن کول کو کشمیر کا وزیراعظم بنادیا۔ دوسری طرف لاہوری قادیانی مرزائیوں نے کشمیری مسلمانوں کی ہمدردی میں سارے ہندوستان میں زہر آلود پروپیگنڈا شروع کر دیا اور کشمیر کے دس نئے لیڈر سامنے آگئے جن کی رہنمائی شیخ عبداللہ کر رہے تھے۔''

مرزائی کشمیر کمیٹی کا قیام

۲۴؍جولائی ۱۹۳۱ء کو شملہ میں سر فضل حسین کے اشارے سے سرکاری مسلمانوں کا اجتماع ہوا جس میں کشمیر کے دس نئے لیڈر بھی شریک ہوئے۔ اس جلسے میں مرزا بشیرالدین محمود خلیفہ قادیان کو کشمیر کمیٹی کا صدر منتخب کیا گیا۔ مسٹر عبدالرحیم درد کو جو خلیفہ کے پرائیویٹ سیکرٹری تھے۔ کشمیر کمیٹی کا جنرل سیکرٹری بنایا گیا۔ شملے ہی سے مرزا محمود نے اعلان کیا کہ ہندوستان کے تمام مسلمانوں نے مجھے

اپنا رہنما تسلیم کرلیا ہے۔ اس لئے میں یہ تجویز کرتا ہوں کہ ۱۴؍اگست ۱۹۳۱ء کو تمام ہندوستان میں یوم کشمیر منایا جائے۔ مسٹر عبدالرحیم درد نے ہندوستان کے تمام مشہور علماء، فضلاء، وکلاء اور ڈاکٹروں کو خطوط لکھے کہ آپ کو کشمیر کمیٹی کا ممبر بنالیا گیا ہے۔ ہندوستان کے تمام لوگ حقیقت حال سے ناواقف تھے۔ کسی نے کشمیر کمیٹی کی سیاسی سازش کی طرف توجہ نہ کی۔ سوائے مجلس احرار کے رہنماؤں کے۔ کسی نے بھی عبدالرحیم درد پرائیویٹ سیکرٹری مرزامحمود کو انکار کا خط نہ لکھا۔ ۱۴؍اگست ۱۹۳۱ء کو گاندھی جی اورینٹل کانفرنس میں شریک ہونے کے لئے لندن روانہ ہوگئے۔ عین اسی وقت کشمیر کمیٹی کا وجود عمل میں آیا۔ ٹھیک گاندھی جی کی روانگی کے وقت ۱۴؍اگست ۱۹۳۱ء کو کشمیر ڈے منانے کا اعلان کیا گیا تاکہ ہندو مسلم اتحاد پر گاندھی جی کے لندن پہنچنے سے پہلے ہی ضرب لگائی جائے۔

میں (مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی) مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری وشیخ حسام الدین بمبئی میں تھے۔ ہم نے کانگریسی لیڈروں سے اور خاص کر مولانا ابوالکلام آزاد سے کشمیر کے مسئلے میں بات کی۔ مولانا نے فرمایا کہ مہاراجہ کشمیر خود چاہتا ہے کہ کشمیر میں کچھ ہو، تاکہ مسلمانوں کے مطالبات کو پورا کیا جاسکے۔ ہم نے موجودہ کشمیر کمیٹی کی سیاسی سازش ڈاکٹر اقبال کی کشمیر کمیٹی میں شمولیت سر فضل حسین کی سرپرستی اور انگریزی حکومت کی بدنیتی فرقہ وارانہ فسادات اور ہندو مسلمان اتحاد کے بارے میں مولانا آزاد سے تفصیلی گفتگو کی تو مولانا آزاد نے سب باتیں سن کر کہا کہ احرار کو فرقہ وارانہ اتحاد کے لئے مسئلہ کشمیر کو اپنے ہاتھ میں لینا چاہئے اور مہاراجہ کشمیر کے سامنے ریاست کی ترقی کے لئے جمہوری مطالبات رکھنے چاہئیں۔ میرا یقین ہے کہ مہاراجہ صاحب تھوڑی سی جدوجہد کے بعد جمہوری مطالبات کو منظور کرلیں گے۔

احرار اور کشمیر

احرار رہنماؤں نے محسوس کیا کہ کشمیر کمیٹی کی وجہ سے تمام مسلمان مرزائی اور قادیانی ہوجائیں گے۔ ہندو مسلم اتحاد کو سخت دھکا لگے گا۔ مولانا مظہر علی اظہر نے مسئلہ کشمیر میں احرار کے شامل ہونے کا اعلان کردیا۔ مولانا مظہر علی کو تحریک کشمیر کا ڈکٹیٹر بنادیا گیا۔ مولانا مظہر علی صاحب نے تمام سیاسی جماعتوں کو دعوت دی کہ ہم سب کو مل کر کشمیر کا سیاسی مسئلہ حل کرنا چاہئے۔ ورنہ کشمیر کمیٹی ملک کی سیاسی صورتحال خطرناک بنادے گی۔ مہاراجہ صاحب کو لکھا گیا کہ ہم آپ کے خلاف نہیں اور نہ یہ چاہتے ہیں کہ کشمیری عوام اور آپ کے تعلقات خراب ہوں۔ ہم آپ کو گدی سے اتارنے کے حق میں نہیں ہیں۔ کیونکہ مرزائیوں کی کشمیر کمیٹی انگریز کے اشارے پر آپ کو گدی سے اتارنے کے لئے زمین ہموار کررہی ہے۔ احرار کا مقصد کشمیر میں ریاست کے باشندوں کو ایسے حقوق دلانا ہے۔ جس سے کشمیر کے باشندے اقتصادی تعلیمی ترقی کرسکیں۔

مگر افسوس کشمیر کے اس پس منظر کو اس وقت کوئی نہ سمجھتا تھا۔ ہندو پریس نے ہماری مخالفت شروع کردی اور مہاتما گاندھی نے بھی لندن سے ایک بیان احرار کے خلاف دے دیا۔ لیکن احرار رہنما صورتحال کی نزاکت کو سمجھتے ہوئے کشمیر کی طرف بڑھے اور کشمیر کمیٹی کو پہلے مرحلے پر ختم کردیا۔ ڈاکٹر اقبال کشمیر کمیٹی کی نائب صدارت سے مستعفی ہوگئے۔ اس پر میاں فضل حسین نے چوہدری افضل حق کو کہا کہ میں ایک نہ ایک دن احرار کو مٹادوں گا۔ آخر مسجد شہید گنج کا قصہ کھڑا کر کے ۱۹۳۵ء میں احرار کو دل کھول کر مٹایا۔

تحریک کشمیر میں چالیس ہزار والینٹر گرفتار ہوئے۔ آخرکار کشمیر میں ذمہ دار حکومت کا مطالبہ منظور ہوا۔ لیکن ہندوستان کی تمام

ریاستیں ہماری دشمن ہوگئیں۔نواب بھوپال نے احرار کے خلاف بیان دیا کہ ریاستوں میں ذمہ دار اسمبلیوں کا مطالبہ احرار کانگریس کی شہ پر کررہے ہیں۔ابھی تحریک احرار جاری ہی تھی کہ گاندھی جی لندن سے واپس لوٹے اور آتے ہی گرفتار کر لئے گئے اور کانگریس کی تحریک سول نافرمانی پھر شروع ہوگئی۔

ہندوستان میں انگریزی سیاست کو سمجھنے والے چند آدمیوں میں سے چوہدری افضل حق مرحوم تھے۔انہوں نے احرار والینٹروں کو کانگریس کی سول نافرمانی کا پروگرام دے دیا۔اس طرح کانگریس اور احرار پھر سول نافرمانی کے محاذ پر متحد ہوگئے۔یہ بات انگریز کے لئے اور بھی ناقابل برداشت ہوگئی۔چوہدری افضل حق صاحب کو گرفتار کر لیا گیا اور احراری رضاکار کارکنوں کو دبانے اور گرفتار کرنے میں پنجاب گورنمنٹ نے نہایت سختی سے کام لیا۔احرار کے شہری دفتروں میں تالے لگادیئے گئے۔آرڈیننس کے تحت سب سے زیادہ پٹائی احرار رضاکاروں کی کی جاتی۔تحریک کانگریس میں دس ہزار رضاکار گرفتار ہوئے۔تحریک کشمیر کے سلسلے میں ریاست کشمیر سے مجلس احرار نے ۸؍اگست ۱۹۳۱ء کو جو مطالبات کئے وہ حسب ذیل تھے۔

حکومت کشمیر سے مجلس احرار اسلام ہند کے مطالبات

۱...... مجلس احرار کشمیر ایجی ٹیشن کو ہندو مسلم مسئلہ تصور نہیں کرتی۔کشمیر کے کسانوں اور مزدوروں کی حالت ایسی تباہ کن اور دردناک ہے کہ ہندوستان میں بھی کسی مزدور اور کسان کی نہ ہوگی۔تمام صاحب الرائے اشخاص کی دلی ہمدردی خواہ کسی مذہب وملت سے تعلق رکھتے ہوں ان کے ساتھ ہونی چاہئے اور محض اس وجہ سے کہ وہ مسلمان ہیں۔ایسے نازک وقت میں ان کی امداد کرنے سے کسی کو پہلوتہی نہیں کرنی چاہئے۔اگر کسی نہ کسی وجہ سے ہندوؤں اور سکھوں کا شرانگیز طبقہ اس بات پر تل جائے کہ مسلمانان کشمیر پر ظلم برپا کئے جائیں جو پہلے ہی سے رستم رسیدہ ہیں۔اس ایجی ٹیشن کو فرقہ وار مسئلہ بنائے تو یہ مجلس نیشنلزم کے کاذب اور غلط نام کی خاطر ایسے متکبر وحشی اور محروم انسانیت اور بے روح طبقہ کی حمایت پر تیار نہ ہوگی۔لہٰذا یہ مجلس تمام غیر مسلم جماعتوں کو اتحاد عمل کی دعوت دیتی ہے اور ان کی امداد خوشی سے قبول کرے گی۔جو کشمیر کے مظلوم باشندوں کی امداد کے لئے ہاتھ بڑھائیں۔

مخالفین کی فتنہ انگیز ایجی ٹیشن

۲...... مجلس احرار کا ہرگز یہ ارادہ نہیں کہ ہز ہائینس مہاراجہ کشمیر کو گدی سے اتار دیا جائے اور نہ ان علاقوں میں نام نہاد مسلم راج قائم کرنا چاہتے ہیں جو حکومت کشمیر کے ماتحت ہیں۔اس مجلس کے خیال میں تمام ایجی ٹیشن جو مجلس احرار یا کس دوسری مسلم جماعت پر اس قسم کے الزام لگانے کی خاطر کی جاتی ہے۔محض شرارت پر مبنی ہے اور دانستہ کی جارہی ہے۔

ہم برطانوی مداخلت نہیں چاہتے

۳...... مجلس احرار ریاستی معاملات میں برطانوی مداخلت کو دعوت دینے کے لئے تیار نہیں اور چاہتی ہے کہ اس سلسلہ میں جو غلط فہمیاں پیدا کی گئی ہیں ان سب کو دور کردے۔برخلاف اس کے یہ مجلس خیال کرتی ہے کہ اہل کشمیر کو موجودہ مصیبت میں مبتلا کرنے میں حکومت برطانیہ بھی ذمہ دار ہے۔

۴...... احرار حکومت کشمیر کو انسانوں کا نظام بنانے اور موجودہ صورت حالات کا مقابلہ کرنے کے لئے پرامن اور جائز ذرائع اختیار کرے گی۔

دستخط: حبیب الرحمٰن، افضل حق، مظہر علی اظہر، داؤد غزنوی

دفتر مجلس احرار اسلام ہند لاہور، ۱۸ / اگست ۱۹۳۱ء

(رئیس الاحرار ص ۱۵۶ تا ۱۶۱)

''درحدیث دیگراں'' نامی کتاب میں مولانا سید انظر شاہ کشمیری کی تحریر کا یہ اقتباس ملاحظہ ہو:

فتنہ ارتداد قادیانیت اور اس کی سرکوبی

یہ حقیقت ناقابل انکار ہے کہ ازہر الہند دارالعلوم دیوبند کے فیض یافتہ علمی و دینی، سیاسی و سماجی، متنوع خدمات کے کسی شعبہ میں پیچھے نہیں رہتے۔ اس درسگاہ کی تربیت، زندگی کو ایک ایسے رخ پر ڈالنے کی ضامن ہے جہاں کا فاضل کبھی محدث، گاہے مفسر، داعی، امیر کارواں، مبلغ دین اور ہمہ جہت کوششوں کا امین ہوتا ہے۔ اسے مسیلمہ کذاب کے مقابل فریضہ حق ادا کرتے ہوئے شمشیر بدست بھی دیکھا جاسکتا ہے اور خانقاہوں کے گوشوں میں ہوحق کے نعروں میں مصروف بھی، وہ تبلیغ دین کے لئے کمربستہ بھی نظر آئے گا اور اس کا فیضان علم چہارسو مواج بھی دکھائی دے گا۔ ان روایات پارینہ کی امین ومحافظ رئیس الاحرار کی ذات بھی تھی۔ ادھر ان کا شباب تھا اور دوسری جانب فتنہ قادیانیت کا عروج۔ ان کی خصوصی جماعت نے دین کے اس سب سے بڑے مہلک فتنہ کو محسوس کیا اور احرار کی تمام توانائیاں دین محمدی کے خلاف اس کھلی بغاوت کو کچلنے کی خاطر جمع کر دی گئیں۔ پنجاب کے ایک ایک گوشہ میں ختم نبوت کے راگ اس پرسوز لب ولہجہ میں الاپے گئے کہ اب ۱۹۷۴ء میں ان کی بازگشت پاکستان پارلیمنٹ میں سنی گئی۔ مولانا کے دادا مولانا شاہ محمد صاحب نے ۱۳۰۱ھ میں قادیانیوں کے خلاف فتویٰ دیا۔

انہوں نے قادیان کی زمین پر نعرۂ حق بلند کیا اور کشمیر کے کوہساروں کی چوٹیوں تک اسے پہنچا دیا۔ مجھے یقین ہے کہ مولانا کی یہ جلیل خدمات ان کے لئے زاد آخرت ثابت ہوں گی اور انصاف پسند مؤرخ کا قلم مستقبل قریب میں جب ان ذروں سے قادیانیت کے خلاف جدوجہد کا آفتاب بنائے گا تو اس کی شعاعوں میں حبیب الرحمٰن کے وجود کو نظرانداز نہیں کرسکتا۔ مقدمہ بہاولپور جس میں ان کے استاذ و دینی قائد علامۃ الامام حضرت مولانا السید محمد انور شاہ الکشمیری طاب ثراہ نے حضرت مولانا شاہ محمد لدھیانوی کے فتویٰ تکفیر مرزا جو کہ ۱۳۰۱ھ میں دیا گیا تھا اور علماء دیوبند حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی، مولانا یعقوب کے دستخطوں سے شائع ہوا تھا کے بعد امت مرحومہ کے سامنے قادیانی فرقے کو امت سے علیحدہ کرنے کی راہ دکھائی۔ مولانا حبیب الرحمٰن اور ان کے خاندان کی شرکت اس مقدمہ میں ایک حقیقت ہے۔ علامہ مشرقی سے دودو ہاتھ، سرسکندر حیات خاں سے نبردآزمائی، خضر حیات سے جنگ وجدال، مسجد شہید گنج کے لئے تڑپ، مولانا (حبیب الرحمٰن) کی خدمات کے وہ جلی عنوانات ہیں جن میں ان کے کارناموں کو تلاش کیا جاسکتا ہے۔

(درحدیث دیگراں ص ۱۱۱، ۱۱۲)

اسی کتاب میں مولانا قاضی زین العابدین میرٹھی کا ایک مضمون مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی کی ردقادیانیت کی خدمات پر روشنی ڈالتا ہے، درج کیا گیا ہے۔ اس کا یہ اقتباس ملاحظہ ہو:

ردقادیانیت

’’ان مباحث کے علاوہ دو اور موضوع تھے۔ جن پر مولانا اکثر تبادلہ خیالات فرمایا کرتے تھے۔ ایک ’’ردقادیانیت‘‘ اور دوسرا دیوبند کی تعلیمی تحریک، قادیانیت کو مولانا دینی نہیں قطعاً ایک سیاسی تحریک سمجھتے تھے۔ مولانا کی رائے تھی کہ ہندوستان پر قبضہ کرنے کے بعد مسلمانوں میں انگریزوں کی مخالفت اور ان سے نفرت کا جولاوا ابلتا رہا اور جو کبھی تحریک سید شہید اور کبھی انقلاب ۱۸۵۷ء اور کبھی انبالہ کیس کی صورت میں نمودار ہوا اس کو سرد کرنے کی بہترین صورت یہ تھی کہ ’’قادیانی نبی‘‘ کو مسلمانوں کا پیشوا بنادیا جائے۔ جس نے جہاد کو منسوخ کرنے کا اعلان کر دیا تھا اور انگریزی حکومت کی تائید میں پچاس الماریاں کتابیں تصنیف کی تھیں۔ اس کا ایک فائدہ یہ بھی تھا کہ مسلمانان ہند کی توجہات بلاد عربیہ کی طرف سے ہٹ جاتی تھیں اور حرمین اور بیت المقدس کی بجائے ان کی عقیدتوں کا مرکز قادیان بن جاتا تھا۔

اصل میں مولانا کے جد بزرگوار مولانا مفتی شاہ محمد صاحب نے جس طرح تمام علماء ہند سے پہلے ۱۸۸۸ء میں مسلمانوں کو شرکت کانگریس کا فتویٰ دیا تھا اسی طرح مرزا غلام احمد قادیانی کے مرتد اور انگریز کے ایجنٹ ہونے کا بھی فتویٰ دیا تھا۔ پھر حضرت الاستاذ علامہ مولانا سید انور شاہ کشمیری کی صحبت میں مولانا کی اس خاندانی بصیرت میں مزید چمک پیدا ہوئی۔ آخر تحریک کشمیر میں مولانا نے قادیانیت سے جماعتی حیثیت سے ٹکر لی اور کشمیر کو قادیانیت کی آغوش میں جانے سے بچالیا۔‘‘ (درحدیث دیگرص ۱۸۱،۱۸۲)

مولانا سید انور شاہ کشمیری، مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی اور فتنہ قادیانیت

’’درحدیث دیگراں، سے مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری کا خط مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی کے نام ملاحظہ ہو:

دیوبند محلّہ خانقاہ، ۱۲/ذیقعدہ ۱۳۵۱ھ

عزیزم مولوی حبیب الرحمٰن

السلام علیکم ورحمۃ اللہ! فرقہ قادیانی کے بارے میں، میں مسئلہ کو اس طرح سمجھتا ہوں۔

خوردن از من ولقمہ شمر دن از تو

اس کی تفسیر کے مقابل خواہ کل امت کا خلاف ہو وہ سب اس کے نزدیک گمراہ ہیں۔ حدیث پیغمبر اسلام کی جو اس کی وحی کے موافق نہ ہو اس کی نسبت اس کی تصریح ہے کہ ردی کے ٹوکرے میں پھینک دی جائے۔ ان دو اصول اسلام یعنی کتاب اور سنت کی تو اس کے نزدیک یہ حاصلات ہے اور بحسب تصریح اس کے اس پر شریعت بھی نازل ہوتی ہے اور بمقابلہ اسلامیہ کے بعد ختم نبوت کے آئندہ کوئی شریعت نہیں ہوگی۔ صریح ادّعاء شریعت کیا ہے اور نیز اس کا اعلان ہے کہ آئندہ حج کادیان کا ہوا کرے گا اور نیز جہاد شرعی اس کے آنے سے منسوخ ہوگیا اور پیغمبر اسلام ﷺ کے معجزات تو تین ہزار ہی ہوئے ہیں۔ منشی غلام احمد قادیانی کے تین لاکھ ہیں جن میں تحصیل چندہ کی کامیابی بھی شمار ہے اور اس کے اشعار ہیں۔

زندہ شد ہر نبی بآمدنم ہر رسولے نہاں بہ پیراہنم
آنچہ داد است ہر نبی راجام داد آں جام را مرا بتمام

نیز اپنی مسیحیت کی امید میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جن پر ایمان، آبرو دین محمدی ہے۔ ایسی توہین کی ہے جس سے دل اور جگر شک ہوتا ہے اور اس کے نزدیک تحقیقی توہین ہے۔ الزامی یا بقول نصاریٰ تو درکنار رہی توہین عیسیٰ علیہ السلام میں علاوہ اپنی اپنی تحقیقی توہین کے ایک اور طریقہ بھی اختیار کیا ہے کہ نقل نصاریٰ کے سر رکھ کر توہین سے اپنا دل ٹھنڈا کرتا ہے۔

گفتہ آید در حدیث دیگراں

یہ معاملہ بیشتر اسی پیغمبر برحق کے ساتھ کیا ہے۔ تاکہ عظمت ان کی دلوں سے اتار دے اور خود مسیح بن بیٹھے۔ اس واسطے ہنود کے پیشواؤں کے ساتھ ایسا نہیں کیا ہے بلکہ توقیر کی ہے اور ایسے ہی بزرگان اسلام امام حسین علیہ السلام وغیرہم کی تحقیر اور اپنی تعلّی میں کوئی دقیقہ نہیں چھوڑا۔ غرض یہ کہ اس دجال کی دعوت اس کے نزدیک سب انبیاء اور رسل صلوات اللہ علیہم سے بڑھ چڑھ کر اور افضل واکمل ہے۔ علماء اسلام نے اس فتنہ کے استیصال میں خاصی خدمتیں کیں۔ مگر وہ خدمتیں انفرادی اور خصوصی تھیں۔ اس وقت ایک لطیفہ غیب نمودار اور نمایاں ہوا ہے کہ مجاہد ملت جناب سامی القاب مولوی ظفر علی خاں صاحب دام ظلہ اس خدمت کا فرض ادا کر رہے ہیں۔ جس کی وجہ سے جناب ممدوح اور ان کے رفقاء جناب مولانا عبدالحنان صاحب اور مولوی لال حسین صاحب اختر اور احمد یار خاں صاحب سپرد حوالات ہیں۔ ہم کو کچھ حمیّت اور حمایت اسلام سے کام لینا چاہئے۔ اہل خطہ کشمیر سمجھ اور بوجھ لیں کہ جو کچھ قادیانی جماعت ان کی امداد کر رہی ہے۔ وہ اہل خطہ کے ایمان کی قیمت ہے اور ناممکن ہے کہ کوئی امداد اور ہمدردی اس فرقہ کی ایمان خرید کے سوا ہو ؎

دانی کہ چنگ دعو زچہ تقریر میکنند پنہاں خورید بادہ کہ تکفیر میکنند

اور جن لوگوں نے اس فرقہ کے ساتھ کسی قسم کی رواداری برتی ہے وہ خطرہ میں ہیں۔ یہ نہ سمجھیں کہ یہ کوئی معمولی بیعت ہے۔ بلکہ ایک چھوٹی پیغمبری سے ایک بڑی پیغمبری قادیانی میں تحویل ہونا ہے اور جس کا جی چاہے ان عقائد ملعونہ قادیانی کا ثبوت ہم سے لے اور اس شدید وقت میں کہ وطن کو بے ضمیر کر کے ایمان پر چھاپہ مارا گیا ہے۔ کچھ غیرت ایمانی کا ثبوت دے۔ جن حضرات نے اس احقر سے حدیث شریف کے حرف پڑھے ہیں جو تقریباً دو ہزار ہوں گے وہ اس وقت کچھ ہمدردی اسلام کی کر جائیں اور کلمۂ حق کہہ جائیں اور انجمن دعوت وارشاد میں شرکت فرمائیں۔

اس فرقہ کی تکفیر میں توقف یا تو اس وجہ سے ہے کہ صحیح علم نصیب نہیں ہوا اور اب تک ایمان وکفر کا فرق ہی معلوم نہیں ہوا اور نہ کوئی حقیقت فیصلہ ایمان کی ان کے ذہن میں ہے اور نہ کوئی مصلحت دنیاوی دامن گیر ہے۔ ورنہ اسلام کوئی نسبی اور نسلی لقب نہیں ہے۔ جیسے یہود اور ہنود کا زائل نہ ہو اور جو کوئی بھی اپنے آپ کو مسلمان کہے بس وہ قومی نسبی لقب یا ملکی وشہری نسبت کی طرح لاینفک ہی رہے۔ بلکہ عقائد اور عمل کا نام ہے اور ضروریات قطعیہ اور مستورات شرعیہ میں کوئی تاویل وتحریف بھی کفر والحاد ہے۔ (زندقہ) اور الحاد اس کو کہتے ہیں کہ سچے دین کو گڑبڑ کر دے اور یہ کھلے کفر سے بدتر ہے۔ یہی اس دجال کی تسلیم کا حاصل۔

جب کوئی ایک حکم قطعی اور متواتر شرعی کا انکار کر دے وہ کافر ہے۔ خواہ اور بہت سے کام اسلام کے کرتا رہے۔

’’ان اللہ لیؤید الدین بالرجل الفاجر ‘‘ اس میں وارد ہوا ہے۔ حق تعالیٰ صحیح علم اور سمجھ اور توفیق عمل نصیب کرے۔ آمین!

انتباہ

آخر میں یہ عاجز بحیثیت رعیت ریاست کشمیر ہونے کے حکومت کشمیر کو متنبہ کرنا چاہتا ہے کہ قادیانی عقیدہ کا آدمی عالم اسلام کے نزدیک مسلمان نہیں ہے۔ لہٰذا حکومت کشمیر جمیع اہل اسلام اور مذہب قدیمی اہل کشمیر کی رعایت کرتے ہوئے کادیانیوں کی بھرتی اسکولوں اور محکموں میں نہ کرے ورنہ اختلال امن کا اندیشہ ہے۔ نقل مطابق اصل۔

(شیخ الاسلام علامہ) محمد انور شاہ کشمیری عفا اللہ عنہ از دیوبند محلّہ خانقاہ ۱۲/ذیقعدہ ۱۳۵۱ھ (۱۰/مارچ ۱۹۳۳ء)

نوٹ: ۲۵/ذیقعدہ ۱۳۵۱ھ (۲۳/مارچ ۱۹۳۳ء) کو ایک عظیم الشان جلسہ زیر اہتمام انجمن امداد اسلام دیوبند منعقد ہوا۔ حضرت شاہ صاحب معظم نے تاریخ اسلام پر تبصرہ فرماتے ہوئے فتنہ کادیان پر مفصل تقریر فرمائی۔ اس کے بعد تحریر بالا پڑھ کر سنائی گئی اور تمام حاضرین جلسہ نے خواہش کی کہ اس کو طبع کرا کر شائع کیا جائے۔ (درحدیث دیگراں ص ۲۵۷ تا ۲۵۹)

درحدیث دیگراں نامی کتاب میں مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی کے صاحبزادہ مولانا عزیز الرحمٰن جامعی نے تحریر کیا کہ:

قصہ کشمیر

’’۱۹۳۱ء میں جب کانگریس کو نمک سول نافرمانی کی تحریک میں ایک حد تک کامیابی ہوئی۔ یعنی ’’گاندھی اردن‘‘ سمجھوتہ ہوا۔ اسی زمانے میں یکا یک تحریک کشمیر کا آغاز ہوا۔ مئی ۱۹۳۱ء میں یہ شور مچا کہ جموں میں کسی ہندو سپاہی نے قرآن شریف کی توہین کی ہے جب کہ ایک مسلمان سپاہی پولیس لائن میں قرآن شریف پڑھتا تھا۔ اس واقعہ کا شور تمام کشمیر اور ہندوستان میں بڑے پیانہ پر ہوا اور حکومت کشمیر کو ان واقعات کی بناء پر جموں اور کشمیر میں دو مرتبہ گولی چلانی پڑی۔ جب حالات زیادہ نازک ہوگئے تو مہاراجہ کشمیر نے مولانا ابوالکلام آزاد اور دوسروں کو کشمیر بلا کر مشورہ کیا کہ اس معاملہ میں کیا کرنا چاہئے۔ اس سلسلہ میں کیا ان سے بات چیت ہوئی۔ یہ ہم نہیں جانتے۔ لیکن یہ ضرور سمجھا گیا کہ مہاراجہ کا ذہن غیر فرقہ وارانہ ہے۔ کیونکہ مشورہ کے لئے انہوں نے ایسے اشخاص کو منتخب کیا جن میں سے ایک کانگریس کے بڑے وفادار لیڈر تھے اور دوسرے اعتدال پسند۔ ہم سے یہ بھی کہا گیا کہ مہاراجہ یہ چاہتے ہیں کہ مسلمان عوام جن کی آبادی ۹۰ فیصدی ہے اگر کچھ مطالبات کریں تو میں غور بھی کروں۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ پنڈتوں اور ڈوگروں کا راج ہے۔ وہ یہاں کی آبادی کو ابھرنے دینا نہیں چاہتے۔ ان دونوں لیڈروں کے مشورہ اور ملاقات کے باوجود حالات میں کوئی سکون پیدا نہیں ہوا۔ بلکہ کشمیری عوام میں زیادہ گڑبڑ شروع ہوگئی اور سارے ملک میں ہندو مسلم فرقہ واریت ترقی کرنے لگی۔ آخر جون اور شروع جولائی میں چوہدری افضل حق مرحوم جو کانگریس کمیٹی کے ممبر کی حیثیت سے جیل سے رہا ہو کر آئے تھے اور احرار کے وفادار لیڈر تھے انہوں نے اپنے تمام ساتھیوں کو بلا کر یہ کہا کہ کشمیر کا فتنہ انگریز نے شروع کرایا ہے اور وہ اس کے ذریعے تمام ہندو مسلم اتحاد ختم و برباد کرا دے گا اور کشمیر میں مسلمانوں کو اپنے مفاد کے لئے استعمال کرے گا اور ان کو کوئی نفع نہ ہوگا۔ مگر سب نے ان کی بات سن کر ان سنی کر دی اور ٹال دیا۔ یہ بات سب سے زیادہ عجیب تھی کہ سرہری کشن کول جو انگریزی حکومت کو سب سے زیادہ مقبول تھے وہ کشمیر کے وزیر اعظم بنا دیئے گئے۔ اب ہم کیا دیکھتے ہیں کہ یکا یک لاہوری اور قادیانی مرزائیوں نے کشمیری مسلمانوں کی ہمدردی میں بے پناہ اور زہر آلود فرقہ وارانہ پروپیگنڈہ شروع کر دیا اور کشمیر کے دس نئے لیڈر سامنے آئے۔ شیخ عبداللہ آ گئے اور انہوں نے اس قسم کے مطالبات رکھے کہ جو جائز ضرور تھے مگر فرقہ وارانہ تھے۔‘‘

کشمیر کمیٹی کا قیام

۲۴ر جولائی ۱۹۳۱ء کو شملہ میں سر میاں فضل حسین کے اشارے سے تمام سرکاری مسلمانوں کا اجتماع ہوا۔ جس میں کشمیر کے یہ نئے لیڈر بھی شریک ہوئے۔ اس اجتماع میں مرزا بشیر الدین محمود خلیفہ قادیان کو کشمیر کمیٹی کا صدر منتخب کیا گیا۔ مسٹر عبدالرحیم درد کو جو خلیفہ کے پرائیویٹ سیکرٹری تھے کشمیر کا جنرل سیکرٹری بنایا گیا اور وہیں شملہ میں مرزا محمود قادیانی کی طرف سے یہ اعلان ہوا کہ کشمیر کے سلسلے میں تمام مسلمانوں نے مجھے اپنا رہنما تسلیم کر لیا ہے۔ اس لئے میں یہ تجویز کرتا ہوں کہ ۱۴ر اگست ۱۹۳۱ء کو تمام ہندوستان میں یوم کشمیر منایا جائے۔ مسٹر عبدالرحیم درد نے ہندوستان کے تمام مشہور علماء، فضلاء، وکلاء اور ڈاکٹروں کو خطوط لکھے کہ آپ کو کشمیر کمیٹی کا ممبر بنا لیا گیا ہے۔ اس سلسلہ میں آپ کی منظوری کا انتظار بھی نہیں کیا گیا جائے گا۔ چنانچہ ممبر بنانے کے یہ خطوط علماء دیوبند اور علماء دہلی کو بھی موصول ہوئے۔ چونکہ تمام علماء اور ملک کے لوگ حقیقت حال سے ناواقف تھے۔ کسی نے اس سازش کی طرف توجہ نہ کی کہ انگریز اور قادیانی مل کر ملک میں کیا کرنا چاہتے ہیں۔

ہاں! یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ غالباً ۱۴ر اگست ۱۹۳۱ء کو ہی مہاتما گاندھی راؤنڈ ٹیبل کانفرنس میں شریک ہونے کے لئے لندن روانہ ہو گئے۔ اب جب کہ ملک کو بہت زیادہ اتحاد کی ضرورت تھی۔ اس وقت کشمیر کمیٹی کا وجود عمل میں آیا اور ٹھیک گاندھی جی کی روانگی کے وقت کشمیر کمیٹی نے ۱۴ر اگست ۱۹۳۱ء کو کشمیر ڈے منانے کا فیصلہ کیا۔

بمبئی میں آل انڈیا کانگریس کمیٹی کا اجلاس ۷ تا ۱۲ر اگست ۱۹۳۱ء کو ہوا۔ اس میں شریک ہونے کے لئے مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری، شیخ حسام الدین اور حبیب الرحمٰن لدھیانوی بمبئی پہنچے۔ اس اجلاس میں ان تینوں نے کشمیر کے تمام معاملات میں وہاں کے لیڈروں سے بات کی۔ کئی ایک لیڈر نے کہا کہ کشمیری عوام کو کچھ بیدار ہونا چاہئے تاکہ وہاں کچھ اصلاح ہو سکے۔

ادھر پنجاب میں قادیانیوں نے کشمیر کمیٹی کے نام پر ہنگامہ برپا کر دیا۔ چونکہ ڈاکٹر سر محمد اقبال کشمیر کمیٹی کے وائس پریذیڈنٹ تھے اور میاں سر فضل حسین اس کمیٹی کے سرپرست تھے۔ اس لئے تمام انگریزی داں اور سرکاری طبقہ کشمیر کمیٹی کے ساتھ ہو گیا۔ عوام بھی اسلام کے نام پر ہندو راجہ کے خلاف ہو گئے۔

احرار اور کشمیر

لاہور اور پنجاب میں جب احرار دوستوں اور رہنماؤں نے محسوس کیا کہ ساری مسلمان قوم مذہبی طور سے قادیانیوں کی طرف مائل ہو جائے گی اور ہندوستان کی مشترک سیاسی زندگی اور آزادی کی جدوجہد کو سخت دھکا لگے گا تب انہوں نے فوراً کشمیر کے مسئلہ میں دخل دیا۔ مولانا مظہر علی اظہر کو اسی وقت ڈکٹیٹر بنا دیا گیا اور تمام ہندو، مسلمان اور سیاسی جماعتوں کو دعوت دی کہ کشمیر کا مسئلہ ہم سب کو مل کر حل کر دینا چاہئے۔ ورنہ کشمیر کمیٹی صورتحال کو ملک میں خطرناک بنا دے گی اور ادھر مہاراجہ صاحب کو لکھا گیا کہ ہم آپ کے خلاف نہیں ہیں بلکہ یہ چاہتے ہیں کہ آپ میں اور کشمیر کے عوام میں اچھے تعلقات ہو جائیں اور ان کو بھی حق زندگی ملے اور ہم آپ کو گدی سے اتارنے کے حق میں نہیں ہیں۔ مہاراجہ کے سیکرٹری نے اس کے جواب میں لکھا کہ گدی سے اتارنے کا حل ہی آپ کے ذہن میں کیوں آیا۔ ہم نے ان کو بتایا کہ کشمیر کمیٹی آپ کو گدی سے اتارنا چاہتی ہے۔ ان کا مقصد نہ کشمیری عوام کا بھلا ہے اور نہ وہ وہاں کوئی سیاسی

زندگی چاہتے ہیں۔ مگر بدقسمتی ہندو پریس نے ہماری مخالفت شروع کر دی اور تمام نیشنلسٹ مسلمان احرار کی موافقت تو کیا کرتے، بلکہ مخالفت شروع کر دی اور انہوں نے ہر طرح کے الزام احرار کے خلاف لگائے۔ عجیب بات یہ تھی کہ کشمیر کے لیڈر تو یہ کہتے تھے کہ احرار حکومت ہند سے مخالفت کر کے اور میاں سر فضل حسین کو ناراض کر کے ہم کو نقصان پہنچائیں گے اور دوسری طرف نیشنلسٹ مسلمان اور ہندو پریس یہ کہتے تھے کہ احرار میاں سر فضل حسین سے مل کر کشمیر میں انگریزی راج چاہتے ہیں۔ یہاں تک کہ مہاتما گاندھی جی نے بھی ایک بیان لندن سے احرار کے خلاف دے دیا۔ مگر احرار پختہ عقیدہ اور مضبوط عزم کی جماعت تھی۔ جس نے ایک ہی ہلہ سے کشمیر کمیٹی کو ختم کر دیا اور قادیانیوں کو میدان سے بھاگنا پڑا اور ملک میں وہ کوئی فساد نہ کر سکے تو میاں فضل حسین نے چوہدری افضل حق سے کہا کہ تم کشمیر کے مسئلہ میں ہمیں ذلیل کر رہے ہو۔ میں احرار کو ایک ہی دن میں مٹا دوں گا۔ والد صاحب مرحوم (مولانا حبیب الرحمٰن) نے بڑے نرم الفاظ میں کہا کہ ہم تو پہلے ہی سے مٹے ہوئے ہیں۔ اب اپنی فکر کیجئے۔ کشمیر تحریک کے سلسلے میں تقریباً چالیس ہزار والینٹر جیلوں میں چلے گئے۔ سرکار پرست اور نیشنلسٹ مسلمان مل کر اس تحریک کو روکنا چاہتے ہیں۔ دونوں نے کوشش کی کہ والینٹر معافی مانگ کر باہر آ جائیں۔ مگر ان سب کو ناکامی ہوئی۔ احرار اور کشمیری لیڈروں نے اختلاف کیا تھا۔ احرار کہتے تھے کہ کشمیر میں ذمہ دار حکومت قائم ہو۔ کشمیری لیڈر کہتے ہیں کہ راجہ گدی سے اترے اور حکومت انگریزوں کے ہاتھ میں منتقل کر دی جائے اور یہی کشمیر کمیٹی کا مطالبہ تھا۔ سرکار پرست مسلمانوں اور ہندو پریس نے احرار سے پوچھا کہ کیا وہ حیدر آباد میں بھی ذمہ دار حکومت کا مطالبہ کریں گے تو احرار نے اس کا جوب اثبات میں دیا اور کہا کہ وہاں بھی اسمبلی ہونی چاہئے۔ بلکہ احرار نے یہاں تک کہا کہ تمام ریاستوں میں ذمہ دار اسمبلی بن جانی چاہئے۔ تاکہ ملک میں آزادی کا راستہ جلدی طے ہو سکے۔ جب تمام ریاستوں کے لئے احرار نے ایسا کہا تو نواب بھوپال نے احرار کے خلاف اور مہاراجہ کی موافقت میں ایک بیان دے دیا۔ حبیب الرحمٰن لدھیانوی نے چوہدری افضل حق مرحوم سے کہا کہ احرار نے کشمیر میں ذمہ دار حکومت کا مطالبہ کر کے تمام ریاستوں کو اپنا دشمن بنا لیا اور انگریزی حکومت کی جڑوں کو ہلا دیا۔ اس لئے احرار کو جیل جانے کے لئے تیار ہو جانا چاہئے۔ دکھ کی بات یہ ہے کہ احرار کے ستانے میں وہ لوگ بھی شریک تھے جو اپنے آپ کو آزادی پسند اور عوام کا خیر خواہ کہتے تھے۔ مگر خدا کا فضل احرار کے شامل حال تھا۔ وہ اپنی غربت اور افلاس کے باوجود ہر کام کرتے رہے اور آخر کار حکومت ہند کو جھکنا پڑا اور اس نے گلف کمیشن کا تقرر کیا کہ کشمیر میں کیسی حکومت ہو اور عوام کو کس قدر حقوق دیئے جائیں۔''

(درحدیث دیگراں ص۳۴۹ تا ۳۵۳)

قادیانی فتنہ کے خلاف اس وقت تک آپ نے کتاب رئیس الاحرار اور درحدیث دیگراں میں شامل مواد کا مطالعہ کیا۔ یہ دونوں کتابیں مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی کے صاحبزادہ مولانا عزیز الرحمٰن جامعی کی مرتب کردہ ہیں جو دہلی سے شائع ہوئیں۔

اب ذیل میں فیصل آباد کے حضرت مولانا انیس الرحمٰن لدھیانوی کے صاحبزادہ اور مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی کے پوتا مولانا حبیب الرحمٰن ثانی لدھیانوی کے مرتب کردہ مواد کو ''جناب محمد اسلم صاحب'' نے اپنی عظیم وضخیم کتاب ''۱۹۴۷ء میں لدھیانہ کے مسلمانوں پر کیا گزری'' میں جمع کیا ہے۔ اسے مولانا حبیب الرحمٰن ثانی نے اپنے دادا رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن کی قادیانی فتنہ کے خلاف جدوجہد کو بیان کیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی کی قادیانیت کے خلاف جہد مسلسل

قیام پاکستان سے قبل میرے دادا مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی کی زیر قیادت مجلس احرار نے فتنہ قادیانیت کی سرکوبی کے لئے تاریخی جدوجہد کی۔ مجلس احرار نے قادیانیوں کے خلاف علمی جہاد کے لئے شعبہ تبلیغ قائم کیا اور ہندوستان کے طول وعرض کی طرح قادیان میں جاکر بھی ختم نبوت کا علم بلند کیا۔

رئیس الاحرار کی مولانا تھانوی سے تحفظ ختم نبوت کے حوالہ خط وکتابت

مولانا حبیب الرحمٰن نے تحفظ ختم نبوت کے مشن میں تعاون حاصل کرنے کے لئے ملک کی محترم دینی، علمی اور سیاسی شخصیات کو خط لکھے۔ اس سلسلے میں مولانا اشرف علی تھانوی کے نام مولانا حبیب الرحمٰن کا خط درج ذیل ہے۔ یہ خط ۱۳۵۳ھ میں لکھا گیا۔

سیدی وسندی حضرت حکیم الامت دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ!

چند یوم سے دہلی میں آیا ہوں۔ بعض لوگوں کا خیال اور یقین ہے کہ آپ چند فقرے تحریر فرمادیں۔ جن کا منشاء یہ ہو کہ قادیان میں شعبہ تبلیغ احرار نے فتنہ قادیانیت کے استیصال کے لئے جو کام شروع کر رکھا ہے اس کی ہر قسم کی امداد کی جائے۔ خصوصاً وہ لوگ جو میرے ساتھ (یعنی مولانا تھانوی) تعلق رکھتے ہیں وہ اس بارے میں خاص امداد کریں۔ اعلان کے الفاظ کی عبارت آپ کے اختیار میں ہے۔ جس طرح آپ مناسب خیال فرماویں تحریر فرمادیں۔

تجربہ کے بعد یہ معلوم ہوا کہ قادیان سے باہر قادیانیوں کے خلاف جو کام کیا جاتا ہے وہ ایک روپیہ میں آنہ اثر رکھتا ہے اور قادیان کے اندر روپیہ میں پندرہ آنے۔ شعبہ تبلیغ کی طرف سے جو کام اس وقت قادیان میں ہو رہا ہے، اس نے مرزامحمود کو نیم پاگل کر دیا ہے۔ مگر اس وقت ہمارے پاس اپنی جگہ نہ ہونے کی وجہ سے سخت مشکلات پیش آرہی ہیں۔ قصبہ قادیان کے اندر جگہ کی ضرورت ہے۔ جس میں ہم مسجد، مدرسہ اور شعبہ کا دفتر بنا سکیں۔ قصبہ کے باہر پچاس بیگھہ اراضی کی ضرورت ہے۔ جس میں کہ سالانہ کانفرنس ہو سکے۔ حکومت اور قادیانی صرف یہ چاہتے ہیں کہ ہم قادیان میں نہ رہیں اور وہاں کانفرنس نہ ہو سکے۔ اس وقت مبلغ پانچ سوروپے ماہوار قادیان پر خرچ کر رہے ہیں۔ الحمدللہ! آپ کی دعا سے اس تھوڑے سے عرصہ میں مرزائیت کو جو دھکا لگا ہے وہ گزشتہ پچاس سال میں بھی نہ لگا ہوگا اور جس دن ہم وہاں زمین خرید لیں گے تو میرا یقین ہے کہ حق تعالیٰ کے فضل وکرم سے وہ کچھ ظہور میں آئے گا۔ جس کا ہم اس وقت خیال بھی نہیں کر سکتے۔ کسی وقت موقع ملا تو زبانی عرض خدمت کروں گا۔ کیونکہ سب باتیں تحریر میں نہیں آسکتی ہیں۔ میں خط لکھنے کی جرأت نہ کرتا۔ لیکن آپ کے بعض معتقدین نے مجبور کیا کہ میں آپ سے اس قسم کے اعلان کی درخواست کروں جو کہ میں اوپر لکھ چکا ہوں۔ یہ عرض کرنا بھول گیا کہ ہم قادیان میں ختم نبوت کے نام سے ایک اخبار نکال رہے ہیں اور اگر خداوند تعالیٰ نے توفیق دی تو ایک پندرہ یومیہ انگریزی اخبار بھی نکالا جائے گا۔

والسلام!

فقیر: حبیب الرحمٰن لدھیانوی

صدر مجلس احرار اسلام، ہند

اس خط کے جواب میں مولانا اشرف علی تھانوی نے جومکتوب تحریر کیا اس کا متن بھی پیش خدمت ہے۔

مکرمی مولانا حبیب الرحمٰن صاحب دام فیوضہم

السلام علیکم ! کچھ مضمون لکھ دیا ہے۔ بے عنوان خط اس لئے لکھا ہے کہ بعنوان لکھنے کی عادت نہیں۔ خطوط مسطرہ کی خط کشیدہ عبارت سے شرم بھی دامنگیر ہے۔ طبیعت میں ایک خاص ضعف ہے۔ جس سے ایسی نسبتوں کے جتلانے کی ہمت نہیں۔ کس زبان سے میں اپنے کو اس قابل کہوں کہ مجھ سے کوئی تعلق رکھتا ہے۔ اگر خلاف مصلحت نہ ہو تو میرا خط بھی شائع فرمائیے۔ ہمراہ حاضر ہوتا ہے۔ صحیح تجربہ ہے۔ اس کی ایک تائید بھی میں نے نص سے لکھ دی ہے۔ اللہ امداد فرمائے۔ ہاں! میں ابھی اس شرف کا تحمل نہیں کرسکتا۔ ہاں! مجھ سے ممکن خدمات لیجئے۔ سب امیدوں سے خداتعالیٰ کامیاب فرمادیں۔

کیا حرج ہے۔ بے تکلف لکھئے۔ جو چاہیں اور مجھ کو بھی جواب میں بے تکلفی کی اجازت فرمادیں۔ نمبر:۱، نمبر:۲ یہ دونوں اخبارات ان شاءاللہ! بہت نافع ہوں گے۔ آج کل اس سے بھی زیادہ توجہ ہونی چاہئے۔ تیزی نہ ہو۔ ناکارہ: اشرف علی عفی عنہ

تھانہ بھون (۵؍ذیقعدہ ۱۳۵۳ھ/۱۰؍فروری ۱۹۳۵ء)

جوابی خط لکھنے کے ساتھ ساتھ مولانا اشرف علی تھانوی نے مسلمانان ہند کے نام ایک اپیل بھی تحریر کی کہ وہ قادیانیوں کے خلاف مجلس احرار کی جدوجہد کا بھرپور ساتھ دیں۔

مکرمی ومحترمی مولانا حبیب الرحمٰن صاحب دام فیوضہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ!

عنایت نامہ پہنچا۔ مجلس احرار کا شعبہ تبلیغ دفع مضرت قادیان کے لئے جو نصرت اسلام کررہا ہے، وہ سب اہل اسلام کا فریضہ ہے جس کو مجلس احرار نے اپنے ذمہ لیا ہے۔

خصوصاً اس کی یہ تجویز ہے کہ قادیان کے اندر مسجد ومدرسہ دفتر ہو اور جس کو مجلس احرار نے اپنے ذمہ لے لیا ہے۔

مقصود بالا میں اس کی امداد تمام مسلمانوں پر بقدر استطاعت واجب ہے۔ یہ تینوں دعوے نصوص سے مؤید ہیں۔ اوّل: فلقولہ تعالیٰ ومن اظلم ممن افتریٰ علی اللہ کذبا او قال اوحی الی ولم یوح الیہ شی (الآیۃ) بالمقام قولہ علیہ السلام من رای منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ (الحدیث) آیت سے غیر نبی کے دعویٰ نبوت کا جو کہ افتراء علی اللہ ہے۔ ظلم عظیم ہونا اور اس ظلم کا منکر شدید ہونا اور حدیث سے اس منکر کے تغیر کا بقدر استطاعت واجب ہونا ظاہر ہے۔

اما الثانی فلقولہ تعالیٰ ولا یزال الذین کفروا تصیبہم بما صنعوا قارعۃ اوتحل قریبًا من دارہم الآیۃ۔ ودلالۃ غیر خفی علی اہل العلم۔ اما الثالث فلقولہ تعالیٰ وأمر بالمعروف وانہ عن المنکر مع الحدیث اور اعانت باتفاق مال کے کہ وہ بھی ایک سہل فرد ہے۔ تغیر بالید کی چنانچہ مال کو ذات الید بھی کہا جاتا ہے۔ استعانت کا عام ہونا ظاہر ہے۔ کیونکہ ایسا کوئی مسلمان نہیں جو ایک پیسہ بھی نہ دے سکے اور اگر بالفرض محال ایسا کوئی ہو بھی تو وہ دعا قلبی سے فلیغیر بالقلب پر عمل کرسکتا ہے۔

بہرحال اس طرح سے اس تغیر واعانت کے سب مکلّف ہوتے ہیں۔ میں ایک حقیر رقم پچیس روپیہ کی مجلس احرار کی نذر کرتا ہوں اور دعا بھی کرتا ہوں اور عمّال مجلس کی خدمت میں خیر خواہی سے مشورہ بھی عرض کرتا ہوں کہ اس خدمت میں بھی مثل دیگر خدمات کے حدود شرعیہ کو ملحوظ رکھیں۔ خصوصاً تقریر وتحریر میں ظاہراً امن وسکون کا اور باطناً صدق وخلوص کا التزام رکھیں۔ جس سے یہ خدمت اپنی ہیئت میں ’’ادع الیٰ سبیل ربک بالحکمة والموعظة الحسنة وجادلهم بالتی هی احسن‘‘ کا نمایاں نمونہ ہو جائے بلکہ اگر دوسری جانب سے کچھ ناگواری بھی پیش آوے۔ تب بھی ’’ادفع بالتی هی احسن‘‘ کو دستور العمل بنایا جائے اور اگر نفس میں ہیجان بھی ہو تو اس تعلیم کے آخر کے تتمہ پر عمل کیا جاوے۔ یعنی ’’قل رب اعوذبک من همزات الشیاطین واعوذبک رب ان یحضرون‘‘ اب شعبہ کی کامیابی کے لئے اس کی اعانت کرنے والے حضرات کے لئے دارین کی صلاح وفلاح ونجات کی دعا پر اس معروضہ کو ختم کرتا ہوں۔

والسلام! ازاحقر اشرف علی

تھانہ بھون، ۵/ذیقعدہ ۱۳۵۳ھ/۱۰/فروری ۱۹۳۵ء

اس قلمی تعاون کے ساتھ مولانا تھانوی نے اپنی جیب خاص سے پچیس روپے کا عطیہ بھی دادا جان مولانا حبیب الرحمٰن کو بھیجا۔ دادا جان مولانا تھانوی کی اس کرم فرمائی پر بہت مسرور ہوئے اور ۲۸/فروری ۱۹۳۵ء کو شکریے کا خط لکھا۔

سیدی سندی حضرت حکیم الامت دامت برکاتہم

السلام علیکم! آپ کا گرامی نامہ مع پچیس روپیہ کے لاہور میں موصول ہوا۔ احقر دہلی سے شریعت کانفرنس کی شمولیت کے لئے پشاور چلا گیا۔ آج وہاں سے واپس آیا ہوں۔ آپ کا اعلان بشکل خط بھی مل گیا۔ آپ کی اس عنایت اور دلی شفقت سے جو آپ نے فرمائی ہے۔ مجھ کو اس قدر مسرت اور خوشی ہوئی ہے جس کو الفاظ میں بیان نہیں کر سکتا۔ اب میرا پختہ یقین ہو گیا ہے کہ ان شاء اللہ! قادیانیت فنا ہو کر رہے گی۔ کیونکہ جس کام میں آپ جیسے حضرات کی سرپرستی شامل ہو جائے وہ کام اللہ تعالیٰ کے نزدیک یقیناً مقبول ہو جاتا ہے۔

حضرت کو ہر وقت اور ہر بات تحریر فرمانے کا حق ہے۔ میں اور میری جماعت اپنی سعادت سمجھے گی کہ آپ مختلف اوقات پر ہماری رہنمائی فرماتے رہیں۔ اخبارات جو قادیان سے نکلیں گے وہ خالص تبلیغی ہوں گے۔ ان میں ان شاء اللہ! تیزی نہیں ہوگی۔ حاضری کی اجازت بھی بے تکلف عنایت فرمائیں۔ ان شاء اللہ! میری حاضری کسی طرح بھی آپ کے لئے تکلیف کا باعث نہ ہوگی۔ صرف اجازت چاہتا ہوں۔ یہ مجھے خود بھی معلوم نہیں کہ کب حاضر ہوں گا۔ دس روز کے لئے دہلی جا رہا ہوں۔ پتہ یہ ہے۔ رسید ارسال خدمت ہے۔

والسلام معہ اکرام

حبیب الرحمٰن لدھیانوی

مولانا اشرف علی تھانوی کا جواب الجواب درج ذیل ہے۔

مکرمی مولانا حبیب الرحمٰن صاحب دام فیوضہم

السلام علیکم ورحمة الله!

یہ آپ کی خوبی ہے کہ معمولی چیز کی قدر افزائی فرمائی۔ ورنہ خط کیا اور رقم حقیر کیا۔ اللہ تعالیٰ آپ کے یقین کو واقع فرماوے۔

مگر میرا یہ یقین ہے کہ قادیانیت کے فنا ہونے میں آپ کی سعی وخلوص کا اثر ہوگا۔ باقی دعائیں، میں بھی شریک ہوں اور رہوں گا۔ بار بار آپ کے ارشاد سے خجل ہوتا ہوں۔ وہی منظر سامنے ہو جاتا ہے۔ ادھر سے ایسے گناہ پیہم ادھر سے یہ معلوم عنایت۔

مگر خط کی سطر ۸ کی خط کشیدہ اجازت عبارت پر عرض کی جسارت کرتا ہوں کہ میں بھی صاحب جلال ''کما سمعتم'' اور آپ بھی صاحب جلال ''کما رایت من مکتوبکم الاول'' تو مجموعہ جلالین کا واقع ہوگیا اور جلالین کی خاصیت عدم اجتماع ہے۔ چنانچہ خود اس نام کی کتاب میں بھی ایک جلال کے اخفاء کے بعد دوسرا جلال نمایاں ہوا۔ البتہ آپ بلا استفسار تشریف لے آویں تو میرے یہاں آپ کے لئے کوئی پابندی نہیں۔ اس میں یہ مصلحت ہے کہ نہ آپ کے ذمہ میری اعانت ہوگی نہ میرے ذمہ آپ کی رعایت اور استجارت واجازت میں دونوں مقید ہو جائیں گے۔ جو شان احرار کے خلاف ہے۔ میں اس اجازت کا شکرگزار ہوں۔ باقی میں ناداں وناتواں ہوں۔ کیا رہبری کرتا، نہ علم رکھتا ہوں نہ قوت۔ اللہ تعالیٰ ان اخبارات کو نافع فرمائے۔ میں نے لفافہ کو قصداً بغرض حفاظت نیم بیرنگ رکھا ہے۔ معاف فرمادیں۔ والسلام!

احقر اشرف علی عفی عنہ

تھانہ بھون، (مارچ) ۱۹۳۵ء

رئیس الاحرار کی قائداعظم سے خط وکتابت

بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناح نے ۱۹۳۸ء میں جمعیۃ علمائے ہند کے ناظم مولانا احمد سعید دہلوی کو پیغام بھیجا کہ جمعیۃ علمائے ہند اور مجلس احرار کو مسلم لیگ کا ساتھ دینا چاہئے۔ مولانا دہلوی نے یہ پیغام مجلس احرار کے صدر مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی کو بذریعہ خط بھیجا۔ مولانا حبیب الرحمٰن ان دنوں لدھیانہ جیل میں قید تھے۔ اسیری کے باوجود انہوں نے قائداعظم کو بلاتاخیر خط لکھا جو مندرجہ ذیل ہے۔

لدھیانہ، ۲۷/مارچ ۱۹۳۸ء

محترم ومکرم جناب محمد علی جناح صاحب، صدر آل انڈیا مسلم لیگ

السلام علیکم! مولانا احمد سعید ناظم جمعیۃ علماء کے خط کے ذریعہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ نے تقریباً ڈیڑھ سال کے بعد پھر اس ضرورت کو محسوس کیا ہے کہ جمعیۃ علماء اور مجلس احرار مسلم لیگ کے ساتھ تعاون کریں۔ اگر یہ صحیح ہے تو آپ کی یہ خواہش یقیناً قابل قدر ہے۔ کیا میں اس بات پہ یقین کرلوں کہ ۱۹۳۶ء والا واقعہ پھر نہیں دوہرایا جائے گا؟

اس واقعے کے منفی اثرات کا آپ کو علم ہے۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ مجلس احرار اور جمعیۃ علماء میں سے کوئی جماعت بھی ایسی نہیں ہے جو کہ مسلمانوں میں باہمی اتحاد کا احساس نہ کرتی ہو۔ بالخصوص ایسے زمانے میں جب کہ اس باہمی اتحاد پر آئندہ مسلمانوں کی باعزت زندگی کا دارومدار ہو۔ لیکن مجھے افسوس ہے کہ آپ جب اس قسم کی دعوت دیتے ہیں تو اس میں اپنے ساتھیوں سے مشورہ نہیں کرتے جو کہ بعد میں آپ کی خفت کا باعث ہوتا ہے اور آپ کہہ دیتے ہیں کہ میری رائے تو یہی ہے۔ مگر میرے ساتھی نہیں مانتے۔ میں اور مولانا احمد سعید آپ کو اس سے پیشتر بھی سیالکوٹ کی ایک تقریر پر مطلع کر چکے ہیں۔ آپ تمام مسلمانوں کو تو لیگ کے زیر سایہ بلاتے ہیں۔ لیکن جماعتوں کو دعوت دینے کا یہ طریقہ یقیناً غیر ذمہ دارانہ ہے۔ آپ فی الواقع یہ چاہتے ہیں کہ تمام مسلمان باہمی مل کر

مستقبل کے لئے کوئی راہ مقرر کریں تو آپ کا فرض ہے کہ آپ سب سے پہلے اپنی جماعت مسلم لیگ کے ذمہ داروں سے مشورہ کریں تاکہ بعد میں آپ کو پشیمانی نہ ہو۔ اس کے بعد آپ ایک آل پارٹیز کانفرنس منعقد کریں۔ اس میں صرف جمعیۃ علماء اور مجلس احرار ہی نہ ہوں بلکہ تمام مسلم جماعتوں کے مخصوص نمائندوں کو ایک مشترکہ اجتماع کی غرض سے جمع کریں اور اس اجتماع میں مسلم لیگ کے بھی مخصوص نمائندے جمع ہوں اور باہم تبادلہ خیالات سے ایک مشترکہ اور متفقہ راہ عمل مقرر کریں اور ان اختلافی امور پر غور کریں۔ جن کی وجہ سے مسلمانوں کی آزادی پسند جماعتیں اس وقت تک مسلم لیگ سے علیحدہ رہی ہیں یا شریک ہو کر علیحدہ ہوگئیں۔

مگر شرط یہ ہے کہ قادیانی جماعت کا کوئی نمائندہ اس میں شامل نہ ہو۔ اس لئے کہ مسلمانوں کی کوئی ذمہ دار جماعت قادیانیوں کو مسلمان تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں۔ نیز ان کی ریشہ دوانیوں سے اتفاق کی بجائے انتشار پھیلتا ہے۔ جس کا مظاہرہ ۱۹۳۶ء میں ''مسلم پارلیمنٹری بورڈ'' کے قیام کے وقت ہو چکا ہے۔ قادیانی کسی بھی جماعت کے ساتھ مخلص نہیں، چاہے وہ کانگریس ہو یا مسلم لیگ۔ وہ اپنے باطل مذہب کو پھیلانے کے لئے ہر سیاسی جماعت سے سیاسی فائدہ اٹھانے میں لگے ہوئے ہیں۔

۱۹۳۵ء میں ڈاکٹر اقبال نے جب میرے کہنے پر قادیانیوں کے خلاف مضامین لکھے تو قادیانیوں نے اس کے جواب کے لئے جواہر لال نہرو کا سہارا لیا۔ میرے زور دینے پر جواہر لال نہرو خاموش ہوگئے۔ مگر پھر بھی قادیانی باز نہ آئے۔ ۱۹۳۶ء میں جواہر لال نہرو جب لاہور آئے تو قادیانیوں نے بڑھ چڑھ کر ان کا استقبال کیا۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ اس وقت مسلم لیگ کی مجلس احرار سے اتحاد کی بات چل رہی تھی۔ اس سلسلے میں آپ کی ہمارے ساتھ دو ملاقاتیں بھی ہو چکی تھیں۔

میں یہ خط ڈاکٹر اقبال سے مشورے کے بعد لکھ رہا ہوں۔ اگر آپ میری رائے سے متفق ہوں اور اس قسم کے اجتماع کی دعوت دیں تو کوئی وجہ نہیں کہ وہ مسلم جماعتیں جن کو آپ نے تعاون کی دعوت دی ہے، باہم جمع ہو کر مسلم لیگ سے تبادلہ خیالات نہ کریں اور کسی مفید نتیجے تک پہنچنے میں کامیاب نہ ہوں۔ میرے نزدیک یہ طریقہ بہت غیر ذمہ دارانہ بلکہ غیر جمہوری ہے کہ آپ اپنی طے شدہ پالیسی کو قبول کرنے کی دعوت دیں۔ جس سے ملک کا ایک بہت بڑا اور معقول طبقہ متفق نہ ہو بلکہ آپ مسلمانوں کی مختلف جماعتوں کو باہمی مشورہ سے پالیسی طے کرنے کی دعوت دیجئے۔ تاکہ یہ سمجھا جائے کہ آپ غیر لیگی مسلمانوں کی رائے کو بھی سننے اور اس پر غور کرنے کو تیار ہیں اور آپ کی یہ خواہش ہے کہ تمام مسلمانوں کی متفقہ رائے سے مسلم قوم کے مفاد کی کوئی توجہ فرمائیں گے۔ میں آپ کے امید افزاء جواب کا بے چینی سے انتظار کر رہا ہوں۔ امید ہے کہ آپ کے مزاج گرامی بخیریت ہوں گے۔

آپ کی اطلاع کے لئے عرض ہے کہ میں آپ کو یہ خط لدھیانہ جیل سے لکھ رہا ہوں۔ گورنمنٹ نے مجھے اور میرے بیٹے عزیز الرحمٰن کو گزشتہ دنوں دفعہ ۱۵۳، ۱۲۴ تعزیرات ہند کے تحت گرفتار کر لیا ہے۔ جس میں تین الزام عائد کئے گئے ہیں۔ فوج میں بغاوت، ملک کے خلاف بغاوت اور حکومت وقت کے خلاف بغاوت۔ ہم نے ضمانت کے لئے درخواست دے رکھی ہے۔ امید قوی ہے کہ ضمانت ہو جائے گی۔ رہائی کے بعد میں اور مولانا احمد سعید اس سلسلہ میں آپ سے ملاقات کی کوشش کریں گے۔ فقط: والسلام!

اسیر فرنگ، حبیب الرحمٰن لدھیانوی

صدر مجلس احرار اسلام ہند

قائداعظم نے رئیس الاحرار کے خط کا درج ذیل جواب دیا۔اس وقت بھی مولانا حبیب الرحمٰن جیل میں تھے۔قائداعظم کا خط مولانا کے بیٹے مولانا خلیل الرحمٰن نے انہیں جیل میں پہنچایا۔

۱۵/اپریل ۱۹۳۸ء

ڈیئر مولانا حبیب الرحمٰن صاحب،صدر مجلس احرار

میں سفر پر تھا۔آپ کا خط مجھے واپسی پر ملا۔آپ کا جیل سے لکھا گیا یہ خط میرے لئے باعث فخر ہے۔آپ جیسے لوگ جیلوں میں جاکر بھی قومی مسائل سے صرف نظر نہیں کرتے۔یہی آپ لوگوں کی امتیازی شان ہے۔اسی لئے تو میں کہتا ہوں کہ ’’آپ جیسے مخلصوں کی مجھے ضرورت ہے۔‘‘ ۱۹۳۶ء میں جو کچھ ہوا آپ اس کو بھول جائیں اور نئے سرے سے آغاز کریں۔میری دلی خواہش ہے کہ آپ کی جلد ضمانت ہو جائے۔بہتر یہ ہے کہ آپ کی رہائی کے بعد ہم کہیں بیٹھ کر اس سلسلے میں بات کریں۔آپ کسی وقت دلّی آجائیں جب میں وہاں موجود ہوں یا پھر میں جب لاہور آؤں تو آپ سے ملنے کی کوشش کروں۔باقی باتیں ملاقات پر ہوں گی۔

آپ کا خیرخواہ

ایم.اے جناح

قائداعظم سے خط وکتابت کے سات ماہ بعد یعنی نومبر ۱۹۳۸ء میں میرے دادا جان مولانا حبیب الرحمٰن ضمانت کے بعد جیل سے رہا ہوئے۔ان کی رہائی سے قبل ۲۱/اپریل ۱۹۳۸ء کو علامہ اقبال کا انتقال ہو چکا تھا۔رہائی کے بعد دادا جان کی قائداعظم سے ملاقات نہ ہوسکی۔دادا جان کے کہنے پر مولانا احمد سعید دوبارہ قائداعظم سے ملے۔مگر دونوں جماعتوں احرار اور مسلم لیگ کے درمیان بات آگے نہ بڑھ سکی۔فروری ۱۹۴۶ء میں مسلم لیگ نے انتخابات میں بھاری اکثریت سے کامیابی حاصل کی۔دادا جان نے جب دیکھا کہ قادیانی مسلم لیگ کو اپنے دام میں پھنسانا چاہتے ہیں تو انہوں نے قائداعظم کو خط لکھا اور انہیں قادیانیوں کی سازشوں سے خبردار کیا گیا۔خط کا متن یہ تھا:

از شفاعت منزل،حبیب روڈ،لدھیانہ،۱۰/نومبر ۱۹۴۶ء

محترم جناب محمد علی جناح صاحب،صدر آل انڈیا مسلم لیگ

السلام علیکم !امید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔آپ کو مبارک ہو کہ آپ نے الیکشن جیت لیا۔میں امید رکھتا ہوں کہ آپ نے مسلمان قوم کے ساتھ جو وعدے کئے ہیں ان کو پورا فرمائیں گے۔مرکز میں آپ کو وزارتیں بھی دی جارہی ہیں۔اگر دیانت داری کے ساتھ آپ کے مقرر کردہ نمائندے اپنے فرائض سرانجام دیں گے تو آنے والے وقت میں بھی کامیابی آپ کی جماعت کے قدم چومے گی۔ایک اور مسئلہ میں جو کہ بہت ضروری ہے آپ کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں۔وہ یہ کہ آپ نے یہ ووٹ اسلام کے نام پر لئے ہیں۔اس کا تقاضا ہے کہ اس مقدس امانت کی لاج رکھی جائے۔مجھے معلوم ہوا ہے کہ قادیانی ٹولہ اب پھر مسلم لیگ پر قبضہ کرنے کے لئے سرتوڑ کوشش کر رہا ہے۔قادیانیوں نے پہلے تو کانگریس کو استعمال کرنے کی کوشش کی۔ان کی کوشش یہ تھی کہ کسی نہ کسی طرح سے اپنا کوئی نمائندہ وزارت میں بھیج دیا جائے۔جس کے لئے انہوں نے جواہر لال نہرو پر محنت کی اور اس کو یقین دلانے کی کوشش کی۔قادیانی جماعت نے کانگریس کی بھرپور حمایت کی تھی۔اس لئے ضروری ہے کہ ان کی جماعت سے ایک وزیر ضرور لیا جائے۔مرزا محمود(قادیانی) نے اس کام کے لئے نواب آف چھتاری کو بھی استعمال کیا۔کانگریس پر زور ڈالا کہ پارسیوں کا ایک

نمائندہ چونکہ وزارت میں لیا گیا ہے اور پارسی تعداد کے اعتبار سے تین لاکھ ہیں۔ جب کہ ہم (قادیانی) آٹھ لاکھ ہیں۔ اس لئے ہمارا حق پارسیوں سے زیادہ بنتا ہے۔ (جب کہ یہ جھوٹ ہے۔ قادیانیوں کی تعداد پارسیوں سے بہت ہی کم ہے) نیز انہوں نے جواہر لال پر یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ قادیانی جماعت نے ان کا ہر سطح پر ساتھ دیا ہے۔ مگر جواہر لال نہرو نے ان کو یہ کہہ کر ٹال دیا ہے کہ کانگریس ایک غیر فرقہ وارانہ جماعت ہے۔ اس میں مذہب کی بنیاد پر وزارتیں نہیں دی گئیں۔ اگر مذہب ہی کو بنیاد بنایا جائے تو تمام مذاہب کو جس میں مسلمان بھی شامل ہیں، کو حصہ دیا جا چکا ہے۔ ہندوستان میں مسلمان کروڑوں کی تعداد میں ہیں اور آپ ان کو آٹھ لاکھ تک محدود کر رہے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ آپ مسلمانوں کے علاوہ کوئی اور فرقہ ہیں۔

اگر آپ مسلمانوں کے علاوہ اور فرقہ ہیں تو اس کی وضاحت کریں تو اس بارے میں سوچا جا سکتا ہے۔ اس پر مرزا محمود سے اس کا جواب نہیں بن پڑا اور دم دبا کر بھاگ آیا۔ یہ بات مجھے جواہر لال نہرو نے خود بتائی۔ جواہر لال نہرو نے ہندو ہوتے ہوئے قادیانیوں کو ان کی حیثیت یاد دلا دی ہے۔

قادیانیوں کا اخبار ''الفضل'' پڑھنے کے بعد معلوم ہوا ہے کہ قادیانیوں نے آپ کو ''مبارک باد'' کے پیغام کے ساتھ ساتھ اپنے بھرپور تعاون کا یقین دلایا ہے۔ لگتا ہے کہ اب یہ لوگ آپ کو اپنے دام میں پھنسانے کے لئے جال تیار کر رہے ہیں۔ میری آپ سے گزارش ہے کہ ان کے اس جال سے بچیں۔ ڈاکٹر اقبال مرحوم نے تو ان کے دجل وفریب سے دنیا کو آگاہ کر دیا تھا۔ اللہ کرے آپ اس سے محفوظ رہ سکیں۔

والسلام!

حبیب الرحمٰن لدھیانوی

قائداعظم نے اس خط کا مختصر جواب دیا جو درج ذیل ہے:

(تاریخ درج نہیں)

ڈیئر مولانا حبیب الرحمٰن صاحب

آپ کا خط ملا، جس بات کی طرف آپ نے توجہ دلائی ہے اس کا شکریہ! میں نے نشتر صاحب کے ذمہ لگا دیا ہے کہ وہ اس سلسلے میں آپ سے رابطہ کریں۔ پھر جو مناسب ہوگا کیا جائے گا۔

آپ کا خیر خواہ

ایم.اے جناح، بقلم نشتر

اس خط کے بعد سردار عبدالرب نشتر میرے دادا جان سے ملے یا نہیں اس بارے میں مزید معلومات نہیں مل سکیں۔ مگر قادیانیوں نے قیام پاکستان کے بعد وزارت خارجہ کی کرسی حاصل کر لی اور سر ظفر اللہ پاکستان کے پہلے وزیر خارجہ بن گئے۔

قائداعظم کا قادیانیوں کے بارے میں عقیدہ

مولانا حبیب الرحمٰن کی مسلسل کوششوں کے باعث قائداعظم محمد علی جناح بھی قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت سمجھنے لگے تھے۔ میرے والد محترم مولانا انیس الرحمٰن بتایا کرتے تھے کہ ۱۹۴۶ء کے الیکشن میں مسلم لیگ کی کامیابی کے بعد جب قادیانی وزارتوں کے لئے قائداعظم کے گرد چکر لگانے لگے۔ ایک ملاقات کے دوران قائداعظم نے قادیانی وفد سے ان کے عقائد کے بارے میں سوال کیا۔ قادیانیوں نے جب مرزا غلام احمد قادیانی کے بارے میں اپنے عقائد بیان کئے تو قائداعظم نے کہا: ''گویا کہ تمہارے اور ہمارے

عقیدے میں بنیادی فرق ہے۔تمہارا مذہبی لیڈر اور ہے اور ہمارا لیڈر اور ہے۔‘‘

رئیس الاحرار کی حضرت عبدالقادر رائے پوری سے خط وکتابت

۱۹۳۷ء یا ۱۹۳۸ء کے الیکشن میں لدھیانہ کے سر سکندر حیات کی اتحاد پارٹی کی جانب سے میاں عبدالحئی امیدوار تھے۔ان کے مدمقابل مجلس احرار کی جانب سے خواجہ محمد یوسف کھڑے ہوئے تھے۔لدھیانہ کے کچھ مسلمانوں نے حضرت عبدالقادر رائے پوری کو میاں عبدالحئی کی حمایت کرنے کے لئے خط لکھا۔ان لوگوں کا مؤقف تھا کہ میاں عبدالحئی بھی مرزائیوں کے خلاف ہیں۔اسی دوران مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی نے حضرت عبدالقادر رائے پوری پر حقیقت واضح کرنے کے لئے یہ خط تحریر کیا:

بخدمت جناب حضرت سیدی ومولائی دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ! آج ایک طویل سفر کے بعد مقام پر پہنچا ہوں۔مجھے معلوم ہوا ہے کہ حضرت کا والا نامہ احقر کے نام آیا تھا۔مولوی عبدالرحمٰن صاحب درزی میرے آنے سے پہلے وہ خط لے گئے۔مجھے ابھی معلوم ہوا ہے کہ سبزی منڈی کے حاجی صاحبان نے آپ کا والا نامہ آنے کے بعد میاں عبدالحئی صاحب کو جو ہمارے مدمقابل ہیں آپ کی خدمت میں بھیجا ہے۔مجھے اس خبر سے بے حد صدمہ ہوا کہ ان لوگوں نے حضرت کا خط اس کو کیوں دکھلایا۔

ایجانب کے بارے میں جو مجلس احرار کی صحیح پوزیشن ہے وہ یہ ہے کہ میں نے امرتسر کی تقریر میں ذیل کے الفاظ کہے تھے۔ ’’بعض لوگ ہم سے سوال کرتے ہیں کہ جو لوگ مجلس احرار کے مدمقابل ہیں ان میں سے بھی بعض مرزائیوں کو کافر کہتے ہیں۔ان کو ہم ووٹ کیوں نہ دیں؟ میں نے کہا کہ اگر مجلس احرار کے مقابلہ میں دیوبند یا بریلی کا مفتی بھی ہوتا جو دیانت داری سے مرزائیوں کو کافر سمجھتا تو میں اس کی بھی مخالفت کرتا۔کیونکہ مرزائیوں سے جنگ مجلس احرار کی ہی مفتیوں اور ان کو کافر کہنے والوں کی نہیں۔مرزا محمود یہ کہتا ہے کہ میری کامیابی یہ ہے کہ مجلس احرار کے آدمی کامیاب نہ ہوں۔خواہ ان کے مخالف مجھ کو کافر کہنے والے اور مجھ کو گالی دینے والے ہی کیوں نہ ہوں۔میں نے اپنی تقریر میں کہا ہے کہ قادیان آنے جانے کی ساری پابندیاں مجلس احرار کے کارکنوں پر ہیں اور کوئی مفتی عالم یا ملّا جائے تو کوئی پوچھتا بھی نہیں کہ کون گیا اور کون آیا۔اس لئے مجلس احرار کے امیدواروں کی مخالفت مرزائیوں کی حمایت ہے۔میں نے یہ بھی کہا کہ گورنمنٹ انتخاب کے بعد یہ شمار کرے گی کہ امیر شریعت کی جماعت کو کتنے ووٹ ملے ہیں اور جماعت احرار کے مخالفین کو کتنے۔اسی رائے شماری پر آئندہ حکومت کی پالیسی سید عطاء اللہ شاہ بخاری کے بارے میں تبدیل ہوگی۔

ہمارے مدمقابل میں عبدالحئی صاحب اتحاد پارٹی کی طرف سے کھڑے ہوئے ہیں۔اس پارٹی نے چھ مرزائیوں کو بھی کھڑے کیا ہے اور خود ظفر اللہ مرزائی کو چائے کی دعوت بھی دے چکے ہیں۔میں یہ نہیں کہتا کہ یہ مرزائیوں کو کافر نہیں کہتے ہوں گے بلکہ یہ اور ان کی جماعت اپنے مفاد کے لئے مرزائیوں کی حامی ہے۔میں نے لاہور کی تقریر میں یہ بھی کہا ہے کہ میں اتحاد پارٹی کے کسی ممبر کے اعلان کو مفید نہیں سمجھتا۔بلکہ ان کا لیڈر سکندر حیات اعلان کرے کہ میں مرزائیوں کو کونسل میں مسلمانوں سے علیحدہ کرادوں گا تو میری جماعت انتخاب میں حصہ لینا ہی چھوڑ دے گی۔ان الفاظ سے میاں عبدالحئی بھی اعلان نہیں کرسکتا اور نہ وہ مرزائیوں کو اعلان کے ذریعے کافر کہہ سکتے ہیں۔خواجہ محمد یوسف جو ہمارے رفیق ہیں انہوں نے گزشتہ چار سال میں جماعت کی ہر طرح امداد کی۔لدھیانہ میں کانفرنس ہوئی۔ان کے انتظام سے۔ایک ہزار روپیہ ان کی والدہ اور ہمشیرہ نے شاہ جی کے مقدمہ کے لئے جمع کر کے دیا۔تین صد

روپیہ ان کا اپنا بھی تھا اور یہ اس دن دیا جب مقدمہ پر خرچ کرنے کے لئے وکیل کرنا تھا اور ہمارے پاس ایک پیسہ نہ تھا۔ آج ایک ایک مرزائی خواجہ صاحب کو ناکام بنانے پر تلا ہوا ہے۔ خواجہ صاحب کے ذاتی اعمال سے میرے بہت سے دوست بحث کرتے ہیں۔ میں نے ان کو کہہ دیا ہے کہ میں ان کو کسی مسجد کی امامت کے لئے نہیں لے جارہا ہوں اور ذاتی اعمال کے لحاظ سے دونوں میں سے کوئی بھی کم نہیں۔ میں نے امرتسر میں یہ بھی کہا کہ میں نیک لوگوں کی خاموشی کو برداشت نہیں کرسکتا۔ یا ادھر ہو جاؤ یا ادھر۔ میں نے کہا کہ میں سمجھ سکتا ہوں کہ بہت سے دوست جیلوں میں نہیں جاسکتے۔ میں یہ بھی جانتا ہوں کہ وہ اعلانیہ گورنمنٹ کی مخالفت نہیں کرسکتے۔ لیکن یہ نہیں سمجھتا کہ وہ اعلانیہ ہمیں ووٹ نہ دے سکتے ہوں یا دلا نہ سکتے ہوں اور اگر وہ ایسا نہیں کرسکتے تو ضعف ایمان کے درجہ سے بھی خارج سمجھتا ہوں۔ مقابلہ سخت ہے۔ گورنمنٹ نے چوہدری افضل حق کے مقابلہ میں سولہ موٹر کاریں اور دس ہزار روپے دیئے ہیں۔ حاجی ڈپٹی احمد حسین صاحب انبالوی میرے رشتہ دار ہیں۔ ہماری مدد کر رہے ہیں اور حضرت بھی ذرا سا ان کو اشارہ فرمائیں اور نواح شہر کے راعین سرچڑھ رہے ہیں۔ وہاں پر بھی آپ تحریر فرمادیں کہ چوہدری عبدالرحمٰن کی امداد کی جائے۔

خط لکھ رہا تھا کہ چوہدری عبدالرحمٰن صاحب بھی تشریف لے آئے اور آپ کا گرامی نامہ بھی مل گیا۔ یہ درست ہے کہ کسی کی اطاعت کے بغیر آزادی رائے بیکار ہے۔ اس وقت ایک جماعت شوریٰ کے فیصلہ کے ماتحت آزادی رائے کا اظہار کر رہی ہے۔ خدا کرے وہ شخص بھی کہیں آجائے کہ جس کا تقویٰ اور فہم ہم کو مجبور کردے کہ ہم اس کی رائے پر چلیں۔ والسلام مولانا عبدالرحمٰن صاحب، ملاں عبدالرحمٰن صاحب اور احقر وغلام مصطفیٰ کی طرف سے السلام علیکم۔''

حبیب الرحمٰن

شفاعت منزل لدھیانہ

(۱۹۴۷ء میں لدھیانہ کے مسلمانوں پر کیا گزری ص۴۵۲ تا ۴۶۳)

رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی کے بارہ میں آپ کے صاحبزادہ اور پوتا کی تحریروں کے ذریعہ مرحوم کی خدمات ختم نبوت کا آپ نے مطالعہ کیا کہ کس طرح مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی نے مولانا اشرف علی تھانوی، مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری، بانی پاکستان جناب قائداعظم محمد علی جناح کو قادیانی فتنہ کے متعلق باخبر رکھا۔

اب ذیل میں مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی کے پڑپوتا جناب محمد عثمان رحمانی لدھیانوی کی کتاب ''قافلہ علم وحریت'' سے مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی رئیس الاحرار کی خدمات ختم نبوت پر نظر ڈالیں۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

تحریک کشمیر اور قادیانی سازش

مجلس احرار اسلام ہند کے قیام کے فوراً بعد بطور صدر مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی نے سب سے پہلے کشمیر کے حالات کے مدنظر قادیانی خلیفہ کی طرف سے کشمیر کو مرزائیت کے رنگ میں رنگنے کی سازش کو نہ صرف بھانپا بلکہ اس سازش کو ناکام کرنے کے لئے احرار کی تمام تر قوت لگادی۔ قابل ذکر ہے کہ کشمیر میں ڈوگرا حکومت اور وائسرائے کے اختلافات کے ساتھ ساتھ کشمیر کی اکثریت جو کہ مسلم آبادی پر مشتمل ہے، کے ساتھ ہورہے واقعات سے نہ صرف اہل کشمیر متاثر ہوئے بلکہ ملک بھر کے مسلم حلقوں میں بھی زبردست تشویش کی لہر پائی جارہی تھی۔ (تفصیل کے لئے تحریک کشمیر اور احرار، از ماسٹر تاج الدین انصاری پڑھیں)

مسلمان اپنے جمہوری حقوق کی جدوجہد میں تحریک چلانے کے پروگرام بنا رہے تھے۔ دوسری طرف قادیانیت انگریز کے اشارے پر کشمیر پر قبضہ کے خواب دیکھ رہی تھی۔ قادیانیوں کا خلیفہ بشیرالدین محمود اپنی شاطرانہ چال چلنے کی فکر میں تھا۔ کشمیر میں قادیانیوں کی دلچسپی کیوں تھی جہاں اور وجوہات ہوسکتی ہیں، ان میں ایک وجہ یہ بھی تھی کہ مرزا غلام احمد قادیانی خود اپنی کتاب کشتی نوح کے ص ۵ اور ۶۹ پر لکھتا ہے کہ: ’’عیسیٰ ابن مریم فوت ہوگئے اور کشمیر سری نگر محلّہ خانیار میں اس کی قبر ہے۔‘‘ اور جب تک کشمیر پر قادیانیوں کا قبضہ نہیں ہوتا اس وقت تک ان کا یہ دعویٰ سچا نہیں ہوسکتا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہوچکے ہیں اور ان کی قبر کشمیر میں ہے۔ جب کہ قرآن پاک اور احادیث رسول اللہ ﷺ اور اجماع امت سے یہ بات ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت نہیں ہوئے وہ زندہ آسمانوں پر اٹھالئے گئے ہیں۔

ان عقائد کے پیش نظر قادیانیوں نے کوشش کی کہ اس تحریک کی قیادت ان کے ہاتھ میں آجائے اور مسلمانوں کے حقوق کی جنگ کے بہانے اپنے آپ کو مسلمان شو کرلیا جائے۔ انگریز کی بھی یہی خواہش تھی کہ اس خودساختہ پودے کی آبیاری میں مزید حصہ ڈال دیا جائے۔ چنانچہ انگریز نے سر فضل حسین کو استعمال کیا جو کہ سرکار پرست تھے۔

مرزائی کشمیر کمیٹی کا قیام

چنانچہ رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی لکھتے ہیں کہ: ۲۴؍جولائی ۱۹۳۱ء کو شملہ میں سر فضل حسین کے اشارے سے سرکاری مسلمانوں کا اجتماع ہوا۔ جس میں کشمیر کے دس نئے لیڈر بھی شریک ہوئے۔ اس جلسے میں مرزا بشیرالدین محمود خلیفہ قادیان کو کشمیر کمیٹی کا صدر منتخب کیا گیا۔ مسٹر عبدالرحیم درد کو جو خلیفہ کا پرائیویٹ سیکرٹری تھا کشمیری کمیٹی کا جنرل سیکرٹری بنایا گیا۔ شملہ ہی سے مرزا محمود نے اعلان کیا کہ ہندوستان کے تمام مسلمانوں نے مجھے اپنا رہنما تسلیم کرلیا ہے۔ اس لئے میں یہ تجویز کرتا ہوں کہ ۱۴؍اگست ۱۹۳۱ء کو تمام ہندوستان میں یوم کشمیر منایا جائے۔ مسٹر عبدالرحیم درد نے ہندوستان کے تمام مشہور علماء، فضلاء، وکلاء اور ڈاکٹروں کو خطوط لکھے کہ آپ کو کشمیر کمیٹی کا ممبر بنالیا گیا ہے۔ ہندوستان کے تمام لوگ حقیقت حال سے ناواقف تھے کسی نے کشمیر کمیٹی کی سیاسی سازش کی طرف توجہ نہ کی۔ سوائے مجلس احرار کے رہنماؤں کے کسی نے بھی عبدالرحیم درد پرائیویٹ سیکرٹری مرزا محمود کو انکار کا خط نہ لکھا۔

ان حالات کو دیکھ کر مجلس احرار اسلام کے رہنماؤں نے محسوس کیا کہ کئی لوگ غلط فہمی کی بناء پر قادیانیوں کے جال میں آگئے ہیں۔ خصوصاً ڈاکٹر علامہ اقبال جیسے مفکر کا قادیانیوں کی کشمیر کمیٹی کا ممبر بن جانا، مسلمانوں کے لئے غلط فہمی کا باعث بن سکتا تھا۔ چنانچہ رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی اور دیگر احرار رہنماؤں نے حقیقت حال سے علامہ اقبال کو آگاہ کیا تو انہوں نے کشمیر کمیٹی سے مستعفی ہونے کا فیصلہ کرلیا تھا۔ لیکن ابھی اس پر عمل درآمد نہیں ہوا تھا۔ ان ہی دنوں حضرت علامہ مولانا محمد انور شاہ کشمیری لاہور میں انجمن خدام الدین کے اجتماع میں شرکت کے لئے آرہے تھے۔ کیونکہ علامہ اقبال کو مولانا علامہ انور شاہ کشمیری سے والہانہ عقیدت تھی اور ایک شاگرد کی حیثیت سے ان کے پاس بیٹھا بھی کرتے تھے۔ جب علامہ اقبال کو حضرت علامہ انور شاہ صاحب کشمیری کے آنے کا علم ہوا تو وہ خود اس جگہ تشریف لائے اور ڈاکٹر اقبال کی کوشش تھی کہ حضرت علامہ شاہ صاحب کشمیری ان کے یہاں کھانا کھائیں۔ مگر اس وقت علامہ انور شاہ صاحب کشمیری کے تیور ہی کچھ اور تھے۔

رئیس الاحرار کا ڈاکٹر اقبال کو مشورہ

مولانا انیس الرحمٰن لدھیانوی فرماتے ہیں کہ جب علامہ انور شاہ کشمیری لاہور تشریف لائے تو ڈاکٹر اقبال بھی حاضر ہوئے۔ اس وقت رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی نے ڈاکٹر اقبال سے کہا کہ ڈاکٹر صاحب، علامہ صاحب (حضرت کشمیری) آپ سے مطمئن نہیں ہیں۔ ڈاکٹر اقبال یہ سن کر ان ہی قدموں سے واپس لوٹ گئے۔ انہیں واپس جاتا دیکھ کر دوسرے ساتھیوں نے رئیس الاحرار مولانا لدھیانوی سے کہا کہ یہ آپ نے کیا کیا؟ ڈاکٹر اقبال کو ہم اپنے سے دور نہیں کرنا چاہتے تھے۔ آپ کے اس طرز عمل سے وہ دور ہو جائیں گے۔ اس پر رئیس الارحرار مولانا لدھیانوی نے جواب دیا کہ آپ حضرات حضرت علامہ انور شاہ صاحب کشمیری سے پوچھ لیں کہ میں نے صحیح کیا ہے یا غلط؟ اس پر علامہ انور شاہ صاحب نے فرمایا کہ مولوی حبیب الرحمٰن نے میرے دل کی بات کہی۔

چنانچہ رئیس الاحرار نے ڈاکٹر اقبال سے جو بات کہی اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ تقریباً ایک گھنٹے کے بعد ڈاکٹر علامہ اقبال واپس آئے اور فرمایا کہ میں نے کشمیر کمیٹی سے استعفیٰ دے دیا۔ ڈاکٹر اقبال کے استعفیٰ کے بعد مجلس احرار نے ۱۵؍جون کو اپنے مرکزی اجلاس میں ڈاکٹر اقبال کے استعفے پر انہیں مبارک باد دی۔ جس کی بناء پر بڑی حد تک قادیانی سازش کی کمر ٹوٹ گئی اور باقی کا کام مجلس احرار اسلام ہند نے تحریک کشمیر کے نام سے ایک بڑی تحریک چلا کر جس میں احرار کے ہزاروں رضا کاروں نے گرفتاریاں دیں، قادیانی اور انگریز اور ڈوگرہ شاہی کے دم خم کو ختم کر کے رکھ دیا۔

فتنۂ قادیانیت کا تعاقب

انگریز کے خود کاشتہ پودا مرزا غلام احمد قادیانی کی موت کے بعد اس کے ناپاک کام کو انگریز مشینری نے مرزا بشیر الدین محمود کے ذریعہ جاری رکھا ہوا تھا۔ رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی کو تاج ختم نبوت ﷺ کے تحفظ کا کام اپنے اکابرین سے وراثت میں ملا تھا۔ اس لئے آپ نے مجلس احرار اسلام ہند کی توجہ تحریک آزادی کے ساتھ ساتھ مکمل طور پر تحریک تحفظ ختم نبوت پر قائم رکھی۔ اس دور میں مرزا بشیر الدین محمود اپنے باپ سے بھی بڑھ کر انگریز حکومت کا وفادار ثابت ہو رہا تھا اور قادیانیوں کی شرانگیزیاں زوروں پر تھیں۔ بالخصوص ضلع گورداسپور قصبہ قادیان کے مسلمان قادیانیوں کے ظلم وستم سے تنگ آ گئے تھے۔ جھوٹی نبوت کے قلعے کو نیست ونابود کرنے کے لئے ایک بار پھر نظام الٰہی حرکت میں آیا۔

رئیس الاحرار کا قادیان میں مردانہ وار داخلہ

اللہ تعالیٰ کا اپنا ایک نظام ہے۔ بعض اوقات اگر کوئی نعمت کسی کو عطاء فرماتے ہیں تو وہ نسل درنسل چلتی رہتی ہے۔ مثلاً پہلے زمانے میں نبوت سے بہتر کوئی نعمت نہیں تھی۔ اللہ تعالیٰ نے بعض پہلے انبیاء کو نسل درنسل یہ نعمت عطاء فرمائی۔ یہاں تک کہ جناب نبی آخر الزمان ﷺ تشریف لے آئے۔ چونکہ رسول اللہ ﷺ آخری نبی ہیں۔ ان کے بعد ہر قسم کی ظلی وبروزی نبوت کا خاتمہ ہو گیا ہے۔ اس لئے اس نعمت کا اختتام ہو گیا۔ مگر علم نبوت باقی رہا۔ علماء کی ایک کثیر تعداد ہمیشہ موجود رہی اور ہے جو کہ علم نبوت کی خدمت کرتی چلی آ رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس علم کی نعمت سے بعض خاندانوں کو نسل درنسل نوازا۔ اسی نعمت کو اللہ تعالیٰ نے علماء لدھیانہ کے خاندان پر بھی نسل درنسل عطاء فرمایا ہوا ہے۔

بقول حضرت مولانا سید سلیمان ندوی

کہ نسبت خضری ہی کا اثر ہے کہ علماء لدھیانہ کے خاندان میں علم دین نسلاً بعد نسل چلا آ رہا ہے۔ ورنہ علم کسی خاندان کی میراث نہیں۔ تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ علم دو سے زیادہ نسلوں میں آگے نہیں چلتا۔ لیکن پشت در پشت سے یہ علم دین کی وراثت کا سلسلہ جو میں آج مولانا حبیب الرحمٰن کے خاندان میں دیکھ رہا ہوں اس کی مثال آج کے دور میں کسی اور خاندان میں نہیں ملتی۔ یہ دیکھ کر اور بھی خوشی ہوئی کہ مولانا حبیب الرحمٰن کے لڑکے اور خاندان کے دوسرے نوجوان دیوبند، سہارنپور میں علم دین حاصل کر رہے ہیں۔ گویا علم دین کا یہ سلسلہ آٹھویں پشت میں داخل ہوگیا۔ (تقریر مولانا سید سلیمان ندوی، دسمبر ۱۹۳۸ء، شاہی مسجد لدھیانہ، بحوالہ رئیس الاحرار)

اس سلسلہ میں سب سے بڑا مشکل مرحلہ قادیان کو فتح کرنا تھا۔ کیونکہ قادیان اس جھوٹی نبوت کا مرکز تھا۔ عالم اسلام کے خلاف انگریز کی سرپرستی میں منصوبے بنائے جاتے تھے۔ نیز اس سلسلہ میں سب سے بڑا اور مشکل مسئلہ قادیان میں مسلمانوں پر زمین کا تنگ ہونا تھا۔ یعنی قادیان میں مسلمانوں کا جانا اور کاروبار کرنا وہاں رہنا سب سے زیادہ مشکل مسئلہ تھا۔ کیونکہ قادیان میں مرزائیوں کی انگریز کی سرپرستی میں مکمل حکومت تھی۔ کسی بھی مسلمان کا وہاں آزادی کے ساتھ داخل ہونا، کاروبار کرنا، آسان نہ تھا بلکہ اگر وہاں کوئی مسلمان کاروبار کرنا چاہتا تھا تو اس کے لئے چند شرائط پوری کرنا ضروری ہوتا تھا جو کہ مرزائیوں کی طرف سے لگائی گئی تھیں۔

معاہدہ تجارت منجانب ناظر امور عامہ قادیان

مرزائیوں کے خلیفہ بشیر الدین محمود کی طرف سے ناظر امور عامہ نے حسب ذیل معاہدہ تجارت شائع کیا ہوا تھا۔

۱...... قادیان کی جماعت احمدیہ نے جو معاہدہ ترقی تجارت شائع کیا ہے مجھے منظور ہے۔

۲...... میں اقرار کرتا ہوں کہ ضروریات جماعت احمدیہ کا خیال رکھوں گا اور جو حکم ناظر امور عامہ دیں گے اس کی بلاچون وچرا تعمیل کروں گا۔ نیز جو ہدایات وقتاً فوقتاً جاری ہوں گی ان کی بھی پابندی کروں گا۔

۳...... میں عہد کرتا ہوں کہ میرا جو جھگڑا احمدیوں سے ہوگا اس کے لئے امام جماعت احمدیہ (قادیان) کا فیصلہ میرے لئے حجت ہوگا۔

۴...... میں ہر قسم کا سودا احمدیوں سے خریدوں گا۔

۵...... معاہدہ کی خلاف ورزی کی صورت میں بیس روپے سے لے کر اسّی روپے تک جرمانہ ادا کروں گا۔

۶...... اور بیس روپے پیشگی جمع کرادوں گا۔

۷...... اگر میرا جمع شدہ روپیہ ضبط ہو جائے گا تو مجھے اس کی واپسی کا حق نہ ہوگا۔

۸...... نیز میں عہد کرتا ہوں کہ احمدیوں کی مخالف مجلس میں شریک نہ ہوں گا۔ شرائط معاہدہ تجارتی لائسنس جاری کردہ، ناظر امور عامہ قادیان

خواجہ عبدالحمید بٹ آف قادیان حال مقیم لودھراں کچھ مزید حالات قادیان کے اس طرح لکھتے ہیں:

مرزائیوں کے ہسپتال جس کو وہ ''نور ہسپتال'' کہتے تھے اس ہسپتال کے نائب انچارج کا نام ڈاکٹر محمد عبداللہ تھا جو مرزائی تھا۔ نور ہسپتال کا انچارج ڈاکٹر حشمت اللہ تھا جو مرزا محمود خلیفہ قادیان کا فیملی ڈاکٹر تھا۔ ڈاکٹر محمد عبداللہ کے پسر ڈاکٹر عبدالسلام نے

مرزائیت کا گہرا مطالعہ کیا تو اس نے اپنے گہرے مشاہدات پر غور وفکر کرنے کے بعد مرزائیت سے توبہ کر کے اسلام قبول کیا۔ اس قبولیت اسلام سے پہلے مولانا عبدالکریم مباہلہ نے مرزائیت ترک کر کے اسلام قبول کیا۔ اس سے پہلے اخبار ''الفضل'' قادیان کے ایڈیٹر مہر محمد شہاب محفوظ الحق علمی اور ہیڈ ماسٹر نے مرزائیت ترک کر کے بہائیت اختیار کر لی تھی۔

مرزا محمود خلیفہ قادیان کے عتاب کی وجہ سے وہ قادیان میں نہ رہ سکتے تھے۔ ان کا بائیکاٹ مقاطعہ (قطع کلامی) بولنا چالنا ہر قسم کے تعلقات بند کیا۔ ان صاحبان کو قادیان سے مجبوراً نکلنا پڑا۔ یہ داستان بھی عجیب وغریب تھی۔ مولانا عبدالکریم مباہلہ کا مکان جلایا گیا۔ ان پر قاتلانہ حملے ہوئے اور ہر قسم کے جبر وظلم ان پر روا رکھا گیا۔ یہ انگریزی حکومت کی موجودگی میں ہوا۔ قصہ کوتاہ۔

ڈاکٹر عبدالسلام کو بھی قادیان میں رہنا مشکل ہوگیا۔ اس کے باپ ڈاکٹر عبداللہ نائب انچارج نور ہسپتال قادیان کا بائیکاٹ کر دیا گیا۔ اس کے گھر پر مرزائی جاسوس عملہ کا پہرہ لگا دیا گیا۔ مجلس خدام الاحمدیہ کی یہ لٹھ بند فوج جس کا صدر مرزا ناصر احمد ایم۔اے حال خلیفہ ثالث ربوہ ضلع جھنگ تھا۔ ڈاکٹر عبداللہ کے مکان کے ہمسایہ احمد الدین زرگر مرزائی، محمد عبداللہ ولد محمد اسماعیل جلد ساز مرزائی کے مکانوں میں چھپ کر پہرہ دارنگرانی کے فرائض سرانجام دیتے تھے۔ ہر آنے جانے والے کا نام و پتہ نوٹ کرتے۔ اس طرح کی پکٹنگ نے ڈاکٹر محمد عبداللہ اور اس کے کنبہ کا ناطقہ بند کر دیا۔ ان سب مصائب کی وجہ ڈاکٹر عبدالسلام کا قبول اسلام تھا۔ ڈاکٹر عبداللہ کا یہ جرم تھا کہ اس کے بیٹے عبدالسلام نے مرزائیت ترک کر کے اسلام قبول کر لیا تھا۔ اس وجہ سے ڈاکٹر عبداللہ پر یہ دباؤ تھا کہ عبدالسلام کو یعنی اپنے پسر کو گھر سے نکال دو۔ اس کی بیوی بچوں کا ڈاکٹر عبدالسلام سے قطع تعلق کرواؤ۔ ان کو گھر سے نکال دو یا عبدالسلام کو دوبارہ معافی مانگ کر مرزائیت قبول کراؤ۔ ڈاکٹر عبدالسلام اور ڈاکٹر محمد عبداللہ اس کے والد کی فاقہ کشی تک نوبت آ گئی۔ مجبور ہو کر اکیلا عبدالسلام گھر سے نکلنے پر مجبور ہوگیا۔

لطف کی بات یہ ہے کہ انہی دنوں سے کچھ پہلے مفتی محمد صادق ناظر امور خارجہ سلسلہ عالیہ احمدیہ قادیان کا پسر عبدالسلام مرزائیت چھوڑ کر عیسائیت اختیار کر چکا تھا۔ وہ بھی قادیان میں نہ رہ سکا۔ اس کو قادیان سے نکلنا پڑا۔ حبیب الرحمٰن عرف خان کابلی پٹھان کو بھی قادیان سے نکلنا پڑا۔ غرضیکہ جو بھی مرزائیت سے تائب ہوتا وہ قادیان میں نہیں رہ سکتا تھا۔ کیونکہ ہر شخص تائب کو جان کے لالے پڑ جاتے تھے۔ کاروبار ختم ہو جاتا تھا۔ اس کے کنبہ پر مصائب کے پہاڑ گرائے جاتے تھے۔ ان واقعات کا مختصر ذکر مسٹر جی.ڈی کھوسلہ سیشن جج گورداسپور نے مقدمہ سرکار بنام سید عطاء اللہ شاہ بخاری بہ جرم نمبر ۱۵۳ تعزیرات ہند بوجہ تقریر احرار تبلیغ کانفرنس قادیان میں بخوبی کیا ہے۔

ان قادیان سے نکلنے والوں نے مختلف مقامات پر پناہ حاصل کرنا چاہی۔ مگر کہیں آسرا نہ ملا کہ وہ اپنی زندگی گزار سکیں تو آخر ڈاکٹر عبدالسلام نے مولانا عبدالغفار صاحب غزنوی امرتسری سے ملاقات کر کے حالات بتائے۔ مولانا عبدالغفار صاحب غزنوی مرحوم ان دنوں مجلس احرار اسلام امرتسر کے صدر تھے۔ انہوں نے شیخ حسام الدین صاحب مرحوم سے مشورہ کیا کہ قادیان کے مسلمانوں کو مصائب سے بچانے کے لئے اور جو لوگ مرزائیت سے تائب ہوں ان کی جان ومال کی حفاظت کے لئے قادیان میں شعبہ تبلیغ کے نام پر دفتر کھولا جاوے۔ اس پر قادیان میں ۱۹۳۳ء کے ابتداء میں علاؤالدین حیدر کپتان احرار محبوب عالم اور سید غریب شاہ کو قادیان بھیجا گیا اور چوہدری فیض اللہ صاحب نے ان کی رہائش کے لئے اور دفتر قائم کرنے کے لئے چھوٹے بازار میں ایک چوبارہ کرایہ پر لے دیا اور وہاں مجلس احرار اسلام قادیان کا بورڈ لگا دیا گیا۔ ہر سہ کی سرخ وردیاں ہوتی تھیں۔ جب یہ لوگ بازار میں جاتے سرخ وردی دیکھ کر لوگ پوچھتے آپ کون لوگ ہیں تو یہ لوگ اپنا تعارف کرواتے۔ مرزائیوں نے اس دفتر کو ہر طرح سے گھیرنا چاہا۔ حکومت نے

وہاں سی.آئی.ڈی کا سفید کپڑوں میں بشیر احمد نامی کانسٹیبل متعیّن کر دیا اور مرزائیوں نے اپنی محکمہ جاسوسی کے افراد کی نگرانی کے لئے محمد ظفر مولوی مرزائی انچارج محکمہ جاسوسی کرتے رہے۔ایک دن غریب شاہ رضا کار بڑے بازار سے آگے ریتی چھلی بازار کی آراضی مرزا اکرم بیگ سکنہ لاہور کی تھی (جس پر مرزائیوں نے جبری قبضہ کرلیا تھا اور ریتی چھلہ کا نام مرزا محمود خلیفہ قادیان نے دارالفتوح (فتح کیا ہوا) رکھا ہوا تھا) میں گیا۔مرزائیوں نے اس کو پکڑ کر بے دریغ زدوکوب کیا۔وہ چوکی میں رپٹ کرانے گیا۔مگر تھانہ چوکی میں اس کی فریاد نہ سنی گئی۔وہ حملہ آوروں کو جانتا نہ تھا۔غریب شاہ کو شدید چوٹیں آئیں۔وہ بات امرتسر اور لاہور میں دفتر احرار میں پہنچیں تو مجلس احرار نے قادیان میں مستقل تبلیغی دفتر قائم کر دیا۔جس کے انچارج مولوی عنایت اللہ صاحب چشتی اور امام الصلوٰۃ حافظ محمد خاں صاحب ضلع میانوالی مقرر کئے گئے۔ یہ حضرات تبلیغ کا کام کرتے تھے اور ماسٹر تاج دین صاحب لدھیانہ انچارج دفتر تھے۔احرار کے دفتر پر کئی دفعہ مرزائیوں نے حملہ کرنے کی اسکیم بنائی۔

اسی دوان میں مولانا حبیب الرحمٰن صاحب لدھیانوی صدر مجلس احرار اسلام ہند قادیان پہنچے۔بے شمار پولیس آ گئی۔جلسہ گاہ کا گھیراؤ کرلیا۔مولانا حبیب الرحمٰن صاحب نے متوازی حکومت ریاست قادیان کے خلاف پروٹیسٹ کیا۔غریب شاہ احرار والینٹر کو زدوکوب کئے جانے کے خلاف زبردست پروٹیسٹ کیا۔اس کے بعد قادیان میں احرار تبلیغ کانفرنس کرنے کا اعلان کیا گیا۔

(بحوالہ ہفت روزہ لولاک فیصل آباد مورخہ ۲۶/جنوری ۱۹۷۹ء، ج ۱۵ ش ۳۵)

۲۳/مارچ ۱۹۳۴ء قادیان

تحریک تحفظ ختم نبوت کے سلسلے میں سب سے بڑا اور مشکل مرحلہ جھوٹی نبوت کے گڑھ قادیان کو فتح کرنا تھا۔جسے اللہ تبارک وتعالیٰ کے فضل سے رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی نے انجام دیا۔۲۳/مارچ ۱۹۳۴ء یہ تاریخ مسلمانوں اور غیر مسلموں کے درمیان ایک مستقل تاریخ ہے کہ اس روز مجلس احرار اسلام کے صدر مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی مرحوم پہلی مرتبہ قادیان پہنچے۔اسٹیشن سے شہر تک صدر مجلس احرار کا استقبال ان لوگوں کے دلوں کا آئینہ تھا۔جنہیں مرزائیوں نے گزشتہ نصف صدی سے غیر قادیانی ہونے کے جرم میں پریشان کیا ہوا تھا۔ بٹالہ، گورداسپور، پٹھان کوٹ اور مضافات کے ہزارہا شہری اور دیہاتی مسلمانوں نے اپنے نجات دہندہ کا والہانہ خیر مقدم کیا۔مولانا لدھیانوی کے قادیان پہنچنے پر خوف وہراس کی اس سیاہ چادر کے چیتھڑے اڑ گئے جو مرزائیوں نے اپنے مخالفین پر رکھی تھی۔استقبالیہ ہجوم کے چہروں کی رونق غمازی کر رہی تھی کہ کفر کے ستائے ہوئے دل ایمان کی روشن قندیل سے منور ہو رہے ہیں۔ ’’مجلس احرار زندہ باد، مرزائیت مردہ باد‘‘ کے فلک شگاف نعروں نے قصر خلافت کو متزلزل کر دیا۔

کارروائی جلسہ قادیان ۲۳/مارچ ۱۹۳۴ء

رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی جب قادیان پہنچے تو ان کے ساتھ مولانا بہاء الحق قاسمی، مولانا محمد سلیمان صاحب فاروقی، بی.اے، حاجی عبدالرحمٰن صاحب بٹالوی بھی موجود تھے۔جلسہ گاہ تک رضا کاران احرار بٹالہ ودیگر حضرات نظمیں پڑھتے ہوئے پہنچے تو رئیس الاحرار نے مسلمانوں سے فرمایا کہ مسلمان جلدی وضو کر کے آ جائیں۔مولانا بہاء الحق قاسمی نے رئیس الاحرار کے حکم پر نماز جمعہ پڑھائی۔جلسہ گاہ میں تل دھرنے کی جگہ نہ تھی اور حسب پروگرام جلسہ کی کارروائی شروع ہوئی۔

مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی نے قادیان میں سب سے پہلے ایک بہت بڑے جلسہ عام میں تقریر کی۔ یہ جگہ سکھوں کے احاطہ میں بڑے بازار کے چوک کے نزدیک سردار تیجا سنگھ سیکرٹری خالصہ دیوان ریاڑ کی قادیان کے دوکان کے پیچھے واقع ہے۔ پولیس نے چاروں طرف سے راستہ روک رکھا تھا اور مرزائیوں کی لٹھ بردار انجمن احمدیہ کے رضا کار بڑے چوک سے لے کر بھائی محمود احمد ڈاکٹر کی دوکان تک پولیس کے ہمراہ گشت کر رہے تھے۔ کارخانہ جراب ہوزری سے لے کر تانگا اڈہ خانہ چوہدری عبدالرحمٰن تک پولیس اور مرزائی لوگوں کو جبراً روک رہے تھے کہ وہ جلسہ گاہ میں نہ جائیں۔ مگر عوام ٹڈی دل کی طرح ہندوؤں کے محلے اور گلیوں سے گزر کر جلسہ گاہ میں پہنچ گئے۔ تقریر سے پیشتر رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی کی خدمت میں نماز جمعہ کے بعد سپاسنامہ پیش کیا جس میں مرزا محمود اور اس کی جماعت کے مظالم پیش کئے۔ یہ سپاسنامہ (مولانا رحمت اللہ مہاجر جو شجاع آباد میں فوت ہوئے) نے پیش کیا۔

ہر چند مرزائی رضا کاروں نے فساد کروانے کی کوشش کی مگر وہ خائب وخاسر رہے اور اجلاس پرامن طریقہ پر ہوا۔ حضرت مولانا نے شیر کی طرح گرج کر تقریر کی اور حکومت پر بھی تنقید کی اور مرزا محمود کو مسلمانوں کے بائیکاٹ کرنے سے باز رہنے کی تنبیہ کی۔

(بحوالہ ہفت روزہ لولاک فیصل آباد مؤرخہ ۲۱؍ مئی ۱۹۶۷ء، ج ۱۳، ش ۷)

ان تمام تفصیلات سے معلوم ہوگیا کہ یہ وہ حالت تھے جو کہ قادیان کے مذہبی معاشرتی اور سیاسی کردار کی نشاندہی کر رہے تھے اور یہاں کے مسلمان بہت پریشان تھے اور یہ دعا کرتے تھے کہ کوئی نجات دہندہ یہاں پر آئے۔ چنانچہ اس کام کے لئے اللہ تعالیٰ نے رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی مرحوم کو چنا۔ وہ قادیان جہاں مسلمانوں کو سانس لینا دشوار تھا۔ وہاں رئیس الاحرار مولانا لدھیانوی مردانہ وار داخل ہوئے۔ رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی ان ہی مولانا محمد لدھیانوی کے پوتے ہیں جنہوں نے سب سے پہلے مرزا قادیانی پر کفر کا فتویٰ دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے علماء لدھیانہ سے صرف مرزا قادیانی پر کفر کا فتویٰ ہی جاری نہیں کروایا۔ بلکہ اس خاندان کے خون میں وہ جوش اور جذبہ بھی پیدا کر دیا تھا کہ جس کی وجہ سے سب سے پہلے قادیان میں داخل ہونے کی جرأت بھی اسی خاندان کے فرزند جلیل نے کی۔

ڈاکٹر عبدالسلام سابقہ مرزائی نے جلسہ کی صدارت کی۔ مولانا ہمدانی نے تلاوت قرآن کریم فرمائی۔ اس کے بعد خواجہ عبدالرحیم عاجز نے اپنے مخصوص انداز میں نظم پڑھی۔ پھر مجلس احرار اسلام قادیان کی طرف سے مولانا کو سپاسنامہ پیش کیا گیا جو درج ذیل ہے۔

سپاسنامہ

’’بحضور بطل حریت، مجاہد ملت، شیر اسلام حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب لدھیانوی صدر مجلس احرار اسلام ہند۔‘‘

حضرت قبلہ عالم ہم اراکین مجلس احرار اسلام قادیان حضور کی خدمت اقدس میں نہایت صدق دل سے آپ کے ورود مسعود پر خوش آمدید کہتے ہیں اور نہایت خلوص دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں کہ آپ نے ہم بے کس وناتواں مسلمانوں کی ایسی حالت میں دستگیری فرمائی۔ جب کہ ہم جبر وتشدد کی چکی میں بالکل پس چکے تھے۔ ہم نے ان لوگوں کے ساتھ کسی قسم کی دشمنی نہیں کی بلکہ ہمارا صرف یہی گناہ ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ کے نام لیوا ہیں۔ اس گناہ کی پاداش میں ہم ایک عرصہ سے ظلم وتشدد کا تختہ مشق بنے ہوئے ہیں۔ مسلمانوں سے سوشل بائیکاٹ کیا جاتا ہے۔ اکے دکے آدمی پر حملے کئے جاتے ہیں۔ شہر کی عام گزرگاہوں پر پھاٹک لگائے جاتے ہیں۔

مکان مسمار کئے جاتے ہیں۔ اشتہار پھاڑ دیئے جاتے ہیں۔ حتیٰ کہ مسجدوں کے گرانے سے دریغ نہیں کیا جاتا۔ اختلاف عقائد کی بناء پر قتل تک جائز قرار دیئے جاتے ہیں۔ چنانچہ حاجی محمد حسین کی شہادت کا واقعہ حضور کو یاد ہوگا۔

حضرت مولانا یہ تمام حقائق حقیقت سے لبریز ہیں۔ ایسے حالات میں ہم جب اپنے انجام پر غور کرتے ہیں تو ہماری روح کانپ اٹھتی ہے۔ حکومت بھی ان لوگوں کے منافقانہ رواداری سے دھوکا کھا چکی ہے اور ہمارے گلے میں ان منافقانہ وفاداری کے جرم میں ایک اور غلامی کا طوق ڈالا جارہا ہے اور حکومت کوئی نوٹس نہیں لیتی۔ جناب کی خدمت میں سچ عرض کرتے ہیں کہ ہم قادیان میں برطانوی حکومت نہیں سمجھتے بلکہ ہم پر قادیانی جماعت حکمران ہے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ قادیان میں برطانوی حکومت کا نظام درہم برہم ہو چکا ہے۔ اسی لئے ہم لوگوں پر مظالم کے پہاڑ ٹوٹ رہے ہیں۔ قادیان سے کان پکڑ کر نکال دینا ہر روز کا مشغلہ ہے اور جرمانوں اور بیدوں کی سزا دی جاتی ہے۔ قتل تک ہضم کر لئے جاتے ہیں۔

چنانچہ تھوڑا عرصہ گزرا کہ محمد امین مجاہد کو دن دہاڑے قتل کیا گیا اور قاتل جرم اقبال کرتا ہے۔ مگر کوئی مقدمہ نہیں چلتا۔ باقاعدہ امور عامہ ''امور داخلہ'' امور خارجہ مقرر کئے جاتے ہیں۔ خانہ ساز ہائیکورٹ اور اس کے ماتحت لوئر کورٹ موجود ہے اور خصوصیت سے مسلمانوں کے متعلق ان کی پالیسی یہ ہے کہ ان کو قادیان سے نکال دیا جائے اور ان کا مذہبی عقیدہ بھی ہے۔ چنانچہ سال ٹاؤن قادیان کا موجودہ پریذیڈنٹ کا عدالت میں بیان ہوا اور اس نے علی الاعلان کہا کہ قادیان میں غیر احمدیوں کے لئے صرف دو ہی صورتیں ہیں یا تو محمد رسول اللہ ﷺ کے دامن کو چھوڑ کر قادیانی ہو جائے یا قادیان سے نکل جائے۔ آپ ہی فرمائیں کہ جب حکومت کا یہ وطیرہ ہو کہ وہ خود اپنے نظام کو درہم برہم ہوتا دیکھ کر کوئی حرکت نہ کرے اور ہمارے متعلق مخالف جماعت کی یہ جدوجہد ہو کہ مسلمانوں کو قادیان سے نکال دیا جائے تو ایسی صورت میں ہمارا نیست و نابود ہونا یقینی ہے۔ پس ہمارا رہا سہا آخری سہارا خداوند عالم ہے کہ جس نے آپ جیسے بزرگ اور مقدس ہستیوں کو ہم فلک زدہ مسلمانوں کی امداد کے لئے آمادہ کر دیا ہے۔ ہمارے جسم کا ذرہ ذرہ آپ اور آپ کے رفقاء کے لئے دردِ دل سے دعا گو ہے کہ خدائے ذوالجلال آپ کو اور آپ کی مقدس جماعت کو بیش از بیش خدمات اسلام سرانجام دینے کی توفیق عطاء فرمائے۔ نیز جناب حاجی عبدالرحمٰن صاحب رئیس اعظم بٹالہ اور ان کے رفقاء کے لئے آپ سے ملتجی ہوں کہ آپ ان کے لئے دعا فرمائیں جنہوں نے آپ کی اس مقامی مجلس کی ہر ممکن امداد فرمائی ہے۔ جناب حضرت مولانا عنایت اللہ صاحب چشتی آپ کے ارشاد کے ماتحت مصروف عمل ہیں۔ ہر روز قرآن کریم کا درس ہوتا ہے۔ مسلمان کثرت سے شریک ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے جامعہ محمدیہ میں طلباء کی تعداد چالیس تک پہنچ چکی ہے۔ بالآخر میں پھر حضور کی خدمت میں صدق دل سے مبارک باد عرض کرتا ہوں اور آپ کے ورود مسعود پر خوش آمدید کہتا ہوں۔ (ہم آپ کے ناچیز خدام) اراکین مجلس احرار اسلام قادیان۔

قادیان میں رئیس الاحرار کا خطاب

چنانچہ سپاسنامہ کے جواب میں رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی نے خطاب کرتے ہوئے یوں فرمایا کہ: ''سنو اور کان کھول کر سن لو کہ احرار دنیا میں مٹنے کے لئے نہیں بلکہ ظلم و سرکشی کو صفحہ دنیا سے مٹانے کے لئے پیدا ہوئے ہیں۔''

پس احرار کا دنیا میں ایک ہی کام ہے کہ حق بات کہیں اور خود اس کی پاداش میں دنیا سے مٹ جائیں اور اس فنا کے بعد بقاء کا جدید دور شروع ہوتا ہے۔ احرار کے لئے فنا کے درجہ میں بقا کا راز مضمر ہے۔ میں مسلمانوں کو یقین دلاتا ہوں کہ اگر دنیا میں عزت و آبرو کی زندگی

چاہتے ہو تو دنیا کی موت سے بے نیاز ہو جاؤ۔ حکومت بے شک اپنے منافق وفاداروں کو پستول، ریوالور اور دوسری قسم کے ہتھیار ہمارے سینے کو چھلنی کرنے کے لئے دے ہمیں اس کی مطلق پرواہ نہیں۔ کیونکہ ہم خوب جانتے ہیں کہ آج ہمارے سینے ان نشانوں کے آماجگاہ بنے ہوئے ہیں تو ایک وقت آنے والا ہے کہ ان گولیوں کا منہ دوسری طرف پھر جائے گا۔ منافقت ایک عرصہ تک چھپائی جاسکتی ہے۔ لیکن منافقت کا بہت جلد انکشاف ہو جایا کرتا ہے۔ اسلام میں خطرناک فتنہ کھڑا کیا گیا ہے۔ اس حقیقت سے اس وقت تک دنیا بے خبر ہے۔

''میرے دادا مرحوم نے مرزا قادیانی کی ظاہری شکل وصورت دیکھ کر بتلا دیا تھا کہ یہ شخص عنقریب نہ صرف اسلام بلکہ انسانیت کا دشمن ہوگا۔''

میں اس مقدس خاندان کی یادگار ہوں کہ جس نے کشفی طور پر معلوم کر کے حقیقت کا انکشاف فرمایا۔ تمہارا فرض ہے محمود اور اس کے رفقاء کو پرامن طور پر صراط مستقیم کی طرف بلاؤ اور ان کے سامنے سرکار دوعالم ﷺ کے سچے دین کو پیش کرو اور اس کے عوض میں تمہارے سر پھوڑے جائیں تو سر پھڑوالو اور اگر تم کو گولی کا نشانہ بنائیں تو سینوں کو کھول دو اور بے تابانہ طور پر موت سے بغل گیر ہو جاؤ۔

''خدا کی قسم میں اس بات کا منتظر ہوں کہ قادیان کی گلیوں میں احرار کے رضاکاروں کے خون کی نہریں بہتی ہوں اور میں سمجھ لوں کہ آج میں اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ اگر میں اپنے مشن کو پورا کرتے ہوئے محمود کے حواریوں کے ہاتھوں خاص قادیان میں قتل کیا جاؤں تو میں اس کو شہادت کبریٰ تصور کروں گا۔''

کیا مومن کو کوئی موت سے ڈرا سکتا ہے۔ موت تو مومن سے ہزاروں کوس دور بھاگتی ہے۔ کیوں نہیں کہتے کہ ہم مسلمان ہی نہیں۔ مجھے اس امر کا اعتراف ہے کہ آئے دن قادیان کے مسلمانوں پر مظالم کے پہاڑ ٹوٹ رہے ہیں۔ میں پورے زور سے یقین دلاتا ہوں کہ ان مظلوموں کی آج سے امداد کی جائے گی اور ظالموں کے ہاتھ ٹوٹ جائیں گے۔ اگر قادیان کے کسی مسلمان کی طرف کسی ظالم نے انگلی بھی اٹھائی تو اس ظالم کو قدرت کے خوفناک انتقام سے کوئی طاقت نہ بچا سکے گی۔

مباہلہ بلڈنگ کو گرایا گیا تو اس کا یہ مطلب ہے کہ دنیا سے اسلام مٹ گیا۔ حاجی محمد حسین کو شہید کیا گیا تو کیا اس کا یہ مطلب ہے کہ مسلمان نیست و نابود ہو گئے۔ نہیں نہیں ہرگز نہیں۔ یاد رکھو قادیانی نبوت کے قصر کی اینٹیں خود بخود آپس میں ٹکرائیں گی اور دنیا اپنی آنکھوں سے قدرت حق کا تماشا دیکھے گی۔

قتل حسین اصل میں مرگ یزید ہے اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

یہ غریب شاہ کو مارا ہے تو میں نے سمجھا کہ انہوں نے سید کے لال کو پیٹا ہے۔ اب ان کی موت آگئی۔ یہ غریب شاہ کی مار کا نتیجہ ہے کہ آج حبیب الرحمٰن تم کو قادیان میں دکھائی دیتا ہے اور اگر وہ ایک آدھے والینٹر کو قتل کر دیں تو پھر ان شاء اللہ قادیان میں ہماری حکومت ہوگی۔ قادیان کے مسلمانوں کو محمود کا شکریہ ادا کرنا چاہئے کہ اگر وہ ایسا نہ کرتا تو یہ دن تم کو نصیب نہ ہوتا۔ ہر روز جھوٹی نبوت کا زور ٹوٹتا جارہا ہے۔

''نبوت کی بحث کس سے کرتے ہو جو سرے سے مرزا قادیانی کو مسلمان ہی نہیں سمجھتے۔ آؤ تم کو یثربی نبوت کا حال سناؤں کہ ریگستان عرب کے لق ودق میں انتہاء درجہ کی بیچارگی کے عالم میں علم توحید بلند کرتا ہے۔ اپنے بیگانے دشمن ہو گئے۔ قتل کے منصوبے کئے گئے اور وطن سے نکلنا پڑا۔''

بتلاؤ کسی حکومت سے امداد کی درخواست کی کہ مجھے کفار مکہ سے بچاؤ۔ کفار مکہ آئے اور انہوں نے کہا کہ جس چیز کی ضرورت ہے لے لو۔ مگر ہمارے بتوں کو برا نہ کہو۔ ہم تمہارے خدا کو برا نہ کہیں گے۔ اگر کوئی ماڈریٹ ہوتا تو کہتا صورت تو بہت اچھی ہے چلو مان جاؤ۔ مگر سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا کہ اگر میرے دائیں ہاتھ میں سورج اور بائیں ہاتھ میں چاند بھی لا کر رکھ دو پھر بھی اعلائے کلمۃ الحق سے باز نہیں آؤں گا۔ یہ ہے شان نبوت۔ تم ہی بتلاؤ کہ قادیان کی نوزائیدہ نبوت پولیس کے بغیر کبھی دو قدم بھی باہر چلی ہے۔ ساری عمر کی قید نہیں۔ ایک دن بتلا دو کہ فلاں دن قادیان کی نبوت پولیس سے بے نیاز تھی۔ پس یہ نبوت تو پولیس کے ہاتھ میں ہے۔ جس کو چاہے نبی بنا دے۔ پس جس شخص کا کسی پولیس افسر سے دوستانہ ہو نبوت کا دعویٰ کر دیا کرے۔

یاد رکھو کہ نبی جب کمزور ہوتا ہے تو وہ اپنی بہادری اور شجاعت کا عظیم الشان مظاہرہ دنیا کے سامنے پیش کرتا ہے اور دنیا کی تمام طاغوتی اور مادی قوتیں سرنگوں ہو جاتی ہیں اور جب وہ طاقت ور ہو جاتا ہے تو دشمنوں تک کے لئے رحیم ہوتا ہے۔

نبی یہ نہیں کرتا کہ قوت حاصل کرنے پر اپنے مخالفوں کو پیس ڈالے اور اس کے ساتھ ساتھ حکومت سے بھی امداد کی درخواست کرے۔ چنانچہ صلح حدیبیہ کا واقعہ اس حالت کا پورا پورا فوٹو ہے کہ پندرہ سو جانثار بمعہ جنگی سامان ہمرکاب ہے۔ دشمن کہتا ہے کہ امسال آپ کو عمرہ کی اجازت نہیں دی جاتی۔ صلح تک نوبت پہنچتی ہے۔ شرائط بظاہر مسلمانوں کے خلاف ہیں۔ حضرت عمرؓ کو غصہ آتا ہے۔ مطالبہ ہوتا ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ کی جگہ محمد بن عبداللہ لکھا جائے۔ حضرت علیؓ کے انکار کرنے پر درخواست مبارک سے ان الفاظ کو کاٹتے ہیں۔ یہ شان نبوت کی دریا دلی کہ باوجود طاقت و جبروت کے کائنات عالم کو خونریزی سے بچالیتے ہیں۔ وہ نبوت ہی کیا ہے کہ غیر اللہ سے مدد کی خواہاں ہو۔ نبی تو دنیا کی حکومتوں کے کانسٹی ٹیوشن کو زیر وزبر کر کے خدائی قانون رائج کرنے کے لئے آتا ہے۔ میں نے آج ہی پڑھا ہے کہ محمود نے خطبہ میں کہا ہے کہ اب انگریز بھی ہم سے ناراض ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ جب خدا ہی تم سے ناراض ہے تو انگریز ہو گیا تو کوئی تعجب کی بات نہیں۔ کیونکہ خدا کبھی کبھی دین کی حمایت کافر سے کرالیا کرتا ہے۔ ہاں! جب خداوندان لنڈن ہی ناراض ہو گئے تو وحی کون بھیجے گا۔

خود محمود کو بھی قادیانی نبوت کا حال معلوم ہے۔ وہ خود اپنے ایمانیات کی رو سے مومن نہیں۔ اس کو معلوم ہے کہ اگر میں حقیقت کا اعتراف کرلوں تو پیری مریدی کا سسٹم ختم ہو جائے گا۔ محمود لکھتا ہے کہ اے مریدو! تم نے فرانس، جرمنی، یورپ کو فتح کرنا ہے۔ تو تم سے یہ احراریوں کی جھونپڑی فتح نہیں ہوتی۔ محمود کو شہنشاہ روس کی حالت پر غور کرنا چاہئے جو کہ دنیا میں ''انا ولا غیری'' کا دعویدار تھا۔ قدرت نے اس سے ایک زبردست انتقام لیا کہ اس کا خود اپنوں کے ہاتھ سے خاتمہ ہو گیا۔

''احراریوں کی جھونپڑی خدا کے فضل وکرم سے یقیناً فتح نہ ہو سکے گی۔ ایسی جھونپڑیوں نے ہی نمرود وشداد اور فرعون جیسی مغرور سرکش ہستیوں کو جلا کر خاکستر کر دیا۔''

دنیا نے یہ نظارہ اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ جب قادیانی امت سیاسیات کے میدان میں آئی تو ہم نے سمجھ لیا کہ ان کی موت ان کو دامن سے کھینچ کر میدان میں لے آئی۔ کیونکہ منافق جب سیاسی میدان میں آتا ہے تو مار کھاتا ہے۔ منافق اور بہادری دو متضاد چیزیں ہیں اور خدا کے فضل وکرم سے احراریوں کی جھونپڑی نے ایسا چاروں شانے چت گرایا کہ قادیانیت کی ریڑھ کی ہڈی

ٹوٹ گئی۔ فرانس، جرمنی، یورپ فتح کرنے والوں کے بوچڑ خانہ کی جب عین بارہ بجے دن اینٹ سے اینٹ بجائی گئی تو قادیانی امت کے دو آدمی ہمارے پاس پہنچے اور کہا کہ خدا کے لئے تم ہی کچھ کرو۔ تو میں نے کہا کہ بوچڑ خانہ کا بننا اور مسمار ہونا مقدرات سے تھا اور ہم تمہاری ان چالوں کو خوب سمجھتے ہیں۔

میں پھر قادیان کے مسلمانوں کو کہتا ہوں کہ جرأت اور بہادری سے خدا پر بھروسہ رکھتے ہوئے پرامن طور پر علم توحید کو بلند کرو۔ میں خوش ہوں گا کہ اس کے صلہ میں تمہارے سر پھوڑے جائیں تم کو قتل کیا جائے۔ ہمارا جب کوئی والینٹر شہید ہوتا ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ کام کے لئے راستہ کھل گیا۔ شہید الٰہی بخش کو جب برچھا مارا گیا تو اس نے زور سے ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' کا نعرہ مارا۔ میں چاہتا ہوں کہ تم میں بھی شہید الٰہی بخش جیسا جذبہ پیدا ہو جائے۔ مجلس احرار مرکزیہ کی شاخ قادیان میں قائم ہو چکی ہے۔ اس کی دل کھول کر امداد کرو۔ ایک پرائمری سکول ہونا چاہئے اور اس کے ساتھ تعلیم قرآن کے لئے بھی درسگاہ کی ضرورت ہے۔ ابتداء میں جب مجلس احرار قادیان میں قائم کی گئی تو محمود کی طرف سے اعلان کیا کہ قادیان میں احراریوں کا کوئی دفتر نہیں۔ بتلاؤ آج تم کو معلوم ہو گیا کہ قادیان میں واقعی مجلس احرار کا دفتر قائم ہے۔ قادیانیوں میں اگر اخلاقی جرأت ہوتی تو ہم کو دعوت دیتے کہ ہماری عبادت گاہ میں نماز پڑھو اور اپنا جلسہ کرو۔ مگر انہوں نے تو مسلمانوں کی مسجدوں کو مسمار کرنے کا تہیہ کر لیا۔ یہ جگہ جہاں جلسہ گاہ قائم ہے میں نے سنا ہے کہ سکھوں کی زمین ہے۔ جس پر ہم نے اذان دے کر نماز جمعہ ادا کی۔ حالانکہ میں اسلام کی رو سے سکھوں کو کافر سمجھتا ہوں۔ کافروں نے تو اپنی دریادلی کا ثبوت دیا ہے۔ مگر اسلام کے واحد علمبرداروں کو یہ توفیق نصیب نہ ہوئی۔ سچ ہے جو نیکی سکھوں کی قسمت میں لکھی تھی وہ محمود کی قسمت میں کہاں۔

پس میں حکومت کو متنبہ کرتا ہوں کہ وہ وفاداروں کو قانون شکنی سے فوراً روک دیں۔ خانہ ساز ہائیکورٹ اور ڈنڈا فوج کو توڑ کر رکھ دے۔ میں حیران ہوں کہ ہمارے لئے تو ڈنڈا رکھنا جرم مگر قادیان میں ڈنڈا فوج رہ سکتی ہے اور فوج کے علاوہ عورتوں تک کو چاند ماری سکھلائی جاسکتی ہے اور اگر قانون شکنی جائز ہے اور حکومت خود لوگوں کو قانون شکنی پر مجبور کرنا چاہتی ہے تو اسے گزشتہ واقعات کو یاد رکھنا چاہئے کہ اس کی ایسی روش نے ہی دار ورسن کو بوسہ دینے والے لاکھوں انسان پیدا کر دیئے اور سینکڑوں سولیوں پر چڑھ گئے اور ہزاروں نے اپنے سینے کو گولیوں کا نشانہ بنوا دیا اور اگر یہی لیل ونہار رہے تو اس کا نتیجہ سخت خطرناک ہوگا جس کی ذمہ دار حکومت ہوگی۔

سپاسنامہ میں حکومت کی غفلت کا رونا رویا گیا ہے۔ مسلمانوں کو سمجھ لینا چاہئے۔ نہ تم حکومت کی بے نیازی سے مٹ سکتے ہو اور نہ قادیانی حکومت کی امداد سے زندہ رہ سکتے ہو۔ جس شخص کی زندگی کا انحصار پولیس کی امداد پر ہو وہ کب تک زندہ رہ سکتا ہے۔ اس کا مٹ جانا مقدرات سے ہے۔ پس اگر تم زندہ رہنا چاہتے ہو تو بے خوف ہو کر کلمتہ الحق کو بلند کرو۔ پولیس اگر اپنے طور پر فرائض کو سمجھے تو جو چاہے انتظام کرے۔ ہم اس کے انتظامی معاملات میں دخل انداز نہیں ہو سکتے اور اگر کہو کہ میں پولیس سے امداد کی درخواست کروں تو یہ سنت نبوی کے خلاف ہے۔ میں تو اسی خداوند عالم سے امداد کی درخواست کروں گا کہ جس نے اس کائنات ارضی وسماوی کو اپنی قدرت کاملہ سے پیدا کر دیا اور جس نے فرعون جیسی مغرور ہستیوں کا سر توڑ کر رکھ دیا۔ بالآخر میں مسلمانوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ جنہوں نے اس گرمی کے موسم میں ہمارا استقبال کیا۔ اس کے بعد پولیس کا شکریہ ادا کرنا بھی ضروری ہے۔ کیونکہ پولیس سے ہمارا ہمیشہ سے واسطہ

چلا آیا ہے۔ میں پولیس کی ایک خوبی کا ضروری معترف ہوں تم تو میری تقریر کے بعد مختلف بولیاں بولو گے کہ مولوی صاحب نے یوں کہا۔ مولوی صاحب نے یوں کہا۔ مگر پولیس میری تقریر حرف بحرف حکومت تک پہنچائے گی۔ پس میں آخری الفاظ میں اپنا پیغام حکومت تک پہنچانا ضروری سمجھتا ہوں کہ ہم قادیان میں کوئی بدامنی پیدا کرنا نہیں چاہتے۔ ہم نے بھولے بھٹکے انسانوں کو جہنم کی دہکتی ہوئی آگ سے بچانے کا تہیہ کیا ہوا ہے اور احسن طور پر تبلیغ کریں گے ہم کو تو کشمیر اور کپورتھلہ کی طرف سے فرصت نہیں مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ اگر کوئی ہم سے الجھنا چاہے تو ہم میدان سے بھاگ جائیں گے۔ ہم میدان سے بھاگنے والے نہیں۔ تقریر کے بعد ایک قادیانی نے حضرت مولانا کے دست حق پرست پر اسلام قبول کیا اور دعا کے بعد جلسہ اختتام پذیر ہوا۔ (مضامین رئیس الاحرار ص۸۴تا۹۸)

رئیس الاحرار سے ڈر کر مرزا بشیرالدین کے بھاگنے پر مولانا ظفر علی خان کی نظم

رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی کے قادیان میں داخلے اور مسلسل مرزائیت کے تعاقب نے تمام مرزائیوں کو ہراساں کر دیا تھا۔ چنانچہ ایک دفعہ رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی وزیرآباد تشریف لے گئے۔ جب واپسی پر وزیرآباد ریلوے اسٹیشن پر پہنچے تو وہاں مرزا غلام احمد قادیانی کا بیٹا اور مرزائیوں کا خلیفہ دوم مرزا بشیرالدین محمود بھی تھا۔ جب مرزا بشیرالدین محمود نے رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی کو دیکھا تو وہاں سے اس طرح بھاگا جیسے لاحول پڑھنے سے شیطان بھاگ جاتا ہے۔ یہ واقعہ جب مولانا ظفر علی خان صاحب کو معلوم تو انہوں نے اس پر یہ اشعار قلم بند کئے۔

شیر خدا کا ایمان

(از: مولانا ظفر علی خان صاحب)

جس کے ایثار سے ملت کی دوبالا ہوئی شان ۔۔۔ اس جماعت کے ہیں سردار حبیب الرحمٰن
ان کے ماحول کو لاحول سے دیجئے تشبیہ ۔۔۔ کہ ہوا پاس بھٹکتے ہی کفرو شیطان
جمع ٹوڈی ہوں جہاں گر یہ پہنچ جائیں وہاں ۔۔۔ نہیں ممکن کہ کسی طرح وہ ماریں میدان
تختہ دیتے ہیں الٹ سارے وفاداروں کا ۔۔۔ آتے ہی ان کے خطا ہوتے ہیں سب کے اوسان
کاسہ لیسان جہاں کی رگ جاں کے حق میں ۔۔۔ دم شمشیر ہے اس شیر خدا کا ایمان

رئیس الاحرار کے قادیان میں سب سے پہلے خطاب پر منظوم خرام عقیدت

ایک نظم جو رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی کے قادیان میں سب سے پہلے خطاب سے واپسی پر موصول ہوئی۔ (بعض حضرات شاعر کے طور پر مولانا ظفر علی خاں کا نام لیتے ہیں اور بعض علامہ انور صابری کا)

ہے تو بطل حریت اور شیر ہے احرار کا ۔۔۔ تو ہے دشمن دین کے اور قوم کے غدار کا
تو حبیب قوم ہے اور قوم تجھ کو حبیب ۔۔۔ تجھ پہ چل سکتا نہیں جادو کبھی اغیار کا
تیری درویشی کے قصے ہیں زباں زد عام اب ۔۔۔ تیری استغناء بھی ہے اک سلسلہ اخیار کا

تو نے ختم المرسلینؐ کے نام کو اونچا کیا
تو بنا ہے ترجماں صدیقؓ کے افکار کا
برملا تو نے کہا جو کچھ کہا ہاں سچ کہا
ہے سب زمانہ معترف اس جرأت اظہار کا
لرزہ براندام ہیں ختم نبوت کے رقیب
ہے بنا جب سے تو قائد مجلس احرار کا
قادیاں میں جا کے توڑا جبر تو نے جھوٹ کا
ہر طرف شہرہ ہے تیرا اور تری للکار کا

قادیان میں احرار دفتر کا قیام

رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی مرحوم کی جانب سے قادیان میں مردانہ وار داخلے سے جہاں علاقے کے مسلمانوں کے حوصلے بلند ہوئے وہیں جھوٹی نبوت کے پیروکاروں میں کھلبلی مچ گئی۔ رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی نے قادیان میں داخل ہوتے ہی اس بات کا عزم کرلیا تھا کہ انگریز کے اس خودکاشتہ پودے کو اب ہر حال میں سرنگوں کرنا ہے۔ نیز دشمن پر ضرب درضرب لگانے کی حکمت عملی کے تحت آپ کے حکم پر چند ہی دن میں ایک اور جلسہ احرار نے وہاں منعقد کیا۔ جس کی صدارت مولانا عبدالغفار غزنوی نے فرمائی۔ نیز اس کے بعد ایک اور جلسہ منعقد کیا گیا۔ جس کی قیادت مولانا بہاء الحق قاسمی کے سپرد کی گئی اور پھر رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی نے قادیان میں احرار کانفرنس کا اعلان کر دیا جو کہ تحریک تحفظ ختم نبوت کی تاریخ میں آج بھی ایک روشن باب کی طرح محفوظ ہے۔

رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی نے اس ضمن میں ملک بھر کے علمائے کرام کو ایک اپیل بھی جاری فرمائی۔

رئیس الاحرار کی مرزائیت کے تعاقب کے لئے علماء اسلام سے اپیل

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ میں سے ہر شخص پورے اخلاص اور دیانتداری کے ساتھ عقائد مرزائیہ کی تردید کے لئے پوری پوری کوشش کر رہا ہے۔ مگر مجھے یہ دیکھ کر حیرت ہو رہی ہے کہ آپ حضرات اپنے سامنے یہ دیکھ رہے ہیں کہ حکومت مسلمانوں کے حقوق کے نام پر مرزائیوں کو بڑی بڑی ملازمتیں دے رہی ہیں۔ لیکن آپ حضرات نے کبھی اس طرف توجہ نہیں فرمائی۔

مرزائیت عوام کے اندر فنا ہو چکی ہے اور اس کی مذہبی تبلیغ تحریک احرار اور زمیندار کی مسلسل کوششوں کی وجہ سے میدان میں شکست کھا چکی ہے۔ اب مرزائیت کی تبلیغ اور ترویج کا ذریعہ حکومت کی امداد ہے۔ یعنی حکومت مرزائیوں کو بلند سے بلند عہدے دے کر مسلمانوں پر یہ ثابت کر رہی ہے کہ جو مسلمان اس زمانہ میں ملازمت چاہے وہ مرزائی مذہب اختیار کرے۔ اس سلسلہ میں یہ وحشت ناک خبر سنی گئی ہے کہ عنقریب وائسرائے کی ایگزیکٹو کونسل میں میاں سرفضل حسین کی جگہ چوہدری ظفر اللہ قادیانی کو ممبر بنایا جائے گا۔

مجھے معاف فرمایا جائے۔ اگر میں یہ کہوں کہ آپ حضرات کے نزدیک کسی مسجد میں ایک مرزائی کا داخل ہونا خطرہ کا باعث ہوتا ہے۔ لیکن کسی مرزائی کا حکومت میں عہدہ حاصل کر لینا اتنا خطرناک نہیں۔ حالانکہ اس زمانہ میں مسجد کے امام کی آواز حکومت کے عہدیدار کے مقابلہ میں کوئی اثر نہیں رکھتی۔ آپ صاحبان یقین رکھئے کہ اگر خدانخواستہ ظفر اللہ مرزائی وائسرائے کی ایگزیکٹو کونسل کا ممبر

بن گیا تو ہزاروں تعلیم یافتہ مسلمان صرف اس کی خوشنودی مزاج کے لئے ہی مرزائی ہو جائیں گے۔ جس کے خوفناک نتائج کا مقابلہ کرنا آپ کے بس کی بات نہ ہوگی۔

اندریں حالات آپ کا فرض ہے کہ آپ پوری قوت کے ساتھ حکومت پر یہ واضح کر دیں کہ تمام مرزائی دائرہ اسلام سے خارج ہیں اور حکومت کا کسی مرزائی کو مسلمانوں کے نام پر کسی قسم کا عہدہ یا ملازمت دینا اسلامی حقوق کے ساتھ انتہائی بے انصافی اور ظلم ہے۔

آپ حضرات کو صاف طور سے حکومت پر یہ واضح کر دینا چاہئے کہ اگر ظفر اللہ ایگزیکٹو کونسل کا ممبر بنایا گیا تو ہم یہ سمجھنے پر مجبور ہوں گے کہ حکومت در پردہ مرزائی مذہب کو فروغ دے کر مسلمانوں کے عقائد کو فنا کرنا چاہتی ہے۔

سنئے! مرزائیت کیوں زندہ ہے؟ اس لئے نہیں کہ مسلمان انہیں کافر سمجھتے ہیں بلکہ صرف اس لئے کہ جو جماعتیں مسلمانوں کی نمائندہ جماعتیں ہونے کی دعویدار ہیں۔ ان میں مرزائیوں کو نہ صرف ممبر بنایا گیا بلکہ عہدے بھی دیئے گئے۔ چنانچہ مختلف مقامات کی انجمن ہائے اسلامیہ میں ان کو بطور ممبر یہ عہدیدار جگہ دی گئی۔ یہی ظفر اللہ قادیانی ضلع سیالکوٹ کی طرف سے بلا مقابلہ مسلمانوں کے ووٹ پر پنجاب کونسل کا ممبر منتخب ہوتا رہا۔ جس کی وجہ سے یہ سمجھا گیا کہ صرف چند صوفیاء اور علماء مرزائیوں کو کافر کہتے ہیں۔ ورنہ اگر مرزائی حقیقتاً کافر ہوتے تو کوئی مسلمان جماعت نہ تو ان کو اپنا ممبر بناتی اور نہ کوئی عہدہ دیتی اور نہ ہی کوئی مرزائی مسلمانوں کے ووٹ پر کونسل میں جاتا۔

ان حالات کے ذکر کے بعد مزید تفصیل کو چھوڑتے ہوئے میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ جب تک آپ حضرات حسب ذیل طریقوں سے مرزائیت کی اعلانیہ مخالفت نہ کریں گے۔ اس وقت تک حکومت ان کا ساتھ نہ چھوڑے گی۔

۱...... آپ اعلان کریں کہ کسی سوشل مذہبی سیاسی انجمن میں کسی مرزائی کو نہ تو ممبر بنایا جائے اور نہ کوئی عہدہ دیا جائے۔

۲...... کسی مرزائی کو میونسپل کمیٹی، ڈسٹرکٹ بورڈ کونسل، اسمبلی میں مسلمانوں کی طرف سے نمائندہ منتخب نہ ہونے دیا جائے اور جو مسلمان جماعت کسی مرزائی کو اپنا ممبر یا عہدہ دار بنائے اس جماعت کا تمام مسلمان بائیکاٹ کر دیں اور اس کو ایک پائی کی امداد نہ دیں۔

میں آپ حضرات کو یقین دلاتا ہوں کہ اگر آپ ان دو طریقوں سے مرزائیت کو شکست دینے کی کوشش کریں گے تو مرزائیت آپ کے سامنے ہی فنا ہو جائے گی۔

۳...... آپ کو یہ جان کر خوشی ہوگی کہ مجلس احرار اسلام ہند نے اپنے ماتحت شعبہ تبلیغ مجلس احرار اسلام ہند (جس کا صدر دفتر امرتسر میں ہے) قائم کر دیا ہے۔ جس کو سیاسیات ملکی سے کوئی تعلق نہ ہوگا تاکہ ہر خیال کا مسلمان اس میں شریک ہو سکے۔ اس شعبہ تبلیغ کے ماتحت قادیان میں مجلس احرار اسلام قائم کرائی گئی ہے۔ خاص قادیان میں مسلمانوں کے اس تبلیغی مشن کو قائم ہوئے تقریباً ایک سال گزر چکا ہے۔ چونکہ شعبہ تبلیغ کی سالانہ رپورٹ شائع ہونے والی ہے۔ اس لئے میں اختصاراً ان خدمات کا ذکر کرتا ہوں جو اس قلیل عرصہ میں بفضلہ باری تعالیٰ انجام دی گئیں۔

۱...... مبلغین کی اسلامی مسجد میں درس قرآن کریم۔

۲...... مبلغین کلاس جس میں ۱۴ طلباء ٹریننگ حاصل کر رہے ہیں۔

۳...... جامعہ محمدیہ جس میں مسلمانوں کے بچوں کو فی الحال پرائمری تک تعلیم دی جاتی ہے تعداد طلباء ۸۵ ہے۔

۴...... مسجد احرار تیار کی گئی۔

۵...... متعدد مرزائی تائب ہوئے اور بہتوں کو مرزائیت کا شکار ہونے سے بچایا گیا۔

۶...... ملحقہ دیہات میں تبلیغی دورے کئے گئے۔

۷...... جامع مسجد میں اہل سنت والجماعت اب ڈیڑھ ہزار مسلمان نماز جمعہ میں شریک ہونے کے لئے مضافات قادیان سے تشریف لاتے ہیں۔

۸...... مجلس احرار قادیان کے دفتر پر جھنڈا لگایا گیا۔

۹...... اس عرصہ میں تین جلسے ہو چکے ہیں۔ (۱) پہلی مرتبہ میں خود قادیان گیا۔ (۲) دوسرے جلسہ میں مولانا عبدالغفار صاحب غزنوی اور (۳) تیسرے میں مولانا محمد بہاء الحق صاحب قاسمی۔ ہر جلسہ میں ہزارہا کی تعداد میں مسلمان شریک ہوتے رہے۔

۱۰...... تین علماء خاص قادیان میں مستقل طور پر متعین ہیں۔ شعبہ تبلیغ نے مسلمانوں کے تبلیغی نظام کو منظم کرنے کے لئے متعدد علماء کام کی خدمات حاصل کر لی ہیں تاکہ ہر جگہ کے مسلمانوں کو تبلیغی جلسوں کے لئے کسی دقت کا سامنا نہ ہو بلکہ مسلمانوں کے لئے مبلغین کا ایک مرکز موجود ہو۔ نیز آپ یہ سن کر اور زیادہ خوش ہوں گے کہ عنقریب بتاریخ ۲۱،۲۲،۲۳ر اکتوبر ۱۹۳۴ء کو خاص قادیان میں شعبہ تبلیغ کی طرف سے مسلمانوں کا ایک عظیم الشان جلسہ ہونے والا ہے۔ جس میں آپ صاحبان کی شرکت ضروری ہے تاکہ ہم یہ ثابت کر سکیں کہ باوجود اختلاف عقائد ہندوستان کے تمام علماء ومشائخ مرزائیوں کو خارج از اسلام سمجھتے ہیں اور حکومت یہ سمجھ لے کہ مرزائیوں کی حمایت کرنا تمام مسلمانوں کو چیلنج کرنا ہے۔

مجھے پوری توقع ہے کہ آپ اس تبلیغی نظام کی رکنیت خود قبول فرمائیں گے اور اپنے متعلقین کو ہر قسم کی امداد دینے کی تلقین فرمائیں گے۔ وقت کی اہم ترین ضرورت یہ ہے کہ ظفر اللہ قادیانی کے وائسرائے کی ایگزیکٹو کونسل میں تقرر کے خلاف پبلک جلسے کر کے قرارداد پاس کرائی جائے اور وائسرائے ہند کو شملہ اور وزیر ہند کو لندن کے پتہ پر تار مختصر مضمون کے دیئے جائیں۔

ظفر اللہ قادیانی کے وائسرائے کی ایگزیکٹو کونسل میں تقرر کی خبر پر مسلمانوں نے انتہائی رنج کا اظہار کیا۔ مفصل کارروائی جلسہ بذریعہ ڈاک ارسال کی جاتی ہے۔ یہ الفاظ تار میں جائیں اور باقی مفصل کارروائی ڈاک میں روانہ کریں۔ مگر یہ خیال کریں کہ لندن کو ہوائی ڈاک میں خط جانا چاہئے۔ امید ہے کہ آپ حضرات فی الفور خود بھی اس کام کو انجام دیں گے اور اپنے متعلقین کو اس کام کے انجام دینے کی تاکید کریں گے۔ میں یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ اس وقت تساہل یا سستی سے کام لیا گیا تو اس کے نتائج ناقابل برداشت ہوں گے۔

اسی سلسلہ میں ایک ضروری کام یہ بھی ہے کہ حسب ذیل مضمون کا ایک مسودہ لکھئے اور مسلمانوں کے دستخط کروا کر وزیر ہند اور وائسرائے کو فوراً ارسال کیجئے۔ مسودہ اردو میں لکھتا ہوں مگر اس کو انگریزی میں کر لیا جائے۔ نیچے دستخط انگریزی اور نشان انگوٹھا جیسے دستخط کنندہ کرے کروائے جائیں۔

’’چوہدری ظفر اللہ قادیانی مرزا غلام احمد قادیانی کا مرید ہے۔ مرزائی مذہب کے نزدیک ہر وہ شخص دائرہ اسلام سے خارج

ہے جو مرزا غلام احمد قادیانی کی نبوت کا اقرار نہ کرے۔ اس لئے مرزائی نہ کسی مسلمان کا جنازہ پڑھتے ہیں نہ کسی مسلمان امام کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں۔ مرزائی خود بھی اپنے آپ کو مسلمانوں میں شامل نہیں سمجھتے۔ تمام دنیا کے علماء ان کو خارج از اسلام سمجھتے ہیں۔ اس لئے چوہدری ظفر اللہ کو وائسرائے کی ایگزیکٹو کونسل کا ممبر بنانا مسلمانوں کے حقوق پر صریحاً ظلم ہے۔ ہم دستخط کنندگان گورنمنٹ سے پرزور مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ کسی مرزائی کو مسلمانوں کے نام پر کوئی عہدہ اور ملازمت نہ دے۔''

مجھے توقع ہے کہ آپ حضرات میری اس کمزور اور بے ربط آواز پر عمل فرما کر ملت اسلامیہ کی بہت بڑی خدمت سرانجام دیں گے۔

نوٹ: قادیان کے جلسہ میں شرکت فرمانے والے اصحاب فوراً دفتر شعبہ تبلیغ مجلس احرار اسلام ہند امرتسر کے پتہ پر اطلاع دیں۔ جملہ خط وکتابت بھی اسی پتہ پر کریں۔

حبیب الرحمٰن لدھیانوی

صدر مجلس احرار اسلام ہند لاہور

۲۹ر اگست ۱۹۳۴ء

قادیان میں احرار کانفرنس

رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی کی منشاء کے مطابق قادیان میں عظیم الشان احرار کانفرنس کا انعقاد کیا گیا۔ جس میں پورے ملک سے احرار رضا کار اور علمائے کرام شامل ہوئے۔ اس کانفرنس نے جھوٹی نبوت کے قصر کی بنیادیں تک ہلا دیں۔ اس تاریخی کانفرنس کی صدارت کے لئے امیر شریعت حضرت مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری نے مولانا ظفر علی خاں صاحب کا نام تجویز کیا تھا۔ لیکن مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی کی رائے یہ تھی کہ اس کی صدارت امیر شریعت کریں۔ اس بات پر ساتھیوں میں خاصی تکرار رہی۔ بالآخر رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی نے لدھیانہ سے امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری کے نام پیغام بھیجا کہ میرا حکم ہے کہ قادیان کانفرنس کی صدارت آپ کریں۔ بس!

اس حکم پر سر تسلیم خم کر دیا گیا۔ تاریخ کا یہی وہ موڑ ہے جہاں مولانا ظفر اللہ خاں مجلس احرار سے علیحدہ ہوئے۔

(بحوالہ مضامین رئیس الاحرار، حیات امیر شریعت ص ۴۱۸)

دشمن کا اعتراف

رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی کی قیادت میں قادیانیت کے خلاف مجلس احرار اسلام ہند کی تحریک کی جہاں اسلامی مؤرخین نے تعریف کی ہے وہیں دشمن نے بھی اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ احرار نے قادیانیت کی جڑیں ہلا دیں ہیں۔ چنانچہ اس ضمن میں انگلینڈ کی پارلیمنٹ میں ۱۲ر اگست ۱۹۳۵ء کو احراریوں کی سختی کے متعلق پیش کی گئی تاریخی رپورٹ مندرجہ ذیل ہے۔ ''لندن ۱۲ر اگست ۱۹۳۵ء آج دارالعلوم (پارلیمنٹ) میں مسٹر سی ایماٹ (کنزرویٹو) کے سوال کا جواب دیتے ہوئے مسٹر ہٹلر (ڈپٹی پرائم منسٹر) ہند نے کہا کہ گزشتہ موسم سرما سے احراریوں کی معاندانہ سرگرمیوں کی وجہ سے جماعت احمدیہ قادیان میں سخت ہیجان پھیلا ہوا ہے جو بدقسمتی سے ابھی تک جاری ہے اور حکومت پنجاب اس پر غور کر رہی ہے۔''

نیز اس کے علاوہ برٹش امپائر ورکرز کونسل نے بھی اظہار نفرت کا ریزولیوشن ستمبر ۱۹۳۹ء کو پاس کیا ہے۔ جس کا ذکر اخبار الفضل قادیان نے اپنے ۱۴ر ستمبر ۱۹۳۹ء کے شمارے میں کرتے ہوئے تفصیل سے لکھا ہے کہ جماعت احرار کے لوگ جو انتہا پسند ہیں ان کے مظالم کے خلاف جو احمدیہ جماعت قادیان پر کئے جا رہے ہیں۔ امپائر ورکرز کونسل احتجاج کرتی ہے اور پارٹی کے ذمہ داران جلد ہی اس ضمن میں ایک نوٹ تیار کر کے پارلیمنٹ میں پیش کرے گی۔

مؤرخین کا اعتراف

خانوادہ علمائے لدھانہ نے یوں تو علمی اور عملی میدان میں ہر دور میں جوہر دکھائے۔ فتاویٰ قادریہ ۱۸۵۷ء سے لے کر احسن الفتاویٰ تک ایسی لاتعداد کتابیں ہیں جو علمائے لدھیانہ کی علمی بصیرت کی روشن دلیل ہے۔ میدان جہاد میں بھی لدھیانہ کے علمائے کرام شمشیر بدست نظر آتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ علمائے لدھیانہ کی خدمات میں سب سے بڑی اور روشن خدمت فتنۂ قادیانیت سے نہ صرف ٹکر لینا ہے بلکہ اس سے پوری امت مسلمہ کو ہوشیار کرنا ہے۔

راقم الحروف یہ بات واضح کر دینا چاہتا ہے کہ جس دور میں حضرت مولانا محمد صاحب لدھیانوی نے مرزا غلام احمد قادیانی کی جھوٹی نبوت کے خلاف اوّل فتوائے تکفیر جاری کیا۔ وہ ایسا دور تھا کہ جب ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کی ناکامی کے بعد پورے ملک پر سکتہ طاری تھا اور انگریزی ظلم وتشدد عروج پر تھا اور کسی میں یہ ہمت نہیں تھی کہ علی الاعلان انگریز کے خود کاشتہ پودے کو اکھاڑ پھینکنے کا جوہر دکھاتا لیکن علمائے حق علمائے لدھیانہ نے اپنے عمل سے یہ واضح کر دیا کہ آوازِ حق کبھی کسی حکومت سے خوفزدہ نہیں ہوتی۔

اس ضمن میں ''حقیقت مذہب قادیانیت اور قادیانی کافر ومرتد کیوں'' کے مصنف جناب محمد قمر خاں صاحب رامپوری ایم۔اے، بی۔ایس۔سی، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ اپنی کتاب کے پیش لفظ میں لکھتے ہیں: ''لیکن غدر ۱۸۵۷ء کے ملک گیر ناکام جہاد عظیم کے بعد انگریزی حکومت کسی نئے غدر کے تصور سے بھی لرزاں تھی۔ لہٰذا بڑے غور وفکر کے بعد سرکار نے ایک منصوبہ دعویٰ نبوت ترتیب دیا اور اس کا منشور ''تحریک حرمت جہاد واطاعت سرکار'' قرار دے کر مرزا غلام احمد قادیانی کے حوالے کر دیا۔ جس نے سرکار کی سرپرستی اور غیر معمولی سیکورٹی میں بڑے شاطرانہ انداز سے تدریجاً دعوے پر دعوے کئے اور ۱۹۰۱ء میں ''اوتار محمدیہ'' بن کر دعویٰ رسالت وخاتم النّبیین کر ڈالا اور اعلان کیا کہ: ''اس کی شریعت میں جہاد قطعاً حرام ہے اور اطاعت سرکار سے منحرف کافر وجہنمی ہے۔'' اور اس طرح برطانوی منصوبہ سوفیصدی کامیاب رہا اور انگریز بے خوف وخطر ۱۹۴۷ء تک ملک کو لوٹتے اور دادِ عیش دیتے رہے اور ہر چند کہ علمائے لدھیانہ نے سربکف ہو کر ۱۸۸۴ء میں مرزا غلام احمد قادیانی کے خلاف سب سے پہلے فتوائے تکفیر بھی جاری کر دیا اور مفتی اعظم مکۃ المکرّمہ نے بھی اس فتویٰ کی تصدیق میں ایک فتویٰ جاری فرما دیا تھا۔ لیکن پھر بھی مدتوں علمائے ہندوستان سرکار برطانیہ کے اس ''خود کاشتہ پودے'' کی بیخ کنی سے کتراتے رہے۔''

۱۹۳۴ء میں رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی کی جانب سے جماعت احرار اسلام کی تمامتر توانائیاں فتنہ قادیانیت کے خلاف استعمال میں لائی گئیں اور علمائے لدھیانہ کے اس فرزند نے انگریز حکومت پر ایک بار پھر یہ بات واضح کر دی کہ

انجام خواہ کچھ ہو آواز حق میں لغزش پیدا نہیں ہوسکتی۔ اکابرین دارالعلوم دیوبند نے متعدد موقعوں پر احرار اور بالخصوص رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی کو داد تحسین دیتے ہوئے یہ بات مجمع عام میں کہی ہے کہ برصغیر میں فتنۂ قادیانیت کو بے نقاب کرنے کا سہرا علمائے لدھیانہ اور پھر مجلس احرار اسلام کے سر ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کا یہ فضل ہے کہ آج بھی ملک کے طول وعرض میں قادیانیت کے دانت کھٹے کرنے والے فرزندان اسلام میں علمائے لدھیانہ اور مجلس احرار اسلام مقدمۃ الجیش کی حیثیت رکھتے ہیں۔ (قافلہ علم وحریت ص۱۴۹تا۱۶۹)

تحریک ختم نبوت، جواہر لال نہرو اور قادیانی

ذیل میں مذکورہ کتاب سے ایک اقتباس پیش خدمت ہے جس سے بخوبی پتہ چلتا ہے کہ قیام پاکستان کے بعد بھی ''انڈیا'' میں مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی قادیانی فتنہ کے تعاقب سے غافل نہ تھے۔ ملاحظہ ہو:

پاکستان کی تحریک ختم نبوت پر نہرو کو جواب

۱۹۵۳ء میں پاکستان میں برپا ہوئی تحریک تحفظ ختم نبوت، ایک عظیم تحریک جس میں علمائے اسلام نے نومولود اسلامی مملکت کے اندر فتنۂ قادیانیت کا نہ صرف ڈٹ کر مقابلہ کیا بلکہ یہ بات واضح کردی کہ اسلامی سلطنت میں قادیانیوں کا عمل دخل برداشت نہیں کیا جاسکتا۔ پاکستان میں تحریک تحفظ ختم نبوت عروج پر تھی۔ جس کی خبریں لگاتار ہندوستانی اخبارات کی سرخیاں بن رہی تھی اور قادیانیوں نے یہ پروپیگنڈہ شروع کردیا ہے کہ یہ تحریک تنگ نظری پر مبنی ہے اور محض فرقہ واریت پھیلانے کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔ چونکہ اس وقت پاکستان میں حکومت کے کلیدی عہدوں پر قادیانی کافی تعداد میں قابض تھے۔ اس پروپیگنڈے کا بیرونی دنیا پر اثر ہونا لازمی تھا۔

چنانچہ ہندوستان کے وزیراعظم پنڈت جواہر لال نہرو نے اس ضمن میں ایک بیان جاری کردیا کہ یہ تحریک (تحریک تحفظ ختم نبوت ۱۹۵۳ء) تنگ نظری پر مبنی ہے۔

جواہر لال نہرو کے اس بیان سے ہندوستان کے مسلم حلقوں میں تشویش کی لہر دوڑ گئی اور پھر تاریخ اس بات کی گواہ بنی کہ ایک بار پھر حکومت کے سامنے عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے ہندوستان میں پہلا قدم علمائے لدھیانہ کے فرزند نے اٹھایا۔ رئیس الاحرار نے نہ صرف تحریراً بلکہ علی الاعلان جواہر لال نہرو کے بیان کی تردید فرمائی اور ایک خط جواہر لال نہرو کو لکھا جو کہ حسب ذیل ہے:

محترم گرامی جناب پنڈت جواہر لال نہرو صاحب

تسلیمات! آپ کا وہ بیان میری نظر سے گزر جس میں آپ نے فرمایا کہ پاکستان میں ختم نبوت کی تحریک تنگ نظری پر مبنی ہے۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ آپ کے بیان کا یہ ترجمہ صحیح ہے یا نہیں۔

مجھے تو حیرت اس بات پر ہے کہ آپ نے ایک خاص مذہبی معاملے میں کس طرح اظہار خیال فرمایا۔ یہ بات تسلیم کرلی گئی ہے کہ کوئی شخص کسی جماعت میں اس وقت تک نہیں رہ سکتا۔ جب تک کہ وہ اس جماعت کے بنیادی عقائد پر یقین نہ رکھتا ہو۔ مثلاً کانگریس میں وہ شخص نہیں رہ سکتا جو اس کی جماعتی ڈسپلن کو نہ مانتا ہو۔ اسی بناء پر بہت سے سچے اور پکے کانگریسی کانگریس سے علیحدہ کردیئے گئے۔

چونکہ وہ کانگریس کے نظام کے پابند نہیں رہے۔ حالانکہ وہ گاندھی جی کے تمام بنائے ہوئے دستور کو صحیح سمجھتے ہیں۔ مگر صرف ڈسپلن کے نہ ماننے کی وجہ سے وہ کانگریس سے علیحدہ کر دیئے گئے۔ اسی لئے اسلام میں ہر وہ شخص بطور مسلمان کے رہ سکتا ہے جو اس کے بنیادی عقائد پر یقین رکھے۔ اسلام کسی فرقہ یا سوسائٹی کا نام نہیں بلکہ چند عقائد کا نام ہے جو ان کو سچے دل سے قبول کرے اور ان کا اقرار کرے۔

ختم نبوت کا مسئلہ کوئی پاکستان کا ہی مسئلہ نہیں ہے بلکہ یہ تمام عالم اسلام کا بنیادی اور مشترک مسئلہ ہے جو اسلام کے چار بنیادی اصولوں میں سے ایک ہے جو حسب ذیل ہیں:

۱...... اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہ کی جاوے۔

۲...... مرنے کے بعد آخرت کا یقین رکھنا۔

۳...... تمام پیغمبروں پر ایمان لانا، خواہ وہ دنیا کے کسی حصہ پر تشریف لائے ہوں۔

۴...... حضرت محمد ﷺ کو خدا کا آخری پیغمبر ماننا کہ ان کے بعد کوئی پیغمبر نہیں آئے گا۔

جو شخص ان عقیدوں میں سے کسی ایک کا بھی منکر ہوگا وہ اسلام سے قطعی طور پر خارج سمجھا جاوے گا اور نہ اسے مسلمانوں کی سوسائٹی میں مسلمان کہلا کر رہنے کا حق ہوگا۔ جو شخص مسلمان ہوتے ہوئے کسی معنی میں بھی اپنے آپ کو پیغمبر یا نبی کہے وہ اسلام کا باغی سمجھا جائے گا اور قانون اسلام میں وہ کافر اور مرتد قرار دیا جاوے گا۔ قادیانیوں کی جماعت ایک ایسی جماعت ہے جو ہمیشہ اس بات کا اعلان کرتی ہے کہ وہ مسلمانوں کو اس بناء پر غیر مسلم سمجھتی ہے کہ وہ مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی نہیں مانتے۔ چنانچہ قادیانیوں نے مسٹر جناح اور لیاقت علی کے نماز جنازہ میں اسی بنیاد پر شرکت نہیں کی کہ وہ مسٹر جناح اور لیاقت علی کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھتے ہیں اور وزارتی کمیشن کے سامنے بھی قادیانیوں نے اپنا مطالبہ پیش کیا تھا کہ ان کو ہندوستان میں اقلیت کے تسلیم کرانے کی کوشش کی تھی جس میں وہ کامیاب نہ ہو سکے۔ یہ جماعت (قادیانی) دانستہ اور ارادتاً فرقہ واریت کو پھیلاتی ہے اور پچھلے پانچ برس میں مسلمان عوام سے اسلام کے نام پر قوت حاصل کرتے رہے ہیں اور مزید کرنا چاہتے ہیں۔ مجھے اس سے اختلاف کی کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی کہ وہ جو کچھ مانیں وہ پاکستان کے ایک شہری کی حیثیت سے مانگیں۔ نہ کہ اپنی خواہشات کو پورا کرنے کے لئے اسلام کو استعمال کریں۔ میری یہ ہرگز خواہش نہیں ہے کہ آپ تحریک کی حمایت کریں۔ لیکن میری یہ استدعا ضرور ہے کہ آپ یہ کہہ کر ختم نبوت کی تحریک تنگ نظری پر مبنی ہے۔ دنیائے اسلام کے مسلمانوں کو دکھ نہ پہنچاویں۔

(مولانا) حبیب الرحمٰن لدھیانوی

۲۸؍ مارچ ۱۹۵۳ء، کوچہ رحمان، بلی ماران، دہلی

اس تاریخ خط کی تمام ملک کے اخبارات میں عام اشاعت بھی ہوئی۔ رئیس الاحرار کے اس فوری اقدام سے دو فائدے حاصل ہوئے۔ اوّل قادیانی جھوٹا پروپیگنڈہ کر کے حکومت ہند سے بین الاقوامی سطح پر سیاسی مدد حاصل کرنا چاہتے تھے۔ جس کے دروازے بند ہو گئے۔ دوم عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے ایک عرصے کے بعد پھر ملک کے مسلمانوں میں بیداری آ گئی۔ سوم حکومت ہند پر یہ بات واضح ہو گئی کہ مسلمان اپنے عقیدہ میں ذرہ برابر دخل اندازی برداشت نہیں کریں گے۔ (قافلہ علم وحریت ص ۲۲۵،۲۲۶)

(۵۱۰) حبیب الرحمٰن لودھی (ہزارہ)،مولانا

(پیدائش:۵؍مئی۱۹۲۱ء ...... وفات:۲۲؍مارچ۱۹۹۶ء)

آپ کے والد مولانا عبدالحکیم فاضل دیوبند تھے۔مولانا حبیب الرحمٰن نے ابتدائی تعلیم مانسہرہ میں حاصل کی۔پھر جامعہ فتحیہ اچھرہ اوراورینٹل کالج لاہور سے تعلیم حاصل کی۔پھر جامعہ اسلامیہ ڈابھیل چلے گئے۔وہاں جن اساتذہ سے شرف تلمذ طے کیا۔ان میں مولانا عبدالرحمٰن امروہی، علامہ شبیر احمد عثمانی، مولانا سید محمد یوسف بنوری اور مولانا سید بدر عالم میرٹھی شامل تھے۔فراغت کے بعد گجرات کاٹھیاوار میں خطابت کی۔جب وطن واپس آئے تو ریاست امب کے نواب کے ظلم وستم کے خلاف تحریک چلائی۔اس پر آپ کو ریاستی تشدد کا نشانہ بننا پڑا۔قیام پاکستان کے بعد ریاستی نظام ختم ہوا تو عوام کو ظلم وستم سے نجات ملی۔اب آپ ایبٹ آباد منتقل ہوگئے۔گورنمنٹ سکول میں مدرس مقرر ہوئے اور ساتھ ہی جامع مسجد منڈیاں کے خطیب تعینات ہوئے۔۲؍اکتوبر۱۹۸۸ء کو آپ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ضلع ایبٹ آباد کے امیر منتخب ہوئے۔ناموس رسالت کے تحفظ اور فتنۂ قادیانیت کے خلاف آپ کی خدمات کبھی فراموش نہیں کی جاسکتیں۔آپ کی حق گوئی اور بے باکی کی وجہ سے آپ پر کئی مرتبہ قاتلانہ حملے ہوئے۔قادیانیوں اور قادیانی نواز حکمرانوں کے لئے آپ شمشیر بے نیام تھے۔ایبٹ آباد میں عالمی مجلس نے ابتدائی آٹھ سال میں جتنی کامیابیاں حاصل کیں ان میں مولانا حبیب الرحمٰن کا کلیدی کردار تھا۔ (اعجاز احمد،ایبٹ آباد)

(۵۱۱) حبیب الرحمٰن (ویسہ)،مولانا

(وفات:۱۹؍ستمبر۱۹۷۴ء)

مولانا حبیب الرحمٰن عرف ناظم صاحب موضع ویسہ علاقہ چھچھ میں پیدا ہوئے۔آپ کے والد بزرگوار مولانا سلطان محمود موضع طورو ضلع مردان سے ویسہ میں سکونت پذیر ہوئے۔دارالعلوم دیوبند سے فراغت ہوئی اور مسجد خاناں موضع ویسہ میں خطیب تھے۔جمعیۃ علماء اسلام علاقہ چھچھ کے ناظم رہے اور۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں بھرپور حصہ لیا اور۹ ماہ تک پابند سلاسل رہے۔طویل علالت کے بعد رمضان المبارک میں خالق حقیقی سے جاملے۔آپ کی آخری آرام گاہ ویسہ علاقہ چھچھ میں موجود ہے۔آپ نے ’’درہ زاہدیہ برفرقہ احمدیہ‘‘ میں تائیدی دستخط کر کے قادیانیت کی تکفیر پر مہر ثبت کی۔ (فتاویٰ ختم نبوت ج۲ص۲۸۸)

(۵۱۲) حبیب الرحمٰن ہزاروی،مولانا

(ولادت:۱۹۰۰ء ...... وفات:۱۹۵۹ء)

مولانا حبیب الرحمٰن ہزاروی۱۹۰۰ء جرید ہزارہ میں پیدا ہوئے۔آپ کے والد گرامی مشہور عالم دین مولانا محمد افغان تھے۔ابتدائی تعلیم مقامی علاقہ میں حاصل کی۔اعلیٰ تعلیم کے لئے دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا۔۱۳۴۵ھ میں دورۂ حدیث کی تکمیل کی۔رامپور، حیدرآباد دکن، بھلوال، سرگودھا ان شہروں میں تدریس اور خطابت کی ذمہ داریاں نبھائیں۔قیام پاکستان کے موقع پر

مہاجرین کی آبادکاری میں نمایاں خدمات انجام دیں۔تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء لاہور میں آپ نے قادیانیت کے خلاف تقریر کی۔جس کی پاداش میں ۹ماہ جیل میں رہے۔وہاں کی گرمی نے آپ کو شدید متاثر کیا۔دوسال کی علالت کے بعد اپنے وطن میں آپ کا انتقال ہوا۔جرید کے قبرستان میں آپ مدفون ہیں۔

(۵۱۳) حبیب اللہ(اخبارفروش یونین، لاہور)،مولوی

اخبارفروش یونین لاہور کے بانی صدر وقومی ورکر جناب حبیب اللہ نے تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء میں گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔آپ بہت متحرک وزیرک رہنماء تھے۔آپ کا ایک انٹرویو جمعہ میگزین روزنامہ پاکستان مؤرخہ ۱۳ر ستمبر ۱۹۹۱ء کوشائع ہوا۔جو یہ ہے:

مولوی حبیب اللہ بانی اخبارفروش یونین پاکستان، محض ایک شخصیت کا نام نہیں بلکہ یہ ایک ادارے، ایک انجمن اور ایک تحریک کا عنوان بھی ہے۔مولوی حبیب اللہ اس اعتبار سے پہلے اخبارفروشوں اور ہاکروں کی مشکلات ومصائب اور مسائل کا صحیح معنوں میں نہ صرف ادراک وانداز ہ کیا بلکہ ان کے تدارک اور حل کے لئے عملی منصوبہ بندی بھی کی۔اس راہ میں انہیں جن مشکلات ومصائب کا سامنا کرنا پڑا ان کی داستان دلخراش ہونے کے ساتھ ساتھ سبق آموز بھی ہے۔ان کی اس جدوجہد سے یہ احساس بھی جوان ہوتا ہے کہ اگر نصب العین کا تعین کرلیا جائے اور پھر عزم واستقلال کے ساتھ سفر کا آغاز کر دیا جائے تو راستے میں حائل ہونے والی مشکلات کے کوہ گراں بھی پارہ پارہ ہوجاتے ہیں۔

مولوی حبیب اللہ کی ان شبانہ روزمحنتوں کا ہی یہ ثمر ہے کہ آج ملک بھر کے اخبارفروش ایک پلیٹ فارم پرجمع ہو چکے ہیں اور آج انہیں جس قدر سہولتیں میسر ہیں، اتنی پہلے کبھی نہ تھیں۔مولوی صاحب کے شاگردوں کی تعداد گنی نہیں جاسکتی۔مگران کے عجز وانکسار کا یہ عالم ہے کہ وہ اس بات کا کریڈٹ خودنہیں لیتے بلکہ ہمیشہ یہی کہتے ہیں کہ ان کے دل میں اخبارفروش بھائیوں کی فلاح و بہبود کے لئے کام کرنے کی لگن پیدا ہوئی۔انہوں نے قدم اٹھایا اور پھر جو کچھ ہوا وہ سب اللہ رب العزت کی کرم فرمائی اوراس کی دی ہوئی توفیق سے ہوا۔مولوی صاحب ایک بہت بڑے دور کے عینی شاہد ہیں وہ بنفس نفیس اس دور میں سے گزرے ہیں۔برصغیر کے نامورصحافیوں، لیڈروں اور علماء ومشائخ کوانہوں نے بہت قریب سے دیکھا ہے اوران کی صحبتوں کے امین رہے ہیں۔انہیں بولتے ہوئے دیکھیں تو محسوس ہوتا ہے کہ اگر وہ اخبارفروش نہ ہوتے تو اعلیٰ درجے کے خطیب ہوتے۔بعض مشہور شخصیتوں سے ان کا بہت ملنا جلنا رہا جو برابری کی سطح پر تھا۔مولوی حبیب اللہ کا سینہ بے شماران کہی کہانیوں کا امین ہے ان کے دل ودماغ میں حیرت انگیز ہم آہنگی پائی جاتی ہے۔وہ خود کہتے ہیں کہ دماغ نے ممکن ہے سوچنے، سمجھنے اور فیصلہ کرنے میں ٹھوکر کھائی ہو۔لیکن بحمداللہ دل نے کبھی لغزش نہیں کھائی۔

مولوی صاحب کی طبیعت یوں تو ہمہ وقت حاضر رہتی ہے۔اک ذرا چھیڑیئے پھر دیکھئے کیا ہوتا ہے۔حال ہی میں ان سے ایک ملاقات کے دوران بھی ایسا ہی ہوا۔سلسلہ گفتگو نہ جانے کہاں کہاں سے گھومتا پھرتا ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت کی طرف آ گیا۔ مولوی حبیب اللہ کہنے لگے وہ بھی عجیب دور تھا۔بقول احسان دانش مرحوم مسجد کے مینار دم بخود تھے۔مندر کا کلس چمک رہا تھا۔اس دور ناپرساں میں جیسا جذبہ وعمل مسلمانان پاکستان کے اندر دیکھنے میں آیا اس کی مثال تحریک خلافت یا پھرتحریک پاکستان کے زمانے میں ہی ملتی ہے۔جب بچہ بچہ یک آواز ہوکر پاکستان کا مطالبہ کر رہا تھا مولوی صاحب چندساعت توقف کے بعد گویا ہوئے۔ایک واقعہ کا

پہلی بار آپ سے ذکر کرتا ہوں۔ بظاہر یہ ایک چھوٹا سا واقعہ ہے اور سننے والے اسے معمولی کہہ کر نظرانداز بھی کر سکتے ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس ایک معمولی واقعہ کے پیچھے نہ جانے کتنے دل دھڑک رہے تھے اور دماغ مضطرب تھے۔ آپ کو یاد ہوگا کہ مرحوم شورش کاشمیری کی یاد میں نوابزادہ نصراللہ خان کی صدارت میں لاہور کے جناح ہال میں ایک جلسہ ہوا تھا۔ کئی برس پہلے کی بات ہے اس جلسے میں مجھے بھی کچھ عرض کرنے کا موقع ملا۔ میں نے حاضرین کو بتایا کہ بھٹو دور میں جب ختم نبوت کی تحریک چل رہی تھی تو بھٹو صاحب مرزائیوں کے سوسالہ مسئلے کا حل پیش کرنا نہیں چاہتے تھے۔ بلکہ ایسا علماء کرام کے دباؤ اور غالباً عرب ممالک اور خاص طور پر سعودی عرب کے دباؤ کے پیش نظر انہوں نے مرزائیوں کو غیر مسلم قرار دیا۔ میرے ان ایمارکس پر صدر مجلس نوابزادہ نصراللہ خان نے بھی اثبات میں سر ہلایا۔ میں نے حاضرین کو مزید بتایا کہ بھٹو صاحب نے اس تحریک کو سبوتاژ کرنے کی بھی کوشش کی۔ ان کوششوں میں جن حضرات نے حصہ لیا ان میں فیصل آباد کے ایک مولوی صاحب (مجاہد الحسینی) بھی شامل تھے۔ اس قسم کے ایمان فروش لوگ اور علمائے سو ہر دور میں رہے ہیں جنہوں نے دنیا کی طلب میں دین کو ارزاں نرخ پر بیچا اور دنیا تو کہاں ملنی تھی، عاقبت بھی تباہ کر ڈالی۔ بہرحال تحریک کے دوران جب ایک روز میری ملاقات آغا شورش کاشمیری سے ہوئی تو انہوں نے مجھے اسی مولوی کی سرگرمیوں سے آگاہ کیا اور تفصیل سے بتایا کہ یہ شخص کس طرح تحریک ختم نبوت کو بھٹو حکومت کے اشارے پر نقصان پہنچانے کی کوشش میں مصروف ہے۔ میں ان مولوی صاحب کو جانتا تھا ان کے کام سے بھی واقف تھا۔ اس لئے آغا صاحب کی زبان سے ان کے کارنامے سے تو سخت دھچکا لگا۔ یقین نہ آیا کہ کوئی شخص زر و مال دنیا کی ہوس میں اس قدر اخلاقی پستی اور دیوالیہ پن کا مظاہرہ بھی کر سکتا ہے۔ لیکن کچھ عرصے بعد یقین آ ہی گیا کہ آغا صاحب جو کہتے تھے وہ حرف بحرف درست تھا۔

ان مولوی صاحب کے کردار کی تصدیق یوں ہوئی کہ مولانا ظفر علی خان مرحوم و مغفور کا یوم منانے کے سلسلے میں میری ملاقات اس وقت کے وزیر اطلاعات ونشریات مولانا کوثر نیازی سے اسلام آباد میں ہوئی تو میں نے اسی مولوی کو کورنش بجالاتے ہوئے پایا۔ بہرکیف یہ تھے وہ حالات کہ کسی پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا کہ کون تحریک ختم نبوت سے مخلص ہے اور کون اندرخانے اپنی قیمت وصول کر چکنے کے بعد بھی اپنے آپ کو مخلص ظاہر کر رہا ہے۔

بھٹو صاحب قادیانیوں سے متعلق ۷؍ستمبر کو قومی اسمبلی میں کوئی اعلان کرنے والے تھے۔ لیکن اعلان کرتے ہوئے ہچکچا رہے تھے۔ ان کا کہنا تھا کہ قادیانیوں کو غیر مسلم کیوں قرار دیا جائے۔ ادھر علماء کی مجلس عمل حضرت مولانا محمد یوسف بنوری نوراللہ مرقدہ کی قیادت میں آخری اقدام کا فیصلہ کر چکی تھی۔ دفعتاً سرکاری اشتہار چھپنے لگے۔ جن میں مولانا بنوری پر بھارتی جاسوس ہونے کا الزام لگایا گیا۔ نیز یہ کہ تحریک ختم نبوت غیر ملکی اقلیتوں کے اشارے پر چلائی جارہی ہے۔ وغیرہ وغیرہ! یہ اشتہارات ٹرسٹ کے اخبارات میں روزانہ صفحہ اوّل پر چھپ رہے تھے اور اشتہار دینے والی کوئی انجمن تھی جس کا اتہ پتہ آج تک کسی کو معلوم نہیں ہوسکا۔ تاہم یہ بات ثابت ہوگئی کہ اس انجمن کے پیچھے بھی وہی فیصل آبادی مولوی صاحب زور شور سے اپنے کرتب دکھا رہے تھے۔ جن کے پس پردہ بھٹو حکومت کی وزارت اطلاعات ونشریات سرگرم عمل تھی۔

ان بیہودہ اور لغو اشتہارات سے عام مسلمانوں میں ہیجان اور اضطراب پھیلنا شروع ہوا اور خواص نے بھی ٹرسٹ کے اخبارات میں ان کی مسلسل اشاعت پر حیرت کا اظہار کیا۔ مولانا بنوری کوئی معمولی آدمی نہ تھے۔ ان کے علم وفضل اور زہد وتقویٰ کی قسم

کھائی جاسکتی تھی۔ مولانا کی علمی جلالت اور دینی وجاہت کا اندازہ اسی سے کر لیجئے کہ وہ حضرت علامہ انور شاہ محدث کشمیری کے تلامذہ میں بہت نمایاں مقام رکھتے تھے اور علامہ انور شاہ کشمیری کے بارے میں حضرت عطاء اللہ شاہ بخاری کا یہ احترامی جملہ کون بھول سکتا ہے کہ ”صحابہ کرام کا قافلہ جارہا تھا، انور شاہ پیچھے رہ گئے۔“

اب انہی مولانا بنوری کے بارے میں ایسے دلآزار اشتہارات کی اشاعت سے عوام وخواص اور دینی حلقوں کو جو شدید ردعمل متوقع تھا، وہ بہرحال سامنے آیا۔ ایک دن اخبار مارکیٹ میں اخبار فروش یونین کی مجلس عاملہ کا اجلاس چودھری رشید احمد صاحب کی صدارت میں ہورہا تھا کہ کسی نے مجھے اطلاع دی کہ آغا شورش کاشمیری کا ٹیلی فون آیا ہے فوری طور پر بات کرنا چاہتے ہیں۔ میں فون سننے گیا۔ آغا نے میرے سلام کے جواب میں چھوٹتے ہی کہا کہ مولوی حبیب اللہ کیا کر رہے ہو، تمہیں خبر نہیں کہ مولانا بنوری کے خلاف اشتہارات کی اشاعت سے لوگوں کے غیظ وغضب کا کیا عالم ہے؟ آغا صاحب کا لب ولہجہ ایسا تھا کہ ایک لمحہ کے لئے میں بھی بدحواس ہو گیا۔ میں نے نرمی سے کہا: آغا صاحب میں سب کچھ دیکھ رہا ہوں۔ لیکن آپ جانتے ہیں کہ میری حیثیت کیا ہے۔ میں آخر کیا کرسکتا ہوں۔ یہ سن کر ان کا پارہ چڑھ گیا اور کہا کہ مولوی حبیب اللہ تم بہت کچھ کر سکتے ہو۔ تم اخبار فروش یونین کے بانی ہو۔ ہر حلقے میں تمہارا احترام کیا جاتا ہے۔ تم اتنا تو کر سکتے ہو کہ اخبار فروشوں کو یہ سارا معاملہ سمجھا کر انہیں ہڑتال پر مجبور کردو۔ آغا صاحب کی یہ بات سن کر میں پریشان ہوگیا۔ میں نے صرف اتنا کہا: آغا صاحب یہ کام اتنا آسان نہیں ہے جتنا آپ سمجھ رہے ہیں۔ اخبار فروشوں کی اکثریت نیم خواندہ ہے۔ ان لوگوں کو اس مسئلے کی اہمیت ونزاکت سے آگاہ کرنا مشکل ہی نہیں تقریباً ناممکن ہے۔ اس کے علاوہ یہ بات بھی تو دیکھئے کہ اخبار فروش ایک دن کی ہڑتال کریں تو ان کی دیہاڑی ضائع ہو جاتی ہے اور بال بچے دار مزدور کبھی اپنی دیہاڑی ضائع کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتا۔ یہ کام وہ اس صورت میں کرتا ہے جب خود اس کے اپنے مفاد پر زد پڑ رہی ہو اور وہ اپنا مطالبہ منوانے کے سلسلے میں ہڑتال پر مجبور ہو جائے۔ میری یہ باتیں آغا صاحب نے سن تو لیں مگر پھر بھی اصرار کرتے رہے کہ کوشش تو کریں۔ یہ ایک دینی مسئلہ ہے اور نبی کریم ﷺ کے ناموس اور ختم نبوت سے اس کا تعلق ہے۔ میں آغا صاحب کے جذبات اور احساسات بھی سمجھ رہا تھا۔ ان سے زیادہ بحث ومباحثہ بھی اس فضا میں ممکن نہ تھا۔ چنانچہ میں نے کہا: اس وقت اخبار مارکیٹ میں مجلس عاملہ کے تمام اراکین کے علاوہ ۶۰، ۷۰ اخبار فروش بھی موجود ہیں۔ بہتر ہوگا کہ آپ خود آ کر انہیں بتائیں کہ ان حالات میں کیا کیا جاسکتا ہے۔ شاید وہ آپ کی بات سمجھ سکیں۔ یہ کہہ کر میں نے فون بند کردیا اور واپس جا کر یونین کے صدر چودھری رشید احمد کو علیحدہ لے جا کر آغا صاحب کے ساتھ ٹیلی فون پر ہونے والی گفتگو کے بارے میں انہیں آگاہ کیا۔ چودھری صاحب بڑے بالغ نظر اور ٹھنڈے دل ودماغ کے آدمی ہیں۔ یہ قصہ سن کر پریشان ہوگئے اور کہنے لگے کہ اس معاملے میں بڑی احتیاط کی ضرورت ہے۔ میں نے ان کی بات سے اتفاق کیا۔ کچھ ہی دیر بعد آغا شورش کاشمیری سمیت بعض لیڈران کرام دو کاروں میں سوار ہو کر وہاں پہنچ گئے۔ ان میں مظفر علی شمسی مرحوم، صادق کاشمیری مرحوم، نوابزادہ نصراللہ خان، مفتی محمد حسین نعیمی اور علامہ محمود احمد رضوی جیسے لوگ شامل تھے۔ گویا مسلمانوں کے تمام مکاتب فکر کی نمائندگی ہوگئی تھی۔

آغا صاحب نے بیٹھتے ہی اوّل تو اس سرکاری مولوی پر سب وشتم وشروع کیا جو مولانا محمد یوسف بنوری کے خلاف اخبارات میں اشتہار چھپوا رہا تھا۔ پھر انہوں نے حنیف رامے، کوثر نیازی اور بھٹو کو بھی اسی لہر میں لپیٹ لیا۔ مظفر علی شمسی اور آغا صاحب میں دوستی ہونے کے علاوہ خاصی بے تکلفی بھی تھی۔ جب آغا صاحب جوہر خطابت دکھا رہے تھے تو شمسی صاحب نے انہیں ٹوکا اس پر آغا صاحب

خود پر قابو نہ رکھ سکے اور انہوں نے شمسی صاحب کو طمانچہ مارتے ہوئے کہا کہ میں ہرگز خاموش نہیں رہ سکتا۔ یہ حضور ﷺ کے ناموس کا معاملہ ہے اور ختم نبوت کے مسئلے پر کسی سے کوئی سمجھوتہ نہیں کیا جاسکتا اور نہ اس پر سودے بازی کی جاسکتی ہے۔ آغا صاحب کا غضب کچھ دیر بعد سرد پڑا۔ دوسرے اکابرین نے بھی اخبار فروشوں کے سامنے اپنے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ مگر میں دیکھ رہا تھا کہ اخبار فروش کچھ سمجھ نہیں پا رہے تھے اور نہ مطمئن تھے۔ آخر یہ حضرات مایوس ہو کر اٹھ کھڑے ہوئے اور آغا صاحب نے مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا: مولوی حبیب اللہ میں یہاں آکر افسردہ ہوا ہوں۔ میں مولانا محمد یوسف بنوری کے خلاف ناپاک مہم برداشت نہیں کروں گا۔ اخبارات میں ان کے خلاف جو اشتہارات ....

کروں۔ چودھری رشید احمد صاحب سے علیحدگی میں مشورہ کیا۔ میرے ذہن میں دفعتاً ایک تدبیر آئی۔ اگر اس پر عمل کیا جائے تو اخبارات میں مولانا بنوری کے خلاف چھپنے والے اشتہارات کی اشاعت بند ہوسکتی تھی۔ چودھری صاحب سے اس تدبیر کا ذکر کیا۔ وہ کہنے لگے کہ جی چاہے تو اس پر عمل کرلو مگر احتیاط سے کام لینا۔ میں نے کہا: آپ فکر نہ کریں۔ یہ معاملہ کسی ہنگامے کے بغیر ہی فرو ہو جائے گا۔ ہم دونوں نے فیصلہ کیا کہ تمام اخبار فروش مارکیٹ سے چلے جائیں۔ کیونکہ اس بات کو پوشیدہ رکھنا تھا۔ اگر معاملہ کھل جاتا تو سارا کھیل بگڑ جاتا۔ چنانچہ رشید صاحب کے حکم پر تمام لوگ وہاں سے چلے گئے۔ اگلے روز صبح پتہ چلا کہ آغا شورش کاشمیری لوہاری کے باہر گرفتار کر لئے گئے اور آغا صاحب کی گرفتاری کوئی معمولی بات نہ تھی۔ لوگوں میں اشتعال اور ہیجان کے جذبات پہلے ہی موجود تھے۔ ان کی گرفتاری نے جلتی پر تیل کا کام کیا۔ بہرحال وہ دن خیریت سے گزر گیا۔ رات کو میں نے اپنی تدبیر کے مطابق روزنامہ مشرق کے دفتر میں اس کے ایڈیٹر مکین احسن کلیم صاحب مرحوم کو فون کیا۔ پتہ چلا کہ گھر جاچکے ہیں۔ اس وقت رات کے گیارہ بج چکے تھے اور کلیم صاحب کو تنگ کرنا مناسب نہ تھا۔ مگر میں تو آغا صاحب سے وعدہ کر چکا تھا۔ چنانچہ کلیم صاحب کے گھر ٹیلی فون کیا۔ نیند سے بیدار ہو کر انہوں نے ٹیلی فون سنا۔ انہوں نے پوچھا خیر تو ہے، معاملہ کیا ہے۔ میں نے عرض کیا جناب خیر کہاں؟ اگر آپ اپنے اخبار میں اس طرح مولانا محمد یوسف بنوری کے خلاف اشتہار چھاپتے رہے تو بڑی بدمزگی ہوگی۔ عوام کے ساتھ ساتھ اخبار فروشوں میں بھی زبردست بے چینی اور اضطراب کی لہر دوڑ رہی ہے۔ کچھ پتہ نہیں کہ کس وقت لوگ آپ کے دفتر پر حملہ کر دیں۔ آپ تو آرام سے سو رہے ہیں، ادھر عوام نے اخبار فروشوں پر غیظ وغضب میں آکر حملہ کر دیا ہے۔ غریب ہاکروں کو مارا پیٹا گیا ہے۔ ساٹھ ستر بائیسکل ٹوٹی پڑی ہیں۔ آٹھ دس ہاکر شدید زخمی حالت میں ہسپتال کے اندر پڑے ہیں۔ عوام اس بات پر ناراض ہیں کہ ایسے اشتہارات جو علماء کے خلاف ہیں، اخباروں میں کیوں چھاپے جارہے ہیں اور ہاکروں کا جرم یہ ہے کہ وہ یہ اخبارات بیچ رہے ہیں۔ میری زبانی یہ باتیں سن کر کلیم صاحب کی نیند اڑ گئی۔ وہ گھبرا کر بولے کہ مولوی صاحب آپ بتائیے کیا کیا جائے۔ یہ تو واقعی خطرناک صورت حال پیدا ہوگئی ہے۔ میں نے کہا کہ اس کا ایک ہی طریقہ ہے اور وہ یہ کہ آپ مولانا بنوری کے خلاف اپنے اخبار میں اشتہار چھاپنا فوراً بند کر دیں۔ یہ سن کر وہ پریشان ہوگئے اور کہنے لگے کہ میرے لئے یہ کیسے ممکن ہے۔ آپ جانتے ہیں مشرق ٹرسٹ کا اخبار ہے اور مولانا بنوری کے خلاف اشتہار اوپر سے بھیجے جارہے ہیں۔

میں نے عرض کیا آپ اوپر والوں کو فون کریں۔ اسلام آباد میں مولانا کوثر نیازی سے بات کریں۔ انہیں بتائیں کہ لاہور میں لوگوں کے غیظ وغضب کا کیا عالم ہے۔ ہاکروں پر حملے ہو رہے ہیں۔

مکین احسن کلیم نے کہا ٹھیک ہے میں ابھی اسلام آباد فون کرتا ہوں۔ آپ اس دوران امروز کے ایڈیٹر ہارون سعد صاحب سے بھی بات کریں۔ دیکھیں کیا مشورہ دیتے ہیں۔

میں نے ہارون صاحب کے گھر فون کیا۔ وہ اس وقت جاگ رہے تھے اور مجھے یہ جان کر اطمینان ہوا کہ میں ان کے آرام میں خلل انداز نہیں ہوا۔ ان سے بھی وہی بات کی جو مکین صاحب سے کی تھی۔ ہاکروں کی خبر ایسی نہ تھی جسے ہارون صاحب نظرانداز کرتے۔ وہ بھی تشویش میں مبتلا ہوئے۔ مگر انہوں نے معاً ایسا سوال داغ دیا جس کا جواب دینے کے لئے میں ہرگز تیار نہ تھا اور نہ مجھے توقع تھی کہ وہ اچانک یہ سوال کر دیں گے۔ ہارون صاحب نے کہا کہ مولوی صاحب آپ کہتے ہیں کہ لوگوں نے ہاکروں پر حملہ کر دیا۔ ساٹھ ستر سائیکلیں ٹوٹ گئیں، آٹھ دس آدمی زخمی ہو کر میو ہسپتال پڑے ہیں۔ آپ کے کہنے کے مطابق یہ واقعہ آج صبح پانچ چھ بجے پیش آیا۔ اس وقت رات کے گیارہ بجے ہیں۔ آخر سارا دن آپ خاموش کیوں رہے۔ اتنا وقت ضائع کر کے اب اطلاع دینے کا کون سا موقع ہے؟

یہاں تک بیان کرنے کے بعد مولوی صاحب دم لینے رکے۔ بالآخر بولے کہ میری ایک خامی ہے کہ میں کبھی حاضر جواب نہیں رہا۔ اس لمحے بھی جب ہارون سعد صاحب نے یہ سوال کیا میں اس کے لئے ذہنی طور پر تیار نہ تھا۔ چنانچہ چند لمحوں کے لئے جیسے گونگا ہو گیا۔ لیکن قدرت کو چونکہ دستگیری منظور تھی اور علّام الغیوب اور ذات الصدور تو دلوں اور نیتوں کا احوال جانتی ہے۔ فوراً اس کی طرف سے جواب بھی القاء ہو گیا اور اس طرح ہوا کہ میں آج تک حیران ہوں۔

میں نے کہا ہارون صاحب آپ صحیح کہتے ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ ہم لوگ لاہور سے باہر تھے۔ اخبار فروشوں کے ایک جلسے میں شرکت کے لئے فیصل آباد گئے ہوئے تھے۔ شام کو واپس آئے تو اس واقعہ کا علم ہوا اور بلا تاخیر آپ سے فون پر رابطہ کر لیا۔ میری اس ''حاضر جوابی'' سے بھی ہارون صاحب کی تشفی نہ ہوئی۔ انہوں نے فوراً ہی دوسرا سوال داغ دیا کہ آپ تو لاہور سے باہر تھے۔ مگر دوسرے اخبار فروش اور ہاکر تو لاہور میں موجود تھے۔ انہوں نے اس سانحے کی خبر ہمیں دفتر میں کیوں نہ دی۔ کسی تاخیر کے بغیر میں نے برجستہ کہا کہ ہارون صاحب آپ بھی کمال کرتے ہیں۔ ایک ہاکر کو یہ جرأت کیسے ہو سکتی ہے کہ وہ آپ کے دفتر کی سیڑھیاں ہی چڑھ سکے؟ یہ بے چارے تو ہمارا انتظار کر رہے تھے۔

مولوی صاحب نے سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا کہ ہارون سعد اور مکین احسن کلیم دونوں حضرات چونکہ مجھے بخوبی جانتے تھے اور انہیں علم تھا کہ میں غلط بیانی نہیں کر سکتا۔ اس لئے انہوں نے میری دی ہوئی اطلاع کو درست مانا اور وعدہ کیا کہ وہ ابھی اسلام آباد فون کر کے بنوری کے خلاف چھپنے والے اشتہارات بند کرنے کی سفارش کریں گے۔ نتیجہ یہ کہ اگلے روز ٹرسٹ کے اخباروں میں مولانا کے خلاف اشتہار نہیں چھپا۔ قیاس ہے کہ مشرق اور امروز کے ایڈیٹروں نے اسلام آباد مولانا کوثر نیازی کو فون کیا۔ انہیں یہ خبر سنائی کہ لاہور میں عوام نے ہاکروں پر حملہ کر دیا ہے۔ کوثر نیازی صاحب میں اتنی جرأت نہ تھی کہ وہ ان اشتہارات کو بند کرنے کا ازخود فیصلہ کرتے۔ لہٰذا انہوں نے بھٹو صاحب کو اطلاع دی۔ بھٹو نے کہا کہ وہ لاہور میں کوئی گڑبڑ نہیں دیکھنا چاہتے۔ اس لئے فوراً مولانا بنوری کے خلاف اشتہار بازی بند کر دی جائے۔ اس قیاس کی تصدیق بعد ازاں ''وفاق'' کے ایڈیٹر مصطفیٰ صاحب نے بھی اپنے ایک مضمون میں کی۔

یوں میں آغا شورش سے کئے گئے وعدے پر پورا اتر سکا۔ آپ سوچتے ہوں گے کہ میں نے یہ وعدہ جھوٹ کی مدد سے پورا کیا۔ مجھے اس کا اقرار ہے لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ بڑی برائی کا راستہ روکنے، فتنہ و فساد کا دروازہ بند کرنے اور مسلمانوں کی فلاح کے

لئے اگر چھوٹی برائی اختیار کر لی جائے تو اس کا جواز بہر حال موجود ہے۔ میں نے بے شک ایک من گھڑت خبر کا سہارا لیا، مگر اس میں میرا کوئی ذاتی مفاد شامل نہ تھا۔ غرض صرف اتنی تھی کہ ایک عالم دین کے بارے میں جو کذب وافتراء پھیلایا جا رہا تھا اور عامتہ المسلمین کو ان سے بدظن کرنے کی جو تدبیریں کی جارہی تھیں ان کا خاتمہ کیا جائے، میں اپنے اس جھوٹ پر قطعی شرمندہ نہیں ہوں۔ بلکہ مجھے اس پر فخر ہے۔ کوئی مانے یا نہ مانے میرا ضمیر مطمئن ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے میں جہاں اکابر علماء مشائخ عظام اور لیڈروں کی مساعی شامل ہیں وہاں مجھ عاجز کی یہ حقیر سی سعی بھی ایک خاص درجہ رکھتی ہے۔ ورنہ بھٹو صاحب قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے پر تیار نہ تھے۔ بھٹو خاندان کے مرزائیوں سے خفیہ مراسم ہیں۔ جن کا ثبوت یہ ہے کہ مرزائیوں کا رسالہ الفضل جو کئی برسوں سے بند پڑا تھا بے نظیر کے وزیر اعظم بنتے ہی دوبارہ جاری ہو گیا۔ (جمعہ میگزین روزنامہ پاکستان مؤرخہ ۱۳ر ستمبر ۱۹۹۱ء)

(۵۱۴) حبیب اللہ امرتسری، مولانا

(ولادت: ۱۸۹۵ء، امرتسر ...... وفات: ۸ر مارچ ۱۹۴۸ء، سرگودھا)

مولانا حبیب اللہ امرتسری ۱۸۹۸ء کے اواخر میں سری نگر کے محلّہ زینہ کدول میں پیدا ہوئے۔ آپ کا تعلق کشمیری قبیلہ کسکر سے تھا۔ آپ کے والد سید مختار شاہ کشمیری شالوں اور اخروٹ کی لکڑی کا کاروبار کرتے تھے۔ ان کا کاروبار بنگال، بہار، سی پی، یوپی اور حیدر آباد دکن تک پھیلا ہوا تھا۔ وہ موسم سرما میں اپنے کارندوں سمیت سری نگر سے امرتسر منتقل ہو جاتے تا کہ کاروبار میں رکاوٹ پیدا نہ ہونے پائے۔ سید مختار شاہ کی شادی کابل کے ایک دیندار گھرانے میں ہوئی تھی۔ ان کے خسر سلطان خان بھی ایک تاجر تھے۔ مولانا حبیب اللہ اپنے والدین کی تیسری اولاد تھے۔ سید صاحب کو دو بڑی اولادوں کے عین جوانی میں انتقال سے جو صدمہ پہنچا وہ ان کے لئے جان لیوا ثابت ہوا۔ ان کے انتقال کے وقت مولانا حبیب اللہ کی عمر صرف دس سال تھی۔ آپ کی والدہ نے ان کی تعلیم وتربیت میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔ چنانچہ انہوں نے میٹرک کا امتحان گورنمنٹ ہائی سکول امرتسر سے فرسٹ ڈویژن میں پاس کیا۔ کسب معاش کے لئے وہ آبائی کاروبار ہی کو اختیار کرنا چاہتے تھے۔ لیکن والدہ محترمہ نے منع کیا اور ملازمت اختیار کرنے کی ہدایت کی۔ چنانچہ مولانا حبیب اللہ محکمہ انہار میں کلرک ہو گئے۔ ۱۹۱۹ء میں انہوں نے شادی کی۔

والدہ کی تربیت کے باعث آپ جوانی ہی میں مذہب کے سخت پابند تھے۔ انہوں نے دینی تعلیم مولانا مفتی محمد حسن بانی جامعہ اشرفیہ امرتسری سے حاصل کی۔ انہی کے زیر اثر انہوں نے شیخ الاسلام مولانا اشرف علی تھانوی کے ہاتھ پر بیعت کی۔ آپ کو بے پناہ حافظہ عطاء ہوا تھا۔ آپ حافظ قرآن نہ تھے۔ لیکن قرآن مجید کا بیشتر حصہ محض تلاوت کے باعث یاد ہو گیا تھا۔ مطالعہ کا بے حد شوق تھا۔ کوئی چیز ایک مرتبہ پڑھ لیتے تو وہ ذہن میں محفوظ ہو جاتی۔ ملازمت کے دوران آپ محکمہ انہار کی مسجد میں نماز جمعہ پڑھاتے رہے اور لوگوں کے عقائد کی اصلاح آپ کا پسندیدہ موضوع تھا۔

یہ وہ دور تھا جب قادیانی نبوت کے خلاف علمائے کرام اٹھ کھڑے ہوئے اور انہوں نے اس نبوت کے مرکز قادیان میں ختم نبوت کانفرنس منعقد کرنا شروع کی۔ مولانا حبیب اللہ مرحوم نے اس کانفرنس کی بانی مجلس احرار اسلام کی سرگرمیوں میں عملی حصہ لینا شروع کر دیا۔ اپنے وسیع مطالعہ اور غیر معمولی حافظہ کی بدولت بہت جلد انہیں تحریک ختم نبوت میں نمایاں مقام حاصل ہو گیا۔ مشہور

مناظر مولانا ثناء اللہ امرتسری اس میدان میں بہت آگے تھے۔ ان کی زوجہ محترمہ مولانا حبیب اللہ کے سسر کی حقیقی چچازاد بہن تھیں۔ اس لئے اس خاندانی تعلق اور علمی ہم آہنگی نے ان دونوں بزرگوں کو ایک دوسرے کے بہت قریب کر دیا۔ چنانچہ ۱۹۲۸ء سے ۱۹۳۵ء تک مولانا ثناء اللہ امرتسری کی سربراہی میں مولانا حبیب اللہ اور مولوی عبداللہ پر مشتمل ایک ٹیم نے ہندوستان کا دورہ کر کے قادیانیوں اور پادریوں کے ساتھ مناظرے کئے اور انہیں شکست فاش دی۔ مولانا حبیب اللہ نے قادیانیت کو بے نقاب کرنے اور قادیانی نبی کے جھوٹ اور تضادات کا بھانڈا پھوڑنے کے لئے چھوٹے چھوٹے رسالے لکھنے شروع کئے جو ملک میں بے حد مقبول ہوئے۔ قادیانی بیوروکریٹ ظفر اللہ خان نے گورنر پنجاب سے درخواست کر کے ختم نبوت کانفرنس میں مولانا کی شرکت پر پابندی لگوائی تو انہوں نے سرکاری ملازمت کو ٹھوکر مار کر اپنی زندگی تبلیغ اسلام کے لئے وقف کر دینے کا عہد کیا۔ اس کے بعد آپ کشمیر گئے۔ وہاں کافی عرصہ قیام کر کے اپنی تحقیق ’’حضرت مسیح کی قبر کشمیر میں نہیں‘‘ کے عنوان سے ایک مقالہ میں پیش کی۔ جب یہ مقالہ شائع ہوا تو علمائے اسلام میں اس کی خوب پذیرائی ہوئی۔ پورے ہندوستان، نیز افریقہ اور انڈونیشیا سے بھی اس کتابچہ کی مانگ آئی۔

۱۹۳۷ء میں بھیرہ ضلع شاہ پور کے مشہور عالم اور بے مثل خطیب مولانا ظہور احمد بگوی کی دعوت پر ان کی قائم کردہ تنظیم حزب الانصار کے تحت شمالی پنجاب میں قادیانیت کی حقیقت کو واضح کرنے کے لئے قریہ قریہ سفر کیا اور قادیانیوں سے مناظرے کئے۔ قیام پاکستان سے کچھ عرصہ قبل ایم.اے.او سکول امرتسر میں اکاؤنٹینٹ کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ پاکستان بنا تو لٹ لٹا کر بھیرہ پہنچے۔ لیکن جلد ہی سرگودھا میں قیام کا انتظام ہوگیا۔ آپ نے محکمہ انہار جہلم میں ملازمت اختیار کی۔ لیکن امراض جگر نے آگھیرا اور ۱۹۴۸ء میں سرگودھا میں آپ کا انتقال ہوگیا۔ ان سے چند روز ہی پہلے مولانا ثناء اللہ کا انتقال بھی ہوا تھا۔ چنانچہ دونوں رفیق ایک ہی قبرستان میں تھوڑے سے فاصلہ پر دفن ہوئے۔

مولانا حبیب اللہ مرحوم کی پانچ بیٹیاں اور تین بیٹے ہوئے۔ دو بیٹیوں کی شادی مولانا ظہور احمد بگوی کے دو بھتیجوں مولانا افتخار احمد بگوی اور مولانا حکیم برکات احمد بگوی سے ہوئی۔ ایک بیٹا شیر خوارگی کے دوران فوت ہوگیا۔ جب کہ دوسرا عالم جوانی میں۔ مولانا حبیب اللہ کی نشانی ان کے بڑے بیٹے حکیم محمد ذوالقرنین لاہور میں تھے۔ ان کے پانچ بیٹے اور ایک بیٹی سب کے سب ماشاء اللہ شادی شدہ ہیں۔ حکیم صاحب پہلے مجلس احرار اسلام اور پھر مجلس تحفظ ختم نبوت لاہور کے صدر رہے اور تحریک ختم نبوت میں عملی حصہ لیتے رہے ہیں۔ انہوں نے حکمت کی تعلیم استاذ الحکماء حکیم عبدالمجید سیفی مرحوم سے حاصل کی جو مولانا حبیب اللہ مرحوم کے داماد تھے۔

مولانا امرتسری مرحوم کو مطالعہ کتب سے خاص دلچسپی تھی۔ اپنی آمدنی کا اکثر حصہ کتب کی خرید اور ان کی خوبصورت چرمی جلدیں بنوانے پر صرف کرتے۔ نماز کا بڑا اہتمام کرتے۔ نماز باجماعت کے لئے اپنے محلّہ کے نوجوانوں کو ساتھ لے جاتے۔ راہ چلتے بچوں سے کلمہ، نماز اور دعائیں سنتے۔ جو بچہ صحیح سناتا۔ اسے انعام کے طور پر پھل یا مٹھائی لے کر دیتے۔ اہل خاندان کو شرع کی پابندی کی تلقین کرتے۔ ایک جگہ اپنی منگنی صرف اس بناء پر توڑ دی کہ لڑکی والے غیر شرعی رسوم ادا کرنے پر بضد تھے۔ ہمسایوں اور بیواؤں کے حقوق کا خاص خیال رہتا۔ کمزوروں کا سامان اٹھا کر خود ان کے گھروں تک پہنچاتے۔ ہر وقت باوضو رہتے اور تسبیح میں مشغول رہتے۔ دین کی بات بڑے دلنشین اور دھیمے طریقہ سے سمجھاتے۔ پاکستان بننے پر جب ان کے محلّہ پر سکھوں نے دھاوا بول دیا تو تن کے کپڑے لے کر گھر سے نکل کھڑے ہوئے۔ بھیرہ پہنچے تو ان کے لئے ایک نیا جوڑا تیار کروایا گیا۔ دھلنے کے لئے دھوبی کے ہاں بھیجا گیا تو چوری

ہوگیا۔مولانا کومعلوم ہواتو فرمایا:''الحمد للہ ! سرخرو ہوگیا۔'' جوکمایا وہ امرتسر میں رہ گیا جو نیا لباس بنایا گیا وہ چوری ہوگیا۔میں حساب کتاب سے پاک ہوا۔ (ماہنامہ شمس الاسلام بھیرہ ج۳۷ش۱۱ص۸تا۱۰)

قادیانیت کی حقیقت کا پردہ چاک کرنے کے لئے مولانا حبیب اللہ نے رسائل لکھنے کا سلسلہ ۱۹۲۴ء میں شروع کردیا تھا۔ قادیانیت کی تردید میں آپ نے بے شمار مضامین اخبار اہل حدیث امرتسر میں لکھے۔اس کے علاوہ آپ نے آنجہانی مرزاغلام احمد قادیانی کے افکارونظریات کے خلاف تقریباً ۱۸کتابیں لکھیں۔آپ کی یہ کتابیں حجم کے لحاظ سے گومختصر ہیں۔لیکن اپنے موضوع کے اعتبار سے بہت بھاری ہیں۔ان کتب کی تفصیل یہ ہے:

۱...... ''مراق مرزا'' شوال۱۳۴۷ھ/ اپریل۱۹۲۹ء

۲...... ''مرزائیت کی تردید بطرز جدید'' شعبان۱۳۵۱ھ/ دسمبر۱۹۳۲ء

۳...... ''حضرت مسیح کی قبر کشمیر میں نہیں'' شوال۱۳۵۱ھ/فروری۱۹۳۳ء

۴...... ''عمر مرزا'' صفر۱۳۵۲ھ/ جون۱۹۳۳ء

۵...... ''بشارت احمد'' ربیع الثانی۱۳۵۲ھ/ جولائی۱۹۳۳ء

۶...... ''مرزا قادیانی نبی نہ'' شوال۱۳۵۲ھ/جنوری۱۹۳۴ء

۷...... ''نزول مسیح'' شوال۱۳۵۲ھ/فروری۱۹۳۴ء

۸...... ''حیات مسیح مع رسالہ ایک غلطی کا ازالہ'' محرم۱۳۵۳ھ/ اپریل۱۹۳۴ء

۹...... ''معجزہ اور مسمریزم میں فرق'' محرم۱۳۵۳ھ/ اپریل۱۹۳۴ء

۱۰...... ''حضرت مسیح کا حج کرنا اور مرزا قادیانی کا بغیر حج کے مرنا'' ربیع الثانی۱۳۵۳ھ/ اگست۱۹۳۴ء

۱۱...... ''مرزا قادیانی مثیل مسیح نہیں'' جمادی الاوّل۱۳۵۳ھ/ستمبر۱۹۳۴ء

۱۲...... ''سنت اللہ کے معنی مع رسالہ واقعات نادرہ'' جمادی الثانی۱۳۵۳ھ/ستمبر۱۹۳۴ء

۱۳...... ''مرزا قادیانی کی کہانی مرزا اور مرزائیوں کی زبانی'' محرم۱۳۵۴ھ/ اپریل۱۹۳۵ء

۱۴...... ''مرزا قادیانی اور اس کی قرآن دانی'' جمادی الاوّل۱۳۹۵۶ھ/ اگست۱۹۳۷ء

۱۵...... ''حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا رفع اور آمد ثانی'' رجب۱۳۸۰ھ/ دسمبر۱۹۶۰ء

۱۶...... ''مرزا غلام احمد رئیس قادیان اور اس کے بارہ نشان'' تاریخ اشاعت نہ معلوم

۱۷...... ''اختلاف مرزا''

۱۸...... ''سلسلہ بہائیہ وفرقہ مرزائیہ''

۱۹...... ''مرزائیت میں یہودیت ونصرانیت''

۲۰...... ''انجیل برنباس''

یہ سب رسائل احتساب قادیانیت جلد۳ جو۵۴۰ صفحات پر مشتمل ہے۔اس میں شائع شدہ ہیں۔ الحمد للہ!

(۵۱۵) حبیب اللہ چیمہ (چیچہ وطنی)، جناب حافظ

(وفات: ۲۱ / دسمبر ۲۰۲۰ء)

خانقاہ سراجیہ کندیاں کے مرشد ثانی حضرت مولانا محمد عبداللہ المعروف حضرت ثانی اور مرشد ثالث حضرت مولانا خواجہ خان محمد کے مسترشد، حضرت حافظ حکیم عبدالرشید، حضرت الحاج جان محمد کے خلیفہ مجاز تھے۔ حق تعالیٰ نے ان پر کرم فرمایا کہ مدینہ طیبہ کی مبارک طینت نے اپنے سینہ میں سمولیا۔ ان کے منجھلے صاحبزادہ جناب حافظ حبیب اللہ چیمہ تھے۔ حفظ و دینی تعلیم کے علاوہ طب میں بھی والد گرامی سے ادراک حاصل کیا۔ آپ جمعیۃ علماء اسلام پنجاب کے نائب سیکرٹری اطلاعات تھے۔ والد صاحب کی طرح اپنی دکانداری سے کام رکھا۔ قدرت کے اپنے راز ہیں۔ ہائی بلڈ پریشر کے مریض تھے۔ وفات کے دن اچانک خلاف مزاج واقعہ پر فشار خون نے ایسی اڑان بھری کہ شریان کو بھی لے اڑا۔ کھڑے تھے، سر پکڑا اور بیٹھ گئے۔ دوستوں نے سنبھالا تو اتنے میں عالم دنیا سے عالم آخرت کا سفر طے کر چکے تھے۔ آناً فاناً ایسے ہوا کہ کسی کے وہم و خیال میں نہ آسکا کہ کیا ہوا۔ ''وبیدہ الخیر وھو علیٰ کل شئ قدیر'' حق تعالیٰ اپنی شایان شان ان سے عفو و کرم کا معاملہ فرمائیں۔

اپنے والد گرامی کے ساتھ ختم نبوت کانفرنس چناب نگر میں تشریف لانے کا معمول تھا جو بعد میں بھی عرصہ تک جاری رکھا۔ آپ کی وفات کی خبر جس نے جہاں سنی دم بخود ہو گیا۔ وفات کے دن عشاء کے بعد جنازہ ہوا۔ جو آپ کے مرشد اور ہمارے مخدوم حضرت مولانا صاحبزادہ خلیل احمد سجادہ نشین خانقاہ سراجیہ نے پڑھایا۔

(۵۱۶) حبیب اللہ خان سعدی (کمالیہ)، جناب امیر

(ولادت: ۲۱ / دسمبر ۱۹۱۱ء ...... وفات: ۶ / مارچ ۱۹۸۹ء)

امیر حبیب اللہ خان سعدی قلعہ تلون ضلع جالندھر میں پیدا ہوئے۔ تقسیم کے بعد کمالیہ میں رہائش پذیر ہوئے۔ ملک کے مشہور دانش وروں، سیاست دانوں اور حاذق حکماء میں ان کا شمار تھا۔ کمالیہ سے ممبر صوبائی اسمبلی پنجاب بھی منتخب ہوئے۔ ۱۹۵۳ء اور ۱۹۷۴ء کی تحریک ہائے ختم نبوت میں بھرپور کردار ادا کیا۔

(۵۱۷) حبیب اللہ شاہ بنوری، مولانا

(ولادت: ۱۹ / فروری ۱۹۱۹ء)

مولانا حبیب اللہ بنوری موضع چار باغ لنڈی کوتل، پشاور میں حاجی عبدالغفار کے گھر پیدا ہوئے۔ تقریباً چھبیس واسطوں سے آپ کا سلسلہ نسب حضرت علی کرم اللہ وجہہ تک پہنچتا ہے۔ ابتدائی تعلیم مقامی علاقہ میں حاصل کی۔ شیخ بنوری کے حکم پر دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا۔ حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی، مولانا رسول خان ہزاروی، مولانا محمد ابراہیم بلیاوی، قاری محمد طیب، مولانا مفتی محمد شفیع، مفتی محمد سہول، مولانا عبدالحق نافع، مولانا اعزاز علی وغیرہم سے علوم و فنون اور احادیث کی تکمیل ۱۳۵۷ھ / ۱۹۳۸ء میں کی۔

۱۳۶۶ھ/ ۱۹۴۷ء میں اپنے جدامجد مولانا محمد ابراہیم بنوری کے ہاتھوں سلسلہ نقشبندیہ اور قادریہ میں بیعت ہوئے۔ مدرسہ اسلامیہ اشاعت العلوم چکوال، سوات، جامعہ عباسیہ، بہاول پور میں بطور صدر مدرس، استاذ الملک، مفتی، معلم اعلیٰ، شیخ التفسیر کی تعلیمی خدمات سرانجام دیں۔ مرزا غلام احمد قادیانی کے خلاف فتویٰ بعنوان حیات مسیح علیہ السلام پر آپ کے بھی دستخط موجود ہیں۔ آپ کے آبائی علاقہ لنڈی کوتل میں ہی آپ کی تدفین عمل میں لائی گئی۔ (فتاویٰ ختم نبوت ج۳ ص۱۷)

(۵۱۸) حبیب اللہ فاروقی سیالکوٹی، مولانا مفتی

(پیدائش: ۱۲/فروری ۱۹۱۱ء ...... وفات: ۲۲/جنوری ۱۹۸۳ء)

حضرت مولانا مفتی حبیب اللہ فاروقی ایک علمی وروحانی خاندان ''فاروقی قریشی'' کے حضرت شیخ استاد الخطاط مولانا حافظ محمد عالم فاروقی بن غلام محمد بن مولانا محمد شاہ کے گھر پیدا ہوئے۔ آپ کا نسب حضرت باقی باللہ سے ہوتا ہوا خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے جاملتا ہے۔

مولانا مفتی حبیب اللہ نے پرائمری سکول کی تعلیم ساہووالہ سے حاصل کی اور مڈل کا امتحان سمبڑیال ضلع سیالکوٹ سے درجہ کی تعلیم اوّل میں پاس کر کے وظیفہ حاصل کیا۔ فارسی کی ابتدائی کتب مولانا حکیم محمد شریف ساہووالہ سے حاصل کی۔ فارسی کتب کی تکمیل مولانا عبدالحق حقانی کے شاگرد رشید مولانا حافظ نبی بخش سے کی۔ ۱۹۲۶ء میں انوار العلوم شیرانوالہ باغ گوجرانوالہ، صرف ونحو کی ابتدائی کتب حضرت مولانا احمد علی گجراتی فاضل دیوبند سے پڑھیں۔ بقیہ کتابیں مولانا محمد چراغ، حضرت مولانا محمد خلیل چونتروی سے پڑھیں۔ شرح چغمینی اور مشکوٰۃ شریف کا کچھ حصہ حضرت مولانا عبدالعزیز سے پڑھا جو نبراس الساری علی اطراف البخاری کے مصنف ہیں۔ تحریر اقلیدس کی مشق بھی حضرت مولانا محمد خلیل چونتروی سے کی۔

اعلیٰ دینی تعلیم کے حصول کے لئے ۱۹۳۳ء کو دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا۔ داخلہ کا امتحان مولانا اعزاز علی نے لیا اور درجہ اوّل میں کامیابی حاصل ہوئی اور دورہ حدیث میں شرکت کا شرف حاصل ہوا۔ حضرت حسین احمد مدنی، مولانا ابراہیم بلیاوی، حضرت میاں محمد اصغر حسین، حضرت علامہ محمد رسول خان ہزاروی، حضرت مفتی محمد شفیع، مفتی ریاض الدین، حضرت قاری محمد طیب سے دورہ حدیث شریف، شمائل ترمذی، دورہ حدیث کا امتحان ۱۹۳۵ء کو درجہ اوّل میں پاس کیا اور کئی کتابوں میں امتیازی نمبر حاصل کر کے انعامی کتب حاصل کیں۔

شوال المکرّم ۱۳۵۴ھ، مطابق ۱۹۳۶ء کو اساتذہ کی ہدایت اور حضرت مولانا عبداللہ گجراتی ملکوی کے حکم اور اصرار پر تدریس اور ردقادیانیت کے لئے بطور مبلغ آپ کھاریاں ضلع گجرات تشریف لے گئے اور مسجد سائیں رحمت کو مرکز بنا کر علاقہ بھر میں درس قرآن کے ذریعے اور مختلف مقامات پر مقابلوں کے ذریعے مرزائیت کی تبلیغی سرگرمیوں کے سامنے بند باندھا اور بہت سے لوگوں کو جو کہ مرزائیت کے جال میں پھنسے ہوئے تھے۔ مرزائیت کے دام تزویر سے اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے نکال کر مسلمانوں کے ایمان کی حفاظت کی۔ کھاریاں قیام کے دوران آپ پر قادیانیوں کی طرف سے جان لیوا حملے بھی ہوئے۔ ایک حملہ میں آپ کے سر پر کافی گہری چوٹ بھی آئی۔ سر پر لگے ہوئے ٹانکوں نے آخر دم تک پریشان کئے رکھا۔ کھاریاں سے مولانا نورالزمان (میانوالی) کے اصرار پر آپ مدرسہ قادریہ محمد پور سنساراں ضلع بہاول نگر تشریف لے گئے اور ایک سال سے زائد عرصہ تک صدارت تدریس کے فرائض انجام

دیئے۔ مگر آب وہوا کے راس نہ آنے پر اپنے گاؤں واپس آ کر ایک عربی مدرسہ کی بنیا درکھی۔ اس کے ساتھ ساتھ اپنے دوست حضرت حکیم محمد اسماعیل قاسمی فاضل دیوبند کے مدرسہ فاروقیہ امام صاحب میں بھی تدریس کا سلسلہ جاری رکھا۔ ساہووالہ میں درس وتدریس کا سلسلہ جاری تھا کہ اسی دوران سیالکوٹ کی ایک عظیم الشان مثالی درسگارہ دارالعلوم الشہابیہ سیالکوٹ کے مہتمم حضرت مولانا محمد علی کاندھلوی کی دعوت اور اساتذہ کی ہدایت وحکم اور احباب کے اصرار پر دارالعلوم الشہابیہ سیالکوٹ چلے گئے اور چار سال تک بطور صدر مدرس اعلیٰ تدریسی خدمات انجام دیں۔ حضرت مولانا محمد علی کاندھلوی کچھ عرصہ کے لئے انڈیا تشریف لے گئے تو پیچھے سے دارالعلوم الشہابیہ کا نظام حضرت مولانا مفتی حبیب اللہ فاروقی کو مہتمم بنا کر سپرد کر کے گئے۔ پھر اس کے بعد حضرت مولانا محمد علی کاندھلوی کے حکم پر آپ چنیوٹ تشریف لے گئے اور وہاں مولانا دوست محمد ساقی کے ساتھ مل کر مدرسہ آفتاب العلوم شروع کیا۔ مولانا فاروقی نے چار سال تک وہاں کے لوگوں کے دلوں میں ایک خاص مقام حاصل کیا۔ اسی مدرسہ کے پہلے طالبعلم حضرت مولانا منظور احمد چنیوٹی تھے۔ حضرت مولانا محمد علی کاندھلوی کے واپس بلا لینے پر آپ واپس دارالعلوم الشہابیہ سیالکوٹ میں صدر مدرس کے فرائض انجام دینے لگے۔ علاوہ ازیں مدرسہ الشہابیہ میں ۱۹۷۲ء تک فتویٰ نویسی کی خدمات بھی انجام دیتے رہے۔

آپ کو زمانہ طالبعلمی سے ہی سیاست سے بڑی دلچسپی تھی۔ مدرسہ انوارالعلوم کے زمانہ طالبعلمی میں کشمیر ایجی ٹیشن میں مجلس احرار کے زیر قیادت تبلیغی دورے کئے۔ اکابرین احرار سے لاہور سنٹرل جیل اور بعض دوسری جیلوں میں ملاقاتیں کر کے انہیں ضروریات پہنچانے اور پیغام رسائی کی خدمات سرانجام دیں۔ دارالعلوم دیوبند سے فراغت کے بعد سارداایکٹ کے خلاف ایجی ٹیشن میں حصہ لیا۔ قیام پاکستان کے بعد قرارداد مقاصد کے لئے کام کیا۔ ردمرزائیت اور تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں قیدوبند کی صعوبتیں برداشت کیں اور گوجرانوالہ جیل میں قید رہے۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء میں بھی سیالکوٹ کے محاذ پر بھرپور کام کیا اور سیالکوٹ کی مختلف دینی جماعتوں کی سرپرستی فرماتے رہے۔

جولائی ۱۹۳۶ء کو حضرت مولانا نورالزماں میانوالی کے ہمراہ دیوبند تشریف لے گئے اور بعد از نماز مغرب حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی کے دست مبارک پر بیعت کی۔ حضرت نے چاروں سلسلوں میں بیعت کر لیا۔ لیکن تلقین وتعلیم سلسلہ چشتیہ کے مطابق فرمائی۔ ان کے وصال کے بعد بے چینی بڑھنے لگی تو اشارۂ غیبی نے رہنمائی فرمائی اور صاحب السیف حضرت مولانا بشیر احمد پسروری کے دست شفقت پر بیعت کی۔ مفتی صاحب نے ۲۲/اکتوبر ۱۹۷۲ء بروز سوموار اجازت بیعت سے نوازا۔

صدسالہ جلسہ دستار دارالعلوم دیوبند میں آپ اپنی دستار لینے کے لئے گئے۔ واپسی پر ایک مقام پر پانی میں بھیگ جانے کی بناء پر سردی کا عارضہ ہوگیا جو موت کا بہانہ بنا۔

(۵۱۹) حبیب اللہ فاضل رشیدی (ساہیوال)، مولانا

(ولادت: ۱۹۱۴ء ...... وفات: ۷/دسمبر ۱۹۸۵ء)

''قادیانیت کی حقیقت'' یہ مختصر چار صفحاتی رسالہ ہمارے مخدوم حضرت مولانا حبیب اللہ فاضل رشیدی کی یادگار ہے۔ مولانا حبیب اللہ فاضل رشیدی، دارالعلوم دیوبند کے فاضل اور حضرت مدنی کے شاگرد تھے۔ حضرت مولانا مفتی فقیر اللہ کے صاحبزادے تھے۔ حضرت مولانا مفتی فقیر اللہ، حضرت شیخ الہند کے شاگرد اور جامعہ رشیدیہ ساہیوال کے بانی تھے۔ مولانا حبیب اللہ فاضل رشیدی،

جامعہ رشیدیہ کے ناظم تھے۔اس لئے آپ کو ''ناظم صاحب'' بھی کہا جاتا تھا۔آپ نے عقیدہ ختم نبوت کے محاذ پر وہ گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔جن پر آنے والی نسلیں فخر کریں گی۔آپ کا رسالہ ''قادیانیت کی حقیقت'' احتساب قادیانیت جلد۴۰ میں شائع کرنے پر بہت ہی خوشی ہوئی۔یہ رسالہ مجلس تحفظ ختم نبوت ساہیوال کے پرنٹ لائن سے آپ نے شائع کیا۔اس پر سلسلہ اشاعت نمبر۲ درج ہے۔اس کا معنی ہے کہ اس سے پہلے بھی ایک رسالہ شائع ہوا۔اس کا کیا نام تھا۔افسوس کہ اس رسالہ کے نہ ملنے کے باعث اس وقت محرومی کے احساس کے نیچے ٹھنڈے سانس لے رہا ہوں۔

پاکستان بننے کے بعد عرصہ تک چنیوٹ کے ایک سکول میں ٹیچر بھی رہے۔ہر سال ختم نبوت چنیوٹ میں تشریف لاتے۔مولانا محمد علی جالندھری کے دل و جان سے عاشق تھے اور مجلس تحفظ ختم نبوت کے علمبردار آپ کو ملک بھر کی ختم نبوت کانفرنسوں میں بلوانا یہ بھی حضرت جالندھری کے گویا معمولات میں سے تھا۔جس کا بعد میں بھی رفقاء مجلس نے خیال رکھا۔مولانا محمد شریف جالندھری،مولانا تاج محمود،مولانا حبیب اللہ یہ تینوں ایک ہی مٹی کے انسان تھے۔حق تعالیٰ نے آپ کو خوبیوں کا گلدستہ بنایا تھا۔آپ کا خاکہ جناب سید شاہد صاحب نے لکھا اور خوب لکھا۔آپ بھی ملاحظہ کریں:''نحیف ونزار جسم،نزلہ کے دائمی مریض،قد راست،قامت موزوں،رنگ گندمی،دل زندہ،آنکھیں مضطرب،طبیعت شگفتہ،تقریر کے ماہر،خطابت کے شناور،گھنٹوں بولتے اور تھکتے نہیں تھے۔بڑے اچھے منتظم،بہترین مدیر اور نغز گوشاعر تھے۔مگر مشق سخن کو امام شافعی کے ارشاد کے مطابق عالمانہ ثقاہت کے منافی سمجھتے۔اس لئے بہت کم کہتے۔مگر جب کہتے تو فن کے معیار کو ہاتھ سے نہیں جانے دیتے تھے۔

ایک جلیل القدر باپ کے بیٹے تھے اور پاکستان کے بڑے مذہبی ادارے جامعہ رشیدیہ کے ناظم الامور لیکن تواضع اور انکسار کا مجسمہ۔تکلفات سے کوسوں دور،بذلہ سنج خوش ذوق اور وضع دار۔ہمیشہ ایک خاص وضع کا لباس پہنتے۔اپنے بزرگوں کے طریقہ کے مطابق کھدر پوش ٹوپی اور وضع قطع سے یو۔پی کے مہاجر معلوم ہوتے۔اردو اہل زبان کی طرح بولتے۔مولانا حبیب اللہ صرف نام ہی کے حبیب اللہ نہیں بلکہ اپنے عمل سے بھی اس مقام پر فائز ہو چکے تھے۔طبیعت میں مروت اور شرافت کا جوہر بطور خاص ودیعت ہوا۔ان کے والد امجد حضرت مفتی فقیر اللہ علم و فضل میں یکتائے روزگار اور زہد و تقویٰ میں مثالی کردار تھے۔مولانا حبیب اللہ بھی الولد سر لابیہ کا مصداق تھے۔

حق کہنے میں یہ نحیف ونزار جسم تیغ برّاں تھا اور جرم حق گوئی کی پاداش میں بارہا پابند سلاسل رہ چکا۔لیکن اس کے عزم اس کی ہمت کے وہی دم خم تھے۔فرق باطلہ کے لئے سراپا للکار اور فتنہ ہائے مذہبی کا سر کچلنے کے لئے شمشیر جوہر دار یہ اثر ہے۔اس ادارت وعقیدت کا جو انہیں اپنے استاذ و مرشد شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی کی ذات گرامی سے ہے۔جامعہ رشیدیہ کے فروغ اور اس کے ارتقاء میں توفیق ایزدی کے ساتھ مولانا حبیب اللہ فاضل جالندھری کی مساعی کا حصہ سب سے زیادہ ہے۔تحریک ختم نبوت میں جامعہ رشیدیہ نے جو کردار ادا کیا ہے اس سے جھنجھلا کر حکومت نے اس ادارہ کو بہت سی مراعات سے محروم کر دیا اور اس کا وجود خطرے میں پڑ گیا۔لیکن مولانا حبیب اللہ کے جذبۂ دین و جوش ایمانی نے اس کو از سر نو زندہ کر دکھایا اور آج حسن انتظام،شہرت عام اور طلبہ کی تعداد کے لحاظ سے یہ ادارہ پورے ملک میں امتیازی شان کا حامل ہے اور روز افزوں ترقی پر ہے۔اللہ کرے زور جنوں اور زیادہ،حضرت فاضل جالندھری سیاسی طور پر جمعیۃ علماء اسلام سے تعلق تھا اور اس کے صف اوّل کے رہنماؤں میں شمار ہوتے تھے۔مصلحت کیشی اور مصلحت کوشی سے پاک،صاف باطن وصاف عقائد ہیں۔متشدد مگر طبعاً اعتدال پسند نرم دم گفتگو گرم دم جستجو۔''

(۵۲۰) حبیب گل (ٹل)، مولانا

(ولادت: ۱۹۰۲ء، ٹل ...... وفات: ۱۲/ نومبر ۱۹۹۰ء، اسلام آباد)

مولانا حبیب گل خیبر پختونخواہ کے معروف عالم دین، سیاست دان، کارکن تحریک خلافت، جمعیۃ علماء ہند، تحریک آزادی پاکستان اور تحریک تحفظ ختم نبوت تھے۔ دارالعلوم ٹل کے مہتمم تھے۔ جمعیۃ علماء اسلام کے پلیٹ فارم سے انتخابات میں حصہ لیتے رہے۔ دوبار رکن قومی اسمبلی منتخب ہوئے۔ سابق وزیراعلیٰ سرحد مولانا مفتی محمود کے مشیر بھی رہے۔ ۱۹۷۰ء کے الیکشن میں رکن قومی اسمبلی بنے۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء کے دوران خصوصی کمیٹی کا حصہ تھے جنہوں نے قادیانیوں کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دلوانے کا متفقہ فیصلہ صادر کیا۔ ٹل میں آپ مدفون ہیں۔

(۵۲۱) حبیب (لاہور)، جناب سید

(پیدائش: ۵/ ستمبر ۱۸۹۰ء ...... وفات: ۲۳/ ستمبر ۱۹۵۲ء)

سید حبیب صاحب اپنے دور کے اچھے لکھاری، صحافی، ادیب اور رہنما تھے۔ تحریک خلافت، تحریک پاکستان، کشمیر کمیٹی میں مرزا محمود ملعون کے ساتھ کام کرتے۔ لاہوری مرزائی ڈاکٹر یعقوب بیگ سے مفت علاج کراتے رہے۔ ان دونوں کے بارہ میں نرم گوشہ رکھتے تھے۔ لیکن جب قلم پکڑا تو مرزا قادیانی ملعون کے بخئے ادھیڑنے کا خوب حق ادا کیا۔ مولانا ظفر علی خان کے معاصر تھے۔ ان سے دوستی، دشمنی رہی۔ اخبار والوں کا یہی حال ہوتا ہے۔ روزنامہ سیاست لاہور کے مدیر تھے۔ ان کا یہ مضمون سیاست میں قسط وار چھپتا رہا۔ پھر کتابی شکل میں شائع کیا۔ جس کا نام ''تحریک قادیان'' ہے۔

احتساب قادیانیت کی جلد ۲۹ میں جناب سید حبیب کی کتاب تحریک قادیان بھی شامل اشاعت ہے۔ جناب سید حبیب کی اس کتاب کے ٹائٹل پر حصہ اوّل لکھا ہے۔ دوسرا حصہ دستیاب نہیں ہوا۔ اغلب گمان یہ ہے کہ شائع ہی نہیں ہوا۔ جو کتاب میسر آئی ہے یہ فوٹو سٹیٹ ہے۔ فہرست میں نقد و تبصرہ کی سرخی ہے جو ص ۷ سے ص ۳۳ تک صفحات کو حاوی ہے۔ وہ فوٹو سٹیٹ جس کتاب سے ہوئی۔ اس میں بھی ۷ سے ص ۳۳ تک صفحات موجود نہ تھے۔ نامعلوم اس میں کیا کچھ تھا کیا تبصرہ تھا۔ آگے ص ۳۷ سے ص ۴۷ تک تمہید ہے۔ فوٹو میں موجود ہے۔ لیکن میں نے حذف کر دیا۔ اس دور میں سیاست، زمیندار، دو اخبارات کی تو تکار کو آج کی نئی نسل کو یہ بحث پڑھانا، ذہن پراگندہ کرنے والی بات ہے۔ ان مباحث کا آج کی نسل سے کوئی تعلق نہیں۔ اس لئے اسے بھی حذف کر دیا۔ الحمدللہ! ردقادیانیت کی بحث جہاں سے شروع ہوئی وہ اوّل سے آخر تک موجود تھی اور یہ ہمارا مقصود ہے تو گویا ہر مقصود مل گیا۔

مولانا سید حبیب کی پیدائش جلال پور جٹاں میں ہوئی۔ مشن ہائی سکول وزیر آباد سے میٹرک کیا۔ مختلف اساتذہ سے دینی تعلیم بھی حاصل کی۔ ۱۹۳۵ء دارالاشاعت پنجاب لاہور سے ملازمت کا آغاز کیا۔ ماہنامہ ''پھول اور تہذیب'' کے ایڈیٹر رہے۔ پھر کشمیری مؤرخ منشی محمد دین فوق کے کشمیری میگزین سے وابستہ ہوئے۔ فوج میں شامل ہو کر چائنہ شنگھائی بھی گئے۔ ۱۹۱۷ء میں فوج کی ملازمت سے ریٹائر ہو کر کلکتہ سے اخبار رسالت میں ملازمت کر لی۔ پھر اپنا اخبار ''ترمذی'' کے نام سے شائع کیا۔ اس پر پابندی لگی تو ''رہبر''

جاری کیا۔اس پر پابندی لگی تو ’’نقاش‘‘ نکال لیا۔ پھر لاہور سے ۱۹۱۹ء سے روزنامہ سیاست جاری کیا جو وفات تک جاری رہا۔آپ صحافی کے ساتھ ساتھ قومی رہنما بھی تھے۔جس تحریک میں شامل ہوئے جوکردار ادا کیا۔اخبار میں اس کی ترجمانی بھی جاری رہتی۔مولانا پیر جماعت علی شاہ ثانی علی پور سیداں (۱۸۴۱ء، ۱۹۵۱ء) کی تعاون وسرپرستی آپ کو حاصل رہی۔اچھے قلمکار، اچھے مقرر اور اسلامی تاریخ سے بھرپور واقفیت رکھتے تھے۔بھرپور محنتی اور بلا کے جفاکش تھے۔دوستی اور دشمنی نبھانا جانتے تھے۔بڑے بڑے آفیسر ولیڈر سے ٹکرانے میں دیر نہ کرتے تھے۔وہ ایک روز اپنے دفتر آئے۔اپنا اخبار دیکھا۔اپنے اخبار میں قادیانیوں کے خلاف ایک مضمون دیکھا۔معلوم ہوا کہ کل دفتر میں کسی قادیانی سے گفتگو ہوئی۔مولانا آزاد سبحانی نے مضمون لکھا جو مدیر نے شائع کردیا۔اس پر قادیانی چمکے۔پھر قادیانیوں نے خطوط لکھے۔رسائل بھیجے۔زبانی کہا۔ان تمام دلائل کو دیکھ کر اٹھارہ نکات (سوالات) مرتب کر کے جناب سید حبیب نے ان کے جوابات لکھے۔’’تحریک قادیان‘‘ کے نام پر بالاقساط ریاست میں شائع ہوئے پھر کتابی شکل میں شائع ہوئے۔ جسے احتساب قادیانیت جلد ۲۹ میں محفوظ کیا گیا۔

(۵۲۲) حسام الدین (لاہور)، حضرت شیخ

(پیدائش: یکم رجون ۱۸۹۷ء، امرتسر ...... وفات: ۲۱رجون ۱۹۸۷ء، لاہور)

محترم شیخ حسام الدین صاحب ہمارے اس خطہ کے نامور سیاستدان اور صحافی تھے۔امرتسر کے میونسپل کمشنر بھی رہے۔۱۹۱۹ء میں مسلم لیگ امرتسر کے سیکرٹری رہے۔۱۹۲۸ء میں مجلس خلافت پنجاب میں کام کیا۔مجلس احرار الاسلام ہند کے ممتاز رہنما تھے۔مجلس احرار اسلام پاکستان کے بھی صدر رہے۔جہاں رہے شان کے ساتھ رہے۔تقسیم کے بعد امرتسر سے لاہور آ گئے۔تجارت سے وابستہ رہے۔مجلس احرار الاسلام کے ترجمان روزنامہ ’’آزاد‘‘ لاہور کے ایڈیٹر بھی رہے۔

۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت کے بعد حکومت نے مجلس احرار اسلام سمیت سیاسی جماعتوں کو خلاف قانون قرار دے دیا تو شیخ صاحب مع ماسٹر تاج الدین انصاری، سہروردی کی دعوت پر کام کرنے کے لئے تیار ہوگئے۔مگر تھے اوّل وآخر احراری۔

بروایت محترم آغا شورش کاشمیری، مدیر و بانی ہفت روزہ ’’چٹان‘‘ لاہور، حسین شہید سہروردی جب کہ وہ پاکستان کے وزیراعظم تھے۔محترم شیخ صاحب کی دعوت کر کے سکندر مرزا سابق صدر پاکستان سے تبادلۂ خیالات کرنے کی غرض سے اپنے ہمراہ لے گئے، تاکہ سکندر مرزا کو مجلس احرار اسلام سے جو غلط فہمیاں ہیں، وہ دور ہوسکیں۔المختصر شیخ صاحب اور ماسٹر صاحب، سکندر مرزا سے ملنے کے لئے گورنمنٹ ہاؤس لاہور پہنچے۔سکندر مرزا اپنے صدارتی جاہ وجلال کے ساتھ برآمد ہوا اور شاہانہ بے نیازی کے ساتھ فروکش ہوگیا۔ڈاکٹر خان صاحب صوبے کے وزیراعلیٰ (غفار خان کے بھائی) ساتھ تھے۔سہروردی صاحب نے سکندر مرزا سے کہا کہ: ’’یہ دونوں احرار رہنما شیخ صاحب اور ماسٹر تاج الدین انصاری صاحب ملنے کی غرض سے آئے ہیں۔‘‘ مگر سکندر مرزا نے حقارت سے کہا: ’’احرار، پاکستان کے غدار ہیں!‘‘ ماسٹر جی، جو بہت ٹھنڈی طبیعت کے مالک تھے، نے فرمایا کہ: ’’اگر غدار ہیں تو پھانسی پر کھنچوا دیجئے۔ لیکن اس جرم کا ثبوت ہونا چاہئے۔‘‘ سکندر مرزا نے پھر اسی رعونت سے جواب دیا: ’’بس میں نے کہہ دیا ہے کہ احرار غدار ہیں۔‘‘ ماسٹر جی نے تحمل کا رشتہ نہ چھوڑا۔لیکن سکندر مرزا نے گھوڑے کی طرح پٹھے پر ہاتھ نہ دھرنے دیا۔پھر وہی ژاژ خائی۔

اتنے میں شیخ صاحب نے غصّے میں کروٹ لی اور مرزا سے پوچھا: ''کیا کہا تم نے؟''، ''میں نے؟''، ''جی ہاں!''، ''تو میں نے یہی کہا ہے کہ احرار پاکستان کے غدار ہیں۔'' یہ الفاظ سکندر مرزا نے مٹھی بھینچتے ہوئے کہے۔

شیخ صاحب مرحوم نے فوراً گرج کر جواب دیا: ''احرار غدار ہیں کہ نہیں، اس کا فیصلہ ابھی تاریخ کرے گی۔ مگر تیرا فیصلہ تاریخ کر چکی ہے۔ تو غدار ابن غدار ہے۔ تیرے جد امجد میر جعفر ملعون نے سراج الدولہ سے غداری کی تھی۔ و اللہ العظیم! تو اسلام اور پاکستان کا غدار ہے۔'' اللہ اکبر! تب ڈاکٹر خان صاحب نے شیخ صاحب کو بڑی قوت سے اپنی آغوش میں لے لیا اور سکندر مرزا سے پشتو زبان میں کہا: ''میں نے تم سے پہلے نہیں کہا تھا کہ ان لوگوں کے ساتھ شریفانہ لہجے میں گفتگو کرنا۔ یہ بڑے بے ڈھب لوگ ہیں۔'' تب یکا یک اس کا لہجہ بدل گیا اور شیخ صاحب سے عاجزانہ معذرت کرنے لگا:

شہ سواروں میں ہیں ہم کو حقارت سے نہ دیکھو — گو بظاہر نظر آتے ہیں قلندر کی طرح

تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء کی نیو اٹھانے میں آپ کا بنیادی کردار تھا۔ حق تعالیٰ مغفرت کرے کیا آزاد مرد تھا۔ میانی قبرستان لاہور لٹن روڈ پھولوں والے کے عقب میں ماسٹر صاحب، چوہدری صاحب، شیخ صاحب قریب قریب محو استراحت ہیں۔

(۵۲۳) حسام الدین (ماموں کانجن)، جناب حافظ

(ولادت: ۱۰/اکتوبر ۱۹۱۳ء ...... وفات: ۱۸/جنوری ۱۹۸۵ء)

مدرسہ احیاء العلوم و جامع مسجد ماموں کانجن کے بانی مولانا حافظ حسام الدین، حضرت مولانا خیر محمد جالندھری کے مرید باصفا تھے۔ حضرت حافظ صاحب بہت ہی اجلی سیرت کے انسان تھے۔ آپ کی شخصیت کا سکہ مانا جاتا تھا۔ لوگ دل و جان سے آپ کا احترام کرتے تھے۔ اولاد کے ہاں باپ کا کیا احترام ہوگا جو حافظ حسام الدین کو اللہ تعالیٰ نے اس علاقہ میں دیا تھا۔

حضرت امیر شریعت، مجاہد ملت حضرت مولانا محمد علی جالندھری کے گرویدہ تھے۔ ان کا کوئی جلسہ مولانا جالندھری کے بغیر نہ ہوتا تھا۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت سے والہانہ محبت فرماتے تھے۔ فاتح قادیان مولانا محمد حیات صاحب، حافظ صاحب کے ہاں ہفتوں ہفتوں تبلیغی بیان کے لئے قیام فرماتے تھے۔ اس دھرتی پر حافظ حسام الدین کا وجود نیکی و شرافت، امانت و دیانت کی چلتی پھرتی دلیل تھا۔ حق تعالیٰ مغفرت کریں۔ بہت بڑے آدمی تھے۔

(۵۲۴) حسرت موہانی، مولانا

(پیدائش: ۱۸۷۸ء، موہانہ یوپی ...... وفات: ۱۳/مئی ۱۹۵۱ء)

آپ نامور سیاسی رہنماء تھے۔ تحریک آزادی ہند کے لئے نہ صرف دن رات ایک کر دیا بلکہ قید و بند کی صعوبتوں سے بھی ہمکنار ہوئے۔ آپ کو آزادئ ہند کی پوری قیادت نے رئیس الاحرار کے لقب سے یاد کیا۔ آپ مسلم لیگ کے پلیٹ فارم سے تحریک پاکستان کے لئے سرگرم عمل رہے۔ قائداعظم کے ساتھیوں میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔ پاکستان بننے کے بعد پاکستان آئے لیکن لیگیوں کے اللّے تللّے دیکھ کر واپس ہوگئے۔ خوب درویش صفت قومی رہنماء تھے۔ قادیانی فتنہ کو انگریز کی لابی سمجھ کر ہمیشہ قہر آلود نظروں سے دیکھتے تھے۔ حق تعالیٰ مغفرت کریں بڑے آدمی تھے۔

(۵۲۵) حسن التہامی (سیکرٹری جنرل اسلامی سیکرٹریٹ)، جناب

اسلامی سیکرٹریٹ کے جنرل سیکرٹری جناب حسن التہامی پاکستان کے ۷؍ستمبر ۱۹۷۴ء کے فیصلہ کے بعد فرماتے ہیں کہ:

’’قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دے کر پاکستان صحیح معنوں میں اسلامی مملکت بن گیا ہے۔ اسلامی سیکرٹریٹ کے دوسرے رکن ممالک کو اس مسئلے پر پاکستان کی تقلید کرنی چاہئے۔‘‘ (روزنامہ مشرق مؤرخہ ۹؍ستمبر ۱۹۷۴ء)

’’پاکستان کی قومی اسمبلی نے قادیانیوں کے متعلق جو فیصلہ کیا ہے، وہ قابل ستائش ہے۔ پاکستان اب صحیح معنوں میں ایک اسلامی مملکت بن گیا ہے۔‘‘ (ہفت روزہ لولاک فیصل آباد مؤرخہ ۲۶؍ستمبر ۱۹۷۵ء)

(۵۲۶) حسن دیوبندی، مولانا محمد

(ولادت: ۱۳۳۴ھ/ ۱۹۱۶ء ...... وفات: ۱۳۸۱ھ/ ۱۹۶۱ء)

مولانا محمد حسن دیوبندی سہارنپور میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد گرامی کا اسم گرامی مولانا نبیہ حسن تھا۔ تحصیل علم دارالعلوم دیوبند میں کی۔ ۱۳۵۶ھ میں آپ نے مولانا سید حسین احمد مدنی سے دورۂ حدیث پڑھ کر سند فراغت حاصل کی۔ بعداز فراغت دارالعلوم میں ہی آپ کا تقرر ہوا۔ فارسی اور عربی کے اسباق آپ پڑھاتے رہے۔ تادم آخر دارالعلوم میں ہی تدریس فرماتے رہے۔ آپ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع کے حقیقی بھانجے تھے۔ متعدد کتب آپ نے تصنیف فرمائیں۔ آپ کی وفات دارالعلوم دیوبند کے لئے عظیم سانحہ تھی۔ دارالعلوم دیوبند سے مفتی عزیز الرحمٰن نے مرزا غلام احمد قادیانی کے خلاف فتویٰ دیا تو اس پر آپ نے بھی تائیدی دستخط فرمائے۔ (فتاویٰ ختم نبوت ج ۲ ص ۳۶۵)

(۵۲۷) حسن رضا خان حنفی قادری، مولانا

’’قہر الدیان علےٰ مرتد بقادیان‘‘ چند لوگ قادیانی ہوئے۔ انہوں نے مناظرہ کا چیلنج اشتہار کے ذریعہ دیا۔ ان کے مقابلہ میں ایک اشتہار ’’ہدایت نوری بجواب اطلاع ضروری‘‘ نام سے اس پمفلٹ میں دیا گیا۔ اس کی صرف فصل اوّل اس پمفلٹ میں شائع ہوئی۔ روہیلکھنڈ گزٹ یکم؍جولائی ۱۹۰۵ء میں قادیانی اشتہار شائع ہوا۔ وہ قادیانی اشتہار رنچھ ند قادیانی کا تھا۔ اس کا جواب مولانا حسن رضا خان سنی، حنفی قادری برکاتی نے دیا۔ احتساب قادیانیت جلد ۴۹ میں ہم نے شائع کیا۔

(۵۲۸) حسن شاہ بخاری ہزاروی، مولانا قاری

(ولادت: یکم؍اکتوبر ۱۹۲۷ء، مانسہرہ ...... وفات: ۲۳؍اپریل ۱۹۹۴ء، مدینہ منورہ)

مولانا حسن شاہ ہزاروی داتہ ضلع مانسہرہ میں سید عالم شاہ بخاری کے ہاں پیدا ہوئے۔ مولانا مہر محمد اچھروی، مفتی محمد حسن اور مولانا رسول خان ہزاروی ایسے حضرات کے شاگرد رشید تھے۔ لاہور کے مختلف مدارس میں مدرس رہے۔ بیعت کا تعلق حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری سے تھا۔ تحریک ختم نبوت کے کارکن تھے۔ مدینہ منورہ میں انتقال ہوا اور جنت البقیع میں مدفون ہیں۔

(۵۲۹) حسن شاہ قادری بٹالوی، مولانا پیر

مولانا پیر حسن شاہ قادری بٹالوی کی خدمت میں ایک دفعہ مرزا قادیانی آیا۔ آپ نے اسے ہدایت فرمائی کہ عقیدۂ اہل سنت پر ثابت قدم رہنا اور خواہشات نفسانیہ وہوائے شیطانیہ کا غلام نہ بن جانا۔ آپ کے شاگرد حافظ عبدالوہاب نے مرزا کے جانے کے بعد پوچھا کہ: ''حضرت! آپ نے عجیب ہدایت فرمائی۔ اس کی کیا وجہ ہے؟'' فرمایا کہ: '' کچھ عرصہ بعد میں اس آدمی کا دماغ خراب ہوگا اور یہ دعویٰ نبوت کرے گا۔ شیطان اس وقت بھی اس کی مہار تھامے ہوئے ہے۔'' چنانچہ اس پیش گوئی کے ۳۶ سال بعد مرزا قادیانی نے نبوت کا دعویٰ کر دیا۔ (ارشاد المسترشدین ص ۱۶۱)

اسی طرح شاہ عبدالرحیم سہارنپوری نے حکیم نورالدین کے متعلق قبل از وقت فرمایا تھا کہ یہ مرتد ہو جائے گا۔ چنانچہ بعد میں ایسا ہوا۔ سچ ہے: ''اتقوا فراسة المؤمن فانه ینظر بنور الله''

(۵۳۰) حسن عیسیٰ عبدالظاہر المصری، جناب

موصوف جامعہ ازہر مصر کے فارغ التحصیل تھے۔ آپ نے جامعہ کے کلیۃ الدین سے ۱۹۵۴ء میں ڈگری حاصل کی۔ ۲۰۷ صفحات پر مشتمل عربی میں کتاب ۱۹۷۳ء میں لکھی جس کا نام ''القادیانی نشأتها وتطورها'' مصنف نے نائیجیریا کے قیام کے دوران مرزائیت کو قریب سے دیکھا۔ ان کے لٹریچر کو دیکھا۔ ان سے مباحثے ہوئے۔ واپسی پر قاہرہ جا کر یہ کتاب تحریر کی جس کی چار فصل ہیں۔ مرزائیت کے عقائد فاسدہ کو عقل ونقل کی روشنی میں خوب سے خوب تر واضح کر کے مسلمانوں کے لئے اسے عظیم فتنہ قرار دیا۔

(۵۳۱) حسن عیسیٰ عبدالظاہر (مصر)، جناب

آپ جامعۃ الازہر مصر کے لیکچرار اور معروف مبلغ اور نامور داعی تھے۔ فتنۂ قادیانیت کے خلاف آپ نے ذیل کا بیان دیا:

۱...... ''مرزا غلام احمد ۱۲۵۲ھ مطابق ۱۸۳۹ء میں سکھ عہد حکومت کے آخری زمانہ میں پیدا ہوا۔ اس کا تعلق ایک ایسے خاندان سے تھا جو قدیم زمانہ میں سمرقند سے آ کر قادیان نامی ایک بستی میں آباد ہو گیا تھا۔ اس خاندان کا تعلق ترکوں کی مغل شاخ کے خانوادہ تیموری سے بتایا جاتا ہے۔ لیکن خود مرزا غلام احمد نے پہلے اپنے آباؤ اجداد کے حوالہ سے اس نسب نامہ کا اقرار کیا اور بعد میں اپنی نام نہاد وحی کے حوالہ سے نہ صرف خود کو فارسی النسل بتایا، بلکہ اپنا مادری سلسلہ بنی فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ذریعہ سے رسول اللہ ﷺ سے جوڑ دیا۔''

(چہ نسبت خاک را بہ عالم پاک)

۲...... ''مرزا غلام احمد نے اپنی زندگی نہایت تنگ دستی اور عسرت کے عالم میں شروع کی۔ اس زمانہ میں جب کہ مسلمانوں کو سرکاری ملازمت نہایت مشکل سے ملتی تھی، مرزا کو پچیس سال کی عمر میں (بن پڑھا لکھا ہونے کے باوجود) سیالکوٹ کی کمشنری میں پندرہ روپے ماہوار کی نوکری مل گئی...... وہ اس ملازمت پر چار سال ۱۸۶۴ء سے ۱۸۶۸ء تک رہا۔ ملازمت کے دوران اس نے انگریزی کی چند ابتدائی کتابیں پڑھ کر قانون کا امتحان دینا چاہا۔ لیکن اس کو ناکامی کا سامنا کرنا پڑا۔''

۳...... ''باپ کے مرنے کے بعد مرزا کی زندگی کا سب سے اہم مسئلہ روزی کا حصول تھا۔ لیکن ادھر اس کے دعوؤں کا ظاہر ہونا تھا

کہ ادھراس کا معیار زندگی بلند ہونا شروع ہوگیا۔اس نے اپنے جاہل پیروکاروں میں جو مذہبی لیڈری حاصل کر لی تھی،اس کے ذریعے اس کی معیشت کافی سے زیادہ حد تک سدھر گئی۔اب اس پر مال ودولت کے دروازے کھل گئے اور غریبوں کی جیبوں سے،اس کے دعاوی سے دھوکہ کھا جانے والے متوسط طبقہ کے لوگوں سے اور نہ جانے کہاں کہاں سے دنیاوی مال واسباب کی بارش ہونے لگی۔یہ سب کچھ اس مادی مدد کے علاوہ تھا جو انگریز حکومت اس کو اور اس کے پیروکاروں کو بہم پہنچاتی تھی۔یہ لوگ فوج، پولیس، عدلیہ اور دوسرے حکومتی شعبوں میں بے شمار بڑے بڑے مناصب حاصل کر لیتے تھے۔''

۴...... ''مرزا غلام احمد قادیانی کی تصویر اگر کوئی شخص دیکھے جو عام طور پر اس کی کتابوں کے شروع میں موجود ہوتی ہے،تو اس کو ایک ضعیف ونزار اور بیمار شخص نظر آئے گا،جس پر تھکن، بے وقوفی اور کند ذہنی کے آثار نمایاں ہیں......اس شخص کی کند ذہنی اور بے وقوفی کا یہ عالم تھا کہ اس کو دائیں اور بائیں جوتے کا پتہ نہ چلتا تھا۔یہاں تک کہ اس کو ان دونوں میں فرق کرنے کے لئے روشنائی سے نشانی لگانی پڑتی تھی۔وہ استنجے کے ڈھیلے،جن کی اس کو کثرت پیشاب کے باعث باربار ضرورت پڑتی تھی۔شکر کے ٹکڑوں (گڑ) کے ساتھ...... جن کو وہ بڑے شوق سے کھاتا تھا،ایک ہی جیب میں رکھ لیا کرتا تھا۔نوجوانی میں اس شخص کو ہسٹریا اور مراق کا مرض بھی رہ چکا تھا۔اس کے علاوہ اس کو شدید اعصابی دورے بھی پڑتے تھے جن کی وجہ سے وہ کبھی بیہوش ہوجاتا اور کبھی غش کھا کر گر پڑتا تھا۔اس طرح وہ عمر بھر ذیابیطس کا مریض رہا۔دوران سر کی شکایت ان سب کے علاوہ تھی۔''

۵...... ''ان سب امراض کے ساتھ ساتھ ان صاحب کے سر میں مذہبی لیڈرشپ حاصل کر لینے کا سودا بھی سما گیا اور یہ بات اس کے اوہام وخیالات میں جڑ پکڑنے لگی،اب وہ عالم اسلام پر غلبہ حاصل کرنے کے خواب دیکھنے لگا اور معمولی مذہبی لیڈرشپ سے بڑھ کر نبوت کے نام سے یہ کاروبار شروع کر دیا۔اس سلسلہ میں اس نے اپنی گندی زبان،مخالفین کی شان میں سخت ہجو کے استعمال کے علاوہ معاصر علماء،اللہ کے نیک بندوں اور عام مسلمانوں کو گالیاں دینا،اپنا شیوہ بنالیا۔ایک طرف وہ اپنی لیڈری اور نبوت کے سہانے خوابوں اور اپنے اوہام وخرافات کی دنیا میں آباد تھا۔دوسری طرف اس میں نبوت تو کجا معمولی قیادت اور لیڈرشپ کے بنیادی اوصاف بھی مفقود تھے۔سچائی اور راست گفتاری کا عنصر اس شخص میں نام کو نہ تھا۔'' ومن اظلم ممن افتری علی اللہ کذبا او قال اوحی الیّ ولم یوح الیہ شئ ومن قال سانزل مثل مآ انزل اللہ ''اور اس شخص سے زیادہ ظالم آخر کون ہوسکتا ہے جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ افتراء کرے یا یہ کہتا پھرے کہ مجھ پر وحی آئی ہے۔ درآں حالیکہ اس پر کچھ بھی وحی نہیں اتاری گئی۔اسی طرح اس شخص سے بڑا ظلم بھی کون ہوسکتا ہے جو کہے کہ میں بھی وحی اتار سکتا ہوں۔ جیسی کہ اللہ تعالیٰ نے اتاری ہے۔'' (ماہنامہ ضیائے حرم دسمبر۱۹۷۴ء)

(۵۳۲) حسن نظامی، جناب خواجہ

(ولادت:۲۷؍دسمبر۱۸۷۸ء ...... وفات:۳۱؍جولائی۱۹۵۵ء)

ہندوستان کے نامور بزرگ خواجہ حسن نظامی نے ۷۷سال کی عمر میں انتقال کیا۔ان کی جیسی جامع الحیثیات شخصیتیں مدتوں بعد پیدا ہوتیں ہیں۔وہ ایک خاندانی اور صاحب نسبت صوفی،صاحب طرز ادیب،ذہین وماہر نفسیات داعی،کامیاب تاجر،غرض تنہا

ایک دنیا اور دلّی کی تہذیب وشرافت کی یادگار تھے۔ انہوں نے اپنی محنت اور خداداد ذہانت وقابلیت اور سوجھ بوجھ سے نہایت معمولی حالت سے جس قدر ترقی اور شہرت وناموری حاصل کی، اس کی مثالیں کم ملتی ہیں۔ ان کا طرز انشاء نہایت سادہ مگر دلنشین اور سہل ممتنع کی حیثیت رکھتا ہے۔ انہوں نے بہت چھوٹی چھوٹی اور حقیر چیزوں پر جیسے مفید، دلچسپ، سبق آموز اور نتیجہ خیز مضامین لکھے وہ ان ہی کا حصہ ہے۔ ان کے مضامین کے کئی مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔ ان کی تصانیف کی تعداد سینکڑوں سے متجاوز ہے۔ موضوع کا اتنا تنوع اور نشیب وفراز مشکل ہی سے اردو کے کسی مصنف کے مضامین اور کتابوں میں مل سکتا ہے۔ ان کی تصانیف میں غدر دہلی کے افسانوں کا سلسلہ شاہکار کی حیثیت رکھتا ہے۔ انہوں نے درجنوں اخبارات اور رسالے نکالے۔ ایک زمانے میں ان کے زیر سرپرستی نکلنے والے رسالوں کی سارے ہندوستان میں دھوم تھی۔ ان کے بہت سے شاگرد اور تربیت یافتہ ایڈیٹر اور صاحب قلم بن گئے۔ اس لئے اردو زبان کی خدمت کے اعتبار سے وہ اس دور کے اساطین اردو میں تھے۔

ان کے ہر کام میں جدت وذہانت نمایاں تھی اور ان کی کامیابی کا سب سے بڑا سبب ان کا یہی وصف تھا، ان کے مریدوں اور عقیدتمندوں کا دائرہ نہایت وسیع تھا، جس میں ہندو، مسلمان، سکھ اور امراء ووالیان ریاست سب داخل تھے۔ ایک زمانہ میں انہوں نے شدھی اور سنگھٹن کا بھی مقابلہ کیا اور ہندو مسلمانوں کو ملانے کا بھی فرض انجام دیا۔ غرض علم وادب، مذہب وسیاست، صنعت وتجارت ہر شعبہ میں ان کے کارنامے ہیں اور ان کی پوری زندگی جدوجہد اور سعی وعمل کا نمونہ اور اس حیثیت سے دوسروں کے لئے قابل تقلید تھی اور وہ اپنے زمانہ کے بڑے کامیاب انسان تھے۔ باقی بشری کمزوریوں سے کوئی انسان بھی مستثنیٰ نہیں ہے۔ آج سے دس پندرہ سال پہلے تک سارا ہندوستان ان کی شہرت سے گونجتا تھا۔ مگر ادھر چند سال سے کچھ حالات کے تغیر اور کچھ ضعف پیری نے خانہ نشین کر دیا تھا اور وہ گمنام سے ہوگئے تھے۔ ان کی زندگی کا یہ دور دنیاوی شہرت وناموری کی ناپائیداری کا سبق آموز مرقع ہے۔'' والبقاء للّٰہ وحدہ'' اللہ تعالیٰ ان کو عالم آخرت کی کامیابی اور ناموری سے سرفراز فرمائے۔

تحریک ختم نبوت (۱۹۷۴ء) میں مرزائیوں نے اشتہارات اور ہینڈ بل وغیرہ شائع کر کے یہ پروپیگنڈا کیا کہ حضرت خواجہ حسن نظامی قادیانیوں کے بارے میں اچھی رائے رکھتے تھے۔ ۱۷؍جون ۱۹۳۵ء کے روزنامچے ''منادی'' کی مندرجہ ذیل تحریر غالباً آئینہ دکھانے کے لئے کافی ہے۔ خواجہ صاحب لکھتے ہیں: ''میرے پیرومرشد حضرت مولانا مہر علی شاہ چشتی نظامی سجادہ نشین گولڑہ شریف کا ایک بیان میری نظر سے گزرا۔ جس میں حضرت اقدس نے ایک فیصلہ کن حکم صادر فرمایا ہے اور وہ یہ ہے کہ قادیانی اپنے عقائد مخصوصہ کے سبب مسلمان نہیں کہلا سکتے۔ اس واسطے کسی مسلمان کو ان سے کسی قسم کا تعاون جائز نہیں۔'' (بحوالہ مہر منیر ص ۲۹۳)

(۵۳۳) حسنین بن محمد مخلوف مصری، فضیلۃ الشیخ مفتی

فضیلۃ الشیخ حسنین مفتی محمد مخلوف ازہر یونیورسٹی سے فراغت کے بعد اپنے ملک کے مناصب جلیلہ پر فائز ہوئے۔ جلالت شان کی بناء پر رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ کی مجلس تاسیسی کے رکن منتخب کئے گئے۔ آپ مکہ مکرمہ کے ایک ہوٹل میں قیام پذیر تھے کہ ان دوران مؤلف کتاب ''فتویٰ حیات مسیح'' مولانا منظور احمد چنیوٹی نے موصوف سے مندرجہ ذیل فتویٰ تحریر کرایا۔ جناب حسنین مخلوف نے فتویٰ تحریر کرنے سے پہلے خود اپنا مختصر تعارف بھی کرادیا جو کہ الحمدللہ! ان کی تاریخ کا ایک حصہ بن گیا ہے۔ ذیل میں موصوف کا تعارف

اور فتویٰ کی عبارت نقل کی جاتی ہے:

الحمد للّٰہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ اشرف الانبیاء والمرسلین وعلیٰ آلہٖ وصحبہٖ اجمعین وبعد!

مختصر ترجمة فضيلة الشيخ حسنين محمد مخلوف صاحب الفتاویٰ الشرعية والفتویٰ بكفر القاديانية مولده وحياته العلمية هو الشيخ حسنين محمد حسين مخلوف الحنفی الازهری المولود فی يوم السبت ٦مايو ١٨٨٠م بالقاهرة، ووالده شيخ من شيوخ الازهر، فضيلة الشيخ محمد حسنين مخلوف العدوی، المالكی الازهری، لتقی المترجم علومه بالازهر الشريف، بعد ان حفظ به القرآن الكريم وجوده فی الحادية عشر من عمره، ونال شهادة العالمية بالازهرية بتفوق فی ١٩١٦م وعين قاضيًا بالمحاكم الشرعية فی عام ١٩١٦م مازال يرقی حتی عين رئيسًا بمحكمة الاسكندرية الشرعية فی عام ١٩٤١م ثم رئيسًا للتفتيش الشرعی فی عام ١٩٤٢م، ثم عين نائبًا للمحكمة العليا الشرعيه فی عام ١٩٤٤م ثم مفتيًا للديار المصرية فی عام ١٩٤٥م، وعين عضوًا فی جماعة كبار العلماء عام ١٩٤٧م، وانتهت مرة خدمة ببوغه السنين سنة فی ٥مايوسنة ١٩٥٠م، ثم اعيد للافتاء بعد سنة ونصف لمدة سنتين ثم بانتهائها ترك وظيفة الافتاء، واشتغل بالتدريس والتأليف ولا يزال كذالك الآن وكان تعيينه بالافتاء فی المرة الأولیٰ، والثانية فی عهد الملك فاروق۔

وآية فی طائفة القاديانية۔

كتب سماحة الاستاذ حسنين مخلوف، مفتی ديار المصرية السابق، وعضو جماعة وعضو كبار العلماء بالأزهر الشريف وعضو المجلس التاسيسی لرابطة العالم الاسلامی بمكة المكرة وعضو مجمع البحوث الاسلامية بالأزهر الشريف فی فتاويه۔

مانصه:

الطائفة القاديانية من الفرق الزائغة المنشقة عن الاسلام اسسها الميرزا غلام احمد فی القرن التاسع عشر فی الهند، وقد ذكر المترجم تاريخه او مما قاله انه قد اصيب فی شبابه بمرض هستيريا ونوبات عصبية عنيفة، وكان يتداوی من هٰذا المرض ببعض المشروبات المسكرة وقد زعم فی كتابه

براهين احمدية انه مكلف من الله تعالٰى باصلاح الخلق علٰى نهج المسيح عيسٰى ابن مريم علیہ السلام وان له الهامات ومكاشفات وان من يحضر الٰى قاديان يرى الآيات السماوية الخوارق۔

ودعا الجمعيات الاسلاميه بالهند الى المناداة بفضل الانجليز۔

وان الجهاد ضدهم حرام وانهم نعمة عظيمة على البشر من الله۔

وقال انه نشر خمسين الف كتاب ورسائل فى اعلان فضلهم وانهم منة على المسلمين، وانه يجب طاعتهم بل صرح بانه من خدامهم۔

وطلب منهم ان يعاملوا اسرته بالهند بالعطف والرعاية ما داموا من غرس الانجليز الٰى آخر هٰذه العبارات الدنيئة، وتدرج فى الدعوى الٰى ان زعم ان روح المسيح علیہ السلام قد حلت فيه وان ما يتحدث به هو كلام الله كالقرآن الكريم والتوراة۔

وان دمشق التى ينزل فيها المسيح عيسٰى علیہ السلام فى آخر الزمان هى فى القاديان المكنى عنها بالمسجد الاقصٰى۔ وان الحج اليها فريضة۔

وهى الثالثة بعد مكة والمدينة ويسميها (الربوة) وانه مما قد اوحى الله اليه بما يربو علٰى عشرة آلاف آية وان من يكذبه كافر، وقد شهد له القرآن بالنبوة وكذالك الرسول صلی اللہ علیہ وسلم، وقد صرح بموت المسيح عيسٰى علیہ السلام ودفنه فى كشمير وعين قبره فيها، تلك هى عقيدته وعقيدة اتباعه الضالين المنحرفين۔

ويقولون ان من لا يدخل فى بيعته فهو كافر۔ وكذالك امتنع ظفر الله خان القاديانى وزير الخارجية من اتباعه عن الصلاة علٰى جثمان محمد علی جناح مؤسس باكستان بل زعم انه مقدم علٰى سائر الانبياء وان الله اوحى اليه فقوله: يا قمر، يا شمس انت منى وانا منك۔ انت منى وانا منك ظهورک ظهورى يحمد الله من عرشه ويمشى اليک الٰى آخر اكاذيبه الصارخة وضلالاته الفاحشة وقد فضحه شاعر الهند العظيم العلامة الدكتور محمد اقبال ورد علٰى جواهر لال نهر ورئيس وزراء الهند الذى (كان) يعطف على القاديانية فى بلاده وفى باكستان لغلوهم فى مناهضة الاسلام والنبوة المحمدية ومحاربتها۔

وكذالك صديقنا العلامة السيد ابوالحسن على الندوى والعلامة السيد ابوالاعلى المودودى والأستاذ الاكبر الشيخ الخضر شيخ الأزهر فى ثلاث رسائل صدرتاها برسالة هامة فى تاريخ وتعاليم هٰذا المارق يمن الاسلام هو وكل من يتبعه فى مزاعمه وضلالاته۔ وقد اطلعنا علٰى كتابه التبليغ وما فيه من كفر وضلال وكذب على الله والأنبياء۔

وقد اطلعنا ايضًا علٰى ما فى كتابه من تزلف ونفاق للانجليز وحكام الهند آنذاک الٰى ابعد حد ولقد عرفنا كل المعرفة اخاسيسه ورذائله فى هٰذا الكتاب، ولما هلک الميرزا غلام احمد القاديانى فى ۲۶مايو سنة ۱۹۰۸م وخلفه صديقه الحميم فى الضلال حكيم نورالدين، صاحب تصديق براهين احمدية، فى دعاويه ومفترياته ثم توفى فى ۱۳مارس سنة ۱۹۱۴م واستخلف بعد موته (بشيرالدين محمود) اكبر ابناء مؤسس الطائفة الضالة، وللقاديانية فرع اللاهورى يتزعمه الضال محمد على صاحب ترجمة القرآن باللغة الانجليزية وله مؤلفات كثيرة وهو يلقب غلام احمد بالمسيح الموعود وله الحاد فى ترجمة القرآن وهى ترجمة كاذبة ضالة، نحذر المسلمين منها عامة، فانها تحريف والحاد وكذب وتضليل وقد اعتمد عليها اعداء الاسلام من الطوائق المنشقة عن الاسلام ومن المستشرقين وبعض المبشرين الكاذبين الجانين على الاسلام، ومن هٰذا يعلم كفر الطائفة القاديانية وكفر زعيمها الضال۔

رائى القاديانى فى المسيح والفتوى الشرعية الاسلامية بكفر القاديانى لقد كتب جريدة مبنى الشرق بمصر منذسنين مايأتى۔

لقد استغلت الجماعة الأحمدية بالهند بالرأى لأحد الشيوخ الأزهر يين زعم فيه وفاة المسيح عيسٰى علیہ السلام فاذاعت ان علماء الأزهر افتوا بالاجماع بموت المسيح علیہ السلام يريدون بذالک تأييد الميرزا غلام احمد القاديانى بأنه هو المسيح المنتظر لأن المسيح قد مات وحلت روحه فى غلام احمد ولما هال الأمر علماء الاسلام طلبوا بيانًا من مبعوث المؤتمر الاسلامى والأزهر هناک فبادر بارساله اليهم وترجموه الى الأردية ونشر فى صحف الهند الاسلامية وهو بالطبع يخالف رأى ذالک الشيخ وجماعة المسلمين بالاجماع واحالت الجريدة علينا هٰذا السؤال فكتبنا الجواب عليه۔

بمايأتى بالحرف راجع فى فتاوانا ج١ ص٩٠ وما بعدها۔

ان مما تظاهرت عليه ادلة العقل والنقل واجمعت عليه الرسالات السماوية ان اللّٰه تعالٰى واحد لا شريک له له الكمال والقدرة والعلم المحيط والحكمة البالغة والتدبير المحكم لكل شئ خلقًا وايجادًا وبقاءً وافناءً ”له ما فى السمٰوٰت والأرض كل له قٰنتون بديع السمٰوٰت والأرض، واذا قضٰى امرًا فانما يقول له كن فيكون“ ابتدع خلقه الاوّل من غير مادة وهى منه خلقه الذى ابتدعه، وابتدعى النوع الانسانى علٰى غير مثال سبق بخلق آدم من المادة الطينية ثم خلق زوجته منه فكان خلق آدم من غير ابوى۔

اوّل سطر فى لوح الوجود الانسانى ناطق بكمال قدرة الخالق الاعظم وبدائع صنعه وكان فى السطر الثانى خلق عيسٰى ابن مريم من غيراب، خلقهما اللّٰه تعالٰى بيد قدرته واوجدهما بكلمه ولا يتعاظم شئ علٰى قدرته۔

وابدع علٰى غير مثال عالم الروح فخلق الأرواح ونفخها فى الأجسام وهى من امره تعالٰى استاثر بايجادها وبعثها وتصريفها ولم يستطع اشد الناس جحودًا للالٰهيات ان ينسب لانسان خلق روح وبعثها فى جسد وترتب اثر الحياة عليها۔

وانما ذالک اللّٰه وحده وقد خلق اللّٰه لكل جسد روحًا يتصل به عند تكوينه وينفصل عنه عند موته اذا انقضى اجله المقدر له وتبقى بعد انفصاله طليقه فى عالمها الروحى تسبح حيث يشاء اللّٰه حتّٰى يأمرها اللّٰه يوم البعث والنشور يوم يبعث من فى القبور بالعودة الٰى سجدها الذى انشاه اللّٰه للنشاة الاخرىٰ ومما لا خفاء فيه ان الانبياء احياء فى قبورهم حياة برزخية خاصة اقوىٰ من حياة الشهداء وان ذالک لا ينافى وجود ارواحهم فى السماء اذ ان الأرواح فى عالمها لا تحدها الأبعاد ولا تقيدها القيود، وقد لقى المصطفٰى ﷺ ارواح الانبياء فى بيت المقدس ليلة الاسراء وصلى بالأنبياء اماماً فيه، ولقى موسٰى علیہ السلام فى السماء ليلة المعراج بعد الصعود من بيت المقدس وتقا ولا بما جاء فى الحديث الصحيح بشان فريضة الصلاة كما لقى غيره من الانبياء، وثبت ان المصطفٰى ﷺ يرد السلام من يسلم عليه وانه تعرض عليه اعمال امته۔

ولا يمكن ان تنتقل اى روح فضلاً عن ارواح الانبياء الٰى جسم آخر تحل فيه وتصرفه كما يزعم القائلون بتناسخ الارواح وهو اضل الخلق عن

الاسلام وغيره من الديانات السماوية ومارقون عن الشرائع۔

فقول القادياني ان روح المسيح عيسٰى علیہ السلام حلت فيه باطل وزور في القول وكفر صريح۔

اما المسيح عيسٰى علیہ السلام فالمجمع عليه عند المسلمين في شانه مادل عليه القرآن الكريم انه لم يقتل ولم يصلب وانه رفع الى السماء بجسمه وروحه دون موت وانه لايزال حياً في السماء حتّٰى يأذن الله سبحانه وتعالٰى مما يأذن به اواخر الزمان وان الله كف عنه بني اسرائيل حين دبروا قتله، ومن عادتهم قتل انبيائهم كما اخبر الله عنهم بذالك، فالقى شبهه علٰى ذالك المنافق الذي دلهم عليه فكان جزاؤه القتل، وجزاء عيسٰى علیہ السلام الاكرام بالرفع الٰى السماء۔

قال الله تعالٰى: ”وما قتلوه وما صلبوه ولكن شبه لهم (النساء:۱۵۷)“

”وما قتلوه يقيناً بل رفعه الله اليه (ايضاً)“

”اني متوفيك“ (اي مستوفيك وقابضك الٰى بجسمك وروحك) ”ورافعك الي ومطهرك من الذين كفروا (آل عمران:۵۵)“

ورفع عيسٰى علیہ السلام الى السماء كفرع محمد صلی اللہ علیہ وسلم الى السماء ليلة المعراج بروحه وجسده يقظة لا مناماً ولا غرابه في ذالك فانها معجزات خارقة لا توزن بموازين العدات ولا تقاس بمقاييسها وهي شأن الخالق جل وعلا بقدرته الباهرة علٰى ان يحدث في الجسم البشري ما يعده ويهيئه لهٰذه الرحلة السماوية۔

ويحول ما يحيط به الٰى ما يناسبه في هٰذه الحالة كما حول النار المحرقة برداً وسلامًا علٰى ابراهيم علیہ السلام، وحول جبريل من الصورة الملكية الى الصورة البشرية في لمح البصر حتّٰى كان يلقي الرسول صلی اللہ علیہ وسلم الوحي في صورة دحية الكلبي وحين التقى بابراهيم علیہ السلام في بيته ضيفًا مع الملائكة قبيل انزال العذاب بقوم لوط۔

وما دام ذالك في نطاق القدرة الالٰهية وقد وقع فعلًا وجاء به المخبر الصادق، كما جاء بسائر معجزات الانبياء علیہم السلام وخوارقهم التي لا تحبط به العقول، فأي غرابة في ذالك، لا جرم ان استغرابه او استبعداه انما ينشأ عن دخل في الصدر وشك في الاخبار وتحديد القدرة الله بقدرة البشر العاجزين، والافمن آمن بقدرة الله علٰى كل ممكن وآمن بالرسالات وان للرسل معجزات

وان المعجزات امور ممكنة فى ذاتها هينة جدًا علىٰ خالقها خارقة لعادات البشر معجزة لهم وحدهم ايقن بأن ذالك كل هين يسير على الخالق جل وعلا۔

وغنى عن البيان ان شان عيسىٰ علیہ السلام من مبدا خلقه الىٰ طور شبابه الىٰ طور قيامه بالدعوة فى بنى اسرائيل الىٰ طور عداوتهم له الىٰ طور تدبيرهم اغتياله كان شأناً عجيباً وكل ذالك كان ابتلاء لبنى اسرائيل وكان اللافتراء والكذب عليه ونسب اليه مالم يقله شأن اعجب۔

وحسبنا ما حكاه اللّٰه وهو فى المهد قال انى عبد اللّٰه آتٰنى الكتٰب وجعلنى نبيا وجعلنى مباركًا اين ما كنت (اى قدر له ذالك فى علمه) واوصانى بالصلٰوة والزكٰوة مادمت حياً وبرا بوالدتى ولم يجعلنى جبارًا شقياً والسلٰم على يوم ولدت ويوم اموت (اى بعد النزول من السماء آخر الزمان والحكم بشريعة الاسلام وكسر الصليب وقتل الخنزير) ويوم ابعث حياً (فى اليوم الآخر) عليه وعلىٰ نبينا افضل الصلٰوة والسلام۔

هٰذا ما كتبناه اذ ذاك ونشر فى الصحف والكتٰب تكذيباً للقاديانية الضالة المارقة الكافرة وبياناً لخطاء ذالك الشيخ الأزهرى الذى هل السبيل ونشر مانشره عن جهل او عناد واللّٰه ولى الصالحين۔ كتبه حسنين محمد مخلوف

سابق مفتی اعظم مصر، وممبر جماعت کبار علماء مکۃ المکرّمۃ

مؤرخہ ۵؍ربیع الاوّل ۱۳۹۴ھ

شیخ حسنین محمد مخلوف کا تعارف، آپ کی پیدائش اور تعلیمی زندگی

آپ کا نام حسنین بن محمد حسنین مخلوف ہے۔ آپ حنفی المسلک اور ازہر کے رہنے والے ہیں۔ آپ ۶؍مئی ۱۸۸۰ء کو قاہرہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد محمد مخلوف ازہر کے شیوخ میں سے تھے اور فقہ مالکی کے پیروکار عدوی قبیلے سے تعلق رکھتے تھے۔ جناب حسنین مخلوف نے ازہر میں گیارہ سال کی عمر میں قرآن مجید باتجوید حفظ کرنے کے بعد تمام علوم وہیں حاصل کئے اور جامعہ ازہر کی شہادۃ العالمیہ ۱۹۱۴ء میں اعلیٰ نمبروں کے ساتھ حاصل کی اور ۱۹۱۶ء میں شرعی عدالت کے جج مقرر ہوئے۔ پھر آپ کی برابر ترقی ہوتی رہی۔ یہاں تک کہ ۱۹۴۱ء میں آپ اسکندریہ کی شرعی عدالت کے چیف جسٹس مقرر ہوگئے۔ پھر ۱۹۴۲ء میں محکمہ سی.آئی.ڈی شرعی کے ڈائریکٹر مقرر ہوئے۔ اس کے بعد پھر آپ ۱۹۴۴ء میں سپریم کورٹ کے قائم مقام چیف جسٹس مقرر ہوگئے۔ پھر ۱۹۴۵ء میں آپ مصر کے مفتی اعظم منتخب ہوگئے۔ پھر ۱۹۴۸ء میں مجلس شیوخ کے ممبر مقرر ہوئے اور آپ کی مدت ملازمت ۶۰ سال کی عمر میں ۵؍مئی ۱۹۵۰ء کو ختم ہوگئی۔

پھر ڈیڑھ سال بعد دوبارہ دوسال کے لئے دارالافتاء کا محکمہ آپ کے سپرد کردیا گیا۔ دوسال گزرنے پر آپ نے افتاء کی

ملازمت چھوڑ دی اور درس وتدریس اور کتب کی تالیف میں مشغول ہوگئے۔ یہ سلسلہ برابر اب تک جاری ہے۔ افتاء کے شعبے میں آپ کی تقرری دونوں مرتبہ صدر فاروق کے زمانے میں ہوئی۔

قادیانی گروہ

فضیلۃ الشیخ حسنین محمد مخلوف مفتی اعظم جمہوریہ مصر اور جامعہ ازہر کی مجلس شیوخ کے ممبر، رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ کی مجلس تاسیسی کے رکن اور مجلس تحقیقات اسلامی ازہر یونیورسٹی کے ممبر نے اپنے فتوے میں قادیانی گروہ کے متعلق فرمایا۔ (فتویٰ کی اصل عبارت یہ ہے): ''قادیانی فتنہ گمراہ فرقوں میں سے ایک فرقہ ہے، جو اسلام سے نکلا ہوا ہے۔ اس کی بنیاد مرزا غلام احمد قادیانی نے انیسویں صدی عیسوی میں ہندوستان میں رکھی تھی۔ مرزا قادیانی کے حالات لکھنے والے نے اس کی تاریخ بیان کی ہے۔ اس تفصیل میں یہ بھی درج ہے کہ مرزا قادیانی جوانی میں ہسٹریا اور سخت اعصابی دردوں کا شکار ہوگیا تھا اور اس مرض کے علاج کے لئے بعض نشہ آور سیرپ استعمال کرتا تھا۔ اس نے اپنی کتاب ''براہین احمدیہ'' میں دعویٰ کیا ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کی طرف سے عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے طریقے کے مطابق مخلوق کی اصلاح پر مأمور ہے اور یہ دعویٰ بھی کیا ہے کہ اس کو بہت سے الہامات اور مکاشفات ہوئے ہیں اور جو آدمی قادیان شہر میں حاضر ہوگا۔ وہ بہت سی آسمانی نشانیاں اور خارق عادت چیزیں پائے گا۔''

بلکہ ہندوستان کی اسلامی تنظیموں کو دعوت دی کہ وہ استعمار کے فضل وکمال کا اعلان کریں اور یہ کہ انگریز کے خلاف جہاد کرنا حرام ہے اور انگریز سرکار انسانیت کے لئے اللہ کی رحمت ہے۔

مرزا قادیانی نے کہا کہ میں نے انگریز کی تعریف میں پچاس ہزار کتابیں اور رسالے تحریر کئے ہیں اور انگریز، مسلمانوں پر احسان بن کر اترے ہیں اور ان کی اطاعت گزاری، واجب ہے۔ بلکہ یہ اقرار کیا کہ وہ انگریزوں کا نوکر ہے۔

اور ان سے درخواست کی کہ ہندوستان میں اس کے خاندان کے ساتھ نرمی اور مہربانی والا معاملہ کیا جائے۔ کیونکہ وہ ان کا خودکاشتہ پودا ہے۔ اسی طرح اور کمینگی کی عبارتیں موجود ہیں۔ پھر وہ اپنے دعوے میں ترقی کرتا گیا۔ یہاں تک کہ اس نے دعویٰ کیا کہ مجھ میں مسیح موعود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی روح حلول کرگئی ہے اور جو وہ گفتگو کرتا ہے وہ اللہ کا کلام ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم اور توراۃ ہے۔

اور یہ کہ وہ دمشق جس میں مسیح موعود حضرت عیسیٰ علیہ السلام آخرزمانے میں نازل ہوں گے۔ وہ قادیان ہے، جسے قادیانیوں کے ہاں مسجد اقصیٰ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اور مکہ مدینہ کے بعد اس کا تیسرا مرتبہ ہے، اس بستی کا نام ربوہ رکھا اور کہا کہ اس کا حج کرنا فرض کا درجہ رکھتا ہے۔

اور یہ دعویٰ کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف وحی کی ہے۔ جو دس ہزار آیتوں سے بڑھ جاتی ہے اور یہ کہ جو کوئی اس کی تکذیب کرے وہ کافر ہے اور قرآن نے اس کی نبوت کی گواہی دی ہے۔ ایسے ہی حضور ﷺ نے بھی تصدیق کی ہے اور حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کی موت اور کشمیر میں آپ کے دفن ہونے کا بڑے زوردار الفاظ میں اظہار کیا ہے اور کشمیر میں آپ کی قبر کی نشاندہی بھی کردی ہے۔ یہ ہے مرزا قادیانی اور اس کے ماننے والے گمراہ مرتدین پیروکاروں کا عقیدہ۔

اور کہتے ہیں جو مرزا قادیانی کی بیعت میں شامل نہیں ہوا وہ کافر ہے۔ ایسے ہی پاکستان کے قادیانی وزیر خارجہ سر ظفر اللہ خان نے

جو کہ مرزا قادیانی کا پیروکار تھا، اس نے بانی پاکستان مسٹر محمد علی جناح کی میت پر جنازہ نہیں پڑھا تھا۔ مرزا قادیانی نے انہی کفریہ اور گمراہ کن نظریات پر اکتفانہیں کیا بلکہ اس نے یہ بھی دعویٰ کیا کہ وہ تمام انبیاء پر فضیلت رکھتا ہے اور یہ کہ اللہ نے اس کو اپنے ان الفاظ میں وحی کی ہے۔

''اے چاند! اے سورج! تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں۔ تیرا ظہور میرا ظہور ہے۔ اللہ تیری تعریف عرش سے کرتے ہیں اور تیری طرف چل کر آتے ہیں۔'' اسی طرح کے کھلے جھوٹ اور غلیظ ترین گمراہ توہمات ہیں اور شاعر مشرق فلاسفر علامہ محمد اقبال نے مرزا قادیانی کو خوب رسوا کیا اور ہندوستان کے وزیراعظم جواہر لال نہرو کی بھی خوب تردید کی ہے جو کہ قادیانی گروہ کے ساتھ اپنے ملک اور پاکستان میں بڑی دلچسپی لیتا تھا۔ اس وجہ سے یہ لوگ اسلام اور حضور ﷺ کی نبوت کے ساتھ ٹکر لیتے تھے اور ان کے مقابلے پر اترے ہوئے تھے۔

اسی طرح ہمارے دوست علامہ سید ابوالحسن علی ندوی اور فاضل دوست جناب ابوالاعلیٰ مودودی اور امام اکبر شیخ الخضر شیخ الازہر نے تین رسالے اس بارے میں تحریر فرمائے ہیں جو ہم نے دائرہ اسلام سے خارج مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کی توہمات اور گمراہیوں کی پیروی کرنے والے گروہ کی تاریخ اور تعلیمات پر مبنی کتاب میں درج کر دیئے ہیں۔ میں نے مرزا قادیانی کی کتاب ''تبلیغ'' جو کفر وضلال اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں کی تکذیب سے بھری ہوئی ہے، کا مطالعہ کیا۔

اور انگریز اور اس زمانے کے ہندوستان کے حکمرانوں کا قرب حاصل کرنے کے لئے جو حیلے اور نفاق کے انتہائی خطرناک راستے اختیار کئے گئے۔ ان کا بھی مطالعہ کیا۔ اس کتاب میں مرزا قادیانی کی کمینگی اور رذیل خصلتیں خوب کھل کر سامنے آ گئیں۔ پھر جب آنجہانی مرزا غلام احمد قادیانی ۲۶؍مئی ۱۹۰۸ء کو مر گیا تو گمراہی میں شریک اس کا دوست کتاب تصدیق براہین احمدیہ کا مصنف حکیم نورالدین مرزا قادیانی کے دعوے اور بہتان تراشیوں میں اس کا خلیفہ بن گیا۔

پھر وہ ۱۳؍مارچ ۱۹۱۴ء میں مر گیا۔ موت سے پہلے اس نے قادیانیت کے شجرۂ خبیثہ کی بنیاد رکھنے والے مرزا قادیانی کے پہلے بیٹے مرزا بشیرالدین محمود کو خلیفہ چنا۔ قادیانی فرقے کی ایک شاخ لاہوری کہلواتی ہے۔ اس کا خود ساختہ سربراہ محمد علی ہوا۔ جس نے قرآن مجید کا انگریزی میں ترجمہ کیا ہے اور اس کی متعدد تصانیف بھی ہیں۔ یہ مرزا غلام احمد قادیانی کو صرف مسیح موعود کا لقب دیتا ہے۔ اس نے قرآن کے ترجمے میں بہت سی ملحدانہ رائیں قائم کی ہیں۔ بلکہ یہ غلط اور گمراہ کن ترجمہ ہے۔ ہم تمام مسلمانوں کو اس سے بچنے کی تلقین کرتے ہیں۔ کیونکہ یہ تو تحریف، کذب بیانی اور گمراہی کا مجموعہ ہے اور دین سے منحرف اسلام دشمن لوگوں نے ایسے ہی مستشرقین اور مذہب پر حملہ آور ہونے والے جھوٹے عیسائی مبشرین نے اس پر بھرپور اعتماد کیا ہے۔ ان مشترکہ خلاف اسلام کوششوں سے قادیانی گروہ اور اس کے گمراہ سردار کا کفر بالکل آشکارا ہو گیا۔

مرزا قادیانی کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق رائے اور اس کے کفر کے متعلق صحیح اسلامی فتویٰ۔

مصر کے اخبار منبر الشرق نے کئی سال قبل ایک خبر شائع کی جس کا متن یہ ہے:

احمدی جماعت جامعہ ازہر کے ایک شیخ کی رائے لینے میں کامیاب ہو گئی۔ جس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کا دعویٰ کیا۔ پھر یہ مشہور کر دیا کہ علمائے ازہر نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت کا متفقہ فتویٰ دے دیا ہے۔ مقصد اس فتویٰ کے حصول سے مرزا قادیانی کے مسیح منتظر ہونے کے دعویٰ کی تائید کرنا تھا۔ اس لئے کہ ان کا دعویٰ ہے کہ مسیح علیہ السلام فوت ہو گئے ہیں اور ان کی روح مرزا قادیانی میں حلول

کر گئی ہے۔ جب اس معاملے نے علمائے اسلام کو اضطراب میں ڈالا تو انہوں نے مؤتمر عالم اسلامی اور وہاں کے ازہر کے مندوب سے وضاحتی بیان طلب کیا۔ انہوں نے جلد ہی اس کا جواب بھیج دیا۔ چنانچہ علماء نے اس کا اردو ترجمہ کرا کے ہندوستان کے اسلامی رسالوں میں چھپوادیا۔ یہ بیان بھی اس شیخ کی رائے اور امت کے اجماعی عقیدے سے مختلف تھا۔ اس لئے اخبار نے یہ سوال ہم سے کر دیا تو ہم نے اس کا جواب اس طرح لکھا۔ جو حرف بہ حرف نقل کیا جاتا ہے، ہمارے فتاویٰ کی ج ا ص ۹۰ اور بعد کے صفحات کا مطالعہ کیجئے۔

دلائل عقلی اور نقلی اس پر متفق ہیں اور کتب سماویہ کا اس پر اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک ہیں اور ان کا کوئی شریک نہیں ہے۔ سارا کمال اور قدرت کاملہ بھی انہی سے حاصل ہے اور ہر چیز پر علم محیط اور اس کی تخلیق کی حکمت بالغہ، اسے پیدا کرنے، نئے سرے سے ایجاد کرنے، اسے اپنی مقررہ مدت تک باقی رکھنے اور وقت ختم ہونے پر اس کو فنا کرنے کی ٹھوس تدبیر کے مالک ہیں۔ اسی کا ہے جو کچھ ہے۔ آسمان اور زمین میں، سب اسی کے تابعدار ہیں۔

''نیا پیدا کرنے والا ہے آسمان اور زمین کا، اور جب حکم کرتا ہے کسی کام کو تو یہی فرماتا ہے اس کو: ہوجا! بس وہ ہوجاتا ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے پہلی مرتبہ مخلوق کو بغیر مادہ کے پیدا فرمایا اور یہی اللہ کی پہلی مخلوق ہے جسے اس نے ایجاد کیا اور بنی نوع انسان کو ایسی صورت میں پیدا کیا جس کی پہلے کوئی مثال نہیں تھی اور یہ عجوبہ آدم علیہ السلام کو مٹی کے اجزاء سے پیدا کرنے سے ہوا تو آدم علیہ السلام کی تخلیق بغیر ماں باپ کے ہوئی۔ پھر ان کی زوجہ حوا کو ان سے پیدا کیا۔

انسانی وجود کی لوح میں پہلی سطر یہ درج ہے کہ انسان کو خالق اعظم کی کمال قدرت اور عجائبات تخلیق سے گویائی ملی اور دوسری سطر میں درج ہے کہ عیسیٰ بیٹے مریم کو بغیر باپ کے پیدا کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کو اپنی کمال قدرت سے پیدا فرمایا اور کلمہ کن سے انہیں کر دکھایا۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی دسترس سے تو کوئی چیز باہر نہیں۔

اور عالم ارواح کو اچھوتے انداز میں وجود بخشا اور روحوں کو پیدا فرمایا اور انہیں جسموں میں پھونک دیا اور روح تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہے۔ اس کو ایجاد کرنے، پھر دوبارہ اسے وجود دینے اور اس میں انقلاب پیدا کرنے اور جاری رکھنے کا سارا اختیار اللہ نے اپنے لئے خاص فرما رکھا ہے۔ خدا کی ذات اور صفات کا سخت ترین منکر بھی یہ طاقت نہیں رکھتا کہ روح کے پیدا کرنے اور اس کے جسموں میں پھیلانے اور پھر اس پر زندگی کے آثار مرتب کرنے کا اختیار کسی انسان کے لئے ثابت کر سکے۔

بلکہ اس کا تو سارا کا سارا اختیار صرف اللہ تعالیٰ کو ہی حاصل ہے اور اللہ تعالیٰ نے ہر جسم کے لئے ایک روح پیدا فرمائی ہے جو جسم کے ساتھ اس کی پیدائش کے وقت سے لگ جاتی ہے اور پھر جب اس کی مقرر شدہ زندگی ختم ہو جاتی ہے تو موت کے وقت وہ اس سے جدا ہو کر عالم ارواح میں آزاد ہو جاتی ہے اور اللہ کی مرضی کے مطابق جہاں چاہے وہ گھومتی رہتی ہے۔ یہاں تک کہ حساب وکتاب کا دن آجائے گا۔ جب کہ تمام مرے ہوئے انسان اپنی قبروں سے اٹھالئے جائیں گے تو جن جسموں کو اللہ تعالیٰ نے دوبارہ زندہ کرنے کے لئے پیدا فرمایا ہے۔ روح کو ان کی طرف لوٹ جانے کا حکم ہو جائے گا اور اس حقیقت میں تو شک کی کوئی گنجائش نہیں کہ انبیاء علیہم السلام کو اپنی قبروں میں خاص قسم کی برزخی زندگی حاصل ہے جو کہ شہداء کی برزخی زندگی سے بھی زیادہ طاقت والی ہے اور یہ اعتقاد رکھنا روحوں کے آسمانوں میں موجود ہونے کے بالکل منافی نہیں ہے۔ اس لئے کہ عالم ارواح میں روحوں کو نہ تو کسی دوری سے محدود کیا جاسکتا ہے، نہ کوئی قید انہیں کسی جگہ بند کر سکتی ہے۔ یہ امر تو بالکل مسلم ہے کہ حضور ﷺ نے اسراء کی رات بیت المقدس میں انبیاء کی روحوں سے ملاقات کی ہے۔

اور آپ ﷺ نے سارے انبیاء کا امام بن کر بیت المقدس میں نماز پڑھائی۔ پھر شب معراج میں ہی جب بیت المقدس سے آسمانوں کی طرف تشریف لے گئے تو موسیٰ علیہ السلام سے وہاں آپ ﷺ کی ملاقات ہوئی اور نماز کی فرضیت کے متعلق گفتگو بھی ہوئی۔ جس کا ذکر صحیح روایت میں موجود ہے۔ ایسے ہی اور انبیاء علیہم السلام سے بھی ملاقاتیں ہوئیں اور روایات حدیث سے یہ بھی ثابت ہے کہ جو شخص حضور ﷺ پر سلام بھیجتا ہے تو آپ ﷺ اسے جواب دیتے ہیں اور امت کے اعمال آپ ﷺ کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں۔

باقی انبیاء علیہم السلام کی روحیں تو کجا کوئی روح بھی ایک جسم سے منتقل ہو کر دوسرے کے جسم میں نہیں آتی کہ اس میں حلول کر جائے اور اس میں اپنا تصرف کرنے لگے۔ جیسا کہ روحوں کے تناسخ کے قائل لوگوں کا نظریہ ہے۔ یہ لوگ اسلام بلکہ تمام مذاہب سماویہ سے ہٹ کر بہت دور کی گمراہی میں جا پڑے ہیں۔ اسلام چھوڑ، تمام مذاہب سے خارج ہو چکے ہیں۔

تو مرزا قادیانی کا یہ دعویٰ کہ مسیح موعود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی روح اس میں حلول کر گئی ہے۔ بالکل باطل، کذب بیانی اور واضح کفر ہے۔

باقی مسیح موعود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق مسلمانوں کے ہاں تو بالکل اجماع ہے اور قرآن کریم کی آیات اس پر شاہد ہیں کہ آپ کو نہ تو قتل کیا گیا، نہ ہی سولی پر چڑھایا گیا۔ بلکہ انہیں اپنے جسم اور روح دونوں کے ساتھ موت سے پہلے آسمان کی طرف اٹھا لیا گیا ہے اور آپ زندہ ہیں۔ زندہ رہیں گے۔ یہاں تک کہ آخر زمانے میں ان کے لئے اللہ نے جو دن مقدر فرمایا ہے وہ ہو جائے گا اور اللہ نے بنی اسرائیل کے شر کو آپ سے روکے رکھا۔ جب کہ وہ آپ کے قتل کا پروگرام بنا چکے تھے اور بنی اسرائیل کی تو یہ پرانی عادت تھی کہ وہ انبیاء کو قتل کر دیتے تھے۔ اللہ نے ان کی اس عادت قبیحہ کے متعلق خبر بھی دی ہے تو جس منافق نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مخبری کی تھی، اللہ تعالیٰ نے آپ کی شبیہ اس پر ڈال دی تھی۔ اس کی سزا قتل تھی، وہ تو سولی چڑھ گیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا پورا پورا احترام واکرام کیا گیا۔ اس طرح کہ آپ کو آسمان پر اٹھا لیا گیا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''اور انہوں نے نہ اس کو مارا، اور نہ سولی پر چڑھایا۔ لیکن وہی صورت بن گئی ان کے آگے۔''

''اس کو قتل نہیں کیا بے شک، بلکہ اس کو اٹھا لیا اللہ نے اپنی طرف۔''

''میں لے لوں گا تجھ کو (یعنی پورا پورا لے لوں گا اور اپنی طرف لوں گا آپ کو جسم اور روح دونوں کے ساتھ) اور اٹھا لوں گا اپنی طرف اور پاک کر دوں گا تجھ کو کافروں سے۔''

اور عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان پر اٹھایا جانا ایسے ہی ممکن ہے۔ جیسا کہ حضرت محمد ﷺ کو معراج کی رات جسم اور روح دونوں کے ساتھ حالت بیداری میں آسمان پر بلایا گیا تھا۔ نہ کہ نیند میں اور یہ کوئی انہونی چیز نہیں ہے۔ کیونکہ معجزات، خارق عادت چیز ہوتے ہیں۔ ان کا موازنہ نہ تو مادی پیمانوں سے کیا جا سکتا ہے نہ ہی مادی قوانین سے انہیں پرکھا جا سکتا ہے۔ یہ تو کارساز جہان کی اپنی کمال قدرت ہے کہ جسم میں آسمانی سفر کی صلاحیت پیدا کر دے۔

پھر اللہ تعالیٰ اس کے اردگرد کے ماحول کو اپنی ضرورت کے موافق بھی بنا دیتے ہیں۔ جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے جلا دینے والی آگ کو ٹھنڈک اور آرام دہ چیز بنا دیا تھا اور جیسے ایک ہی لمحے میں جبرائیل علیہ السلام کے ملکی چہرے پر بشری لباس پہنا دیا کرتے ہیں۔ چنانچہ حضور ﷺ کے پاس پیغام وحی لانے کے لئے آپ حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی صورت میں تشریف لاتے تھے۔ ایسے ہی جبرائیل امین قوم لوط پر اللہ تعالیٰ کا عذاب لانے سے تھوڑی دیر پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس اپنے ساتھیوں کے ہمراہ انسانی شکل میں مہمان بن کر آئے تھے۔

اور جب یہ سارے امور قدرت الٰہی کے دائرۂ اختیار میں ہیں اور عملی طور پر یہ چیزیں واقع بھی ہو چکی ہیں اور ان کی خبر صادق وامین رسول نے دی ہے۔ جیسا کہ دیگر انبیاء علیہم السلام سے ایسے معجزات رونما ہوئے ہیں جن کا عقل انسانی احاطہ نہیں کر سکتی تو پھر ان کے ماننے میں کون سی مشکل چیز مانع ہے؟ حقیقت بات یہ ہے کہ ان معجزات کو مشکل تصور کرنا، یا ان کا بعید از عقل ہونا صرف اس وجہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یا تو دل میں کچھ کجی ہوتی ہے یا حضور ﷺ کی دی ہوئی خبروں میں شک کرنے سے اور اللہ کی طاقت کو عاجز انسانوں کی طاقت پر قیاس کرنے سے ہوتا ہے۔ ورنہ جو شخص ہر ممکن چیز پر اللہ کی قدرت کا قائل ہو، اور سلسلۂ نبوت پر یقین رکھتا ہو اور انبیاء سے معجزات کے صادر ہونے اور فی الحقیقت ان کا ممکن ہونا تسلیم کرتا ہو، تو وہ مان جائے گا کہ یہ چیزیں اللہ کے سامنے بالکل آسان ہیں۔ اگر یہ خارق عادت ہیں تو صرف انسانی ذہن کے لئے ہیں اور یہ بھی مان لیا جائے گا کہ یہ سب کام پروردگار عالم کے آگے نہایت معمولی ہیں۔

اور اس کا تو قصہ ہی نہ چھیڑیئے کہ عیسیٰ علیہ السلام کی عجیب وغریب پیدائش، پھر آپ کا جوان ہونا، پھر بنی اسرائیل میں پیغام رسالت لے کر پہنچنا، پھر ان کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مخالفت پر اتر آنا، یہیں پر بس نہیں، بلکہ خفیہ طریقے سے آپ کے قتل کرنے کا ناپاک منصوبہ بنانا، (مگر خدا کا آپ کو ان تمام تدبیروں کے باوجود محفوظ رکھنا) واقعی عجیب امر ہے۔ یہ تو بنی اسرائیل کا امتحان لینا تھا۔ لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر انہونی بات کہہ دینا اور جھوٹ کا ان کی طرف منسوب کرنا، اس سے بھی زیادہ حیران کن ہے۔

کیا آپ کی شان عجیب کے لئے وہ کافی نہیں ہے جو خود اللہ نے آپ کی زبانی نقل فرمایا ہے: ’’وہ بولا میں بندہ ہوں اللہ کا، مجھ کو اس نے کتاب دی ہے اور مجھ کو اس نے نبی کیا اور بنایا مجھ کو برکت والا جس جگہ میں ہوں۔ (یعنی یہ ہونے والی چیز اللہ نے اپنے علم میں میرے لئے مقدر کر دی تھیں) اور تاکید کی مجھ کو نماز کی اور زکوٰۃ کی جب تک میں رہوں زندہ اور سلوک کرنے والا اپنی ماں سے اور نہیں بنایا مجھ کو زبردست بدبخت اور سلام ہے مجھ پر جس دن میں پیدا ہوا اور جس دن مروں (یعنی آخر زمانے میں آسمان سے نازل ہونے کے بعد اور شریعت اسلام کے مطابق فیصلہ کرنے، صلیب توڑنے اور خنزیر کو قتل کرنے کے بعد) اور جس دن اٹھ کھڑا ہوں زندہ ہو کر (قیامت کے دن)‘‘

اللہ کی کروڑوں رحمتیں نازل ہوں حضرت عیسیٰ اور ہمارے نبی پر۔

یہ وہ ساری تفصیل ہے جو ہم نے اس وقت سلسلۂ گمراہ، مرتد، کافر گروہ قادیانی کی تکذیب اور ازہری شیخ کی غلطی کی وضاحت کرنے کے لئے لکھا تھا۔ جو اخباروں اور کتابوں میں شائع بھی ہوا تھا۔ اس گمراہ ازہری شیخ نے جو کچھ اپنی جہالت یا عناد کی وجہ سے لکھا، سو لکھا۔ لیکن ہم نے تو حقیقت حال بالکل واضح کر کے لکھ دی ہے۔ حسنین محمد مخلوف

(فتاویٰ ختم نبوت ج۳ ص۴۳ تا ۵۳)

(۵۳۴) حسین احمد حقانی، مولانا

(ولادت: ۱۹۴۶ء ...... وفات: فروری ۲۰۰۹ء)

مولانا حسین احمد حقانی موضع دندئی (تختہ) ضلع شانگلہ میں مولانا حسن المآب کے ہاں پیدا ہوئے۔ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک سے فارغ التحصیل تھے۔ تبلیغی کالج بلدیہ ٹاؤن کراچی میں صدر مدرس اور رحمانی مسجد سوات کالونی کراچی کے امام وخطیب رہے۔

سیاسی اعتبار سے آپ جمعیۃ علمائے اسلام سے وابستہ تھے۔تحریک ختم نبوت کے سرگرم کارکن تھے۔تحریک کے دوران قید و بند کی صعوبتیں بھی برداشت کیں۔کراچی میں وفات ہوئی اور موضع دندئی ضلع شانگلہ میں تدفین ہوئی۔

(۵۳۵) حسین احمد قریشی، حضرت مولانا حافظ

(ولادت:۱۹۵۹ء وصال:۱۲/اپریل ۲۰۱۸ء)

تحصیل حسن ابدال ضلع راولپنڈی کا ایک اہم قدیم قصبہ بھوئی گاڑ ہے۔آج سے صدیوں قبل یہاں کی مرکزی جامع مسجد کا بانی مہتمم ومتولی ایک قریشی خاندان ہے۔جو اپنے علم وفضل کے باعث آسمان کی بلندیوں کو چھوتا نظر آتا تھا۔اس خاندان کے مورث اعلیٰ مفتی محمد شفیع قریشی اور بحر العلوم مولانا محمد جان قریشی تھے۔ان حضرات کے ہاں خانقاہ عالیہ گولڑہ شریف کے بانی حضرت مولانا پیرمہر علی شاہ گولڑوی بھی پڑھتے رہے۔

ماضی قریب میں اس خاندان کے چشم و چراغ ایک علمی شخصیت مولانا عبدالحئی قریشی نقشبندی بھی تھے۔آپ کا پورا خاندان خانقاہ سراجیہ کندیاں کے مرشد اعلیٰ حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان سے بیعت تھا۔انہیں مولانا عبدالحئی کے ایک صاحبزادے مولانا حسین احمد قریشی تھے۔جو ۱۹۵۹ء میں پیدا ہوئے۔ابتدائی تعلیم اپنے والدگرامی سے حاصل کی۔بنوری ٹاؤن جامعۃ العلوم الاسلامیہ کراچی میں بھی پڑھتے رہے۔دورۂ حدیث ۱۹۸۱ء میں جامعہ نصرت العلوم گوجرانوالہ سے کیا۔۲۵ سال اپنے علاقہ کے سکول میں اسلامیات اور عربی کے ٹیچر رہے۔اپنے برادر گرامی مولانا حکیم احمد حسن کے بعد چالیس سال مرکزی جامع مسجد بھوئی گاڑ میں امامت وخطابت کا فریضہ سرانجام دیا۔

جمعیۃ علماء اسلام کے سرگرم اور فعال رہنماؤں میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔شیخ الاسلام مولانا محمد عبداللہ درخواستی کے آپ شاگرد اور مرید بھی تھے۔حضرت درخواستی نے آپ کو مجاز بیعت بھی فرمایا تھا۔آپ نے تبلیغی جماعت میں ایک سال بھی لگایا۔عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے عمر بھر صف اوّل میں رہے۔آپ کی نماز جنازہ آپ کے برادر مولانا ابوبکر قریشی نے پڑھائی اور آپ کے جانشین آپ کے برادرزادہ مولانا شہاب الدین قریشی جامع مسجد کے خطیب قرار پائے۔

(۵۳۶) حسین احمد مدنی، حضرت مولانا سید

(پیدائش:۶/اکتوبر۱۸۷۹ء ...... وفات:۵/دسمبر۱۹۵۷ء)

حضرت شیخ الہند کے پہلو میں بجانب غرب شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی کی قبر مبارک ہے۔یہاں بھی حق تعالیٰ نے ایصال ثواب کی توفیق سے سرفراز فرمایا۔اللہ داد پور نزد قصبہ ٹانڈہ ضلع فیض آباد میں آج سے پانچ سو سال پہلے شاہ نورالحق تشریف لائے۔ان کی اولاد کے پندرھویں سلسلہ میں سید حبیب اللہ تھے جو حضرت مولانا فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی کے خلیفہ تھے۔مولانا سید حبیب اللہ کے صاحبزادے حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی ہیں۔

حضرت مدنی ۱۹/شوال ۱۲۹۲ھ مطابق ۶/اکتوبر ۱۸۷۹ء کو پیدا ہوئے۔حضرت مدنی کی عمر مبارک تین سال کی ہوئی تو والد

گرامی سے ٹانڈہ اپنے گاؤں میں پڑھنا شروع کیا۔ جب آپ کی عمر تیرہ سال کی ہوئی تو والد گرامی نے آپ کو حضرت شیخ الہند کی خدمت میں بھیج دیا۔ آپ نے بہت ساری کتابیں حضرت شیخ الہند سے پڑھیں۔ دیگر اساتذہ میں مولانا ذوالفقار علی دیوبندی، مولانا عبدالعلی محدث دہلوی، مولانا خلیل احمد سہارنپوری، مولانا مفتی عزیز الرحمٰن، مولانا حبیب الرحمٰن عثمانی بھی شامل ہیں۔ آپ ہمیشہ اعلیٰ نمبروں سے کامیاب ہوتے رہے۔ عربی مدارس میں انتہائی نمبر پچاس ہوتے ہیں۔ مگر آپ اکثر ۵۱، ۵۲، ۵۳ نمبر لیتے تھے۔ صدرا جیسی مشکل کتاب کے اصل پچاس نمبر کی بجائے ۵۷ نمبر حاصل کئے۔

جب آپ کی عمر بیس سال کی ہوئی تو آپ کے والد مولانا سید حبیب اللہ صاحب ۱۳۱۶ھ میں اپنے اہل وعیال سمیت حجاز مقدس مدینہ طیبہ تشریف لائے۔ اس وقت آپ کا خانوادہ تیرہ افراد پر مشتمل تھا جو بارہ چھٹانک مسور کے پانی پر گزارہ کرتے تھے۔ پورے خاندان کی طرح حضرت مدنی کے لئے بھی مدینہ طیبہ کا قیام نعمت غیر مترقبہ تھا۔ اس وقت مدینہ طیبہ میں کتب خانہ شیخ الاسلام اور کتب خانہ محمودیہ نایاب کتب کے مراکز تھے۔ حضرت مدنی نے ان کتب خانوں سے بھرپور استفادہ کیا۔ چھ سال کی مدت میں آپ نے دارالعلوم دیوبند مختلف اساتذہ سے مختلف فنون کی ۶۷ کتب باقاعدہ پڑھی تھیں۔ عربی ادب آپ نے مدینہ طیبہ کے بزرگ عالم دین الشیخ آفندی عبدالجلیل برادہ سے مکمل کیا۔ تکمیل وتحصیل علم کے ساتھ آپ نے مدینہ طیبہ مسجد نبوی میں پڑھانا بھی شروع کردیا۔ ۱۳۱۸ھ تک آپ کا درس ابتدائی لیکن امتیازی رہا۔ ۱۳۱۸ھ میں آپ ہندواپس آئے۔ محرم ۱۳۲۰ھ کو پھر واپس حجاز مقدس تشریف لے گئے۔ اب بھی آپ نے مدینہ طیبہ مسجد نبوی ﷺ میں درس کا آغاز کیا۔ ایک ہندی عالم دین کے درس نے وہ مقبولیت حاصل کی کہ افریقہ، چین، جزائر، شرق الہند تک کے شائقین نے آپ سے استفادہ کیا۔ ان دنوں چوبیس گھنٹوں میں سے صرف تین گھنٹے آرام کرتے تھے۔ باقی وقت پڑھنے پڑھانے میں گزرتا۔ آپ بغیر کتاب سامنے رکھے پڑھاتے تھے۔ ادھر طالب علم عبارت پڑھتا، ادھر آپ تقریر شروع کردیتے۔ روزانہ چودہ پندرہ اسباق پڑھاتے اور پڑھانے میں یہی انداز تھا۔ خود فرماتے ہیں کہ یہ سب صدقہ تھا اس بات کا کہ ایک رات آپ ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوا۔ تو قدموں سے لپٹ کر درخواست کی کہ آپ ﷺ دعا فرمائیں کہ جو کتب پڑھ چکا ہوں وہ یاد ہوجائیں، جو نہیں پڑھیں وہ مطالعہ میں نکال سکوں۔ آپ ﷺ نے دعا فرمادی۔ بس اس کے بعد پھر علم کی وادی میں برابر بڑھتے گئے۔ اب تو مکی، شامی، مدنی علماء کو بھی وہ مقام حاصل نہ تھا جو وقار وجاہت آپ کو حاصل ہوگیا۔

بیعت وسلوک کا سفر

دارالعلوم دیوبند سے فراغت کے بعد آپ اپنے برادر مولانا سید محمد صدیق صاحب کے ہمراہ حضرت شیخ الہند کے حکم پر قطب الارشاد حضرت گنگوہی سے بیعت ہوگئے تھے۔ حضرت گنگوہی نے فرمایا کہ حجاز مقدس میں حضرت حاجی امداد اللہ صاحب سے تعلق قائم رکھنا۔ چنانچہ ایسے ہوا۔ حضرت حاجی صاحب کے ارشاد فرمودہ اسباق کو جاری رکھا۔ مگر تھوڑے عرصہ بعد حضرت حاجی صاحب کا وصال ہوگیا۔ آپ مدینہ طیبہ مسجد اجابہ کے قریب کھجوروں کے جھنڈ میں علیحدہ ذکر کرتے تھے۔ برابر اپنی کیفیات قلبی سے حضرت گنگوہی کو بھی باخبر رکھتے تھے۔ حجاز مقدس سے آپ ہند گئے۔ اس دوران چالیس دن حضرت گنگوہی کی خدمت میں رہے۔ انہی دنوں آپ کو دستار خلافت نصیب ہوگئی تھی۔ آپ نے دوبارہ ہند سے آکر مدینہ طیبہ پڑھانا شروع کیا۔ آپ کے ذوق عالی کو ملاحظہ کیجئے کہ اس وقت مسجد

نبوی کے تمام مدرسین ''قال رسول اللہ ﷺ'' سے حدیث شریف پڑھاتے تھے۔ مگر آپ ''قال صاحب ھذہ القبر ﷺ'' کہہ کر حدیث شریف پڑھاتے تھے۔ ۱۳۳۳ھ میں حضرت شیخ الہند بھی حجاز مقدس تشریف لے گئے۔ کچھ عرصہ بعد انگریزوں کی سازش میں آ کر شریف حسین نے ترکوں کے خلاف بغاوت کی۔ حضرت شیخ الہند گرفتار ہوئے تو آپ کے ساتھ حضرت مدنی بھی گرفتار ہوئے۔ اس دوران میں حضرت مدنی نے قرآن مجید یاد کیا۔ حضرت شیخ الہند نے قرآن مجید کا اردو ترجمہ مکمل کیا۔ سورۂ مائدہ تک حواشی بھی تحریر فرمائے۔ باقی کام کو بعد میں حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی نے مکمل کیا۔ حضرت شیخ الہند کے کام تفسیری حواشی کی تکمیل کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت علامہ عثمانی سے کام لیا اور علامہ عثمانی کی ''فتح الملھم'' کی تکمیل کا کام اللہ تعالیٰ نے حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی سے لیا۔

حضرت شیخ الہند اور آپ کے رفقاء کی اسارت مالٹا ساڑھے چار سال بنتی ہے۔ جب مالٹا سے رہا ہوئے اور حضرت شیخ الہند کے ہمراہ ہند میں آئے تو پھر یہیں کے ہو کر رہ گئے۔ حضرت شیخ الہند نے حضرت مدنی کو دارالعلوم کلکتہ کی صدارت کے لئے بھیج دیا۔ جب جانے لگے تو حضرت شیخ الہند نے حضرت مدنی کا ہاتھ پکڑ کر اپنے سر پر، آنکھوں پر لگایا۔ سینے سے لگایا۔ ''یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا''

حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتوی کے بعد دیوبند کے شیخ الحدیث حضرت شیخ الہند بنے۔ آپ کے بعد مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری اور ان کے بعد یہ منصب حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی کے حصہ میں آیا۔ یہ ۱۹۲۷ء کی بات ہے۔ اکتیس سال آپ اس منصب پر فائز رہے۔

جولائی ۱۹۲۱ء میں آپ نے کراچی خلافت کانفرنس میں انگریز کی فوج میں بھرتی ہونے کو حرام قرار دینے کی قرارداد منظور کرائی۔ ۱۸؍ستمبر ۱۹۲۱ء میں آپ گرفتار ہوئے۔ ۲۶؍ستمبر ۱۹۲۱ء کو کراچی خالق دینا ہال بندر روڈ پر کیس کی ساعت شروع ہوئی۔ نہایت بہادری وجرأت سے انگریزی فوج میں بھرتی حرام کے کیس پر دلائل دیئے اور اپنے فتویٰ وقرارداد پر ثابت قدم رہے۔ مولانا محمد علی جوہر نے عدالتی بیان سننے کے دوران آپ کے قدم چوم لئے۔ یکم؍نومبر ۱۹۲۱ء کو دو سال کی آپ کو قید بمشقت کی سزا سنائی گئی۔ آپ نے سابرمتی جیل میں یہ قید کاٹی۔ دسمبر ۱۹۲۳ء میں آپ نے کناڈا میں جمعیۃ علماء ہند کے اجلاس میں صرف ہند نہیں بلکہ پورے ایشیاء سے انگریز کے نکلنے کا ریزولیشن منظور کرایا۔ سائمن کمیشن کی آمد کے موقع پر نہرو رپورٹ کی منظوری میں بھی آپ نے مکمل آزادی کا مطالبہ کیا۔ حضرت مدنی، سلوک وتصوف، درویشی وولایت، مکارم اخلاق، خودداری، ذوق عبادت، اتباع شریعت وسنت، عزم واستقلال، سادگی وبے تکلفی، تواضع وانکساری، ایثار وقربانی، فیاضی ومہمان نوازی، احتیاط وتقویٰ، قناعت واستغناء، امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے مناصب جلیلہ پر نہ صرف فائز تھے بلکہ ان تمام امور میں درجہ امامت کے حامل تھے۔

آپ کی تصنیفات درج ذیل ہیں:

۱...... آپ نے سیدنا مہدی علیہ الرضوان کی قرب تشریف آوری پر رسالہ لکھا جس کا نام ہے ''الخلیفۃ المھدی فی الاحادیث الصّحیحۃ''

۲...... اسیر مالٹا۔ جس میں حضرت شیخ الہند کی زندگی کا ایک ایک گوشہ نمایاں کیا گیا ہے۔

۳...... متحدہ قومیت۔

۴...... نقش حیات۔

۵...... الشہاب الثاقب۔

۶...... مکتوبات شیخ الاسلام۔

ان کتب ورسائل کے علاوہ ایک رسالہ داڑھی کے وجوب پر بھی ہے اور بھی شاید کچھ رسائل ہوں۔

آپ کا رنگ گندمی تھا۔قد درمیانہ،جسم مضبوط،آنکھیں بڑی بڑی اور سیاہ،کشادہ پیشانی،گھنی داڑھی،ناک نہ زیادہ اٹھی ہوئی نہ لمبی بلکہ متوسط۔سینہ نہایت چوڑا۔انگلیاں پُر گوشت۔حضرت مدنی پانچ بھائی اور ایک بہن تھی۔

حضرت مدنی کی پہلی شادی موضع قتال پور ضلع اعظم گڑھ میں ہوئی۔ان سے دو بیٹیاں ہوئیں۔ایک کا بچپن میں وصال ہوا۔ جب آپ مالٹا میں گرفتار تھے۔آپ کے خاندان کے حضرات شام گئے۔شام میں دوسری بیٹی کا وصال ہوا۔حضرت کی دوسری شادی قصبہ بچھرایوں ضلع مراد آباد میں ہوئی۔ان سے دو صاحبزادے اخلاق احمد،اشفاق احمد ہوئے۔پہلے آٹھ سال اور دوسرے ڈیڑھ سال کی عمر میں مدینہ منورہ میں فوت ہوئے۔اہلیہ کا بھی مدینہ منورہ میں وصال ہوا۔اس کے بعد تیسری شادی اس اہلیہ کی چھوٹی بہن سے ہوئی۔ان سے حضرت مولانا سید اسعد مدنی اور ایک صاحبزادی ہوئیں۔صاحبزادی کا انتقال سلہٹ میں ہوا۔حضرت مولانا اسعد مدنی کی والدہ کا وصال ۱۳۵۵ھ میں دیوبند میں ہوا۔

حضرت مدنی کی چوتھی شادی اپنے چچازاد بھائی کی منجھلی صاحبزادی سے ہوئی۔ان سے حضرت مولانا محمد ارشد،مولانا محمد اسجد اور پانچ صاحبزادیاں ہوئیں۔

زندگی کا آخری سفر

۱۹۵۷ء میں موسم گرما میں ڈیڑھ ماہ کے تبلیغی سفر پر روانہ ہوئے۔مگر بیس روز بعد واپسی ہوگئی۔بتایا کہ دوران سفر آپ کو تکلیف ہوگئی۔سانس لینا مشکل ہوگیا تو بقیہ سفر منسوخ کر دیا۔واپسی پر ہفتہ بھر اسباق پڑھائے۔بالآخر بیماری کے زور کرنے سے مجبوراً مدرسہ کے اسباق بند کر دیئے۔سہارنپور معائنہ کے لئے تشریف لے گئے۔اس دوران میں رائے پور حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری سے ملاقات بھی فرمائی۔ایکسرے میں پتہ چلا کہ گردے متاثر ہیں۔واپس دیوبند تشریف لائے۔مسجد میں نماز پڑھنا،ملاقاتیں کرنا، خطوط کے جواب لکھوانا یہ معمولات جاری رہے۔مگر آخری پندرہ روز ڈاکٹروں نے پابندی لگادی۔گھر پر جماعت سے نماز پڑھتے۔مگر ایک دن بھی شدید تکلیف کے باوجود بیٹھ کر نماز نہیں پڑھی۔کتابوں کا مطالعہ جاری رہا۔عجیب اتفاق ہے کہ حضرت نانوتوی کا وصال بھی ۱۳؍جمادی الاوّل بروز جمعرات بعد از نماز ظہر ہوا۔یہی وقت،یہی دن،یہی تاریخ،یہی مہینہ حضرت مدنی کے وصال کا ہے۔جمعرات ساڑھے ۱۲؍بجے شب حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی نے نماز جنازہ پڑھائی۔مقبرہ قاسمی دارالعلوم دیوبند کے بالکل قریب رات کے وقت اتنا جم غفیر کہ وہاں پہنچتے پہنچتے دو گھنٹے لگ گئے۔خاص تہجد کے لئے جس وقت ہمیشہ رب کریم کے حضور حاضر ہوتے تھے آج بھی اسی وقت اس شان سے حاضر ہوئے۔

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی کا رسالہ ’’الخلیفة المهدی فی الاحادیث الصحیحه ‘‘ یہ فن حدیث سے تعلق رکھتا ہے لیکن ہم نے اسے احتساب قادیانیت کی جلد ۱۵ میں شامل کیا۔ اسے شامل کرنے کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ مرزا قادیانی ملعون نے جہاں اور لایعنی ومجنونانہ کفریہ دعاوی کئے وہاں اس ملعون نے مہدی ہونے کا دعویٰ بھی کیا۔ اس رسالہ میں احادیث صحیحہ جمع کی گئی ہیں۔ ان کی روشنی میں مرزا قادیانی ملعون کو جانچا جاسکتا ہے۔

(۵۳۷) حسین احمد صاحب مردانوی، جناب حافظ

(پیدائش: ۱۹۴۴ء ...... وفات: جولائی ۲۰۱۶ء)

حافظ صاحب ختم نبوت کے ایک عظیم مرد مجاہد تھے۔ مردان میں جب قادیانیوں کے خلاف ۱۹۸۶ء میں تحریک چلی تو اس تحریک میں حافظ صاحب ہراوّل دستہ کا کردار ادا کرتے رہے۔ مردان میں قادیانی مرزاڑہ کو نیست ونابود کرنے اور گرانے میں حافظ صاحب کا قائدانہ کردار تھا۔ قادیانیت کو مردان میں ہر جگہ ناکوں چنے چبوائے۔ (اللہ تعالیٰ ان پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے۔ آمین!)

(۵۳۸) حسین احمد، جناب قاضی

(ولادت: ۷؍جنوری ۱۹۴۰ء ...... وفات: ۵؍جنوری ۲۰۱۳ء)

قاضی حسین احمد صاحب کے والد گرامی دارالعلوم دیوبند کے فاضل اور شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی کے شاگرد تھے۔ اپنے استاذ کے نام پر اپنے بیٹے کا نام حسین احمد رکھا۔ قاضی حسین احمد بیک وقت دینی ودنیوی تعلیم سے بہرہ ور ہوئے۔ فارسی زبان پر آپ کو بھرپور عبور حاصل تھا۔ علامہ اقبال کے فارسی کلام کے آپ گویا حافظ تھے۔ اپنے خطاب میں جگہ جگہ علامہ اقبال مرحوم کے کلام سے استدلال پکڑا کرتے تھے۔ قاضی حسین احمد نے زندگی بھر جماعت اسلامی کے پلیٹ فارم سے خدمات سرانجام دیں۔

جناب قاضی حسین احمد صاحب نے کبھی مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کے تفردات، غلط تعبیرات، یا متنازعہ عبارات کا دفاع نہیں کیا۔ بلکہ ایک موقعہ پر ان کا بیان شائع ہوا تھا کہ وہ مودودی صاحب کی ان متنازعہ عبارتوں سے لاتعلقی کا اظہار کرنے کے لئے تیار ہیں۔ تاکہ امت وحدت کی لڑی میں پروئی جائے۔ یہ آپ نے حضرت مولانا سید حامد میاں سے فرمایا تھا۔ جناب قاضی حسین احمد صاحب بائیس سال مسلسل جماعت اسلامی کے امیر رہے۔ آپ کی زندگی جہد مسلسل سے عبارت تھی۔ وہ انتھک اور بھرپور محنتی شخصیت تھے۔ آپ نے زندگی بھر جسے صحیح سمجھا اسے برابر عوام تک پہنچاتے رہے۔ ان کی رائے سے اختلاف ممکن ہے۔ لیکن ان کے اخلاص میں شک وشبہ کی گنجائش نہیں۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے کام کے دل وجان سے قدردان تھے۔ کبھی ایسے نہیں ہوا کہ انہیں ردقادیانیت یا عقیدہ ختم نبوت کی جدوجہد کے لئے آواز دی ہو اور وہ پیچھے رہے ہوں۔ ہمیشہ صف اوّل میں رہے اور دل ودماغ کی تمام صلاحیتوں کے ساتھ رہے۔ ختم نبوت کانفرنس چناب نگر میں تشریف لانا ان کا معمول تھا۔ ہمیشہ تشریف لاتے۔ کانفرنس سے قبل یا بعد جب بھی موقعہ ملتا عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر مرکزیہ حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب سے ملاقات کرتے۔ جب ہم لوگ قاضی صاحب کو ملنے کے لئے

جاتے حضرت خواجہ صاحب کے حالات ضرور معلوم کرتے اور گہری محبت کے ساتھ آپ کا تذکرہ کرتے۔ آپ کی وفات پر تشریف لائے۔ اخبارات میں تعزیتی مضمون بھی لکھا۔ عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے جب ضرورت ہوتی۔ ضرور شرکت سے سرفراز فرماتے۔ پرویز مشرف کے دور میں پاسپورٹ سے مذہب کا خانہ نکال دیا گیا۔ اس کے لئے جدوجہد میں آپ برابر کے شریک رہے۔ اس تحریک کے آخری موڑ پر اسلام آباد میں جلوس نکالنے کا فیصلہ ہوا۔ اس موقع پر قائد جمعیۃ حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب بیمار ہوگئے۔ حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب بیرون ملک کے سفر پر تھے۔ تب حضرت قاضی حسین احمد صاحب نے اس جلوس کی قیادت فرمائی۔ حضرت مولانا عبدالغفور حیدری، حضرت مولانا ڈاکٹر ابوالخیر محمد زبیر، حضرت حافظ حسین احمد صاحب، آپ کے شانہ بشانہ تھے۔ مسجد دارالسلام سے آبپارہ چوک تک جلوس نکالا گیا۔ اس موقع پر آپ نے کمال محبت سے اس جلوس کی کامیابی کی خوشی میں اپنے دست کرم سے فقیر راقم کی دستار بندی کرائی۔ یہ آپ کا عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے کام اور کارکردگی پر بھرپور اعتماد کا اظہار تھا۔

آپ زندگی بھر اتحاد امت کے لئے لازوال جدوجہد کرتے رہے۔ اس سلسلہ میں ملّی یکجہتی کونسل کی تشکیل آپ کا بڑا کارنامہ شمار کیا جاسکتا ہے۔ آپ نے افتراق وتشتت کی مسموم فضا میں جناب ساجد علی نقوی، مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی، مولانا محمد ضیاء القاسمی، جناب مرید حسین یزدانی ایسے متحارب حضرات کو ایک سٹیج پر ہم پیالہ وہم نوالہ کردیا۔ تاکہ ملک سے مذہبی قتل وغارت کا خاتمہ ہو۔ اس دور میں یہ ملک کی بہت بڑی خدمت تھی۔ جو آپ کی مساعی جمیلہ سے ظہور میں آئی۔ بعض شتر بے مہار قسم کے اوباش نوعمر کالعدم سپاہ صحابہ کے لڑکوں نے حضرت قاضی صاحب کے سامنے بہت کمینگی کا مظاہرہ کیا۔ نعرہ بازی کی، جو ہر طرح اخلاق باختگی کا مظہر تھی۔ لیکن وہ اتنے صابر وشاکر انسان تھے کہ زندگی بھر اس کا تذکرہ تک نہیں کیا۔ اتنے عظیم المرتبت شخص کی جدائی کے بعد بہت ساری ایسی قدریں ہیں جن کی حفاظت کے لئے ان کی مدتوں یاد آئے گی۔ جماعت اسلامی کے دستور کے مطابق غالباً تین یا چار دفعہ ایک شخص امیر بن سکتا ہے۔ اس کے بعد نہیں چنانچہ آپ نے یہ پیریڈ پورے کئے تو اب ان کی جگہ جناب سید منور حسن جماعت اسلامی کے امیر منتخب ہوئے۔ لیکن اس کے باوجود قاضی صاحب مسلسل شب وروز مورچہ زن رہے۔ آپ نے اپنی شبانہ روز کی محنتوں سے امت کی وحدت کا فریضہ انجام دیئے رکھا۔ دسمبر۲۰۱۲ء میں آپ نے اتحاد امت کانفرنس اسلام آباد کنونشن سنٹر میں منعقد کرائی۔ عالم اسلام سے پوری امت کے جن جن حضرات کو جمع کر سکتے تھے کیا۔ آپ نے ملّی یکجہتی کونسل کا احیاء کیا۔ آپ متحدہ مجلس عمل کی دل وجان سے بحالی چاہتے تھے۔ لیکن بعض جماعتی فیصلوں کے سامنے مجبور ہوجاتے تھے۔ غرض ان کے تذکرے مدتوں رہیں گے۔ سید منور حسن ضابطہ کے پابند انسان ہیں۔ قاضی حسین احمد محبتوں کا منبع تھے۔ حق تعالیٰ ان کی بال بال مغفرت فرمائیں۔ فقیر کے نام آپ کا آخری خط پیش خدمت ہے جو ۳۰؍نومبر۲۰۱۲ء کا تحریر کردہ ہے:

برادر محترم جناب مولانا اللہ وسایا صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، آپ کا خط ملا۔ آپ کے نام کے ساتھ (فقیر) کا لفظ پڑھ کر آپ کی شخصیت کی تصویر ذہن میں سامنے آگئی۔ واقعی آپ اسلاف کے فقر اور عجز وانکسار کا پیکر ہیں۔ ملّی یکجہتی کونسل میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی شمولیت یکجہتی کونسل کے لئے باعث برکت ہے۔ خطیب اعظم مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی حیات میں تحفظ ختم نبوت کا پلیٹ فارم امت کی یکجہتی کی علامت تھی۔ آپ پھر سے کوشش کریں کہ اس پلیٹ فارم پر پوری امت اکٹھی ہوجائے اور امت مسلمہ کے اندر ہم

کسی پر کافر ومشرک اور توہین صحابہ اور توہین رسول کی تہمت لگانے سے گریز کریں اور جو طبقہ خود ایک الزام سے برأت کا اظہار کردے ہم ان کی برأت کو قبول کریں۔

اتحاد امت کنونشن نے جو مشترکہ اعلامیہ جاری کیا ہے۔ اس پر پوری امت کو جمع کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ جیسے کہ ۲۱ علماء کے ۲۲ نکات پر پوری امت کا اتفاق ہے۔ والسلام! مخلص: (قاضی حسین احمد)

(۵۳۹) حسین امام، جناب سید

(پیدائش: ۱۸۹۷ء، بہار ...... وفات: ۱۶؍جنوری ۱۹۸۵ء)

آپ قائداعظم کے دست وبازو رہے۔ پاکستان بننے پر کراچی گئے۔ اسمبلی کے رکن بنے۔ لیکن بہت جلد سیاست کو چھوڑ کر سائیڈ پر ہوگئے۔ ۱۹۵۳ء میں آپ نے قادیانیوں کے متعلق بیان دیا: ’’مسئلہ ختم نبوت صرف مجلس احرار کا مسئلہ نہیں ہے بلکہ ہم مسلم لیگی اسے دنیا اسلام کا مسئلہ سمجھتے ہیں۔ ہم متحد ومتفق ہوکر فتنہ رذیلہ مرزائیت کو ختم کر کے دم لیں۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ہمارے وزراء کیا کر رہے ہیں؟ وہ ظفر اللہ قادیانی سے کیوں دبے ہیں۔ اگر ظفر اللہ کفر کی تبلیغ جرأت سے کرتے ہیں تو ہمارے وزراء تحفظ ختم نبوت کے سلسلہ میں مسلمانوں کا ساتھ کیوں نہیں دیتے؟ اگر ہمارے وزراء مسلمانوں کا ساتھ نہیں دیں گے تو عوام کی نظروں میں ان کا وقار باقی نہیں رہ سکے گا۔ اس وقت تمام جمہور مسلمان اس بات پر متفق ومتحد ہیں کہ فتنہ مرزائیت کو ختم کردیا جائے۔‘‘ (تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء، از مولانا اللہ وسایا ص ۲۰۰)

(۵۴۰) حسین بن محسن انصاری یمنی، جناب

فضیلت الشیخ حسین بن محسن انصاری نے کتاب ’’الفتح الربانی فی الرد علی القادیانی‘‘ تحریر فرمائی۔ جسے اردو ترجمہ کے ساتھ حضرت مولانا عبدالمجید دہلوی نے مطبع انصاری دہلی سے ۱۳۱۱ھ (مطابق ۱۸۹۳ء، ۱۸۹۴ء) میں شائع فرمایا۔ حسین بن محسن انصاری یمن بھوپال کے حکمرانوں کی علم دوستی کے باعث بھوپال میں قیام پذیر تھے۔ اس زمانہ میں بہت سے علماء نے آپ سے کسب فیض بھی کیا۔ احتساب قادیانیت کی جلد ۴۲ میں اس کتاب کو بھی شامل کرنے کی سعادت نصیب ہو رہی ہے۔ الحمد للہ تعالیٰ!

مولانا حسین بن الحسن انصاری عربی یمانی مقیم بھوپال نے لکھا: ’’مرزا قادیانی دجال، کذاب کا طریق گمراہوں کا طریق ہے جو اس کے گمراہ ہونے میں شک کرے وہ بھی ویسا ہی گمراہ ہے۔ میں نے اس کے مفتریات کی رد میں ایک رسالہ لکھا ہے۔ خدا اس کو اس کے مفتریات کی سزا دے۔‘‘

(۵۴۱) حسین (کوئلہ والے، دہلی)، حضرت مولانا محمد

مرزا قادیانی نے اپنے مخالف علماء ومشائخ کے نام ایک خط مقابلہ ومباہلہ کے لئے لکھا ہے۔ اس میں حضرت مولانا محمد حسین صاحب کو بھی انجام آتھم کے ص ۷۰ نمبر ۳۶ پر مخاطب کیا ہے۔ اس کا یہ معنی ہے کہ ملعون قادیان کے کفر کو الم نشرح کرنے میں آپ نے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ الحمد للہ!

(۵۴۲) حسین شاہ مودودی (دہلی)، حضرت سید

مرزا قادیانی نے اپنے مخالف علماء ومشائخ کے نام ایک خط مقابلہ ومباہلہ کے لئے لکھا ہے۔ اس میں حضرت سید حسین شاہ صاحب کو بھی انجام آتھم کے ص ۷۱، نمبر ۸۰ پر مخاطب کیا ہے۔ اس کا یہ معنی ہے کہ ملعون قادیان کے کفر کوالم نشرح کرنے میں آپ نے گرانقد خدمات سرانجام دیں۔ الحمد للہ!

(۵۴۳) حسین میر کاشمیری (لاہور)، جناب علامہ

(وفات: ۱۶؍جنوری ۱۹۶۲ء، لاہور)

علامہ حسین میر کاشمیری اہل حدیث مکتب فکر کے رہنما تھے۔ بہت ہی فاضل شخصیت، عربی زبان پر عبور کامل حاصل تھا۔ صحافی، مزاح نگار تھے۔ مجلس احرار اسلام کے رہنماؤں سے تعلق خاطر تھا۔ آزادی وطن کے لئے گرفتار بھی ہوئے۔ تحریک ختم نبوت میں گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ آپ کے صاحبزادہ جناب ڈاکٹر عبدالرؤف ڈائریکٹر پنجاب کالجز مقرر ہوئے۔ وہی والد والی وراثتی روایات کو آگے بڑھایا۔ چناب نگر کالج کی مسجد ان کی کاوشوں سے بنی۔ اس کا انہوں نے افتتاح بھی کیا اور افتتاح کے موقعہ پر چبوترہ افتتاح پر فقیر راقم کو ساتھ کھڑا کر کے قادیانیوں کی حالت دیدنی بنادی تھی۔

علامہ حسین میر کاشمیری کے بہت لطیفے استاذ محترم مولانا محمد حیات فاتح قادیان مرحوم سنایا کرتے تھے۔ اس میں ان کا خطبہ بھی تھا:

نعوذ باللہ من شرور پولیسنا ومن سیات مجسٹریٹنا لا دین لمن کارلہ ولا ایمان لمن کوٹھی لہ وعلیکم بالچندہ فانہ من تملق فقد نجا ایاکم والاحرار فانہا تھدی الیٰ سنٹرل الجیل ایاکم والقادیانی المتبنی انہ من عمل الانگیز والشیطان القادیانی المتنبی کان بن ذریۃ البغایا کاملاً فی العصیان والطغیان وان اعمال القادیانین کلھم من عمل رجس الابلیس الشیطان...... الخ! غرض خوب شخص تھے۔

(۵۴۴) حسین نعیمی (لاہور)، مولانا مفتی محمد

(ولادت: ۲؍مارچ ۱۹۲۳ء ...... وفات: ۱۲؍مارچ ۱۹۹۸ء)

مولانا محمد حسین نعیمی سنبھل مرادآباد میں پیدا ہوئے۔ جامعہ نعیمیہ مرادآباد میں آپ نے پڑھنا شروع کیا۔ یہاں سے ۱۹۴۰ء میں فراغت حاصل کی۔ نعیم الدین مرادآبادی کے آپ نامور شاگرد تھے۔ مولانا ابوالبرکات سید احمد قادری کی خواہش پر فراغت کے بعد آپ حزب الاحناف لاہور میں تدریس کے لئے تشریف لائے۔ اس کے بعد پہلے چوک دالگراں جامعہ نعیمیہ کی بنیاد رکھی۔ یہ ۱۹۵۳ء کی بات ہے۔ پھر ۱۹۵۹ء میں اسے گڑھی شاہو میں منتقل کیا۔ آپ بہت مرنجاں مرنج دھان پان انسان تھے۔ اتحاد امت کے لئے

ضرورت پڑنے پر پیش پیش ہوتے۔ جناب ضیاء الحق کی شوریٰ میں بھی رہے۔نظریاتی کونسل کے رکن بھی منتخب ہوئے۔تحریک ہائے ختم نبوت میں پیش پیش رہے اور جملہ متعلقین وشاگردوں کے ساتھ نمایاں کردار ادا کیا۔آپ نے مدینہ یونیورسٹی کے وائس چانسلر شیخ عبدالعزیز بن باز کے ایک فتویٰ کی توثیق ان الفاظ میں کی کہ یہ فتویٰ اسی طرح ہی ہے اور میں اس کی تصدیق کرتا ہوں۔

العبد محمد حسین نعیمی، لاہور

(فتاویٰ ختم نبوت ج۳ص۸۲)

(۵۴۵) حسین، جناب چوہدری محمد

شاہ نعمت اللہ کرمانی ایران کے ایک نامور صوفی وشاعر گزرے ہیں۔ان کا ایک قصیدہ مرزا قادیانی ملعون کے ہاتھ لگا۔اس کی ترتیب الٹ پلٹ کر تحریک لفظی ومعنوی کا ملغوبہ تیار کیا۔جس میں اپنے مہدی ومسیح ہونے کے کئی جھوٹ تراشے۔رسالہ کا نام مرزا قادیانی نے ’’نشان آسمانی‘‘ رکھا۔اللہ رب العزت نے چوہدری محمد حسین صاحب ایم.اے کو توفیق دی۔انہوں نے قصیدہ شاہ نعمت اللہ کرمانی کے تین مختلف نسخے حاصل کئے اور پھر مرزا قادیانی کے مکروفریب کو دلائل کی دنیا میں ایسے طور پر تار تار کیا کہ دنیا عش عش کر اٹھی۔آپ نے مرزا قادیانی کے رد میں جو رسالہ لکھا اس کا نام ’’کاشف مغالطہ قادیانی فی رد نشان آسمانی‘‘ تھا۔پہلے ماہنامہ ’’انجمن تائید الاسلام‘‘ لاہور کی اشاعت جولائی ۱۹۲۱ء میں چوہدری محمد حسین صاحب کا یہ رسالہ شائع ہوا۔احتساب قادیانی کی جلد۴۷ میں نوّے (۹۰) سال بعد (۱۹۲۱ء......۲۰۱۱ء) میں شائع کرنے پر ہماری خوشی کے ٹھکانہ کی حد کو خوشیاں دینے والی ذات باری تعالیٰ ہی جان سکتی ہے۔ الحمد للہ!

(۵۴۶) حشمت اللہ قریشی، جناب

کراچی کے جناب حشمت اللہ صاحب نے ’’مہدی اور مسیح دوجدا جدا فرد ہیں‘‘ کے نام سے ۳۲صفحات کا رسالہ دسمبر ۱۹۶۲ء میں تحریر کیا۔مرزا قادیانی ملعون نے یہ نظریہ پیش کیا کہ مہدی ومسیح ایک شخصیت ہے اور وہ میں ہوں۔اس پر متعدد حضرات نے قلم اٹھایا اور مرزا قادیانی ملعون کے نظریہ کو باطل ثابت کیا۔اس رسالہ میں بھی مرزا قادیانی کے اس نظریہ کا رد کیا گیا ہے۔

(۵۴۷) حضرت الدین (مبلغ جنوبی افریقہ)، مولانا محمد

(وفات:۱۰ر ستمبر ۱۹۴۷ء)

ابوالبیان مولانا محمد حضرت الدین بن مولانا محمد گل ایک علمی ومذہبی گھرانے کے چشم وچراغ ہیں۔آپ کی ولادت موضع دریا شریف ضلع اٹک میں ہوئی۔ابتدائی تعلیم علاقہ چھچھ میں اور اعلیٰ تعلیم کی تکمیل کے لئے ہندوستان کا سفر کیا۔سند فراغت کے بعد مدرسہ قوۃ الاسلام گلہ ضلع سوات میں صدر مدرس کے عہدے پر فائز ہوئے۔علامہ انور شاہ کشمیری سے محبت والفت رکھتے اور اکثر مختلف علمی موضوعات پر تبادلہ خیالات کے لئے ڈابھیل تشریف لے جاتے۔حضرت کشمیری سے عقیدت کی بناء پر اپنے ایک بیٹے کا نام بھی انور رکھا۔اپنے مخلص دوست قاضی احمد صادق ودیگر احباب کے پرزور تقاضے پر جنوبی افریقہ تبلیغ وتدریس کے لئے تشریف لے گئے اور

ڈربن شہر میں مقیم ہوئے۔حقانیت اسلام کے موضوع پر ہنود ونصاریٰ سے بیسیوں کامیاب مناظرے کئے اور مسلمانوں کو دین اسلام پر قائم رکھا۔کئی غیر مسلم آپ کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے۔مرزا قادیانی کے کفریہ عقائد پر تصدیقی دستخط فرما کر حضور خاتم النّبیین ﷺ سے عقیدت ومحبت کا ثبوت پیش کیا۔ (فتاویٰ ختم نبوت ج۲ص ۲۸۷)

ڈربن شہر میں ہی رحلت فرمائی اور وہیں سمندر کے قریب آخری آرام گاہ ہے۔

(۵۴۸) حضرت گل (بنوں)، مولانا قاری

مدرسہ تجوید القرآن مسجد حق نواز بنوں کے مہتمم جمعیۃ علماء اسلام کی مرکزی شوریٰ کے رکن فدائے ختم نبوت قاری حضرت گل صاحب نے رد قادیانیت پر کتاب تحریر کی۔''قادیانی تحریک ......اسلام کے خلاف ایک سازش''اب اس کو احتساب قادیانیت جلد۵۲ میں شامل کرنے پر بہت خوشی ہوئی ہے۔حضرت قاری ''حضرت گل'' خوب مجاہد ختم نبوت تھے۔فقیر راقم کے مہربان تھے۔ہر سال چنیوٹ وچناب نگر ختم نبوت کی کانفرنسوں میں تشریف فرما ہوتے۔اپنے ایک مہربان کی کتاب کو احتساب قادیانیت میں محفوظ کرنے کی سعادت پر اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر بجالاتا ہوں۔

(۵۴۹) حفظ الرحمٰن سیوہاروی، مولانا

(وفات:۲/اگست۱۹۶۲ء)

مولانا حفظ الرحمٰن ۱۳۱۸ھ مطابق ۱۹۰۱ء میں سیوہارہ ضلع بجنور میں مولانا شمس الدین صدیقی کے گھر میں پیدا ہوئے۔آپ کا گھرانہ زمیندار، تعلیم یافتہ گھرانہ تھا۔آپ کے والد قصبہ کے معزز، متدین گھرانہ سے تعلق رکھتے تھے۔بھوپال وبیکانیر میں اسسٹنٹ انجینئر کے عہدہ پر رہے۔مولانا حفظ الرحمٰن کے دو بھائی، بہنوئی اور بھتیجے علی گڑھ یونیورسٹی کے تعلیم یافتہ تھے۔لیکن مولانا کے حصہ میں یہ سعادت آئی کہ آپ دینی مدارس میں پڑھے اور علی گڑھ یونیورسٹی اور جامعہ ملیہ ایسے کئی قومی اداروں کی منتظمہ کے رکن یا سرپرست رہے۔

آپ نے سیوہارہ کے مدرسہ فیض عام سے اپنی تعلیمی زندگی کا آغاز کیا۔مدرسہ شاہی مرادآباد میں بھی پڑھتے رہے۔پھر دارالعلوم دیوبند میں حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری، علامہ شبیر احمد عثمانی، مفتی عزیز الرحمٰن اور حضرت میاں اصغر حسین ایسے اساتذہ سے دورہ حدیث کی تعلیم حاصل کی۔مولانا سعید احمد اکبرآبادی، مفتی عتیق الرحمٰن، مولانا بدر عالم میرٹھی ایسے حضرات آپ کے ہمدرس تھے۔دوران تعلیم جب آپ بخاری شریف کا سماع کررہے تھے، دارالعلوم دیوبند میں اپنے استاذ مولانا سید محمد انور شاہ صاحب کشمیری کے مشورہ سے معین المدرس مقرر ہوگئے۔

مولانا حفظ الرحمٰن اور خدمت خلق

آپ ابھی سیوہارہ میں تھے کہ یہاں سے پانچ میل دور کانٹھ کے مقام پر ایکسپریس ٹرین کو حادثہ پیش آیا۔بیسیوں ہلاک اور سینکڑوں زخمی ہوئے۔مولانا حفظ الرحمٰن نے زخمیوں کو نکالنے کے لئے جلتی آگ میں کودنے سے بھی دریغ نہ کیا۔خود جھلس گئے لیکن کئی افراد کو بچالیا۔چوبیس گھنٹے کچھ کھائے پیئے بغیر مسلسل آخری زخمی کے نکالے جانے تک مصروف عمل رہے۔اس طرح ایک جذامی قصبہ

میں فوت ہوگیا۔ کوئی اس کے جنازہ کے قریب نہ جاتا تھا۔ آپ نے اسے غسل دیا۔ جنازہ وتدفین کا اہتمام کیا۔ اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ مولانا سیوہاروی کس دل گردہ کے انسان تھے؟ جنہیں حق تعالیٰ نے اپنی مخلوق کی خدمت کے لئے میدان میں اتارا تھا۔

سیاسی سرگرمیوں کا آغاز

۱۹۱۹ء ہندوستان کی تاریخ میں ایک نیا موڑ ہے۔ اسی سال کانگریس نے ستاگری کی تحریک کا آغاز کیا۔ اسی سال جلیانوالہ باغ امرتسر کا قیامت خیز حادثہ رونما ہوا۔ اسی سال امرتسر میں ہی جمعیۃ علماء ہند کا قیام عمل میں آیا۔ اسی سال ہی مولانا نے میدان سیاست میں قدم رکھا۔ ۱۹۲۲ء میں آپ گرفتار ہوئے۔ رہا ہوتے ہی دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا تعلیم کی تکمیل کی۔ حضرت الاستاذ مولانا انورشاہ نے آپ کو مدراس بجھوادیا۔ سال بھر وہاں تدریس وتبلیغ میں منہمک رہے۔ آپ نے اس دور میں ’’حفظ الرحمن لمذهب النعمان‘‘ اور ’’مالابار میں اسلام‘‘ دو رسائل تصنیف کئے۔ ۱۹۲۴ء میں حج کیا۔ اسی زمانہ میں حضرت انورشاہ کشمیری صاحب، مولانا شبیر احمد عثمانی، مولانا بدر عالم، مولانا مفتی عتیق الرحمٰن ایسے حضرات دارالعلوم دیوبند سے جامعہ اسلامیہ ڈابھیل تشریف لے گئے تو مولانا حفظ الرحمٰن بھی اس قافلہ میں ہمراہ تھے۔ ڈابھیل کے گردونواح میں آپ کی خطابت نے وہ جوہر دکھائے کہ دنیا عش عش کر اٹھی۔ آپ قومی تحریکوں میں حصہ لینے لگے۔ گاندھی وپٹیل ایسے قومی رہنما آپ کی صلاحیتوں کے اعتراف میں سینہ پر ہاتھ رکھ کر جھک کر آپ کو سلام کیا کرتے۔ ۱۹۳۳ء میں انجمن تبلیغ الاسلام کی دعوت پر کلکتہ گئے۔ آپ نے مختلف مساجد میں درس قرآن جاری کیا۔ مولانا ابوالکلام آزاد کی مجلسوں میں شریک کار کے طور پر کام کیا۔ اس موقع پر ندوۃ المصنّفین کا ادارہ قائم کیا۔ اس ادارہ کے قیام میں مولانا مفتی عتیق الرحمٰن، مولانا بدر عالم، مولانا سعید احمد اکبرآبادی اور مولانا حفظ الرحمٰن شریک عمل تھے۔ یہ ادارہ بجائے خود ایک کارنامہ ہے۔ مولانا حفظ الرحمٰن کی مشہور زمانہ کتاب ’’قصص القرآن‘‘ چار جلد ’’اخلاق اور فلسفہ اخلاق‘‘ اور ’’اسلام کا اقتصادی نظام‘‘ اسی ادارہ کے تحت میں اوّلاً شائع ہوئیں۔ مولانا بدر عالم میرٹھی کا مشہور عالم حدیث شریف کا مجموعہ ’’ترجمان السنہ سہ جلد‘‘ بھی یہاں سے شائع ہوئی۔ ۱۹۱۹ء تا ۱۹۲۱ء میں جو تحریکیں شروع ہوئیں، ترک موالات، تحریک عدم تعاون، تحریک خلافت ان میں مولانا حفظ الرحمٰن کا قائدانہ کردار انہیں صف اوّل کے رہنماؤں میں کھڑا دکھائی دیتا ہے۔

۱۹۲۹ء میں جمعیۃ علماء ہند کا امروہہ میں سالانہ اجلاس منعقد ہوا۔ مولانا حفظ الرحمٰن نے تحریک آزادی میں شرکت اور کانگریس سے تعاون کی تحریک پیش کی۔ مولانا سید سلیمان ندوی، مولانا حسین احمد مدنی، مولانا سید انورشاہ کشمیری، مفتی کفایت اللہ، مولانا حبیب الرحمٰن مہتمم دارالعلوم، مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا محمد سجاد، مولانا شبیر احمد عثمانی، سحبان الہند مولانا احمد سعید دہلوی ایسے حضرات کی موجودگی میں یہ تحریک منظور ہوئی۔ سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے اس کی تائید میں شعلہ جوالہ گفتگو فرمائی۔ اس کے فقہی حصہ پر حضرت مدنی اور سید انورشاہ کے علم نے بارش برسائی اور بہت ہی مقبول ماحول میں تمام شرکاء نے تجویز کو منظور کیا جو مولانا سیوہاروی کے پختہ اور بلندیٔ ذہن کی واضح دلیل ہے۔ جمعیۃ علماء ہند نے تحریک آزادی کے الاؤ کو تیز کرنے کے لئے مسلمانوں کی گرفتاری پیش کرانے کی غرض سے ’’ادارہ حربیۃ‘‘ قائم کیا۔ اس کے پہلے ڈکٹیٹر مفتی کفایت اللہ، دوسرے حضرت مدنی، تیسرے مولانا سحبان الہند مقرر ہوئے۔ مولانا حفظ الرحمٰن اس ادارہ حربیہ کے کمانڈر تھے۔

کانگریس خلاف قانون تھی۔ لیکن اس نے طے کیا کہ چاندنی چوک دہلی گھنٹہ گھر میں جلسہ عام کرنا ہے۔ مولانا حفظ الرحمٰن آل

انڈیا کانگریس کی ورکنگ کمیٹی کے رکن رکین تھے۔ آپ ہمیشہ کھدر کا لباس زیب تن کرتے تھے۔ اس دن سیوہارہ سے نکلے تو لٹھے کا پاجامہ، ولایتی کپڑے کی شیروانی، جے پوری صافہ جے پوری انداز میں باندھ کر ہاتھ میں بیش قیمت لاٹھی اٹھائے دہلی میں نوابوں کی طرح وارد ہوئے۔ پولیس پہچان نہ پائی کہ کھدر پوش مولوی آج نوابی شان سے ہمیں جل دے رہا ہے۔ آپ اجلاس میں شریک ہوئے۔

۱۹۴۲ء میں انگریز کے خلاف ''انڈیا سے نکل جاؤ'' تحریک کا آغاز ہوا۔ اسی زمانہ میں جنگ عظیم شباب پر تھی۔ مولانا حفظ الرحمٰن اس دور میں بیدار مغز قائد اور سرگرم مجاہد کے روپ میں نظر آتے ہیں کہ آپ نے صبح وشام انگریز کو ہند میں زچ کر دیا تھا۔ جلیانوالہ باغ امرتسر کا واقعہ یا قصہ خوانی بازار پشاور کا حادثہ بھلانے سے نہیں بھلائے جاسکتے۔ ایک بار مولانا محمود مدنی پشاور آئے۔ ہمارے مخدوم زادہ مولانا مفتی شہاب الدین پوپلزئی کی مسجد قاسم علی خان قصہ خوانی سے ہند میں اپنے والد امیر الہند مولانا سید اسعد مدنی کو فون کیا کہ اس وقت قصہ خوانی بازار پشاور ہوں۔ مولانا اسعد مدنی نے جواب میں بے ساختہ فرمایا کہ قصہ خوانی کے موجود وغائب سب کو میرا اسلام، زندہ قومیں یوں اپنے شہداء کو یاد رکھتی ہیں۔ ایک ہم ہیں کہ ہمیں پتہ ہی نہیں کہ قصہ خوانی بازار پشاور میں کیا ہوا تھا؟

جب ''انڈیا چھوڑ دو'' کی تحریک انگریز کے خلاف چل رہی تھی تو کانگریس کے رہنماؤں نے بمبئی میں اجلاس رکھا۔ مولانا حفظ الرحمٰن اس میں موجود نظر آتے ہیں۔ بلکہ اس کے بعد گرفتار ہوئے۔ ۸؍اگست ۱۹۴۲ء کو انڈیا کوئٹ تحریک کانگریس نے منظور کی۔ مولانا آزاد، جواہر لال اسی شام گرفتار ہوگئے۔ مولانا حفظ الرحمٰن تمام خطرات سے بے نیاز ہوکر اس تحریک کو کامیاب بنانے کے لئے سرگرم عمل ہوگئے۔ حضرت مدنی گرفتار ہوگئے۔ مولانا عبدالعلیم صدیقی ان دنوں جمعیۃ علماء ہند کے ناظم تھے۔ ان کے ساتھ مل کر ۲۷، ۲۸؍اگست کو جمعیۃ علماء ہند کا اجلاس منعقد کر ڈالا اور پورے ملک کے مسلمانوں کو انگریز کے مقابلہ میں میدان میں لا کھڑا کیا۔ انگریز نے ندوۃ المصنّفین کے دفتر قرول باغ سے آپ کو گرفتار کرلیا۔ مراد آباد جیل میں بند کیا۔ مولانا حسین احمد مدنی کی جیل میں معیت حاصل ہوگئی۔ رمضان شریف یہاں گزرا۔ جیل میں حضرت مدنی نے تراویح پڑھائیں۔ اتنے میں زعیم ملت مولانا سید محمد میاں بھی گرفتار ہوکر مراد آباد آگئے۔ انگریز نے حضرت مدنی کو نینی تال جیل اور مولانا حفظ الرحمٰن، مولانا سید محمد میاں کو بریلی سنٹرل جیل منتقل کر دیا۔ یہ جنوری ۱۹۴۳ء کی بات ہے۔ مئی ۱۹۴۴ء میں مولانا حفظ الرحمٰن اور اگست ۱۹۴۴ء میں حضرت مدنی رہا ہوئے۔ ۱۹۴۵ء میں سہارن پور جمعیۃ علماء ہند کے اجلاس میں جمعیۃ کے صدر حضرت مدنی اور ناظم اعلیٰ مولانا حفظ الرحمٰن منتخب ہوئے۔ اس کی استقبالیہ کمیٹی نے استقبالیہ رکھا۔ حضرت مدنی کے مزاج کے خلاف تھا۔ آپ نے شرکت سے انکار کر دیا۔ کارکنوں کی دلداری کے لئے مولانا حفظ الرحمٰن استقبالیہ میں شرکت کے لئے مان گئے۔ کمیٹی نے شوخ گھوڑے پر آپ کو سوار کیا۔ آپ نے اس شان سے سواری کی کہ شاہ سوار معلوم ہوتے تھے۔ مولانا سید محمد میاں نے یہاں ایک خوبصورت بات کہی۔ جو یہ ہے کہ کبیر الاولیاء، مخدوم خواجہ جلال الدین اپنی جوانی کے زمانہ میں بوعلی قلندر شاہ شرف الدین پانی پتی کے سامنے سے گزرے تو قلندر مرحوم نے برجستہ کہا ؎

گلگوں لباس کرد وسوار سمند شد ۔۔۔ باراں حذر کنید کہ آتش بلند شد

اب اس شعر کا زوردار ترجمہ کرنا میرے لئے ممکن نہیں۔ فارسی کا ذوق رکھنے والے مولانا سید محمد میاں کے ذوق عالی اور انتخاب لاجواب کی تو داد دیئے بغیر نہ رہ سکیں گے کہ مولانا حفظ الرحمٰن صاحب کی گھڑسواری پر اس کو منطبق ۱۹۴۶ء کا ''الیکشن کرپس مشن'' آیا۔ ہند تقسیم ہوا۔ پاکستان بنا۔ ۱۴؍اگست ۱۹۴۷ء کو پاکستان بنا۔ ۱۵؍اگست ۱۹۴۷ء کو ہند آزاد ہوا۔ اس خطہ میں نقل آبادی

کے باعث ہندو مسلم فسادات پھوٹ پڑے۔ مولانا حفظ الرحمٰن نے جان جوکھوں میں ڈال کر جس طرح مسلمانوں کے قتل عام کو روکنے میں کردار ادا کر سکتے تھے، کردار ادا کیا۔ ان کے یہ شب و روز پوری زندگی کا حاصل محنت قرار دیئے جاسکتے ہیں۔ آپ کا قائدانہ کردار قابل رشک کارنامہ ہے۔ بہادر شاہ ظفر کی گرفتاری اور ان کے اقتدار کے خاتمہ پر دہلی میں مسلمانوں کے خون سے انگریز نے ہولی کھیلی تھی۔ یا بالفاظ دیگر ۱۸۵۷ء کے نوے سال بعد ۱۹۴۷ء میں دہلی میں مسلمانوں کا خون ارزاں ہوا۔ اس خونی منظر میں خون کا دریا عبور کر کے ایک ایک مسلمان کو بچانے میں جو قیادت متحرک نظر آتی ہے یا اس جان لیوا و مہیب منظر کے منظر نامے پر جو مسلمانوں کی خیر خواہ تصاویر ابھرتی ہیں مولانا حفظ الرحمٰن اس میں نمایاں ہیں۔

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

مولانا حفظ الرحمٰن کی تین نمایاں صفات، تدبر، جرأت و خطابت سب مسلمانوں کی خدمت کے لئے وقف ہو کر رہ گئے۔

۱۵/ نومبر ۱۹۴۷ء کے اجلاس کانگریس دہلی میں مولانا ابوالکلام آزاد اور مولانا حفظ الرحمٰن نے شیرازہ بندی میں مسلمانان ہند کے لئے جو خدمات سرانجام دیں اور کروڑوں مسلمانوں کو ہند میں تحفظ مہیا کرنے کے اقدام منظور کرائے۔ فرقہ پرستوں کو احساس ندامت پر مجبور کیا۔ ۲۷/ دسمبر ۱۹۴۷ء کو لکھنؤ میں اجلاس منعقد کیا۔ نقل آبادی کے لئے سپیشل ٹرینوں کی حفاظت کا نظم قائم کرنے میں جدوجہد کی۔ انہیں حضرات کی کاوشوں سے بہت سارے مزید نقصان سے مسلمان بچ گئے۔ نقل آبادی سے جو خون کے دریا بہائے گئے وہ بھی کیا کم تھے۔ لیکن جتنے نقصان سے بچے وہ انہی رہنماؤں کی خدمات جلیلہ کو خراج تحسین پیش کرنے پر مجبور کرتا ہے۔

دہلی کی تعلیم گاہیں، اجمیر کا مدرسہ معینیہ، مدرسہ عالیہ کلکتہ، مراد آباد مدرسہ شاہی، سیوہارہ کے مسلم سکولز، اٹاوہ کے ادارے، علی گڑھ کی یونیورسٹی، یہ سب ادارے دیگر مساجد و مدارس اور خانقاہوں کی طرح اس نقل آبادی کے ہنگامہ میں زمین بوس ہوئے۔ انہیں دوبارہ آباد کرنے میں مولانا حفظ الرحمٰن کی قیادت کا بہت بڑا حصہ ہے۔ فرسودہ لیگی ذہنیت کی ژاژ خواہی اور بعض اخبار نویسوں کا اوباش پن اور زبان درازی اور احمقانہ رویہ کو دیکھ کر ان کی ذہنیت کے افلاس پر ترس آتا ہے کہ پاکستان سے زیادہ مسلمان ہندوستان میں آباد ہیں۔ ان مسلمانوں کو تحفظ فراہم کرنا کیا یہ کوئی کارنامہ نہیں؟ جن مقدس شخصیات نے ان حالات میں مسلمان قوم کی خدمت کا مقدس فریضہ سرانجام دیا، ہزاروں مساجد و خانقاہوں، مکاتب و مدارس کو آباد کیا۔ وہ خراج تحسین کے مستحق ہیں یا تنقید کے تیروں کے لائق...... کہاں کھوگئی عقل سلیم؟ اور پھر تنقید کرنے والے وہ شریف لوگ ہیں جنہوں نے مسلمانوں کی خیر خواہی کے لئے ایک تنکا نہیں اٹھایا۔ تنقید کرتے ہیں ان پر جو سراپا عزیمت تھے۔ سچ ہے کہ جس قوم کی ذہنیت افلاس زدہ ہو جائے یا پراگندہ حالی کا شکار ہو جائے تو ان کی سوچ سے سوائے یاوہ گوئی کے اور کیا توقع کی جاسکتی ہے؟

تف بر تو اے چرخ گردوں تف

مولانا حفظ الرحمٰن گندمی رنگ، اوسط درجہ کا بدن، نکلتا ہوا قد، کتابی چہرہ پر جرأت و سادگی اور نیکی کا ابر رحمت برستا ہوا، علم و وقار کا مرقع، بہادری و خطابت کا شاہکار، جرأتوں کی داستان، میانہ روی اور استقامت کے کوہ گراں۔ یہ مولانا حفظ الرحمٰن تھے۔ ہند کی پارلیمنٹ سے لے کر منبر و محراب تک ہند کا گوشہ گوشہ ان کی عظمتوں پر شاہد عدل ہے۔ تین بار پارلیمنٹ کا کانگریس کے ٹکٹ پر الیکشن لڑا۔ مگر ایک پیسہ کانگریس کے انتخابی فنڈ سے قبول نہیں کیا۔ اٹھارہ سال جمعیۃ علماء ہند کے سربراہ رہے۔ مگر آپ کی کسب معاش اپنی

کتب کی فروختگی پر موقوف رہی۔ جبل پور، آسام کے حادثات نے انہیں بہت ہی تھکا دیا۔ اس موقع پر اپنی وفات سے ایک سال قبل ایک مسلم ورکر کنونشن میں فرمایا: ’’میں نے تو اپنے خدا سے معاملہ کرلیا ہے۔ میں نعرہ ہائے تحسین ونفریں سے بے نیاز ہو چکا ہوں۔ دنیا کی عمر ہی کتنی ہے۔ میری تو بس یہی خواہش ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حضور سرخرو ہو کر جاؤں۔‘‘

مرض وفات

۲۳؍جنوری ۱۹۶۲ء کو بیمار ہوئے۔ معالج ڈاکٹر نے پھیپھڑوں سے پانی نکالا تو اس میں خون کی آمیزش نے انہیں حیرت زدہ کر دیا۔ اس پانی کا ٹیسٹ ہوا تو ڈاکٹروں نے بمبئی بھیج دیا۔ وہاں جہاز کے ذریعہ گئے۔ اعلیٰ ہسپتال ٹاٹا میں زیر علاج رہے۔ ۲۶؍فروری کو دہلی واپس آئے۔ ۱۶؍اپریل کو علاج کے لئے امریکہ گئے۔ ۱۲؍جولائی کو واپس پھر دہلی آئے۔ گرمی کی حدت کے باعث احباب کشمیر لے جانا چاہتے تھے۔ مگر آپ نہ مانے۔ ۲؍اگست ۱۹۶۲ء کی صبح ساڑھے تین بجے انتقال فرمایا۔

صدر جمہوریہ ہند، وزیراعظم جواہر لال نہرو، لوک سبھا، پارلیمنٹ کے سپیکر وممبران آل انڈیا کانگریس کے ایک ایک رہنما نے عقیدت کے گلدستے آپ کے قدموں میں رکھے۔ اس روز ساڑھے چار بجے شام دہلی کے دہلی دروازہ کے باہر کے میدان میں لاکھوں انسانوں نے قاری محمد طیب مہتمم دارالعلوم دیوبند کی امامت میں آپ کی نماز جنازہ پڑھی۔ مغرب کے وقت سپرد خاک ہوئے۔ وہ ۱۹۶۲ء تھا آج ۲۰۱۴ء کہ فقیر ان کے قدموں میں ایصال ثواب کی سعادت سے بہرہ ور ہوا۔ ہائے کتنی جلدی زمانہ گزر گیا اور زمین کھا گئی آسمان کیسے کیسے!

میرے دادا پیر حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری نے مولانا مفتی محمد جمیل الرحمٰن نائب مفتی دارالعلوم دیوبند کے مکان سیوہارہ میں فرمایا کہ: ’’مولانا حفظ الرحمٰن نے فسادات کے زمانہ میں دہلی کے اندر مسلمانوں کو بچانے کے لئے جو خدمات سرانجام دیں۔ اس زمانہ کی ان کی ایک رات کی جدوجہد پر میں اپنی پوری زندگی کے اذکار واشغال نثار کرنے پر تیار ہوں۔‘‘ (بیس بڑے مسلمان ص۹۴۳)

اس ملفوظ کے بعد اب قارئین مزید لکھنے کی ضرورت محسوس نہیں کریں گے۔ اس پر اکتفاء کرتا ہوں۔ احتساب قادیانیت کی جلد ۱۳ میں مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی کے دو مضامین:

۱...... ’’فلسفہ ختم نبوت‘‘

۲...... ’’حیات مسیح علیہ السلام‘‘

آپ کی معروف زمانہ تصنیف قصص القرآن سے لے کر شامل اشاعت کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔

(۵۵۰) حفیظ الدین (دوجانہ ضلع روہتک)، حضرت مولانا

مرزا قادیانی نے اپنے مخالف علماء ومشائخ کے نام ایک خط مقابلہ ومباہلہ کے لئے لکھا ہے۔ اس میں حضرت مولانا حفیظ الدین کو بھی انجام آتھم کے ص۷۱، نمبر ۵۶ پر مخاطب کیا ہے۔ اس کا یہ معنی ہے کہ ملعون قادیان کے کفر کو الم نشرح کرنے میں آپ نے گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ الحمد للہ!

(۵۵۱) حفیظ اللہ (بھکر)، مولانا مفتی

(وفات: ۲؍فروری ۲۰۱۷ء)

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت بھکر کے امیر مولانا مفتی حفیظ اللہ نے حافظ محمد سرفراز کے گھر آنکھ کھولی۔ دارالعلوم کبیر والا کے فاضل اور پیر مولانا عزیز الرحمٰن ہزاروی کے خلیفہ مجاز تھے۔ بھکر شہر کی جامعہ مسجد امیر حمزہ میں امامت وخطابت کے فرائض انجام دیتے رہے۔ مسجد سے متصل مدرسہ عربیہ عزیز العلوم بھی قائم کر رکھا تھا۔ خوب محنتی اور ورکر انسان تھے۔ بھکر میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر منتخب ہوئے۔ مولانا مرحوم نے اپنے مرشد سے عرض کی کہ ختم نبوت کی ذمہ داری مجھے سونپی گئی ہے۔ اس کے متعلق کوئی حکم ارشاد فرمائیں۔ اس پر پیر صاحب نے فرمایا کہ ختم نبوت کے محاذ پر ایک کارکن بن کر خدمت کرو اور حضور ﷺ کی ختم نبوت کا خوب کام کرو۔ چاہے اس کے لئے آپ کو گھٹنوں کے بل ہی چل کر کیوں نہ جانا پڑے۔ مولانا مرحوم نے اپنے ضلع میں ختم نبوت کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ مرحوم نے پسماندگان میں دو بیٹے اور چار بیٹیاں چھوڑی ہیں۔

(۵۵۲) حفیظ اللہ سلفی دہلوی، مولانا

(وفات: ۲۷؍رمضان ۱۳۲۴ھ/ ۱۵؍نومبر ۱۹۰۶ء، دہلی)

مولانا حفیظ اللہ بن گاما خان دہلی میں پیدا ہوئے۔ مولانا سید اسماعیل شہید بن شاہ عبدالغنی دہلوی نے برکت کی دعا دی۔ علماء، صالحین میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔ آپ کے والد شاہ عبدالقادر دہلوی کے شاگرد تھے اور خود مولانا عبدالخالق دہلوی اور مولانا شاہ محمد اسحاق محدث دہلوی سے دینی تعلیم میں تکمیل کا اعزاز حاصل کیا۔ مولانا نذیر حسین دہلوی کے پاس بھی رہے۔ بڑے عالم اور خطیب تھے۔ مولانا محمد حسین بٹالوی کے استفتاء جس کا جواب مولانا سید نذیر حسین دہلوی نے فرمایا اس پر بہت سے پہلے تائیدی دستخط مولانا حفیظ اللہ دہلوی کے ہیں۔ آپ نے لکھا: ''جواب صحیح ہے۔ حسبنا اللہ بس۔ حفیظ اللہ۔'' (فتاویٰ ختم نبوت ج۲ ص۱۶۳)

(۵۵۳) حفیظ اللہ (کمالیہ)، جناب الحاج

(وصال: ۱۶؍نومبر ۲۰۱۷ء)

آپ حضرت مولانا حافظ صدرالدین رائے کوٹی لدھیانہ کے صاحبزادے، مولانا محمد احمد لدھیانوی اور قاری حبیب اللہ صاحب امام مسجد فاروقیہ کمالیہ کے بڑے بھائی تھے۔ الحاج حفیظ اللہ صاحب نے کمالیہ میں پاور لوم لگائیں۔ پھر سعودی عرب میں کام کرتے رہے۔ غرض خوب کاروباری محنتی انسان تھے۔ اپنے والدین کی بھرپور خدمت کی۔ سماجی فلاح و بہبود کے کاموں میں ہمیشہ بھرپور حصہ لیا کرتے تھے۔ گزشتہ کچھ عرصہ سے بیمار تھے۔ اس دوران دل کے اٹیک سے اللہ رب العزت کے حضور چل دیئے۔ اگلے دن بعد از ظہر خیرا شہید عیدگاہ میں جنازہ ہوا جو آپ کے چھوٹے بھائی قائد اہل سنت حضرت مولانا محمد احمد لدھیانوی نے پڑھایا۔ حق تعالیٰ مرحوم کی بال بال مغفرت فرمائیں۔

(۵۵۴) حفیظ اللہ، جناب قاضی محمد

جناب قاضی محمد حفیظ اللہ صاحب پی.سی.ایس ریٹائرڈ نے قادیانیوں سے سات سوال پر مشتمل رسالہ لکھا جس کا نام ہے ’’احمدی حضرات سے سات سوال‘‘ یہ بھی محاسبہ قادیانیت جلد۳ میں شامل ہے۔

(۵۵۵) حفیظ تائب، جناب پروفیسر

(پیدائش:۱۴؍فروری۱۹۳۱ء، پشاور ...... وفات:۱۲؍جون۲۰۰۴ء، لاہور)

آپ احمد نگر ضلع گوجرانوالہ کے رہائشی تھے۔خوب پڑھے لکھے انسان تھے۔دانشور شاعر اور مصنف تھے۔قادیانیوں کے متعلق آپ نے لکھا کہ:’’فتنہ قادیانیت اسلام کے خلاف کثیر الجہات سازش ہے اور اس میں کئی اسلام دشمن قومیں قادیانیوں کی ممد و معاون ہیں۔چنانچہ ہر دور میں، اس کے ہر پہلو کا، ہر سطح پر تعاقب و تدارک سب مسلمانوں پر لازم ہے۔اقلیت قرار دیئے جانے کے بعد یہ لوگ زیر زمین زیادہ کام کرنے لگے ہیں۔لہٰذا اب یہ فتنہ پوری دنیا کے مسلمانوں کے لئے چیلنج ہے۔

قادیانی پاکستان اور بیرون ممالک میں اب بھی کلیدی عہدوں پر متمکن ہیں اور ان میں سے کئی اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کر کے محفوظ ہو گئے ہیں۔ایسے لوگوں کی کڑی نگرانی کا انتظام حکومتی سطح پر ہونا چاہئے۔ساتھ ہی ساتھ سچے دل سے تائب ہو جانے والے قادیانیوں کا اپنے معاشرہ میں خیر مقدم اور ان کے لئے پیدا ہونے والے مسائل میں امداد و تعاون بھی ضروری ہے۔کئی سادہ لوح نوجوان مسلمان بیرونی ممالک میں اپنے چھوٹے چھوٹے مفادات (گرین کارڈ وغیرہ کے حصول) کے لئے خود کو قادیانی لکھوا لینے میں کچھ حرج نہیں سمجھتے اور جب وہ اس سلسلے میں قادیانیوں سے مدد لیتے ہیں تو ان کے جال میں پھنس جاتے ہیں۔قادیانی اپنے مؤقف کی کئی تاویلیں پیش کرتے ہیں اور حسب ضرورت حضرت خاتم النّبیین ﷺ سے محبت کے اظہار اور تکمیل رسالت کے اقرار کے حربے بھی استعمال کرتے ہیں۔

میری تجویز ہے کہ پہلے مرحلے میں پوری دنیا کے قادیانیوں کے دائرہ ہائے کار کا بہت گہرا سروے کروانے اور ان کے استیصال کے لئے سفارشات حاصل کرنے کی ضرورت ہے۔پھر ان سفارشات کی روشنی میں لائحہ عمل تیار کر کے اسے مختلف ٹیموں کے سپرد کیا جانا چاہئے۔سروے کے دوران ہی میں، ختم رسالت کی حقیقت و اطلاق کے ساتھ ساتھ قادیانیوں کی دلیلوں کے رد پر مبنی خوبصورت، مختصر اور جامع پمفلٹ ہر بڑی زبان میں تیار ہو جانے چاہئیں اور یہ پمفلٹ لائحہ عمل کے ساتھ ساری ٹیموں کو مہیا کئے جانے چاہئیں۔آپ کی زیر منصوبہ (زیر نظر) کتاب کے اقتباسات ہی سے یہ پمفلٹ آسانی سے تیار ہو سکیں گے۔

ان مقاصد کے حصول کے لئے ایک باقاعدہ فنڈ قائم ہونا چاہئے اور اس فنڈ کے لئے ہر سطح پر چندہ اکٹھا کیا جانا چاہئے۔چندہ مہم سے عامتہ الناس کے جذبات کا اندازہ بھی ہوگا اور ان میں ختم نبوت کی تبلیغ کا موقع بھی ملے گا۔

مختلف ممالک میں رہنے والے ہوش مند، واقف کار اور خالص اسلامی ذہن رکھنے والے لوگوں سے بھی اس سلسلہ میں مدد لی جاسکتی ہے۔مثلاً شکاگو (امریکہ) میں یہ کام ڈاکٹر محمد مظفر الدین فاروقی یا ڈاکٹر عابد اللہ غازی صاحبان کے سپرد کیا جاسکتا ہے کہ یہ لوگ پہلے ہی اس سلسلے میں کام کر رہے ہیں۔آپ کے عظیم و ایمان افروز منصوبے کا خیر مقدم کرتے ہوئے اس کی کامیابی کے لئے دعاگو

ہوں۔ہمیں لاہور ہائی کورٹ کو بھی خراج تحسین پیش کرنا چاہئے، جس نے قادیانیوں کے شعائر اسلامی استعمال کرنے کو خلاف قانون قرار دیا ہے۔'' (جناب متین خالد)

(۵۵۶) حفیظ جالندھری، ابوالاثر جناب

(پیدائش:۱۴؍جنوری ۱۹۰۰ء، جالندھر ...... وفات:۲۱؍دسمبر ۱۹۸۲ء، لاہور)

نامور قومی شاعر، ترانہ پاکستان کے خالق اور ور شاہنامہ اسلام کے بانی تھے۔ علی برادران کے تحریک خلافت میں دست راست تھے۔آپ بہت ہی نامور اور شہرۂ آفاق شاعر تھے۔عشق رسالت مآب ﷺ ان کی گھٹی میں شامل تھا۔''جتنا عشق مصطفیٰ ﷺ غالب ہوگا قادیانیت سے اتنی نفرت ہوگی'' کا مصداق تھے۔

(۵۵۷) حق نواز جھنگوی، حضرت مولانا

(ولادت:۱۹۵۲ء ...... وفات:۲۲؍فروری ۱۹۹۰ء)

اس دنیائے فانی سے رخصت ہونے والے اکابر، اصاغر، رفقاء پر فقیر کچھ نہ کچھ تعزیتی مضامین لکھتا رہتا ہے۔ جانے والوں کا یہ حق ہے۔ان تعزیتی مضامین میں مجھے اپنے متعلق یہ غلط فہمی ہے کہ میں ''خاکہ'' لکھتا ہوں۔ خاکہ لکھنے کا ایک تقاضہ یہ بھی ہوتا ہے کہ مرحوم پر جو لکھا جائے اس میں ان کی زندگی سے متعلق تمام گوشوں کا سرسری طور پر احاطہ ہو جائے۔ تاکہ کل کو ان پر کوئی کتاب لکھنا چاہیں تو یہ مضمون اشاریہ یا متن کا کام دے۔اس کے ساتھ ایک عادت اچھی یا بری یہ بھی ہے کہ تعزیتی مضمون لکھتے ہوئے سنی سنائی باتوں کو جمع کرنے کی بجائے جو ذاتی مشاہدات ہیں وہ قلمبند کرتا ہوں۔خراج تحسین پیش کرنا اور خاکہ لکھنا دونوں میں بہت فرق ہے۔

مرحوم شخصیت کے متعلقین وکارکن، فقیر کے تعزیتی مضامین میں خراج تحسین تلاش کرتے ہیں۔ مضمون میں جب یہ چیز انہیں غالب نظر نہیں آتی، تو انہیں مایوسی ہوتی ہے اور پھر ان مضامین پر جو بے رحم تبصرے ہوتے ہیں اس سے یہ فائدہ ہوتا ہے کہ گھر بیٹھے بٹھائے مفت میں ان کی نیکیوں سے بہرہ مند ہو جاتا ہوں۔ مولانا ضیاء القاسمی، مولانا حق نواز، مولانا ایثار الحق قاسمی، مولانا محمد اعظم طارق اور مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی پر فقیر نے کچھ نہیں لکھا۔اس کا باعث یہ کہ ماہنامہ لولاک ملتان کے چیف ایڈیٹر مخدوم زادہ طارق محمود ہوتے تھے۔ وہ جس شخصیت پر مضمون لکھ دیتے تھے وہ حرف آخر ہوتا تھا۔مجلس کی نمائندگی ہو جاتی تو فقیر چپ سادھ لیتا۔ وہ نامور صاحب قلم تھے۔ان کے مضامین جاندار ہوتے تھے۔اس کے بعد ضرورت ہی محسوس نہ ہوتی تھی۔ ہاں اگر انہوں نے کسی شخصیت پر کچھ نہیں لکھا ہوتا تو فقیر قلم پکڑ لیتا اور کچھ نہ کچھ گھسیٹ دیتا۔ان تمام متذکرہ افراد پر ماہنامہ لولاک کے لئے صاحبزادہ مرحوم کے مضامین آگئے تو فقیر نے کچھ نہ لکھا۔ فقیر کے تعزیتی مضامین پر مشتمل کتاب ''فراق یاراں'' چھپی تو بہت سارے انجان دوستوں کے تیور بگڑے۔حالانکہ صحیح صورت حال وہی ہے جو عرض کر دی۔

گزشتہ دو دنوں سے برادرم حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب شجاع آبادی میرے سر ہیں کہ محترم جناب ڈاکٹر خادم حسین ڈھلوں کا فون آیا ہے۔ وہ حضرت مولانا حق نواز شہید پر کوئی نمبر لانا چاہتے ہیں۔ان کا حکم ہے کہ آپ بھی کچھ لکھیں۔ عرض کی کہ فقیر تو

حسب عادت ’’مشاہدات یا خاکہ‘‘ لکھنے کا خوگر ہے۔ ڈاکٹر صاحب کے رفقاء خراج تحسین کے تلاش کندگان۔ تو نبھے گی نہیں۔ نیا پھڈا نہ کھڑا ہو جائے۔ مولانا نے فرمایا کہ ضرور لکھیں۔ مرحوم کا حق ہے۔ مولانا شجاع آبادی کے اصرار کے باوجود ان سے وعدہ کیا نہ ارادہ بنا۔ لیکن ان کے جاتے جاتے مولانا حق نواز مرحوم کی محبت ایسی غالب آئی کہ یکدم طبیعت میں اٹھان اور اڑان کی کیفیت نے قلم پکڑنے پر مجبور کر دیا۔ لیجئے! بسم اللہ کرتا ہوں:

مولانا حق نواز مرحوم سپرا (جٹ برادری) سے تعلق رکھتے تھے۔ جنہیں عرف عام میں ’’مہر‘‘ کہا جاتا ہے۔ ضلع جھنگ علاقہ چنڈ، تھانہ مسن موضع چیلہ میں بوہڑ والا کھوہ ان کی جائے پیدائش ہے۔ مولانا کے والد گرامی زمیندارہ کرتے تھے۔ ان کا نام مہر علی محمد تھا۔ ان میں اللہ تعالیٰ نے ’’کھوجی‘‘ کی وصف رکھی تھی۔ اس سے وہ خدمت خلق کا کام لیتے تھے۔ مولانا حق نواز کے ماموں حافظ جان محمد صاحب تھے۔ مولانا نے ان سے قرآن مجید اپنے کھوہ بوہڑ والا میں حفظ کیا۔ مولانا پیر مبارک شاہ بغدادی جھنگ کے مرنجان مرنج پیر تھے۔ انہوں نے جھنگ، ملتان کے اضلاع میں قرآن مجید کے کئی مدارس قائم کر رکھے تھے۔ مولانا حق نواز نے عبدالحکیم میں پیر مبارک شاہ کے مدرسہ میں گردان مکمل کی۔ ابتداء سے مشکوٰۃ شریف تک کی تعلیم آپ نے ملک کے شہرہ آفاق جامعہ دارالعلوم عیدگاہ کبیر والا میں حاصل کی۔ اس زمانہ میں آپ کے اساتذہ میں حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی، حضرت مولانا علی محمد صاحب مرحوم اور حضرت مولانا منظورالحق مرحوم نمایاں شخصیات ہیں۔

دورہ حدیث شریف آپ نے جامعہ خیرالمدارس ملتان سے کیا۔ حضرت مولانا محمد صدیق مدظلہ، حضرت مولانا محمد شریف کشمیری، حضرت مولانا مفتی عبدالستار مرحوم آپ کے دورہ کے معروف اساتذہ کرام ہیں۔ دوران تعلیم آپ نے تنظیم اہل سنت کے مرکزی دفتر چوک نواں شہر میں تقابل ادیان کا کورس کیا۔ مناظر اسلام مولانا عبدالستار تونسوی اور دوسرے اساتذہ سے یہاں پر آپ نے اکتساب علم سے اپنے دامن کو بھرا۔ مولانا حق نواز فراغت کے بعد جھنگ تشریف لائے۔ جھنگ ضلع کے باسی تھے۔ یہ علاقہ شیعہ سنی تنازعہ کی وجہ سے حساس علاقہ ہے۔ تقسیم سے قبل بھی یہی معرکہ آرائی یہاں پر رہی۔ مولانا، نوجوان عالم دین۔ تازہ تازہ فارغ ہوئے۔ بھرپور کام کرنے کا جذبہ۔ زمیندارہ پیشہ سے تعلق رکھنے والے لوگ عموماً جفاکش و محنتی ہوتے ہیں۔ جھنگ ان کا آبائی ضلع تھا۔ محلہ پپلاں والا کی جامع مسجد (جامع مسجد حق نواز شہید) کے اس زمانہ میں متولی الحاج اللہ دتہ کھدر فروش مسلم بازار جھنگ اور حاجی اللہ وسایا لنگی فروش تھے۔ یہ دونوں حاجی صاحبان تقسیم سے قبل مجلس احرار اسلام سے وابستہ تھے۔ مسجد کے جوار میں واقع پارک ’’احرار پارک‘‘ کے نام سے آج بھی ان کی خدمات کا زندہ جاوید کارنامہ ہے۔

(رب کی شان اب مولانا کے جانشین مولانا محمد احمد لدھیانوی اس پارک میں ہمیں جلسہ نہیں کرنے دیتے۔ وہ ایسے کہ ہم نے پارک میں کانفرنس کا اعلان کیا۔ مولانا محمد احمد لدھیانوی نے دعاء کر کے بارش کرادی۔ مجبوراً جلسہ مولانا حق نواز کی مسجد میں لے گئے۔ مولانا محمد احمد لدھیانوی نے صدارت کی۔ قارئین پریشان نہ ہوں کہ مولانا محمد احمد لدھیانوی صاحب نے دعا کر کے بارش کرادی؟۔ یہ راز تب کھلا کہ مولانا محمد احمد صاحب نے پپلاں ضلع میانوالی میں فرمایا کہ فیصل آباد میں مجھے نہیں بلایا تو کانفرنس میں بارش ہوگئی۔ مولانا کی ولایت کے اعتراف کے ساتھ عرض ہے کہ آئندہ جہاں ختم نبوت کانفرنس کے موقع پر بارش ہوئی۔ وہ مولانا محمد احمد لدھیانوی کی ولایت کی دلیل ہوگی۔ خدا کے ولی، ہماری توبہ۔ آپ کو ولی مان لیا۔ اب آئندہ کے لئے بارش نہ ہونے کی تسلی کرادیں۔ جملہ

معترضہ کی معافی کی درخواست کے ساتھ)

اس دور میں جناب بلال زبیری مرحوم موصوف احرار رہنما تھے۔محلّہ پپلاں والا کی جامع مسجد کی خطابت مولانا حق نواز کو مل گئی۔حاجی اللہ دتہ، حاجی اللہ وسایا، بلال زبیری کی صحبت نے انہیں عملی زندگی میں کام کرنے کے گر پڑھائے۔

اس زمانہ کے تمام احرار کارکن حضرات کی گھٹی میں ’’احترام علماء‘‘ کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا تھا۔مولانا کی صلاحیتوں نے اجاگر ہونا شروع کیا تو ان حضرات نے بھی دل وجان سے مولانا کو احترام دیا۔ پاکستان بننے کے بعد یہ تینوں حضرات مجلس تحفظ ختم نبوت کی مرکزی مجلس عمومی کے رکن اور جھنگ کے عہدہ داران تھے۔اس زمانہ میں چنیوٹ گڑھا محلّہ کے پارک میں آل پاکستان ختم نبوت کانفرنس سہ روزہ دسمبر میں منعقد ہوتی تھی۔حاجی اللہ دتہ، حاجی اللہ وسایا، زبیری صاحب اس کانفرنس کے لئے سامعین کا بھرپور قافلہ لے کر جھنگ سے چنیوٹ تشریف لاتے تھے۔سن متعین کرنا تو بہت مشکل ہے۔البتہ یاد پڑتا ہے کہ کسی کانفرنس کے موقع پر حاجی صاحبان کی معرفت حضرت مولانا سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔

درمیانہ قد، سانولہ رنگ، چھریرا بدن، ستواں ناک، عقابی نظر، انگ انگ سے کام کرنے کا بھرپور عزم ٹپکتا تھا۔ جناں نکا اناں تکھا۔ پنجابی محاورہ کے مصداق۔ یہ پہلی ملاقات کا تأثر ہے۔کچھ عرصہ بعد معلوم ہوا کہ عیدگاہ مسجد جھنگ کے عالم دین مولانا محمد اشرف سیالوی سے دیوبندی بریلوی تنازعہ نے مناظرہ کی شکل اختیار کرلی اور فیصل آباد روڈ پر واقع تھانہ موچیوالہ ضلع جھنگ کے نواح میں مناظرہ ہوا۔ نیا موضوع، نیا ولولہ، نیا علم، خوب رنگ بندھا۔واقعہ ہوا۔وقت گزر گیا۔لیکن تلخی شہر بھر میں رہی۔اس دور میں ملک بھر میں دیوبندی بریلوی مسئلہ کا خوب رن پڑا ہوا تھا۔اس بہتی گنگا میں مولانا بھی اشنان کئے بغیر نہ رہ سکے۔

دنیا اس وقت گلوبل کی شکل اختیار کرچکی ہے۔عالمی اثرات سے ہر ایک ملک متاثر ہوتا ہے۔پھر ہمسایہ ملک کی گرمی، سردی، بارش، آندھی کے اثرات تو فوری محسوس ہوتے ہیں۔لیجئے صاحب عراق ایران جنگ شروع ہوگئی۔خمینی صاحب کے انقلاب کے اثرات نے پاکستان میں ان کے ہم عقیدہ لوگوں کو شعلہ جوالا بنادیا۔ہر جگہ وہ اپنی ڈھب کی چھاپ لگانے کے درپے ہوئے۔تب سعودی عرب اور امریکہ، عراق کے ساتھ اور ایران کے خلاف تھے۔عراق گورنمنٹ کو ایرانی انقلاب کے راستے میں سد سکندری گردانا جارہا تھا۔ پاکستان میں جنرل محمد ضیاء الحق صاحب کی حکومت تھی۔ پاکستان میں شیعہ سنی تنازعہ نے بھی شدت کا انداز اختیار کرلیا۔اس سے قبل جنرل یحییٰ کے دور حکومت میں جھنگ میں باب عمرؓ کے حادثہ پر حالات نے نیا رخ اختیار کرلیا تھا۔باب عمرؓ کے شہداء کے جنازہ میں مجاہد ملت حضرت مولانا محمد علی جالندھری کی غلامی میں فقیر کو بھی شرکت کی سعادت نصیب ہوئی۔پھر جھنگ شہر لال مسجد میں خطبہ جمعہ کے بعد عظمت صحابہ ﷢ کے عنوان پر ایک ماہ جیل میں قید کی نعمت بھی ملی۔(قارئین ساتھ ساتھ میرے فضائل کا پاؤ پارہ بھی سنتے جائیں)

اس دور میں جھنگ کی قیادت مولانا غلام قادر، مولانا ولی اللہ، مولانا مفتی غلام حسین، مولانا سید صادق حسین شاہ، مولانا مفتی عبدالحلیم، مولانا محمد اسداللہ قاسمی، مولانا محمد فاروق، حکیم مولانا محمد یاسین، مولانا سید غلام مصطفیٰ شاہ کے ہاتھوں میں تھی۔مؤخر الذکر دو حضرات کے علاوہ سب اللہ تعالیٰ کو پیارے ہوچکے۔اللہ تعالیٰ سب پر اپنی رحمت نازل فرمائیں اور جو زندہ ہیں اللہ تعالیٰ انہیں سلامتی دارین نصیب فرمائیں۔آگے چل کر اس قیادت میں نئے نوجوان عالم دین مولانا حق نواز بھی شریک قافلہ ہوئے اور بہت جلد قدرت نے انہیں قافلہ کا سالار بنادیا۔

مولانا حق نواز شہید بلا کے خطیب تھے۔ بلکہ خدالگتی یہ ہے کہ وہ اپنے انداز خطابت کے موجد تھے۔ اب تو ان کے اخلاص کا صدقہ، ہمارا ہر نوجوان ان کے انداز کو اپناتا ہے۔ اس سے قبل خطباء کے کھیپ میں سریلی اور مترنم آواز میں بیان کرنے کا انداز غالب تھا۔ اب بھی ترنم والے خطیب ہیں۔ لیکن معدودے چند۔ لیکن جو ہیں ان کی چاندی ہے کہ یہ انداز خطابت اب کمیاب ہے۔ کسی دور میں ارزاں تھا، اب گراں ہے۔

مولانا حق نواز کی گفتگو میں معلومات ودلائل کی فراوانی، الفاظ کا سیلاب اور جذبات کا سمندر رواں ہوتا تھا۔ وہ ہر موضوع پر تیاری کر کے آتے تھے اور دلائل وجذبات کے ساتھ موجزن ہوتے تھے وہ اپنی مربوط گفتگو اور مسلسل خطاب میں الفاظ کا بے دریغ استعمال کیا کرتے۔ بلکہ ان سے کھیلا کرتے تھے۔ جس موضوع پر اظہار کرتے۔ بے تکان کرتے، جس دریا کو عبور کرتے۔ انتہاء کے کنارہ پر پہنچ کر جس کشتی میں دریا عبور کر کے آئے ہوتے۔ سب سے پہلے اسے جلا دیا کرتے تھے۔ تاکہ واپسی کا شائبہ تک نہ رہے۔ اس لئے جس موضوع پر گفتگو کرتے وہ حرف آخر کا درجہ رکھتی تھی۔ اس کی مثال میں سعید چتروڑ گڑھی اپریشن کی تقریر کو سامنے رکھا جاسکتا ہے۔

مولانا بنیادی طور پر جمعیت علماء اسلام سے وابستہ تھے۔ جمعیت کے پنجاب الیکشن میں حصہ لیا۔ مولانا سید امیر حسین گیلانی پنجاب کے امیر منتخب ہوگئے۔ خطابت اور مقبولیت کی انتہاء پر مولانا مرحوم جلوہ گر تھے۔ نوجوان رفقاء کارکن آپ کو جان سے زیادہ عزیز سمجھتے تھے۔ لیکن جمعیت کے تربیت یافتہ منجھے ہوئے نظریاتی ووٹ تو ہر معیار پر جانچ، پڑتال، ناپ، تول اور پرکھ کے بعد ملنے تھے۔ سو ایسے ہوا (معافی چاہتا ہوں کہ واقعات کی ترتیب قائم رکھنا مشکل ہو رہا ہے) ایک بار گڑھ مہاراجہ میں ایک تنازعہ میں مسجد کی توڑ پھوڑ میں قرآن مجید کے نسخے شہید ہوگئے۔ (فقیر اس زمانہ میں لولاک کی ادارتی ذمہ داریوں میں شریک تھا۔ مولانا تاج محمود کے حکم پر اکیلے میں جاکر گاؤں میں پھر کر اصل مقام دیکھ کر رپورٹ مرتب کی تھی) تب مولانا محمد ضیاء القاسمی صاحب مرحوم تنظیم اہل سنت پاکستان کے سیکرٹری جنرل تھے۔ وہاں کانفرنس کا اعلان ہوگیا۔ جھنگ ضلع میں یہ جگہ واقع ہے۔ مولانا حق نواز مرحوم نے تنظیم کے پلیٹ فارم سے کانفرنس کے کامیاب انعقاد کے لئے دن رات ایک کردیئے۔ مولانا محمد ضیاء القاسمی نے پورے پنجاب کا طوفانی دورہ کیا۔ حکومت نے گڑھ مہاراجہ کانفرنس میں رکاوٹیں کھڑی کردیں۔ پابندی لگنا واضح نظر آرہا تھا۔ مولانا محمد ضیاء القاسمی صاحب مرحوم سرگودھا ضلع میں کانفرنس کے دعوتی عمل سے فارغ ہوکر چناب نگر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مدرسہ عربیہ ختم نبوت مسلم کالونی تشریف لائے۔ مولانا عبدالرحمٰن ظفران دنوں شعبہ کتب کے واحد ذمہ دار تھے۔ مولانا صاحب رفقاء کو دعوت دے کر چک جھمرہ جانے لگے تو فقیر کو ساتھ اپنی اردلی میں لے لیا۔ جھمرہ پروگرام سے فیصل آباد جارہے تھے۔ راستہ میں دو باتیں ارشاد فرمائیں۔

۱...... مولانا محمد ضیاء القاسمی نے فقیر سے فرمایا کہ مجلس تحفظ ختم نبوت بزرگوں کی جماعت، مولانا خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم نقشبندی، مجددی، بزرگ، حضرت مجدد الف ثانی احداث کے خلاف آیت من آیات اللہ، اور پھر آپ لوگوں کا چناب نگر میں ربیع الاوّل کا جلوس، سمجھ نہیں آتا۔ کس سے شکایت کروں۔ فقیر نے عرض کیا کہ قادیانیوں کو نتھ ڈالنے، ان کا غرور خاک میں ملانے کے لئے شروع کیا تھا۔ اب احرار کے حضرات نے شروع کردیا ہے۔ ضرورت پوری ہورہی ہے۔ کسی سے شکایت نہ کریں۔ وعدہ رہا اس سال سے ہمیشہ کے لئے ہماری طرف سے جلوس نہیں نکلے گا۔ مولانا اس پر گل لالہ کی طرح شگفتہ ہوگئے۔

۲...... فرمایا کہ لگتا ہے گڑھ مہاراجہ کانفرنس پر پابندی لگ جائے گی۔فقیر نے عرض کیا مولانا تاج محمود سے رابطہ کرنے میں کیا حرج ہے۔اتنے میں عبداللہ پور پھاٹک سے ریلوے چوک پہنچ گئے تھے۔گاڑی موڑی مولانا تاج محمود کے مکان پر جاکر ان سے حضرت قاسمی صاحب نے پریشانی عرض کی۔ بیٹھے بیٹھے کمشنر، ڈی۔آئی۔جی سے فون پر رابطے شروع ہوگئے۔کچھ مان لو، کچھ منوالو۔تصادم دونوں کے لئے نقصان دہ تھا۔درمیانہ راستہ نکل آئے۔دوسرے دن ڈپٹی کمشنر، ایس۔پی سے جھنگ میں میٹنگ طے ہوگئی۔

صبح گئے تو محلّہ چنداں والا کے سکول میں تنظیم کی قیادت دھوپ سینک رہی تھی۔لیکن اداس چہروں کے ساتھ، معلوم ہوا کہ جھنگ کے ٹینٹ والوں کو حکومت نے روک دیا۔بھکر، مظفرگڑھ سے ٹینٹ کا سامان منگوایا۔وہ راستہ سے واپس کرادیا گیا۔اب علماء کے جانے پر پابندی۔خیر مولانا تاج محمود، مولانا ضیاء القاسمی گئے۔ڈی۔سی، ایس۔پی سے گڑھ مہاراجہ سے قریب باہر منظوری مل گئی۔راستے کھل گئے۔جلسہ کی جگہ کی تبدیلی ہمارے حضرات نے مان لی۔منظوری حکومت نے دے دی۔فقیر نے پہلی بار سٹیج پر قدموں میں بیٹھ کر مولانا حق نواز کی خطابت کی جولانیوں کو دیکھا۔پناہ بخدا ایک جیسی تیز رفتاری میں ایڑیوں کے بل کھڑے ہوکر تقریر کرتے۔اس زمانہ میں مولانا کا شاید ہی کوئی ثانی ہو۔

تو جناب عرض ہے کہ ایران، عراق جنگ کے موقعہ پر دیوبندی، بریلوی قضیہ سے الگ ہوکر دوسرے محاذ پر مولانا نے عنان خطابت کو موڑا۔نیا نعرہ، نیا نام، نئے دلائل، نیا ولولہ پورے پنجاب کو شعلہ جوالا بنادیا۔(اب مولانا نہ رہے رفقاء نے بھی نعرہ چھوڑ دیا۔رہے نام اللہ کا) لیکن اتنی بات تو مانی جائے کہ مولانا جس میدان میں اترے، کامیابی سے سب کو ہمنوا بنالیا۔اس عنوان پر بہت سارے ساتھی لکھیں گے۔فقیر نہ اس میدان کا آدمی۔نہ اس راہ کا مسافر۔نہ اس موضوع پر تیاری، چٹے کورے ان پڑھ ہونے کا اعتراف۔ہمارا میدان دوسرا، راستہ دوسرا، انداز دوسرا، مولانا حق نواز مرحوم نے ختم نبوت کے میدان میں کیا تعاون کیا۔اس پر فقیر کو لکھنا چاہئے تھا۔لو صبح کا بھولا شام کو گھر آجائے تو اسے بھولا نہیں کہتے۔اب میں اس سلسلہ کی مولانا کی خدمات کو لیتا ہوں۔

۱...... حضرت مولانا حق نواز مرحوم ہمارے حضرت صاحب قبلہ مولانا خواجہ خان محمد صاحب سے بیعت تھے۔اس پر وہ فخر کرتے تھے اور ساری زندگی نازاں رہے۔

۲...... اسلم قریشی قضیہ کے سلسلہ میں جامع مسجد شہداء لاہور میں کانفرنس رکھی تھی۔اس زمانہ میں ملتان تنظیم اہل سنت، مجلس علماء اہل سنت اور دیگر حضرات کی اسلامی مہینہ کے پہلے دن میٹنگ ہوتی تھی۔اس موقعہ پر ملتان دفتر مرکزیہ میں حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب نے میٹنگ طلب فرمائی۔تمام جماعتیں شریک ہوئیں۔ہمیں معلوم نہ تھا کہ مولانا حق نواز کے رفقاء کی اس موقعہ پر ملتان میں میٹنگ ہوتی ہے۔اس لئے ان کو دعوت نہ دی جاسکی۔میٹنگ ختم نبوت دفتر میں قبل از ظہر ختم ہوگئی۔حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب دفتر تشریف فرما تھے۔میٹنگ کے بعد مولانا حق نواز صاحب آگئے۔حضرت قبلہ سے جس انداز نیازمندی سے ملے۔حضرت قبلہ نے جس محبت سے گلے لگایا۔لطف دوبالا ہوگیا۔حضرت قبلہ نے فرمایا کہ مولانا کس طرح بھولے پھرتے ہو؟

مولانا نے عرض کیا ملتان میٹنگ تھی۔آپ کی تشریف آوری کا سنا، حاضر ہوگیا۔حضرت قبلہ نے فرمایا اچھا ہوگیا۔لاہور شہداء مسجد مال روڈ فلاں تاریخ کو کانفرنس ہے۔تشریف لائیں۔مولانا نے عرض کی اکیلا یا جماعت سمیت؟ حضرت قبلہ نے فرمایا صرف

جماعت نہیں پوری قیادت وکارکنوں سمیت۔ مولانا نے عرض کی، اجازت ہے۔ کارکن سر پر لال ٹوپی پہن کر آئیں؟ حضرت قبلہ نے فرمایا ہاں اجازت ہے۔ فقیر نے مولانا مرحوم سے عرض کیا کہ ایک کالی ٹوپی والے کو ہم نے بھی بلایا ہوا ہے۔ اس کی بھی آپ اجازت دے دیں۔ اس پر مجلس کشت زعفران بن گئی۔ مولانا مرحوم نے فرمایا کہ مسئلہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ہم سب کی نمائندہ ہے اور حضرت الامیر دامت برکاتہم ہمارے امام ہیں۔ جب جس کو چاہیں بلائیں۔ خندہ روئی سے قلب وجگر کی گہرائیوں کے ساتھ آمنا وصدقنا، کبھی اس پر اعتراض نہ ہوگا۔ اس پر ہمارے کوئی تحفظات نہیں۔ اس لحاظ سے جو آپ مناسب سمجھیں اقدام کریں۔ اس پر اعتراض کرنا تو درکنار تصور اعتراض کا شائبہ بھی گناہ کبیرہ سمجھتا ہوں۔ چائے پی۔ حضرت قبلہ سے دعائیں لیں اور چل دیئے۔ اب ہر تقریر میں مولانا مرحوم نے اس لاہور کی ختم نبوت کانفرنس میں شریک ہونے کی تحریک کو معمول بنالیا۔ کانفرنس میں آپ کے رفقاء ٹھوک کے حساب سے تشریف لائے۔ مولانا خود بھی جلسہ کے شروع میں پہنچ گئے۔ حضرت قبلہ کے قدموں میں سٹیج پر براجمان۔ اللہ اکبر کیا خوبیوں والا انسان۔ نہ کروفر، نہ نخرہ، نہ فوں نافاں۔ اب مہمان مقررین تشریف لانے شروع ہوئے۔ سب کو اٹھ کر مل رہے ہیں۔ خیر مقدم کررہے ہیں۔ اتنے میں جناب آغا مرتضیٰ تشریف لائے۔ سب کے ساتھ ساتھ آپ سے بھی مصافحہ ہوا۔ تقریریں جاری۔ ایک کے بعد دوسرے۔ چوتھے پانچویں، چھٹے مقررین کے بیان ہوتے رہے۔ (ہزاروں ساتھی اب بھی اس کے گواہ موجود ہوں گے) کہ آغا مرتضیٰ پویا کا اعلان ہوا۔ مخالفانہ نعرے شروع ہوگئے۔ پتہ نہیں کہ وہ لوگ کون تھے۔ بظاہر مولانا کے رفقاء لگتے تھے۔ جلسہ باہر کے گراؤنڈ سے مسجد کے ہال میں منتقل ہوا۔

سپیکر کا نظم درست ہوا۔ مولانا حق نواز نے ازخود آ کر سپیکر سنبھال لیا۔ جن دوستوں نے نعرہ لگایا تھا ان سے مخاطب ہوئے۔ ”اچھا عظمت صحابہ رضی اللہ عنہم کے متوالو! تم سمجھتے ہو کہ مولانا خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم سے آپ کے دل میں عظمت صحابہ رضی اللہ عنہم زیادہ ہے؟ تف ہے تمہاری سوچ پر، حیف ہے تمہارے طرز عمل پر۔ تمہاری اس سوچ نے حضرت قبلہ کے سامنے مجھے شرمندہ کیا۔ جھوٹ بولتے ہو۔ تم میرے ساتھی نہیں ہو۔ تم دشمن کے ایجنٹ ہو۔ تمہارا مجھ سے کوئی تعلق نہیں۔“ ممکن ہے کہ الفاظ وہ نہ ہوں۔ لیکن اس پر اللہ تعالیٰ کو گواہ بناتا ہوں کہ مفہوم تقریباً یہی تھا۔ پھر خود پویا صاحب کا اعلان کیا، تقریر کرائی۔ پھر سید عطاء المؤمن شاہ بخاری کی تقریر ہوئی۔ آپ نے ہلڑ بازوں کو آڑے ہاتھوں لیا۔ آخری خطاب مولانا کا ہوا۔ آپ نے اس بیان میں بھی اس قضیہ پر وہ کچھ فرمایا۔ سوائے اس کے کہ یہی کہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کی تربت پر موسلا دھار بارش نازل کریں۔ کمال کیا۔ ہمیں تو خرید لیا۔

۳...... تحریک ختم نبوت ۱۹۸۴ء میں ”راولپنڈی چلو“ کی کال پر جھنگ سے قافلہ لے کر چلے۔ راستہ میں ناکہ تھا۔ روک دیئے گئے۔ واپس جاکر روٹ بدلا۔ پیدل چلے۔ لیکن راجہ بازار پہنچ گئے۔ بیان بھی ہوا۔ تمام مکاتب فکر جمع تھے۔ یہ ۲۶؍اپریل ۱۹۸۴ء کا واقعہ ہے۔

۴...... چناب نگر مدرسہ عربیہ ختم نبوت میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے مولانا محمد مکی مدرس الحرم کا استقبالیہ رکھا۔ مولانا محمد ضیاء القاسمی فیصل آباد سے، جھنگ سے مولانا حق نواز شریک ہوئے۔ استقبالیہ تقریب تھی۔ فقیر نے خیر مقدمی کلمات کے لئے عرض کیا۔ فرمایا کیا عرض کروں گا؟ فقیر نے عرض کیا کہ قادیانی فتنہ کا مرکز آپ کے ضلع جھنگ میں ہے۔ فرمایا بس۔ ٹھیک ہے اعلان ہوا۔ پانچ منٹ میں نپی تلی جاندار گفتگو سے مہمان سمیت سب کو انگشت بدنداں کردیا۔

۵...... چناب نگر ختم نبوت کانفرنس پر ہر سال جمعہ کے روز تشریف لاتے۔ اس سے پہلے جمعہ پر اپنی مسجد میں اعلان کرتے۔ آئندہ جمعہ

چناب نگر، آپ میں ہم سب ادا کریں گے۔ پنڈال میں ادھر گھومتے رہتے۔ مہمانوں سے ملتے۔ہم بصد منت گھیر کر سٹیج پر لاتے۔فرماتے تقریر کے لئے نہیں، حاضری کے لئے آتا ہوں۔ہم آخر تک ان کو بٹھائے رکھتے۔ مہمان بھگتتے رہتے کہ آپ کا آخری بیان، عصر پر اجلاس ختم ہونا ہوتا تھا۔عصر سے چند منٹ پہلے اعلان کرتے۔آپ خطبہ کے بعد دو تین منٹ میں دو چار جملے کہہ کر اجلاس ختم کرا دیتے۔ تین سال ایسے ہوتا رہا کہ تقریباً آپ کا گویا بیان برائے نام ہوتا۔ایک دفعہ فقیر نے عرض کیا مولانا جمعہ پر وقت محدود ہوتا ہے۔آپ عالی ظرف کہ محسوس نہیں کرتے۔لیکن اب تو مجھے بھی ندامت ہو رہی ہے۔آپ براہ کرم آئندہ سال رات کے اجلاس میں تشریف لائیں۔ فرمایا بہت اچھا۔اگلے سال جمعرات کو عصر تک بصیرہ ضلع مظفرگڑھ میں بیان کیا۔تقریر کے بعد آپ کے نعت خواں فلک شیر کا بیان ہے کہ روٹی پر دو بوٹیاں رکھ کر جھولی میں رکھ لیا۔گاڑی میں بیٹھ گئے۔ بیٹھے بیٹھے دو چار لقمے زہر مار کئے۔ جھنگ رکے بھی۔رات ایک بجے سٹیج پر چناب نگر آن دھمکے۔ مجھے تو یاد بھی نہ تھا کہ مولانا سے خود یہ وقت طے کیا ہے۔عجیب مشکل یہ کہ مولانا علی غضنفر کراروی تشریف لائے ہوئے سٹیج پر موجود، کہ مولانا آ گئے۔ میرا سانس رک گیا۔کراروی صاحب جمعرات دن کے آئے ہوئے۔مقررین کے رش کے باعث رات کا کہہ کر روک لیا۔اب مولانا آ گئے۔کراروی صاحب سے عرض کیا کہ اب آپ کا بیان جمعہ سے قبل کیسے رہے گا؟ وہ صورتحال کو بھانپ گئے اور ہماری مجبوری بھی ان کے سامنے تھی۔ بادل نخواستہ انہوں نے ہاں میں سر ہلا دیا۔دو تین مقررین کی مزید تقریریں ہوئیں۔مولانا حق نواز صاحب نے مجھے بلا کر فرمایا تھکا ہوا ہوں۔مزید کتنا انتظار کرنا ہوگا۔عرض کیا کہ ایک آدھ مقرر کے بعد آپ کا بیان ہے اور وہ اس اجلاس کا آخری بیان ہوگا۔ساتھ ہی عرض کیا کہ کراروی صاحب صبح سے تشریف لائے ہیں۔قبل از ظہر سے بعد ظہر سے بعد العشاء کا کہا۔ اب قبل از جمعہ کے لئے عرض کیا۔رکھ رکھاؤ والے آدمی ہیں۔مان گئے ہیں۔لیکن آپ اجازت دیں تو بیان ابھی کرا دوں؟ ڈر لگتا ہے کہ آپ کے کاز کو نقصان نہ ہو۔آنکھیں بند کئے کان میرے منہ سے لگائے سنتے رہے۔آخری جملہ پر فرمایا کہ ختم نبوت پر سب مصلحتیں قربان۔کرائیں بیان، لیجئے مولانا کی اتنی بات سے فقیر سیر سے شیر ہو گیا۔انگڑائی کے بہانے دونوں ہاتھ فضاء میں بلند کئے واپس کرتے ہوئے جو خطیب تقریر کر رہے تھے۔ ہاتھ ان کے پاؤں کو لگا کر بریک کا کام لے لیا۔ان کی تقریر ختم ہوئی۔جھٹ سے کراروی صاحب کا اعلان یوں کیا۔''حضرات کافی رات بیت چکی۔ ہمارے معزز مہمان اور آپ کے دلوں کی دھڑکن مجاہد اسلام مولانا حق نواز صاحب مدظلہ، لیکن ان سے پہلے تشریف لاتے ہیں خطیب اہل بیت جناب علی غضنفر کراروی۔'' اب نعرے مولانا حق نواز صاحب کے اور تقریر شروع ہو گئی جناب کراروی صاحب کی۔وہ بھی بلا کے خطیب چند منٹوں میں چھا گئے۔

آخری خطاب مولانا حق نواز صاحب کا ہوا اور یہ اس کانفرنس پر ان کا آخری خطاب تھا۔اگلے سال وہ کانفرنس سے پہلے وہاں چلے گئے۔ جہاں ہم سب نے جانا ہے۔دعاء حضرت خواجہ صاحب نے کرائی۔کانفرنس کے اختتام پر صبح ہونے پر صرف دو گھنٹے باقی تھے۔مولانا دن بھر کے تھکے ماندے۔رات ساری بیٹھ کر آنکھوں میں کاٹ دی تھی۔حضرت خواجہ صاحب اسٹیج سے اترے۔رہائش گاہ کی طرف تشریف لائے۔مولانا حق نواز سٹیج سے اترے۔میرے کندھے پر ہاتھ رکھا اور کہا حضرت خواجہ صاحب مدظلہ سے ملنا ہے۔ دس پندرہ منٹ حضرت کی خدمت میں بیٹھے رہے۔ پھر اجازت لی۔فقیر کا خیال تھا رات ایک بجے سٹیج پر آئے ہیں کھانا کھا کر آئے ہوں گے۔سواری ساتھ ہے۔ابھی واپسی ہو جائے گی۔نہ کھانے کا فکر نہ رہائش کا کھٹکا۔لیکن حضرت کے کمرے سے باہر نکلتے ہی مجھے آہستہ سے کہا کہ کھانا کھانا ہے۔اب کھانا کھلانے والے سارے ساتھی سو چکے۔کمرے مہمانوں سے اٹے ہوئے۔لیکن اعصاب پر

کنٹرول کر کے فقیر نے عرض کیا سب انتظام ہے، تشریف لائیں۔ مدرسہ کے برآمدے میں گئے۔ قالین پر سوئے ہوئے ساتھیوں کو ادھر ادھر کیا۔ قالین سیدھا کیا اور مولانا سے کہا تشریف رکھیں۔ فقیر اب سر پر پاؤں رکھ کر بھاگا باورچی خانہ کی طرف۔ وہاں نہ بندہ نہ بندہ کی ذات۔ ڈونگہ ہاتھ میں لیا دو چار خالی دیگوں کے ڈھکنے اٹھائے کسی میں سالن کا بچا ہوا چورا مل گیا۔ ادھر ادھر ہاتھ پاؤں مارے تو کچھ روٹیاں بھی مل گئیں۔ سر سے رومال اتار ا روٹیاں لپیٹیں۔ بغیر چمچ، پلیٹ کے اکیلا ڈونگا ہاتھ میں روٹیاں بغل میں تیر کی طرح مولانا کے پاس جا پہنچا۔ روٹیوں والا رومال سیدھا کر کے دستر خوان بنایا۔ ڈونگا رکھا۔ مولانا سے عرض کی۔ بسم اللہ کریں۔ میں پانی لاتا ہوں۔ پانی لایا۔ مولانا اور ان کے نعت خواں فلک شیر کمال رغبت کے ساتھ سر جھکائے کھانا کھانے میں مصروف۔ میں نے پانی کا جگ رکھا۔ ایک روٹی اٹھائی اور ساتھ ہی جٹ گیا۔ چند منٹ میں تینوں کھانے سے فارغ۔ اب برتن اٹھانے کو تھا کہ مولانا نے فرمایا کہ آرام بھی کرنا ہے۔ ایک گھنٹہ صبح ہونے میں باقی ہے۔ اس وقت جانا خطرے سے خالی نہیں۔ چنیوٹ جا کر کسی کو اٹھانا مناسب نہیں۔ یہیں کہیں کمر سیدھی کرتا ہوں۔ گھنٹے تک آذانیں ہو جائیں گی۔ اپنی نماز پڑھ کر سفر کر لوں گا۔ میں نے سینہ تان کے کہا بہت اچھا۔ اسی قالین کے سرے کو تھوڑا سا گول کیا، سر کا رومال جس سے پہلے دستر خواں کا کام لے چکا تھا اب بستر ے کی چادر کے طور پر بچھا دیا۔ میری کمال مہمان نوازی اور ان کی عظمت کہ ٹوپی سر سے اتاری ایک ہاتھ کا سرہانہ بنایا۔ ٹوپی بغل میں لی اور دراز ہو گئے۔

فقیر نے باورچی خانہ میں جا کر برتن رکھے۔ تقاضہ سے فارغ ہوا۔ مین گیٹ بند کیا۔ نیند کہاں آنی تھی۔ ہزاروں مہمان لیٹے ہوئے اور اتنا بڑا مہمان کھلے بندوں لیٹا ہوا۔ مجھے نیند کہاں آنا تھی۔ واپس آیا تو مولانا گہری نیند سو چکے تھے اور فلک شیر کے خراٹے ماحول کو موسیقی سنا رہے تھے۔ بیٹھنا میرے لئے مشکل، تھوڑی جگہ مولانا کے قدموں میں بچی ہوئی تھی۔ میں نے وہاں سر ٹکا دیا۔ مجھے نیند کہاں آنا تھی۔ لیٹے لیٹے مولانا کے پہریداری کا اعزاز حاصل کرتا رہا۔ تھوڑی دیر میں مؤذن نے اللہ اکبر کہی اور مولانا شیر کی طرح اٹھ کر بیٹھ گئے۔ میں کھسیانی بلی کھمبا نوچے کی طرح کمال مستعدی سے کھڑا ہو گیا۔ مولانا نے وضو کیا۔ تینوں نے ایک ساتھ نماز پڑھی۔

مولانا جانے کے لئے تیار، گاڑی پر آئے۔ اب میں نے ندامت مٹانے کے لئے حاتم طائی بن کر لفافہ نکالا اور پہلی بار پورا زور لگایا کہ مولانا کم از کم پٹرول کے پیسے رکھ لیں۔ مولانا کا انکار، میرا اصرار بڑھتا رہا۔ قارئین! میری تمام تر کوشش کے باوجود مولانا نے ایک پیسہ بھی قبول نہیں کیا اور فرمایا یہی تو میری ایک جماعت ہے جس کے مجھ پر احسانات ہیں۔ محسن جماعت سے کرایہ لینا کیوں کر ممکن؟ مولانا کی عظمت اور بلندی کردار پر آج بھی جب میں اکیلے میں سوچتا ہوں تو دلی کیفیات رقص کرنے لگ جاتی ہیں۔

۶...... غالباً لیہ کی کسی تقریر کے ضمن میں مولانا ایک مہینہ کے لئے ملتان جیل تشریف لائے۔ اپنے مسلک کی سترہ دینی جماعتوں کا دفتر میں حضرت خواجہ خان محمد صاحب کی زیر صدارت اجلاس ہوا۔ سنی متحدہ محاذ بنا۔ مولانا بالآخر رہا ہو گئے۔ اس عمل پر مولانا اتنے ممنون احسان ہوئے کہ ایک شریف النفس اور خاندانی انسان کی طرح جب بھی ملتان تشریف لاتے دفتر میں حاضری یقینی تھی۔

۷...... مولانا جس رات شہید ہوئے اس رات مولانا کے ساتھ فقیر کا بیان شور کوٹ میں طے تھا۔ ٹوبہ سے ٹرین پکڑنا تھی۔ غلہ منڈی ٹوبہ کی جامع مسجد میں بیٹھے ہوئے مولانا کی شہادت کی خبر سنی۔ آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا اور ہم ابھی تک ظلمتوں کی رات کو طے کر رہے ہیں۔ حق تعالیٰ آپ کو بلند مراتب نصیب فرمائیں۔ بہت بلند کردار اور عظمتوں والے انسان تھے۔ اللہ تعالیٰ بہت ہی جزائے خیر دے۔ مولانا محمد اسماعیل صاحب کو کہ انہوں نے دل کے پرانے ساز کو چھیڑ دیا۔ داغ ہائے سینہ کاغذ پر منتقل ہو گئے۔ کچھ بوجھ ہلکا

ہوگیا۔ مولانا مرحوم اللہ کے سامنے سرخرو ہوکر گئے۔ اللہ تعالیٰ فقیر کو بھی مولانا کے سامنے سرخرو کریں گے کہ بلاکم وکاست ان کہی، کہہ دی تاکہ سندرہے۔ اسے پڑھ کر بعض خوش ہوں گے۔ اللہ انہیں دارین میں خوش رکھے۔ جو ناراض ہوں گے وہ ’’موتوا بغیضکم‘‘ کی تلاوت کریں۔ بہت ہی شکریہ۔ ڈاکٹر خادم حسین ڈھلوں کا، کہ انہوں نے بھی مجھے خریداران یوسف میں نام لکھوانے کا موقع دیا۔ تھک گیا ہوں۔ اسی پر بس کرتا ہوں۔

وسعت دل بہت وسعت صحراء کم ہے اس لئے مجھے تڑپنے کی تمنا کم ہے

(یہ مضمون پہلی بار شائع ہورہا ہے)

(۵۵۸) حقیق اللہ بکوٹی، مولانا پیر

(ولادت: ۱۹۱۷ء ...... وفات: ۶؍جولائی ۱۹۶۸ء)

مولانا پیر حقیق اللہ بکوٹی مولانا فقیر اللہ بکوٹی کے ہاں پیدا ہوئے۔ آپ دارالعلوم دیوبند کے فاضل اور حضرت مدنی، مولانا اعزاز علی اور مفتی شفیع صاحب کے شاگردوں میں سے تھے۔ درگاہ بکوٹ شریف کے سجادہ نشین تھے۔ سیاسی اعتبار سے آپ کا تعلق مسلم لیگ سے تھا۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء کے سرگرم کارکن تھے۔ آپ کی تدفین بکوٹ شریف ضلع ایبٹ آباد میں ہوئی۔

(۵۵۹) حقیقت پسند پارٹی قادیانی

مرکزی حقیقت پسند پارٹی، مرزا قادیانی کی کتابوں کی رو سے اس کے بیٹے کو پرکھنے کے لئے یہ کتابچہ خود قادیانیوں نے تحریر کر کے مرزامحمود کی بولتی بند کردی اور اس کے منہ میں وہ...... رکھ دیا۔

۱...... ’’مرزاغلام احمد کی تحریر میں مرزامحمود کی تصویر‘‘

۲...... ’’ربوی راج کے محمودی منصوبے‘‘ مرکزی حقیقت پسند پارٹی۔ مرزامحمود کے یکے بعد دیگرے بدکرداری کے واقعات کو دیکھ کر قادیانی جماعت میں انتشار پیدا ہوا۔ کئی آدمی ایسے تھے جو عقیدۃً قادیانی تھے۔ مگر مرزامحمود کے خلاف تھے۔ انہوں نے حقیقت پسند پارٹی کے نام پر کام کرنا شروع کیا۔ اس کی ایڈہاک کمیٹی میں بشیر رازی، صلاح الدین ناصر، چوہدری عبدالحمید، ملک عزیزالرحمٰن، محمد یوسف ناز، عبدالمجید اکبر، صالح نور وغیرہ ایسے لوگ شامل تھے۔ انہوں نے یہ کتابچہ مرتب کیا۔ ۱۲؍ستمبر ۱۹۵۷ء کو یہ شائع ہوا تھا۔ اب پھر ستاون سال بعد احتساب قادیانیت جلد ۵۶ میں اسے محفوظ کردیا ہے۔

(۵۶۰) حماداللہ پھل، حضرت سائیں

(وفات: ۲۶؍جولائی ۲۰۰۸ء)

جامعہ شمس العلوم کھرڑاہ ضلع خیرپور میں مدرس وتدریس کے سلسلہ سے وابستہ رہے۔ تدریس کے علاوہ علاقہ میں تحفظ ختم نبوت کے حوالہ سے عوام الناس کو خوب آگاہ کیا۔ عقیدۂ ختم نبوت کے حوالے سے طلباء کی بھی پوری پوری ذہن سازی فرماتے اور ہر سال ’’سالانہ ختم نبوت کورس چناب نگر‘‘ کے لئے کافی تعداد میں طلباء کو چناب نگر بھیجتے۔ (مولوی آصف محمود پھل)

(۵۶۱) حماداللہ حیدری (راجن پور)، مولانا قاری

(وصال: ۱۷/دسمبر ۲۰۱۸ء)

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ضلع راجن پور کے رہنما اور جمعیۃ علماء اسلام ضلع راجن پور کے جنرل سیکرٹری تھے۔ بروز اتوار مختصر علالت کے بعد انتقال فرمایا۔ اگلے روز ان کی نماز جنازہ فاضل پور شہر میں حضرت مولانا رشید احمد شاہ جمالی کی اقتداء میں ادا کی گئی۔

(۵۶۲) حماداللہ ہالیجوی، مولانا

(ولادت: ۱۳۰۱ھ/۱۸۸۴ء ...... وفات: ۱۲/ذیقعدہ ۱۳۸۱ھ/ ۱۸/اپریل ۱۹۶۲ء)

سندھ کی بستی ہالیجی میں چودھویں صدی ہجری کی ابتداء میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد گرامی کا نام میاں محمود بن حماداللہ تھا۔ گویا آپ کا نام آپ کے دادا کے نام پر تھا۔ مولانا کا خاندان اصلاً راجستھان کا رہنے والا تھا۔ اجمیر میں کہیں بود و باش تھی۔ قبیلہ اندھڑ یہ اصل میں اندراج کی بگڑی ہوئی حالت ہے۔ اندراج نامی ایک شخص اجمیر کی طرف سے ہجرت کر کے ریاست بہاول پور بھنگ ضلع رحیم یار خان میں سکونت پذیر ہوا اور میاں موسیٰ نواب (جو کہ شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی کے بھانجے اور خلیفہ تھے اور انہی کی محنت سے اندھڑ قوم مسلمان ہوئی) کے ہاتھ پر مع اہل و عیال بیعت کر کے مشرف بہ اسلام ہوا۔ اسی قوم کے بعض افراد ریاست بہاول پور سے ترک وطن کر کے اسی دیہات (ہالیجی) میں آباد ہوئے۔ یہ گاؤں ضلع سکھر میں پنوں عاقل کے قریب ہے۔

مولانا حماداللہ ہالیجوی اپنے والدین کے لئے بڑھاپے میں اکلوتے فرزند تھے اور پھر والد گرامی کے سایہ شفقت سے بھی جلد محروم ہوگئے۔ اسی وجہ سے ابتدائی تعلیم کافی متاثر ہوئی۔ یتیمی کے صدمے کے بعد کچھ فطرتاً طبیعت اچاٹ ہوگئی اور کچھ حالات نے حوصلہ توڑ دیا۔ کچھ عرصہ بعد پھر قریب دوسرے گاؤں کے نرم مزاج استاذ (جس کا نام ''میٹھا'' تھا) کے ہاں جا کر قرآن ختم کیا۔ ایک دن ماموں جن کا نام حبیب اللہ تھا ملنے آئے۔ بھانجے کا قرآن پاک سنا۔ نتیجہ کمزور محسوس کر کے ساتھ گھر لے گئے۔ قرآن پاک یاد کرانے کے ساتھ ابتدائی فارسی رسالہ ''نام حق'' بھی پڑھایا۔ اس کے بعد تعلیم کا سلسلہ ایک بار پھر منقطع ہوگیا۔ آثار و قرائن اب تک سب ایسے تھے کہ ہالیجی میں پیدا ہونے والا یہ بچہ لاکھوں گمنام بچوں کی طرح جو پدری سایہ شفقت سر پر نہ ہونے کی وجہ سے علم سے محروم رہتے ہیں یہ بھی علم سے محروم رہ جائے گا۔ لیکن کسی کو کیا معلوم تھا کہ یہ دربار خداوندی میں مراد پا چکے ہیں۔ قدرت نے بہانے تلاش کرنے شروع کئے اور مولانا نے تحصیل علم کے لئے اسفار، کہیں پڑھائی کا معیار پسند نہ آتا تو کہیں داخلہ نہ ملتا۔ اب ایسا طالب علم جو پڑھنے سے بھاگتا تھا جب ادھر متوجہ ہوا جہاں جائے دروازہ بند۔ ہمت شکنی کے تمام اسباب موجود تھے۔ مگر اب توفیق الٰہی کی مقناطیسی اپنی طرف کو کھینچ رہی تھی تو جا پہنچے۔ مولانا محمد واصل صاحب بروہی کی خدمت میں حسن اتفاق یا قدرت کا کرشمہ کہ مولانا کے ایک رشتہ دار مولوی محمد صادق یہاں زیر تعلیم تھے تو مولانا کا داخلہ ہوگیا۔ مدرسہ میں خورد و نوش کی تنگی تھی۔ لیکن کیا کہنے مالک حقیقی کے کہ غیبی انتظام کہاں سے ہو رہا ہے۔ ایک شخص مہر قوم کا یہاں رہتا تھا جو کہ مولانا کے والد کا معتقد تھا۔ جب اسے پتہ چلا کہ فلاں کا بیٹا پڑھنے آیا

ہے تو وہ شخص خود اور اس کی بیوی آئے اور اصرار کر کے گھر لے گئے اور درخواست کی کہ کھانا ہمیشہ ہمارے ہاں کھائیں۔ مولانا نے فرمایا کہ مدرسہ میں جو کھانا ہے وہ کافی ہے۔ زیادہ اصرار پر مولانا نے فرمایا کہ آپ لوگ لسّی مدرسہ میں پہنچا دیا کریں۔ انہوں نے کہارات کو دودھ بھی پہنچا دیا کریں گے۔ چنانچہ رات میں دودھ اور دن میں لسّی وہ مہر شخص یا اس کی بیوی پہنچا جاتے۔

مولانا کا مزاج یکسوئی اور کام میں لگے رہنے کا تھا۔ جب تعلیم میں مشغول ہوئے تو پوری کوشش اور لگن کے ساتھ اس میں منہمک ہوئے اور علم میں خوب رسوخ اور استعداد پیدا کی۔ آپ نے زیادہ تر علم اسی مدرسہ میں استاذ مولانا محمد واصل صاحب، بروہی کے پاس حاصل کیا اور تکمیل علم کے لئے بھی زیادہ دور نہ جانا پڑا۔ قریب میں ہی آپ کی قوم کے ایک جید عالم مولانا قمرالدین جو استاذ العلماء کے لقب سے موسوم تھے موجود تھے۔ ان سے تعلیم کی تکمیل کی اور ایک دو کتابیں مولانا عبیداللہ سندھی سے بھی پڑھیں۔ فراغت کے بعد آپ نے اپنی بستی ہالیجی میں مدرسہ قائم کر کے فی سبیل اللہ درس دینا شروع کر دیا۔ کئی جید الاستعداد علماء نے آپ کے درس سے استفادہ کیا۔ کئی سال درس وتدریس میں مشغول رہے۔ لیکن روح کو کچھ اور ہی پیاس تھی۔ تعلق اور محبت کا رنگ ظاہر ہونے لگا۔ قلبی کیفیات کا جوش ابلنے لگا۔ بلآخر سید تاج محمود امروٹی سے بیعت ہو کر فنافی الشیخ ہوئے۔ آپ کے شیخ مولانا سید تاج محمود امروٹی سید العارفین پیر بھرچونڈی حافظ محمد صدیق کے خلیفہ تھے۔ حضرت میاں غلام محمد دین پوری بھی آپ کے خلیفہ تھے۔ حضرت مولانا سائیں حماداللہ ہالیجی شریف والوں کے ہاں حضرت مولانا محمد علی جالندھری جایا کرتے تھے۔ آپ کی عقیدہ ختم نبوت کے لئے گہری عارفانہ نظر تھی۔ آج بھی آپ کی خانقاہ ہالیجی شریف تیسری پشت میں عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ میں سرفہرست ہے۔ حضرت مولانا عبدالکریم قریشی بیرشریف بھی آپ کے مرید اور مجاز تھے۔ جنہوں نے اپنے زمانہ میں عقیدہ ختم نبوت کے سندھ میں دیپ جلائے۔

آپ کے قوم وقبیلہ کے مولانا محمد مراد، مولانا نذیر حسین (پنوں عاقل)، مولانا جمال اللہ الحسینی اور اس وقت مولانا احمد میاں حمادی اور مفتی حفیظ الرحمٰن کی ختم نبوت کے سلسلہ میں خدمات سے ایک زمانہ واقف ہے۔

(۵۶۳) حمداللہ جان (ڈاگئی ضلع صوابی)، حضرت مولانا

(ولادت: ۱۹۱۳ء ...... وفات: ۱۳؍جنوری ۲۰۱۹ء)

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی قدس سرہ کے شاگرد خاص حضرت مولانا حمداللہ جان ڈاگئی ضلع صوابی میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے بہنوئی اور علاقہ کے قاضی امان سے حاصل کی، اس کے بعد مردان میں مولانا حبیب اللہ سے پڑھتے رہے۔ منتہی درجات کی تکمیل کے لئے ہندوستان میں مظاہر العلوم سہارن پور میں تین سال گزارے اور شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی، مولانا عبداللطیف، مولانا عبدالرحمٰن کامل پوری جیسے حضرات سے استفادہ کیا۔ شیخ حرم، شیخ طرازی، علامہ شمس الحق افغانی اور مارتونگ باباجی نے بھی سند اجازت حدیث سے نوازا۔ بیعت وسلوک کے چاروں سلاسل میں مجاز تھے۔ ۱۹۴۷ء میں سہارن پور سے فراغت کے بعد باقاعدہ ۲۰۱۹ء تک مسلسل تدریس کا اعزاز حاصل کیا۔ ان کے شاگردوں کی تعداد لاکھوں میں ہے، جس میں مفسرین، محدثین، مرشدین اور مجاہدین شامل ہیں۔ سیاست میں جمعیت علماء اسلام کی پلیٹ فارم سے ۱۹۶۲ء میں بلدیاتی جب کہ

۱۹۶۲ء اور ۱۹۷۰ء میں قومی حلقہ سے الیکشن لڑا۔ ایم ایم اے اور جمعیت علماء اسلام کے امیدواروں کی کامیابی کے لئے خوب کاوشیں کی۔ پہلے مولانا مفتی محمود اور پھر تاحیات مولانا فضل الرحمٰن کا ساتھ دیا۔ دیوبند کی تمام تحریکوں جمعیت علماء اسلام، دعوت وتبلیغ، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، وفاق المدارس العربیہ کی سرپرستی کی وجہ سے سرپرست اعلیٰ کا لقب حاصل کیا۔ فتنہ قادیانیت کے خلاف بھی خوب کام کیا۔ جمعیت علماء اسلام، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت اور وفاق المدارس العربیہ پاکستان، ختم القرآن اور سیرت سمیت دیگر اصلاحی بیانات کے لئے ملک بھر میں بہترین خطیب ومقرر تھے۔ لاکھوں افراد کی شرکت سے صوابی کی تاریخ میں سب سے بڑا آپ کا جنازہ ہوا۔ آپ کے مدرسہ مظہر العلوم کی ذمہ داری مولانا اشفاق اللہ خان کو جب کہ تدریسی جانشین مولانا اسد اللہ خان کو مقرر کیا گیا ہے۔

(مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ)

(۵۶۴) حمزہ، جناب ایم

(پیدائش: ۲۰/مارچ ۱۹۲۹ء، گوجرہ)

آپ لدھیانہ کی ارائیں برادری سے تعلق رکھتے تھے۔ خوب قد کاٹھ کے آدمی تھے۔ شعلہ بیان مقرر تھے۔ نوابزادہ نصر اللہ خان کی پارٹی میں رہے۔ ضیاء الحق کی کابینہ میں شریک رہے۔ شوریٰ کے رکن بنے۔ پبلک اکاؤنٹس کمیٹی کے چیئرمین رہے۔ ختم نبوت کانفرنسوں میں جاہ وجلال سے شریک ہوئے۔ آپ نے فرمایا: ''قادیانی اسلام قبول کرلیں یا اپنے محسن انگریز کے پاس چلے جائیں۔ ختم نبوت کا مسئلہ چودہ سو سال قبل حل ہو چکا ہے۔'' (روزنامہ جسارت کراچی مؤرخہ ۳۰/جون ۱۹۷۴ء)

(۵۶۵) حمید احمد خان (لاہور)، جناب پروفیسر

(ولادت: یکم/نومبر ۱۹۰۳ء ...... وفات: ۲۲/مارچ ۱۹۷۴ء)

جناب پروفیسر حمید احمد خان کی ولادت لاہور میں مولوی سراج الدین احمد کے ہاں ہوئی۔ پروفیسر صاحب، مولانا ظفر علی خان کے چھوٹے بھائی تھے۔ موصوف پروفیسر صاحب ممتاز ماہر تعلیم، اردو ادب، محقق اور مصنف تھے۔ اسلامیہ کالج لاہور کے پرنسپل اور پنجاب یونیورسٹی کے وائس چانسلر رہے۔ حکومت پاکستان کی طرف سے ستارۂ پاکستان اور ستارۂ امتیاز کے اعزازات سے بھی نوازے گئے۔ آپ کا خاندان عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے من جانب اللہ مقرر تھا۔ آپ نے ایک کتاب ''سیرت ختمی نبوت'' بھی تصنیف کی۔ جو عقیدۂ ختم نبوت سے دلی وابستگی کی عظیم مثال ہے۔

(۵۶۶) حمید الدین سیالوی، حضرت خواجہ

(ولادت: ۱۹۳۸ء ...... وفات: ۱۷/ستمبر ۲۰۲۰ء)

آپ سیال شریف کے سجادہ نشین حضرت خواجہ قمر الدین سیالوی کے صاحبزادے تھے۔ عالم دین، مذہبی، سیاسی، سماجی اور روحانی شخصیت تھے۔ سینٹ کے ممبر بھی رہے۔ عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے بہت بیدار مغزی سے سراپا تحریک رہے۔

(۵۶۷) حمید الرحمٰن عباسی، مولانا

(ولادت: ۱۹۳۳ء ...... وفات: ۱۱/اگست ۲۰۰۹ء)

ممتاز عالم دین، مفسر قرآن مولانا حمید الرحمٰن عباسی کی ولادت دلولہ ضلع ایبٹ آباد کے مضافاتی علاقہ سیری بھولو میں مولوی ہاشم علی عباسی کے ہاں ہوئی۔ مولانا محمد مالک کاندھلوی، حضرت بنوری، مولانا عبید اللہ انور ایسے حضرات سے کسب فیض کیا۔ حضرت نفیس الحسینی شاہ سے خلافت حاصل تھی۔ خلاصہ تفسیر القرآن کے نام سے تیرہ (۱۳) جلدوں میں تفسیر بھی لکھی۔ لاہور کے مختلف مدارس میں مدرس رہے۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء، ۱۹۷۴ء اور تحریک نظام مصطفیٰ ۱۹۷۷ء میں نا صرف بڑھ چڑھ کر حصہ لیا بلکہ قید و بند کی صعوبتیں بھی برداشت کیں۔ جمعیۃ علماء اسلام لاہور کے امیر بھی رہے۔ دلولہ ضلع ایبٹ آباد میں آخری آرام گاہ موجود ہے۔

(۵۶۸) حمید اللہ جان (لکی مروت)، مولانا مفتی

(وفات: ۲۹/اکتوبر ۲۰۱۶ء)

مولانا مفتی حمید اللہ جان نادر خیل ضلع لکی مروت کے مولانا نیاز محمد صاحب کے صاحبزادے تھے جو مولانا مفتی کفایت اللہ دہلوی کے نامور شاگرد تھے۔ مولانا حمید اللہ جان نے ابتدائی عصری و دینی تعلیم گھر پر حاصل کی۔ دارالعلوم اسلامیہ لکی مروت میں بھی پڑھتے رہے۔ دورۂ حدیث شریف آپ نے جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی میں پڑھا۔ آپ شیخ الاسلام مولانا سید محمد یوسف بنوری کے نامور لائق شاگردوں میں شمار ہوتے تھے۔ لکی مروت، جامعہ اشرفیہ لاہور اور دارالعلوم حنفیہ چکوال میں آپ تدریسی اور افتاء کی خدمات سرانجام دیتے رہے۔

جمعیۃ علماء اسلام سے وابستہ رہے۔ آپ نے تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء میں اپنے استاذ حضرت بنوری کی قیادت میں اپنے علاقہ میں بھرپور خدمات سرانجام دیں۔ متعدد دینی کتب کے آپ مصنف تھے۔ آپ شاہ عبدالقادر رائے پوری کے سلسلہ تصوف کے شناور تھے۔ متعدد اکابر سے آپ کو خلافت حاصل تھی۔ آپ نے رائے ونڈ روڈ پر لاہور میں جامعۃ الحمید قائم کیا۔ آپ متعدد بار ختم نبوت کانفرنس چناب نگر میں تشریف لا کر خطاب فرماتے تھے۔ حق تعالیٰ بال بال مغفرت فرمائیں۔

(۵۶۹) حمید اللہ (گوجرانوالہ)، مولانا قاضی

(وفات: ۱۸/اپریل ۲۰۱۲ء)

حضرت مولانا قاضی حمید اللہ اس وقت امام غزالی، علامہ امام رازی کے علوم کے ترجمان تھے۔ بہت ہی کامیاب ترین معقولی و منقولی علوم کے استاذ تھے۔ جامعہ مظاہر العلوم گوجرانوالہ کے بانی تھے۔ جامعہ انوار العلوم شیرانوالہ باغ ان کے تدریس کی دھوم کی آماجگاہ رہے۔ جامع مسجد شیرانوالہ باغ میں آپ کا درس قرآن کا ایک زمانہ معترف ہے۔ ہزاروں آپ کے شاگرد ہوں گے۔ آپ بہت ہی جفاکش عالم دین تھے۔ صبح سے لے کر رات گئے تک آپ علوم اسلامی کی ترویج و اشاعت کے لئے وقف رہتے۔ بلا مبالغہ آپ کی تدریس پر طالب علم جان چھڑکتے تھے۔ آپ کا جمعیۃ علمائے اسلام کے مرکزی رہنماؤں میں شمار ہوتا تھا۔ آپ گوجرانوالہ سے ایک

بار ایم این اے بھی منتخب ہوئے۔ آپ جمعیۃ علمائے اسلام پنجاب کے امیر بھی رہے۔ آپ مجاہد فی سبیل اللہ، حق گو عالم دین تھے۔

رسوائے زمانہ پرویز مشرف کے منحوس دور اقتدار میں جب پاکستان کو روشن خیال بنانے کے خوشنما نعرہ کی آڑ میں اسلام اور اسلامی اقدار کا مذاق اڑایا گیا۔ میراتھن ریس کے نام پر یونیورسٹی و کالجز کی نوجوان بچیوں کو سرکاری آرڈر کے تحت نیم برہنہ لباس میں سڑکوں پر مخلوط دوڑ میں شریک مقابلہ کیا گیا۔ تو پورے ملک میں الامان والحفیظ کی صدائیں تو ضرور بلند ہوئیں۔ لیکن اس شرم ناک کھیل کی روکاوٹ وسد سکندری قائم کرنے کے لئے جو شخصیت میدان میں شہباز بن کر اتری اور پورے شیطانی حکومتی کھیل کو جوتے کی نوک پر رکھ کر لازوال حفاظت اسلام کی تاریخ مرتب کی۔ وہ مولانا قاضی حمید اللہ تھے۔

آپ کی جرأت نے خالد وطارق کی یاد تازہ کردی۔ آپ کی ایک للکار نے باطل کو ناکوں چنے چبوائے۔ چاروں شانے چت کیا۔ شکست فاش سے دوچار کیا۔ باطل نے دم دبا کر بھاگنے میں عافیت گردانی۔ تب حق کے نمائندہ، علمائے حق کے حدی خواں حضرت مولانا قاضی حمید اللہ کی للکار حق نے پورے ملک سے میراتھن ریس کو ایسے غائب کیا جیسے گدھے کے سر سے قدرت نے سینگ غائب کئے ہیں۔

پرویزی ملعون دور حکومت کی گردن کا سریا جس نے مروڑا وہ مولانا حمید اللہ تھے۔ ان سے بڑی یادیں وابستہ ہیں۔ وہ بڑے آدمی تھے۔ وہ کیا گئے ایک عالم سونا ہوگیا۔ رحمت حق کی ان کی قبر پر موسلا دھار بارش نازل ہو کہ عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے بھی آپ کی گرانقدر خدمات ہیں۔

(۵۷۰) حمید نظامی، جناب

(پیدائش: ۳ر جنوری ۱۹۱۵ء، سانگلہ ہل ...... وفات: ۲۵ر فروری ۱۹۶۲ء، لاہور)

آپ تحریک پاکستان میں متحرک رہے۔ ۱۹۴۰ء سے روزنامہ نوائے وقت کا لاہور سے اجراء کیا۔ نوائے وقت ہمیشہ سے نظریہ پاکستان کا علمبردار رہا۔ نوائے وقت میں قادیانیت کے خلاف اتنا کچھ شائع ہوا کہ اس پر مستقل ایک ضخیم کتاب شائع ہوئی ہے۔ ذیل میں ان کے ایک بیان کا اقتباس ملاحظہ ہو جب وہ بیرونی دنیا کے دورہ سے واپس آئے تو ایئرپورٹ پر انہوں نے کہا کہ:

’’غیر ممالک میں پاکستان کے ’’سفارت خانے‘‘ تبلیغ مرزائیت کے اڈے اور ان کے جماعتی دفاتر معلوم ہوتے ہیں۔‘‘

(ماہنامہ صوت الاسلام ستمبر، اکتوبر ۱۹۸۵ء)

(۵۷۱) حنیف رامے، جناب

(پیدائش: ۱۵ر مارچ ۱۹۳۰ء ...... وفات: یکم رجنوری ۲۰۰۶ء)

آپ نامور سیاست دان اور ماہر معاشیات تھے۔ پہلے مسلم لیگ پھر پاکستان پیپلز پارٹی پھر مسلم لیگ میں بے قرار روح کی طرح پھرتے رہے۔ آخر میں مساوات پارٹی کی بنیاد رکھی۔ بھٹو صاحب کے زمانہ میں پنجاب کے وزیر خزانہ اور وزیر اعلیٰ بھی رہے۔ بنیادی طور پر خود کو سوشلسٹ کہتے تھے۔ قادیانیوں کے بارہ میں ان کا ایک بیان ملاحظہ ہو: ’’واپڈا ہاؤس میں بم کے دھماکے کی تحقیقات مختلف پہلوؤں کو سامنے رکھتے ہوئے کی جارہی ہے۔ اس سلسلہ میں ان امکانات کو بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا کہ یہ کارروائی قادیانیوں کے کسی ایسے گروہ نے

کی ہو جو اقلیت قرار پانے کے خوف سے ملک میں افراتفری اور انتشار پیدا کرنا چاہتے ہوں۔‘‘ (روزنامہ امروز مؤرخہ ۶؍ستمبر۱۹۷۴ء)

(۵۷۲) حنیف رضا لدھیانوی (فیصل آباد)، جناب

(پیدائش: ۱۹۴۰ء، لدھیانہ ...... وفات: ۹؍اپریل ۱۹۸۴ء، لاہور)

فیصل آباد میں ادارہ پیغام حق کے بانی الحاج خلیل احمد لدھیانوی کے چھوٹے بھائی جناب حنیف رضا تھے۔ خوب پڑھے لکھے اور ذہین شخص تھے۔ جسم کی پرداخت میں خوب ڈیل ڈول تھا۔ عمر بھر ویسپا پر شہر کا سفر کرتے۔ خوب ہنس مکھ انسان تھے۔ بات سے بات بنانا ان پر ختم تھا۔ جس پر چوٹ کرتے وہ کہیں نظر نہ آتا۔ نقد کرنے میں خوب کھلے دل سے کام لیتے۔ شاعر تھے۔ ادیب تھے۔ شاعری میں حبیب جالب کے طرز کی پیروی کرتے اور ادب میں ان کے آئیڈیل آغا شورش کاشمیری تھے۔

تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء میں انہوں نے فیصل آباد میں تحریک کے رہنماؤں کے شانہ بشانہ کام کیا۔ چنیوٹ کی سالانہ ختم نبوت کانفرنسوں پر قادیانی گروہ کے خلاف تازہ کلام پیش کرتے تو سماں باندھ دیتے۔ ایک زمانہ میں وہ علمی، ادبی مجلسوں کی جان وشان ہوا کرتے تھے۔ انہوں نے سمندری روڈ پر گلاس فیکٹری لگائی۔ آتے جاتے مولانا یوسف مظفر گڑھی سے ملنے جاتے تو مجلس لگتی اور پھر یہ مجلس دوستی میں بدل گئی۔ جناب حنیف رضا نے ان کی ذاتی طور پر مالی خدمت بھی کی۔ لیکن یہ صاحب ایسے محسن کش نکلے کہ ان کے خلاف اہانت آمیز مضمون لکھ مارا۔ ہوا یہ کہ حنیف رضا صاحب کے والد گرامی کا ڈاکٹروں کے غلط علاج کے باعث انتقال ہوگیا تو مغموم حالت میں انہوں نے ہسپتال اور قصوروار ڈاکٹروں کے خلاف کالم لکھ دیا۔ مولانا یوسف مظفر گڑھی نے ڈاکٹروں کی خوشنودی کے لئے جناب حنیف رضا کے کالم کے خلاف کالم رگڑ دیا۔ بس پھر اللہ دے اور بندہ لے۔ جناب حنیف رضا نے یوسف مظفر گڑھی کے خلاف چار قسطوں میں مضمون لکھا جو اردو ادب کی صنف تنقید کا شاہکار تھا۔ یوسف صاحب کی گگھی، زبان، بولتی تک بند ہوگئی۔ اس مضمون کا ایک جملہ کہ مجاہد صاحب چوب مسجد نہ فروختنی نہ سوختنی کا مصداق ہیں۔ جناب حنیف رضا کا کلام مل جائے تو شائع ہونا چاہئے کہ عقیدۂ ختم نبوت کے حوالہ سے وہ بہت قیمتی سرمایہ ہے۔ ان کے صاحبزادہ جناب خالد عمران صاحب روزنامہ اسلام کراچی کے ایڈیٹر گروپ میں خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ علماء کرام سے جناب حنیف رضا کی محبت کے باعث ان کے خاندان پر اللہ تعالیٰ نے کرم کا معاملہ کیا کہ اب ان کے پوتے پوتیاں کراچی میں جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن میں دینی تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ جو حضرت حنیف رضا کے لئے یقیناً توشہ آخرت ہیں۔ کیا خوب گرانمایہ انسان تھے۔

(۵۷۳) حیدر اللہ خان درانی (حیدرآباد دکن)، مولانا

مولانا حیدر اللہ خان درّانی کے والد کا نام سیف اللہ خان اور دادا کا نام نواب مرزا خان درّانی تھا۔ مولانا حیدر اللہ خان کا خاندان افغانستان سے ہندوستان آیا۔ آپ کا خاندان افغانستان کے حکمران نواب احمد شاہ درانی کی شاخ سے تھا۔ مولانا حیدر اللہ خان، مولانا غلام محی الدین قصوری کے خلیفہ مولانا غلام نبی للّٰہی (پیدائش: ۱۸۱۹ء......وفات: ۱۸۸۸ء) سے نقشبندیہ سلسلہ میں بیعت تھے اور انہیں سے دینی علوم حاصل کئے تھے۔ مولانا حیدر اللہ خان نے حیدرآباد دکن میں گرانقدر خدمات دینیہ سرانجام دیں۔

ملعون قادیان دیگر ہفوات کی طرح یہ بھی کہتا تھا کہ میرے دعویٰ کا تعلق صوفیاء سے ہے۔ مولانا حیدراللہ خان نے ’’درۃ الدرانی علٰی ردۃ القادیانی‘‘ نامی کتاب لکھ کر مرزا قادیانی کے اس دعویٰ کی تردید کا حق ادا کر دیا ہے۔ مولانا پیر مہر علی شاہ گولڑوی، مولانا انوراللہ خان حیدرآبادی کی اس کتاب پر تصدیقات ہیں۔ یہ کتاب محاسبہ قادیانیت جلد ۱۳ میں شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔

(۵۷۴) حیدرشاہ (جلال پور کنکیاں والے)، حضرت سید

مرزا قادیانی نے اپنے مخالف علماء ومشائخ کے نام ایک خط مقابلہ ومباہلہ کے لئے لکھا ہے۔ اس میں حضرت سید حیدرشاہ کو بھی انجام آتھم کے ص ۷۱، نمبر ۲۷ پر مخاطب کیا ہے۔ اس کا یہ معنی ہے کہ ملعون قادیان کے کفر کو الم نشرح کرنے میں آپ نے گرانقد خدمات سرانجام دیں۔ الحمد للہ!

(۵۷۵) حیدرشاہ لکھنوی، مولانا

(وفات: محرم ۱۲۵۶ھ/۱۸۴۰ء)

مولانا حیدرشاہ جناب مبین کے فرزند تھے اور اپنے والد ہی کے علمی وارث بھی تھے۔ تعلیم آپ نے لکھنو میں ہی حاصل کی۔ نواب سعادت علی خان لکھنوی کے منظورنظر تھے۔ تاہم نواب کے انتقال کے بعد وزیر نے دینی معاملات میں بے جا دخل اندازی کر کے مرحوم کو ذہنی اذیت سے دوچار کر دیا۔ آپ وزراء کے دلدل سے نکل کر ارض مقدس مکہ معظّمہ چل دیئے۔ قرآن مجید حفظ کیا اور مسجد حرام میں تراویح میں سنایا۔ حضرت نے وظائف حیدریہ اور منطق کا ایک رسالہ لکھا۔ آپ کا وصال حیدرآباد میں ہوا۔ مولانا حیدر فقیہ دوم دارالعلوم ندوۃ العلماء کی خدمت میں جب فتویٰ تکفیر قادیان کے عنوان سے استفتاء آیا تو آپ نے مرزا قادیانی کے خلاف یہ فتویٰ صادر فرمایا کہ: ’’معتقدان اعتقادات کا مسلمان نہیں ہے۔ لہٰذا کسی مسلمان کا نکاح ان سے جائز نہیں اور اگر نکاح کیا گیا ہو وہ عدم محض سمجھا جائے گا اور تفریق واجب ہوگی۔‘‘ (فتاویٰ ختم نبوت ج۲ ص۳۷۲)

خ

(۵۷۶) خادم حسین (ملتان)، جناب قاری

(پیدائش: ۱۹۷۱ء ...... وفات: ۴؍جون ۲۰۱۶ء)

جلال پور سے اوچ شریف مین روڈ پر جائیں تو راستہ میں بہادر پور کے لئے مشرق کی جانب سڑک جدا ہوتی ہے۔ اس سڑک پر جائیں تو چند کلومیٹر کے بعد شمال مشرق کو ایک پکی سڑک نکلتی ہے جو بل کھاتی ہوئی محمد علی والا کی بستی میں جا پہنچتی ہے۔ اس بستی میں قاری خادم حسین پیدا ہوئے تھے۔ آپ لانگ برادری سے تعلق رکھتے تھے۔ اس برادری کا آبائی پیشہ زمیندارہ ہے۔ قاری خادم حسین نے سکول کی چند جماعتیں اور ناظرہ قرآن مجید اسی بستی میں پڑھا۔ پھر حفظ کے لئے جامعہ خیرالمدارس ملتان میں داخل ہوئے۔ استاذ

القراء حضرت قاری رحیم بخش سے بھی چند اسباق پڑھے۔ حفظ حضرت حافظ عبدالرحیم کے پاس کیا۔ گردان بھی ان کے ہاں مکمل کی۔ حضرت حافظ کے حج کے سفر کے باعث دو تین ماہ ان کی کلاس کے نگران بھی رہے۔ یہاں سے فراغت کے بعد حضرت مولانا ظفر احمد قاسم کے جامعہ خالد بن ولید ٹھینگی کالونی وہاڑی میں دو سال حفظ کی کلاس پڑھاتے رہے۔ پھر ملتان ایک سال لطیف آباد میں پڑھایا۔

اس کے بعد پندرہ سال عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی دفتر میں حفظ کی کلاس کے استاذ اور امامت کے فرائض سرانجام دیئے۔ کچھ عرصہ قبل بنات کے لئے اپنا ادارہ قائم کیا اور خود حضوری باغ روڈ کی ایک مسجد کی امامت اور حفظ کی کلاس پڑھانا شروع کی۔ قاری خادم حسینکو اللہ تعالیٰ نے پانچ صاحبزادے اور ایک بیٹی دی۔ تمام اولاد کو حفظ وناظرہ اور دینی تعلیم سے بہرہ ور کیا۔ قاری خادم حسین انتہائی ہنس مکھ اور صاحب اخلاق تھے۔ دوستی قائم کرنا اور اسے نبھانا جانتے تھے۔ معاملہ فہم تھے۔ اتنے شریف الطبع تھے کہ زندگی بھر کسی سے تو تکرار کی نوبت ہی نہ آنے دی۔

حضوری باغ روڈ محمدی محلّہ کی نوجوان نسل نے حفظ وناظرہ آپ سے پڑھا۔ اس حلقہ میں آپ کو نمایاں احترام کا مقام حاصل تھا۔ اللہ رب العزت نے اپنے گھر کی دوبار زیارت اور حرم نبوی ﷺ کے دیدار کی سعادت سے بھی بہرہ ور کیا۔ زندگی بھر قرآن مجید کی تعلیم کو عام کرنے کے لئے کوشاں رہے۔ گزشتہ کچھ عرصہ سے شوگر کے مریض تھے۔ پھر دل کی تکلیف نے گھیر لیا۔ وفات کے دن صبح کی نماز پڑھائی۔ اس سے فارغ ہوکر کلاس میں آکر تشریف فرما ہوئے۔ سینے میں درد محسوس ہوا تو بڑے بیٹے کو کندھا اور بازو دبانے پر لگا دیا۔ بیٹھے بیٹھے طبیعت نڈھال ہوئی تو لیٹ گئے۔ بچوں نے اٹھایا کارڈیالوجی لے گئے۔ ڈاکٹروں نے چیک کیا تو موت کی تصدیق کردی۔ الٹے پاؤں واپس گھر لایا گیا۔ اتنی دیر میں دو جہانوں کا سفر طے کرلیا۔ آپ کے جسد خاکی کو عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی دفتر ملتان لایا گیا۔ یہاں غسل وتکفین کا عمل مکمل ہوا۔ دن گیارہ بجے جنازہ کا اعلان ہوا۔ دیکھتے ہی دیکھتے دفتر کا چھت والا حصہ صحن اور پلاٹ مکمل طور پر انسانوں سے اٹ گیا۔ آپ کے شاگردوں کو آنسو بہاتے، دعائیں کرتے دیکھا گیا۔ دینی تعلق ورشتہ بھی کیا مقدس رشتہ ہے۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی ناظم عمومی مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری مدظلہ نے جنازہ کی امامت کرائی۔ جنازہ کے بعد آپ کے جسد خاکی کو ایمبولینس کے ذریعہ آبائی گاؤں لے جایا گیا۔ جہاں عصر کے بعد جنازہ ہوا۔ علی پور، جلال پور، بہاول پور، حاصل پور، نامعلوم کہاں کہاں سے خلق خدا نے جنازہ میں شرکت کی سعادت حاصل کی۔ یہاں بھی بہت بڑا جنازہ ہوا اور مغرب سے قبل آبائی قبرستان میں آسودۂ خاک ہوئے۔

دوسرے دن آپ کے ایک عزیز شاگرد نے خواب دیکھا کہ ایک جہاز کے قریب قاری خادم حسین کے صاحبزادہ حسان احمد اور قاری صاحب کے برادر بزرگ مولانا محمد اسحاق ساقی کھڑے ہیں۔ جہاز اڑان بھرنا چاہتا ہے۔ خواب دیکھنے والے نے خواب میں دوسرے ساتھی سے پوچھا کہ حسان اور ساقی صاحب جہاز کے قریب کیوں کھڑے ہیں؟ ساتھی نے کہا: تمہیں نہیں معلوم کہ قاری خادم حسین مدینہ طیبہ جارہے ہیں۔ اللہ رب العزت مبارک فرمائیں۔ واقعی وہ آقا مدنی ﷺ کے عاشق صادق اور غلام بے دام تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کی بال بال مغفرت فرمائیں اور پسماندگان کو صبر جمیل نصیب ہو۔ مولانا محمد اسحٰق ساقی اور قاری خادم حسین کے جملہ پسماندگان تعزیت کے مستحق ہیں اور جب کہ بجائے خود مجلس تحفظ ختم نبوت بھی تعزیت کی مستحق ہے کہ ایک اچھے وفادار مخلص ساتھی چل دیئے۔ اللہ تعالیٰ ان کی قبر مبارک کو بقعۂ نور فرمائیں۔ آمین!

(۵۷۷) خاقان بابر ایڈووکیٹ (لاہور)، جناب

مولانا مظہر علی اظہر مرحوم شیعہ رہنما، نامور قانون دان، مجلس احرار اسلام کل ہند کے سیکرٹری جنرل کے صاحبزادہ جناب خاقان بابر ایڈووکیٹ تھے۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء کے صمدانی کمیشن میں مجلس احرار اسلام کی طرف سے مولانا عبیداللہ احرار کے حکم پر پیروی کرتے رہے۔ خوب بھرپور شخصیت تھے۔

(۵۷۸) خالد محمود سومرو شہید (لاڑکانہ)، مولانا ڈاکٹر

(وفات: ۲۹/نومبر ۲۰۱۴ء)

صوبہ سندھ کے بزرگ عالم دین اور نامور استاذ الاساتذہ حضرت مولانا علی محمد حقانی، بانی جامعہ اشاعۃ القرآن والحدیث لاڑکانہ کے صاحبزادوں میں سے ایک صاحبزادہ کا نام خالد محمود تھا۔ خالد محمود صاحب نے دینی تعلیم اپنے والدگرامی سے حاصل کی اور پھر سکول وکالج کی تعلیم کی راہ پر چلے اور بڑھتے چلے گئے۔ ''چانڈکا میڈیکل کالج لاڑکانہ'' سے ایم بی بی ایس کیا۔ آج اس مادی دور میں کیا یہ باور کرانا ممکن ہے کہ جب دنیا ایم بی بی ایس ڈاکٹر بننے کو ترستی ہے۔ آپ نے ڈاکٹری کا امتحان پاس کرنے کے باوجود دینی وتبلیغی خدمات کا راستہ اختیار کیا اور پھر دنیا کے ڈاکٹروں کو کیا عزت حاصل ہوگی جو دنیا پر دین کو مقدم کرنے کے صدقہ میں اللہ رب العزت نے ڈاکٹر خالد محمود سومرو کو نصیب فرمائی۔

ڈاکٹر خالد محمود صاحب نے میدان خطابت میں قدم رکھا تو اپنے انداز خطابت کے بانی کہلائے۔ پہلے لاڑکانہ پھر سکھر ڈویژن، پھر اندرون سندھ، پھر پورے سندھ، پھر پاکستان، پھر دنیا میں اپنی خطابت کے بلند وبالا جھنڈے گاڑ دیئے۔ جہاں جاتے اپنے اندازِ خطابت سے لوگوں کے دلوں میں مقام پیدا کر لیتے۔ آپ کو قدرت نے ایسی خوبیوں سے نوازا تھا کہ آپ بجا طور ہر دلعزیز شخصیت بن گئے۔ جمعیۃ علماء اسلام کے پلیٹ فارم سے سیاسی کام کا آغاز کیا۔ پیر طریقت حضرت مولانا عبدالکریم بیر شریف، مولانا شاہ محمد امروٹی اور حضرت مولانا سائیں محمد اسعد محمود ہالیجوی، حضرت مولانا سائیں عبدالغفور قاسمی کی قیادت میں بڑھتے چلے گئے۔ پھر یہ وقت بھی آیا کہ کراچی سے اوباڑہ اور مٹھی سے لے کر سبی تک جمعیۃ علماء اسلام کا دوسرا نام ڈاکٹر خالد محمود سومرو تھا۔ ڈاکٹر خالد محمود صاحب جمعیۃ علماء اسلام سندھ کے سیکرٹری جنرل بنے اور پھر قریباً ربع صدی تک بغیر وقفہ کے سندھ جمعیۃ کے سیکرٹری جنرل رہے۔ تمام خانقاہوں، مساجد، مدارس کا آپ کو اعتماد حاصل تھا۔ آپ کا اصلاحی تعلق حضرت مولانا عبدالکریم قریشی بیر شریف سے تھا۔ انہوں نے خلافت سے بھی سرفراز فرمایا۔ حضرت بیر والوں کی وفات کے بعد آپ نے اصلاحی تعلق خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمد سے استوار کیا۔

اتنا فعال ومتحرک عالم دین بہت کم لوگوں نے دیکھا ہوگا۔ اکثر اوقات چار پانچ جلسوں میں خطاب اور وہ بھی تفصیلی اور آخری، تو معمول تھا۔ ہنگامی حالت میں یہ تعداد یومیہ دس دس جلسوں کے بیان تک پہنچتی تھی۔ اتنے مقدر کے بادشاہ تھے کہ جس میدان میں قدم رکھتے تو بس چھا ہی جاتے تھے۔ بلا مبالغہ آپ نے سندھ میں جمعیۃ علماء اسلام کو اپنی شبانہ روز محنت سے فعال طاقت بنا دیا تھا۔ آپ نے محترمہ بے نظیر بھٹو مرحومہ کے مقابلہ میں پانچ بار قومی اسمبلی کا لاڑکانہ سے الیکشن لڑا۔ دھن کے اتنے پکے تھے کہ کامیاب نہ ہوسکنے کے باوجود میدان کو خالی نہ کبھی چھوڑا اور نہ شکست تسلیم کی۔ برابر برسر میدان رہے:

فتح و شکست تو مقدر ازل سے ہے اے میر　　　مقابلہ تو دلِ ناتواں نے خوب کیا

ڈاکٹر خالد محمود سومرو ایم آرڈی کی تحریک میں گرفتار ہوئے تو آپ نے جیل میں مولانا غلام قادر پنوار سے حدیث شریف اور دیگر علوم دینیہ کی تکمیل کی۔ بجاطور پر آپ دینی و دنیاوی اعلیٰ تعلیم کے حامل اور منتظم مزاج شخصیت تھے۔ حق تعالیٰ کے کرم کو دیکھیں! برصغیر پاک و ہند عرب امارات، برطانیہ اور افریقہ تک آپ نے فریضہ تبلیغ ادا کیا۔

ایک بار حضرت مولانا خواجہ خان محمد کے توجہ دلانے پر حضرت مولانا عبدالکریم بیر شریف والوں نے ایک ہفتے کا اندرون سندھ میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے تحت ختم نبوت کانفرنسوں کا پروگرام ترتیب دیا۔ اس کے لئے عالمی مجلس کے مبلغین کے پروگرام مولانا ڈاکٹر خالد محمود صاحب نے ترتیب دیئے اور کانفرنسوں کی کامیابی کے لئے شب وروز ان کو متحرک رکھا۔ ادھر جمعیۃ علماء اسلام کے تمام رفقاء کو جگہ جگہ ہر قریہ و شہر میں فعال کر دیا۔ سکھر سے لے کر مٹھی اور جیکب آباد و شکار پور سے لے کر ٹھٹھہ تک پروگرام ہوئے۔ مولانا عبدالغفور حقانی، مولانا احمد میاں حمادی، مولانا جمال اللہ الحسینی اور فقیر راقم پر مشتمل قافلہ حضرت ڈاکٹر صاحب کی قیادت میں چلا اور ایک ہفتہ میں یومیہ چار پانچ شہروں میں کنونشوں، جلسوں اور کانفرنسوں سے اندرون سندھ وہ ماحول قائم ہوا کہ در و دیوار ختم نبوت کی فلک شگاف صداؤں سے گونج اٹھے۔ ان پروگراموں کی کامیابی کا سہرا محترم ڈاکٹر خالد محمود صاحب کے سر ہے، جو یقیناً آپ کے لئے ذخیرہ آخرت ہے۔ جمعیۃ علماء اسلام کے آپ مرکزی ناظم انتخاب بنے تو اس عہدہ کی لاج رکھی۔ جمعیۃ علماء اسلام کی صد سالہ خدمات علماء دیوبند کانفرنس پشاور کو آپ میدان میں صف اوّل میں رہ کر کامیاب کرانے میں شریک رہے۔ اسلام زندہ باد کانفرنس سکھر و کراچی کی کامیابی آپ کی خدمات کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ آپ نے مدارس عربیہ کے حقوق کے تحفظ کے لئے صدا بلند کی تو پورے سندھ کو اسی تحریک میں صف اوّل میں لا کھڑا کیا۔

والد گرامی کے قائم کردہ مدرسہ کی تعمیر نو سے اسے فلک بوس بلڈنگ میں بدل دیا۔ اس کی تعلیم کے درجات کو دورہ حدیث شریف تک کامیابی سے سرفراز کیا۔ آپ کا خطاب جمعہ صرف لاڑکانہ میں نہیں پورے ملک کے کامیاب خطباء کے جمعہ میں صف اوّل میں نظر آتا تھا۔ لائبریری اور جامع مسجد کی شاندار و مثالی تعمیر کو دیکھیں تو طبیعت عش عش کر اٹھتی ہے۔

ایک بار آپ سینٹ آف پاکستان کے ممبر بنے تو اپنی خداداد صلاحیتوں سے پاکستان کی صف اوّل کی قیادت میں نمایاں مقام کے حامل قرار پائے۔ آپ کی للکار حق سے اقتدار کے ایوانوں میں ارتعاش کا سماں پیدا ہو جاتا تھا۔ مولانا ڈاکٹر خالد محمود صاحب کے ساتھ برطانیہ، بھارت اور سندھ کے کئی عشروں پر محیط سفروں میں فقیر راقم کا ساتھ رہا، بلا مبالغہ وہ ایک عظیم انسان اور عظیم دوست تھے۔ دیوبند میں خدمات شیخ الہند کانفرنس کے موقعہ پر سرزمین دیوبند کے باسیوں نے جس طرح آپ سے محبت کی اس کی یادوں سے ابھی تک دل و دماغ سرشار ہیں۔

۲۸ر نومبر کو سکھر قاسم پارک میں پیام امن اور استحکام پاکستان کانفرنس میں آپ کا آخری بیان رات ایک بجے ختم ہوا۔ سکھر کے گلشن اقبال پارک میں اپنے والد گرامی کی یاد میں جامعہ حقانیہ کے نام سے ادارہ تعمیر کروا رہے تھے۔ بقیہ رات وہاں گزاری۔ صبح نور کے تڑکے میں مسجد آ گئے۔ باڈی گارڈز اور رفقاء کے آنے سے قبل ہی مسجد میں آئے۔ سنتیں ادا کر رہے تھے کہ سجدہ کی حالت میں ڈبل کیبن گاڑی سے آنے والے قاتلوں نے گولیوں کی بوچھاڑ کر دی اور ڈاکٹر صاحب حالت سجدہ میں ''شہادت عظمیٰ'' کے مقام پر فائز ہو گئے۔

امن کے داعی، استحکام پاکستان کے مبلغ و منادی کیا گئے کہ اب امن و استحکام بھی نوحہ کناں ہو گئے۔ جن قوتوں نے جناب

عمران خان اور طاہر القادری کو میدان میں اتارا۔ وہ خوب جانتی ہیں کہ ان کے اس منصوبہ کو اکیلے قائد جمعیۃ مولانا فضل الرحمٰن نے ناکام کیا۔ وہ قوتیں اب جمعیۃ علماء اسلام کی قیادت کو راستے سے ہٹانے کے درپے ہیں۔ مولانا فضل الرحمٰن صاحب پر ناکام قاتلانہ حملہ سے لے کر ڈاکٹر خالد محمود سومرو پر کامیاب قاتلانہ حملہ تک کی سازشی کڑیوں کو ملایا جائے تو کھرا جن قاتلوں تک جائے گا۔ ان لوگوں سے مقابلہ کی حکومت تاب رکھتی ہے؟ اس سوچ کی دعوت کے ساتھ اجازت چاہتا ہوں۔

(۵۷۹) خالد محمود (مانچسٹر)، حضرت ڈاکٹر علامہ

(ولادت: ۱۹۲۵ء ...... وفات: ۱۴/مئی ۲۰۲۰ء)

سیالکوٹ علم وفضل کا گہوارہ رہا ہے۔ یہاں پر ایک عالم ربانی مولانا کمال الدین تھے۔ حضرت مجدد الف ثانی، مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی آپ کے نامور شاگردوں میں شامل ہیں۔ سیالکوٹ شہر کی جس مسجد میں حضرت مجدد صاحب، مولانا کمال الدین سے پڑھتے رہے، آج بھی وہ اصل شکل میں موجود ہے۔ جامع مسجد مولانا کمال الدین محلہ کشمیریاں سیالکوٹ شہر اس کا نام ہے۔ فقیر راقم نے اس مسجد کی زیارت کی ہے۔ نظریہ پاکستان کے خالق علامہ اقبال مرحوم بھی سیالکوٹ کے تھے۔ غرض تعلیم و دانش وری میں سیالکوٹ کو بعض وہ اعزازات حاصل ہیں جو لائق تحسین ہیں۔ اسی سیالکوٹ کے ایک متوطن علامہ ڈاکٹر خالد محمود تھے جو ۱۷/اکتوبر ۱۹۲۵ء کو پیدا ہوئے۔ حضرت مولانا زاہد الراشدی کے مطابق آپ کے ننھیال اور ددھیال میں اہل تشیع اور اہل بریلی کے اثرات تھے۔ حضرت علامہ صاحب نے سکول و کالج کی تعلیم مکمل کی۔ آپ ٹرپل ایم. اے تھے۔ دین پڑھنے کا شوق تھا۔ دونوں خاندان کے بڑے حضرات کی ترجیح تھی کہ آپ لکھنو یا بریلی جائیں۔ دونوں طرف سے اصرار بڑھا اور اپنے اپنے مؤقف پر پختگی سے تنازعہ کی شکل کھڑی ہوگئی۔ درمیانی راستہ یہ نکالا کہ دین پڑھنا ہے تو لکھنو، بریلی نہ سہی دیوبند ہی سہی۔ چنانچہ آپ اس پر کمر بستہ ہوگئے۔ آپ کی فراغت ڈابھیل کی ہے۔ حضرت مولانا بدر عالم میرٹھی، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع، مولانا محمد ادریس کاندھلوی ایسے حضرات کے آپ شاگرد تھے۔

مرے کالج سیالکوٹ، ڈگری کالج خانیوال، ایم. او کالج لاہور میں پروفیسر کے منصب پر فائز رہے۔ خانیوال تدریس کے دوران غلہ منڈی خانیوال میں خطیب بھی رہے۔ یہ دور آپ کی خطابت کا دور شباب کہلانے کا مستحق ہے۔

تنظیم اہل سنت کے پہلے صدر سردار محمود خان لغاری اور ناظم اعلیٰ سردار احمد خان پتافی تھے اور یہ ۱۹۴۳ء کی بات ہے۔ ۱۴/اپریل ۱۹۴۴ء کو امرتسر میں اس کا دفتر قائم ہوا۔ مولانا سید نور الحسن بخاری اس دفتر کے مہتمم قرار پائے۔ تنظیم اہل سنت پرچہ کا اجراء امرتسر سے ہوا۔ اس کے ایڈیٹر مولانا سید نور الحسن بخاری تھے۔ پاکستان بننے کے بعد ۱۴- شاہ عالم بی لاہور سے سہ روزہ دعوت کا اجراء ہوا۔ اس کے دور اوّل کے ایڈیٹر سید نور الحسن بخاری اور دور ثانی کے ایڈیٹر علامہ خالد محمود اور حافظ عبدالرشید ارشد فاضل خیر المدارس میاں چنوں، حافظ نور محمد انور کالا باغ اس کے منیجر و منتظم تھے۔ (ہائے کس درد سے عرض کروں کہ اس کی مکمل فائل کہیں محفوظ نہیں) سہ روزہ دعوت لاہور ۱۹۶۶ء تک جاری رہا۔ جب علامہ خالد محمود اس کے ایڈیٹر تھے تب مختلف اوقات میں خلفاء اربعہ پر ترتیب سے اس کے چار خاص نمبر شائع ہوئے۔ پھر ان چاروں کو حضرت علامہ صاحب نے خلفاء راشدین کے نام سے کتابی شکل میں شائع کیا۔ اس کے ابتدائیہ کا اقتباس حضرت علامہ صاحب کے قلم سے ملاحظہ ہو:

’’سردار (احمد خان پتافی) صاحب نے اپنے علاقہ کے علماء اور زمینداروں کو اس سلسلے میں جمع کیا۔ ان سے مشورے کئے۔ متعدد مجلسیں کیں اور پندرہ سال اسی فکر میں لگا دیئے۔ زمینداروں میں لغاری خاندان نے ان سے بھرپور تعاون کا وعدہ کیا اور مولانا سید نورالحسن بخاری جو اسی علاقے کے رہنے والے تھے وہ ان حضرات میں اور اکابر علماء ہند میں ایک واسطہ بن گئے۔ سردار صاحب نے یہ فکر لئے پورے ہندوستان کا دورہ کیا۔ لاہور میں شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی سے ملے۔ دیوبند میں شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی سے ملے۔ دہلی میں مفتی اقلیم ہند مفتی کفایت اللہ صاحب سے ملے اور ان حضرات سے فکری تائید حاصل کی اور دعاء لی۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی اور حجۃ الاسلام حضرت مولانا عبدالشکور لکھنوی کی تائید اور سرپرستی آپ (سردار صاحب) کو پہلے سے حاصل تھی۔ آپ نے کمر ہمت باندھی اور ۱۹۴۳ء میں جام پور میں ایک اجلاس بلایا جس کی صدارت سردار محمد علی خان لغاری نے کی۔ یہاں تنظیم اہل سنت کا قیام عمل میں آیا۔ سردار محمود خان لغاری اس کے صدر قرار پائے اور سردار احمد خان پتافی اس کے ناظم اعلیٰ مقرر ہوئے اور ۱۴؍اپریل ۱۹۴۴ء کو امرتسر میں تنظیم کا دفتر کھول دیا گیا۔ مولانا سید نورالحسن بخاری اس کے مہتمم مقرر ہوئے اور تنظیم اہل سنت کے نام سے ایک پرچے کا اجراء کیا گیا۔ تحریک کے تعارف عام کے لئے لاہور دہلی دروازہ میں ایک جلسہ عام منعقد ہوا۔ جس میں شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی، حجۃ الاسلام حضرت مولانا عبدالشکور لکھنوی، مفتی اعظم مفتی کفایت اللہ، شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری، امیر شریعت حضرت مولانا عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری اور مجاہد اسلام حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی نے شرکت کی۔ اس کے مہتمم حضرت مولانا سید نورالحسن بخاری تھے۔

شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی، مؤرخ اسلام حضرت علامہ سید سلیمان ندوی، حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب اور شیخ المشائخ خواجہ نظام الدین صاحب تونسوی نے اس تحریک کی زبردست حمایت کی۔ روزنامہ زمزم لاہور نے ۱۵؍مئی ۱۹۴۴ء کی اشاعت میں روزنامہ شہباز نے ۲۹؍مئی ۱۹۴۵ء کی اشاعت میں ان اکابر کے بیانات بھی شائع کئے اور تحریک کا تعارف کرایا۔ ادھر یہ تحریک اٹھی، ادھر قادیانیوں نے اپنے پرچہ الفضل قادیان کی ۱۵؍اپریل ۱۹۴۵ء کی اشاعت میں اس کے خلاف اپنے پورے حلقے میں خطرے کا الارم بجا دیا۔ اس وقت قادیانیت کے خلاف یہ ایک پلیٹ فارم تھا جو خالص مذہبی فضاء اور خالص فکری صدا سے ختم نبوت کا کام کرنے کے لئے اٹھا۔ اہل سنت مسلمانوں کو یہ پہلا پلیٹ فارم ملا جس میں تحریکات باطلہ کے خلاف مسلمانوں کی عوامی سطح پر علمی اور فکری جدوجہد شروع ہوئی۔ مولانا لال حسین اختر اس کے پہلے مبلغ تھے۔

پاکستان میں تنظیم اہل سنت کا قیام

تقسیم ہند کے بعد تنظیم کا دفتر امرتسر سے لاہور آ گیا اور چوک جھنڈا لوہاری دروازہ میں اس کا قیام عمل میں آیا۔ ہفت روزہ تنظیم یہیں سے جاری کیا گیا۔ اس کے دفتری انچارج کالا باغ کے حافظ نور محمد مقرر ہوئے۔ تنظیم کا جماعتی دفتر بعد میں ملتان آ گیا لیکن اخبار کا دفتر لاہور ہی میں رہا۔ پھر کچھ عرصہ بعد سہ روزہ دعوت کا اجراء عمل میں آیا۔ جس کا قلم ادارت پہلے مولانا سید نورالحسن بخاری کے ہاتھ میں رہا۔ اس پرچے سے ان دنوں تنظیم کا پروگرام پاکستان کے شہر شہر اور قریہ قریہ پہنچا اور پورے ملک میں تنظیم اہل سنت کی دھوم مچ گئی۔ اخباروں کے مقابلے میں اخبار، شاعروں کے مقابل شاعر، مناظروں کے مقابلے میں مناظر، خطیبوں کے مقابل خطیب پیش کئے اور الحمدللہ! تنظیم جن

اکابر کی سرپرستی اور تائید سے وجود میں آئی تھی پاکستان بنے اب نصف صدی ہونے کو ہے۔ رفض کے خلاف یہ پلیٹ فارم اب بھی اصحاب رسول کے موضوع پر پاکستان کی سب سے قدیمی اور بڑی جماعت سمجھا جاتا ہے۔ ۱۹۴۸ء مجلس احرار اسلام سیاست سے کنارہ کش ہوکر خالصۃً قادیانیت کے خلاف مصروف ہوگئی اور تنظیم اہل سنت کا رخ پھر زیادہ تر رفض وخروج کے استیصال کی طرف ہوگیا۔

اکابر دیوبند میں جس طرح حضرت مولانا انور شاہ کاشمیری کے تلامذہ قادیانیت کے خلاف شمشیر براں بنے رہے جیسے مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی، مولانا بدر عالم میرٹھی ثم المدنی، شیخ الحدیث مولانا محمد ادریس کاندھلوی، محدث العصر مولانا محمد یوسف بنوری، مجاہد اسلام مولانا غلام غوث ہزاروی، مولانا محمد علی جالندھری وغیرہم، حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی کے تلامذہ اسی طرح رفض والحاد کے خلاف نبرد آزما ہوئے۔ ہندوستان ایک طرف رہا، آپ پاکستان کو لیں۔ جناب قاضی مظہر حسین صاحب، مولانا سید نورالحسن بخاری، مولانا سید احمد شاہ بخاری، مولانا العلامہ عبدالستار تونسوی، مولانا محمد نافع (محمدی شریف ضلع جھنگ)، مولانا سید صادق حسین شاہ (جھنگ) اسی محاذ پر زندگیاں لگائے ہوئے ہیں اور اپنے اپنے حلقے میں عظمت صحابہؓ کے چراغ جلائے ہوئے ہیں۔

حضرت مولانا سید نورالحسن بخاری کی تحریک پر شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی کے شاگرد مناظر اسلام حضرت علامہ دوست محمد قریشی، حضرت مولانا قاری لطف اللہ رائے پوری تنظیم اہل سنت میں آئے۔ حضرت مدنی اور حضرت لکھنوی کے نامور شاگرد مناظر اسلام علامہ عبدالستار تونسوی بھی جماعت میں آ گئے۔ حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب کے شاگردوں سے حضرت مولانا اللہ یار خان (چکڑالہ) اور مولانا افتخار احمد کا بھرپور تعاون تنظیم اہل سنت کے شامل حال رہا۔ مولانا قائم الدین عباسی علی پوری، مولانا حافظ عطاء اللہ (لیہ)، مولانا غلام قادر ملتانی تنظیم کے مرکزی مبلغین میں شامل ہوئے۔ سردار احمد خان پتافی کی نظامت میں تحریک تنظیم نے ملک کے طول وعرض میں مقام صحابہ کا بھرپور دفاع کیا اور جلسوں، مناظروں، تحریروں، تقریروں، اخبارات اور مقدمات الغرض ہر محاذ پر رفض والحاد کو للکارا اور لتاڑا اور ہر بستی اور آبادی میں عظمت صحابہؓ کے چراغ جلائے۔ دارالمبلغین تنظیم (ملتان) نے پھر ایسے شاگرد تیار کئے جو پھر مستقل جماعتوں کے بانی بنے۔'' (مقدمہ خلفائے راشدین ص۲۲،۲۴)

اس اقتباس میں ۱۹۴۳ء میں تنظیم اہل سنت کو رد قادیانیت کا واحد پلیٹ فارم قرار دینا محل نظر ہے۔ اس لئے کہ اس سے دس سال قبل ۱۹۳۴ء میں کل ہند مجلس احرار اسلام قادیان میں ختم نبوت کے عنوان پر احرار کانفرنس منعقد کر چکی تھی۔ قادیان میں شعبہ تبلیغ احرار اسلام کا قیام عمل میں آچکا تھا۔

ہاں! علامہ مرحوم کی یہ بات سو فیصد مبنی برحق ہے کہ تنظیم اہل سنت نے قادیانیت کے خلاف گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ تنظیم اہل سنت جریدہ کا مرزا غلام قادیانی نمبر بھی شائع ہوا۔ جسے ہم نے احتساب قادیانیت کی جلد ۵۵ میں شائع کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔ یہ نمبر ۱۹۴۹ء میں شائع ہوا تھا۔ ایک زمانہ تھا کہ ملک کی کسی جماعت ومدرسہ کے جلسہ میں علامہ خالد محمود کی شرکت ضروری تصور ہوتی تھی۔ آپ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں گرفتار بھی ہوئے۔

ختم نبوت کانفرنس، چنیوٹ وچناب نگر میں آپ کی شرکت لازمی ہوتی تھی۔ ایک بار ختم نبوت کانفرنس چناب نگر میں صبح کا درس آپ کا طے تھا۔ صبح کی امامت آپ نے کرائی۔ آپ کی قرأت احد عشر قرأت شمار ہوتی تھی۔ گزشتہ سال ختم نبوت مدرسہ مسلم کالونی

چناب نگر کے منتہی طلباء سے خطاب کے لئے زحمت فرمائی۔ ختم نبوت کانفرنس لندن وبرمنگھم میں آپ ہر سال شریک ہوتے۔ بڑے اہتمام سے آپ کا بیان ہوتا۔ یورپ، افریقہ، امریکہ تک آپ نے ختم نبوت کے ترانے بلند کئے۔

وفاقی شرعی عدالت لاہور میں ردقادیانیت پر آپ کا بیان تحریری جمع کرایا گیا۔ جمعیۃ علماء اسلام پاکستان اور جمعیۃ علماء برطانیہ کے کاموں میں آپ نے قدرے حصہ ڈالا۔ آپ کا اصل اسٹیج تنظیم اہل سنت ہی تھا۔ حضرت علامہ نے مانچسٹر میں اسلامک اکیڈمی پھرسٹی جامع مسجد قائم کی جو آپ کے لئے ذخیرہ آخرت ہیں۔

آپ بلا کے ذرخیر دماغ تھے۔ حاضر جوابی آپ پر ختم تھی۔ علمی تحقیقی جوابات کے علاوہ الزامی دندان شکن جوابات کے بلاشبہ بادشاہ تھے۔ اخیر عمر تک کھڑے ہوکر بیان کرتے۔ نکتہ رسی آپ پر ختم تھی۔ بات سے بات نکالنے اور بامقصد نتیجہ خیز بنانے میں مہارت تامہ کے حامل تھے۔ اس سال جامعہ اشرفیہ میں ملاقات کے لئے حاضری ہوئی۔ جناب رضوان نفیس دوسرے رفقاء ہمراہ تھے۔ دو باتیں بطور خاص یاد ہیں۔ فرمایا کہ قادیانیت کے احتساب کا شکنجہ کسنے کے لئے مجلس تحفظ ختم نبوت کی تشکیل وارتقاء مولانا محمد علی جالندھری کا مجددانہ کارنامہ ہے۔ میرے نزدیک اس عنوان پر آپ کا وجود مجددانہ شان کا حامل تھا۔

دوسرا فرمایا: ہمارے بہت سارے محاذ ہیں۔ ہم نے ان سب کو وقت دیا۔ آپ (فقیر) پچاس سال سے ایک محاذ پر آنکھیں بند کئے کاربند ہیں۔ اس کے صدقہ میں آپ کو جہاں رحمت عالم ﷺ کی شفاعت نصیب ہوگی وہاں سیدنا مسیح ابن مریم علیہ السلام کا دست شفقت بھی حاصل ہوگا۔ یہ کہتے ہوئے آواز بھرّا گئی۔ پھر فرمایا کہ میں عمر کے اس پیٹے میں ہوں کہ یہ بات بلاوجہ نہیں کہہ رہا۔ اس پر مجھے انشراح کا مقام حاصل ہے۔

آپ کا بیعت کا تعلق مولانا مسیح اللہ خان کے خلیفہ مولانا وصی اللہ سے تھا اور ان سے مجاز بھی تھے۔ آپ کے وصال پر دنیا بھر کے دینی حلقہ میں رنج والم کے پہاڑ ٹوٹے۔ مولانا زاہد الراشدی کے آپ سے بہت گہرے مراسم تھے۔ وہ آپ پر اعتماد بھی کرتے تھے۔ حضرت مرحوم کا پورا گھرانہ برطانیہ میں ہے۔ یہاں کا پورا مسلکی حلقہ ان سے محبت واخلاص کے تعلق دار تعزیت کس سے کرتے۔ لیکن ان کے جانے کا پورے حلقہ کو صدمہ اس طرح ہوا۔ آپس میں ایک دوسرے سے تعزیت کرتے رہے۔ حضرت مولانا محمد احمد لدھیانوی، حضرت ڈاکٹر خادم حسین نے آہوں، سسکیوں کے ماحول میں فقیر سے تعزیت کی۔ فقیر نے حضرت مولانا زاہد الراشدی سے تعزیت کی۔ اس مثال سے سمجھیں کہ مرحوم کے وصال سے ہمارے مسلکی حلقہ کا کتنا نقصان ہوا کہ وہ ہم سب کے پشتیبان وسہارا تھے۔ ذیل میں مرحوم کی تصانیف کی صرف فہرست ملاحظہ کریں جو کہ مولانا محمد وسیم اسلم صاحب نے مرتب کی ہے اور میرے خیال میں جامع فہرست ہے۔ تعارف تصانیف مستقل موضوع کا متقاضی ہے۔ اس وقت صرف فہرست ملاحظہ ہو:

فہرست تصنیفات علامہ خالد محمود صاحب

(۱) آثار التنزیل (۲ جلدیں)
(۲) آثار الحدیث (۲ جلدیں)
(۳) آثار التشریع (۲ جلدیں)
(۴) آثار الاحسان فی سیر السلوک العرفان (۲ جلدیں)
(۵) خلفائے راشدین (۲ جلدیں)
(۶) عبقات (۲ جلدیں)

(۷) عقیدۃ الامت فی معنیٰ ختم النبوۃ
(۸) عقیدۃ الاسلام فی عیسیٰ علیہ السلام
(۹) عقیدۃ خیر الامم فی مقامات عیسیٰ ابن مریم
(۱۰) مرزا غلام احمد قادیانی

(یاد رہے کہ نمبر ۷ سے نمبر ۱۰ کو مطالعہ قادیانیت کے نام سے چار جلدوں میں شائع کیا گیا ہے۔ سنا ہے پانچویں جلد غیر مطبوعہ ہے)

(۱۱) مقام حیات (۲ جلدیں)
(۱۲) معیار صحابیات
(۱۳) تجلیات آفتاب (۲ جلدیں)
(۱۴) بست بابی فہرست مضامین قرآن (۲ جلدیں)
(۱۵) درس قرآن
(۱۶) درس صحیح بخاری (خطاب ۲۰۰۹ء سندھ)
(۱۷) شاہ اسماعیل شہید
(۱۸) نماز کا مقام توحید
(۱۹) بغاوت
(۲۰) دوازدہ احادیث
(۲۱) مطالعہ بریلویت (۱۰ جلدیں)
(۲۲) اہل بیت کرام رضی اللہ عنہم
(۲۳) عقائد شیعہ
(۲۴) محرم کی دس راتیں
(۲۵) علم حدیث پر عصر حاضر کی ظالمانہ مشقتیں
(۲۶) عالم الغیب
(۲۷) عظمت الاصحاب فی بیان ام الکتاب
(۲۸) علم جنات وملائکہ
(۲۹) شرح قدوری شریف
(۳۰) مقام حدیث
(۳۱) قادیانی نئی نسلوں اور نوجوانوں کے نام پیغام
(۳۲) قادیانیت پر غور کرنے کا آسان راستہ
(۳۳) مناظرے ومباحثے
(۳۴) قادیانیوں کی قانونی حیثیت
(۳۵) عظمت صحابہؓ (الہلال رسالہ میں)
(۳۶) مفصل مقدمہ (بدعت واہل بدعت)
(۳۷) مقدمہ (حدیث ثقلین)
(۳۸) مقدمہ (کتاب الاستفسار)
(۳۹) مقدمہ (ردقادیانیت کے زریں اصول)
(۴۰) مقدمہ (الرشید ساہیوال کا دیو بند نمبر)

ان کے علاوہ (۱) مقام عیسیٰ علیہ السلام اور (۲) اقامۃ البرہان (۳) برأت تھانوی کا نام بھی ملتا ہے۔ لیکن اس فہرست کے نمبر ۹، ۱۰ میں بالترتیب یہ موجود ہیں۔

اس کے علاوہ (۱) نصرۃ الاسلام حضرت علامہ مرحوم کے مناظرہ انارکلی کی روئیداد مرتب مولانا محمد الیاس، (۲) دورۂ افریقہ میں درج حضرت علامہ کے مناظروں کی رپورٹ، (۳) مناظرہ نائیجیریا حضرت علامہ مرحوم کے مناظرہ کی رپورٹ مرتبہ مولانا محمد رفیق امریکہ کو بھی حضرت مرحوم کی تصنیفات میں شامل کریں تو پھر تصنیفات کی تعداد ۴۳ قرار پائے گی۔ یہ مطبوعہ کتب ہیں۔ غیر مطبوعہ اس کے علاوہ ہوں گی۔ اس کے علاوہ خطبات کے نام سے دو جلدوں پر مشتمل ندیم قاسمی صاحب کی مرتب کردہ کتاب کو بھی شامل کریں تو تعداد ۴۴ پائے گی۔

(۵۸۰) خالد محمود مدنی کہروڑی (فیصل آباد)، حضرت مولانا

(وفات: ۱۰/مارچ ۲۰۱۹ء)

حضرت مولانا خالد محمود مدنی کہروڑپکا کے باسی اور ونجارہ برادری سے تعلق رکھتے تھے۔ اور جامعہ عبیدیہ فیصل آباد کے استاذ الحدیث تھے۔ مدینۃ العلم بکر منڈی فیصل آباد میں کئی سال تک استاذ الحدیث رہے۔ جامعہ باب العلوم کے لئے باعث عزت وافتخار تھے۔ حکیم العصر حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی، حضرت مولانا منیر احمد منور مدظلہ، حضرت الشیخ مولانا حبیب احمد مدظلہ کے مایہ ناز شاگردوں میں سے تھے۔ نیز شیخ الحدیث حضرت مولانا نذیر احمد سے بھی شرف تلمذ نصیب ہوا۔ دورۂ حدیث شریف سے فراغت کے بعد پہلے کچھ عرصہ باب العلوم کہروڑپکا میں تدریس کی۔ بعد ازاں فیصل آباد میں مدرس ہوئے اور یہیں کے ہوکر رہ گئے۔ ہزاروں شاگردوں نے ان کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کئے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے ساتھ والہانہ تعلق رکھتے، جب بھی ملاقات ہوتی، مجلس کی کارکردگی پوچھتے اور احوال سن کر فرحت محسوس کرتے اور ڈھیروں دعاؤں سے نوازتے۔ فیصل آباد میں ایک روڈ ایکسیڈنٹ میں شہید ہوئے۔ (مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی)

(۵۸۱) خالد وزیر آبادی، جناب ایم. ایس

(وفات: ستمبر ۱۹۷۸ء)

وزیر آباد کے ممتاز قلمکار اور صحافی وادیب جناب مولانا محمد شفیع خالد تھے جو اپنے نام کا مخفف استعمال کرتے تھے۔ (ایم. ایس خالد وزیر آبادی) انہوں نے ۱۹۳۵ء میں:

۱...... ''صحیفہ تقدیر'' کے نام سے مرزا قادیانی کے خلاف تحریر کی۔ جو کمپیوٹر کے چارسو ساٹھ صفحات پر مشتمل ضخیم کتاب ہے۔ اسی طرح:

۲...... ''نوبت مرزا''

۳...... ''تصویر مرزا''

۴...... ''نوشتۂ غیب''

مؤخر الذکر تینوں کتابیں ۵۶۰ صفحات مشتمل ہیں۔ پہلی کتاب احتساب قادیانیت جلد ۲۲ میں اور دوسری تین کتابیں احتساب جلد ۲۳ میں شامل ہیں۔ ''نوشتۂ غیب'' پر حضرت تھانوی، مولانا پیر مہر علی شاہ گولڑوی، مولانا ثناء اللہ امرتسری، مولانا احمد سعید دہلوی، مولانا احمد علی لاہوری، مولانا ابوالحسنات، مولانا مفتی کفایت اللہ، مولانا مرتضٰی حسن چاند پوری ایسے بیسیوں حضرات کی تقاریظ ہیں۔ اس سے آسانی سے مصنف کے ''عہد'' کی تاریخ سمجھ میں آسکتی ہے کہ وہ ردقادیانیت پر کام کرنے والوں کے ہراوّل دستہ میں شامل تھے۔ ''خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را''

(۵۸۲) خان جلال خان، جناب

خیبر پختونخواہ کے سیاستدان اور آنریبل خان تھے۔ وزیر بلدیات وبحالیات بھی رہے۔ ''پاکستان کی پانچ سالہ تاریخ میں

یہ بات نمایاں طور پر نظر آ رہی ہے کہ حکومت کا معاملہ سر ظفر اللہ خاں قادیانی کے سپرد ہوا۔ اس میں حکومت کو شکست کا منہ دیکھنا پڑا جس کے ساتھ پاکستان کی حیات وابستہ ہے۔ جب تک وزارت خارجہ کے عہدے پر سر ظفر اللہ قادیانی موجود ہے، کشمیر پاکستان کو ہرگز ہرگز نہیں مل سکتا۔'' (اخبار آزاد لاہور، مؤرخہ ۳۰/جون ۱۹۵۲ء)

(۵۸۴) خان زمان خان، جناب

(پیدائش: ۱۹۰۳ء ...... وفات: ۱۳/اگست ۱۹۷۹ء)

خان زمان خان نے ۱۹۰۳ء میں میانوالی کے ایک قصبے وتہ خیل میں حاجی محمد گل خان کے گھر میں آنکھ کھولی۔ مڈل تک سکول کی تعلیم حاصل کی۔ گھر کے دینی ماحول نے آپ پر گہرے اثرات مرتسم کئے۔ آپ بچپن ہی سے نماز کے پابند اور معاملات کے کھرے تھے۔ خان زمان خان کی سیاسی زندگی کا آغاز اس وقت ہوا جب غازی علم الدین شہید کو پھانسی کے لئے میانوالی لایا گیا۔ آپ نے غازی علم الدین شہید کو پھانسی دینے کے فیصلہ کے خلاف میانوالی میں ایک دھواں دھار تقریر کر ڈالی اور ایک احتجاجی جلوس لے کر ڈپٹی کمشنر کے دفتر پہنچ گئے۔ ڈی سی آفس پر سے برطانوی پرچم کو اتار کر زمین پر پھینک دیا اور اس کے نتیجے میں ایک سال کے لئے قید کر دیئے گئے۔ جیل میں آپ نے قرآن مجید حفظ کرنے کے ساتھ چہرے کو سنت نبوی سے مزین کر لیا۔ رہائی کے بعد قومی تحریکوں میں حصہ لیتے رہے اور مولانا گل شیر شہید کے دست راست کی حیثیت سے ہندو بنیوں کے معاشی استبداد کے خاتمے، علاقائی جاگیرداروں کے مظالم کے سد باب اور آزادئ وطن کی تمام تحریکوں میں ان کے ممدو معاون رہے۔

خان زمان خان مرحوم کو ضلع میانوالی کے احرار رہنماؤں میں یہ امتیاز حاصل ہے کہ وہ مجلس احرار کی تحریک مسجد شہید گنج میں شامل ہوئے اور لاہور میں قید بھی رہے۔ ۱۹۳۹ء میں مولانا گل شیر کے کہنے پر مجلس احرار میں باقاعدہ شمولیت کا اعلان کیا۔ تحریک فوجی بھرتی بائیکاٹ کو فروغ دیا اور ۱۱/نومبر ۱۹۳۹ء کو ڈیفنس آف انڈیا ایکٹ کے تحت گرفتار کر لئے گئے۔ اڑھائی سال سزا پائی اور فیروز پور جیل بھیج دیئے گئے۔ فیروز پور سے ساہیوال (منٹگمری) جیل منتقل کئے گئے۔ جہاں مولانا گل شیر اور شورش کاشمیری بھی قید تھے۔ انہوں نے قید کا یہ زمانہ بڑی پامردی سے پورا کیا۔ جس کا تذکرہ شورش نے اپنی کتاب ''پس دیوار زنداں'' میں بھی کیا ہے۔

۲۹/جون ۱۹۵۲ء کو تحفظ ختم نبوت کے سلسلے میں گرفتاری عمل میں لائی گئی۔ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں بنیادی کردار ادا کیا اور دیگر رہنماؤں کے ساتھ مل کر رضا کاروں کے قافلے لاہور بھجواتے رہے۔ مولانا محمد رمضان (میانوالی) کے ہمراہ تلہ گنگ کا دورہ کیا۔ جہاں کی تقاریر کی بناء پر ۳۱/مارچ ۱۹۵۳ء کو ان کے وارنٹ گرفتاری جاری ہو گئے۔ میانوالی پولیس نے بھی زیر دفعہ ۲۱ سیفٹی ایکٹ مقدمہ قائم کر رکھا تھا۔ لہٰذا آپ کو تلہ گنگ کے دورہ سے واپسی پر گھر سے گرفتار کر لیا گیا اور مولانا محمد رمضان کے ہمراہ اٹک جیل بھیج دیا گیا۔ ۵/مئی کو انہیں سنٹرل جیل لاہور روانہ کیا گیا۔ جولائی میں ضمانت پر رہا ہوئے اور ۱۸/نومبر ۱۹۵۳ء کو باعزت بری کر دیئے گئے۔ (ڈاکٹر عمر فاروق، تلہ گنگ)

(۵۸۴) خان زمان ہزاروی، مولانا

(ولادت:۱۸۸۳ء ...... وفات:۱۹۶۰ء)

آپ منڈھار تحصیل مانسہرہ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم گاؤں سے حاصل کر کے نکلے۔ پھر کیمبل پور (اٹک)، راولپنڈی، ہری پور سے تعلیم حاصل کرتے ہوئے اعلیٰ تعلیم کے لئے دارالعلوم دیوبند داخل ہوئے۔ حضرت نانوتوی سے دورۂ حدیث شریف پڑھ کر سند حاصل کی۔ فراغت کے بعد کانپور کا رخ کیا اور وہیں داعی اجل کو لبیک کہا۔ جامع العلوم کانپور میں ہی مدرس مقرر ہوئے اور وہیں رہ کر صدر مدرس کے عہدے پر فائز ہوئے۔ کانپور کے مشہور طبیب اور سیاسی رہنما ڈاکٹر عبدالصمد صدر مسلم لیگ کانپور کی بہن آپ کے نکاح میں آئی۔ جامع العلوم کانپور میں تدریس کے دوران آپ نے ردقادیانیت پر فتویٰ ''قہر یزدانی برجان دجال قادیانی'' پر تائیدی دستخط کئے۔ (فتاویٰ ختم نبوت ج۲ص۳۲۰)

(۵۸۵) خان محمد (خانقاہ ڈوگراں ضلع شیخوپورہ)، حضرت مولانا

(وفات:۲۳؍مئی ۲۰۰۱ء)

آپ ضلع شیخوپورہ کے شہر ڈوگراں کے بزرگ ہیں۔ آپ حضرت خواجہ خان محمد صاحب کے ہم نام، ہم وطن اور ہم مکتب ہیں کہ دونوں کا نام خان محمد، دونوں کا آبائی وطن میانوالی اور دونوں ایک ہی مکتب یعنی دارالعلوم دیوبند کے چشمہ صافی سے سیراب ہونے والے ہیں۔ حضرت مولانا خان محمد صاحب کو حضرت خواجہ صاحب سے بے پناہ عقیدت تھی۔ آپ کی دارالعلوم دیوبند سے فراغت حضرت خواجہ صاحب سے بھی پہلے کی ہے اور حضرت خواجہ صاحب آپ کے تلامذہ میں سے ہیں۔ جیسا کہ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ حضرت خواجہ صاحب نے مجھ سے کچھ ابتدائی کتابیں پڑھی ہیں۔ غالباً ۱۹۹۸ء میں ختم نبوت کانفرنس میں شرکت کے لئے خانقاہ ڈوگراں سے چناب نگر قافلہ روانہ ہونے لگا تو خود تو ضعف وعلالت کی وجہ سے شرکت نہ کر سکے البتہ فرمایا کہ ''(خواجہ) خان محمد کو کانفرنس کے بعد ادھر ہی بلالو۔'' اتنی عظیم شخصیت کا نام القابات وخطابات کے بغیر اتنی سادگی اور بے تکلفی سے سن کر دھچکا سا لگا۔ لیکن بعد میں معلوم ہوا کہ استاذی اور شاگردی کا تعلق ہے۔

قیام پاکستان کے بعد آپ نے اپنے آبائی علاقے میانوالی کو خیرباد کہہ دیا اور خانقاہ ڈوگراں میں ڈیرے ڈال دیئے۔ یہاں آ کر جامع مسجد توحیدیہ المعروف ایک میناروالی اور اس سے ملحقہ مدرسہ جامعہ قاسمیہ کی بنیاد رکھی۔ اس مسجد کے منبر ومحراب سے آج بھی ماضی کی طرح حق کی آواز بلند ہو رہی ہے اور حضرت نانوتوی کے نام نامی اسم گرامی سے منسوب مدرسہ سے تشنگان علم وحکمت سیر ہو رہے ہیں۔

۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں جب پورے ملک میں عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کی صدائے بازگشت عام تھی تو خانقاہ ڈوگراں اور اس کے قرب وجوار میں بھی فدایان عظمت رسالت، عشق مصطفیٰ ﷺ میں سردھڑ کی بازی لگانے کے لئے مضطرانہ حالت میں پھر رہے تھے۔ ان عشاق پیغمبر کی قیادت وسیادت کا سہرا مولانا خان محمد اور میاں محمد عیسیٰ خادم خاص حضرت لاہوری کے سر تھا۔ آپ چھ ماہ پابند سلاسل رہے اور اسیران ختم نبوت کی فہرست میں اپنا نام لکھوایا۔ اس کے بعد تادم زیست قادیانیوں کا تعاقب جاری رکھا۔

۱۹۹۸ء میں اصغر حسین قادیانی خانقاہ ڈوگراں کا ایس.ڈی.او مقرر ہوا۔ اس نے اپنے عہدے کا استعمال کرتے ہوئے مسلمان طبقہ اور بالخصوص مولانا خان محمد کو پریشان کرنا شروع کیا۔ معاملہ کی سنگینی کو سامنے رکھتے ہوئے مولانا خان محمد نے علماء کا ایک اجلاس طلب کیا اور طے کیا کہ ایس.ڈی.او کی برطرف کرانے کے لئے احتجاجی پروگرام کا انعقاد کر کے انتظامیہ کو احتجاج ریکارڈ کرایا جائے۔ چنانچہ احتجاج ہوا۔ احتجاج میں شاہین ختم نبوت مولانا اللہ وسایا صاحب کو بھی مدعو کیا گیا۔ پروگرام میں ایس.ڈی.او کی برطرفی تک احتجاج جاری رکھنے کا وعدہ کیا۔ بحمد اللہ! چند ہی دنوں میں ایس.ڈی.او کو معطل کر دیا گیا۔ (حافظ محمد ابوبکر شیخوپوری، مدرس جامعہ امدادیہ چنیوٹ)

(۵۸۶) خان محمد کمتر مرحوم، جناب میاں

(وفات: جون ۱۹۸۰ء)

پپلاں ضلع میانوالی کے رہائشی میاں خان محمد کمتر نامور نعت گو شاعر اسلام تھے۔ عمر بھر عظمت صحابہ و اہل بیت، توحید و ختم نبوت کے ترانے گاتے اور نظمیں لکھتے رہے۔ وہ ایک عظیم شاعر تھے۔ ایسے قادر الکلام تھے کہ ان کا کلام الہامی معلوم ہوتا ہے۔ ایسے مخلص اور نامور محبوب شاعر تھے کہ ان کے عہد میں کوئی جلسہ ان کے بغیر نہ ہوتا تھا۔ وہ علماء کرام کے قدردان تھے اور علماء کرام بھی ان کو احترام کا مقام دیا کرتے تھے۔ تنظیم اہل سنت کا پلیٹ فارم ان کی جولانیوں کا مرہون منت ہے۔

(۵۸۷) ختم نبوت کانفرنس چناب نگر

خانیوال کے طارق محمود صاحب جو آج کل کراچی میں ہیں۔ عابد، زاہد، متقی نوجوان ہیں۔ اپنے اخلاص و نیکی کے باعث بہت ہی زیادہ قابل احترام ہیں۔ انہوں نے ایک دفعہ ختم نبوت کانفرنس مسلم کالونی ربوہ (چناب نگر) کے موقع پر فقیر سے بیان کیا کہ: ''میں نے خواب میں دیکھا کہ مسجد ختم نبوت مسلم کالونی میں محبت و اضطراب کی کیفیت ہے۔ عظیم اجتماع استقبال کے لئے امڈ آیا ہے۔ لوگ ادھر ادھر دیوانوں کی طرح سرگرداں پھر رہے ہیں۔ میں نے لوگوں سے پوچھا کہ: ''کیا معاملہ ہے؟'' تو مجھے بتایا گیا کہ آقائے نامدار ﷺ دریائے چناب کی جانب سے کانفرنس کے پنڈال کی طرف تشریف لا رہے ہیں۔ میں بھاگم بھاگ دریائے چناب کی جانب گیا۔ جس طرف سے آپ ﷺ تشریف لا رہے تھے۔ میں نے آگے بڑھ کر سلام کی سعادت حاصل کی اور عرض کیا کہ: ''کہاں تشریف لے جانے کا ارادہ ہے؟'' اس پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ''جامع مسجد ختم نبوت میں ہماری کانفرنس ہو رہی ہے۔ ادھر جانے کا پروگرام ہے۔'' فَسُبْحَانَ اللّٰہ!

(۵۸۸) خدا بخش جتوئی، حضرت مولانا

(وصال: ۵؍فروری ۲۰۱۸ء)

آپ نے جامع خیر المدارس ملتان سے ۱۹۶۰ء میں فراغت حاصل کی۔ آپ مولانا خیر محمد جالندھری کے شاگردوں میں سے تھے۔ بہت ہی خوبیوں کے مالک انسان تھے۔ زندگی بھر خلق خدا کو علوم نبویہ سے سیراب کیا۔

(۵۸۹) خدا بخش حضروی، مولانا

(ولادت: ۱۸۸۱ء ...... وفات: ۶؍ جنوری ۱۹۷۷ء)

مولانا خدا بخش حضرو ضلع اٹک میں مولانا فضل الٰہی حضروی کے گھر پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم قاضی پور نزد تربیلہ کے مولانا سید حبیب شاہ اور پھر کوٹ نجیب کے مولانا عبدالحمید سے حاصل کی۔ اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لئے مظاہر العلوم سہارنپور تشریف لے گئے اور وہاں کے اساتذہ سے کسب فیض کیا۔ فراغت کے بعد تین برس بلاس پور صوبہ سی۔ پی ہندوستان میں مقیم رہے اور پھر اپنے وطن مالوف میں بقیہ زندگی بسر کی۔ تحریک خلافت اور ترک موالات میں گراں قدر خدمات سرانجام دیں۔ فتنہ قادیانیت کی تکفیر کے لئے ''درہ زاہدیہ برفرقہ احمدیہ'' نامی فتویٰ پر تائیدی دستخط کئے۔ (فتاویٰ ختم نبوت ج۲ ص۲۸۷)

آپ کی آخری آرام گاہ حضرو میں موجود ہے۔ آپ نے تین صاحبزادے اور ایک صاحبزادی ورثاء میں چھوڑی۔

(۵۹۰) خدا بخش سندھی، حضرت مولانا

ٹھل نوجیکب آباد کے نامور عالم دین اور حضرت امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری، مولانا قاضی احسان احمد، مولانا محمد علی جالندھری کے عاشق صادق، حضرت شیخ الاسلام سید حسین احمد مدنی کے قلب وجگر سے فدائی، حضرت مولانا خدا بخش سندھی تھے۔ ان کا وجود اس دھرتی پر اسلاف کی یادگار تھا۔ اس دھرتی پر وہ عقیدہ ختم نبوت کے مناد تھے۔ حق مغفرت کرے خوب آزاد منش انسان تھے۔

(۵۹۱) خدا بخش (مظفرگڑھ)، مولوی

مولوی خدا بخش مظفرگڑھ پنجاب کے باسی تھے۔ آپ نے مدرسہ امینیہ دہلی سے سند الفراغ حاصل کی اور وہیں مدرس مقرر ہوگئے۔ منقولات ومعقولات میں خاصی دسترس حاصل تھی۔ منطق فلسفہ کی کتابوں پر عبور حاصل تھا۔ ۲۲؍ سال تک مدرسہ امینیہ دہلی میں اعلیٰ درجات کی کتب پڑھائیں۔ دہلی والوں سے آپ کے تعلقات بہت وسیع ہوگئے تھے۔ اسی لئے لوگوں میں آپ بھی دہلوی مشہور ہونے لگے تھے۔ تقسیم کے بعد مدرسہ امینیہ کو خیرباد کہہ کر وطن واپس آگئے۔ آپ بہت بڑے مناظر بھی تھے۔ دہلی میں عیسائیوں، آریوں اور قادیانیوں سے آپ کے بڑے معرکۃ الآراء مناظرے ہوتے رہے۔ قادیانی مناظر عمرالدین سے اکثر مناظرہ کیا کرتے۔ آخر عمر میں آپ نے قادیانیت کی بیخ کنی کے لئے اپنی زندگی وقف کر دی تھی۔

(۵۹۲) خدا بخش ملتانی ثم خیرپوری، مولانا ابوعبید

ابوعبید مولانا خدا بخش ملتانی شیخ وقت تھے۔ ملتان میں پیدا ہوئے۔ اسی شہر میں تعلیم حاصل کر کے چالیس سال تک تدریسی خدمات سرانجام دیں۔ آپ نے مرزا قادیانی کے خلاف مندرجہ ذیل فتویٰ جاری کیا کہ: ''بلا ارتیاب یہ تمام اعتقادات صریح کفر والحاد ہیں۔ قائل ومعتقدان کا خود بھی کافر ہے اور جو شخص اس کو باوجود ان اعتقادات کے مسلم یا مجدد یا نبی یا رسول مانے وہ بھی کافر اور مرتد ہے اور بحکم آیت: ''لاھن حل لھم ولاھم یحلون لھن'' مناکحت مسلمہ بمرزائی وبالعکس نہ ابتداء صحیح ہے نہ بقاء، یعنی رشتہ مناکحت ہوسکتا ہے اور نہ قائم رہ سکتا۔ اسی طرح حقوق ارث سے بھی محروم ہو جاتا ہے۔'' (فتاویٰ ختم نبوت ج۲ ص۳۷۵)

(۵۹۳) خدابخش (ملتان)، مولانا

(وفات:۲/فروری۲۰۱۷ء)

مولانا خدابخش اصلاً میلسی کے علاقہ کے رہنے والے تھے۔ ۱۹۳۸ء میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے علاقہ میں حاصل کی۔ دارالعلوم کبیروالا میں امام الصرف والنحو حضرت مولانا منظور الحق سے بھی کسب فیض کیا۔ پھر جامعہ خیرالمدارس ملتان میں داخل ہوئے۔ دورۂ حدیث شریف یہاں سے کیا۔ آپ کا شمار جامعہ خیرالمدارس کے ممتاز فضلاء میں ہوتا تھا۔ آپ جامع الخیر حضرت مولانا خیرمحمد جالندھری کے منظورنظر شاگرد تھے۔ فراغت کے بعد استاذ محترم نے مولانا خدابخش کو احیاء العلوم ماموں کانجن میں تدریس کے لئے بھیج دیا۔ آپ نے اشاعت العلوم چشتیاں، پنڈی گھیپ میں بھی تدریس کے فرائض سرانجام دیئے۔ جامعہ قاسم العلوم میں آٹھ سال آپ نے پڑھایا۔ پھر مادر علمی خیرالمدارس ملتان میں مولانا خدابخش نے پچیس سال پڑھایا۔ آپ جامعہ خیرالمدارس میں فارسی سے لے کر دورۂ مشکوٰۃ شریف تک مسلسل کتابیں پڑھاتے رہے۔ آپ کو یہاں شیخ الادب کا منصب بھی تفویض کیا گیا۔ تغلق روڈ پر مسجد کھنڈاں والی میں آپ نے امامت وخطابت کے سالہا سال فرائض سرانجام دیئے۔

مولانا خدابخش مادہ تاریخ نکالنے میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔ آپ نے قمری اعتبار سے اسّی سال عمر پائی ہے۔ مولانا خدا بخش فارسی زبان کے نامور اور ماہر استاد تسلیم کئے جاتے تھے۔ آپ نے طلباء کے پڑھانے کے لئے فارسی کا رہبر ابواب الصرف جدید بھی تیار کیا۔ جس سے اساتذہ وطلباء سب نے برابر فائدہ حاصل کیا۔ مولانا فارسی نظم میں کامل دسترس رکھتے تھے۔ خود بھی فارسی اور اردو زبان میں بہت اچھی نظمیں کہہ لیتے تھے۔ ندیم تخلص تھا۔ محفل ندیم مجموعہ کلام ہے۔ حضرت مولانا محمدعلی جالندھری کی لوح قبر پر آپ کی کہی ہوئی فارسی کی خوبصورت نظم کندہ ہے۔

مولانا خدابخش عقیدۂ ختم نبوت کا تحفظ کرنے والوں کے دل وجان سے عاشق تھے۔ پیرمہرعلی شاہ گولڑوی سے عاشقانہ اور مخلصانہ تعلق خاطر تھا۔ ان کی خدمات کے مداح تھے۔ بہت معتدل طبیعت پائی تھی۔ مولانا خدابخش ہمارے ملک کے ان خوش نصیب علماء کرام میں سے تھے جنہیں دنیا میں صرف ''کتاب'' سے عشق کامل تھا۔ کتابوں کے اسی عشق کامل میں آپ نے پوری زندگی صرف کر دی۔ حق تعالیٰ نے آپ کو کتب جمع کرنے اور اپنے کتب خانہ کو وسیع سے وسیع تر کرنے کا وہ ذوق دیا تھا جس پر رشک آتا تھا۔ اس وقت شخصی لائبریریوں میں آپ کی بہت ہی قابل قدر لائبریری ہے۔

بلاشبہ ہزاروں کتب پر مشتمل یہ لائبریری اسلامیان ملتان کے لئے گرانقدر عطیہ الٰہی ہے۔ مولانا خدابخش کو کتابوں کو جمع کرنے اور ان کی حفاظت کا قدرت نے ایسا عمدہ ذوق ودیعت فرمایا تھا کہ دیکھنے والا عش عش کر اٹھتا۔ آپ نایاب کتابوں کو جمع کرنے کے ماہر تھے۔ قصبہ قصبہ، شہر شہر، ملکوں ملکوں پھرے اور کتابوں کو جمع کیا۔ جمعہ یا اتوار کو لاہور، کراچی ایسے شہروں میں پرانی کتابوں کی مارکیٹ لگنے پر جاتے اور بوریاں بھر کر خرید لاتے۔ ان کی خوبصورت جلد تیار کراتے۔ ان پر کاغذ لگاتے۔ اس کو دھاگے سے باندھتے۔ اس کے اوپر شاپر چڑھاتے۔ پردہ در پردہ کتاب کی حفاظت کے لئے ایسے طریقے ایجاد کئے جس سے ان کی کتابوں سے دلی وابستگی اور قدردانی عیاں ہوتی تھی۔ کتاب خریدنے کے ایسے حریص تھے کہ ایک ایسی کتاب جو آپ کے پاس پہلے سے موجود ہوتی اگر کہیں سے

عمدہ نسخہ اچھے مطبع کا مل جاتا تو اسے بھی خرید لیتے۔ یہ نہ سوچتے تھے کہ پہلے سے موجود ہے۔ دوسرے کی کیا ضرورت ہے۔ اس سے ان کے ذوق عالی کا اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ وہ بہتر سے بہتر کتاب کی تلاش میں ہروقت مستعد وچوکنا رہتے تھے۔ مطالعہ کے لئے کتابوں کو دینے میں بھی وہ بہت محتاط تھے۔ بعض دوست انہیں بخیل ہونے کا طعنہ دیتے۔ لیکن اس کے باوجود وہ کتاب کی جدائی کے روادار نہ تھے۔ ساری زندگی وہ کتابوں کے حصول کی جدوجہد اور سعی بلیغ میں مست الست رہے۔ اس حوالہ سے وہ جہاں نادر کتابوں کا ذخیرہ اپنے پاس رکھتے تھے۔ وہاں وہ نادر دماغ بھی کتب کی تلاش میں رکھتے تھے۔ اب یہ عمدہ ذوق عنقاء ہورہا ہے۔ کتب بینی کا چسکا ختم ہوگیا ہے۔ کتب جمع کرنے اور لائبریری بنانے کا تو خیر کہنا ہی کیا کہ یہ جنس نایاب ہے۔ اس حوالہ سے ان کا اس دنیا سے جانا ایک عبقری انسان کے وجود سے ہمارے لئے محروم ہونا ہے۔

مولانا خدابخش کا رنگ گورا، بال سفید، چہرہ کتابی، قد درمیانہ، جسم سڈول، اعضاء ونقش متناسب، صحت بہت اچھی، چال ڈھال میں پھرتی، چہرہ ہنس مکھ، طبیعت ہنسوڑ تھی۔ آپ علمی لطائف وظرائف میں بھی مہارت رکھتے تھے۔ بسا اوقات لطائف میں الفاظ کے حجابات بھی ہٹ جاتے تھے۔ عابد، زاہد تھے۔ طبیعت جفاکش پائی تھی۔ لباس سادہ مگر اجلا استعمال کرتے تھے۔ قطب الارشاد حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری کے خلیفہ مجاز حضرت سید نفیس الحسینی کے خلیفہ مجاز تھے۔ مولانا خدابخش کو قدرت نے گوناگوں خوبیوں ومحاسن کا مجموعہ بنایا تھا۔ درس وتدریس سے محافل ومجالس تک زندگی بھر خوشبو بکھیرتے رہے۔

ہمارے ملک میں کنڈیارو سندھ قاسمیہ لائبریری بڑی وقیع لائبریری ہے۔ اس کے ناظم شیخ الحدیث ڈاکٹر مولانا محمد ادریس سومرو، مولانا خدابخش ملتانی اور فقیر راقم جب ملتان اکٹھے ہوتے تو ایک تکون سی بن جاتی جو بہت بھلی لگتی تھی۔ مولانا خدابخش کتابیں دینے میں بہت ہی محتاط تھے۔ لیکن راقم پر اعتبار کرتے۔ کتاب خود دے جاتے پھر لے جاتے۔ مجلس کی کوئی تازہ طبع سامنے آتی تو ضرور لیتے۔ ہائے اب صرف یادیں رہ گئیں۔ ان کا وجود بہت ساری روایات کا امین تھا۔ وہ کیا گئے کہ اچھی روایات بھی ماتم کناں نظر آتی ہیں۔ رحمت حق کے پھول سدا ان کی تربت پر برستے رہیں۔ مغفرت باری تعالیٰ کی شبنم سے ان کی قبر مبارک شرابور رہے۔ ملتان ابدالی مسجد میں جنازہ ہوا۔ ملتان کے علم وفضل کے حامل حضرات کا قابل رشک اجتماع تھا۔ آپ کے صاحبزادہ مولانا محمد عیسیٰ صاحب نے جنازہ پڑھایا۔ چاروں بیٹے عالم وفاضل ہیں۔ زہے نصیب!

اپنی مادر علمی خیرالمدارس سے تدریس کا تعلق منقطع ہوا تو اپنے قائم کردہ مدرسۃ البنات ولائبریری کے لئے وقف ہوگئے تھے۔ حق تعالیٰ مغفرت فرمائیں۔ آمین!

(۵۹۴) خدابخش ٹوانہ، جناب ملک

آپ ضلع خوشاب کے زمیندار تھے۔ اسمبلی کے ممبر رہے۔ پنجاب کے وزیر وفاق بھی رہے۔ جب جونیجو کے زمانہ میں میر مند قادیانی کو مسلمانوں کی مسجد کوٹ قیصرانی میں دفن کیا گیا جس کے خلاف تحریک چلی اور اس مردود کی لاش کو مسجد کی قبر سے نکال دیا گیا تھا، تب اس زمانہ میں حکومت کی طرف سے اس تصفیہ کے لئے یہ تشریف لائے تھے۔ لیگی تھے۔ ذیل کا بیان ملاحظہ ہو: ’’مسلم لیگ مسلمانوں کی جماعت ہے۔ اس لئے قادیانیوں، لاہوری مرزائیوں یا کسی دوسرے غیرمسلم شخص کو مسلم لیگ کا ممبر نہیں بنایا جائے گا۔

قادیانیوں کو اگر مسلمان کہلانے کا شوق ہے تو وہ سیدھے ہوکر صدق دل سے اسلام قبول کرلیں۔ قادیانیت سے تائب ہو جائیں، ہم ان کو اپنے سینے سے لگانے اور بھائی بنانے پر تیار ہیں۔ قادیانی منافقت کا لبادہ اتار دیں۔ قادیانیوں کو اسلام کے لبادہ میں اسلام، پاکستان اور ملت اسلامیہ کے خلاف سازشیں کرنے اور سادہ لوح انسانوں کو گمراہ کرنے کی ہرگز اجازت نہیں دی جائے گی۔ حکومت اور امت اسلامیہ کا ہر فرد حضور ﷺ کی ختم نبوت کا چوکیدار ہے۔ ان شاءاللہ ہم عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کا فریضہ انجام دیتے رہیں گے۔ علماء کرام فتنہ قادیانیت کے خاتمہ کے لئے حکومت کی رہنمائی کریں۔'' (روزنامہ جنگ مؤرخہ ۲۸؍فروری ۱۹۸۶ء)

(۵۹۵) خدابخش (کفری وادی سون سکیسر)، استاذ العلماء مولانا

(پیدائش:۱۹۰۱ء ...... وفات:۱۳؍دسمبر۱۹۹۲ء)

آپ بہت بڑے عالم اور استاذ الاساتذہ تھے۔ آپ انتہائی متوکل علی اللہ تھے۔ اس دور میں اکابر علماء کی تصویر تھے۔ عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے خود اپنی اولاد اور شاگردوں سمیت شریک ہوتے تھے۔

(۵۹۶) خدابخش، جناب غازی

(وفات:۲۸؍جون ۱۹۶۸ء)

جناب غازی خدابخش لاہور کے رہائشی تھے۔ بدنام زمانہ آریہ سماج لیڈر راج پال نے جب حضور ﷺ کی شان میں گستاخی کی تو سب سے پہلے اس پر قاتلانہ حملہ کرنے والے غازی خدابخش تھے۔ یہ حملہ جان لیوا ثابت نہ ہوا۔ بعدازاں راج پال کو غازی علم الدین شہید نے واصل جہنم کیا۔ غازی خدابخش کی تدفین بھی لاہور میں ہوئی۔ (امروز لاہور مؤرخہ ۲۹؍جون ۱۹۶۸ء)

(۵۹۷) خضر حسین، جناب شیخ

شیخ خضر حسین پروفیسر اصول الدین جامعہ ازہر مصر نے رجب ۱۴۵۱ھ مطابق نومبر ۱۹۳۲ء میں ''الطائفة القادیانیة'' نامی عربی میں مقالہ تحریر کیا۔ رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ نے ''تخریب پسند تحریکیں'' نامی اردو میں ایک کتاب شائع کی۔ جس میں حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی کا رسالہ ''قادیانیت اسلام اور نبوت محمدی کے خلاف ایک بغاوت'' (مطبوعہ احتساب قادیانیت جلد ۳۹) اور جناب الشیخ خضر حسین پروفیسر جامعہ ازہر کا مقالہ ''الطائفة القادیانیة'' کا ''قادیانی گروہ'' کے نام سے ترجمہ شائع کیا۔ اس کو ہم نے احتساب قادیانیت جلد ۴۷ میں شائع کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔ ''تخریب پسند تحریکیں'' مطبوعہ رابطہ عالم اسلامی میں تیسرا مقالہ سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب کا ''قادیانی مسئلہ'' بھی شامل تھا۔ جو احتساب قادیانیت جلد ۴۹ میں شائع کیا گیا۔

(۵۹۸) خلف بن ابراہیم (مفتی اعظم حنابلہ مکہ مکرمہ)، حضرت مفتی

حضرت مولانا غلام دستگیر صاحب قصوری نے جب ملعون قادیان کے خلاف ۱۳۰۴ھ بمطابق ۱۸۸۷ء میں حرمین شریفین سے فتویٰ طلب کیا تب خلف بن ابراہیم مفتی اعظم حنبلی مکہ مکرمہ نے ذیل کا فتویٰ ارشاد فرمایا:

الحمد للّٰہ الذی انزل علٰی عبدہ الکتاب الصادق فی قیلہ القائل فیہ وان هٰذا صراطی مستقیماً فاتبعوہ ولا تتبعوا السبل فتفرق بکم عن سبیلہ، والصلوٰۃ والسلام علٰی سیدنا محمد نبیہ وحبیبہ وخلیلہ وعلٰی آلہٖ واصحابہٖ وانصارہٖ وتابعی سبیلہ، اما بعد!

فقد اطلعت علٰی هٰذہ الرسالة الشریفة المشتملة علی النقول الصحیحة الصریحة المنیفة فرأیتها محکمة مؤیدة شافیة کافیة مفیدة تقربها اعین الموحدین اهل السنة والجماعة وتعمی بها اعین المعتزلة والخوارج والملحدین والمبتدعة المارقین من الدین کما یمرق السهم من الرمیة، کما اخبر بذالک خیر البریة وهی التی اظهرت زیغ احمد القادیانی وانہ مسیلمة الکذاب الثانی واظهرت تلبیس ابلیسہ الشیطانی فجزی اللّٰہ مؤلفها عن المسلمین خیراً کثیراً واجراً جزیلاً جمیلاً کبیراً وصلی اللّٰہ علٰی سیدنا محمد خاتم النّبیین والمرسلین وعلٰی آلہ وصحبہ اجمعین۔

امر برقمہ الحقیر خلف بن ابراهیم خادم افتاء الحنابلة بمکة المشرفة حالاً حامداً مصلیاً مسلماً

سب تعریف اس خدا کی ہے جس نے اپنے خاص بندے پر قرآن مجید اتارا، جو اپنی بات میں سچا ہے۔ جس میں خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے: ’’اور یہ میری راہ سیدھی ہے۔ اس کی پیروی کرو اور بہت راستوں کی پیروی نہ کرو جو تمہیں اس کی راہ سے جدا کر دیں گے۔‘‘ اور درود وسلام ہمارے سردار محمد ﷺ پر جو خدا کا نبی اور دوست وخلیل ہے اور اس کی آل واصحاب ومددگاروں پر، بعد ازاں بے شک میں نے اس بزرگ رسالے کا مطالعہ کیا جو صحیح، صاف، محکم روایات پر مشتمل ہے۔ پس میں نے اس رسالے کو بروئے دلائل محکم، مضبوط، شافی، کافی، فائدہ رساں دیکھا۔ جس کے پڑھنے سے موحدین اہل سنت وجماعت کی آنکھیں خنک ہوتی ہیں اور معتزلہ وخارجیوں وبدمذہبوں وبدعتیوں کی آنکھیں اندھی ہوتی ہیں۔ وہ بدمذہب جو دین سے یوں نکلتے ہیں جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے۔ جیسا کہ حدیث میں وارد ہوا ہے اور یہ مبارک رسالہ جس نے غلام احمد قادیانی کی کجی کو ظاہر کیا اور بے شک یہ قادیانی، مسیلمہ کذاب ثانی ہے اور نیز اس کے مؤید کے دھوکے ظاہر کئے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ اس کے لکھنے والے کو اہل اسلام کی طرف سے بہت نیک بدلہ دے اور بہت سا اجر عطاء فرمائے اور اللہ تعالیٰ ہمارے سردار محمد ﷺ، نبیوں اور رسولوں کے ختم کرنے والے پر رحمت پہنچا اور اس کی آل واصحاب سب پر۔ اس تحریر کے لکھنے کا عاجز خلف بن ابراہیم نے جو مکہ شریف میں حنبلیوں کے فتویٰ دینے کا بالفعل خادم ہے، حکم کیا۔ (فتاویٰ ختم نبوت ج۲ ص۹۷،۹۸)

(۵۹۹) خلیل احمد حامدی، مولانا

(پیدائش: ۱۹۲۹ء، فیروز پور ...... وفات: ۲۵؍نومبر ۱۹۹۴ء، لاہور)

آپ جماعت اسلامی کے ممتاز رہنما تھے۔ عربی زبان پر بھرپور عبور حاصل تھا۔ سید قطب حسن البناء اور سید مودودی کی

کتابوں کو عربی سے اردو اور اردو سے عربی میں خوب منتقل کیا۔ قادیانی فتنہ پر بھرپور تیاری تھی اور عرب دنیا کو کفر قادیانیت سے باخبر کرنے میں بھرپور کردار ادا کیا۔

(۶۰۰) خلیل احمد سہارنپوری، حضرت مولانا

(پیدائش: ۱۲۶۹ھ/۱۸۵۳ء ...... وفات: ۱۵؍ربیع الثانی ۱۳۴۶ھ/۱۲؍اکتوبر ۱۹۲۷ء)

محدث عظیم، فقیہ وقت، شیخ کامل حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری صفر الخیر ۱۲۶۹ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ کا سلسلہ نسب قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی سے ملتا ہے۔ آپ کی والدہ ماجدہ حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتوی صدر مدرس دارالعلوم دیوبند کی حقیقی بہن اور حضرت مولانا محمد مملوک علی کی صاحبزادی تھیں۔ خاندانی شرافت وعظمت کی وجہ سے اللہ رب العزت کی ذات گرامی نے آپ کے اندر وہ تمام، دینی، اخلاقی صفات جمع فرمادیں تھیں۔ جو ایک انسان کے کامل ہونے کے لئے ضروری تھیں۔

آپ شروع ہی سے فطرت سلیمہ کے مالک تھے۔ لغو، لایعنی کاموں سے اجتناب فرماتے تھے۔ صرف اور صرف مقصد کے کاموں کی طرف توجہ فرماتے تھے۔ آپ کی عمر مبارک کے پانچویں سال ہی آپ کے نانا جی حضرت مولانا محمد مملوک نے آپ کی تعلیم کی ابتداء کرائی۔ آپ چونکہ شروع ہی سے اعلیٰ ذہانت کے مالک تھے۔ اس لئے بہت جلد ہی ناظرہ قرآن پاک مکمل کیا اور ساتھ ابتدائی تعلیم بھی مکمل کرلی۔ ابتدائی تعلیم میں آپ نے اردو، فارسی، ادب کی کچھ کتابیں پڑھیں۔

بعدازاں جب آپ کو معلوم ہوا کہ دارالعلوم دیوبند کی بنیاد رکھی جاچکی ہے۔ مزید یہ کہ آپ کے ماموں حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتوی دارالعلوم کے صدر مدرس ہیں۔ تو آپ نے فوراً مزید دینی تعلیم کی پیاس بجھانے کے لئے گھر والوں سے اجازت لے کر دارالعلوم دیوبند چلے گئے اور وہیں کافیہ کے سال میں آپ کو داخلہ مل گیا۔ دارالعلوم دیوبند کے قیام کے قلیل عرصہ بعد مظاہر العلوم سہارنپور کی بنیاد رکھی گئی۔ اگرچہ آپ ہر لحاظ سے یہاں پر راحت واطمینان سے تعلیم حاصل کررہے تھے۔ مگر فیصلہ خداوندی کے تحت آپ دل کے اچاٹ ہونے کی وجہ سے دارالعلوم دیوبند کو چھوڑ کر مظاہر العلوم سہارنپور تشریف لے گئے اور وہیں داخلہ لے لیا۔ مظاہر العلوم میں ہی آپ نے اپنی بقیہ تعلیم مکمل فرمائی۔ تقریباً انیس برس کی عمر میں ہی آپ نے درس نظامی سے فراغت حاصل کرلی۔ اس کے بعد آپ نے ادب کے اندر مہارت تامہ حاصل کرنے کے لئے ادیب المعظم حضرت مولانا فیض الحسن سہارنپوری کی صحبت کو اختیار کیا اور ان سے شعبہ ادب میں خوب علمی ادبی پیاس بجھائی۔

بعدازاں آپ نے مظاہر العلوم سہارنپور میں ہی معین المدرس کے عہدہ پر خدمات سرانجام دیں۔ آپ نے بنگلور، بریلی، بہاولپور جامعہ عباسیہ وغیرہ کے مختلف جامعات میں بھی تدریسی فرائض سرانجام دیئے۔ بالآخر تقریباً پینتالیس سال کی عمر میں آپ مظاہر العلوم کے صدر مدرس بن گئے۔ پھر آپ کے سنہری دور میں مدرسہ نے جو علمی مقام حاصل کیا وہ نمونہ بن کر رہ گیا۔ مدرسہ نے ہر لحاظ سے علمی، ادبی، روحانی اعتبار سے ترقی کی تمام منازل طے کیں۔

باوجود اس کے آپ نے تمام تر علوم عقلیہ ونقلیہ میں مہارت حاصل کررکھی تھی۔ مگر آپ نے روحانی ترقی کے لئے قطب

الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کی ذات حق پرست کے ہاتھ پر بیعت کی۔ حضرت گنگوہی کا مزاج تھا کہ جب تک طالب میں طلب صادق نہ ہوتب تک بیعت نہ فرماتے تھے۔ آپ جب تشریف لے گئے تو حضرت گنگوہی نے فرمایا بھائی تم خود پیرزادہ ہو تمہیں بیعت ہونے کی کیا ضرورت ہے تو آپ نے فوراً حضرت گنگوہی کے سامنے تاریخی جملے عرض کئے۔

’’حضرت مجھ میں کیسی پیرزادگی۔ میں تو آپ کے در کے کتوں کے بھی برابر نہیں ہوں۔ آپ کی مرضی ہے بیعت فرمائیں یا دھتکار دیں۔ میں اس بیعت کا محتاج نہیں بلکہ سراپا احتیاج ہوں۔ میں آپ کا غلام بن چکا ہوں۔ غلام ہی رہوں گا۔‘‘

مزید آگے کچھ کہنے سے قبل ہی حضرت گنگوہی نے خاموش کرادیا اور خوشی سے آپ کو فوراً بیعت فرمالیا۔ حضرت گنگوہی سے بیعت ہونے کے بعد ذکر الٰہی کو آپ نے ایسا مشغلہ بنایا کہ چلتے پھرتے غرض ہر وقت یاد الٰہی میں مشغول رہتے تھے۔ جب حج کے سفر پر تشریف لے جانے لگے تو حضرت گنگوہی نے حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کے نام ایک عریضہ تحریر فرمایا کہ مولوی خلیل احمد حاضر ہو رہے ہیں۔ آپ ان کی حالت سے مسرور ہوں گے۔ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کے جب حاضر ہوئے تو حضرت نے آپ کی کیفیت سے مسرور ہوکر اپنے سر سے دستار اتار کر آپ کے سر پر رکھ دی۔ آپ کو خلافت سے سرفراز فرمایا اور حضرت گنگوہی کے نام جوابی خط ارشاد فرمایا۔ جب واپس آپ حضرت گنگوہی کے ہاں حاضر ہوئے اور دستار اتار کر حضرت کو دے دی کہ یہ سب کچھ آپ ہی کے صدقہ ملا ہے۔ حضرت گنگوہی نے دستار آپ کو واپس کر دی۔

آخر عمر میں آپ نے مدینہ طیبہ میں سکونت اختیار فرمائی تھی اور وہیں آپ کا انتقال پر ملال ہوا۔ ایک مرتبہ آپ طواف کے لئے حرم میں داخل ہوئے تو حضرت مولانا محبّ الدین خلیفہ حضرت حاجی صاحب حرم میں تشریف فرما تھے۔ فوراً فرمانے لگے دیکھو دیکھو حرم میں کون داخل ہوا ہے؟ جب تھوڑی دیر کے بعد آپ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضرت مولانا محبّ الدین فرمانے لگے آپ کے حرم میں آنے کی وجہ سے سارا حرم منور ہو گیا تھا۔ ذٰلک فضل اللّٰہ یوتیہ من یشاء!

مولانا خلیل احمد سہارنپوری نے ابوداؤد کی شرح ’’بذل المجهود‘‘ تحریر فرمائی۔ حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی آپ کے معاون تھے۔ ایک دن ایک حدیث شریف کی شرح لکھی۔ رات کو سوئے تو خواب میں آپ ﷺ کی زیارت ہوئی۔ فرمایا کہ اس حدیث کی جو آپ نے تعبیر کی یہ صحیح نہیں۔ صحیح تعبیر یہ ہے۔ خواب سے بیدار ہوتے ہی مولانا زکریا کے مکان کی جانب چلے۔ راستہ میں رات کو لیمپ لئے۔ مولانا محمد زکریا مل گئے۔ مولانا زکریا نے بھی یہی بتایا کہ میں نے یہ خواب دیکھا جس میں آپ ﷺ نے یہ فرمایا۔ دونوں حضرات رات کو ہی آئے۔ مسودہ میں تصحیح کی، پھر آرام کیا۔

مولانا خلیل احمد سہارنپوری نے مولانا محمد حسین بٹالوی کے سوال کے جواب میں فتویٰ دیا کہ: ’’عقائد مندرجہ سوال مخالف کتاب اللہ معارض سنت رسول اللہ ﷺ مناقض اجماع امت ہیں اور تاویلات مذکورہ ازقبیل تحریفات وتکذیبات ہیں۔ اگر تاویلوں کا دروازہ اسی طرح کھولا جائے تو تمام دین درہم وبرہم ہو جائے۔ مرزا قادیانی کی محدثیت وملہمیت محض تزئین نفس اور تسویل شیطان ہے۔ ان عقائد کا مخترع ضال ومضل بلکہ دجاجلہ میں سے راس رئیس ہے۔ حق تعالیٰ اپنے دین کی ایسے لوگوں سے حفاظت فرمائے اور ان کو رجوع الی الحق کی توفیق بخشے۔‘‘

(۶۰۱) خلیل احمد قادری، مولانا

(وفات:۲۶/مارچ ۱۹۹۸ء)

مولانا خلیل احمد قادری، حضرت مولانا سید ابوالحسنات قادری کے صاحبزادہ تھے۔ نامور عالم دین، جامع مسجد وزیر خان لاہور کے خطیب اور حکیم تھے۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں فوجی مارشل لاء عدالت نے چار آدمیوں کو سزائے موت سنائی تھی۔ مولانا عبدالستار خان نیازی، مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی، جناب نذیر احمد فیصل آباد اور چوتھے حضرت مولانا خلیل احمد قادری تھے۔ آپ طبابت بھی کرتے تھے۔

۞...... حضرت مولانا خلیل احمد قادری فرماتے ہیں کہ: ''تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں مجھے گرفتار کر کے جیل بھجوا دیا گیا اور مجھ پر مصائب کے پہاڑ توڑے گئے۔ میرے کمرے میں زہریلے سانپ چھوڑے گئے۔ کئی کئی دن کھانا نہ دیا جاتا۔ نماز پڑھنے کی اجازت نہ تھی۔ پیٹ اور سینے میں شدید درد ہونے کی وجہ سے کراہتا۔ مگر جیل والوں پر کوئی اثر نہ ہوتا۔ ایک دفعہ میں نے درود شریف پڑھنا شروع کیا، جس کی وجہ سے کافی افاقہ ہوا۔ اس عالم میں آنکھ لگ گئی، خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک بہت بڑا کمرہ ہے جس میں سبز رنگ کی روشنی ہے، اس کمرے کی سیڑھیوں پر والد محترم حضرت علامہ ابوالحسنات، جو اس وقت سکھر جیل میں تھے، کھڑے ہیں۔ مجھے دیکھ کر انہوں نے سینے سے لگا لیا اور میں نے ان سے پوچھا: آپ کا کیا حال ہے؟ انہوں نے جواباً فرمایا کہ: مجھے بھی انہوں نے رات بھر کھڑا رکھا ہے۔ اس گفتگو کے بعد میں ان سیڑھیوں سے نیچے کمرے میں اترا تو میں نے دیکھا کہ شمالی جانب ایک دروازہ ہے جو کہ کھلا ہوا ہے۔ میں اس کمرے میں دوزانو ہو کر بیٹھ گیا۔ اتنے میں ایک بزرگ سپید نورانی چہرہ، کشادہ پیشانی، درمیانہ قد، سفید داڑھی، کھلی آستینوں کا سبز کرتا زیب تن کئے میری طرف تشریف لائے اور پیچھے سے آواز آئی: ''سرکار شیخ عبدالقادر جیلانی تشریف لا رہے ہیں۔'' میں نے دست بستہ حضرت سے عرض کی: ''حضور! ان کتوں نے بہت تنگ کر رکھا ہے۔'' آپ نے میری داہنی طرف پشت پر تھپکی دی اور فرمایا: ''شاباش بیٹا! گھبراؤ نہیں، سب ٹھیک ہو جائے گا۔'' میں نے دوبارہ عرض کی: ''حضور! انہوں نے بہت پریشان کر رکھا ہے'' رخ انور پر مسلسل شگفتگی تھی۔ فرمایا: ''کچھ نہیں! سب ٹھیک ہے۔'' اور یہ کہہ کر آپ واپس تشریف لے گئے اور اس واقعے کے بعد میرا حوصلہ بہت زیادہ بلند ہو گیا۔''

۞...... مولانا خلیل احمد قادری فرماتے ہیں کہ: ''۱۹۵۳ء میں تحریک ختم نبوت میں جیل میں مجھ پر بے شمار سختیاں کی گئیں۔ ایک دفعہ مغرب کے بعد میں اپنی بیرک میں بیٹھا ہوا تھا کہ معاً دل میں یہ خیال آیا کہ یہاں خشک روٹی اور چنے کی دال کے سوا کچھ نہیں مل رہا۔ اگر اپنے گھر میں ہوتے تو حسب منشا کھانا کھاتے۔ لیکن دوسرے ہی لمحے ضمیر نے ملامت کی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی قربانیوں کا نقشہ آنکھوں کے سامنے آ گیا۔ میں نے سربسجود ہو کر توبہ کی اور اس وسوسے کا ازالہ چاہا۔ لیکن خدا کی قدرت دیکھئے کہ چند لمحے بعد اندھیرے میں ایک ہاتھ آگے بڑھا اور آواز آئی: ''شاہ جی! یہ لو' اور پھر ایک لفافہ مجھے دے دیا گیا۔ جس میں کچھ پھل اور مٹھائی تھی۔ میں حیران رہ گیا کہ اتنے سخت پہروں کے باوجود یہ سب کچھ مجھ تک کیسے پہنچ گیا۔ لیکن میرے دل کو یہ یقین ہو گیا کہ یہ غیبی دعوت ہے۔ وہ پھل اور مٹھائی تین روز تک میں استعمال کرتا رہا۔

۞...... جناب مولانا خلیل احمد قادری بیان کرتے ہیں کہ: ''۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں جب میں جیل میں تھا تو مجھے پھانسی کی سزا سنائی گئی اور بعد میں مجھے غیر مشروط طور پر رہا کر دیا گیا۔ لیکن میرے بارے میں مشہور ہو گیا کہ مجھے پھانسی دے دی گئی ہے اور کراچی

جیل میں میرے والد محترم حضرت علامہ ابوالحسنات شاہ قادری جو اس وقت تحریک کی کمان فرما رہے تھے، کو یہ خبر دی اور سیّد عطاء اللہ شاہ بخاری اور سیّد مظفر علی شمسی کا بیان ہے کہ چند روز تک ہم نے یہ خبر علامہ ابوالحسنات سے چھپائے رکھی اور پھر آخرکار ایک روز ہم نے انہیں بتادی کہ آپ کے صاحبزادے کو موت کی نیند سلا دیا گیا ہے۔ علامہ ابوالحسنات یہ سنتے ہی سجدے میں گر گئے اور انہوں نے فرمایا: میرے آقا! گنبد خضریٰ کے مکین ﷺ کو میرے اکلوتے بیٹے خلیل کی قربانی قبول ہے تو میں بارگاہ ربی میں سجدۂ شکر ادا کرتا ہوں۔ ناموس رسالت پر ایک خلیل تو کیا میرے ہزاروں فرزند بھی ہوں تو اسوۂ شبیری پر عمل کرتے ہوئے سب کو قربان کردوں۔''

۞...... مولانا خلیل احمد قادری صاحب بیان کرتے ہیں کہ: ''ایک روز میں نے سکھر جیل کے پتے پر والد محترم حضرت ابوالحسنات شاہ قادری کو اپنی خیریت کا خط لکھا جس کا جواب مجھے پندرہ روز کے بعد موصول ہوگیا۔ والد صاحب نے اپنے خط میں لکھا تھا: مجھے یہ جان کر بے حد افسوس ہوا کہ تم رتبہ شہادت حاصل نہیں کر سکے۔ لیکن بہر حال یہ جان کر دل کو اطمینان ہوا کہ تم ناموس مصطفیٰ ﷺ کی خاطر لڑ رہے ہو۔ خط کے آخر میں لکھا تھا: کاش! اللہ تعالیٰ میرے بیٹے کی قربانی قبول کر لیتا۔''

۞...... مولانا خلیل احمد قادری صاحب فرماتے ہیں کہ: ''تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں میرے ہاتھوں کو ہتھکڑی لگی ہوئی تھی۔ جب مجھے حوالات میں بند کرنے کے لئے پولیس کی بارک کے سامنے سے گزارا گیا تو میں نے دیکھا کہ وہ سب مجھے حیرت سے دیکھ رہے تھے۔ میں نے اپنے دونوں ہاتھ اوپر اٹھائے اور پھر ہتھکڑی کو چوم کر آنکھوں سے لگالیا۔ میرے ساتھ چلنے والے سپاہیوں نے اس کی وجہ پوچھی تو میں نے انہیں کہا: خدا کا شکر ہے کہ میں نے یہ ہتھکڑیاں کسی اخلاقی جرم کی پاداش میں نہیں پہنیں اور مجھے فخر ہے کہ میں نے اللہ کے پیارے حبیب، شافع محشر ﷺ کی ناموس اور عظمت کے تحفظ کی خاطر یہ زیور پہنا ہے۔ یہ سن کر وہ سپاہی خاصے متاثر ہوئے اور انہوں نے کہا: ''دل تو ہمارے آپ کے ساتھ ہیں لیکن ہم کرکچھ نہیں سکتے۔ ملازمت کا معاملہ ہے۔'' میں نے ان سے کہا: یزیدی فوج بھی یہی کہتی تھی۔ اگر تم مجھے حق پر سمجھتے ہو تو اسوۂ حرؓ پر عمل کرو۔ یہ سن کر وہ شرمندہ ہوگئے۔''

۞...... مولانا خلیل احمد قادری صاحب روایت کرتے ہیں کہ: ''میں تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء کے سلسلے میں حضرت مولانا مفتی محمد حسن (نیلا گنبد) کے پاس گیا اور ان سے تحریک میں باقاعدہ شمولیت کے لئے درخواست کی تو انہوں نے میرے ہاتھوں کو پکڑ کر چوما اور پھر کہنے لگے کہ: میں ٹانگوں سے معذور ہوں۔ مگر آپ مجھے جب چاہیں گرفتار کروادیں۔ اگر آپ ابھی چاہیں تو میں اسی وقت آپ کے ساتھ چلنے کو تیار ہوں۔''

آپ جامعہ حسنات العلوم داتا روڈ لاہور میں مدفون ہیں۔

(۶۰۲) خلیل احمد لدھیانوی، جناب الحاج

(پیدائش: ۱۹۱۹ء، لدھیانہ ...... وفات: ۲۶؍جون ۲۰۰۰ء، فیصل آباد)

فیصل آباد ڈگلس پورہ میں ''ادارہ پیغام حج'' کے بانی اور مدیر الحاج خلیل احمد لدھیانوی نے دینی تعلیم سرے سے حاصل نہیں کی اور سکول کی بھی شاید دوسری، تیسری جماعت سے آگے نہ جاسکے۔ لیکن اتنے ذہین اور عاقل شخص تھے کہ حکومتی افراد ہوں یا افسران، علماء کرام ہوں یا پروفیسر حضرات، خواص ہوں یا عوام جس مجلس میں ہوتے گفتگو کے اعتبار سے سب کی نظروں کا مرکز ہوتے۔ حاجی خلیل احمد لدھیانوی کا مجلس احرار اسلام، جمعیۃ علماء اسلام، تنظیم اہل سنت اور مجلس تحفظ ختم نبوت سے مثالی تعلق تھا۔ مولانا محمد علی جالندھری،

مولانا تاج محمود سے محبت بھرے تعلقات تھے۔ مولانا محمد ضیاء القاسمی سے یارانہ تھا۔

حاجی صاحب پان کے رسیا تھے۔ خوب دلچسپ آدمی تھے۔ داڑھی کے بالوں کو خضاب کرتے تو ایک حصہ کو خضاب کرتے پھر کچھ بال سفید چھوڑ دیتے۔ پھر اور بال خضاب کرتے۔ پھر اگلے حصہ کے بال سفید چھوڑ دیتے۔ گویا داڑھی کے بالوں سے خضاب کے ذریعہ جمعیۃ علماء السلام کا جھنڈا بنا دیتے۔ اتنے ذہین آدمی تھے کہ بزرگوں کے ملفوظات، شعراء کا کلام لطائف وکثائف خوب یاد تھے۔ مجلس کے ذوق کے مطابق ان سے کام چلاتے تھے۔ پچاس سے بھی زیادہ عمرے اور حج کئے ہوں گے۔ ادارہ پیغام حج کے ذریعہ انہوں نے خوب خلق خدا کی خدمت کی۔ تحریک ختم نبوت اور تحریک نظام مصطفیٰ میں گرفتار بھی ہوئے۔ قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا۔ چناب نگر میں مسلم کالونی بنی۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے وہاں ختم نبوت کانفرنس کی بنیاد رکھی تو انہوں نے ایک قافلہ کی قیادت کرتے ہوئے فیصل آباد سے چناب نگر تک پیدل سفر کیا۔ حضرت حاجی صاحب کا بیعت کا تعلق مولانا خواجہ خان محمد صاحب سے تھا۔ حاجی صاحب بے باک تبصرہ کرنے میں بڑے حضرات کو رگید دیتے تھے۔ حضرت امیر شریعت، حضرت لاہوری، حضرت جالندھری، حضرت خواجہ خان محمد کے متعلق کبھی ہلکا لفظ بھی عمر بھر ان کی زبان پر نہ آیا۔

(۶۰۳) خلیل الرحمٰن (ایبٹ آباد)، شیخ الحدیث مولانا

(پیدائش: ۱۹۱۴ء ...... وفات: ۱۳؍جنوری ۱۹۸۴ء)

آپ ۱۹۱۴ء میں جناب قاضی فیض عالم صاحب کے گھر بیرن گلی ایبٹ آباد ہزارہ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم گھر پر ہی حاصل کی۔ پھر مدرسہ رحمانیہ ہری پور میں مولانا عبداللہ صاحب آف پوٹھوہار سے صرف نحو اور فقہ کی کتابیں پڑھیں۔ مارچ ۱۹۲۸ء میں اعلیٰ تعلیم کے لئے دیوبند تشریف لے گئے۔ وہاں پورے سات سال رہ کر علوم وفنون کی کتابیں پڑھیں۔ ۱۳۵۳ھ/۱۹۳۴ء میں حضرت مولانا حسین احمد مدنی سے دورۂ حدیث شریف کی تکمیل کی۔ فراغت کے بعد مدرسہ امدادیہ مراد آباد میں دوسال تک تدریس کی۔ پھر وطن واپسی پر مدرسہ رحمانیہ ہری پور میں ۱۵سال تک صدر مدرس کے عہدہ پر اعلیٰ تدریسی خدمات سرانجام دیں۔ مدرسہ رحمانیہ کے بعد مدرسہ احمد المدارس سکندر پور میں تقریباً ۳۰سال بطور شیخ الحدیث اپنا علمی فیضان عام کیا۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر مرکزیہ حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر، خطیب اسلام حضرت مولانا محمد اجمل خان، مولانا محمد ایوب الہاشمی، مولانا شمس الاسلام جیسے سینکڑوں علماء کرام آپ کے شاگرد ہیں۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ایبٹ آباد کے امیر، حضرت مولانا شفیق الرحمٰن صاحب ان کے چھوٹے بھائی ہیں۔ شیخ الحدیث مولانا خلیل الرحمٰن کی دعوت پر ان کے سالانہ جلسہ میں امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری، حضرت مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادی، حضرت مولانا محمد علی جالندھری اور حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی تشریف لایا کرتے تھے۔ سکندر پور ہی میں تدفین ہوئی۔ (اورنگزیب اعوان)

(۶۰۴) خلیل الرحمٰن خان، مسٹر جسٹس

قادیانیوں نے صدسالہ جشن منانا چاہا۔ گورنمنٹ نے اس پر پابندی عائد کی۔ قادیانیوں نے اسے ہائی کورٹ لاہور میں چیلنج

کر دیا۔ جناب جسٹس خلیل الرحمٰن خان نے ایک وقیع فیصلہ کے ذریعہ قادیانی رٹ کو مسترد کر دیا اور حکومتی پابندی کو برقرار رکھا۔ یہ فیصلہ ۱۷ستمبر۱۹۹۱ء کو ہائی کورٹ لاہور سے صادر ہوا۔ (پی.ایل.ڈی ۱۹۹۲ء لاہور)

(۶۰۵) خلیل الرحمٰن قادری، مولانا

۱...... ''ختم نبوت پر مستند دلیل''

۲...... ''مرزائی لاریب غیر مسلم ہیں''

۳...... ''مرزا غلام احمد قادیانی کا فلسفہ طاعون اور اس کی سرگزشت''

۴...... ''نص قرآنی سے ختم نبوت کا مدلل ثبوت''

مولانا خلیل الرحمٰن قادری کے یہ چار رسالے ہیں۔ پہلے رسالہ کا سن تالیف معلوم نہ ہو سکا۔ دوسرے کا سن و تاریخ تالیف، ۸؍جون ۱۹۸۶ء، تیسرے اور چوتھے کا ۲۱؍نومبر ۱۹۸۸ء ہے اور یہ احتساب قادیانیت جلد ۵۶ میں شامل اشاعت ہیں۔

(۶۰۶) خلیل الرحمٰن، مولانا ...... مولانا دوست محمد خان

مولانا احمد علی سہارنپوری سے شکست فاش کے داغ کو دھونے کے لئے قادیانی احسن امروہی نے تحریری مکالمہ کے لئے ڈول ڈالا۔ مولانا خلیل الرحمٰن نے اس کے چیلنج کو قبول کر کے تحریری مکالمہ کا آغاز کر دیا۔ غرض کادیانی احسن امروہی اور مولانا خلیل الرحمٰن کے درمیان جو تحریری مکالمہ ہوا وہ بتمام و بکمال مولانا دوست محمد خان نے مرتب کر کے ''رقیمة الاخلاص'' کے نام پر ۲۴؍اگست ۱۸۹۵ء کو شائع فرما دیا۔ احتساب قادیانیت کی جلد ۴۲ میں شامل اشاعت ہے۔

احسن امروہی کادیانی جب ان تمام کارروائیوں میں رسواء ہوا تو اس نے ایک رسالہ ''سواء السبیل'' شائع کیا۔ جس کا حضرت مولانا خلیل الرحمٰن نے ''نصرة الحق فی ردقول الزاهق'' تحریر فرمایا۔ اس کے آخر میں منشی سعد اللہ لدھیانوی کی بعض نظموں کو بھی شامل کیا گیا۔ یہ رسالہ بھی اگست ۱۸۹۵ء کا مرتب کردہ ہے جسے احتساب قادیانی جلد ۴۲ میں شامل کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔

(۶۰۷) خورشید احمد (برمنگھم)، حضرت مولانا

(وفات: اکتوبر ۲۰۲۰ء)

حضرت مولانا محمد خورشید احمد چھچھ کے رہنے والے تھے۔ چھچھ اور راولپنڈی میں دینی تعلیم حاصل کی۔ برمنگھم میں علاقہ چھچھ کے بہت سارے حضرات اقامت پذیر ہیں۔ آپ بھی تعلیم و تعلم کے حوالہ سے حمزہ مسجد برمنگھم کے مدرس کے طور پر یہاں تشریف لائے۔ جمعیۃ علماء برطانیہ اور مجلس تحفظ ختم نبوت کے لئے برطانیہ میں گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ ایک مکان خرید کر اسے مسجد زکریا کے نام پر رجسٹرڈ کرایا۔ اس میں نماز پنجگانہ، جمعہ، عیدین، مسلمان بچوں کی تعلیم کا انتظام و انصرام کیا۔ آپ اپنے نوجوان شاگردوں سے ایسی محبت کا برتاؤ کرتے کہ ان کو دوست بنا لیتے۔ پھر ان نوجوانوں کو لے کر تبلیغی جماعت کے پروگراموں سے مانوس کرتے۔ ان

کے سہ روزہ، دس روزہ، چلّے لگواتے۔ غرض جو نوجوان پڑھنے آتا اسے زندگی بھر کے لئے دین کے ساتھ وابستہ کر دیتے۔ یوں بیسیوں نوجوانوں کو یورپ کے ماحول میں اسلامی معاشرہ کا قابل رشک نمونہ بنا دیا جو آج مرحوم کے لئے صدقہ جاریہ ہے۔ آپ کی مسجد ختم نبوت کانفرنس کے بیرونی مہمانوں کے لئے گیسٹ ہاؤس تھی۔ اکثر و بیشتر مہمان وہاں کئی عرصہ تک قیام کرتے اور آپ ان کی جملہ مہمان نوازی کو اپنے ذمہ لے کر ایسے نبھاتے کہ ممنون احسان کر دیتے۔ آپ کو حق تعالیٰ نے تین صاحبزادے حافظ محمد قاسم، محمد زکریا، حافظ محمد خبیب دیئے۔ اوّل و آخر کو خود حفظ کرایا۔ گردان کرائی۔ تینوں کو تبلیغ کے ساتھ جوڑا۔ اب تینوں اپنے اپنے کام پر ہیں۔ لیکن دین سے ان کی وابستگی اور اعمال کی پختگی قابل رشک ہے۔ مولانا نظریاتی عالم ربانی تھے۔ ان کا اوڑھنا بچھونا صرف اور صرف ترویج دین اور اشاعت اسلام تھا۔ حق تعالیٰ نے ان کو ایسے طور پر قبول فرمایا کہ وہ سراپا مبلغ اسلام و داعی ختم نبوت ہو گئے۔ بہت ہی دوستوں کے دوست تھے۔ فقیر راقم سے تو ان کے رسم بردرانہ تھے۔ آج ان کی یادوں کا میرے دل میں درد سواہ ہے۔

(۶۰۸) خورشید احمد شاہ ہمدانی (عبدالحکیم)، مولانا پیر

(وفات: ۱۲؍جون ۱۹۷۳ء، عبدالحکیم)

مولانا پیر خورشید احمد شاہ گیلانی حضرت شیخ الہند کے شاگرد اور مرید تھے۔ شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی کے خلیفہ مجاز تھے۔ بہت ہی وجیہہ انسان تھے۔ علم و فضل و حکمت دانش، شریعت و طریقت کے شناور تھے۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔ عمر بھر عقیدہ ختم نبوت کے حدی خواں رہے اور اس محاذ پر کام کرنے والوں کی بھرپور سرپرستی فرمائی اور دعاؤں سے سرفراز فرمایا کرتے تھے۔

(۶۰۹) خورشید احمد گیلانی، جناب صاحبزادہ

(پیدائش: ۱۹۵۶ء ...... وصال: ۶؍جون ۲۰۰۱ء)

آپ نوائے وقت کے کالم نگار رہے اور موقعہ بموقعہ عقیدۂ ختم نبوت کے لئے صدائے حق بلند کرتے رہتے تھے۔ صحافتی دنیا میں بلند مقام رکھتے تھے۔

(۶۱۰) خورشید احمد، جناب پروفیسر

(پیدائش: ۲۳؍مارچ ۱۹۳۲ء)

آپ کراچی کے ماہر معاشیات تھے۔ اعزازی ڈاکٹریٹ کی ڈگری بھی رکھتے تھے۔ جماعت کراچی کے امیر مرکزی نائب امیر رہے۔ سینٹ کے رکن بھی رہے۔ قادیانیوں کو ملک و ملت کا غدار سمجھتے تھے۔ ایک بیان ملاحظہ ہو: ’’قادیانیت کے متعلق میرا ہمیشہ سے خیال ہے کہ اسے شعوری طور پر وہی قبول کرسکتا ہے جو یا تو اچھا خاصا غبی ہو یا پھر اسے کوئی مفاد اس طرف لے جائے۔‘‘

(ماہنامہ اردو ڈائجسٹ دسمبر ۱۹۹۲ء)

(۶۱۱) خورشید عالم ایڈووکیٹ (حافظ آباد)، جناب چوہدری

(وفات: جولائی ۱۹۸۱ء)

جناب خورشید عالم ایڈووکیٹ حافظ آباد کے نامور قانون دان تھے۔ عقیدۂ ختم نبوت سے والہانہ عقیدت تھی۔ حضرت لاہوری سے بیعت کا تعلق تھا۔

(۶۱۲) خورشید عباس گردیزی، جناب سید

(وصال: ۱۹؍ستمبر ۲۰۱۷ء)

جمعیت علماء اسلام ملتان کے رہنما اور بزرگ بااثر شخصیت جناب سید خورشید عباس گردیزی ۱۹؍ستمبر ۲۰۱۷ء کو ملتان میں وصال فرماگئے۔ اگلے روز نماز جنازہ ہوا۔ مفکر اسلام مولانا مفتی محمود کے صاحبزادہ مولانا عطاء الرحمٰن نے جنازہ پڑھایا۔ جناب سید خورشید عباس گردیزی کا کبیروالا کے علاقہ کے نامور بلند پایہ زمینداروں میں شمار ہوتا تھا۔ آپ کے قبیلہ وخاندان کی اکثریت شیعہ فرقہ سے تعلق رکھتی ہے۔ حافظ الحدیث حضرت مولانا عبداللہ درخواستی سے تعلق اور مریدی نے ایسا رنگ میں رنگا کہ آپ ایک ثقہ، پختہ اور نظریاتی سنی منصب پر نہ صرف براجمان ہوئے بلکہ جمعیت علماء اسلام کے رہنماؤں میں آپ کا شمار ہونے لگا۔ حضرت درخواستی اور حضرت مفکر اسلام مولانا مفتی محمود کے عہد میں آپ جمعیت کے ضلعی وصوبائی عہدوں پر فائز ہوئے۔ ضلعی امن کمیٹی کے رکن رکین شمار ہوتے تھے۔

حضرت مفتی صاحب کے وصال کے بعد جمعیت علماء اسلام کے جس دھڑا میں حضرت درخواستی رہے، اسی دھڑا میں گردیزی صاحب رہے۔ اپنے شیخ سے ایسے مخلص رہے کہ ہر معاملہ میں ان کی رائے پر عمل پیرا رہے۔ حضرت درخواستی کی سربراہی میں جب دوبارہ جمعیت علماء اسلام یکجا ہوئی تو آپ حضرت مولانا فضل الرحمٰن کے ساتھ کھڑے ہوئے اور ایسے کھڑے ہوئے کہ مثال قائم کردی۔ موصوف خوب مجلسی آدمی تھے۔ بات گرکی کرتے تھے۔ حالات کا تجزیہ کرنے میں ان کا کوئی ثانی نہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ضلعی وڈویژنل انتظامیہ میں آپ کا بے پناہ احترام تھا۔ امن کمیٹیوں کے اجلاسوں میں شریک ہر فرد آپ کی رائے کو احترام کی نظر سے دیکھتا تھا۔ آپ جمعیت کے ضلعی، ڈویژنل صوبائی عہدوں پر رہے اور ہر جگہ نمایاں رہے۔ اتنی ہر دلعزیز شخصیت تھے کہ ہر جماعت سے محبت کا آپ برتاؤ کرتے تھے۔ اس وقت ملتان کی بڑی شخصیتوں میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔ آپ کیا گئے کہ تاریخ کا ایک سنہری باب مکمل ہوگیا۔ حق تعالیٰ اپنی شایان شان ان سے رحمتوں کا معاملہ فرمائیں۔ آمین!

(۶۱۳) خورشید علی خان، جناب راؤ

یہ ۱۹۷۰ء کے الیکشن میں پاکستان قومی اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے۔ ۲؍ستمبر ۱۹۷۴ء کو قادیانی مسئلہ پر قومی اسمبلی میں خطاب کرتے ہوئے آپ نے فرمایا:

جناب راؤ خورشید علی خان کا قومی اسمبلی میں قادیانی مسئلہ پر خطاب

راؤ خورشید علی خان: آپ جو حکم دیں گے وہ مجھے سنائی نہیں دے گا۔ بہرحال حکم حاکم مرگ مفاجات۔ بہرحال میں عرض

کر رہا تھا اس مسئلہ پر جو قادیانی حضرات نے اور لاہوری پارٹی نے اور اس کے علاوہ ہمارے محترم علماء حضرات کی طرف سے مولانا ہزاروی کی طرف سے مولوی مفتی محمود کی طرف سے پیش کیا گیا۔ اس کو پورے غور سے سنا ہے۔ جو باتیں ہوئی ہیں ہم نے بڑے غور سے سنی ہیں۔ میں یہ تو نہیں کہتا کہ میں ہر روز بالکل وقت پر آتا رہا ہوں۔ لیکن میرا خیال یہ ہے کہ میں نے مکمل ناغہ کوئی نہیں کیا۔ بعض دن تاخیر سے آتا رہا ہوں۔ لیکن میں نے ہر روز بلا ناغہ ایک ایک بات کو سنا اور پہلے سے جو معلومات ہیں۔ ان کی روشنی میں جو کچھ عرض کروں گا۔ وہ بھی اس میں شامل ہوں گی۔

یہ مسئلہ بہت ہی بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ نہ صرف اس لئے کہ اس کا تعلق ہمارے دین سے ہے۔ ہمارے ملک کی سلامتی سے ہے۔ بلکہ میں اگر یہ کہوں تو بے جا نہ ہوگا کہ اس ملک کی بقاء سے بھی اس کا تعلق ہے۔ اس کی بہت بڑی اہمیت ہے۔ اگر ہم نے اس معاملے میں اپنے فرض کی ادائیگی میں کوتاہی کی۔ تو نہ صرف یہ کہ اللہ میاں ہمیں معاف نہیں کریں گے۔ بلکہ آئندہ آنے والی نسلیں بھی ہمیں معاف نہیں کریں گی۔ ہمیں بڑی سوجھ بوجھ کا ثبوت دینا چاہئے۔ پورے غور وخوض کے ساتھ، کسی ڈر اور لالچ کے بغیر، خدا کو حاضر ناظر جان کر خالصتاً اسلامی نقطہ نظر سے اور ملک کی سلامتی اور بقاء کے نقطہ نظر سے اس پر غور کرنا چاہئے۔ ورنہ مجھے ڈر ہے جناب چیئرمین! کہ آخرت کی بات میں تو شاید کچھ عرصہ لگے۔ گو اس کا بھی کچھ پتہ نہیں کہ اگلے لمحے ہمارے ساتھ خدانخواستہ کوئی حادثہ پیش آجائے۔ ابھی میں پچھلے دنوں اپنے حلقہ نیابت کا مختصر سا دورہ لگا کر آیا ہوں۔ میری ان معروضات میں وہ اطلاع بھی شامل ہے۔ جو میں نے براہ راست اپنے حلقے میں ایک چھوٹا سا دورہ لگا کر حاصل کی ہے۔

جناب والا! اس سلسلے میں میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ان قادیانی حضرات اور لاہوری پارٹی نے ختم نبوت کے سلسلے میں جو رویہ اختیار کیا ہے اور ایک جھوٹی نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ یہ اتنا بڑا جرم ہے کہ اس کو معاف نہیں کیا جاسکتا۔ انہوں نے امت کے اندر اتنی بڑی خلیج اور اتنا بڑا انتشار پیدا کر دیا ہے کہ اگر اس قسم کا انتشار پیدا نہ کیا جاتا تو بہت ممکن ہے کہ امت میں آج جو ایک انتشار نظر آتا ہے۔ اس میں بہت حد تک کمی ہوتی اور ساری دنیا کا مقابلہ ہم احسن طریقے پر کر سکتے تھے اور اس ملک کی جہاں تک بات ہے۔ یہ تو اب بحرانوں کی سرزمین بن کر رہ گیا ہے۔ پہلے ہی بحرانوں سے دوچار تھا۔ اب مزید یہ بحران پیدا کیا گیا ہے اور اس وقت *Immediate cause* (فوری مسئلہ) جو ہے۔ وہ بھی ان فتنہ گروں کا پیدا کیا ہوا ہے۔ غضب خدا کا، ایک اتنی قلیل اقلیت اور اس کو یہ حوصلہ ہوا کہ اس نے ہمارے طلباء کے اوپر حملہ کیا۔ ظاہر بات ہے کہ اتنی قلیل اقلیت کو از خود یہ حوصلہ اور ہمت نہیں ہوسکتی۔ یہ کسی کی شہ پر کیا گیا ہے۔ یہ ملک کے خلاف سازش ہے اور جناب بھٹو نے میرے خیال میں یہ بات صحیح کہی کہ یہ بین الاقوامی سازش کا کوئی حصہ معلوم ہوتی ہے۔ اس لئے اس کی بڑی اہمیت ہے اور ہمیں پورے غور وخوض کے ساتھ اس کا جائزہ لینا چاہئے۔

جناب والا! اس سلسلے میں اس کا تھوڑا سا پس منظر میں بیان کرنا چاہتا ہوں۔ جس سے مجھے پورا یقین آیا اور باتوں کے علاوہ کہ یہ کیوں غلط کار لوگ ہیں اور ان کا نبوت کا دعویٰ کیوں جھوٹا ہے اور ختم نبوت کے انہوں نے جو معنی پہنائے ہیں، یہ کیوں غلط ہے؟

جناب چیئرمین! آپ کو معلوم ہے کہ برصغیر پاک و ہند میں جب مغلوں کی حکومت ختم ہوئی۔ اس میں جب زوال آیا۔ انگریزوں نے قبضہ کیا تو اس وقت یہ جو ایک مرحلہ تھا۔ یہ ایک نازک مرحلہ تھا۔ جو علماء حق ہیں۔ انہوں نے اس بات کا جائزہ لیا کہ مسلمانوں کی حکومت ختم ہوئی ہے۔ ایک کافروں کی حکومت برسر اقتدار آگئی ہے۔ اسلام چونکہ مکمل دین اور ہر چیز کا اس میں انتظام ہے

اوراس میں جذبہ جہاد پر اتنا بڑا زور دیا گیا ہے کہ اگر ہم اس کو مضبوطی سے تھامے رکھیں تو مسلمان غلام نہیں ہوسکتا۔

اس وقت اس تحریک کے جو بانی مبانی تھے۔ سید احمد شہید بریلوی اور دیگر حضرات، جنہوں نے اس تحریک کی رہنمائی کی۔ انہوں نے اس تحریک کو اس قدر منظّم کیا کہ بنگال سے لے کر سرحد تک اور باقی قبائلی علاقے تک اس تحریک کو چلایا اور بنگال کے اور پٹنہ اور بہار کے لوگ جا کر وہاں لڑے ہیں۔ یہاں سکھوں کے ساتھ پشاور میں، اور دوسرے علاقوں میں اور اس طریقے سے انہوں نے اس تحریک کی آبیاری کی ہے۔ تمام تر زور اس بات پر تھا کہ مسلمان محکوم نہیں ہوسکتا۔ مسلمان غلام نہیں ہوسکتا، اور اگر مسلمان غلامی سے دوچار ہو تو اسے جذبہ جہاد کے تحت تن، من، دھن سب کچھ قربان کر دینا چاہئے اور اس کو ایک آزاد منش آدمی کی سی زندگی بسر کرنی چاہئے۔ غلامی اس کے لئے لعنت ہے۔ غلام کی حیثیت میں مسلمان، مسلمان نہیں رہتا اور وہ اسلام کے فرائض کو پورا نہیں کرسکتا۔

یہ اتنا بڑا مسئلہ تھا کہ انگریز کے لئے یہ ایک بڑا معمّہ بن گیا۔ انگریز اپنی حکومت کو مستحکم کرنا چاہتا تھا۔ لیکن دوسری طرف اس قسم کے، میں کہوں گا، نہتے لوگ، جن کے پاس کوئی جائیدادیں نہ تھیں۔ کوئی ذرائع نہ تھے، مخصوص قسم کے۔ بلکہ جو متمول لوگ تھے۔ وہ تاریخ میں آیا ہے کہ ان کے لئے باطل پرست، خود پرست، مفاد پرست قسم کے علماء سے مکے، مدینے تک سے فتوے منگوائے گئے۔ یہاں سے بھی غلط قسم کے علماء سوٗ سے انہوں نے فتوے لے لئے جہاد کے خلاف، اور اس بات کے حق میں کہ اس حکومت کے دوران امن قائم ہوگیا۔ اس کی اطاعت میں کوئی حرج نہیں ہے۔ لیکن اس کے باوجود تحریک چلانے والے لوگ ان فتوؤں سے متاثر نہ ہوئے۔ لیکن کچھ متمول لوگ ان غلط فتاویٰ کے بھرے میں آ گئے اور انہوں نے ایک حد تک انگریزی حکومت کو قبول کرلیا۔ لیکن عام لوگ، بھوکے ننگے قسم کے لوگ جذبہ جہاد سے سرشار تھے۔ انہوں نے اپنا پیٹ کاٹ کر اس تحریک کی آبیاری کی اور اس کو روپیہ فراہم کیا اور اس کو ٹوٹے پھوٹے ہتھیار فراہم کئے اور اس طریقے سے انگریز کا ناطقہ بند کردیا۔

میں مزید تفصیل میں نہیں جانا چاہتا۔ میں صرف یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ یہ مرحلہ وہ تھا کہ جس وقت انگریز کو اس بات کی ضرورت محسوس ہوئی کہ کوئی ایسا شخص ہاتھ لگے کہ جو یہ جہاد والی بات کو منسوخ قرار دے دے۔ کیونکہ اس نے ہمارا ناطقہ بند کردیا ہے اور یہ ہماری حکومت کے اندر استحکام پیدا نہیں ہونے دیتا۔ اس وقت ایسی شخصیت کی ضرورت پڑی کہ جو اس جہاد کو حرام قرار دے دے اور جہاد جب حرام قرار دے دے تو بس، مسلمان پھر عیاشی کے اندر پڑ جائے گا۔ وہ نہ اسلام کے لئے لڑے گا اور نہ ملک وملت کے لئے قربانی دے گا۔ پھر کوئی کافر، بے دین جو بھی چاہے اگر اس پر حکمرانی کرے۔ جائیدادیں دے۔ بس وہ حکمرانی کرتا رہے۔ تو گویا یہ شکل جب پیدا ہوئی تو اس وقت پھر مرزا قادیان پر ان کی نظر پڑی۔

ہنٹر بڑی مشہور شخصیت سول سروس کی ہے۔ سب حضرات کو علم ہے اس نے ایک کتاب لکھی ہے ''انڈین مسلمان۔'' اس کے اندران تمام چیزوں کی تفاصیل آئی ہیں۔ اس نے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے۔ جب یہ کیفیت پیدا ہوئی تو ہنٹر صاحب نے خود اس بات کو تسلیم کیا کہ یہ جو ہم نے علماء سے فیصلے لئے تھے، یہ سب ناکام ہوگئے۔ شاہ ولی اللہ صاحب یا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، جنہوں نے اس جہاد میں حصہ لیا اور اس طرح سے تحریک کو آگے بڑھایا، تو ان کو ہنٹر صاحب نے خود ''نبی'' کے لفظ سے یاد کیا ہے تاکہ آہستہ آہستہ مسلمانوں کے ذہن میں یہ بات ڈال دی جائے کہ بڑا قسم کا عالم جو ہے وہ نبی بھی بن سکتا ہے۔ اس طریقے سے مرزا قادیان نے رفتہ رفتہ جس کی تمام تفاصیل آپ کے سامنے آ چکی ہے۔ اس کو دہرانے کی ضرورت نہیں ہے چھوٹی اسٹیج سے آخر نبوت کا اس نے دعویٰ

کردیا اور سب سے بڑی دو باتیں اس نے کیں۔ ایک جہاد کی منسوخی اور ایک یہ آیت کہ ’’اولی الامر منکم ‘‘اس کی غلط تعبیر کہ اطاعت کرو خدا کی اور رسول ﷺ کی اور ’’اولی الامر منکم ‘‘ کی، جو تم میں سے ہو۔ تو یہ قادیانی لوگ جو تحریف کے استاد ہیں۔ (جیسا کہ مولانا ہزاروی صاحب نے بھی اس کا ثبوت بہم پہنچایا ہے) تو وہ ’’منکم‘‘ کو تو ہڑپ کر گئے اور اس آیت کے غلط معنی کئے کہ بس جو بھی حاکم ہو، چاہے کافر ہو، اس کی اطاعت کرو۔

ان دو چیزوں پر انہوں نے سب سے زیادہ زور دیا ہے۔ اب اس معاملے کے اندر ظاہر بات ہے کہ مسلمان کے پاس ایک ایسی کتاب ہے قرآن کریم کی شکل میں کہ اس میں کوئی تحریف نہیں کر سکتا۔ جو تحریف کرتا ہے وہ پکڑا جاتا ہے۔ مارا جاتا ہے اور قرآن کریم قیامت تک کے لئے محفوظ ہے اور اللہ میاں نے اس کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے۔ اس کی موجودگی میں اور احادیث صحیحہ کی موجودگی میں مسلمانوں کو اس بات کا قائل نہیں کیا جا سکتا کہ جہاد منسوخ ہو سکتا ہے یا وہ ’’اولی الامر منکم ‘‘میں سے ’’منکم ‘‘کو نکال کر ہر کافر اور بے دین حکومت کے وہ غلام رہ سکتے ہیں۔

اس کے بعد جناب والا! اب آخری بات یہ کرنا چاہتا ہوں کہ میں نے جو معروضات پیش کی ہیں۔ ان سے یہ صاف پتہ چلتا ہے کہ سامراج کی خدمت کے لئے سامراج نے یہ پودا خود کاشت کیا تاکہ امت مسلمہ میں تفریق پیدا کی جائے اور امت مسلمہ کے اتحاد اور اتفاق کو ختم کیا جائے۔ اسلام کی یکجہتی کو ضرب کاری لگائی جائے۔

اب آخر میں جیسا کہ آپ نے فرمایا تھا کہ اس مسئلہ کے حل کے لئے کوئی تجویز پیش کرنی چاہئے تو تجویز جناب! یہ ہے کہ جب تک ان قادیانیوں کے دونوں گروہ، ربوہ والے اور لاہور والے، ان کو غیر مسلم اقلیت اگر قرار نہ دیا گیا تو مسئلہ حل نہ ہوگا۔ بلکہ خدانخواستہ، خدانخواستہ اس ملک کے اندر ایسا بحران پیدا ہو سکتا ہے کہ اس کو قابو میں لانا بڑا مشکل ہو جائے گا۔ ہم پہلے ہی بہت سے بحرانوں سے دوچار ہیں اور اب ہمیں کسی نئے بحران کو دعوت نہیں دینی چاہئے ورنہ ہم خود پھر اپنے ساتھ دشمنی کریں گے۔ اس میں مذہبی طور پر تو جیسا کہ میں عرض کر چکا ہوں کہ یہ جو امت کا اتحاد ہے۔ وہ قائم رہے گا۔ تفریق و انتشار ختم ہو جائے گا اور سیاسی طور پر ان کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے سے اب یہ قادیانی مسلمانوں کے نام پر جو کلیدی اسامیوں پر قابض ہیں اور جو قبضہ جمائے ہوئے بیٹھے ہیں۔ ان سے ان کو ہاتھ دھونے پڑیں گے۔ ان سے یہ محروم ہوں گے اور اب یہ جو اکھنڈ بھارت کے خواب دیکھ رہے ہیں اور اس ملک کی سلامتی کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں اور ان کو خدانخواستہ توڑنا چاہتے ہیں۔ تو پھر وہاں قادیان کو لوٹنا چاہتے ہیں تو غیر مسلم اقلیت قرار دینے سے یہ دونوں مقاصد حل ہو سکتے ہیں اور یہی میری تجویز ہے اور میں یہ التجا کرتا ہوں تمام ہاؤس سے جناب چیئرمین! آپ کے ذریعے کہ ان کو ضرور غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔ اسی میں ملک و ملت کا فائدہ ہے۔ پاکستان کا فائدہ ہے۔ تمام امت مسلمہ کا فائدہ ہے اور ہم ایک مزید بحران سے بچ جائیں گے۔ (قومی اسمبلی میں قادیانی مسئلہ پر بحث کی مصدقہ رپورٹ جلد پنجم ص ۲۴۵۳ تا ۲۴۵۷)

(۶۱۴) خورشید علی عباسی، جناب الحاج

(وفات: ۱۱ر دسمبر ۱۹۸۰ء)

کہروڑ پکا کے معروف زمانہ جامعہ باب العلوم کے بانی رہنما، کہروڑ پکا کی ہردلعزیز زمیندار شخصیت تھے۔ بیعت کا تعلق حضرت

شاہ عبدالقادر رائے پوری سے تھا۔ عقیدہ ختم نبوت کے اپنے علاقہ میں منّاد و مبلغ تھے۔ جمعیۃ علماء اسلام کہروڑ پکا کے بانی حضرات میں سے تھے۔ اب آپ کے صاحبزادہ حضرت حاجی غلام محمد عباسی ان کے تمام شروع کردہ دینی امور کو بحسن وخوبی سرانجام دے رہے ہیں۔

(۶۱۵) خیراللہ خان، جناب الحاج خان

(وفات: ۲۹؍جون ۱۹۷۰ء)

تحریک خلافت کے رہنما عقیدۂ ختم نبوت کے منّاد، جمعیۃ علماء اسلام کے رہنما، علماء اسلام کے شیدائی تھے۔

(۶۱۶) خیراللہ قاسمی (اوچ شریف)، مولانا

(وفات: جنوری ۱۹۷۵ء)

اوچ شریف کے مولانا خیراللہ قاسمی دارالعلوم دیوبند کے فاضل اور شیخ الاسلام حضرت مدنی کے شاگرد رشید تھے۔ عمر بھر عقیدۂ ختم نبوت کے لئے جدوجہد میں جمعیۃ علماء اسلام کے پلیٹ فارم سے سرگرم عمل رہے۔

(۶۱۷) خیر بخش مری، جناب

(پیدائش: ۱۹۲۳ء، کوئٹہ ...... وفات: ۲۲؍دسمبر ۲۰۲۰ء)

لاہور چیفس کالج سے فراغت حاصل کی۔ ۱۹۷۰ء کے الیکشن میں قومی اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے۔ پھر سردار عطاء اللہ مینگل کی کابینہ میں وفاقی وزیر بنے۔ بلوچستان کے نامور سیاستدان قادیانی ارتداد کی سنگینیوں سے باخبر ہی نہ تھے بلکہ اس کی زہرناکیوں کا علاج بھی کرتے رہتے تھے۔

(۶۱۸) خیر محمد مکی (مدرس الحرم المکی)، مولانا

(وفات: جمادی الاوّل ۱۳۹۴ھ/ جون ۱۹۷۴ء)

مولانا محمد مکی حجازی مدرس الحرم المکی کے والد گرامی حضرت مولانا خیر محمد مکی یادگار اسلاف تھے۔ نامور عالم دین، محقق اور ماہر مدرس تھے۔ حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری کے شاگرد تھے۔ ٹھل حمزہ ضلع رحیم یار خان کے رہنے والے تھے۔ ہجرت کر کے مکہ مکرمہ چلے گئے تھے۔ وہاں حرم مکہ میں مدرس مقرر ہوئے۔ عمر بھر دین اسلام کی ترویج کے لئے ساعی رہے۔ آپ نے مدینہ طیبہ میں رباط مکی بھی حجاج وزائرین کے لئے وقف کر رکھی تھی۔ حق تعالیٰ نے آپ کے لئے حرم شریف کے جوار میں ابدی راحت کا سامان کر دیا۔ اب آپ کی مسند کو ہمارے مخدوم زادہ مولانا محمد مکی حجازی نے سنبھال رکھا ہے۔ جناب الشیخ حسن محمد المشاط مفتی حرم کے ایک مفصل فتویٰ مسئلہ رفع ونزول عیسیٰ علیہ السلام پر تائیدی دستخط کیئے۔ (فتاویٰ ختم نبوت ج ۳ ص ۴۵۶)

(۶۱۹) خیر محمد نظامانی (بدین)، جناب

(پیدائش: ۱۹۰۸ء، حیدرآباد سندھ ...... وفات: ۱۳؍دسمبر ۱۹۸۵ء، بدین)

ادیب، صحافی اور تحریک پاکستان کے کارکن تھے۔ پہلے مسلم لیگ کے پلیٹ فارم سے پھر جماعت اسلامی سے وابستہ ہوئے۔ کئی رسائل کے ایڈیٹر بھی رہے۔ نظریاتی شخصیت تھے۔ قادیانیت کو کفر کا مہرہ سمجھتے تھے اور عمر بھر اس کے خلاف قلمی جہاد کو جاری رکھا۔

(د)

(۶۲۰) داتہ پر تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء کے اثرات

داتہ جسے اس وقت ربوہ ثانی کہا جاتا تھا اور شنید یہ ہے کہ مرزا ملعون کا بیٹا بشیر الدین ملعون بنفس نفیس یہاں آیا بھی تھا۔ ۱۹۷۴ء کی تحریک کی برکت سے یہ ایسا پاک ہوا کہ اب بلا مبالغہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ داتہ میں کوئی قادیانی نہیں۔ گو کہ چند افراد جن کا تعلق داتہ سے ہے اور وہ قادیانی ہیں۔ مگر وہ نہ تو داتہ میں آسکتے ہیں اور نہ ہی ان کا کوئی قریبی رشتہ داران سے تعلق برقرار رکھ سکتا ہے۔ گویا ان کا اس گاؤں سے کوئی واسطہ، تعلق نہیں۔ یہاں تک کہ وہ ترک مرزائیت کر کے توبہ تائب ہو کر پاک صاف ہو جائیں۔

۱۹۷۴ء سے قبل صورتحال یہ تھی کہ داتہ کے ہر شخص کو چاہئے کہ وہ کوئی بھی ہو پورے ملک میں مشکوک نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ شاید یہی وجہ ہے کہ ۱۹۵۳ء کی تحریک میں یہ علاقہ نظر انداز رہا اور اس زمانے کا یہ عمومی تاثر کہ داتہ مرزائیت کا گڑھ ہے۔ اسے نظر انداز کئے جانے کا سبب تھا۔ مگر حقیقت حال یہ نہ تھی بلکہ یہاں کی اکثریت بشمول سادات گیلانیہ نہ صرف صحیح العقیدہ مسلمان تھے بلکہ ابتدائے مرزائیت (۱۹۰۳ء) سے پرزور انداز میں مرزائیت سے برسرپیکار تھے اور تحفظ ختم نبوت کی جنگ ابتداء ہی سے لڑتے رہے۔ تاہم کچھ بااثر افراد کی وجہ سے اگرچہ وہ اقلیت میں تھے داتہ کو مرزائیت کا مرکز شمار کیا جاتا رہا۔ بنابریں قادیانی جنازہ نامی کتابچہ جو کہ ایک سوال کا جواب ہے۔ سوال کرنے والے نے یہ لکھ دیا کہ مرزائی کا جنازہ داتہ کی اکثریت نے پڑھا۔ جب کہ اصل حقیقت یہ ہے کہ مرزائیت کے بائیکاٹ کی بناء پر ماسوائے چار آدمیوں کے گاؤں کا کوئی شخص شریک جنازہ نہ تھا۔ سارے لوگ بشمول امام کے ہری پور سے مرزائی ساتھ لائے تھے۔ کیونکہ ڈاکٹر سعید جس کا جنازہ تھا وہ باشندہ تو داتہ کا تھا مگر رہائشی ہری پور کا تھا۔ جو چار آدمی شریک جنازہ ہوئے تھے مولانا خلیل الرحمٰن صاحب، خطیب جامع مسجد داتہ نے انہیں مسجد میں بلا کر سرعام مرغا بنایا۔ پھر ان سے توبہ کروائی اور نکاح کی تجدید کر کے چھوارے تقسیم کرائے۔

۱۹۷۴ء میں انہی مسلمانوں کے اخلاص نے تھوڑی سی بیرونی توجہ کے سبب مرزائیت کو چاروں شانے چت کیا اور آج الحمد للہ! داتہ پاک ہے۔ تحریک ۱۹۷۴ء کے داتہ پر پڑنے والے اثرات سے قبل داتہ میں مرزائیت کی تاریخ کا اجمالی تذکرہ اشد ضروری ہے تاکہ اصل صورت واضح ہو سکے اور اس تحریک کے نتیجہ خیز اثر کو جانا جاسکے۔

۱۹۰۳ء میں ہزارہ کے ڈپٹی کمشنر مسٹر ٹامسن نے زعمائے علاقہ مانسہرہ کے جرگہ کے نتیجہ میں یہ تاریخی فیصلہ دیا کہ مسلمان اور مرزائیت الگ الگ ہیں۔ مرزائیوں کو مسلمانوں کی مسجد میں داخلہ کی اجازت نہیں ہوگی۔ وہ اگر اپنی عبادت گاہ اپنے خرچہ پر بنانا چاہیں تو بنالیں۔ مسلمان ان کے درپے نہ ہوں گے۔

یہ فیصلہ دو مختلف درخواستوں کے ضمن میں سنایا گیا۔ یہ دو درخواستیں ایک مسلمان باپ اور دوسرے مرزائی بیٹے کی دی ہوئی تھیں۔ جن کی مختصر روداد یہ ہے کہ مرزا قادیانی کے خلیفہ حکیم نورالدین مردود کے ایک قریبی دوست آزاد کشمیر کے گاؤں گھنڈی کے مولوی سرور شاہ جو کہ مرزا قادیانی کی طرف سے کئی مواقع پر مناظر بھی رہا، کے اثر ورسوخ سے قادیان کے ایک مبلغ یامین جو کہ ہزارہ کے گاؤں سچی کوٹ کا امام تھا کوداتہ میں ایک طالب علم کے روپ میں مسجد میں بھیجا گیا۔ یامین کی کوشش سے ایک نوجوان حیات علی شاہ ولد فتح علی شاہ نمبردار داتہ مرزائیت کا شکار بن گیا۔ پھر اس نے اپنے چچازاد بھائی سرور شاہ (ساکنہ داتہ) کو بھی اپنے ساتھ ملالیا۔ حیات علی شاہ کے والد سید فتح علی شاہ نے جن کا بیٹا ان کی کوشش کے باوجود ترک مرزائیت پر راضی نہ ہوا اور کچھ دوسرے لوگ یعنی ملاں احمد جی (گجر) مولوی عبدالغنی (سواتی) وغیرہ مرزائی بن گئے تو انہوں نے بیٹے سے مکمل قطع تعلق کرلیا بلکہ گھر سے نکال دیا۔ حتیٰ کہ ان کی بہو جو کہ خود بھی عابدہ وزاہدہ تھی اور حویلیاں کے قریب پیرکوٹ نامی گاؤں کے سلسلہ قادریہ کے سادات گیلانیہ میں سے تھیں، انہوں نے بھی تعلق منقطع کردیا۔ یہاں تک سنا ہے کہ گلی سے گزرتے وقت راکھ اکٹھی کر کے حیات علی شاہ کے سر پر ڈلوائی گئی۔ مگر وہ باز نہ آیا اور ایک درخواست ڈپٹی کمشنر کو ارسال کی کہ وہ چونکہ ایک نئے مذہب کا پیروکار ہوگیا اور میرا والد اور دوسرے رشتہ دار درپے ہیں۔ لہٰذا میری حفاظت کے لئے پولیس تعینات کی جائے۔ ادھر فتح علی شاہ صاحب نے دیگر سادات گیلانیہ کے مشورہ سے ایک درخواست اس عنوان کی دے دی کہ ایک نووارد یامین ولد مطلب طالب علم کے روپ میں آکر لوگوں کو گمراہ کررہا ہے۔ اگر اسے کسی نے قتل کردیا تو ہم ذمہ دار نہ ہوں گے۔ لہٰذا اسے یہاں سے بے دخل کیا جائے۔ مسٹر ٹامسن ڈپٹی کمشنر ہزارہ نے علاقے کے خوانین اور مقتدر شخصیات کا جرگہ طلب کیا اور پھر مذکورہ بالا فیصلہ کرتے ہوئے ۱۹۰۳ء میں مرزائیوں کو مسلمانوں سے علیحدہ کرلیا۔ مسجد مسلمانوں کی ہوگئی اور مرزائی علیحدہ ہوگئے۔ اس وقت قادیان کی ایماء پر علاقہ تریڑھی اور کک منگ (موجودہ ضلع ایبٹ آباد) سے سراڑہ خاندان کے چندلوگ جو مرزائی ہوئے تھے وہ بھی داتہ میں آموجود ہوئے۔ سرور شاہ داتوی اور حیات علی شاہ نے بظاہر انہیں پناہ دی جو درپردہ ان کے دست وبازو بنے۔ ان کے بچوں نے قادیان میں تعلیم حاصل کی اور بڑے عہدوں پر براجمان ہوئے۔ جن میں پشاور یونیورسٹی کا سابقہ رجسٹرار احمد حسن اور ڈاکٹر سعید (قادیانی جنازہ والا) قابل ذکر ہیں۔

بظاہر مرزائیت سکڑ گئی مگر فتح علی شاہ صاحب کے فوت ہونے کے بعد دوبارہ سر اٹھایا اور انہوں نے مسجد میں داخلے کے لئے ایک حیلہ اختیار کیا۔ مذکورہ بالا مرزائی مولوی عبدالغنی کا ایک بھتیجا مولوی اسماعیل جس کا دادا ایک زمانے میں مسجد کا امام رہ چکا تھا کو تیار کیا گیا اور اسے امام مقرر کردیا۔ اس نے یہ اعلان کیا کہ میری اقتداء میں مسلمان اور مرزائی دونوں نماز ادا کریں اور مرزئیوں نے اسے تسلیم کرلیا تو جملہ مسلمانان دیہہ جن میں سادات گیلانیہ کے سرکردہ افراد کی اکثریت شامل تھی۔ اسے امام تسلیم کرنے سے انکار کردیا اور یہ کہا کہ مرزا قادیانی کا فتویٰ یہ ہے کہ کسی مسلمان کی اقتداء میں مرزائی کی نماز نہیں ہوتی۔ مگر مرزائی اس کی اقتداء میں اس لئے تیار ہوئے ہیں کہ وہ درپردہ مرزائی ہے۔ لہٰذا یہ امام نہیں ہوسکتا۔ پھر ایک عالم دین مولوی غلام جیلانی صاحب ساکنہ بلہگ (مانسہرہ) کو امام مقرر کر کے زبردستی مسجد پر قبضہ کرلیا اور نمازوں کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ قادیانی اپنے امام کو اگر مسجد میں لاتے تو لاٹھیوں سے خبر لی جاتی۔ اس صورتحال سے تنگ ہوکر حیات علی شاہ نے مولوی اسماعیل سے یہ دعویٰ استقرار یہ سول جج کی عدالت میں دائر کرادیا کہ میں سابقہ امام کا پوتا ہوں اور حیات علی شاہ مسجد کے بانی سیدنا درشاہ گیلانی کا پوتا ہے۔ جس نے مجھے امام مقرر کیا ہے۔ لہٰذا ایک نووارد غلام جیلانی میرے حق امامت میں دخل اندازی کررہا ہے۔ جسے باز رکھا جائے اور میرا حق امامت بحال کیا جائے۔

چھ ماہ تک یہ مقدمہ چلا۔ جواب دعویٰ میں جملہ سادات گیلانیہ، سادات بخاری اور دیگر اقوام نے حصہ لیا۔ مقدمہ نے کئی پہلو بدلے مگر جج جو انگریز کا مقرر کردہ تھا، اس نے فیصلہ مسلمانوں کے خلاف دیا جس کے نتیجہ میں مدعا علیہم نے اپنی ملکیتی جگہ پر نئی مسجد بنالی اور وہاں نماز شروع کردی۔ اسماعیل قدیمی مسجد کا امام ہوگیا۔ نئی مسجد تعمیر کرنے والوں میں چودہ اشخاص خواجہ سراج الدین صاحب موسیٰ زئی شریف والوں کے ۱۳۳۱ھ/۱۹۱۳ء میں مرید بنے۔ جب کہ وہ ایبٹ آباد میں رمضان شریف گزار رہے تھے۔ (تفصیل ص۱۳۴، بحرالجمان اشاعت دوم)

گو کہ اس مسجد میں مرزائیوں کا عمل دخل شروع ہوگیا۔ مگر اس کا عملی قبضہ بھی مسلمانوں ہی کے پاس رہا۔ دوسری مسجد کی تعمیر میں جن لوگوں نے حصہ لیا وہ ترلا جنبا اور قدیم مسجد والے اتلا جنبا کہلانے لگے۔ عملاً ایک خالصتاً مسلمانوں کا گروہ اور دوسرا جو اس وقت کے حالات کے مطابق مرزائیوں کا حمایتی گروہ تھا۔ دو علیحدہ علیحدہ طبقے بن گئے اور برسوں یہ مخالفت قائم رہی۔ اتلا جنبا مسلمانوں کی اکثریت میں ایک قلیل مگر بااثر مرزائیت کا مجموعہ تھا اور ترلا جنبا خالصتاً مسلمانوں کا گروہ تھا، جس میں مرزائیت کی بو تک نہ تھی۔ زمانہ گزرتا رہا۔ اس قدیمی مسجد میں حالات کے اتار چڑھاؤ نے مرزائیوں کو یوں بے دخل کردیا کہ سرور شاہ داتوی اور چند اور لاہوری ہوگئے۔ جب کہ دوسرے مرزائی قادیانی تھے جنہوں نے اپنی عبادت گاہ علیحدہ ملاں احمد جی کے مکان کے اوپر بنالی اور لاہوریوں نے مسجد قدیمی کے باہر ایک چھوٹی سی کوٹھری اپنی عبادت کے لئے مختص کرلی۔ یوں قدیمی مسجد سے بھی مرزائیوں کا اثر و داخلہ ختم ہوگیا۔

سن ساٹھ کی دہائی میں مانسہرہ میں جب سیٹھی یوسف صاحب نے تعلیم القرآن کی تحریک شروع کی اور مدرسہ معبد القرآن الکریم قائم ہوا اور وہاں کے فضلاء کو مختلف دیہاتوں میں متعین کیا گیا تو داتہ کی اس قدیمی مسجد میں بھی ایک شاخ قائم ہوئی۔ ابتداء قاری عبدالمالک صاحب سے ہوئی۔ پھر مختلف قراء آتے رہے اور پھر قاری حافظ امیر صاحب اپنا پورا مدرسہ ڈھانگری سے اٹھا کر اسی مسجد میں لے آئے اور قرآنی تعلیمات کا سلسلہ جاری ہوگیا۔

مرزائیت کی نحوست چونکہ موجود تھی اس لئے حالات کا اتار چڑھاؤ جاری رہا۔ جس پر حافظ امیر صاحب نے ایک متفقہ فتویٰ جاری کروایا کہ مرزائی کافر ہیں۔ ان سے رشتہ ناطہ ناجائز اور تعلقات منقطع کرنا ضروری ہے، جس نے گاؤں میں نئے سرے سے ایک ہلچل مچادی۔ لوگوں میں مرزائیت کی نفرت اور جذبہ ایمانی بیدار ہوگیا۔ گو کہ حافظ صاحب کے مدرسہ کی یہاں سے منتقلی کا ایک سبب یہی امر بنا۔ مگر ایک چنگاری سلگ گئی۔ پھر اس مسجد میں ڈیرہ اسماعیل خان کے ایک عالم اور قاری عطاء محمد صاحب جو کہ سیٹھی صاحب کے سلسلہ تعلیم القرآن کے تحت تھے اور وہ حضرت قاری حسن صاحب کے شاگرد تھے۔ امام اور خطیب ہوئے اور انہوں نے بذریعہ تعلیم، تبلیغ اور وعظ ایک نئی روح بیدار کی۔ ان کے

دو رنگی چھوڑ دے یک رنگ ہو جا

کے نعرے نے جذبہ ایمانی کو جلا بخشی۔ آخر ان کے حالات بھی ناساز ہوئے۔ انہیں بھی جانا پڑا مگر چنگاری شعلہ بن چکی تھی۔

اس دوران قاری حسن شاہ صاحب نے دوسری مسجد جو ختم نبوت کے نام پر بنی تھی، میں مدرسہ ترتیل القرآن کی بنیاد رکھ دی اور اپنے ایک شاگرد قاری ولی محمد صاحب کو مقرر کیا جو قرآنی تعلیمات کے ساتھ تبلیغ کا سلسلہ بھی جاری رکھے رہے۔ پھر انہوں نے اپنے علاقہ دینہ میں قاری حسن شاہ صاحب کے دوسرے شاگرد قاری غلام حسین صاحب جو بالاکوٹ کے تھے، ان کے ساتھ قاری حسن شاہ صاحب کے مشورے سے تبادلہ کی صورت بنائی۔ یوں قاری غلام حسین چھوٹی مسجد میں آگئے۔ قاری ولی محمد صاحب کو پرتپاک الوداعی تقریب میں

رخصت کیا۔ ہار پہنائے اور مین روڈ تک پیدل رستہ طے کر کے ایک کثیر تعداد لوگوں کی الوداع کہنے آئی۔ عجیب منظر تھا۔ یوں چھوٹی مسجد میں مرزائیت کے اثرات سے پاک تعلیم وتعلم اور تبلیغ کا سلسلہ شروع ہوا۔ پھر ہائی سکول داتہ میں ایک عربی معلم حافظ عبدالوہاب صاحب تشریف لائے جو مسجد کے پڑوس میں رہائش پذیر ہوئے۔ انہوں نے مسجد میں درس کا سلسلہ شروع کیا۔ پھر انہی کے مشورہ سے سید محمد افضل شاہ صاحب خانقاہ سراجیہ کندیاں شریف سے منسلک ہوگئے اور یوں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا عمل دخل بھی شروع ہوگیا۔

حافظ صاحب بڑے عجیب بزرگ تھے وہ جب داتہ ہائی سکول میں تعینات ہوئے تو ایک عرصہ تک رستہ میں آتے جاتے اور سکول میں کسی کے سلام کا جواب نہ دیتے۔ جب لوگوں نے استفسار کیا تو فرمایا، داتہ مرزائیوں کا مرکز ہے۔ مجھے کیا معلوم سلام کرنے والا مسلمان ہے یا کافر۔ یہ چونکہ عوام میں مشہور بات تھی اور عام لوگوں کو داتہ کے اندرونی حالات کا علم نہ تھا۔ تاہم جب حافظ صاحب کو بتایا گیا کہ مرزائیوں کی تعداد بہت کم اور سکول میں عبدالسلام نامی ایک مرزائی استاد ہے۔ باقی سب صحیح العقیدہ مسلمان ہیں۔ تب انہوں نے سکول کے اساتذہ میں ایک گروپ بنالیا اور اس مرزائی سے مکمل قطع تعلق کرنے لگے۔ دوسرے اساتذہ کرام اور طلبہ میں ایک مہم شروع کی جس کے اثرات گاؤں پر بھی پڑنے لگے۔ نتیجتاً مرزائیوں نے صوبہ سرحد کی حکومت کو ایک درخواست دی جس میں حافظ صاحب کو نشانہ بنایا گیا کہ یہ سکول میں مرزائیوں کے خلاف نفرت پھیلاتا ہے اور اساتذہ وطلباء کو ان کے خلاف بھڑکا کر امن عامہ کو نقصان پہنچاتا ہے۔ اسی پر بس نہیں بلکہ ایک مرزائی لڑکے کو جو کہ سکول کا طالب علم تھا اکسایا کہ وہ حافظ صاحب پر بدکاری کا الزام لگائے۔ اس درخواست پر حکومت کی طرف سے ڈائریکٹر تعلیمات کو انکوائری کا حکم دیا گیا اور ہدایات اتنی سخت تھیں کہ ڈائریکٹر صاحب بنفس نفیس پشاور سے انکوائری کے لئے آئے۔

جب سکول میں پہنچے تو سیدھے ہیڈ ماسٹر صاحب کے کمرے گئے۔ وہاں سے تمام لوگوں کو نکالا۔ دروازہ بند کیا اور حافظ صاحب کو طلب کیا۔ حافظ صاحب نے بڑے اطمینان سے انہیں اصل صورتحال سے آگاہ کیا اور پھر فرمایا کہ میں اسلامیات کا استاد ہوں۔ یہ نصاب کی کتاب ہے اس میں ختم نبوت کا عنوان ہے۔ میرا کام ہے اس کی وضاحت کروں۔ کیونکہ میں اسی کی تنخواہ لیتا ہوں۔ اس میں اگر مدعی نبوت پر تنقید ہوئی ہے تو یہ سبق کا حصہ ہے۔ اس پر ڈائریکٹر صاحب کہنے لگے جو کہ حافظ صاحب کی وضاحت سے مطمئن ہو چکے تھے کہ آپ کی شخصیت اور چہرے سے تو یہ معلوم نہیں ہوتا مگر الزام تو ہے اور اس کا آپ کو سامنا کرنا ہے۔ خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ حافظ صاحب کو باہر نکال کے اس لڑکے کو بلایا گیا کہ وہ معاملہ کی وضاحت کرے۔ لڑکے نے آتے ہی صاف انکار کر دیا کہ فلاں فلاں مرزائیوں نے مجھے ایسے کرنے کا کہا تھا۔ حقیقت سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ یوں حافظ صاحب تائید غیبی سے بری الذمہ ٹھہرے اور ڈائریکٹر صاحب اطمینان کے ساتھ انکوائری مکمل کر کے تشریف لے گئے۔ اس کے بعد مرزائیوں کے خلاف تحریک نے زور پکڑ لیا۔ حافظ عبدالوہاب صاحب داتہ گاؤں میں رہائش پذیر ہوگئے۔ مسجد ختم نبوت میں باقاعدہ درس قرآن کا سلسلہ شروع کیا اور لوگوں کی تربیت اور مرزائیوں کا تعاقب کرتے رہے۔

خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ قاری عطاء محمد صاحب کے جانے کے بعد ایک عظیم شخصیت قدیمی مسجد میں امام مقرر ہوگئے جو تھے تو پرانی وضع کے مولوی اور مزاجاً رواجات کے پسند کرنے والے مگر تحفظ ختم نبوت کے لئے انہوں نے تاریخی کام کیا۔ ان کی اور حافظ عبدالوہاب صاحب کی مشترکہ محنت نے مرزائیت کو داتہ سے مکمل طور پر ختم کرنے کا سامان کیا۔ یہ حضرت مولانا خلیل الرحمٰن صاحب تھے جو بڑے استاذ جی کے نام سے مشہور تھے۔ انہوں نے داتہ گاؤں میں لوگوں کے اندر کے پیدا شدہ اس جذبے کو جو قبل ازیں قاری عطاء محمد صاحب کی تقاریر اور حافظ امیر صاحب کے متفقہ فتویٰ کے نتیجہ میں اجاگر ہوا تھا اسے خوب پختہ کر کے لوگوں کو عقیدہ ختم نبوت سمجھایا اور

مرزائیوں کے کفر کو لوگوں پر واضح کیا۔ حافظ عبدالوہاب صاحب کی محنت اور کوشش سے تحریک کو مزید تقویت ملتی گئی۔ حتیٰ کہ ملکی سطح پر ۱۹۷۴ء کی تحریک شروع ہوگئی۔ لوگوں میں جذبہ ایمانی اور مرزائیوں سے نفرت جوش کی صورت اختیار کر گئی۔ تاہم مرزائی یہ کہتے ہوئے سنے گئے کہ اس گاؤں میں ہمارا کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔

جب ۱۹۷۴ء کی تحریک زوروں پر تھی، ہزارہ بھر میں جلسے اور جلوس ہوتے۔ لوگ مانسہرہ اور ایبٹ آباد میں شریک ہوتے اور گاؤں میں اس کے چرچے ہوتے۔ بالاکوٹ میں مرزائیوں کے مکانات جلائے گئے۔ مانسہرہ میں سید غلام نبی شاہ صاحب اور مقامی علماء کرام مولانا عبدالحئی صاحب، مولانا عبداللہ خالد صاحب، قاری فضل ربی صاحب نے جلوس نکالے۔ ایبٹ آباد میں جلوس نکلے۔ جوش اور جذبہ قابل دید تھا۔ پرائمری سکول داتہ کے ایک استاذ جو ہاتھ اور پاؤں سے معذور بھی تھے، خالد حسن شاہ نام تھا۔ اپنی کلاس کے بچوں کو تیار کر کے جلوس کی شکل بنالیتے اور گاؤں کی گلیوں میں ختم نبوت زندہ باد کے نعرے لگاتے۔ کچھ لوگ مخالفت بھی کرتے۔ مگر وہ نتائج سے بے خبر ہو کر روزانہ یہ عمل دہراتے۔ ختم نبوت زندہ باد کا نعرہ سارے گاؤں میں گونجتا۔

اب یہ بات مشہور ہوئی کہ ایک مرکزی جلوس ایبٹ آباد سے براستہ مانسہرہ، بالاکوٹ جائے گا اور درمیان میں داتہ گاؤں اور پھگلہ گاؤں کے مرزائیوں کے گھر کے سامنے سے گزرے گا۔ حاجی محمد افضل شاہ صاحب جو کہ خانقاہ سراجیہ کندیاں شریف سے بیعت تھے۔ انہوں نے کہا کہ مسلمانوں کے دروازوں پر ختم نبوت زندہ باد کا نعرہ لکھا جائے۔ پھر کیا تھا، بچوں اور نوجوانوں نے رنگ لیا اور ہر ایک کے دروازے پر ختم نبوت زندہ باد کے لکھنے کا عمل شروع ہوگیا۔ بوڑھی عورتیں گھروں کے دروازوں پر آ کر کہتی دیکھی گئیں کہ میرے دروازے پہ لکھو۔ اس طرح شام ہوتے ہوتے تقریباً ہر ایک مسلمان کے گھر کے دروازے پر ختم نبوت زندہ باد کا نعرہ رقم ہو چکا تھا اور صبح کے جلوس کی آمد کے لئے ہر شخص منتظر اور اس میں شامل ہونے کے لئے تیار تھا۔

ادھر خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ حضور ﷺ کے فرمان مبارک ''نصرت بالرعب'' کا عملی مظاہرہ دیکھنے میں آیا۔ مرزائی جو کہ بڑے بڑے عہدوں پر فائز تھے۔ انہوں نے انتظامیہ کو از خود اطلاع دے دی کہ داتہ میں نقص امن کا خطرہ ہے۔ لہٰذا ہمیں سیکورٹی مہیا کی جائے اور یہ عمل کسی ایسے بالائی دفتر کے ذریعے ہوا کہ مانسہرہ کی ساری انتظامیہ متحرک ہوگئی اور داتہ کے لئے خصوصی حفاظتی ٹیم بشمول ایف.سی اسکواڈ ترتیب دی گئی۔ لوگ رات کو صبح کے جلوس کے انتظار میں سوئے۔ جب صبح اٹھے اور مسجدوں میں نماز کے لئے گئے تو حیران تھے کہ مرزائیوں کے تمام گھروں میں تالے لگے ہوئے ہیں۔ لوگ حیران تھے کہ یہ کہاں چلے گئے۔ ادھر سورج نکلتے ہی لوگوں نے دیکھا کہ داتہ روڈ جو اس وقت کچا تھا اور جب کوئی گاڑی بڑے روڈ سے لنک روڈ پر آتی تو بہت زیادہ گرد اٹھتی تھی جو گاؤں سے نظر آیا کرتی تھی۔ آج اچانک بہت زیادہ دکھائی دی۔ کسی نے کہا کہ جلوس آ گیا ہے۔ اب کیا تھا: سارا گاؤں امڈ آیا۔ کیا بچے کیا بوڑھے، نعرۂ تکبیر، ختم نبوت زندہ باد۔

حضرت سید میاں شاہ صاحب اچانک سامنے آئے اور قیادت شروع کر دی۔ پھر ہر طرف نعرے ہی نعرے اور جلوس کے استقبال کی تیاریاں۔ دیکھتے ہی دیکھتے گاڑیوں کا ایک بڑا قافلہ گاؤں میں داخل ہوا اور گاؤں کے شروع میں ایک بڑے پرانے قبرستان میں گاڑیاں پارک ہونے لگیں۔ علاقہ مجسٹریٹ، تحصیلدار صاحب، تھانے دار صاحب، ڈی.ایس.پی صاحب وغیرہ پوری انتظامیہ آموجود ہوگئی۔ ساتھ بڑی بڑی گاڑیوں سے ایف.سی کی نفری آنا شروع ہوئی۔ جلوس کی جگہ انتظامیہ اور سیکورٹی اداروں کا جلوس آموجود ہوا۔ پوچھا حالات کیسے ہیں؟ بتایا گیا کہ مرزائی بھاگ کر پہاڑوں میں چھپ گئے ہیں۔ گھروں میں تالے ہیں اور امن وامان ہے۔ پولیس اور انتظامیہ

نے گاؤں کا چکر لگایا۔ حاجی معظم شاہ کی ڈیوڑھی میں کیمپ آفس قائم ہوگیا۔ ادھر ہر طرف نعرہ تکبیر، ختم نبوت زندہ باد کی آوازیں۔ مرزائی چونکہ بھاگ چکے تھے اس لئے کسی قسم کے تصادم کی کوئی صورت پیش نہ آئی۔ امن وامان رہا۔ ان کے رہائشی مکان چونکہ مسلمانوں کے مکانات کے ساتھ متصل تھے۔ اس لئے وہ محفوظ رہے۔ میاں شاہ صاحب نے پر جوش تقریر کی۔ ہر دو علماء کرام نے مساجد میں اعلانات کئے اور لوگوں کو پر امن رہنے کی تلقین کی۔ ایف.سی نے پوزیشن سنبھال لیں۔ گشت شروع کر دیا۔ مجسٹریٹ نے وائرلیس پر صورتحال سے حکام بالا کو اطلاع دی اور امن وامان کی صورت سے مطلع کیا۔ یوں یہ تاریخی دن گزرا۔ رات کو کرفیو جیسی صورت کا اعلان کیا گیا۔ ایف.سی کے کمانڈر نے خود اعلان کیا کہ رات ۹ بجے کے بعد کوئی آدمی نظر آیا تو اسے گولی ماردی جائے گی۔ مگر اس ساری صورتحال نے مسلمانوں کے دلوں میں تحفظ ختم نبوت کے جذبے اور مرزائیوں سے نفرت کو اور زیادہ کر دیا۔ میدان خالی تھا اور جذبات بلند سے بلند تر تھے۔ اللہ اللہ ”نصرت بالرعب“ یعنی حضور ﷺ کی ذات اور آپ کی ختم نبوت کا رعب کہ سارا گاؤں مرزائیوں سے خالی، بڑے بڑے دعویدار منظر سے غائب، کیا شان ہے اللہ کے دین کی۔ مرزائی کچھ تو مکمل طور پر نقل مکانی کر گئے۔ کچھ واپس آئے اور کچا پکا مسلمان ہونے کا اعلان بھی کیا اور کچھ پرانی روش پر قائم رہے۔ مگر داتہ گاؤں میں اب ختم نبوت زندہ باد ہی کا راج ہے۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے قاضی اللہ یار صاحب مبلغ ختم نبوت کی آمد ورفت شروع ہوگئی۔ وہ وقتاً فوقتاً خود بیگ اٹھائے آموجود ہوتے۔ قدیمی مسجد میں مولانا خلیل الرحمٰن صاحب ان کا استقبال کرتے۔ بچے اور نوجوان ان کے گرد جمع ہو جاتے۔ بیگ سے ٹافیاں نکال کر بچوں کو دیتے۔ اچھے اچھے لطیفے سناتے۔ پھر لاؤڈ سپیکر کھول کر خطاب فرماتے۔ لوگ سنتے ہی مسجد میں آجاتے اور ان کا پڑھایا ہوا سبق آج بھی لوگوں کو یاد ہے۔ وہ کہتے کہ:

مرزا کہتا ہے:

سنو بھائیو سچی تعبیر قبر عیسیٰ دی وچ کشمیر
خان یار دے وچ محلے کول اس دے اک چشمہ چلے

میں کہتا ہوں:

سنو بھائیو یہ سچی تعبیر نہ کوئی قبر عیسیٰ دی وچ کشمیر
نہ خان یار دے وچ محلے نہ کول اس دے کوئی چشمہ چلے

اس عمل کے ساتھ لوگوں میں مرزائیوں سے مزید نفرت پیدا ہوئی۔ انہوں نے مرزائیوں سے قطع تعلق کی ترغیب دی۔ یہاں تک کہ دونوں مساجد کے علماء نے بھی اعلان کر دیا کہ جو مسلمان کسی مرزائی کے گھر جائے گا اس کی نماز جنازہ ادا نہیں کی جائے گی۔ بظاہر یہ معمولی سا اعلان تھا مگر اس نے حقیقت کا روپ اختیار کیا اور آج تک اس کے اثرات گاؤں میں مرزائیوں کے مکمل بائیکاٹ کی صورت میں موجود ہیں۔ ہوا یوں کہ ایک مسلمان جو مرزائی کے گھر آنے جانے کا عادی تھا۔ اس نے اپنا معمول ترک نہ کیا تو ایک دن اس سے کہا گیا کہ تیرا جنازہ مولوی نہیں پڑھائیں گے۔ اس نے انتہائی حقارت کے لہجے میں کہا، دیکھا جائے گا جو ہوگا۔ میں جاتا ہوں۔

اس عمل کے ہفتہ عشرہ بعد ۲۵/دسمبر ۱۹۷۵ء کو وہ شخص (فیض اللہ درزی) مرگیا۔ علماء تک اس کی بات پہنچائی گئی۔ دو مساجد کے آئمہ مولانا خلیل الرحمٰن صاحب اور حافظ عبدالوہاب صاحب نے لوگوں کو جمع کیا اور پھر متفقہ طور پر اعلان کر دیا کہ گواہان کے بیان

کے مطابق اس شخص کا عمل اسلام کے منافی ہے۔لہٰذا اس کی نماز جنازہ ہم نہیں پڑھائیں گے۔ چنانچہ تمام لوگوں نے بائیکاٹ کر دیا۔ ایک دن اور رات اس کی میت گھر میں پڑی رہی۔ نہ قبر کا بندوبست ہوا، نہ لوگ تعزیت کے لئے گئے۔بس ختم نبوت زندہ باد، مرزائیوں نے عندیہ دیا کہ اس کے کفن دفن کا انتظام کریں۔ مگر اس کے بیٹوں نے جواباً کہا کہ صرف بات کرنے پر یہ حال ہے۔ہم مزید آزمائش کے متحمل نہیں ہوسکتے۔لہٰذا دو بیٹوں اور دو دامادوں نے قبر کھودی۔ایک نے امامت کی اور تین مقتدی بنے۔ پھر جنازہ کے بعد اسے ۲۶/دسمبر ۱۹۷۵ء کو دفنا دیا۔اس کے بعد کسی کو بھی بائیکاٹ توڑنے کی ہمت نہ ہوئی اور مرزائیت سکڑتے سکڑتے مکمل ختم ہوگئی۔

بعدازاں حضرات کی آمدورفت معمول بن گئی۔ سالانہ جلسہ ختم نبوت ہوتا۔مولانا خلیل الرحمٰن صاحب روزانہ درس قرآن میں تحفظ ختم نبوت کے عمل کو دہراتے۔لوگوں کے جذبے کو زندہ رکھتے۔پس شکایت ملتی تو اس کا نوٹس لیتے۔ایسے ہی ایک جلسہ کا جو ۲۹/جولائی ۱۹۸۷ء کو قدیمی مسجد داتہ میں ہوا۔ حضرت خواجہ خان محمد صاحب کی ڈائری میں ذکر موجود ہے۔مولانا شریف صاحب، قاضی اللہ یار صاحب، مولانا ضیاء الدین صاحب (ہری پور) اور نورالحق نور صاحب (پشاور) کے خصوصی خطابات ہوئے اور ختم نبوت زندہ باد۔

امتناع قادیانیت آرڈیننس کے نفاذ کے بعد تو مقدمات کا سلسلہ شروع ہوگیا۔کوئی مرزائی آتے جاتے کسی کو سلام کر دیتا تو F.I.R درج ہو جاتی۔ مقدمہ شروع ہو جاتا۔ کوئی قربانی کرتا۔ سرعام نماز پڑھتا۔ خلیل الرحمٰن صاحب مقدمہ قائم کر دیتے۔ ایک قادیانی جو نقل مکانی کر گیا تھا اس نے قتل کی دھمکی کا خط لکھا جس نے ختم نبوت زندہ باد کو اور بالا کر دیا۔ایک اور قادیانی لڑکا پستول لئے ان کے کمرے میں داخل ہوا۔انہوں نے جس گدی پر بیٹھے تھے اس کا ایک کونہ اٹھاتے ہوئے رعب دار آواز میں للکارا جیسے وہ بھی اسلحہ اٹھا رہے ہوں۔ آناً فاناً وہ مرزائی کافور ہوگیا اور بھاگتا ہوا گاؤں سے باہر چلا گیا۔ یہ سلسلہ اس حد تک آگے چلا کہ مرزائیوں کا سودا سلف بند ہوگیا۔گاڑیوں پر بیٹھنا ناممکن ہوگیا تو مجبوراً یا تو گاؤں چھوڑ گئے یا پھر مسلمان ہوگئے اور اب الحمدللہ فیہ ! مرزائی جو لاہور، ہری پور، چناب نگر یا پھر بیرونی ممالک میں ہیں اور گنے چنے ہیں ان کا گاؤں میں داخلہ، قریبی رشتہ دار کی غمی یا شادی میں شرکت مطلقاً منع ہے۔ کیونکہ اس رشتہ دار کا بھی بائیکاٹ یقینی ہے جو ان سے تعلق رکھے اور نہ ہی یہ ان کے ہاں جاسکتا ہے۔اس طرح داتہ مرزائیت سے مکمل پاک ہے۔ جو ہیں ان کا گاؤں سے یا گاؤں کے لوگوں سے کوئی تعلق نہیں۔ الا یہ کہ وہ باقاعدہ مسلمان ہوں اور باضابطہ گاؤں کی مسجد میں اعلان کریں۔

ختم نبوت زندہ باد، سالانہ ایک دو پروگرام ختم نبوت کے عنوان سے لازماً منعقد ہوتے ہیں، جس میں علاقائی مبلغ کے علاوہ حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب (شاہین ختم نبوت) کی شرکت یقینی ہوتی ہے اور لوگوں کو ان کا انتظار رہتا ہے۔ چناب نگر سالانہ کانفرنس میں اچھی خاصی حاضری ہوتی ہے۔اللہ قبول فرمائے۔ (سید شجاعت علی شاہ گیلانی)

(۶۲۱) دارالاشاعت رحمانی مونگیر

’’آئینہ کمالات مرزا‘‘ ناظم دارالاشاعت رحمانی مونگیر کا مرتب کردہ ہے۔خانقاہ رحمانیہ مونگیر سے صحیفہ رحمانیہ شائع ہوتا تھا۔ اس کے کل چوبیس شمارے شائع ہوئے۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ ! کہ مجلس تحفظ ختم نبوت نے صحیفہ رحمانیہ کی مکمل فائل جو چوبیس رسائل پر مشتمل تھی، احتساب قادیانیت کی جلد پانچ میں اسے شائع کرنے کی سعادت حاصل کی۔اس طرح خانقاہ عالیہ رحمانیہ

مونگیر شریف سے ایک رسالہ ’’صحیفہ محمدیہ‘‘ کے نام پر بھی شائع ہوتا تھا۔ اس کے کل کتنے شمارے شائع ہوئے، ان کی فائل کہاں سے مل سکتی ہے۔ اعتراف کرتا ہوں کہ اس سلسلہ کی معلومات کے حاصل کرنے میں ناکام رہا۔ جس کی سخت ندامت ہے۔ ’’صحیفہ محمدیہ‘‘ کے تمام شمارے اتنے اہم موضوعات پر مشتمل ہوتے تھے کہ ان رسائل کے پہلے پانچ شمارہ جات کو ’’آئینہ کمالات مرزا‘‘ کے نام پر خود خانقاہ مونگیر کے حضرات نے شائع کیا۔

لیجئے! صحیفہ محمدیہ شمارہ ۱ تا ۵ کا مجموعہ ’’آئینہ کمالات مرزا‘‘ پیش خدمت ہے۔ اس کا مزید تعارف خود ناشرین نے کرادیا ہے جو قارئین پڑھ لیں گے۔ تاہم اتنا عرض کئے بغیر چارہ نہیں کہ اس کا شمارہ نمبر۳ بطور خاص پڑھنے کی چیز ہے۔ اس میں مختلف حضرات نے مرزا قادیانی کے متعلق خواب دیکھے۔ وہ انہوں نے شائع کردیئے۔ قادیانی گروہ خواب پرست ہے۔ تو لیجئے! یہ خواب بھی ان کے پڑھنے کی چیز ہیں تاکہ ان پر اتمام حجت ہو جائے۔ یہی ناشرین کے سامنے شائع کرنے کا مقصد تھا۔ یہ رسالہ احتساب قادیانیت ج ۳۱ میں شامل کیا گیا ہے۔

(۶۲۲) دریا خان کھوسہ، جناب

سندھ سے ۱۹۷۰ء کے الیکشن میں قومی اسمبلی کے ممبر تھے۔ ۱۹۷۴ء میں مولانا شاہ احمد نورانی نے قادیانیوں کو غیرمسلم اقلیت قرار دینے کے لئے قرارداد پیش کی۔ اس پر آپ نے بھی دستخط کر کے ایمانی غیرت کا علم بلند کیا۔

(۶۲۳) دل مراد بلوچ (کراچی)، جناب حاجی

(پیدائش: ۱۸۵۲ء ...... وفات: یکم/اگست ۱۹۸۴ء)

آپ مولانا محمد صادق مظہر العلوم کھڈہ کے شاگرد رشید تھے۔ تحریک آزادی کے لئے جان جوکھوں میں ڈال کر لڑے۔ جمعیۃ علماء ہند میں کام کیا۔ شیخ الاسلام حضرت مدنی سے بیعت کا تعلق تھا۔ حضرت لاہوری کی قائم کردہ جمعیۃ علماء اسلام میں آخر وقت تک شریک عمل رہے۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں کراچی کے درو دیوار کو سراپا تحریک بنانے میں سرگرم عمل رہے۔ لیاری گاڑی کھاتہ میں تحریک کا جوبن آپ کی خدمات کا مرہون منت تھا۔ گرفتار ہوئے جیل بھی کاٹی۔

(۶۲۴) دلدار حسین نقوی، مولانا سید

(ولادت: ۱۸۸۵ء، کندرکی ضلع مراد آباد ...... وفات: مئی ۱۹۷۶ء، کراچی)

آپ شیعہ مکتب فکر کے ممتاز رہنما تھے۔ شمع ہدایت نامی کتاب ملعون قادیانی گروہ کے خلاف تحریر فرمائی۔

(۶۲۵) دوست محمد ساقی (چنیوٹ)، مولانا

(وفات: ۱۰/ستمبر ۱۹۹۳ء)

چنیوٹ سے آٹھ میل موضع ولّہ رائے میں آپ کی پیدائش ہوئی۔ ابتدائی کتب اپنے ماموں مولانا محمد یار سے پڑھیں۔ پھر فیصل

آباد میں مولانا مفتی محمد یونس مرادآبادی، مولانا محمد چراغ گوجرانوالہ سے پڑھیں۔ ہر دو استاذ مولانا سید محمد انورشاہ کشمیری کے شاگرد تھے۔ دارالعلوم دیوبند سے دورۂ حدیث شریف کیا۔ حضرت مدنی کے شاگرد تھے۔ تحریک آزادی کے لئے مجلس احرار اسلام کے پلیٹ فارم سے حصہ لیا۔ پہلے ایک گاؤں میں پڑھاتے رہے۔ پھر گورنمنٹ اسلامیہ ہائی سکول چنیوٹ میں ملازمت کی۔ جامعہ عربیہ اور احیاء العلوم چنیوٹ میں بھی پڑھایا۔ اٹھارہ اٹھارہ سبق اکیلے پڑھاتے تھے۔ آپ کے ممتاز شاگردوں میں مولانا منظور احمد چنیوٹی بھی شامل ہیں۔ آپ کے تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ عمداً کسی غیر محرم پر نظر نہیں پڑی اور نہ ہی عمداً حرام کا لقمہ حلق کے نیچے اتارا۔ عقیدۂ ختم نبوت کے زندگی بھر مناد رہے۔

(۶۲۶) دوست محمد قریشی، مولانا

(وفات: ۲۶رمئی ۱۹۷۴ء)

مولانا دوست محمد قریشی کا ریخ کلاں راجن پور میں تولد ہوا پھر احمد پور شرقیہ میں آ گئے۔ بعد میں کوٹ ادو کو اپنا مرکز بنایا۔ آپ نے مختلف مدارس میں تعلیم حاصل کی۔ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل سے دورہ حدیث شریف کیا۔ اس زمانہ میں ابوداؤد شریف آپ نے حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری سے پڑھی۔ آپ کی وفات پر شیخ بنوری نے جو نوٹ لکھا اس میں ہے کہ: ''آپ حضرت امیر شریعت کی طرز خطابت کے اسلوب کے امین تھے۔''

حضرت مولانا دوست محمد قریشی کوٹ مٹھن حضرت مولانا واحد بخش سے بھی پڑھتے رہے جو مولانا سید محمد انورشاہ کشمیری کے شاگرد تھے۔ فراغت کے بعد مختلف مدارس میں عظمت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حوالہ سے طلباء کرام کو تیاری کراتے تھے۔ تنظیم اہل سنت کے بانی حضرات میں سے تھے۔ بہت کم لوگوں کو معلوم ہوگا کہ مولانا عبدالستار تونسوی کو بھی مدرسہ محمودیہ تونسہ سے اٹھا کر تنظیم اہل سنت میں لانے والوں میں آپ بھی شامل تھے۔ مولانا سید نورالحسن شاہ بخاری، مولانا دوست محمد قریشی، مولانا عبدالستار تونسوی، مولانا احمد شاہ چوکیروی، علامہ خالد محمود، یہ تنظیم اہل سنت کے ارکان خمسہ میں سے تھے۔ مولانا دوست محمد قریشی نامور مناظر تھے۔ مولانا خواجہ قمرالدین سیالوی ایسے متبحر عالم اور پیر طریقت آپ کے مناظروں کو حقانیت اسلام کی دلیل قرار دیتے تھے۔ مولانا دوست محمد قریشی کے انداز خطابت سے پورے ملک نے نفع حاصل کیا۔ آپ بیک وقت شہروں و دیہاتوں میں یکساں مقبول تھے۔ آپ نے معروف نقشبندی بزرگ حضرت مولانا فضل الٰہی قریشی سے بیعت کی اور پھر خلافت کے مستحق قرار پائے۔ اپنے دور میں نامور پیر طریقت تھے اور آپ کا بہت بڑا مریدوں کا حلقہ تھا۔ عالم، مدرس، خطیب، مناظر، متکلم، مصنف، پیر طریقت غرض خوبیوں کا مجموعہ تھے۔ آپ نے عقیدہ ختم نبوت کی پاسبانی کے لئے تقریری و تحریری گرانقدر خدمات سرانجام دیں۔

(۶۲۷) دیدار علی الوری، مولانا سید

(پیدائش: ۱۲۷۳ھ/ ۱۸۵۷ء ...... وفات: ۱۳۵۴ھ/ ۱۹۳۵ء)

مولانا سید دیدار علی شہر الور میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی دینی کتب اپنے شہر الور میں پڑھیں اور درس نظامی کی دیگر کتب مولانا کرامت اللہ دہلوی اور مولانا احمد علی سہارنپوری سے پڑھیں۔ آپ کو اجازت حدیث حضرت مولانا شاہ فضل رحمٰن گنج مرادآبادی سے

حاصل تھی۔شاہی مسجد آگرہ کے خطیب اور مفتی رہے۔ بعدازاں مسجد وزیر خان لاہور کے خطیب مقرر ہوئے۔مرزا غلام احمد قادیانی اور فتنہ قادیانیت کے خلاف آپ نے دیگر علماء کرام کے ساتھ بھرپور کردار ادا کیا۔مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی کتاب دعوۃ قوم مشمولہ انجام آتھم کے ص۷۰، نمبر۳۲ پر ان کو اپنے مخالف علماء و مشائخ میں شامل کر کے مباہلہ کے لئے چیلنج دیا۔رب کریم کے اپنے فیصلے ہوتے ہیں۔انہیں مولانا سید دیدار علی الوری کے صاحبزادہ مولانا ابوالحسنات محمد احمد قادری نے تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں پوری امت کو قادیانیت کے خلاف میدان عمل میں لا کھڑا کیا اور یوں مولانا سید دیدار علی کے صاحبزادہ نے ملعون قادیان کو ایک گالی بنا دیا۔

سید دیدار علی نے مرزا قادیانی کی تکفیر پر ''فتویٰ تکفیر قادیان'' میں صورت مسئولہ پر جواب بھی تحریر کیا۔''ان اقوال کے قائل اور معتقد کے ساتھ نکاح مطلق جائز نہیں اور ایسا نکاح موجب افتراق ہے۔قادیانی مرتد ہے اور قادیانیوں کے ساتھ نکاح مطلق جائز نہیں اور اگر کوئی مسلمان مرد یا عورت مرتد ہو جائے۔اس کا نکاح فسخ ہوگا۔(انتہی مختصر فقط)'' (فتاویٰ ختم نبوت ج۲ ص۳۷۰)

(۶۲۸) دین محمد ثاقب (کالروالا سیالکوٹ)، جناب قاری

(وفات:۱۸/جولائی ۲۰۲۰ء)

مولانا قاری دین محمد ثاقب سناںواں کوٹ ادو مظفر گڑھ کے رہنے والے تھے۔آپ نے دورۂ حدیث شریف جامع باب العلوم کہروڑپکا سے ۱۹۷۸ء میں مولانا مفتی ظفر اقبال مہتمم جامعۃ السراج چیچہ وطنی کے ساتھ کیا۔دورۂ حدیث شریف میں آٹھ ساتھی تھے۔فراغت کے کچھ عرصہ بعد قلعہ کالروالا ضلع سیالکوٹ کی جامع مسجد ختم نبوت میں خطیب بن کر آئے۔قلعہ کالروالا اور مضافات میں قادیانی فتنہ کے خاصے جراثیم ہیں۔موصوف نے بہت جرأت اور ہمت سے قادیانیت کا بھرپور مقابلہ کیا۔مجلس تحفظ ختم نبوت کے مقامی یونٹ کے امیر تھے۔آپ نے برلب نہر جامعہ زین العابدین کے نام سے دینی ادارہ بھی قائم کیا جو قلعہ کالروالا سے نارووال روڈ پر واقع ہے۔آپ عملیات میں بھی مہارت رکھتے، جنات اور جادو دونوں کا علاج کرتے تھے۔ایک ملاقات میں فرمانے لگے کہ:''ایک قادیانی دوشیزہ پر جنات کا سایہ تھا، چونکہ قادیانی جنات کو نہیں مانتے لیکن لڑکی عجیب و غریب حرکتیں کرتی، جس سے اس کے والدین بہت پریشان تھے، کسی کے کہنے پر میرے پاس آئے اور مریضہ کی ساری کیفیت بیان کی۔میں نے ان کے ہاں جانے کا وعدہ کیا۔جب وہاں گیا تو اپنے مؤکلات کے ذریعہ جنات کو حاضر کیا اور ان سے شرائط پوچھیں! جنات نے اپنی کچھ شرائط بتلائیں۔ان شرائط میں ایک شرط یہ بھی تھی کہ کمرہ میں مرزا قادیانی کی لگی ہوئی تصویر کو اتار کر اسے دس جوتے لگائیں، تب چھوڑیں گے، چنانچہ میں نے انہیں کہا کہ جنات نے اپنی دیگر شرائط کے علاوہ ایک شرط مرزا قادیانی کی تصویر کو چھتر لگانے کی بھی رکھی۔قادیانی والدین کو یہ شرط قبول کرنا پڑی۔''

قاری صاحب ایک مجاہد عالم دین، باہمت عامل تھے۔جس نے ہزاروں افراد کو جنات اور جادو کے فتنہ سے نجات دلائی۔

(مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی)

(۶۲۹) دین محمد خان (ڈھاکہ)، حضرت مولانا مفتی

الجواب صحیح بلا ارتیاب! قال النبی ﷺ: ان عیسٰی لم یمت وانہ راجع الیکم قبل یوم القیامۃ (درمنثور ج۲ ص۳۶)

واعلم ان اصحاب عیسٰی علیہ السلام هم تفرقوا ثلاث فرق: فقالت فرقة: کان الله تعالٰی فینا فصعد الی السماء

وقالت فرقة اخرٰی: کان فینا ابن الله عزوجل ثم رفعه الله سبحانه الیه

وقالت فرقة اخرٰی منهم: کان فینا عبدالله ورسوله، ماشاء الله ثم رفعه الیه. وهٰولاء المسلمون فتظاهرت الکافران فرقتان علی المسلمة فقتلوهم فلم یزل الاسلام طامساً حتٰی ان بعث الله محمداً صلی اللہ علیہ وسلم.

فالمسلمون یعتقدون ان عیسٰی علیہ السلام مرفوع حیاً الی السماء، ثم راجع الینا قبل یوم القیامة، هٰذه عقیدة اسلامیة اعتقد بها المسلمون من اوّل الاسلام الٰی ان تقوم القیامة، کما فی قوله تعالٰی: "یٰعیسٰی انی متوفیک ورافعک الیّ (آل عمران:۵۵)" ای رافعک الیّ ومتوفیک کما اخرج ابن ابی حاتم عن قتادة (روح المعانی ج۳ ص۱۷۹، طبع دار احیاء الثرات العربی، بیروت) وما جاء فی سورة النساء: "وما قتلوه وما صلبوه الٰی آخر الآیة (النساء:۱۵٦)" الضمیر لعیسٰی علیہ السلام کما هو الظاهر، ای ماقتلوه قتلا یقینا بل رفعه سبحانه الیه یقیناً هٰذا هو رد وانکار لقتله واثبات لرفعه علیہ السلام، هٰذا ما ظهر لی. والله تعالٰی اعلم! مفتی دین محمد خان ڈھاکہ مشرقی پاکستان (بنگلہ دیش)

جواب بلاشبہ درست ہے! حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ''تحقیق عیسیٰ فوت نہیں ہوئے اور بے شک قیامت سے پہلے تمہاری طرف لوٹ کر آئیں گے۔''

جان لیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق تین گروہ بن گئے ہیں۔ پہلا گروہ تو یہ کہتا ہے کہ: ''خدا ہم میں رہتا تھا، پھر وہ آسمان کی طرف چڑھ گیا۔''

دوسرے فرقے نے کہا کہ ہم میں اللہ رب العزت کا بیٹا رہتا تھا۔ پھر اللہ نے اسے اپنی طرف اٹھالیا۔

تیسرے گروہ نے کہا کہ ہم میں تو اللہ کا بندہ اور رسول رہتا تھا۔ جتنا اللہ کو منظور تھا رہا۔ پھر اللہ نے اپنی طرف اوپر اٹھالیا۔ یہی مسلمان فرقہ ہے، پھر پہلے دونوں کافر گروہوں نے مسلمان فرقے پر چڑھائی کردی اور انہیں قتل کردیا۔ سو اسلام محو رہا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا۔

تو مسلمان یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ اٹھالئے گئے ہیں اور پھر ہماری طرف قیامت سے پہلے لوٹ کر آئیں گے۔ یہی اسلامی عقیدہ ہے جس پر مسلمانوں نے اوّل دن سے آج تک ایمان قائم رکھا ہوا ہے اور قیامت قائم ہونے تک یہی

عقیدہ رہے گا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''اے عیسیٰ میں لے لوں گا تجھ کو اور اٹھالوں گا اپنی طرف۔'' آیت میں تقدیم وتاخیر ہے۔ یعنی: ''رافعک الیّ ومتوفیک'' کہ تجھ کو اٹھالوں گا اور لے لوں گا، جیسا کہ ابن ابی حاتم نے قتادہ سے نقل کیا ہے۔ (بحوالہ روح المعانی)

باقی سورۂ نساء میں جو آیا ہے: ''اور انہوں نے نہ اس کو مارا اور نہ سولی پر چڑھایا۔'' تو اس آیت میں ضمیر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف لوٹتی ہے۔ جیسا کہ آیت کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے۔ معنی یہ ہے کہ انہوں نے بالکل قتل نہیں کیا۔ بلکہ اللہ سبحانہ نے اسے اپنی طرف اٹھالیا ہے تو یہ آیت جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قتل ہوجانے کے قول کی تردید کرتی ہے۔ وہاں ان کے آسمان کی طرف اٹھائے جانے کو بھی ثابت کرتی ہے۔ یہی کچھ مجھے اس بارے میں علم ہے۔ (فتاویٰ ختم نبوت ج۳ص۵۳،۵۴)

(۶۳۰) دین محمد صاحب، مستری

(وفات: ۸؍جون ۱۹۶۵ء)

۱۸؍جون ۱۹۶۵ء ترجمان اسلام لاہور کے ص۴ پر خبر شائع ہوئی۔ مستری علی محمد کے چچازاد بھائی مستری دین محمد صاحب وفات پاگئے۔ مرحوم ہمیشہ احرار اسلام کے معاون وکارکن رہے۔ تحریک تحفظ ختم نبوت میں زبردست قربانیاں دیں۔

(۶۳۱) دیوان سنگھ مفتون (مصنف ناقابل فراموش)، جناب

جناب دیوان سنگھ مفتون حافظ آباد ضلع گوجرانوالہ کے رہائشی تھے۔ ان کے والد نامور سرکاری ڈاکٹر تھے۔ کم عمری میں والد گرامی کی وفات سے یتیمی کی زندگی کا آغاز ہوا۔ تعلیم پرائمری تک حاصل کر پائے۔ کپڑے کی دکان پر ملازمت کرتے تھے۔ لکھنے پڑھنے کا شوق تھا۔ دہلی چلے گئے پھر وہیں کے ہوکر رہ گئے۔ روزنامہ ریاست دہلی کا آغاز کیا۔ چیف ایڈیٹر رہے۔ آپ کا مستقل کالم ''ناقابل فراموش'' شائع ہوتا تھا۔ پھر اسی نام سے کتاب کی صورت میں شائع ہوا۔ نامور ادیب، صحافی، دانشور، خوددار انسان، وضع دار عبقری شخصیت تھے۔ زندگی بھر آپ غریب انسانوں کی مدد کے لئے راجاؤں مہاراجاؤں سے نبردآزما رہے۔ غرض اچھے انسان کی تمام صفات عالی ان میں موجود تھیں۔ تقسیم کے بعد دہلی میں فوت ہوئے۔ ان کا ایک واقعہ جناب شفیق مرزا سابق قادیانی نے اپنی کتاب میں لکھا ہے۔ ملاحظہ ہو: ''مجاہد ملت مولانا محمد عبدالستار خان نیازی کی شخصیت وکردار سے کون واقف نہیں۔ آپ باطل طاقتوں کو جس بے باکی اور جرأت کے ساتھ للکارتے ہیں، یہ انہی کا حصہ ہیں۔ نیازی صاحب نے ایک مرتبہ شفیق مرزا اور امیر الدین صاحب کو سیمنٹ بلڈنگ تھارنٹن روڈ لاہور کے سامنے بتایا تھا کہ ایوب حکومت میں جب دیوان سنگھ مفتون پاکستان آئے تو مجھے ملنے کے لئے بھی تشریف لائے۔ دوران گفتگو انہوں نے بڑی حیرانگی سے کہا میں عرصہ دراز کے بعد ربوہ میں مرزا محمود سے ملا ہوں۔ خیال تھا کہ وہ کام کی بات کریں گے۔ مگر میں جتنا عرصہ وہاں بیٹھا رہا وہ یہی کہتے رہے کہ فلاں لڑکی سے تعلقات استوار کئے تو مجھے اتنا مزا آیا۔ فلاں سے کئے تو اتنا۔'' (شہر سدوم از مرزا شفیق احمد ص۱۱۹)

www.amtkn.com

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ

Aalmi Majlis Tahaffuz Khatm-e-Nubuwwat

kn apps	www.khatm-e-nubuwwat.com	www.khatm-e-nubuwwat.info	www.laulak.info	facebook.com/amtkn313
ختم نبوت ایپ	مرکزی ویب سائٹ	ہفت روہ ختم نبوت	ماہنامہ لولاک	فیس بک

---

kk Course	Online Course	E-Maktaba	Sitemap	Contact us
خط و کتابت کورس	خط و کتابت آن لائن کورس	ای مکتبہ	سائٹ میپ	رابطہ

/amtkn313 www.emaktaba.info
www.amtkn.com
ameer@khatm-e-nubuwwat.com

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ